13.15

تاریخِ اسلام

مؤرخِ اسلام مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

اسلامی کُتب خانہ

تاریخِ اسلام

Marfat.com

Marfat.com

تاریخ اسلام

دوم

مصنف

مؤرخِ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ ○ چوک اُردو بازار ○ لاہور

Ph:7223506-7230718

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

83893

نام کتاب ——— تاریخِ اسلام

مؤلف ——— مؤرخ اسلام مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی

ناشر ——— اسلامی کتب خانہ

طابع ——— ممتاز احمد

پرنٹر ——— لٹل سٹار پرنٹرز

صحتِ متن، کتابت، تصحیح، طباعت اور جلد بندی میں انتہائی احتیاط کے باوجود بہ تقاضائے بشریت سہو کے امکانات موجود رہتے ہیں۔ غلطی کی نشاندہی پر ادارہ مشکور ہوگا۔

جزاک اللہ خیراً — اراکین ادارہ

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
پہلا باب	15
خلافت بنوامیہ	15
تمہید	
حضرت امیرمعاویہ رضؓ	20
ابتدائی حالات	20
فضائل وخصائل	22
امیر معاویہؓ کی خلافت کے اہم واقعات	23
عمال کا تقرر	24
زیاد بن ابی سفیان	25
قسطنطنیہ پر حملہ	27
یزید کی ولی عہدی	28
زیاد بن ابی سفیان کوفہ میں	30
زیاد بن ابی سفیان کی موت	33
ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی وفات	34
حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت پر ایک نظر	
ایک خدشہ کا جواب	37
یزید بن معاویہ	42
مسلم بن عقیل اور ہانی کا قتل	
امام حسینؓ کی مکہ سے روانگی	51
حادثہ کربلا	54
حضرت حسینؓ پر پانی کی بندش	57
حضرت امام حسین کی شہادت	60
عبیداللہ بن زیاد کی مایوسی	62
مکہ ومدینہ کے واقعات	62
خلافت یزید کی مخالفت	64
مکہ کا محاصرہ اور یزید کی موت	67
عہد یزیدی کی فتوحات	68
عقبہ کی شہادت	69
یزیدی سلطنت پر ایک نظر	70

مضمون	صفحہ نمبر
معاویہ بن یزید	73
بصرہ میں ابن زیاد کی بیعت	
عراق میں ابن زبیرؓ کی خلافت	74
مصر میں ابن زبیرؓ کی خلافت	75
مروان بن حکم	76
بیعت خلافت اور جنگ مرج راہط	76
جنگ توابین	80
جنگ خوارج	81
محاصرہ قرقیسا	82
پسران مروان کی ولی عہدی	82
مروان بن حکم کی وفات	83
حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ	83
ابتدائی حالات وخصائل	83
خلافت ابن زبیرؓ کے اہم واقعات	84
فتنہ مختار	85
مختار کا دعوئے نبوت اور کرسی علیؓ	
عبیداللہ بن زیاد کا قتل	93
یمامہ پر نجدہ، بن عمر کا قبضہ	94
کوفہ پر حملہ کی تیاری	94
مختار کا قتل اور کوفہ پر قبضہ	95
عمرو بن سعید کا قتل	97
مصعب بن زبیر کی بے احتیاطی	98
عبدالملک کی جنگی تیاریاں	99
مصعب بن زبیر کا قتل	
زفر بن حرث اور عبدالملک	102
مصعب بن زبیر کے قتل کی خبر مکہ میں	103
عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	104
محاصرہ مکہ	
شہادت ابن زبیرؓ	107

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
خلافت ابن زبیرؓ پر ایک نظر	109
سرزمین کوفہ	112
عبدالملک بن مروان	113
خلافت عبدالملک کے اہم واقعات	115
فتنہ خوارج	116
حجاج اور مہلب کی عزت افزائی	121
اہل کش اور حرث بن قطنہ کی غداری	122
مہلب کی وفات اور بیٹوں کو وصیت	123
حجاج بن یوسف اور عبدالرحمٰن بن محمد	124
شہر واسط کی آبادی	128
یزید بن مہلب کی معزولی	129
موسیٰ بن حازم	129
سکہ اسلامیہ کی ابتدا	
ولید بن سلیمان کی ولی عہدی	132
عبدالملک بن مروان کی وفات	132
خلاصہ کلام	133
دوسرا باب	
ولید بن عبدالملک	134
قتیبہ بن مسلم باہلی	136
محمد بن قاسم	138
حجاج بن یوسف ثقفی	140
موسیٰ بن نصیر	141
ولید بن عبدالملک کی وفات	142
سلیمان بن عبدالملک	143
قتیبہ کا قتل	143
محمد بن قاسم کی وفات	143
موسیٰ بن نصیر کا انجام	144
یزید بن مہلب	145
مسلمہ بن عبدالملک	146
سلیمان بن عبدالملک کے اخلاق وعادات	147
ولی عہدی	147
وفات	
حضرت عمر بن عبدالعزیز	148
خلافت کا پروانہ	150
بنوامیہ کی ناراضی کا سبب	153
فضائل وخصائل	154
خوارج	160
وفات	161
اولاد وازواج	162
حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت پر ایک نظر	163
یزید بن عبدالملک	164
ہشام بن عبدالملک	167
واقعات خراسان	167
حرث بن شریح	171
بلاد خضر وآرمینیا	173
قیصر روم	174
زید بن علی	175
عباسیوں کی سازش	176
ولید بن یزید بن عبدالملک	178
عہد بنوامیہ میں صوبوں کی تقسیم	
یزید بن ولید بن عبدالملک	182
ابراہیم بن ولید بن عبدالملک	184
مروان بن محمد بن	185

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
مروان بن حکم	
خوارج	188
مروان بن محمد کا عہد خلافت	191
خلافت بنوامیہ پر ایک نظر	192
بنوامیہ کے رقیبوں کی کوشش	195
ابومسلم خراسانی	198
عباسیوں کے ہاتھوں بنوامیہ کا قتل عام	209
فصل باب	
خلافت عباسیہ	
ابوالعباس عبداللہ سفاح	213
ابوجعفر منصور	213
عبداللہ بن علی کا خروج	219
قتل ابومسلم	221
خروج سنباد	223
فرقہ راوندیہ	224
عبدالجبار کی بغاوت اور قتل	225
عیینہ بن موسیٰ بن کعب	226
علویوں کی قید و گرفتاری	226
تعمیر بغداد اور تدوین علوم	228
قتل سادات	228
محمد مہدی نفس ذکیہ کا خروج	230
ابراہیم بن عبداللہ کا خروج	238
مختلف واقعات	241
عبداللہ اشتر ابن محمد مہدی	241
مہدی بن منصور کی ولی عہدی	242
خروج رستاد سیس	243
تعمیر رصافہ	244
وفات منصور	245

مضمون	صفحہ نمبر
مھدی بن منصور	248
حکیم مقنع کا ظہور	249
عمال کا تغیر و تبدل اور عزل و نصب	250
مہم باربد	251
ہادی بن مہدی کی ولی عہدی	251
مہدی کا حج	252
اندلس میں چھیڑ چھاڑ	252
جنگ روم و حملہ ہارون	253
رومیوں پر ہارون کی دوسری چڑھائی	253
جرجان پر ہادی کی یورش	254
وفات مہدی	254
ھادی بن مھدی	256
حسین بن علی کا خروج	256
ہادی کی وفات	257
ابوجعفر ھارون الرشید بن مھدی	258
امین کی ولی عہدی	260
یحییٰ بن عبداللہ کا خروج	260
ملک شام میں بدامنی	261
عطاف بن سفیان کی بغاوت	
بغاوت مصر	262
فتنہ خوارج	262
مامون کی ولی عہدی	263
وہب بن عبداللہ نسائی اور حمزہ خارجی کا خروج	264
صوبہ آرمینیا کا فساد	265
ابراہیم بن اغلب اور شہر عباسیہ	265
موتمن کی ولی عہدی	267
ہارون الرشید کا قابل تذکرہ حج	267

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
برامکہ اوران کا زوال	268
خاندان برمک	268
نادرشاہ ہندوستان میں	274
استیصال برامکہ کی اصل حقیقت	277
عہد ہارون کے بقیہ حالات	282
خراسان میں بغاوت	285
ہارون الرشید کی وفات	285
امین الرشید بن ہارون الرشید	289
رافع اور ہرثمہ مامون کی خدمت میں	291
امین ومامون کی علانیہ مخالفت	291
صوبوں میں بدامنی	
رومی	293
امین ومامون کی زور آزمائی	293
خلیفہ امین کی حکومت میں اختلال	295
خلیفہ امین کی معزولی اور بحالی	296
طاہر کی ملک گیری	297
قتل امین	298
خلافت امین کا جائزہ	302
موسہا باب	
مامون الرشید	305
ابن طباطبا اور ابوالسریٰ کا خروج	306
ابوالسرایا کی حکمرانی اور اس کا انجام	308
حجاز ویمن میں بدامنی	309
ہرثمہ بن اعین کا قتل	312
شورش بغداد	314
امام علی رضا کی ولی عہدی	315
ابراہیم بن مہدی کی خلافت	316
فضل بن سہل کا قتل	318
امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کی وفات	319
طاہر بن حسین کی باریابی	320
عمال سلطنت کا تقرر اور قابل ذکر واقعات	321
طاہر گورنر خراسان	323
عبداللہ بن طاہر کی گورنری	324
طاہر بن حسین گورنر خراسان کی وفات	
بغاوت افریقہ	325
نصر بن شیث کی بغاوت کا خاتمہ	325
ابن عائشہ کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری	326
مصر اور اسکندریہ کی بغاوت	326
زریق وبابک خرمی	327
متفرق حالات	329
مامون الرشید کی وفات	330
صوبوں اور ملکوں کی خودمختاری	331
ترقیات علمیہ	331
ایک بہتان کی تردید	333
اخلاق وعادات	335
معتصم باللہ	338
محمد بن قاسم کا خروج	340
گروہ زط کا خاتمہ	340
شہر سامرہ	340
فضل بن مروان کی معزولی	341
بابک خرمی اور افشین حیدر	342
فتح عموریہ اور جنگ روم	344
عباس بن مامون کا قتل	345
بغاوت طبرستان	346
بغاوت کردستان	348
بغاوت آرمینیا وآذربائیجان	348
افشین کی ہلاکت	349

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
معتصم کی وفات	350
خلافت معتصم کی خصوصیات	351
واثق باللہ	353
ابوحرب اور اہل دمشق	354
اشناس کا عروج وزوال	354
اہل عرب کے وقار کا خاتمہ	355
احمد بن نصر کا خروج اور قتل	356
رومیوں سے اسیران جنگ کا تبادلہ	357
واثق باللہ کی وفات	358
متوکل علی اللہ	358
محمد بن عبداللہ کی معزولی مرگ	359
ایتاخ کی گرفتاری وموت	359
بیعت ولی عہدی	360
بغاوت آرمینیہ	360
قاضی احمد بن داؤد کی معزولی ووفات	360
رومیوں پر حملہ	361
بلاد روم پر حملہ	361
تعمیر جعفریہ	362
قتل متوکل	362
متوکل کے بعض ضروری حالات واخلاق	363
منتصر باللہ	365
مستعین باللہ	365
معتز باللہ	369
محمد بن عبداللہ طاہر کی وفات	370
احمد بن طولون	370
یعقوب بن لیث صفار	371
معتز باللہ کی معزولی اور موت	371
مہتدی باللہ	372
معتمد علی اللہ	375

مضمون	صفحہ نمبر
علویوں کا خروج	375
یعقوب بن لیث کی گورنری	376
بغاوت موصل	377
ابن مصلح، ابن واصل اور ابن لیث صفار	377
دولت سامانیہ کی ابتداء	378
ولی عہدی کی بیعت	378
جنگ صفار	379
واسط پر زنگیوں کا قبضہ	380
شام پر احمد بن طولون کا قبضہ	380
یعقوب بن لیث صفار کی وفات	380
موفق ومعتضد کے ہاتھوں زنگیوں کا استیصال	381
خراسان کی طوائف الملوکی	381
ابن طولون کی وفات	382
طبرستان کے حالات (علوی، رافع اور صفار)	383
عمر بن لیث صفار	383
مکہ ومدینہ کے حالات	383
موفق کی وفات	384
قرامطہ	384
معتضد کی ولی عہدی	385
جنگ روم	386
وفات معتمد	386
ہدایت وتبصرہ	387
پانچواں باب	
معتضد باللہ	390
قرامطہ کا خروج	391
وفات معتضد باللہ	392
مکتفی باللہ	392
قرامطہ کا ہنگامہ شام میں	393
مصر میں بنی طولون کا خاتمہ	393

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
بنی حمدان	394
ترکوں اور رومیوں کے حملے	394
مکتفی باللہ کی وفات	
مقتدر باللہ	395
دولت عبیدیہ کا آغاز	396
بیعت ولی عہدی	400
عراق میں قرامطہ کی شورش	401
رومیوں کی چیرہ دستی	402
مقتدر کا معزول و بحال ہونا	402
مکہ میں قرامطہ کی تعدی	402
مقتدر باللہ کا قتل	403
قاہر باللہ	404
خاندان بویہ دیلمی کا آغاز	404
خلع قاہر	409
راضی باللہ	410
قتل مرواویح	410
صوبہ جات کی حالت	410
وفات راضی باللہ	411
متقی للہ	412
خلیفہ متقی کی معزولی	413
مستکفی باللہ	414
انتباہ	414
خاندان بویہ کی بغداد میں حکومت	415
مطیع للہ	416
معزالدولہ کی ایک اور لعنتی کارروائی	417
عید غدیر کی ایجاد	418
تعزیہ داری کی ایجاد	418
عمان پر قبضہ اور معزالدولہ کی وفات	418
عزالدولہ کی حکومت	418

مضمون	صفحہ نمبر
طائع للہ	420
عضدالدولہ کی حکومت	421
صمصام الدولہ کی حکومت	
شرف الدولہ کی حکومت	422
بہاؤالدولہ کی حکومت	422
قادر باللہ	423
سلطان الدولہ کی حکومت	424
ترکوں کا خروج	424
مشرف الدولہ کی حکومت	424
جلال الدولہ کی حکومت	425
قائم بامراللہ	426
ابوکالیجار کی حکومت	427
ملک الرحیم کی حکومت	427
دولت بنی بویہ پر ایک نظر	428
دولت سلجوقیہ کی ابتدا	429
مقتدی بامراللہ	433
مجلس مولود	434
مستظہر باللہ	434
مسترشد باللہ	436
راشد باللہ	440
مقتفی لامراللہ	441
دیلمیہ و سلجوقیہ	444
مستنجد باللہ	444
مستضی بامراللہ	446
ناصر لدین اللہ	447
ظاہر بامراللہ	450
ابوجعفر مستنصر باللہ	451
مستعصم باللہ	452
خلفائے عباسیہ مصر میں	456

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
چھٹا باب	460
پہلی فصل	460
سلطنت کے قابل تذکرہ اہل کار اور عہدے دار	460
وزیر اعظم	461
امیر الامراء	462
سلطان	462
عامل یا والی	462
صاحب الشرطہ	463
حاجب	463
قاضی القضاۃ	463
رئیس العسکر	464
محتسب	464
ناظر یا مشرف	464
صاحب البرید یا رئیس البرید	464
کاتب	464
امیر المنجنیق	464
امیر التعمیر یا رئیس البنا	465
امیر البحر	465
طبیب	465
سلطنت کے قابل تذکرہ صیغے اور دفتر	465
دیوان العزیز	466
دیوان الخراج	466
دیوان الجزیہ یا دیوان الذمام	466
دیوان العسکر	466
دیوان الشرطہ	466
دیوان الضیاع	466
دیوان البرید	467
دیوان النفقات	467

مضمون	صفحہ نمبر
دیوان التوقیع	467
دیوان النظر فی المظالم	467
دیوان الانہار	467
دیوان الرسائل	467
دارالعدل	467
دارالقضا	468
سلطنت کے عام حالات	468
سفر کے لیے سہولتیں	468
تجارت کے لیے سہولتیں	469
سرکاری محاصل	469
سرکاری مصارف	470
فوجی انتظام	471
علمی ترقیات	472
دوسری فصل	473
ہسپانیہ	474
سلطنت اندلسیہ مراقش	474
حکومت اغلبیہ افریقیہ	475
حکومت زیادیہ یمن	475
حکومت طاہریہ خراسان	475
دولت صفاریہ خراسان وفارس	476
دولت سامانیہ ماوراء النہر وخراسان	476
قرامطہ بحرین	476
علویہ طبرستان	477
صوبہ سندھ	477
دولت بنی بویہ ودیلمیہ	477
دولت طولونیہ مصر	477
دولت اخشید یہ مصر وشام	477
دولت عبیدیہ مصر وافریقہ وشام	478
دولت بنو حمدان اور موصل جزیرہ وشام	479

Marfat.com

مضمون	صفحہ نمبر
ریاست بنوسلیمان درمکہ	479
ریاست ہواشم درمکہ	480
دولت مردانیہ دیار بکر	480
دولت غزنویہ افغانستان	480
دولت سلجوقیہ	481
اتابکان شام وعراق	482
اتابکان اربیلا	483
اتابکان دیار بکر	483
اتابکان آرمیدیا	483
اتابکان آذربائیجان	483
اتابکان فارس	483
اتابق الرستان	483
اتابکان خوارزم شاہیہ	483
دولت ایوبیہ	484
دولت مملوکیہ مصر	484
دولت زیریہ تیونس	485
دولت صمادیہ الجیریا	485
دولت مرابطین	485
دولت الموحدین	486
دولت حفصیہ تیونس	486
دولت زیانیہ الجیریا	486
دولت مرینیہ مراقش	486
دولت اسماعیلیہ حشاشین	487
ملک شام پر عیسائیوں کے صلیبی حملے	488
دولت مغلیہ ایشیا	489
دولت عثمانیہ ترکی	490
ترکان کاشغر	491
شاہان ہندوستان	492
سلطنت جلائریہ عراق	492
دولت مظفریہ	493
ترکمانان قراقونلی آذربائیجان	493
آق قونلی خاندان	493
دولت صوفیہ	493
اجمالی نظر	494

خاتمہ بالخیر

Marfat.com

یا اللہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم
اللہ کے نام سے شروع جو انتہائی مہربان اور نہایت رحم کرنیوالا ہے

Marfat.com

Marfat.com

﴿ باب اول ﴾

خلافت بنوامیہ

تمہید : خلافت راشدہ کے بعد اب سلطنت بنوامیہ کے حالات ہم کو شروع کرنے ہیں۔ خلافت راشدہ میں پہلے دو خلیفہ نہ بنی امیہ تھے نہ بنی ہاشم۔ ان دونوں کا عہد خلافت' خلافت راشدہ کا بہترین نمونہ تھا۔ تیسرے بنوامیہ کے خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور چوتھے بنوہاشم سے۔ خلافت راشدہ کے آخری نصف زمانہ میں بنوامیہ اور بنوہاشم دونوں قبیلوں کے خلیفہ تخت پر متمکن رہے۔ یہ آخری نصف زمانہ' پہلے نصف زمانے کے مقابلے میں ناکام زمانہ کہا جاسکتا ہے۔ اگرچہ بعد کی خلافتوں سے یقیناً اچھا تھا کیونکہ صحابہ کرامؓ ہی برسر حکومت تھے اور اکثر صحابہ کرامؓ دنیا میں زندہ موجود تھے۔ اسلام دنیا میں شرک کو مٹانے اور توحید قائم کرنے کے لیے آیا۔ آنحضرت ﷺ نے کامل توحید اور حقیقی کامرانی کا راستہ نسل انسانی کو دکھایا۔ شرک سے بڑھ کر کوئی نقصان وزیان اور توحید سے بڑھ کر کوئی سعادت وکامیابی انسان کے لیے نہیں ہو سکتی۔ شرک درحقیقت ایک ناانصافی اور ظلم کا نام ہے۔ اسی لیے قرآن کریم میں اس کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے حقیقی معبود کو چھوڑ کر ان مجبور ہستیوں کو معبود ٹھہرائے جو معبود حقیقی کی مخلوق اور غلام ہیں' پس شرک میں وہی شخص مبتلا ہو سکتا ہے جو عدل کے خلاف ناانصافی اور ظلم کو اپنا شعار بنائے۔ اس ظلم وناانصافی میں مبتلا کرنے والی سب سے بڑی چیز جہالت اور بے جا محبت ہے۔ جس کو اصطلاح قرآنی میں ضلال اور گمراہی کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ اب غور کرو اور سوچو کہ اپنے خاندان اور قبیلے کے بزرگوں کی بے جا محبت میں ان کے ناموں' ان کی تصویروں' ان کے مجسموں' ان کی قبروں کی بے جا تعظیم کے ذریعہ دنیا میں سب سے زیادہ شرک نے رواج پایا اور اسی گمراہی کے ذریعہ نوع انسان نے اپنے خالق ومالک ومعبود کو فراموش کر کے اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرایا۔ آنحضرت ﷺ نے مبعوث ہو کر جہاں شرک کے اور امکانات کو مٹادیا وہاں اس بے جا خاندانی عصبیت اور عدل وانصاف سے دور ومہجور کرنے والی گمراہ کن محبت بے جا سے نوع انسان کو بچایا۔ دوسری چیز جو انسان کو ظلم عظیم میں مبتلا کر سکتی ہے اور کرتی رہی ہے' تکبر اور بے جا تفاخر ہے۔ اسی نے ابلیس کو ابلیس بنا کر شیطان الرجیم بنایا اور اسی کے ذریعہ اس کے اکثر انسانوں کو صراط مستقیم سے ہٹا کر ہلاکت آفریں راہوں پر چلایا۔ یہ بے جا تفاخر جب محبت بے جا کے ساتھ مل جاتا ہے تو گمراہی اور ہلاکت کا نہایت زود اثر معجون نوع انسان کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے اس ہلاکت آفرین سامان شرک کو مٹانے اور دور کرنے کے لیے فتح مکہ کے روز خانہ کعبہ کے دروازہ میں کھڑے ہو کر تمام باشندگان مکہ اور شرفائے عرب کے اجتماع عظیم کو مخاطب فرمایا۔

یامعشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ وتعظمھا بالاباء الناس من ادم

Marfat.com

وادم خلق من تراب قال الله تعالیٰ یاایها الناس انا خلقناکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عندالله اتقاکم.

"اے گروہ قریش اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کے تکبر اور باپ دادا کے فخر کو دور کر دیا۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگو ہم نے تم کو نر و مادہ سے پیدا کیا اور تمہاری شاخیں اور قبائل بنائے تاکہ الگ الگ پہچان ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تم میں وہی ہے جو متقی ہے"۔

نسلی و قبائلی تفاخر کو مٹانا اور حقیقت شرک کے امکانات کو مٹا کر توحید کی استعداد کا پیدا کرنا تھا۔ ساتھ ہی قبیلوں اور شعبوں کے وجود اور ان کے امتیازات سے بھی انکار نہیں ہے لیکن بزرگی اور فضیلت کو نسل و خاندان سے متعلق نہیں رکھا گیا۔ بزرگی و برتری صرف خوف الٰہی اور فرض شناسی سے تعلق رکھتی ہے۔ ہر ایک شخص متقی و پرہیزگار بن کر مستحق کرامت بن سکتا' اور ہر ایک قبیلہ کا ہر ایک شخص اپنی بداعمالیوں کے ذریعہ رذالت و ذلت کما سکتا ہے۔ اس صحیح روش اور جادۂ مستقیم پر گامزن کر کے آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو فلاح دارین اور سعادت انسانی تک پہنچایا۔ خلافت راشدہ کے ابتدائی نصف زمانہ میں مسلمانوں کو ترک کردہ سامان گمراہی اور فراموش شدہ عصبیت خاندانی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلال حبشیؓ کو اکابر قریش سیدی کہہ کر پکارتے اور اعمال نیک کی بنا پر ان کو اپنے آپ سے زیادہ مکرم و معظم جانتے تھے۔ اسامہ بن زیدؓ کی سپہ سالاری میں بڑے بڑے خاندانی مہاجرین و انصار کو محکوم بنا کر بھیجنے میں یہی حکمت تھی کہ کسی کے گوشہ قلب میں یہ خیال باقی نہ رہ سکے کہ محض قوم یا نسل یا خاندان کی وجہ سے کوئی مکرم و معظم بن سکتا ہے۔ حکومت و خلافت اگر کسی خاص قبیلہ اور خاص خاندان کا حق ہوتا تو آنحضرت ﷺ صوبوں اور ولایتوں کی حکومت میں بنی ہاشم کے سوا کسی دوسرے کو عامل بنا کر نہ بھیجتے اور فوجوں کی سپہ سالاری سوائے بنی ہاشم کے کسی دوسرے کو عطا نہ فرماتے لیکن آپ نے بہت ہی کم کسی ہاشمی فوج کی سپہ سالاری یا کسی ولایت کی حکومت پر مامور فرمایا۔ آپ نے ہمیشہ ذاتی قابلیت کے موافق لوگوں کو سرداریاں اور حکومتیں عطا فرمائیں اور کسی خاندان یا قبیلہ سے تعلق رکھنے کو حکومت و سرداری کے لیے جائز استحقاق نہیں سمجھا۔ یہی سبب تھا کہ دربار نبوی سے غلاموں تک کو قابلیت کے سبب اکابر قریش کی سرداری اور عظیم الشان فوجوں کی سپہ سالاری حاصل ہو سکتی تھی۔

قبیلہ بنی امیہ اور بنی ہاشم میں پہلے سے ایک رقابت اور مسابقت چلی آتی تھی یعنی ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کرتا تھا۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کی' (جو بنو ہاشم میں سے تھے) بنو امیہ نے ابتداء" زیادہ مخالفت کی اور بنو ہاشم سے نسبتاً آپ کو امداد پہنچی۔ جب ملک عرب سے مشرکوں کا استیصال ہو گیا اور ان دونوں قبائل کی عنادی مشرک بھی قتل ہو کر بقیہ خوش نصیب اسلام میں داخل ہو گئے تو ان مسلمان ہو جانے والے بنو امیہ میں ایک کافی تعداد ذی حوصلہ اور قابل آدمیوں کی موجود تھی۔ جن کی قدردانی آنحضرت ﷺ نے علیٰ قدر قابلیت ضروری سمجھی۔ چنانچہ فتح مکہ کے روز ابوسفیانؓ کے گھر کو امان

Marfat.com

کے معاملہ میں کعبہ کا ہمسر ٹھہرا کر انہیں خوش کر دیا۔ حضرت عثمان غنیؓ جو بنوامیہ میں سے تھے' آنحضرت ﷺ کے داماد تھے۔ ان کے لیے بیعت رضوان ہوئی۔ ام المومنین ام حبیبہ بنوامیہ کے قبیلہ سے یعنی ابوسفیانؓ کی بیٹی اور معاویہؓ کی بہن تھیں۔ ابوسفیانؓ کو آنحضرت ﷺ نے سنجران کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ عثمان بن ابوالعاصؓ حضرت عثمان غنیؓ کے چچا تھے۔ ان کو آنحضرت ﷺ نے طائف اور اس کے متعلقات کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ فاروق اعظمؓ نے ان کو عمان و بحرین کا حاکم مقرر فرمایا۔ عتاب بن اسیدؓ ابوسفیانؓ کے چچا ابوالعیص کے پوتے تھے' مکہ کی فتح کے دن مسلمان ہوئے اور مکہ کے حاکم مقرر کئے گئے۔ خالد بن سعیدؓ ابوسفیانؓ کے چچا عاص کے پوتے تھے' ان کو آنحضرت ﷺ نے یمن کا عامل مقرر فرمایا تھا۔ اگر آنحضرت ﷺ کے دل میں ذرا بھی بنوامیہ اور بنوہاشم کی قدیمی رقابت کا کوئی شائبہ ہوتا اور آپ ذاتی قابلیتوں پر نسلی و خاندانی تعلقات کو ترجیح دیتے تو بنوامیہ کے افراد کو اس طرح صوبوں کے عامل ہرگز مقرر نہ فرماتے۔ مگر نسلی امتیازات کو ذاتی قابلیت پر آپ ہرگز ترجیح نہیں دیتے تھے۔ ہاں نسلی امتیازات کو آپ تسلیم کرتے تھے مگر اسی حد تک کہ جن خاندانوں میں انتظامی قابلیت اور سرداری کی لیاقت ہمیشہ زیادہ پائی گئی۔ آپ نے بھی انتظامی کاموں اور سپہ سالاریوں کے لیے انہیں خاندانوں کے افراد میں سے قابل آدمیوں کو زیادہ تلاش کیا۔ بنوامیہ اور بنوہاشم دونوں قبیلوں کی پرانی رقابت اسلام نے ابھی نئی نئی مٹائی تھی۔ لہذا احتیاط اس کی متقاضی تھی کہ ان کو خلافت کے معاملہ میں اور کچھ دنوں ایسا موقع نہ دیا جاتا کہ وہ اپنی فراموش شدہ رقابت کو پھر تازہ کر سکیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اس خطرہ کا بخوبی احساس فرمایا اور اپنے بعد محض قابلیت کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نمازوں کا امام بنا کر ان کی خلافت کے لیے اشارہ فرمایا جس پر صحابہ کرامؓ کی فہم و فراست والی جماعت نے بخوبی عمل کیا۔ اسی طرح ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنے بعد ایسا جانشین مقرر فرمایا جو قابلیت کے اعتبار سے سب پر فایق اور مذکورہ بالا دونوں قبیلوں میں سے کسی ایک سے بھی تعلق نہ رکھتا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کے بعد اگر حضرت ابوعبیدہ بن الجراح یا سالم مولیٰؓ میں سے کوئی ایک خلیفہ ہوتا جیسا کہ عمر فاروق کی آرزو تھی' تو یہ مردہ رقابت دوبارہ زندہ نہ ہوئی مگر یہ دونوں بزرگ فاروق اعظمؓ سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے پھر اگر ہر شش اصحاب شوریٰ اپنے آپ میں سے کسی کو انتخاب کرنے میں صرف اس اصول پر کاربند ہوتے کہ کوئی بنوامیہ اور کوئی بنوہاشم خلیفہ نہ بنایا جائے تو آئندہ پیش آنے والے خطرات ممکن ہے کہ پیش نہ آتے اور کم از کم ان دونوں قبیلوں کو اپنی فراموش شدہ رقابت یاد نہ آتی۔ اگر حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ ہوتے تب بھی بہت زیادہ ممکن تھا کہ یہ آتش خاموش دوبارہ مشتعل نہ ہوتی کیونکہ حضرت علیؓ سے یہ توقع نہ تھی کہ وہ بنوہاشم کی اس طرح غیر معمولی اور قابل احساس رعایت کرتے جیسی کہ حضرت عثمان غنیؓ کے ہاتھوں بنوامیہ کی ہوئی۔ بہرحال ہم کو یہ ایمان رکھنا چاہیے جو کچھ ہوا مشیت ایزدی کے ماتحت ہوا اور یہی ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ ایسا نہیں ہے کہ ہم وقوع یافتہ اعمال و افعال کے نتائج پر اپنی نابودہ و غیر واقع شدہ تجاویز کے نتائج کو یقینی طور پر ترجیح دے سکیں۔ ہاں ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ بنی ہاشم اور بنی امیہ کی رقابت کا عہد اسلامی میں دوبارہ پیدا ہو کر تادیر

Marfat.com

باقی رہنا اسلام کے لیے بے حد نقصان رساں تھا اور آج اس رقابت کے قائم اور باقی رکھنے والے اور کسی خاندان یا قبیلہ کے تعلق کو خلافت کے لیے ضروری سمجھنے والے لوگ تعلیم اسلامی کے سخت مخالف اور اسلام کے لیے بے حد نقصان رساں ثابت ہو رہے ہیں۔

بنو امیہ اپنی ذاتی قابلیتوں کی وجہ سے پہلے ہی خلافت اسلامیہ کے ایک ضروری جزو بنے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے خلیفہ مقرر ہو جانے کے بعد ان کی نرم مزاجی اور مروان بن الحکم کے اقتدار سے فائدہ اٹھا کر بنی امیہ نے اپنی طاقت اور اثر کو یک لخت اس قدر بڑھا لیا کہ تمام عالم اسلامی پر چھا گئے اور اپنی سیادت تمام ملک عرب پر قائم کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گئے۔ جس کو وہ عہد جاہلیت میں بنو ہاشم کے مقابلہ میں قائم نہ کر سکے تھے۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت نیز منافقوں اور مسلم نما یہودیوں کی سازشوں نے ان کو اور بھی امداد پہنچائی۔ حضرت علیؓ کو اپنے عہد خلافت میں زیادہ پریشانیوں اور دقتوں کا سامنا اس لیے بھی کرنا پڑا کہ وہ بنی ہاشم تھے۔ تمام اہل عرب کی نگاہوں میں بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتوں کے نقشے گھومنے لگے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی ہر اس کوشش کو جو معاویہؓ اور بنو امیہ کے خلاف وہ کرتے تھے' اسی رقابت پر محمول کر کے ان کا پورے طور پر ساتھ نہ دیا کیونکہ وہ ان دونوں قبیلوں کی پرانی رقابتوں کو دوبارہ زندہ کرنے میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتے تھے۔ اگر حضرت علیؓ کی جگہ کوئی دوسرا غیر ہاشمی شخص خلیفہ ہوتا تو یقیناً اس کو عرب قبائل کی زیادہ امداد حاصل ہوتی۔ حضرت علیؓ اگر خود خلیفہ نہ ہوتے تو حضرت امیر معاویہؓ کے شکست دینے اور بنی امیہ کو نیچا دکھانے میں زیادہ کام کر سکتے اور اس غیر ہاشمی خلیفہ کو کامیاب بنانے میں اپنی قوت اور اثر کو بہت زیادہ پاتے۔

اس موقع پر بے اختیار حضرت حسنؓ کے وہ آخری الفاظ یاد آجاتے ہیں جو انہوں نے حضرت حسینؓ کو فوت ہوتے وقت بطور وصیت سنائے تھے کہ:

"آنحضرت محمد ﷺ کے بعد حضرت علیؓ تک خلافت پہنچی تو تلواریں میانوں سے نکل آئیں اور یہ معاملہ طے نہ ہوا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں رہ سکتیں"۔

حضرت حسنؓ کے ان الفاظ کی صداقت پر مستقبل جو آج تک ماضی بن چکا ہے۔ اپنی مہر صداقت ثبت کر چکا ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد قریبا نوے سال تک بنو امیہ نے دمشق کو دار الخلافہ بنا کر تمام عالم اسلام پر حکومت کی۔ اندلس میں بھی کئی سو سال تک ان کی شان دار خلافت و حکومت قائم رہی۔ خاندان بنو عباس کی حکومت بغداد میں پانچ سو برس سے زیادہ عرصہ تک قائم رہی۔ بنو عباس بنو ہاشم تو ضرور ہیں لیکن وہ آنحضرت ﷺ کے چچا کی اولاد ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی بیٹی کی اولاد نہیں ہیں یعنی سادات کو خاندان نبوت کہا جا سکتا ہے کیونکہ ان میں آنحضرت ﷺ کا خون' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ شامل ہے لیکن عباسیوں میں خاص آنحضرت ﷺ کے خون کی آمیزش نہیں ہے۔ لہذا ان کو خاندان نبوت نہیں کہا جا سکتا۔ مصر کے ایک حکمران خاندان نے اپنے آپ کو فاطمی کہا لیکن محققین نے ان کو اپنے اس دعویٰ میں جھوٹا پایا۔ ہندوستان میں

Marfat.com

بھی ایک حکمران خاندان گزرا ہے جس کو خاندان سادات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر [illegible]یقت عالم آشکارا ہے کہ خضر خاں حاکم ملتان جو اس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا' ہرگز سید نہ تھا۔ اس کے سید مشہور ہونے کی وجہ صرف یہ تھی کہ ایک بزرگ صوفی نے اس کو سید (سردار) کہہ کر پکارا تھا۔ آج کل بھی لوگ مغل اور پٹھان سرداروں کو "سیدی" کہہ کر مخاطب کر لیتے ہیں۔ غرض کہ آج تک کسی ملک میں سادات کی کوئی قابل تذکرہ خود مختار حکومت اور بادشاہت کبھی قائم نہ ہو سکی۔ ایک طرف یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے' دوسری طرف حسنؓ کے ان آخری الفاظ کو دیکھتے ہیں تو بے اختیار ہمارا دل ان الفاظ کی پر عظمت صداقت کا مقر اور ان الفاظ کی ہیبت و شوکت سے مرعوب ہو جاتا ہے۔

حضرت حسنؓ نے اپنی وفات کے وقت جو کچھ اپنے بھائی حسینؓ سے فرمایا یہ صرف انہیں کا اجتہاد یا الہام نہ تھا بلکہ صحابہ کرامؓ کی اس تمام جماعت کا جس کو آنحضرت ﷺ کی صحبت میں زیادہ رہنے کا موقع ملا تھا۔ یہی خیال تھا کہ آنحضرت ﷺ نے کسی ہاشمی کو نہ کسی صوبے کی مستقل حکومت عطا فرمائی' نہ کسی بڑی فوج کا خود مختار اور ذمہ دار سپہ سالار بنایا۔ جنگ موتہ میں آپ نے جعفر بن ابی طالبؓ کو سپہ سالاری پر نامزد فرمایا مگر اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ کو ان پر مقدم اور فائق رکھا۔ حضرت علیؓ کو چند روز کے لیے یمن کے خراج کی وصولی پر مقرر فرمایا مگر یمن کی اعلیٰ حکومت و افسری معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعریؓ کو تفویض کی۔ اسی طرح ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ نے بنو ہاشم کو ذمہ دارانہ عہدوں اور صوبوں کی حکومتوں پر مامور نہیں فرمایا۔ حالانکہ یہ دونوں اولین خلیفہ بنو ہاشم کی بڑی تعظیم و تکریم بجالاتے اور ان کی راحت و خوشنودی کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے۔ اپنے کاموں میں انہیں سے مشورہ طلب کرتے اور عموماً انہیں کے مشوروں پر عمل بھی کرتے تھے۔ فاروق اعظمؓ نے ایک موقع پر صاف فرما دیا تھا کہ اگر شرف نبوت کے ساتھ ان لوگوں کو حکومت بھی مل گئی تو وہ لوگوں کو اپنا حد سے زیادہ محکوم و مغلوب پا کر غرور قوی میں مبتلا ہو جائیں گے اور اس طرح اسلام کی حقیقی روح کو ضائع کر کے خود بھی ضائع ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ جو شخص عہد جاہلیت کی عصبیت کی طرف ترغیب دلائے وہ واجب القتل ہے' پھر ایک مرتبہ فرمایا کہ اگر کسی شخص نے اپنی قرابت داری یا دوستی کی وجہ سے کسی کو امیر یا حاکم بنا دیا حالانکہ مسلمانوں میں اس سے بہتر شخص مل سکتا تھا تو اس نے اللہ اور رسول اور تمام مسلمانوں کی خیانت کی۔ غرض صرف حضرت حسنؓ ہی کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ خاندان نبوت کے لیے شرف نبوت ہی کافی ہے اور اس کے ساتھ شرف حکومت کو جمع نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہی عقیدہ اکثر دوسرے صحابہ کرامؓ کا بھی تھا اور حقیقت یہ ہے کہ دنیا سے شرک کے مٹانے اور شرک کے امکانات کا استیصال کرنے کے لیے سادات عظام کو جو سردار دو جہاں آنحضرت ﷺ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں' دنیا کی حکومت اور مادی دولت کا خواہش مند بھی نہ ہونا چاہیے تاکہ وہ فرزندی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اپنے آل رسول ہونے کا پورا پورا ثبوت پیش کر سکیں۔ اگر آنحضرت محمد ﷺ یہ حکم نہ فرماتے کہ سادات عظام کے لیے صدقہ حرام ہے تو ہم کو یہ توقع ہو سکتی تھی کہ سادات یعنی خاندان نبوی ہی مستحق خلافت اور شہنشاہی کا حقدار ہے لیکن آپ کا

Marfat.com

خاندان نبوت کے لیے یہ انتظام فرمانا سب سے بڑی دلیل اس امر کی ہے کہ دنیوی حکومت و سلطنت اور مادی دولت سے بے تعلق ہونا اپنے خاندان والوں کے لیے آپ پہلے تجویز فرما چکے یا الہام الٰہی سے معلوم کر چکے تھے۔ سادات عظام کے لیے یہ اتنا بڑا فخر ہے اور ان کے مرتبہ کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ دنیا کی دوسری قومیں جو شریعت اسلام سے تعلق رکھتی ہیں' ان پر جس قدر رشک کریں کم ہے' دنیوی دولت اور حکومت بھی وہ چیز ہے جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور و مہجور کر دیتی ہے اور اسی لیے قرآن و حدیث میں دولت دنیا کو حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ تاریخ ہم کو بتاتی ہے کہ دولت و حکومت کی وجہ سے علم صحیح بھی اعمال صالحہ پر لوگوں کو آمادہ نہیں کر سکا۔ پس شریعت حقہ کی حفاظت انہیں لوگوں نے کی ہے جو دولت و حکومت سے کچھ زیادہ تعلق نہ رکھتے تھے اور اسی قسم کے لوگ قیامت تک اسلام کی حفاظت کا کام کرتے رہیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اسلام غریبوں ہی سے جاری ہوا اور غریبوں ہی میں انجام کار رہے گا۔ اب اس کے بعد اس حدیث پر غور کرو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم میں قرآن اور اپنی آل یعنی سادات کو چھوڑتا ہوں۔ پس یہ حدیث بھی دلیل اس بات کی ہو جاتی ہے کہ حضرت حسنؓ نے عین منشائے حدیث کے موافق فرمایا تھا کہ:

"میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ نبوت اور خلافت ہمارے خاندان میں جمع نہیں رہ سکتیں"۔

حضرت امیر معاویہؓ

ابتدائی حالات : حضرت امیر معاویہؓ ہجرت سے سترہ سال پہلے پیدا ہوئے تھے یعنی وہ حضرت علیؓ سے چھ سال چھوٹے تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی ماں' ہند بنت عتبہ کی شادی اول فاکہ بن مغیرہ قریشی سے ہوئی تھی۔ فاکہ کو ایک مرتبہ اپنی بیوی کی عصمت و پاک دامنی کے متعلق شبہ گزرا' اس نے ہند کو ٹھوکریں مار کر گھر سے نکال دیا۔ اس کا لوگوں میں چرچا ہوا اور ہند کے باپ عتبہ نے بیٹی سے پوچھا کہ یہ کیا معاملہ ہے صاف بتاؤ۔ اگر فاکہ تم کو متہم کرنے میں سچا ہے تو ہم کسی شخص سے کہہ دیں گے' وہ فاکہ کو قتل کر دے گا اور ہم بدنامی سے بچ جائیں گے لیکن اگر وہ جھوٹا ہے اور بلاوجہ بدنام کرتا ہے تو ہم اس معاملہ کو کسی کاہن کی طرف رجوع کریں گے۔ ہند نے اپنی برات و بے گناہی ثابت کرنے کے لیے قسمیں کھائیں اور الزام سے قطعی انکار کیا۔ عتبہ کو جب بیٹی کے بے گناہی کا یقین آگیا تو اس نے فاکہ بن مغیرہ کو مجبور کیا کہ وہ اپنی قوم بنی مخزوم کے لوگوں کو ہمراہ لے کر یمن کے کسی کاہن کے پاس چلے۔ اسی طرح عتبہ بن ربیعہ بھی اپنے ہمراہ عبد مناف کے چند لوگوں اور ہند کو معہ اس کی ایک سہیلی کے لے کر روانہ ہوا۔ کاہن کے پاس ان لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ ان دونوں عورتوں کے معاملہ کی طرف توجہ کیجئے۔

کاہن اول ہند کی سہیلی کے پاس گیا اور اس کے دونوں مونڈھوں پر کچھ ضربیں لگا کر کہا کہ اٹھ' پھر ہند کے پاس آیا اور اس کو بھی مار کر کہا کہ اٹھ' نہ تجھ سے کوئی بدی سرزد ہوئی ہے نہ تو نے زنا کیا ہے اور تو ایک بادشاہ کو جنے گی جس کا نام معاویہؓ ہوگا۔ فاکہ نے یہ سن کر ہند کا ہاتھ پکڑ لیا مگر ہند نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور کہا

Marfat.com

کہ اگر میرے پیٹ سے کوئی بادشاہ ہونے والا ہے تو وہ تیرے نطفہ سے نہ ہوگا۔ چنانچہ اس تصدیق بے گناہی کے بعد ہند نے فاکہ سے کوئی تعلق نہ رکھا۔ اس کے بعد ابوسفیانؓ بن حرب نے ہند سے شادی کرلی اور معاویہؓ پیدا ہوئے۔

معاویہؓ کی پیدائش کے وقت ابوسفیانؓ کی عمر چالیس سال سے کچھ زیادہ تھی۔ ابوسفیانؓ آنحضرت ﷺ سے دس سال عمر میں بڑے تھے۔ امیر معاویہؓ میں لڑکپن ہی سے ایسے علامات پائے جاتے تھے جس سے لوگ ان کو کسرائے عرب کہتے تھے۔ ان کی دانائی' خوش تدبیری' سلامت روی اور اعتدال پسندی کی خاص طور پر شہرت تھی۔ وہ طویل القامت' سرخ وسفید رنگ' خوبصورت اور مہیب آدمی تھے۔ حضورؐ نے امیر معاویہؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ عرب کے کسریٰ ہیں۔ جس روز معاویہؓ تم میں سے اٹھ جائیں گے تو تم دیکھو گے کہ بہت سے سر جسموں سے جدا کئے جائیں گے۔ آخر عمر میں امیر معاویہؓ کا پیٹ کسی قدر بڑھ گیا تھا اور منبر پر بیٹھ کر خطبہ سناتے تھے۔ بیٹھ کر خطبہ سنانے کی ابتدا امیر معاویہؓ ہی سے ہوئی۔ امیر معاویہؓ خوب پڑھے لکھے آدمی تھی۔ فتح مکہ کے روز اپنے باپ ابوسفیانؓ کے ہمراہ آکر پچیس سال کی عمر میں مسلمان ہوئے اور پھر وفات نبوی تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہے۔ جنگ حنین اور محاصرہ طائف میں بھی شریک تھے۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ مکہ میں تشریف لا کر عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے تو امیر معاویہؓ بھی آپ کے ہمراہ مدینہ میں آئے اور کاتب وحی مقرر ہوئے۔ کتابت وحی کی خدمت کے علاوہ باہر سے آئے ہوئے وفود کی مدارات اور ان کے قیام وطعام کا اہتمام بھی آنحضرت ﷺ کی طرف سے امیر معاویہؓ کو سپرد تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اول نے جب امیر معاویہؓ کے بھائی یزید بن ابی سفیانؓ کو ایک لشکر کے ساتھ شام کی طرف بھیجا تو امیر معاویہؓ کو ایک دستہ فوج دے کر ان کا کمکی مقرر کیا۔ فتوحات شام میں انہوں نے اکثر لڑائیوں کے اندر بطور مقدمتہ الجیش کارہائے نمایاں انجام دیئے اور اپنی شجاعت ومردانگی کا سکہ دلوں پر بٹھایا۔ فاروق اعظمؓ نے ان کو علاقہ اردن کا مستقل حاکم مقرر کیا۔ طاعون عمواس میں جب حضرت ابوعبیدہ اور یزید ابن ابی سفیانؓ اوغیرہ صحابی فوت ہوگئے تو فاروق اعظمؓ نے ان کو ان کے بھائی یزیدؓ کی ولایت دمشق کا والی مقرر فرمایا۔ علاقہ اردن اور دوسرے اضلاع بھی ان کی حکومت میں شامل رہے۔ فاروق اعظمؓ جب بیت المقدس تشریف لے گئے تو حضرت معاویہؓ نے بھی ان کا استقبال کیا اور فاروق اعظمؓ کے ہمرکاب رہے۔ فاروق اعظمؓ نے امیر معاویہؓ پر اعتراض کیا کہ تم نے شاہانہ شان وشکوہ اختیار کی ہے اور سنا ہے کہ تم نے دربان بھی مقرر کئے ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے جواب دیا کہ ملک شام کی سرحدوں پر قیصر کی فوجوں کا اجتماع اور حملہ آوری کا ہمیشہ خطرہ رہتا ہے۔ قیصر کے جاسوس ملک شام میں پھیلے ہوئے ہیں۔ قیصر اور عیسائیوں کو مرعوب رکھنے کے لیے ظاہری شان وشوکت اور قیصر کے جاسوسوں سے محفوظ رہنے کے لیے دربانوں کو ضروری سمجھتا ہوں۔

فاروق اعظمؓ نے اس جواب کو معقول سمجھ کر پھر کوئی تعرض نہیں فرمایا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے

Marfat.com

فاروق اعظمؓ سے بحری حملے کی اجازت طلب کی کہ قسطنطنیہ پر بحری حملہ کیا جائے اور بحر روم کے جزیروں کو بھی فتح کر لیا جائے لیکن فاروق اعظمؓ نے ان کو اس کی اجازت نہیں دی۔ فاروق اعظمؓ کے بعد جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے امیر معاویہؓ کو تمام ملک شام اور اس کے متعلقات کا حاکم بنادیا۔ بحری فوج کے تیار کرنے کی بھی اجازت دے دی۔ ان کے اختیارات کو بھی وسیع کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے تمام ملک شام پر قابض و متصرف ہو کر اس ملک میں حکومت اسلامیہ کو خوب مضبوط و مستحکم کیا اور ہمیشہ قیصر روم کو اپنی طرف سے خائف و مرعوب رکھ کر اس کا موقع نہیں دیا کہ عیسائی لوگ اسلامی ممالک پر حملہ آوری کی جرات کر سکیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ کے مقابلے میں جو کچھ کیا اس کا ذکر پہلی جلد میں آچکا ہے۔ ربیع الاول سنہ ۴۱ھ کے آخری عشرہ میں حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت حسنؓ کے درمیان مصالحت ہوئی اور تمام عالم اسلامی نے امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کو خلیفہ وقت تسلیم کیا۔ اس وقت یعنی ربیع الاول سنہ ۴۱ھ تک امیر معاویہؓ بیس سال سے ملک شام کے حاکم چلے آتے تھے۔ اس کے بعد سے وہ تمام عالم اسلامی کے خلیفہ اور شہنشاہ ہو کر بیس سال اور زندہ رہے۔ ان کی حکمرانی کا کل زمانہ چالیس سال کے قریب ہے۔ اس چالیس سال کے نصف اول میں وہ ایک صوبہ دار یا گورنر تھے اور نصف آخر میں خلیفہ یا شہنشاہ۔ نصف اول کے مجمل حالات اور اہم واقعات پہلی جلد میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس جگہ ہم کو ان کے حالات بحیثیت خلیفہ یعنی نصف آخر کے واقعات بیان کرنے ہیں اور ان کا نام بطور خلیفہ زیب عنوان کیا گیا ہے۔

فضائل و خصائل : حضرت امیر معاویہؓ سے ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) احادیث مروی ہیں۔ جن کو بعد میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر، ابوالدرداو غیرہ صحابہؓ اور ابن المسیب و حمید بن عبدالرحمٰن وغیرہ تابعین رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ آپ کے فضائل میں بھی بہت سی احادیث مشہور ہیں۔ ترمذی نے احادیث حسن کے ذیل میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے امیر معاویہؓ کی نسبت فرمایا کہ "الٰہی معاویہؓ کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت پانے والا کر دے"۔ مسند احمد بن حنبل میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ: "الٰہی معاویہؓ کو حساب و کتاب سمجھا اور عذاب سے بچا"۔ خود امیر معاویہؓ کہتے ہیں کہ مجھ کو خلافت کی اس وقت سے امید تھی جب کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ سے یہ فرمایا کہ جب تو بادشاہ ہو جائے تو لوگوں سے بحسن سلوک پیش آنا۔ حضرت امیر معاویہؓ اپنے عہد خلافت میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ میں آئے اور یہاں چند روز ٹھہرے۔ ایک روز عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب امیر معاویہؓ کے پاس بیٹھے کہ ابو قتادہ انصاریؓ بھی اس طرف آنکلے۔ امیر معاویہؓ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھ سے ملنے کے لیے تمام لوگ آئے مگر انصار نہیں آئے۔ ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے، اس لیے نہیں آسکے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ تمہارے اونٹ کیا ہوئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے اور تمہارے باپ کے تعاقب میں ہمارے سارے اونٹ تھک گئے ہیں، پھر کہنے لگے ہم نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے کہ میرے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ لوگ حق دار کے مقابلہ میں غیر حقدار کو ترجیح دیں گے۔ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ پھر ایسی حالت کی نسبت آنحضرت

83893

Marfat.com

ﷺ نے کچھ فرمایا ہے کہ کیا کرنا چاہیے؟ابو قتادہؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے اس نسبت کی حالت ارشاد فرمایا کہ صبر کرنا چاہیے۔امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ بس پھر تم صبر کرو۔

قریش میں سے ایک جوان آدمی امیر معاویہؓ کے پاس گیا اور ان کو برا بھلا کہنے لگا۔امیر معاویہؓ نے اس کی بدزبانی سن کر فرمایا کہ میرے بھتیجے اس حرکت سے باز آجا' کیونکہ بادشاہ کا غصہ بچے کا سا ہوتا ہے اور اس کا مواخذہ شیر کا سا۔ شعبی کا قول ہے کہ عاقلان عرب چار ہیں۔معاویہ' عمرو بن العاص' مغیرہ بن شعبہ اور زیادؓ۔معاویہؓ حلم و خردمندی کی وجہ سے' عمرو بن العاصؓ مشکلات پیش آمدہ کے سلجھانے کی قابلیت کے سبب' مغیرہؓ اوسان خطانہ ہونے کی وجہ سے اور زیاد ہر چھوٹی بڑی بات میں۔نیز قاضی بھی چار ہیں۔عمر' علی' ابن مسعود اور زید بن ثابتؓ۔جابرؓ کا قول ہے کہ حضرت عمرؓ سے بڑھ کر قرآن و فقہ کا عالم اور طلحہ بن عبیداللہؓ سے بڑھ کر بغیر سوال کے عطا کرنے والا اور معاویہؓ سے بڑھ کر حلیم و عقیل اور عمرو بن العاصؓ سے بڑھ کر خالص دوست میں نے نہیں دیکھا۔حضرت عقیل بن ابی طالبؓ ایک روز امیر معاویہؓ کے پاس گئے۔امیر معاویہؓ نے ان کو دیکھ کر ازراہ خوش طبعی کہا کہ دیکھو یہ عقیلؓ ہیں۔ان کے چچا ابولہب تھے۔حضرت عقیلؓ نے فوراً جواب میں کہا کہ دیکھو یہ معاویہؓ ہیں۔ان کی پھوپھی حمالتہ الحطب تھی۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کسی نے حضرت امیر معاویہؓ کی نسبت دریافت کیا' تو انہوں نے فرمایا کہ ان کا حلم غصہ کے لیے تریاق تھا اور ان کی سخاوت زبانوں پر قفل لگا دیتی تھی۔ان کو دلوں کو جوڑنا خوب آتا تھا اور یہی سبب ان کے استحکام حکومت کا ہوا۔ایک روز امیر معاویہؓ نے خود فرمایا کہ حضرت علیؓ کے مقابلے میں مجھ کو جو کامیابی حاصل ہوئی اس کے چار سبب ہیں:اول یہ کہ میں اپنے راز کو مخفی رکھتا تھا اور حضرت علیؓ تمام باتیں لوگوں پر ظاہر کر دیتے تھے۔دوم یہ کہ میرے پاس فرماں بردار فوج تھی اور علیؓ کے پاس نافرمان لوگ تھے۔سوم یہ کہ میں نے جنگ جمل میں مطلق حصہ نہیں لیا اور چہارم یہ کہ میں قریش میں مقبول تھا اور علیؓ سے لوگ ناراض تھے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کے اہم واقعات : حضرت امیر معاویہؓ تخت خلافت پر متمکن ہوئے تو عالم اسلام میں عقائد و اعمال کے اعتبار سے تین قسم کے لوگ موجود تھے۔پہلا گروہ شیعان علیؓ کا تھا۔یہ لوگ حضرت علیؓ کو مستحق خلافت سمجھتے اور اب ان کے بعد ان ہی کی اولاد کو منصب خلافت کا حق دار مانتے تھے۔یہ گروہ عراق و ایران میں زیادہ آباد تھا اور مصر میں بھی اس خیال کے لوگ بکثرت پائے جاتے تھے مگر حضرت حسنؓ کے خلافت کے چھوڑ دینے اور امیر معاویہؓ کے ساتھ صلح کر لینے سے اس گروہ کی تعداد پہلے سے بہت کم ہو گئی تھی۔دوسرا گروہ شیعان معاویہؓ یا شیعان بنوامیہ کا تھا۔اس گروہ میں تمام ملک شام اور بنو کلب وغیرہ بعض حجازی قبائل بھی شامل تھے۔یہ لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل کی وجہ سے امیر معاویہؓ اور بنوامیہ ہی کو مستحق خلافت سمجھتے اور ان کی امداد و اعانت کے لیے ہر طرح آمادہ تھے۔تیسرا گروہ خوارج کا تھا۔یہ لوگ شیعان علیؓ اور شیعان بنی امیہ دونوں کو گمراہ اور کافر یقین کر کے ان کے مقابلہ میں ہر قسم کی قوت و شدت کام میں لاتے تھے۔انہیں میں منافق اور سازشی لوگ بھی جو متفقہ طور پر عالم اسلامی کے دشمن تھے' ملے جلے رہتے تھے۔ان

Marfat.com

خوارج کی تعداد زیادہ تر ملک عراق یعنی بصرہ و کوفہ و ایران میں موجود تھی۔

ان تینوں گروہوں کے علاوہ ایک چوتھا گروہ بھی ایسے لوگوں کا موجود تھا جو ان تمام جھگڑوں اور ہنگاموں سے الگ تھلک رہنا اور خاموشی و گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنا چاہتے تھے۔ ان لوگوں میں اکثر جلیل القدر صحابہؓ شامل تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں پائے جاتے اور حجاز کے دیہات یا اونٹوں کی چراگاہوں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ امیر معاویہؓ کو خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے خوارج کا مقابلہ کرنا پڑا۔ جب ربیع الاول سنہ ۴۱ھ کے آخری عشرہ میں صلح نامہ تحریر ہوا اور کوفہ میں حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت عامہ ہوئی تو فردہ بن نوفل اشجعی خارجی پانچ سو خارجیوں کی جمعیت لے کر علانیہ مخالفت پر آمادہ اور کوفہ سے فردہ نکل کر مقام نخلیہ میں جا کر خیمہ زن ہوا۔

امیر معاویہؓ نے ان لوگوں کے ساتھ زیادہ سختی و تشدد کو مناسب نہ سمجھ کر تدبیر سے کام لیا۔ اہل کوفہ کو جمع کر کے نصیحت کی اور کہا کہ یہ لوگ تمہارے ہی بھائی بند ہیں۔ تم ہی ان کو سمجھاؤ اور جنگ و مخالفت کے بد نتائج سے آگاہ کرو۔ قبیلہ اشجع کے لوگوں پر یہ اثر ہوا کہ وہ گئے اور فردہ بن نوفل اشجعی کو پکڑ کر باندھ لائے۔ خارجیوں نے عبداللہ بن ابی الحوسا کو اپنا سردار بنالیا اور صلح کی طرف قطعاً اپنا میلان ظاہر نہ کیا۔ آخر کوفیوں نے ان کا مقابلہ کیا اور عبداللہ لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے بعد ان کی تعداد صرف ڈیڑھ سو رہ گئی اور حوثرہ سدی کو انہوں نے اپنا سردار بنالیا۔ ان بقیہ لوگوں کو بھی مصالحت کی دعوت دی گئی لیکن انہوں نے لڑ کر مر جانا پسند کیا اور مصالحت کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ آخر ابو حوثرہ اور اس کے ہمراہی لڑ کر مارے گئے اور کچھ لوگ عراق و ایران کے مختلف شہروں میں چلے گئے۔ یہ پہلا مقابلہ امیر معاویہؓ کو خلیفہ مقرر ہوتے ہی کوفہ میں پیش آیا اور ساتھ ہی خارجیوں کی اسی قسم کی جمعیت کا حال معلوم ہوا کہ ہر شہر میں موجود اور تمام عراق میں پائی جاتی ہیں۔

عمال کا تقرر : حضرت امیر معاویہؓ نے مصر کی حکومت تو پہلے ہی حضرت عمرو بن العاصؓ کو دے دی تھی۔ اب تمام عالم اسلام کے خلیفہ ہونے پر سعید بن عاصؓ کو مکہ کا اور مروان بن حکم کو مدینہ کا حاکم مقرر کیا۔ سعید و مروان دونوں ان کے رشتہ دار تھے۔ اس لیے مکہ و مدینہ میں انہوں نے ان دونوں کو مامور و مقرر فرمایا تاکہ عالم اسلام کے ان دونوں مرکزی شہروں میں ان کے خلاف کوئی گروہ پیدا اور کوئی سازش کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ ہر سال حج کے لیے خود نہیں جاتے تھے۔ اس لیے انہیں دونوں میں سے کوئی ایک امیر حج بھی ہوتا تھا۔ ان کو اس بات کا بھی خیال تھا کہ مکہ و مدینہ کی مرکزیت سے فائدہ اٹھا کر ان دونوں میں سے کوئی ایک اگر چاہے تو ان کے خلاف طاقت و اثر پیدا کر سکتا ہے۔ لہذا وہ ان دونوں کو ہر سال ایک دوسرے کی جگہ تبدیل کرتے رہتے تھے۔

کوفہ میں بیعت خلافت لینے کے بعد ہی حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا اور سمجھایا کہ خوارج کے فتنے کو جس طرح ممکن ہو دور کرو۔ باقی صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کے نام پروانے بھیجے اور ان کو لکھا کہ لوگوں سے ہمارے نام پر بیعت لے لو اور اپنے آپ کو ہماری جانب سے منصوب و مامور

Marfat.com

سمجھو۔ فارس کی حکومت پر حضرت علیؓ نے زیاد بن ابی سفیان کو مقرر مامور کرر کھا تھا۔ زیاد شیعان علی میں سے سمجھا جاتا تھا۔ زیاد کی عقل ودانائی تمام ملک عرب میں مشہور تھی۔ فارس کے صوبہ پر زیاد کی حکومت نہایت عمدگی سے قائم تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ اگر زیاد منحرف ہو کر حضرت علیؓ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ بنا کر اس کی بیعت کر لے اور مجھ سے باغی ہو جائے تو بڑی مشکل پیش آئے گی۔ اس لیے انہوں نے زیاد کو قابو میں لانے کی تدبیر سب سے مقدم سمجھی۔

زیاد بن ابی سفیان : زیاد کی ماں سمیہ حارث بن کلاب ثقفی کی لونڈی تھی۔ زیاد کے باپ کی نسبت لوگوں کو کچھ شبہ تھا۔ حقیقت یہ تھی کہ سمیہ کے ساتھ ابوسفیانؓ نے زمانہ جاہلیت میں نکاح کیا تھا اور ابوسفیانؓ کے نطفہ سے زیاد کی پیدائش ہوئی تھی۔ زیاد کی شکل وصورت بھی ابوسفیانؓ سے بہت مشابہ تھی لیکن ابوسفیانؓ کے خاندان والے اور امیر معاویہؓ زیاد کو ابوسفیانؓ کا بیٹا تسلیم نہ کرتے تھے۔ زیاد نے جب یہ سنا کہ امیر معاویہؓ کو خلیفہ وقت تسلیم کر لیا گیا تو انہوں نے بیعت کرنے اور امیر معاویہؓ کو خلیفہ تسلیم کرنے میں تامل کیا۔ امیر معاویہؓ نے اس موقع پر یہی مناسب سمجھا کہ مغیرہ بن شعبہؓ کو جو زیاد کے دوست بھی تھے' امان نامہ دے کر زیاد کے پاس بھیجیں اور ان کو ابوسفیانؓ کا بیٹا تسلیم کر کے اپنے خاندان اور نسب میں شامل کر لیں۔ چنانچہ مغیرہ بن شعبہؓ امان نامہ لے کر زیاد کے پاس فارس گئے اور وہاں کے تمام حساب وکتاب اور خزانہ کی تصدیق کر کے زیاد کو اپنے ہمراہ امیر معاویہؓ کے پاس لے آئے۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کی خوب آؤ بھگت کی' ان کو اپنا بھائی تسلیم کیا۔ تمام تحریروں میں ان کا نام ابن ابی سفیان لکھا جانے لگا۔ حضرت علیؓ زیاد کو ابی سفیانؓ کا بیٹا یقین کرتے تھے کیونکہ ان کے سامنے ابی سفیانؓ نے خود ایک موقع پر فاروق اعظمؓ کی مجلس میں تسلیم کیا تھا کہ زیاد میرا بیٹا ہے۔ اسی لیے انہوں نے زیاد کو فارس کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اب امیر معاویہؓ نے زیاد کی عزت اور مرتبہ بڑھا کر زیاد کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا اور اہل بصرہ کے درست کرنے اور درست رکھنے کی فرمائش کی۔ زیاد نے بصرہ میں پہنچ کر اہل بصرہ کو جامع مسجد میں مخاطب کر کے ایک نہایت زبردست تقریر کی۔ اہل بصرہ اس زمانے میں زیادہ ناہموار ہو گئے تھے اور چوریوں' ڈکیتیوں اور بغاوتوں کا بہت زور تھا۔ زیاد نے بصرہ میں جاتے ہی مارشل لاء جاری کر دیا اور حکم دیا کہ جو شخص رات کو اپنے گھر سے باہر راستے یا میدان میں دیکھا جائے گا وہ فوراً بلا سماعت عذر قتل کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس حکم کی بڑی سختی سے تعمیل ہوئی اور چند روز کے بعد اہل بصرہ کے تمام بل تکلے کی طرح نکل گئے۔

حضرت امیر معاویہؓ بصرہ میں زیاد کو اور کوفہ میں مغیرہؓ کو مقرر فرما کر عراق وفارس کی طرف سے بہت مطمئن ہو گئے تھے کیونکہ ایران کے تمام صوبے کوفے اور بصرہ کے ماتحت تھے۔ زیاد کی حکومت امیر معاویہؓ نے براہ راست فارس' جزیرہ اور سجستان تک وسیع کر دی تھی اور یہ تمام علاقے گورنر بصرہ کی حکومت میں شامل کر کے مشرقی فتنوں کا سدباب انہوں نے کر دیا تھا۔ خوارج کے فتنے آئے دن عراق وفارس میں برپا ہوتے رہتے تھے لیکن زیاد ومغیرہؓ دونوں نے ان فتنوں کو بڑی قابلیت اور ہمت کے ساتھ فرو کیا اور کوئی ایسی نازک حالت

Marfat.com

پیدانہ ہونے دی جس سے امیر معاویہؓ کی پریشانیوں میں اضافہ ہو۔ زیاد نے اپنے متعلقہ علاقوں میں صرف سختی سے ہی کام نہیں لیا بلکہ جہاں کہیں نرمی اور محبت کی ضرورت ہوتی تھی وہاں نرمی اور رعایت سے بھی کام لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو معلوم ہوا کہ ابوالخیر جو ایک بہادر اور عقلمند شخص ہے' خوارج کا ہم خیال ہو گیا ہے۔ انہوں نے فوراً ابوالخیر کو بلایا اور جندی سابور کا عامل مقرر کر کے بھیج دیا اور اس طرح پیش آنے والے خطرہ کا نہایت عمدگی کے ساتھ سدباب ہو گیا۔

مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاصؓ سنہ۔ ۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ ان کی جگہ حضرت امیر معاویہؓ نے ان کے بیٹے عبداللہ بن عمرو کو مصر کا حاکم مقرر کیا۔ اسی سال کوفہ میں خوارج نے یہ دیکھ کر مغیرہ بن شعبہؓ زیاد بن ابی سفیان کی طرح زیادہ سختی نہیں کرتے اور چشم پوشی سے بہت کام لیتے ہیں۔ بغاوت کے لیے ایک سازش کی۔ مغیرہ بن شعبہؓ کی جگہ اگر کوفہ میں زیاد بن ابوسفیان ہوتے تو خوارج کو اس سازش کی جرات نہ ہوتی۔ زیاد بن ابی سفیان خوارج کی نبض کو خوب پہچانتے تھے اور بصرہ والوں کو انہوں نے اچھی طرح سیدھا کر دیا تھا۔ مستورد بن علقمہ کی سرداری میں تین سو سے زیادہ خوارج یکم شوال سنہ۔ ۴۳ھ کو عین عیدالفطر کے روز کوفہ سے نکلے۔ مغیرہؓ نے ان تین سو کی گرفتاری کے لیے تین ہزار کا لشکر بھیجا۔ مقابلہ ہوا اور تین سو خوارج نے تین ہزار کے لشکر کو شکست دی۔ اس کے بعد اور فوج بھیجی گئی اور اس کو بھی شکست ہوئی۔ آخر کار معقل بن قیسؓ کی سرداری میں ایک زبردست لشکر مغیرہؓ نے روانہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ معقل بن قیسؓ اور مستورد بن علقمہ دونوں ایک دوسرے کا مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور خوارج کے پانچ آدمیوں کے سوا سب کے سب کھیت رہے۔ اس واقعہ کا یہ اثر ہوا کہ خوارج کی طرف سے مغیرہ بن شعبہؓ زیادہ چوکس رہنے لگے۔

قیصر روم کی طرف سے ملک شام کی شمالی سرحدوں کو ہمیشہ خطرہ رہتا تھا۔ شام کے ساحل پر بحری حملوں کا بھی اندیشہ تھا۔ مصر و افریقہ پر بھی رومیوں کو بحری چڑھائیاں ہوتی رہتی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مشرقی مسائل کی طرف سے مطمئن ہو کر رومی خطرہ کی طرف اپنی تمام تر ہمت صرف کی۔ بحری فوج تیار کی' بحری فوج کے سپاہیوں کی تنخواہیں زیادہ مقرر کیں تاکہ بحری فوج میں داخل ہونے کی لوگوں میں ترغیب ہو۔ قریباً دو ہزار جنگی کشتیاں تیار کرائیں۔ جنادہ بن امیہ کو بحری فوج کا سپہ سالار یا امیر البحر مقرر فرمایا۔ بری فوج کو پہلے سے زیادہ مضبوط کیا۔ انتظامی فوج کے علاوہ مصافی فوج اور جارحانہ پیش قدمی کرنے والی فوج کا جداگانہ انتظام کیا۔ اس فوج کے دو حصے بنائے۔ ایک کا نام شاتیہ یعنی سرمائی فوج رکھا اور دوسری کا نام صائفہ یعنی گرمائی لشکر تجویز کیا۔ گرمی و سردی دونوں موسموں میں بری فوج سرحدوں پر رومی لشکر کو ہٹانے اور دبانے میں مصروف رہنے لگی۔ ادھر بحری لشکر نے قبصر و روڈس وغیرہ جزیروں کو اپنا مستقر و مرکز بنا کر قیصر کے جہازوں کو بحر روم سے بے دخل کر کے مصر و شام کے ساحلوں کو بحری حملے سے محفوظ کر دیا۔ سنہ۔ ۴۳ھ میں سجستان کے ملحقہ علاقے رخج وغیرہ فتح ہوئے۔ اسی سال برقہ و سوڈان کی طرف اسلامی لشکر نے پیش قدمی کی اور ان علاقوں میں حکومت اسلامیہ کا رقبہ بہت وسیع ہوا۔

Marfat.com

قسطنطنیہ پر حملہ

سنہ۔۴۸ھ میں امیر معاویہؓ نے قیصر کی طاقتوں کا اندازہ کرنے کے بعد مناسب سمجھا کہ اب قیصر کے دارالسلطنت قسطنطنیہ پر بحری حملہ کر کے قیصری رعب کو مٹا دیا جائے اور آئندہ کے لیے عیسائیوں کے حوصلوں کو ایسا پست کیا جائے کہ وہ اسلامی حدود کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھ سکیں۔ انہوں نے قسطنطنیہ پر فوج کشی کرنے کا مصمم ارادہ فرما کر مکہ و مدینہ میں بھی اعلان کرا دیا کہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا حملہ ہونے والا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں چونکہ آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث مشہور تھی اور سب کو معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

"پہلا لشکر میری امت کا جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہو گا وہ مغفرت یافتہ ہے"۔

لہذا صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عباس' حسین بن علی' ابوایوب انصاری وغیرہمؓ وعدہ مغفرت کی شوق میں آکر شریک لشکر ہوئے۔ ایک عظیم الشان لشکر مرتب ہو گیا تو سفیان بن عوف کی سپہ سالاری میں قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا۔ سفیان بن عوف کی ماتحتی میں اپنے بڑے بیٹے یزید کو بھی جو صائفہ فوج کا افسر تھا ایک حصہ فوج کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔ یہ لشکر بحری راستے سے روانہ ہوا اور ایک بری راستے سے بھی قسطنطنیہ کی جانب روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ چونکہ فصیل شہر مضبوط اور شہر کا محل وقوع قدرتی طور پر بے حد مضبوط تھا۔ لہذا یہ محاصرہ اور مسلمانوں کا حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ بعض بڑے بڑے جانباز شیر مرد اسلامی لشکر کے شہید ہوئے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ نے اثنا محاصرہ ہی میں وفات پائی اور فصیل شہر کے نیچے دفن کئے گئے۔ سردی کی شدت اور قدرتی موانع کے سبب مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کئے بغیر واپس چلے آئے۔ بظاہر یہ حملہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو سکا لیکن نتائج کے اعتبار سے مسلمانوں کو بہت بڑی کامیابی حاصل ہوئی یعنی قیصر اور قیصری لشکر نے مسلمانوں کے واپس چلے جانے کو بہت ہی غنیمت سمجھا اور اس کے بعد قیصر کی طرف سے کسی حملہ آوری کا خطرہ بالکل دور ہو گیا۔ وہ تمام علاقے جو اب تک مسلمانوں اور عیسائیوں کے متنازعہ فیہ چلے آتے تھے' مستقل طور پر مسلمانوں کے قبضہ و تصرف میں آگئے۔

سنہ۔۵۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ نے عقبہ بن نافع کو مصر و برقہ و سوڈان کا سپہ سالار بنا کر بھیجا اور بعد میں دس ہزار کا لشکر ان کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ مغرب کی جانب برا عظم افریقہ کو فتح کرتے ہوئے چلے جائیں۔ بربری لوگوں کی اب تک یہ حالت رہی تھی کہ جب کبھی اسلامی لشکر ان کے علاقے میں پہنچتا وہ مسلمانوں کے فرماں بردار بن جاتے۔ جب مسلمانوں کو غافل اور دوسری طرف مصروف دیکھتے باغی ہو کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیتے۔ عقبہ بن نافع نے مصر و برقہ سے گزر کر مغرب الادنیٰ یعنی تیونس و طرابلس پر حملہ کیا اور اس تمام علاقے کو فتح کرنے کے بعد مغرب الاوسط یعنی تلمسان و الجزائر (الجیریا) کی طرف بڑھے۔ اسی سال

Marfat.com

مکران وبلوچستان کے عامل عبداللہ بن سوار نے سندھیوں کی تادیب کے لیے سندھ پر حملہ کیااور سندھیوں نے جو پہلے سے جنگ کی تیاری کئے ہوئے تھے' مقام کیقان میں جم کر مقابلہ کیا۔ عبداللہ بن سوار میدان جنگ میں شہید ہوئے۔ان کے بعد حلب بن ابی صغرہ نے سندھ پر انتقاما"چڑھائی کی اور سندھ کا ایک بڑا حصہ فتح کیا۔

یزید کی ولی عہدی : اسی سال یعنی سنہ۔۵۰ھ میں مغیرہ بن شعبہ کوفہ سے دمشق آگئے اور انہوں نے حضرت امیر معاویہؓ سے کہا کہ میں نے حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا واقعہ مدینہ میں دیکھا ہے اور تمام نظارے میری آنکھوں میں گھوم رہے ہیں کہ خلافت کے متعلق مسلمانوں میں کیسی کیسی ہنگامہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ پس میرے نزدیک مناسب یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد خلیفہ نامزد فرمادیں۔ اسی میں مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت ہے۔ امیر معاویہؓ کو اب تک اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی تمنا کریں۔ مغیرہ بن شعبہؓ سے یہ الفاظ سن کر پہلی مرتبہ ان کی توجہ اس طرف مائل ہوئی۔ انہوں نے مغیرہؓ سے کہا کہ کیا یہ ممکن ہے کہ لوگ میرے بعد میرے بیٹے کی خلافت کے لیے بیعت کرلیں؟ مغیرہؓ نے کہا کہ یہ بات بڑی آسانی سے ممکن ہے کہ کوفہ والوں کو میں آمادہ کرلوں گا۔ بصرہ والوں کو زیاد بن ابی سفیان مجبور کردیں گے۔ مکہ ومدینہ میں مروان بن حکم اور سعید بن عاصؓ لوگوں کو ہموار کرسکیں گے۔ ملک شام میں کسی قسم کی مخالفت کا امکان ہی نہیں۔ یہ سن کر امیر معاویہؓ نے مغیرہؓ کو کوفہ کی جانب واپس بھیجا کہ وہاں جاکر اس کام کو انجام دو۔ اسی واقعہ کو ایک دوسری روایت میں اس طرح لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ حاکم کوفہ کو لکھا کہ تم میرا یہ خط پڑھتے ہی اپنے آپ کو معزول سمجھو مگر جب یہ خط مغیرہؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کی تعمیل میں دیر کی۔ جب وہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے تعمیل حکم میں دیر کرنے کی وجہ دریافت کی۔ مغیرہؓ نے کہا کہ دیر کی وجہ یہ تھی کہ میں ایک خاص کام کی تیاری میں مصروف تھا۔ امیر معاویہؓ نے یہ سن کر پوچھا کہ وہ کیا کام تھا؟ مغیرہؓ نے کہا کہ میں لوگوں سے تمہارے بیٹے یزید کی آئندہ خلافت کے لیے بیعت لے رہا تھا۔ امیر معاویہؓ یہ سن کر خوش ہوگئے اور انہوں نے مغیرہؓ کو پھر بحال کرکے کوفہ کی جانب روانہ کردیا۔ جب دمشق سے کوفہ میں واپس آئے تو کوفہ والوں نے پوچھا کہ کہئے کیا گزری؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں معاویہؓ کو ایک ایسی دلدل میں پھنسا آیا ہوں کہ وہ اس سے قیامت تک نہیں نکل سکتا۔ بہرحال اس میں شک نہیں کہ امیر معاویہؓ کو مغیرہ بن شعبہؓ ہی نے ایک ایسے کام پر آمادہ کیا جس سے آئندہ مسلمانوں میں باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا اور مشورہ وانتخاب کا دستور جاتا رہا۔ یزید امیر معاویہؓ کا بیٹا تھا۔ باپ کو بیٹے کے ساتھ محبت ہونا اور باپ کا بیٹے کی حکومت وعزت بڑھانے کی کوشش کرنا ایک فطری تقاضا ہے۔ اس لیے امیر معاویہؓ کچھ نہ کچھ معذور بھی سمجھے جاسکتے ہیں لیکن مغیرہ بن شعبہؓ کی طرف سے کوئی معذرت پیش نہیں ہوسکتی۔

مغیرہؓ نے کوفہ میں آکر وہاں کے شرفاء اور رؤساء کو بلا کر اس بات پر آمادہ کیا کہ یزید کی ولی عہدی پر رضامند ہوجائیں۔ جب کوفہ کے بااثر لوگ اس بات پر رضامند ہوگئے اور انہوں نے اس بات کو تسلیم کرلیا کہ آئندہ مسلمانوں کو فتنہ وفساد اور خون ریزی سے اسی طرح نجات مل سکتی ہے کہ امیر المومنین اپنے بیٹے کو ولی

Marfat.com

عہد نامزد فرمادیں تو مغیرہؓ نے اپنے بیٹے موسیٰ کے ہمراہ اکابر کوفہ کا ایک وفد امیر معاویہؓ کے پاس روانہ کیا۔ ان لوگوں نے دمشق میں حاضر ہو کر امیر معاویہؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم اس رائے کو پسند کرتے ہیں کہ یزید کی ولی عہدی کے لیے بیعت لے لی جائے۔ اس وفد کے آنے سے امیر معاویہؓ کے ارادے اور خواہش میں جو مغیرہؓ پیدا کر گئے تھے اور بھی قوت پیدا ہو گئی۔ انہوں نے وفد مذکور کو عزت کے ساتھ رخصت کیا اور کہا کہ جب وقت آئے گا تو تم لوگوں سے بیعت لے لی جائے گی۔ امیر معاویہؓ بہت دور اندیش اور احتیاط کو کام میں لانے والے تھے۔ وہ یہ اندازہ کرنا چاہتے تھے کہ عالم اسلام کی کثرت آراء ان کی خواہش کے موافق ہے یا نہیں۔ اب انہوں نے ایک طرف مروان بن حکم والی مدینہ کو' دوسری طرف زیاد بن ابی سفیان والی بصرہ کو لکھا کہ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ کو خوف ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں خلافت کے لیے فتنہ و فساد برپا نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کسی شخص کو نامزد کر دوں کہ وہ میرے بعد خلیفہ ہو۔ بوڑھے لوگوں میں کوئی ایسا نظر نہیں آتا' نوجوانوں میں میرا بیٹا یزید سب سے بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تم کو چاہیے کہ لوگوں کے ساتھ احتیاط سے اس معاملہ میں مشورہ کرو اور ان کو یزید کی آئندہ خلافت کے لیے بیعت کرنے پر آمادہ کرو۔ زیاد بن ابی سفیان والی بصرہ کے پاس خط پہنچا تو انہوں نے بصرہ کے ایک رئیس عبید بن کعب نمیری کو بلا کر امیر معاویہؓ کا خط دکھایا اور کہا کہ میرے نزدیک امیر المومنین نے اس معاملہ میں عجلت سے کام لیا ہے اور اچھی طرح غور نہیں فرمایا کیونکہ یزید ایک لہو و لعب میں مصروف رہنے والا نوجوان ہے۔ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ سیر و شکار میں بہت مشغول رہتا ہے۔ وہ ضرور اس کی بیعت میں پس و پیش کریں گے۔ عبید بن کعب نے کہا کہ آپ کو امیر المومنین کی رائے کے خلاف اظہار رائے کی ضرورت نہیں۔ آپ مجھ کو دمشق بھیج دیجئے۔ میں یزید سے جا کر ملوں گا اور اس کو سمجھاؤں گا کہ تم اپنی حالت میں اصلاح پیدا کرو تاکہ تمہاری بیعت میں کوئی دقت اور رکاوٹ پیدا نہ ہو۔ یقین ہے کہ یزید ضرور اس نصیحت کو مان لے گا۔ جب اس کی حالت میں خوشگوار تبدیلی پیدا ہو گی تو پھر لوگوں کو بھی بیعت میں کوئی تامل نہ ہو گا اور امیر المومنین کا مقصد پورا ہو جائے گا۔ زیاد نے اس رائے کو پسند کر کے فوراً عبید کو دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ عبید نے یزید کو تمام نشیب و فراز سمجھائے اور یزید نے اپنی حالت میں نمایاں تبدیلی کر کے لوگوں کی زبانوں کو بند کر دیا۔

مدینہ منورہ میں جب مروان کے پاس یہ خط پہنچا تو اس نے شرفائے مدینہ کو جمع کر کے اول صرف اس قدر سنایا کہ امیر المومنین کا ارادہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے کسی شخص کو اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد فرمادیں۔ یہ سن کر سب نے کہا کہ یہ رائے بہت پسندیدہ ہے' ہم سب اس کے موئد ہیں۔ چند روز کے بعد مروان بن حکم نے پھر لوگوں کو جمع کیا اور سنایا کہ دمشق سے امیر المومنین کا دوسرا خط آیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ ہم نے مسلمانوں کی بہتری کو مد نظر رکھتے ہوئے یزید کو ولی عہدی کے لیے منتخب کیا ہے۔ یہ سن کر عبدالرحمٰن بن ابی بکر' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علیؓ نے سخت مخالفت کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ بربادی کے لیے کیا گیا ہے کیونکہ

Marfat.com

اس طرح تو خلافت اسلامیہ قیصر و کسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہوا کرے۔ یہ انتخاب منشائے اسلام کے خلاف ہے۔

اس جگہ جملہ معترضہ کے طور پر اس طرف توجہ دلانا ضروری ہے کہ جب مدینہ منورہ میں مروان بن حکم نے امیر معاویہؓ کی منشاء کا اعلان کیا ہے تو حضرت حسنؓ کے انتقال کو چند ہی مہینے گزرے تھے۔ لوگوں کو عام طور پر اس بات کا بھی علم تھا کہ حسنؓ سے مصالحت کرتے وقت عبداللہ بن عامر کی کوشش کے موافق امیر معاویہؓ معاہدہ صلح میں اس اقرار کو اپنی طرف سے درج کرانے پر آمادہ تھے کہ ان کے بعد حسنؓ خلیفہ بنائے جائیں لیکن حسنؓ نے یہ بات صلح نامہ میں درج نہیں کرائی۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اگرچہ حسنؓ کی آئندہ خلافت کا کوئی تذکرہ عہد نامہ میں نہیں ہوا مگر عالم اسلام حضرت حسن کی خلافت پر متفق ہو جائے گا۔ مروان بن حکم نے مدینہ میں جب پہلی مرتبہ امیر معاویہؓ کے خط کا مضمون سنایا تو اکثر کا خیال اسی طرح گیا کہ حسنؓ کی وفات کے سبب حضرت معاویہؓ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ کسی کو خلافت کے لیے نامزد کر دیں کیونکہ جب تک حسنؓ زندہ تھے' اس وقت تک وہ حسنؓ ہی کو نامزد شدہ آئندہ خلیفہ سمجھتے تھے۔ اسی تصور میں ایک طرف حضرت امیر معاویہؓ کی پاک طینتی و انصاف پسندی مضمر تھی تو دوسری طرف ان لوگوں کے دلوں میں جو اپنے آپ کو تخت خلافت کا مستحق سمجھتے تھے۔ امید کی جھلک پیدا ہو گئی تھی۔ مروان نے جب دوسری مرتبہ یزید کی نسبت اعلان کیا تو وہ دونوں باتیں جو پہلے اعلان سے پیدا ہوئی تھیں' یک لخت منہدم ہو گئیں اور حسنؓ کی وفات کے بعد ہی اس کارروائی کے متعلق قسم قسم کے شبہات پیدا ہونے لگے۔ بعض لوگوں نے تو یہاں تک مضمون آفرینی کی کہ حضرت امیر معاویہؓ ہی نے حسنؓ کو زہر دلوایا تھا۔ یزید کی ولی عہدی کے ابتدائی اعلان سے پیشتر کسی قسم کا وہم و گمان بھی اس طرف منتقل نہیں ہوا تھا کہ حسنؓ کی وفات اور امیر معاویہؓ کی کوشش و خواہش میں کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ اس جگہ قارئین کرام کو اس طرف توجہ دلانا مناسب ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ کا دامن زہر خورانی حسنؓ سے قطعاً پاک ہے اور مغیرہ بن شعبہؓ نے حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد حضرت امیر معاویہؓ کو یزید کی ولی عہدی کے متعلق توجہ دلائی تھی' خود ان کو تو پہلے سے کوئی خیال ہی نہ تھا۔

مغیرہ بن شعبہؓ جس طرح یزید کی ولی عہدی میں محرک تھے' اسی طرح وہ اس کام کے سرانجام دلانے کے مہتمم اور سب سے زیادہ کوشش کرنے والے بھی تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ اہل مدینہ اور اہل حجاز کی مخالفت کا حال مروان بن حکم کے خط سے معلوم کرنے کے بعد کچھ خاموش تھے اور سوچ رہے تھے کہ اہل مدینہ کو کس طرح رضامند کیا جائے کہ اتنے میں خبر پہنچی کہ کوفہ میں مغیرہ بن شعبہؓ نے وفات پائی۔ یہ سنہ ۵۱ھ کا واقعہ ہے۔ مغیرہ بن شعبہؓ کی خبر وفات سن کر انہوں نے زیاد بن ابی سفیان کو کوفہ کی حکومت بھی سپرد کر دی اور زیاد حاکم عراقین کہلائے۔

زیاد بن ابی سفیان کوفہ میں : زیاد بن ابی سفیان کو بصرہ و کوفہ دونوں جگہ کی حکومت سپرد کرنے میں یہ بھی مصلحت تھی کہ جس طرح وہ تمام اہل عراق کو بیعت یزید پر آمادہ کرنے کی خدمت انجام دے سکتے تھے'

Marfat.com

کوئی دوسرا اس کام کو بہ حسن وخوبی پورا نہیں کر سکتا تھا۔ مغیرہ بن شعبہؓ کے مزاج میں کسی قدر نرمی اور درگزر بھی تھی لیکن زیاد بن ابی سفیان عراقیوں کے مزاج سے خوب واقف تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب تک ان کے ساتھ سختی نہ برتی جائے یہ راہ راست پر قائم نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے ان کی حکومت کا زمانہ بہت کامیاب رہا اور وہ سب سے پہلے شخص ہیں جو کوفہ وبصرہ دونوں کے حاکم مقرر ہوئے اور بعد میں تمام ایران وخراسان بھی ترکستان تک ان کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ زیاد بن ابی سفیان نے بصرہ میں سمرہ بن جندبؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود کوفہ کو دوہزار آدمی لے کر روانہ ہوئے۔ کوفہ کی جامع مسجد میں جا کر جب پہلی مرتبہ انہوں نے خطبہ سنانا شروع کیا تو اہل کوفہ نے جو اپنے حاکموں کی تحقیر اور حکومت وقت کی خلاف ورزی کے عادی تھے ان کے ساتھ بھی تمسخرانہ برتاؤ شروع کیا یعنی چاروں طرف سے ان کی جانب سنگریزے آنے لگے۔ زیاد نے فوراً خطبہ بند کر کے اپنے ہمرائیوں کو حکم دیا کہ مسجد کا محاصرہ کر کے کسی شخص کو باہر نہ نکلنے دیں' پھر مسجد کے دروازے پر کرسی بچھا کر بیٹھ گئے اور چار چار شخصوں کو بلا کر قسمیں لینے لگے کہ انہوں نے سنگریزے پھینکے ہیں یا نہیں؟ کل تیس آدمی ایسے نکلے جنہوں نے سنگریزے پھینکے تھے۔ باقیوں کو چھوڑ کر ان تیس کے ہاتھ کٹوا دیئے۔ اسی طرح اور بعض سخت سزائیں اہل کوفہ کو ان کی غلطیوں پر دی گئیں تو چند روز میں وہ بالکل سیدھے ہو گئے۔ زیاد چھ مہینے کوفہ میں اور چھ مہینے بصرہ میں رہنے لگے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال کے نام ایک حکم جاری کیا کہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرو اور اپنے اپنے علاقوں کے بااثر لوگوں کا ایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعت یزید کی نسبت لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں۔ چنانچہ ہر صوبے سے ایک ایک وفد دمشق میں آیا۔ امیر معاویہؓ نے ان لوگوں سے الگ الگ بھی گفتگو کی' پھر ایک مجلس ترتیب دے کر سب کو اس میں جمع کیا اور کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد وثنا کے بعد اسلام کی خوبیاں' خلفاء کے فرائض وحقوق حکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان فرما کر یزید کی شجاعت' سخاوت' عقل وتدبر اور انتظامی قابلیت کا ذکر کر کے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیے۔ ان وفود میں مدینے سے محمد بن عمرو بن حزم گئے تھے۔ انہوں نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین! آپ یزید کو خلیفہ تو بنائے جاتے ہیں لیکن ذرا اس بات پر بھی غور فرمالیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا اللہ تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ امیر معاویہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اپنی رائے کے موافق میری خیر خواہی کی لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس وقت لڑکے ہی لڑکے رہ گئے ہیں اور میرا بیٹا ان میں زیادہ مستحق ہے۔ اس کے بعد ضحاک بن قیس کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی زبردست تقریر میں حضرت امیر معاویہؓ کے خیال کی خوب زور شور سے تائید کی۔ ان کے بعد اور لوگ یکے بعد دیگرے کھڑے ہوئے اور سب نے تائید ہی کی۔ مصر سے احنف بن قیسؓ گئے تھے۔ جب سب کی تقریریں ہو چکیں تو امیر معاویہؓ نے احنف بن قیسؓ کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ کیوں خاموش ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اگر جھوٹ بولوں تو اللہ تعالیٰ سے ڈر لگتا ہے اور سچ بولوں تو آپ کا خوف ہے۔ آپ ہم سے اس معاملہ میں

Marfat.com

مشورہ کیوں لیتے ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ یزید کی حالت سے واقف ہیں۔ آپ کی ذمہ داری پر ہم بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ نے احنف بن قیسؒ کے ان الفاظ کو بھی بہت غنیمت سمجھا اور بعد میں ان کو بھاری انعام دے کر خوش کیا۔ اسی طرح باہر سے آئے ہوئے وفود کو خوب انعام واکرام سے مالا مال وخوش حال کر کے واپس بھیجا۔

امیر معاویہؓ کو سب سے زیادہ حجاز یعنی مکہ ومدینہ کے لوگوں کا خیال تھا اور وہیں ایسے لوگ موجود تھے جو جرات کے ساتھ اظہار مخالفت کر سکتے تھے۔

انہوں نے سنہ۵۱ھ کے آخر ایام میں حج بیت اللہ کا ارادہ کیا۔ مصلحت اس میں یہ بھی تھی کہ وہ اہل حجاز کو اپنا ہم خیال بنانے میں کامیاب ہوں۔ چنانچہ وہ اول مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کی آمد کی خبر سن کر عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن عباس اور حسینؓ مدینہ سے مکہ کو چلے گئے۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر لوگوں کو خوب انعام واکرام دیئے اور ان کے دلوں پر قبضہ پا کر اپنا ہم خیال بنالیا اور مروان بن حکم کو سمجھایا کہ مدینے والوں کے روزینے بڑھادو۔ ان کو قرض کی ضرورت ہو تو بلا دریغ بیت المال سے قرض دو اور قرض کی وصولی کا تقاضا نہ کرو۔ جس سے مخالفت کا زیادہ اندیشہ ہو۔ اس طرح ان کو زیر بار احسان بناؤ۔ اس کے بعد مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں مذکورہ بالا چاروں حضرات کو اپنے پاس بلایا اور یزید کی بیعت کے معاملہ میں گفتگو کی۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ میں صرف اس قدر اقرار کر سکتا ہوں کہ تمہارے بعد جس شخص کی خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں گے میں اسی کو خلیفہ تسلیم کر لوں گا۔ اگر ایک حبشی غلام کو بھی لوگ خلیفہ بنالیں گے تو میں اس کی بھی اطاعت کروں گا اور جماعت کا ساتھ نہ چھوڑوں گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہم آپ کے سامنے چند باتیں پیش کرتے ہیں' آپ ان میں سے جس کو چاہیں اختیار فرمالیں۔ اول یہ کہ آپ آنحضرت ﷺ کی سنت پر عمل کریں اور خلافت کے معاملے کو ویسے ہی بلا نامزدگی مسلمانوں کے انتخاب پر چھوڑ جائیں کہ وہ جس کو چاہیں خلیفہ بنالیں اور اگر آپ کو یہ پسند نہیں ہے تو سنت صدیقی پر عمل کریں کہ ایسے شخص کو اپنا قائم مقام مقرر فرما جائیں جو نہ آپ کی قوم کا ہو نہ خاندان کا۔ یہ بھی پسند نہ ہو تو پھر آپ سنت فاروقی پر عمل ہوں کہ ایسے چھ شخصوں کو نامزد کر جائیں جو نہ آپ کے خاندان وقبیلے کے ہوں نہ ان میں آپ کا بیٹا ہو۔ وہ چھ شخص اپنے آپ میں سے جس کو چاہیں خلیفہ منتخب کر لیں۔ ان تینوں صورتوں کے سوا اور کوئی صورت چوتھی نہیں جس پر ہم رضامند ہو سکیں۔ عبداللہ بن زبیر کی ان باتوں کی تائید باقی صاحبوں نے بھی کی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے حج سے فارغ ہو کر مذکورہ حضرات کے سوا باقی تمام اہل مکہ سے یزید کی ولی عہدی کے متعلق بیعت لی اور لوگوں کو اپنی جود وعطا سے مالا مال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ لوگوں کو یزید کے معاملے میں اپنا ہم خیال وہمنوا بنانے کے لیے حضرت امیر معاویہؓ نے مال ودولت سے زیادہ کام لیا اور ممکن ہے کہ وہ یزید کی نامزدگی وولی عہدی کو حقیقتاً" عالم اسلام کے لیے زیادہ مفید اور مسلمانوں کی فلاح وصلاح کا موجب یقین کرتے ہوں اور اس کے مضر پہلو قطعاً ان کی نگاہ کے سامنے نہ آئے ہوں۔ حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر وہ واپس دمشق میں آئے تو خبر سنی کہ کوفہ میں

Marfat.com

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فوت ہو گئے۔

امیر معاویہؓ نے زیاد کو بصرہ و کوفہ کا حاکم تو پہلے ہی بنادیا تھا اور سجستان کا علاقہ ان کے ماتحت تھا۔ اب انہوں نے مناسب سمجھا کہ سندھ، کابل، بلخ، جیحون اور ترکستان کے تمام مشرقی ممالک زیاد کے ماتحت مقرر کر دیئے جائیں۔ چنانچہ زیاد کا مرتبہ اب اس قدر بلند ہو گیا کہ وہ خود فارس و خراسان وغیرہ صوبوں کے گورنر اپنے اختیار سے مقرر کرتے اور جس کو چاہتے معزول کر دیتے۔ زیاد نے ان تمام مشرقی ممالک کا انتظام بڑی قابلیت اور خوبی کے ساتھ قائم رکھا اور خوارج کو بھی سر ابھارنے کا موقع نہیں دیا۔ امیر معاویہؓ کو زیاد کی وجہ سے بہت بڑی امداد ملی اور ایسے لائق اور قابل شخص کا ہاتھ آجانا ان کی خوش قسمتی تھی۔ اگر زیاد ان مشرقی ممالک میں امن وامان قائم نہ رکھ سکتے تو خوارج کے خروج اور منافقوں کے فتنے برپا ہو کر امیر معاویہؓ کو اتنا ہوش ہی نہ لینے دیتے کہ وہ یزید کی بیعت کے اہتمام وانصرام میں اطمینان سے مصروف ہو سکتے۔ ادھر مشرقی ممالک کے ہنگاموں کا مغربی ممالک پر بھی بہت برا اثر پڑتا اور قیصری حملوں سے بھی حضرت امیر معاویہؓ کو اطمینان و سکون حاصل نہ ہوتا۔

مصر اور افریقہ وغیرہ کا حاکم حضرت امیر معاویہؓ نے مسلمہ بن مخلد کو عبداللہ بن عمروؓ کے بعد مقرر فرمایا تھا۔ عقبہ بن نافع فہری جو طرابلس الغرب اور الجیریا و مراکو کی طرف پیش قدمی کر رہے تھے اور جن کو حضرت امیر معاویہؓ نے خود اس مہم پر نامزد و مامور فرما کر روانہ کیا تھا۔ اب مسلمہ بن مخلد گورنر مصر کے ماتحت کر دیئے گئے تھے۔ مدینہ میں مروان بن حکم اور مکہ میں سعید بن العاصؓ حاکم تھے۔ شام و فلسطین براہ راست حضرت امیر معاویہؓ کے زیر انتظام تھے۔ ادھر عقبہ بن نافع فہری نے شمالی افریقہ کی ضرورتوں کو مد نظر رکھ کر شہر قیروان کی آبادی کا سنگ بنیاد ایک جنگل کو صاف کر کے رکھا۔ افریقہ کے لیے قیروان کی فوجی چھاؤنی ایسی ضروری تھی جیسی عراق کے لیے بصرہ و کوفہ سنہ۔ ۵۵ھ میں قیروان کی آبادی پایہ تکمیل کو پہنچی تھی کہ مسلمہ بن مخلد نے عقبہ بن نافع کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے ایک غلام ابوالمہاجر کو سپہ سالار مقرر کر دیا۔ عقبہ بن نافع دمشق میں حضرت امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے۔ مروان، سعید اور عقبہ وغیرہ کئی صاحب الرائے اور صاحب عزم و ہمت سرداروں کے دمشق میں موجود ہو جانے اور زیاد بن ابی سفیان کے اکثر بلاد اسلامیہ پر مستولی ہو جانے کے بعد سنہ۔ ۵۶ھ میں یزید کی ولی عہدی کے لیے تمام عالم اسلام میں عالموں کی معرفت بیعت عام لی گئی۔ صرف تین چار شخص یعنی عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علی وغیرہؓ نے بیعت نہیں کی۔ ان لوگوں نے حضرت امیر معاویہؓ کو ان کے حال پر چھوڑ دیا اور زیادہ مجبور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

زیاد بن ابی سفیان کی موت : سنہ۔ ۵۳ھ میں زیاد بن ابی سفیان مرض طاعون سے فوت ہوئے اور حضرت امیر معاویہؓ کو ان کے فوت ہونے کا سخت ملال ہوا۔ زیاد نے امیر معاویہؓ سے فرمائش کی تھی کہ مجھ کو عراق و فارس کے علاوہ حجاز و عرب کی حکومت عطا کی جائے۔ امیر معاویہؓ نے اس فرمائش اور خواہش کو منظور کر لیا تھا لیکن اہل حجاز اس خبر کو سن کر خائف ہوئے اور عبداللہ بن عمرؓ کے پاس گئے کہ زیاد کی حکومت سے کس

Marfat.com

طرح محفوظ رہیں۔انہوں نے قبلہ رو ہو کر دعا کی' سب نے آمین کہی۔اس دعا کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیاد کی انگلی میں ایک دانہ نکلا اور اسی میں وہ فوت ہوئے۔زیاد نے کوفہ کے اندر ماہ رمضان المبارک میں وفات پائی۔زیاد نے کوفہ کی حکومت اپنی طرف سے عبداللہ بن خالد بن اسید کو سپرد کر رکھی تھی۔زیاد کی وفات کے بعد ان کا بیٹا عبداللہ بن زیاد جس کی عمر پچیس سال کی تھی' امیر معاویہ ؓ نے کہا' تمہارے باپ نے کس کس کو کہاں کہاں کی حکومت عطا کی؟ عبداللہ نے کہا کہ بصرہ کی حکومت سمرہ بن جندب ؓ کو اور کوفہ کی حکومت عبیداللہ بن خالد بن اسید کو۔امیر معاویہ ؓ نے کہا' تمہیں کہاں کی حکومت دی تھی؟ عبیداللہ نے کہا مجھ کو کہیں کی حکومت سپرد نہیں کی۔امیر معاویہ ؓ نے فرمایا کہ جب کہ تمہیں تمہارے باپ نے تم کو کہیں کی حکومت نہیں دی تو پھر میں بھی تم کو کہیں کا حاکم مقرر نہ کروں گا۔عبیداللہ نے کہا کہ میرے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت و بدنامی ہو گی کہ میرے باپ نے بھی مجھ کو کہیں کا حاکم مقرر نہیں فرمایا اور اب آپ میرے چچا ہیں۔آپ بھی مجھ کو کوئی سرداری عطا نہیں فرماتے۔امیر معاویہ ؓ نے کچھ سوچ کر اور عبیداللہ کو قابل پا کر بصرہ و خراسان و فارس کا اعلیٰ حاکم مقرر فرما دیا۔سعید بن عثمان بن عفان نے یزید کی ولی عہدی کی بیعت کر لی تھی۔جب ان کو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن زبیر' عبداللہ بن عباس' حسین بن علی وغیرہ ؓ نے بیعت نہیں کی تو انہوں نے کہا کہ میرا باپ ان لوگوں کے باپ سے کم نہ تھا۔میں نے ناحق یزید کے لیے بیعت کی' پھر انہوں نے امیر معاویہ ؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے باپ نے آپ کے ساتھ کوئی برائی نہیں کی تھی۔آپ بتائیے کہ آپ نے مجھ پر کیا احسان کیا؟ امیر معاویہ ؓ نے خراسان کا صوبہ عبیداللہ بن زیاد سے نکال کر سعید بن عثمان کو دے دیا اور مہلب بن ابی صفرہ کو سعید کا کمکی اور سپہ سالار مقرر کیا۔زیاد کے بعد انہوں نے مروان و سعید کو پھر مدینہ و مکہ کی حکومت پر بھیج دیا۔

زیاد بن ابی سفیان کے فوت ہوتے ہی خارجیوں نے پھر سر اٹھایا اور عبیداللہ بن زیاد کو بصرہ کا حاکم مقرر ہوتے ہی اول خارجیوں سے معرکہ آراء ہونا پڑا۔خارجیوں کی جماعتوں نے متواتر خروج شروع کر دیا اور امیر معاویہ ؓ کی وفات تک عبیداللہ بن زیاد خارجیوں کی سرکوبی میں مصروف رہا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات : سنہ۔۵۸ھ میں حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔آپ مروان کی مخالفت کیا کرتی تھیں کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہ تھے۔مروان نے ایک روز دھوکے سے دعوت کے بہانے سے بلا کر ایک گڑھے میں جس میں ننگی تلواریں اور خنجر وغیرہ رکھ دیئے تھے' آپ کو گرا دیا تھا۔آپ بہت ضعیف اور بوڑھی تھیں' زخمی ہوئیں اور انہیں زخموں کے صدمہ سے فوت ہو گئیں۔

سنہ۔۵۹ھ حضرت ابوہریرہ ؓ نے وفات پائی۔حضرت ابوہریرہ ؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ الٰہی میں لڑکوں کی حکومت اور سنہ۔۶۰ھ سے پناہ مانگتا ہوں۔ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور وہ سنہ۔۶۰ھ سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔

Marfat.com

شروع ماہ رجب سنہ۔۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے۔ اس بیماری میں جب ان کو یقین ہونے لگا کہ اب آخری وقت قریب آگیا ہے تو انہوں نے یزید کو بلوایا۔ یزید اس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ فوراً قاصد روانہ ہوا اور یزید کو بلا کر لایا۔ یزید حاضر ہوا تو انہوں نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ:

"اے بیٹے میری وصیت کو توجہ سے سن اور میرے سوالوں کا جواب دے۔ اب اللہ تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آچکا ہے' تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہتا ہے؟"

یزید نے جواب دیا کہ:

"میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کروں گا"۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا:

"سنت صدیقی پر بھی عامل ہونا چاہیے کہ انہوں نے مرتدین سے جنگ کی اور اس حالت میں فوت ہوئے کہ امت ان سے خوش تھی"۔

یزید نے کہا:

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کافی ہے"۔

امیر معاویہؓ نے پھر کہا:

"اے بیٹے سیرت عمرؓ کی پیروی کر کہ انہوں نے شہروں کو آباد کیا اور فوج کو قوی کیا اور مال غنیمت فوج پر تقسیم کیا"۔

یزید نے جواب دیا کہ:

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی کافی ہے"۔

امیر معاویہؓ نے کہا کہ:

"اے بیٹے سیرت عثمانؓ پر عامل ہونا کہ انہوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی"۔

یزید نے کہا کہ:

"نہیں صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہی میرے لیے کافی ہے"۔

امیر معاویہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ:

"اے بیٹے! تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ تو میری باتوں پر عمل درآمد نہ کرے گا۔ میری وصیت اور نصیحت کے خلاف ہی کرے گا۔ اے یزید! تو اس بات پر مغرور نہ ہونا کہ میں نے تجھ کو اپنا ولی عہد بنا دیا ہے اور تمام مخلوق نے تیری فرماں برداری کا اقرار کر لیا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ کی طرف سے زیادہ اندیشہ نہیں ہے کیونکہ وہ دنیا سے بیزار ہیں۔ حسین بن علیؓ کو اہل عراق ضرور تیرے مقابلے کے لیے میدان میں نکالیں گے۔ اگر تو ان پر فتح پائے تو ان کو ہرگز قتل نہ کرنا اور قرابت و رشتہ داری کا پاس و لحاظ رکھنا۔ عبداللہ بن زبیرؓ بھی روباہ باز شخص

Marfat.com

ہیں۔ اگر توان پر قابو پائے تو ان کو قتل کر دینا۔ مکہ اور مدینہ کے رہنے والوں پر ہمیشہ احسان کرنا اور اہل عراق اگر ہر روز عامل کے تبدیل کرنے کی فرمائش کریں تو ہر روز عامل کو ان کی خوشی کے لیے تبدیل کرتے رہنا۔ اہل شام کو ہمیشہ اپنا مددگار سمجھنا اور ان کی دوستی پر بھروسہ کرنا"۔

اس کے بعد یزید پھر شکار میں چلا گیا۔ امیر معاویہ ؓ کی حالت دم بدم نازک ہوتی گئی۔ آخر بروز جمعرات بتاریخ ۲۲/رجب سنہ۔ ۶۰ھ کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی جانب رخصت ہوئے' ستر سال کی عمر پائی۔

ان کے پاس آنحضرت ﷺ کے بال اور ناخن تھے۔ مرتے وقت انہوں نے وصیت کی تھی کہ یہ بال اور ناخن میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دینا۔ ضحاک بن قیس نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ دمشق میں باب جابیہ اور باب صغیر کے درمیان مدفون ہوئے۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کی خلافت پر ایک نظر :حضرت امیر معاویہ ؓ کی سلطنت کو جس کا زمانہ بیس سال ہے' ضرور کامیاب سلطنت کہا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے زمانہ خلافت میں کوئی مدعی سلطنت اور ان کا رقیب ان پر خروج نہیں کر سکا۔ ان کے زمانے میں مشرق' مغرب' شمال اور جنوب ہر طرف اسلامی حکومت کے رقبہ نے وسعت پائی۔ کوئی ملک اور کوئی علاقہ سلطنت اسلامیہ سے خارج نہیں ہوا۔ کوئی ایسی بغاوت اس عرصہ میں نہیں پھوٹی جو قابل تذکرہ ہو۔ ملک میں ڈاکہ زنی اور شورش جیسی کہ حضرت علی ؓ کے زمانے میں عراق وایران کے اندر پائی جاتی تھی' باقی نہیں رہی۔ مسلمانوں نے بحری لڑائیاں لڑنی شروع کیں اور مسلمانوں کی بحری طاقت کا لوہا بھی رومیوں اور عیسائیوں نے مانا۔ ان کے زمانے میں زیاد بن ابی سفیان اور بعض دوسرے عالموں نے عراقیوں اور ایرانیوں پر کسی قدر سختی اور تشدد کو روا رکھا لیکن ان عراقیوں اور ایرانیوں پر اگر یہ سختی اور تشدد نہ ہوتا تو ظلم تھا اور امیر معاویہ ؓ کی حکومت کا ایک نقص سمجھا جاتا۔ مسلمانوں پر سب سے پہلے امیر معاویہ ؓ نے برید مقرر کئے اور ان کے لیے ایک نظام اور آئین مقرر فرمایا جس کو محکمہ ڈاک کہا جاتا ہے۔ سب سے پہلے احکام پر مہر لگانے اور ہر حکم کی نقل دفتر میں محفوظ رکھنے کا طریقہ انہوں نے ایجاد کیا اور امیر معاویہ ؓ کی مہر پر **لکل عمل ثواب** کندہ تھا۔ خانہ کعبہ پر اب تک غلاف پہلے غلافوں کے اوپر ہی چڑھائے جاتے تھے' انہوں نے تمام غلافوں کو اتروادیا اور حکم دیا کہ جب نیا غلاف چڑھایا جائے تو پرانا غلاف اتار لیا جائے۔ اسلام میں سب سے پہلے امیر معاویہ ؓ ہی نے پہرہ دار اور دربان مقرر کئے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے محکمہ ڈاک ورجسٹری قائم کیا۔ سب سے پہلے انہوں ہی نے جہازات بنائے اور بحری فوج تیار کی۔

حضرت امیر معاویہ ؓ اپنی حکومت قائم کرنے اور اپنی قوم اور خاندان کے اقتدار کو بنوہاشم پر فائق کرنے کے ضرور خواہش مند تھے لیکن ساتھ ہی وہ اپنی اس خواہش کے پورا کرنے میں کسی ایسے شخص کو چیرہ دستی کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے جو بنوامیہ اور بنوہاشم یا معاویہ اور علی ؓ دونوں کا یکساں دشمن ہو یا سلطنت عثمانیہ کو نقصان پہنچانا چاہتا ہو۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ ؓ کے درمیان مخالفت کی آگ

Marfat.com

مشتعل تھی۔ عیسائیوں کی ایک زبردست فوج نے ایران کے شمالی صوبوں پر جو حضرت علیؓ کی حکومت میں شامل تھے' حملہ کرنااور مسلمانوں کی نااتفاقی سے خود فائدہ اٹھاناچاہا۔ حضرت علیؓ اس علاقے کو جس پر عیسائیوں کا حملہ ہونے والا تھا' بچانے کی کوشش نہیں کر سکتے تھے۔ اگر عیسائیوں کا یہ حملہ ہوتا تو سلطنت اسلامیہ کا ایک وسیع ٹکڑا کٹ کر عیسائی حکومت میں شامل ہو جاتا۔ عیسائی حضرت علیؓ کی مشکلات سے واقف اور امیر معاویہؓ کی طرف سے مطمئن تھے کیونکہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی مخالفت اور ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی بھی وہ دیکھ رہے تھے۔ ان کو توقع تھی کہ امیر معاویہؓ ہماری حملہ آوری سے خوش ہوں گے جو حضرت علیؓ کے خلاف کی جائے گی لیکن حضرت امیر معاویہؓ نے اس خبر کے سنتے ہی عیسائی قیصر کی توقع کے خلاف ایک خط قیصر کے نام بھیجا۔ جس میں لکھا تھا کہ ہماری آپس کی لڑائی تم کو دھوکے میں نہ ڈالے۔ اگر تم نے حضرت علیؓ کی طرف رخ کیا تو علیؓ کے جھنڈے کے نیچے سب سے پہلا سردار جو تمہاری گوشمالی کے لیے آگے بڑھے گا وہ معاویہؓ ہوگا۔ اس خط کا اثر اس سے بھی زیادہ ہوا جو ایک زبردست فوج کے بھیجنے سے ہوتا اور عیسائیوں نے اپنا ارادہ فسخ کر دیا۔

حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفتوں کی وہ حیثیت اور وہ حقیقت ہرگز نہ تھی جو آج کل جہالت کی وجہ سے مسلمانوں میں مشہور ہے۔ اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لیے ہم کو یہ بات فراموش نہیں کر دینی چاہیے کہ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالبؓ امیر معاویہؓ کے مصاحب تھے اور امیر معاویہؓ کے بھائی زیاد بن ابی سفیان' حضرت علیؓ کی طرف سے فارس کے گورنر مقرر تھے۔ حضرت علیؓ کو زیاد بن ابی سفیان پر پورا اعتماد تھا اور امیر معاویہؓ کو عقیل بن ابی طالبؓ سر دربار برا بھلا کہہ سکتے تھے اور ہمیشہ امیر معاویہؓ کی طرف سے مورد الطاف رہتے تھے۔

ایک خدشہ کا جواب: حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت کا تذکرہ ختم کرنے سے پیشتر ایک خدشہ کا جواب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے تربیت کردہ آپ کے اہل بیت میں شامل آپ کے ساتھ ہمیشہ رہنے والے اور آپ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ آنحضرت ﷺ کے کاتب وحی' آپ کے دوست' آپ کے سالے یعنی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی اور نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ ان دونوں یعنی علی و معاویہؓ میں مخالفت اور لڑائی کیوں ہوئی' پھر عمرو بن العاص' طلحہ' زبیر' حضرت عائشہ وغیرہ صحابہؓ کی ایک معقول تعداد نے ان آپس کی مخالفتوں اور لڑائی جھگڑوں میں کیوں حصہ لیا۔ صحابہ کرامؓ کے ان مشاجرات اور آج کل کی دنیاداروں کی لڑائیوں میں بظاہر کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ پس کیوں نہ تسلیم کیا جائے کہ ان لوگوں پر صحبت نبوی کا وہ اثر نہیں ہوا جو ہونا چاہیے تھا۔ اس خدشہ کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک صحابی یقیناً نجم ہدایت ہے اور اس بزرگ و برتر پاک جماعت پر صحبت نبوی کا بے شبہ وریب وہی اثر ہوا ہے جو ہونا چاہیے تھا۔ ہماری کوتاہ فہمی اور تنگ نظری ہے کہ ہمارے قلوب اس قسم کے شکوک و شبہات کا مقام و مسکن بن جاتے ہیں۔

Marfat.com

سنو اور غور سے سنو کہ آنحضرت محمد ﷺ جو شریعت لے کر آئے اس میں نوع انسان کی بہبود و فلاح کے جمیع اصول اتم و اکمل طور پر موجود ہیں۔ آپ نے اس کامل و مکمل شریعت کی تعلیم و تبلیغ کا فرض پورے طور پر انجام دیا۔ اس شریعت کے بعد اب قیامت تک کوئی دوسری شریعت نازل ہونے والی نہیں جب کہ اس شریعت کا دامن قیامت کے دامن سے ملا ہوا ہے اور نوع انسان کو اپنی سعادت اور صلاح و فلاح تک پہنچنے کے لیے اسی شریعت کی احتیاج ہے تو اس جیسی عظیم الشان اور کامل شریعت کو دوسری شریعتوں کی مانند بگڑنے اور خراب ہونے سے بچانے کے لیے کوئی ایسا ہی عظیم الشان سامان اور بندوبست بھی ہونا ضروری تھا۔ چنانچہ نوع انسان کی تسکین کی خاطر اور اطمینان قلب کے لیے اللہ تعالیٰ نے خود ارشاد فرمایا کہ ﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴾ پس معلوم ہوا کہ اس شریعت کی حفاظت کے سامان اللہ تعالیٰ خود ہی حسب ضرورت پیدا کرتا رہے گا اور اس ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں ہم نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شریعت حقہ کی حفاظت کے سامان خود ہی پیدا کئے ہیں۔ جس طرح ہم نے رحم مادر میں اپنی حفاظت کے سامان خود ہی تجویز اور فراہم نہیں کئے تھے۔ جس طرح اپنی کھیتوں کو سرسبز رکھنے کے لیے سمندر سے بخارات اٹھانے' بادل بنانے' ہوائیں چلانے اور مینہ برسانے کا مشورہ ہم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیا تھا۔ اسی طرح ہمارا کیا حق ہے کہ ہم اسلامی شریعت کی حفاظت کے سامان اور طریقے خود تجویز کریں اور اللہ تعالیٰ کو مجبور کرنے کی جرات کریں کہ وہ فلاں طریقہ استعمال کرے اور فلاں سامان کو کام میں نہ لائے۔

ہمارا تو جی چاہتا ہے کہ آسمان سے پکی پکائی روٹیاں برس جایا کریں اور سالن کی پکی پکائی دیگچیاں زمین سے خود بخود ابل پڑا کریں لیکن اللہ تعالیٰ ہماری اس خواہش کا پابند و ماتحت نہیں بن سکتا۔ اس نے تمازت آفتاب سے سمندروں کے پانی کو بھاپ بنایا' کرہ ہوائی کی بلندیوں نے بادلوں کو اپنے کاندھوں پر اٹھایا' ہواؤں نے چل کر ان بادلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچایا اور طبقات ہوا کی حرارت و برودت نے تغیرات پیدا کر کے بادلوں کو برسایا۔ کاشت کاروں نے زمین کو اپنے بیلوں اور آلات کشاورزی کے ذریعہ نرم کیا۔ بیج بکھیرا' بادلوں سے بارش ہوئی' درخت اگے' ان کی حفاظت کی گئی' پک جانے کے بعد کھیتی کاٹی گئی۔ غلہ اور بھس الگ کیا گیا' غلہ کو چکی میں پیس کر آٹا تیار ہوا' پھر اس کو گوندھا گیا' پھر خاص صنعت کے ذریعہ روٹی پک کر تیار ہوئی۔ غور کرو اور سوچو کہ ایک روٹی کے مہیا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر طویل و پیچیدہ کاموں کا سلسلہ فرمایا ہے۔

مگر یہ ہماری حماقت اور کج فہمی ہو گی اگر ہم اللہ تعالیٰ کو ملزم ٹھہرائیں اور اپنے مجوزہ اختصار کو ترجیح دیں۔ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو طوالت پسندی سے مہتم کرنا حقیقتاً ہماری نابینائی اور بے بصیرتی ہے کیونکہ وہ لاتعداد حکمتیں جو اس سلسلہ کار اور پیچیدہ راہ عمل میں مضمر ہیں' ہماری چشم کوتاہ و فہم ناتمام سے مستتر ہیں۔

اس تمہید کو ذہن میں رکھ کر سوچو گے تو یقیناً تسلیم کر لو گے کہ صحابہ کرامؓ کے مشاجرات درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سامان تھا' حفاظت شریعت کا اور آنحضرت ﷺ کا یہ ارشاد کہ اختلاف امتی رحمۃ ایک باب تھا' حق و حکمت کا لیکن ہم نالائقوں نے رحمت کو اپنے لیے زحمت بنالیا اور بجائے اس کے کہ

Marfat.com

بصیرت اندوز و عبرت آموز ہوتے' گمراہی اور بے راہ روی میں مبتلا ہو گئے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کے تمام اختلافات ان کے اجتہادات پر مبنی تھے۔ ان میں سے اگر کسی سے غلطی بھی ہوتی تو وہ اجتہادی غلطی تھی۔ نیت اور ارادے پر مبنی نہ تھی۔ ان میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو دیدہ و دانستہ شریعت اسلام اور احکام الٰہی و ارشادات نبویؐ کی مخالفت پر آمادہ ہو سکتا۔

حضرت علیؓ نے جو کچھ کیا' اپنے نزدیک حق سمجھ کر کیا۔ اسی طرح حضرت امیر معاویہؓ جو کچھ کرتے تھے اپنے آپ کو حق و راستی پر سمجھ کر کرتے تھے۔ یہی حالت دوسرے صحابہ کرامؓ کی تھی۔ جس نے جس کو حق سمجھا وہ اسی کا طرفدار و حامی بن گیا اور یہ سب کچھ منشائے الٰہی کے ماتحت ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اندرونی جھگڑے پیدا کر کے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت کو تو ان کاموں میں مصروف کر دیا اور دوسری جماعت نے ان آپس کے تنازعات سے بددل ہو کر حکومت و سلطنت کے کاموں سے بالکل بے تعلقی اختیار کر کے تنہائی و گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب تک یہ اندرونی اختلافات پیدا نہیں ہوئے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی تمام تر کوشش و ہمت کفار کا مقابلہ کرنے اور جنگ و پیکار کے میدانوں میں کامیابی حاصل کرنے میں صرف ہوتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کی خلافتوں کا تمام زمانہ ایسی معرکہ آرائیوں اور جنگ آزمائیوں سے پر ہے کہ صحابہ کرامؓ کے تمام طبقات کی نگاہیں میدان کارزار اور فتوحات ملکی کی طرف لگی رہتی تھیں۔ ان دونوں متبرک خلافتوں کے زمانہ میں بھی اگرچہ جمع قرآن کا کام انجام دیا گیا جو اسی ابتدائی زمانہ میں ہونا چاہیے تھا لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ صحابہ کرامؓ کی کوئی معقول تعداد اور بزرگ جماعت یک سو ہو کر اور فارغ بیٹھ کر اپنی تمام تر توجہ اور پوری مفاہمت فقہی مسائل کی ترتیب و تنظیم اور احادیث نبوی کی حفاظت و تبلیغ میں صرف کر سکے۔

مدینہ منورہ ایک ایسا فوجی کیمپ بنا ہوا تھا جس کے شہنشاہ نشین خیمہ میں گویا میدان جنگ کے نقشے ہر وقت کھلے رہتے اور بڑے بڑے مدبر جنگی پالیسی متعین کرنے اور سرداران لشکر کی نقل و حرکت کے پروگرام تیار کرنے میں مصروف نظر آتے تھے۔ جوں جوں فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا تھا' یہ جنگی مصروفیت بڑھتی جاتی تھی اور وہ لوگ جو ایک استاد کی حیثیت سے درس شریعت دیتے اور نکات حکمت سمجھاتے' تلواروں کے گھاٹ اور تیروں کی پرورست کرنے میں مصروف اور نیزوں کی انی کے مقابلے میں اپنے سینوں کو سپر بنانے میں زیادہ مشغول ہوتے جاتے تھے۔ اس جنگی مظاہرہ کی بھی اس زمانے کی دنیا میں اسلام کو قائم رکھنے اور مسلمانوں کو بے خوف بنانے کے لیے بے حد ضرورت تھی۔ خلافت عثمانیہ میں وہ مطلوبہ حالت پیدا ہو گئی اور اسلام تمام دنیا میں ایک غالب مذہب اور زبردست طاقت تسلیم کر لیا گیا۔ اب ضروری اس امر کی تھی کہ اسلام کا مکمل نظام اور شریعت کے تمام پہلو محفوظ و مامون ہو جائیں اور صحابہ کرامؓ کی محترم جماعت کو موقع و فراغت میسر ہو کہ وہ اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے تابعین کی ایک ایسی جماعت تیار کر سکیں جو ان کے بعد اوروں کو تعلیم دے سکے اور یہ سلسلہ آئندہ جاری رہ کر اسلام کی حفاظت کا موجب ہو۔ پس اللہ بزرگ و برتر نے اپنی قدرت کاملہ سے عبداللہ بن سبا اور اس کے اتباع یعنی مسلم نما یہودیوں کی ایک جماعت پیدا کر کے حضرت عثمانؓ کی شہادت'

Marfat.com

جنگ جمل اور جنگ صفین کے سامان یکے بعد دیگرے مہیا کر دیئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے صحابی جو میدان جنگ میں رستم واسفندیار کے کارناموں کو حقیر ثابت کر رہے تھے۔ اپنی اپنی کمانوں اور تلواروں کو توڑ کر گھروں میں آبیٹھے اور سپہ سالاری کے کام سے جدا ہو کر معلّمی کے کام میں مصروف ہو گئے۔

گزشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ فاتح ایران جن کی سپہ سالاری میں جنگ قادسیہ کا خون ریز میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا تھا' ان اندرونی اختلافات کے وقت گوشہ نشینی وگمنامی کی زندگی اپنے لیے پسند کر کے اونٹوں' بکریوں کے ریوڑ کی نگہداشت میں مصروف ہو گئے تھے۔ یہی حالت اور بھی بہت سے صحابہ ؓ کی تھی۔ فتوحات کا سلسلہ رکنے اور اندرونی مخالفتیں برپا ہونے کے بعد بہت سے صحابہ ؓ شمشیر و تیر کے استعمال کو برا سمجھنے لگے۔ حالانکہ اور کوئی صورت ایسی ممکن ہی نہ تھی کہ ان کو میدان جنگ کی صف اول سے ہٹا کر پیچھے لایا جا سکتا۔

حضرت عبداللہ بن عمر ؓ وہ شخص تھے جن کو خلیفہ وقت تسلیم کرنے کے لیے تمام عالم اسلام متفق اور ہم آہنگ ہو سکتا تھا لیکن ان اندرونی جھگڑوں نے ان کو بالکل گوشہ گزین اور زاویہ نشین بنا دیا تھا۔ اس کتاب میں جن لوگوں کے نام اب تک تم بار بار پڑھ چکے ہو' ان میں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو کسی نہ کسی حیثیت سے اندرونی اختلافات میں شریک تھے لیکن صحابہ کرام ؓ کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی بھی تھی جنہوں نے ان جھگڑوں میں کوئی حصہ نہیں لیا اور اسی لیے ان کا نام ان واقعات میں نہیں لیا جا سکتا۔ اس عظیم الشان جماعت نے ان اختلافات کے زمانے میں ان لوگوں کو جو ادب و عقیدت لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے' شریعت اسلام کی حقیقت سمجھائی اور سیرت نبوی ﷺ سے ان کو آگاہ کیا۔ ان میں سے ہر ایک شخص ایک مدرس اور لوگوں کو حقیقت شرع سمجھانے میں مصروف تھا۔

مدینہ منورہ مہاجرین وانصار کا گہوارہ اور اس کے بعد خانہ کعبہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ دوسرا مرکز اسلام تھا۔ جب تک صحابہ کرام ؓ کو تعلیم و تدریس کی فرصت میسر نہ تھی' مدینہ منورہ دارالخلافہ رہا لیکن جب اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام ؓ سے تعلیم اسلام کا کام لینا چاہا تو مدینہ منورہ سے مرکز خلافت ہٹا دیا اور وہ مدینہ جو کچھ دنوں پہلے جنگی طاقت کا مرکز اور فوجی کیمپ بنا ہوا تھا' ایک دارالعلوم کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں کو تحقیق و تدقیق کی نگاہ سے دیکھو تو یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ حدیث و فقہ اور تفسیر کا تمام تر مواد صرف اسی زمانے کا رہین منت ہے جس زمانہ میں کہ صحابہ کرام ؓ کے درمیان مشاجرات برپا تھے۔

اگر یہ مشاجرات برپا نہ ہوتے' اگر حضرت امیر معاویہ اور حضرت علی ؓ کی معرکہ آرائیاں نہ ہوتیں تو ہم آج شریعت اسلام کے ایک بڑے اور ضروری حصے سے محروم و تہی دست ہوتے۔ مگر یہ کیوں ہونے لگا تھا۔ اللہ تعالیٰ خود اس دین کا محافظ و نگہبان ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس نے وہ سامان یعنی حضرت علی اور امیر معاویہ ؓ میں اختلاف پیدا کیا۔ اب اسی مذکورہ مدعا کے ایک دوسرے پہلو پر نظر کرو۔ ہر ایک حکومت' ہر ایک سلطنت اور ہر ایک نظام تمدن کے لیے جس جس قسم کی رکاوٹیں' دقتیں اور پیچیدگیاں

Marfat.com

پیدا ہونی ممکن ہیں اور آج تک دنیا میں دیکھی گئی ہیں۔ ان سب کے نمونے حضرت امیر معاویہ اور حضرت علیؓ کے مشاجرات میں موجود ہیں۔ ان مشکلات کے پیدا ہونے پر عام طور پر حکمرانوں' حکمراں خاندانوں اور بادشاہوں نے آج تک جن اخلاق اور جن کوششوں کا اظہار کیا ہے' ان سب سے بہتر اور قابل تحسین طرز عمل وہ ہے جو صحابہ کرامؓ نے ایسی حالتوں میں ظاہر کیا۔ سلطنتوں کے بننے اور بگڑنے' قوموں کے گرنے اور ابھرنے' خاندانوں کے ناکام رہنے اور بامراد ہونے کے واقعات سے اس دنیا کی تمام تاریخ لبریز ہے۔ چالاکیوں' ریشہ دوانیوں اور فریب کاریوں کے واقعات سے کوئی زمانہ اور کوئی عہد حکومت خالی نظر نہیں آتا۔ ان سب چیزوں کے متعلق ہم جب تلاش کرتے ہیں تو حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی مخالفتوں کی روئداد ہمارے سامنے یکجا سب کے نمونے پیش کر دیتی ہے اور ہم اپنے لیے بہترین طرز کار اور اعلیٰ ترین راہ عمل تجویز کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ یہ ہماری نابینائی اور بدنصیبی ہے کہ ہم نے صحابہ کرامؓ کی اجتہادی مخالفتوں اور حضرت امیر معاویہ و حضرت علیؓ کے مشاجرات کو بجائے اس کے کہ اپنے لیے موجب عبرت و بصیرت اور باعث خیر و نافع بناتے' اپنی نااتفاقی و درندگی اور اپنی فلاکت و نکبت کا سامان بنالیا۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود آنچہ گیرد کاملے ملت شود

مندرجہ بالا سطور کی نسبت شاید اعتراض کیا جائے کہ تاریخ نویسی کی حدود سے باہر قدم رکھا گیا ہے لیکن میں پہلے ہی اقرار کر چکا ہوں کہ میں لامذہب مورخ بن کر اس کتاب کو نہیں لکھ رہا۔ میں مسلمان ہوں اور مسلمانوں ہی کے مطالعہ کی غرض سے میں نے اس کتاب کو لکھنا شروع کیا ہے۔ لہذا اس اظہار خیال سے کوئی چیز مجھ کو روک نہیں سکتی تھی۔

اب حضرت امیر معاویہؓ کے حالات ختم کرنے سے پیشتر ان الفاظ کا نقل کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جو آنریبل سید امیر علی صاحب سابق جج ہائی کورٹ کلکتہ نے جن کو شیعہ اور معتزلی کہا جاتا ہے' اپنی کتاب تاریخ اسلام میں مسعودی کے حوالے سے درج کئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہؓ روزانہ نماز فجر کے بعد مقامی فوج دار یا کپتان پولیس کی رپورٹ سنتے۔ اس کے بعد وزراء اور مشیران و مصاحبین خاص' امور سلطنت اور مہمات ملکی سرانجام دہی کے لیے حاضر ہوتے۔ اسی مجلس میں پیش کاروبار اور محکمہ جات کے ناظم صوبہ جات سے آئی ہوئی رپورٹیں اور تحریریں سناتے۔ ظہر کے وقت نماز ظہر کی امامت کے لیے وہ محل سے باہر نکل جاتے اور نماز پڑھا کر مسجد ہی میں بیٹھ جاتے۔ وہاں لوگوں کی زبانی فریادیں سنتے' عرضیاں لیتے۔ اس کے بعد محل میں واپس آکر رئیسوں کو شرف ملاقات بخشتے' پھر دوپہر کا کھانا کھاتے اور تھوڑی دیر قیلولہ کرتے' نماز عصر سے فارغ ہو کر وزیروں' مصاحبوں اور مشیروں سے ملاقات کرتے۔ شام کے وقت سب کے ساتھ دربار میں کھانا کھاتے اور ایک مرتبہ لوگوں کو ملاقات کا موقع دے کر آج کا کام ختم کر دیتے۔

بحیثیت مجموعی حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں سلطنت کے اندر اور باہر فتوحات کا سلسلہ قائم رہا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کا قول ہے کہ میں نے امیر معاویہؓ سے بڑھ کر مستقل مزاج و بردبار شخص نہیں دیکھا۔

Marfat.com

ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ میں امیر معاویہؓ کی مجلس میں موجود تھا اور وہ مسند پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ان کے پاس تحریری رپورٹ پہنچی کہ قیصر روم اپنی فوج کے ساتھ حملہ آور ہونا چاہتا ہے۔ امیر معاویہؓ نے اس کاغذ کو پڑھ کر میری طرف ڈال دیا۔ میں نے پڑھا اور منتظر رہا کہ دیکھوں اب یہ کیا کہتے ہیں مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور کچھ نہ کہا۔ تھوڑی دیر میں ایک اور تحریر پہنچی کہ نائل بن قیس جو خوارج کا ایک سردار ہے اس نے ایک جمعیت فراہم کر لی ہے اور فلسطین پر حملہ کرنا چاہتا ہے۔ امیر معاویہؓ نے اس تحریر کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور کچھ نہ کہا۔ میں اس تحریر کو پڑھ کر اور بھی زیادہ منتظر ہوا کہ اب یہ کیا کہتے ہیں مگر وہ اسی طرح بیٹھے رہے اور ان کے چہرہ سے کوئی تغیر محسوس نہ ہوا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک تیسرا خط پہنچا کہ موصل کے جیل خانہ کو توڑ کر خوارج قیدی فرار ہو گئے اور موصل کے قریب ان کا اجتماع ہو رہا ہے۔ امیر معاویہؓ نے یہ تحریر بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دی اور اسی طرح تکیہ لگائے بیٹھے رہے۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور خط پہنچا کہ حضرت علیؓ ایک بڑی فوج کے ساتھ شام پر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ اس خط کو بھی پڑھ کر میری طرف پھینک دیا اور اسی طرح بیٹھے رہے۔

مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے کہا کہ چار طرف سے غم کی خبریں آئیں ہیں' اب آپ کیا کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ قیصر اگرچہ بڑی فوج رکھتا ہے لیکن وہ مجھ سے صلح کر کے واپس چلا جائے گا۔ نائل بن قیس اپنے مذہب اور عقیدہ کی وجہ سے جنگ کرتا ہے۔ وہ جس ایک شہر پر قابض ہو گیا ہے' چاہتا ہے کہ اس کو اپنے قبضے میں رکھے۔ میں اس کو چھوڑ دوں گا تاکہ وہ اسی میں مشغول رہے۔ وہ خوارج جو جیل خانہ توڑ کر بھاگ گئے ہیں' اللہ تعالیٰ کے قید خانے سے کہاں بھاگ کر جائیں گے لیکن حضرت علیؓ کے معاملہ میں ہم کو سوچنے اور تدبیر کرنے کی ضرورت ہے کہ کس طرح ان سے خون عثمانؓ کا بدلہ لیا جائے۔ اس کے بعد وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت ہر ایک معاملہ کے متعلق بندوبست کر کے احکام جاری کر دیئے اور پھر بدستور سابق تکیہ لگا کر بیٹھ گئے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے ملک شام میں امیر معاویہؓ کے شان و شکوہ کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ جس طرح ایران میں کسریٰ اور روم میں قیصر ہے' اسی طرح عرب میں معاویہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کی حکومت کا سلسلہ اب ختم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت صحابہ کرامؓ کی سب سے آخری حکومت و سلطنت ہو گی جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آنے والا ہے۔

یزید بن معاویہ

ابو خالد یزید بن معاویہ بن ابی سفیان سنہ ۶۵ھ یا سنہ ۶۶ھ میں جب کہ حضرت امیر معاویہؓ تمام ملک شام کے حاکم تھے' پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام میسون بنت بحدل تھا جو قبیلہ بنو کلب میں سے تھی۔ نہایت موٹا تازہ آدمی تھا اور اس کے جسم پر بال بہت تھے۔ یزید نے پیدا ہوتے ہی حکومت و امارت کے گھر میں آنکھیں

Marfat.com

کھولی تھیں۔ حضرت امیر معاویہؓ بہت ذی ہوش و مآل اندیش شخص تھے۔ انہوں نے یزید کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص طور پر اپنی توجہ منعطف رکھی تھی۔ ایک یا دو مرتبہ اس کو امیر حج بھی بنا کر بھیجا گیا تھا۔ فوجی لشکر کی سرداری بھی اس کو دی تھی۔ قسطنطنیہ کے حملے اور محاصرے میں بھی وہ ایک حصہ فوج کا سردار تھا۔ اس کو شکار کا بہت شوق تھا۔ امیر معاویہؓ کے مرض الموت میں وہ دمشق کے اندر موجود نہ تھا۔ آدمی بھیج کر اس کو بلوایا گیا اور امیر معاویہؓ نے اس کو وصیت کی لیکن اس وصیت کے بعد ہی وہ باپ کے مرض کو خطرناک نہ سمجھ کر پھر شکار میں چلا گیا۔ چنانچہ جب حضرت امیر معاویہؓ فوت ہوئے تو وہ دمشق میں موجود نہ تھا۔ کئی دن کے بعد واپس آیا اور ان کی قبر پر نماز جنازہ پڑھی۔ شعر و شاعری میں بھی اس کو دست گاہ کامل حاصل تھی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی زندگی میں اس کے لیے بیعت ہو چکی تھی لیکن اکثر لوگ اسی وجہ سے اور بھی زیادہ اس کی طرف سے نقبض اور دل سے ناراض تھے۔ مدینہ منورہ کے بعض اکابر نے تو بیعت سے قطعی انکار ہی کر دیا تھا۔

حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لیے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی۔ یہ غلطی غالبا محبت پدری کے سبب ان سے سرزد ہوئی لیکن مغیرہ بن شعبہؓ کی غلطی ان سے بھی بڑی ہے کیونکہ اس غلطی کا خیال اور اس پر عامل ہونے کی جرات مغیرہ بن شعبہؓ ہی کی تحریک کا نتیجہ تھا۔ اسی لیے حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ نے مسلمانوں میں ایک ایسی رسم جاری ہونے کا موقع پیدا کر دیا' جس سے مشورہ جاتا رہا اور باپ کے بعد بیٹا بادشاہ ہونے لگا۔

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اہل شام نے تو بلا تامل بطیب خاطر یزید کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ دوسرے صوبے کے لوگوں نے بھی عمال کے ذریعہ بیعت کی اور رعب سلطنت کے مقابلے میں انکار کی جرات نہ کر سکے۔ یزید نے تخت حکومت پر بیٹھتے ہی صوبوں اور ولایتوں کے عالموں کو لکھا کہ لوگوں سے میرے نام پر بیعت لو۔ اس زمانہ میں مدینہ کے والی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان اور کوفہ کے والی نعمان بن بشیرؓ تھے۔ یہ دونوں عامل نیک طبیعت اور صلح جو انسان تھے۔ ان دونوں کے مزاج میں سختی درشتی دوسرے عالموں کے مقابلے میں بالکل نہ تھی۔

جب یزید کا حکم مدینہ میں ولید بن عتبہ کے پاس پہنچا۔ ولید نے اکابر مدینہ کو جمع کر کے یزید کا خط سنایا۔ حسنؓ نے امیر معاویہؓ کی وفات کا حال سن کر اظہار افسوس کیا اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی اور ولید سے کہا کہ ابھی میری بیعت کے لیے جلدی نہ کیجئے۔ میں سوچ کر فیصلہ کروں گا۔ مروان بن حکم جو پہلے مدینہ کا عامل اور اب ولید بن عتبہ کی ماتحتی میں بطور مشیر موجود تھا' اس نے ولید کو ترغیب دی کہ حسینؓ سے اسی وقت بیعت لے لی جائے اور ان کو جانے نہ دیا جائے لیکن ولید نے مروان کے مشورہ کو قبول نہ کیا اور ان کی بیعت کو اگلے دن پر ملتوی رکھا۔

عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے پاس نہیں آئے تھے' ان کو بلوایا گیا۔ انہوں نے آنے سے انکار کیا اور ایک شب کی مہلت طلب کی۔ ان کو بھی ولید نے مہلت دے دی۔ رات کو موقع پا کر عبداللہ بن زبیرؓ معہ اہل و

Marfat.com

مدینہ سے یزید کے پاس چلے گئے۔ ادھر مکہ پر عبداللہ بن زبیرؓ کے قابض ہو جانے اور حارث کے قید ہونے کی کیفیت حارث بن خالد نے جو مکہ میں موجود تھے اور اپنے گھر سے باہر نہ نکلتے تھے' لکھ کر یزید کے پاس روانہ کی۔ مکہ کی حالت سے واقف ہو کر یزید نے عمرو بن سعید کو لکھا کہ مکہ جا کر عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کرو اور پابہ زنجیر میرے پاس روانہ کر دو۔ عمرو نے ایک زبردست فوج مکہ کی جانب بھیجی۔ وہاں لڑائی ہوئی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کو فتح حاصل ہوئی اور مدینہ سے آئی ہوئی فوج کا سپہ سالار گرفتار ہو کر قید ہوا۔

کوفہ والے حضرت امیر معاویہؓ ہی کے زمانے میں حضرت حسینؓ کے ساتھ خط و کتابت رکھتے اور بار بار لکھتے رہتے تھے کہ آپ کوفہ میں چلے آئیں۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے۔ کوفہ والوں کی ان خفیہ کارروائیوں اور ریشہ دوانیوں سے امیر معاویہؓ بھی واقف تھے۔ حضرت حسنؓ کوفہ والوں کی عادت کا نہایت صحیح اندازہ رکھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے فوت ہوتے وقت حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ تم کو کوفہ والوں کے فریب میں نہیں آنا چاہیے۔ ادھر امیر معاویہؓ یزید کو بتا گئے تھے کہ کوفہ والے حسینؓ کو ضرور خروج پر آمادہ کریں گے۔ اگر ایسی ضرورت پیش آئے اور تم حسینؓ پر قابو پاؤ تو ان کے ساتھ رعایت کا برتاؤ کرنا۔ چونکہ مکہ کی حکومت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ لہذا حضرت حسینؓ کی توجہ اب کوفہ کی طرف زیادہ مبذول رہتی تھی۔ کوفہ میں جب وہاں کے حاکم نعمان بن بشیرؓ کے پاس یزید کا خط پہنچا اور عام طور پر امیر معاویہؓ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو شیعان بنو امیہ نے فوراً نعمان بن بشیرؓ کے ہاتھ پر خلافت یزید کی بیعت کی لیکن شیعان علی اور شیعان حسین نے جو پہلے ہی سے حسینؓ کو کوفہ میں بلانے کی کوشش کر رہے تھے' بیعت میں تامل کیا اور سلیمان بن صرد کے مکان میں جمع ہوئے۔ سب نے اس قرارداد پر اتفاق کیا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور حسینؓ کو کوفہ میں بلایا جائے۔ ابھی یہ خفیہ مشورے ہو ہی رہے تھے کہ انہوں نے سنا کہ حسین مدینہ سے مکہ چلے گئے ہیں مگر وہاں اہل مکہ نے حسینؓ کو نہیں بلکہ عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنا حاکم بنا لیا ہے اور حسین مکے میں ہی موجود ہیں۔ اور حسینؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر اب تک بیعت نہیں کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے حسینؓ کے پاس ایک خط روانہ کیا کہ:

"ہم آپ کے اور آپ کے والد بزرگوار کے شیدائی اور بنو امیہ کے دشمن ہیں۔ ہم نے آپ کے والد ماجد کی حمایت میں طلحہ اور زبیر (ؓ) سے جنگ کی۔ ہم نے میدان صفین میں ہنگامہ کارزار گرم کیا اور شامیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ اب ہم آپ کے ساتھ مل کر بھی جنگ کرنے کو تیار ہیں۔ آپ فوراً اس خط کے دیکھتے ہی کوفہ کی طرف روانہ ہو جایئے۔ یہاں آیئے تاکہ ہم نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر کے کوفہ آپ کے سپرد کر دیں۔ کوفہ و عراق میں ایک لاکھ سپاہ موجود ہیں۔ وہ سب کے سب آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ ہم آپ کو حقدار خلافت یقین کرتے ہیں۔ یزید تو کسی طرح بھی آپ کے مقابلے میں خلافت کا استحقاق نہیں رکھتا۔ یہ موقع ہے دیر مطلق نہ کیجئے۔ ہم یزید کو قتل کر کے آپ کو تمام عالم اسلام کا تنہا خلیفہ بنانا چاہتے ہیں۔ ہمارے سر برآوردہ لوگوں نے یزید کے عامل یعنی نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے جمعہ کی نماز

Marfat.com

عیال مدینہ سے نکل گئے اور مدینہ کے معروف راستہ کو چھوڑ کر کسی غیر معروف راستے سے روانہ ہوئے۔ اگلے دن ان کی گرفتاری کے لیے مروان اور ولید تیس آدمیوں کا ایک دستہ لے کر نکلے مگر کہیں سراغ نہ ملا۔ شام کو واپس آگئے۔ یہ تمام دن چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کے تجسس میں گزرا۔ لہذا حسینؓ کی طرف کوئی توجہ نہ ہو سکی۔ اس دوسری شب میں حسینؓ بھی موقع پا کر مدینہ سے معہ اہل و عیال روانہ ہو گئے۔ صبح کو ان کی روانگی کا حال معلوم ہوا تو ولید نے کہا کہ میں حسینؓ کا تعاقب نہ کروں گا۔ ممکن ہے کہ وہ مقابلہ کریں اور مجھ کو ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑیں جو مجھ کو کسی طرح گوارا نہیں۔ ولید بن عتبہ نے ان دونوں صاحبوں کی روانگی کے بعد اہل مدینہ سے خلافت یزید کی بیعت لی۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ ہی نہ تھا کیونکہ انہوں نے کبھی خلافت کی خواہش ہی نہیں کی۔ ادھر یزید نے بھی لکھ دیا تھا کہ اگر عبداللہ بن عمرؓ بیعت نہ کریں تو ان سے کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ لہذا عبداللہ بن عمرؓ سے بیعت کے لیے کسی نے کچھ نہ کہا۔

عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباسؓ چند روز کے بعد مکہ کی طرف چلے گئے تھے۔ مکہ میں حارث بن حر کو یزید نے عامل بنا کر بھیج دیا تھا۔ عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علیؓ دونوں مکہ میں ساتھ ہی داخل ہوئے۔ ان کو دیکھتے ہی عبداللہ بن صفوان بن امیہ نے جو شرفائے مکہ میں سے تھے' ان کے ہاتھ پر بیعت کی' پھر اس کے بعد مکہ کے دو ہزار آدمیوں نے جو شرفاء و عمائدین شمار ہوتے تھے' عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے حارث کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور مکہ کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حضرت حسینؓ بھی مکہ میں موجود تھے۔ نہ انہوں نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی نہ عبداللہ بن زبیرؓ نے حضرت حسینؓ یا ان کے اہل خاندان سے بیعت لینی چاہی۔ اسی طرح جب عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباسؓ مکہ میں تشریف لے آئے تو ان سے بھی عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنی بیعت کے لیے کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ اپنا زیادہ وقت خانہ کعبہ میں مصروف عبادت رہ کر بسر کرتے تھے۔ ان چند حضرات کے سوا تمام اہل مکہ ان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے۔

حسینؓ سے عبداللہ بن زبیرؓ اکثر ملتے اور مشورہ بھی کرتے رہتے تھے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے لوگوں سے خلافت کی بیعت نہیں لی تھی بلکہ اس بیعت کا منشاء صرف یہ تھا کہ یزید کو خلیفہ تسلیم نہ کیا جائے اور جب تک خلیفہ عالم اسلام کے لیے متفقہ طور پر متعین نہ ہو اس وقت تک امن و امان اور انتظام قائم رکھنے کے لیے عبداللہ بن زبیرؓ مکہ کے حاکم تسلیم کئے جائیں لیکن حسینؓ کو یہ بات کچھ گراں گزرتی تھی کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو حکومت مکہ کیوں حاصل ہے۔ اس لیے کہ وہ اور ان کے اہل خاندان عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے نماز پڑھتے اور شریک جماعت نہ ہوتے تھے۔

ادھر عبداللہ بن زبیر اور حسین بن علیؓ کے مدینہ سے چلے جانے اور اہل مدینہ کے بیعت کر لینے کی کیفیت مروان نے یزید کے پاس لکھ کر بھیجی۔ یزید نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کر کے ان کی جگہ عمرو بن سعید بن عاص کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے بھیجا۔ عمرو بن سعید نے آکر مدینہ کی حکومت سنبھالی اور ولید بن عتبہ

Marfat.com

پڑھنی بھی ترک کردی ہے کیونکہ ہم امامت کا مستحق آپ کواور آپ کے نائبین کو سمجھتے ہیں"۔

حضرت حسین ؓ کے پاس مکہ میں اس مضمون کے خطوط مسلسل پہنچنے شروع ہوئے توانہوں نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو بلایا۔(یہ مسلم انہیں عقیل بن طالب کے بیٹے ہیں جو حضرت امیر معاویہ ؓ کے مصاحب خاص اور مشیر بااخلاص تھے)اور فرمایا کہ تم میرے نائب بن کر کوفہ میں جاؤ۔ پوشیدہ طور پر جاؤ' پوشیدہ طور پر کوفہ میں رہو اور میرے نام پر لوگوں سے پوشیدہ طور پر بیعت لو۔ جولوگ تمہارے ہاتھ پر بیعت کریں' ان کی تعداد اور خاص خاص کے نام خط میں لکھ کر میرے پاس روانہ کرو۔ تم اپنے آپ کو پنہاں رکھنے کی بہت کوشش کرواور ان لوگوں کو جو بیعت میں داخل ہوں سمجھاؤ کہ جب تک میں وہاں نہ پہنچوں' ہر گز لڑائی نہ کریں۔

مسلم نہایت احتیاط کے ساتھ کہ عبداللہ بن زبیر ؓ کو اطلاع نہ ہو سکے' مکہ سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں انہوں نے کچھ سوچا اور ایک خط حسین ؓ کو لکھا کہ مجھ کو اس کا انجام کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ آپ مجھ کو معاف رکھئے اور بجائے میرے کسی دوسرے شخص کو کوفہ کی طرف بھیجیں لیکن حسین ؓ نے ان کو خط لکھا کہ تم بزدلی کا اظہار نہ کرواور تم ہی کوفہ میں جاؤ۔ چنانچہ مسلم بن عقیل روانہ ہوئے اور کوفہ میں پہنچ کر مختار بن عبیدہ کے مکان پر اترے۔ اسی وقت یہ خبر شیعان علی میں پھیل گئی۔ لوگ جوق در جوق آ آکر بیعت ہونے شروع ہوئے۔ پہلے ہی دن بارہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔ مسلم نے حضرت حسین ؓ کے نام اپنے بخیریت پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال لکھا اور ان کو اطلاع دی کہ پہلے دن بارہ ہزار آدمی بیعت میں داخل ہوئے ہیں' جن میں سلطان بن صرد' مسیّب بن ناجیہ' رقاطہ بن شداد اور ہانی بن عروہ بھی شامل ہیں۔ آپ جب آئیں گے اور علانیہ بیعت لیناشروع کریں گے تو لاکھوں آدمی بیعت میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ خط حسین ؓ کے پاس قیس وعبدالرحمٰن دو شخص لے کر روانہ ہوئے۔ حسین ؓ اس خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے اور دونوں نامہ بروں کو فوراً واپس کر دیا اور کہلا بھجوایا کہ میں بہت جلد کوفہ پہنچتا ہوں۔ اب حضرت حسین ؓ نے یہ خیال کر کے کہ بصرہ میں حضرت علی ؓ کے گروہ کی کافی تعداد موجود ہے۔ اپنے ایک معتمد کو احنف بن مالک اور دوسرے شرفاء بصرہ کے نام خطوط دے کر بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ ان خطوط میں لکھا تھا کہ آپ کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے اور فوراً کوفہ پہنچ جانا چاہیے۔

کوفہ میں مسلم بن عقیل کے پہنچنے اور لوگوں کے بیعت کرنے کا حال جب عام طور پر مشہور ہو گیا تو عبداللہ بن مسلم الحضرمی' نعمان بن بشیر ؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے امیر خلیفہ وقت کے کام میں ایسی سستی نہیں کرنی چاہیے۔ آج کئی روز ہوئے مسلم بن عقیل کوفہ میں آکر لوگوں سے حسین بن علی ؓ کی خلافت کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ آپ کو چاہیے کہ مسلم کو قتل کر دیں یا گرفتار کر کے یزید کے پاس بھیج دیں اور جن لوگوں نے بیعت کی ہے ان کو بھی قرار واقعی سزا دیں۔ نعمان بن بشیر ؓ نے کہا کہ یہ لوگ جس کام کو مجھ سے چھپا کر کر رہے ہیں' میں اس کو آشکارا کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ جب تک یہ لوگ مقابلہ کے لیے نہ نکلیں گے میں

Marfat.com

ان پر حملہ نہ کروں گا۔ عبداللہ یہ جواب سن کر باہر آیا اور اسی وقت یزید کو ایک خط لکھا کہ:

"مسلم بن عقیل کوفہ میں آکر حسین بن علیؓ کی خلافت کے لیے بیعت لے رہے ہیں اور لوگ ان کے ہاتھ پر کثرت سے بیعت کر رہے ہیں۔ حسین بن علیؓ کے بھی آنے کی خبر ہے۔ نعمانؓ اس معاملے میں بڑی کمزوری دکھا رہے ہیں۔ آپ اگر ولایت کوفہ کو اپنے قبضہ میں رکھنا چاہتے ہیں تو کسی زبردست گورنر کو فوراً کوفہ میں بھیجیں تاکہ وہ آکر مسلم کو گرفتار کرے اور لوگوں سے بیعت فسخ کرائے اور حسین بن علیؓ کو کوفہ میں داخل ہونے سے روکے۔ اس کام میں اگر دیر ہوئی تو آپ کوفہ کو اپنے قبضہ سے نکلا ہوا سمجھئے"۔

اسی مضمون کے خطوط عمارۃ بن عقبہ اور ابی معیط نے بھی یزید کے نام روانہ کئے۔ ان خطوط کو پڑھ کر یزید بہت پریشان و فکر مند ہوا۔ سرجون نامی حضرت امیر معاویہؓ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ بھی بعض پیچیدہ باتوں اور اہم معاملات میں اس سے مشورہ لیا کرتے اور اس کے مشورہ سے فائدہ اٹھایا کرتے تھے۔ یزید نے اس کو بلایا اور عبداللہ بن الحضرمی کا خط دکھا کر مشورہ طلب کیا۔ اس جگہ جملہ معترضہ کے طور پر یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ یزید ہمیشہ زیاد بن ابی سفیان سے ناراض رہتا تھا۔ زیاد کے بعد وہ عبیداللہ بن زیاد سے بھی بہت ناخوش اور متنفر تھا۔ عبیداللہ بن زیاد کو امیر معاویہؓ نے بصرہ کا حاکم مقرر فرمایا تھا۔ یزید ارادہ کر رہا تھا کہ بصرہ کی حکومت سے عبیداللہ بن زیاد کو معزول کر کے اور کسی دوسرے شخص کو بصرہ کا حاکم بنائے۔ اب کوفہ سے یہ وحشت ناک خبریں آنے پر یزید نے جب امیر معاویہؓ کے آزاد کردہ غلام سے مشورہ طلب کیا تو اس نے عرض کیا کہ اس وقت عراق آپ کے قبضے سے نکلا چاہتا ہے۔ اگر آپ عراق کو بچانا چاہتے ہیں تو عبیداللہ بن زیاد کے سوا کوئی دوسرا شخص آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ میں جانتا ہوں کہ آپ کو یہ میرا مشورہ ناگوار گزرے گا مگر عبیداللہ بن زیاد کے سوا جس شخص کو بھی آپ کوفہ کی حکومت پر بھیجیں گے وہ کوفہ کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ ساتھ ہی میرا مشورہ یہ بھی ہے کہ جس طرح حضرت امیر معاویہؓ نے عبیداللہ کے باپ زیاد کو بصرہ و کوفہ دونوں ولایتوں کی حکومت سپرد کر رکھی تھی' اسی طرح آپ بھی عبیداللہ کو بصرہ و کوفہ دونوں ولایتیں سپرد کر دیں۔ بصرہ کے لیے کسی دوسرے حاکم کو انتخاب کرنے کی ضرورت نہیں۔ یزید نے یہ سن کر تھوڑی دیر تامل کیا' پھر فوراً عبیداللہ بن زیاد کے نام حکم نامہ لکھا کہ:

"ہم نے بصرہ کے ساتھ کوفہ کی ولایت بھی تم کو سپرد کی۔ اب تم کو چاہیے کہ اس حکم کے پہنچتے ہی بصرہ میں کسی کو اپنا نائب بنا کر چھوڑ دو اور خود بلا توقف کوفہ میں پہنچو۔ وہاں مسلم بن عقیل آئے ہوئے ہیں اور حسین کے لیے بیعت لے رہے ہیں۔ ان کو پکڑ کر قید یا قتل کرو اور جن لوگوں نے ان کی بیعت کی ہے' ان کو بھی اگر فسخ بیعت سے انکار کریں تو تلوار کے گھاٹ اتار دو اور اس قسم کے ہر ایک خطرہ کا بندوبست کر دو"۔

عبیداللہ بن زیاد کو یقین تھا کہ یزید مجھ کو بصرہ کی حکومت سے معزول اور برطرف کئے بغیر نہ رہے گا۔ اس کو پڑھ کر وہ حیران رہ گیا' پھر خوش بھی ہوا اور رنجیدہ بھی کیونکہ اس حکم کے پڑھنے سے اس کے دل میں یہ خطرہ بھی پیدا ہوا تھا کہ یزید اس بہانہ سے مجھ کو بصرہ سے نکالنا چاہتا ہے۔ تاہم اس نے اس حکم کی تعمیل کو

Marfat.com

مناسب سمجھااور اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود اگلے دن کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا عزم کیا۔ اتنے میں منذر بن الحارث اس کے پاس دوڑتا ہوا آیااور کہا کہ حسین بن علیؓ کا فرستادہ ایک شخص آیاہے اور آپ سے چھپا کر خفیہ طور پر لوگوں سے حسین کے لیے بیعت لے رہاہے۔ عبیداللہ بن زیاد نے یہ سن کر اسی رات میں دھوکے سے حضرت حسینؓ کے قاصد کو گرفتار کر لیااور اگلے دن لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا:

"حسین بن علیؓ کا ایک قاصد بصرہ میں آیاہے اور بہت سے لوگوں کے نام خطوط لایاہے۔ میں نے اس قاصد کو گرفتار کر لیاہے۔ بصرہ میں جن جن لوگوں کے نام وہ خطوط یا پیغام لایاہے' میں نے سب کے نام اس سے دریافت کر لیے ہیں اور جن جن لوگوں نے بیعت اس کے ہاتھ پر کی ہے ان کی فہرست بھی تیار کر لی ہے۔ آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں زیاد بن ابی سفیان کا بیٹا ہوں۔ مسلم بن عقیل کوفہ میں آئے ہوئے ہیں۔ میں اب کوفہ کو جارہاہوں' وہاں مسلم بن عقیل اور جن لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی ہے' سب کو قتل کر ڈالوں گااور اگر تمام کوفہ بیعت کر چکاہے تو ایک شخص کو بھی وہاں زندہ نہ چھوڑوں گا۔ تمہارے ساتھ اس وقت یہ رعایت کرتا ہوں کہ بجز حسین بن علیؓ کے قاصد کے اور کسی کو کچھ نہیں کہتا لیکن یہاں سے میرے جانے کے بعد اگر کسی نے ذرا بھی کان ہلایا تو پھر اس کی خیر نہ ہو گی"۔

یہ کہہ کر حسینؓ کے قاصد کو بلوایااور اس کو تمام مجمع کے روبرو قتل کروادیا۔ کسی نے اف تک نہ کی۔ اس کارروائی کے بعد مطمئن ہو کر وہ کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت حسینؓ مکہ مکرمہ میں بیٹھے ہوئے یہ خیال کر رہے تھے کہ بصرہ میں بھی ہمارے نام پر بیعت ہو رہی ہو گی لیکن یہاں ان کا فرستادہ قتل کیا جارہاتھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے قادسیہ کے مقام پر پہنچ کر اپنی رکابی فوج کو وہیں چھوڑااور خود اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام کے ساتھ ایک اونٹ پر سوار ہو کر کوفہ کی جانب تیز رفتاری سے روانہ ہو کر مغرب و عشاء کے درمیان کوفہ میں داخل ہوا۔ عبیداللہ بن زیاد نے عمامہ حجازیوں کی وضع کا باندھ رکھاتھا۔ یہاں لوگوں کو حضرت حسینؓ کی آمد کا انتظار تھا۔ شیعان علی و حسین کا یہاں تک زور ہو گیاتھا کہ نعمان بن بشیرؓ شام ہی سے اپنے دیوان خانے کا احاطہ کا دروازہ بند کر لیتے اور اپنے خاص خاص آدمیوں کے ساتھ مجلس گرم کرتے۔ دروازے پر غلام کو بٹھادیتے کہ ہر آنے والے کا پتہ معلوم کرنے کے بعد اگر وہ اندر آنے کے قابل ہو تو دروازہ کھولے ورنہ انکار کر دے۔

عبیداللہ بن زیاد جب کوفہ میں داخل ہوا تو لوگوں نے یہ سمجھا کہ حسینؓ جن کا انتظار تھا کوفہ میں آگئے۔ جس طرف عبیداللہ کا اونٹ گزرتا' لوگ کہتے۔ السلام علیک یاابن رسول اللہ' عبیداللہ اپنااونٹ لیے سرکاری دیوان خانے تک پہنچا' وہاں دیکھا تو دروازہ بند ہے۔ عبیداللہ نے دروازہ کھٹکھٹایااور زبان سے کچھ نہ کہا۔ نعمان بن بشیرؓ اپنے دوستوں کے ساتھ چھت پر بیٹھے ہوئے تھے' وہ اٹھے اور چھت کے کنارے پر آکر دیکھا تو چونکہ حسینؓ کا تمام شہر میں انتظار کیا جارہاتھا' عبیداللہ کو یہی سمجھے کہ حسینؓ آگئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اوپر ہی سے کہا کہ اے ابن رسول اللہ' آپ واپس چلے جایئے اور فتنہ برپانہ کیجئے۔ یزید ہر گز کوفہ آپ کو نہ دے گا۔

Marfat.com

نعمان کے دوستوں نے جو چھت پر بیٹھے تھے' نعمانؓ سے کہا کہ حسینؓ کے ساتھ اتنی بے مروتی نہ کیجئے۔ کم از کم دروازہ کھول کر ان کو اندر تو آنے دیجئے کیونکہ وہ سفر سے آرہے ہیں اور سیدھے آپ کے پاس مہمان بن کر آئے ہیں۔ نعمانؓ نے کہا کہ میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ لوگوں کو یہ کہنے کا موقع ملے کہ نعمان کے عہد حکومت میں کوفہ کے اندر حسین قتل کئے گئے۔ عبیداللہ نے اپنا عمامہ اتارا اور کہا کمبخت دروازہ تو کھول۔ عبیداللہ کی آواز سن کر لوگوں نے اس کو پہچانا' دروازہ کھولا' سب ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ عبیداللہ اندر داخل ہوا اور تھوڑی ہی دیر کے بعد عبیداللہ کا لشکر کوفہ میں داخل ہونا شروع ہوا' جس کو پیچھے چھوڑ آیا تھا۔ اسی وقت مسلم بن عقیل کو خبر پہنچی کہ ابن زیاد معہ لشکر آگیا ہے۔ وہ جس مکان میں مقیم تھے اور لوگوں کو عام طور پر اس کا علم تھا اسے چھوڑ دیا اور ہانی بن عروہ کے مکان میں جا کر پناہ گزیں ہوئے۔ اس وقت تک مسلم کے ہاتھ پر بیعت ہونے والوں کی تعداد کوفہ میں اٹھارہ ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ عبیداللہ بن زیاد نے اگلے دن صبح کو مجمع عام کے روبرو تقریر کی اور یزید کا حکم نامہ جو اس کے پاس بصرہ میں پہنچا تھا' سنایا۔ عبیداللہ نے کہا کہ:

"تم لوگ میرے باپ زیاد بن ابی سفیان کو خوب جانتے ہو اور تم کو معلوم ہے کہ وہ کس قسم کی سیاست برتنے کے عادی تھے۔ مجھ میں اپنے باپ کی تمام عادات موجود ہیں۔ تم لوگ مجھ سے بھی خوب واقف ہو اور میں بھی تمہارے ایک ایک شخص کا نام جانتا ہوں اور ہر ایک کا گھر اور محلّہ پہچانتا ہوں۔ مجھ سے تم کوئی چیز چھپا نہیں سکتے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوفہ میں خون کے دریا بہاؤں اور تم کو قتل کروں۔ مجھ کو معلوم ہے کہ تم نے حسین بن علیؓ کے لیے مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ میں تم سب کو امان دیتا ہوں' اس شرط پر کہ تم اس بیعت سے رجوع کرلو اور جو شخص بغاوت پر آمادہ ہے' اس کو کوئی شخص اپنے مکان میں پناہ نہ دے ورنہ ہر ایک پناہ دہندہ کو اسی کے دروازے پر قتل کیا جائے گا"۔

اس تقریر کے بعد عبیداللہ نے مسلم بن عقیل کا پتہ دریافت کیا کہ وہ کس جگہ ہیں۔ کسی نے پتہ نہ بتایا۔ آخر عبیداللہ کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ وہ ہانی بن عروہ کے مکان میں چھپے ہوئے ہیں۔ عبیداللہ نے معقل نامی ایک شخص کو جو تمیم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے تھا اور اس کو کوفہ میں کوئی بھی نہیں پہچانتا تھا' بلا کر تنہائی میں تین ہزار درہم کی ایک تھیلی دی اور کہا کہ فلاں محلّہ میں ہانی بن عروہ کے مکان پر جاؤ۔ جب ہانی بن عروہ سے ملاقات ہو جائے تو اس سے کہو کہ مجھ کو آپ سے تنہائی میں کچھ کہنا ہے۔ جب تنہائی میں پہنچو تو ہانی سے کہو کہ مجھ کو بصرہ کے فلاں فلاں شخصوں نے بھیجا ہے اور تین ہزار درہم دیئے ہیں کہ کوفہ میں جا کر مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا دو اور ان سے کہو کہ ہمارے پاس مکہ سے حسینؓ کا خط آیا ہے۔ انہوں نے ہم کو لکھا ہے کہ تم فلاں تاریخ کوفہ پہنچ جاؤ۔ اسی تاریخ حسینؓ بھی کوفہ میں پہنچیں گے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ ہم سب تاریخ مقررہ حسینؓ کے ساتھ داخل ہوں گے۔ یہ تین ہزار درہم اپنی ضروریات میں صرف کرو اور ہماری طرف سے بطور ہدیہ قبول کرو۔ لہذا آپ مجھ کو مسلم بن عقیل کے پاس پہنچا دیجئے تاکہ میں تمام پیغامات اور یہ روپیہ ان کی خدمت میں پہنچا دوں اور فوراً کوفہ سے چلا جاؤں کیونکہ عبیداللہ بن زیاد آگیا ہے اور وہ مجھ کو

Marfat.com

پہچانتا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں گرفتار ہو جاؤں۔ معقل تین ہزار درہم کی تھیلی لے کر ہانی کے پاس پہنچا۔ وہ مکان کے دروازے پر بیٹھا تھا۔ معقل کی باتیں سن کر فوراً مسلم بن عقیل کے پاس لے گیا۔

مسلم بن عقیل نے خوش ہو کر وہ تھیلی لے لی اور پیغامات سن کر معقل کو رخصت کر دیا۔ معقل وہاں سے چل کر سیدھا عبید اللہ کے پاس پہنچا اور کہا کہ میں تھیلی مسلم بن عقیل کو دے آیا ہوں اور خود ان سے باتیں کی ہیں۔ وہ ہانی کے مکان میں موجود ہیں۔ عبید اللہ بن زیاد نے ہانی بن عروہ کو بلا کر پوچھا کہ مسلم کہاں ہیں؟ ہانی نے لاعلمی بیان کی۔ عبید اللہ نے معقل کو بلوا کر سب کے سامنے اس کا بیان سنوایا۔ ہانی شرمندہ ہو کر کہنے لگا کہ ہاں میرے پاس مسلم بن عقیل پناہ گزیں ہیں لیکن میں اپنی یہ بے عزتی برداشت نہیں کر سکتا کہ اب ان کو آپ کے سپرد کر دوں۔ عبید اللہ نے ہانی کو وہیں گرفتار کر لیا۔ شہر میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ ہانی کو عبید اللہ نے قتل کر دیا ہے۔ ہانی بن عروہ کے گھر کی عورتیں یہ سن کر رونے لگیں۔ مسلم بن عقیل نے جب یہ صورت دیکھی تو وہ ضبط نہ کر سکے اور فوراً شمشیر بدست ہانی کے گھر سے نکل کر ان لوگوں کو آواز دی جنہوں نے مسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اٹھارہ ہزار میں سے صرف چار ہزار آدمی ان کے گرد جمع ہوئے۔ مسلم نے باقیوں کو بھی بلایا لیکن ہر ایک نے یہ جواب دیا کہ ہم سے تو بیعت کے وقت یہ اقرار لیا گیا ہے کہ جب تک حسینؓ نہ آجائیں، کسی سے جنگ نہ کریں گے۔ ان کے آنے تک آپ کو بھی صبر کرنا چاہیے۔ مسلم بن عقیل چونکہ اب باہر آچکے تھے۔ لہذا دوبارہ نہیں چھپ سکتے تھے۔ انہیں چار ہزار آدمیوں کو لے کر مسلم بن عقیل نے عبید اللہ بن زیاد کا محاصرہ کیا۔ اس وقت عبید اللہ دار الامارۃ میں تیس چالیس آدمیوں کے ساتھ تھا۔ چھتوں پر چڑھ کر محاصرین پر تیروں کی بارش شروع کی۔ مسلم کے ہمراہیوں کو ان کے رشتہ داروں اور دوستوں نے آ آ کر سمجھانا شروع کیا کہ اپنے آپ کو کیوں ہلاکت میں ڈالتے ہو۔ غرض رفتہ رفتہ سب جدا ہو گئے اور مسلم بن عقیل کے ساتھ صرف تیس چالیس آدمی رہ گئے۔

مسلم بن عقیل اور ہانی کا قتل :اس حالت میں مسلم بن عقیل وہاں سے بھاگے اور اہل کوفہ میں سے کسی شخص کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے۔ عبید اللہ بن زیاد نے عمرو بن جریر مخرومی کو ان کی گرفتاری کے لیے بھیجا۔ مسلم بن عقیل نے کوئی مفر نہ دیکھ کر تلوار کھینچی لیکن عمرو بن جریر نے کہا کہ آپ اپنی جان ناحق کیوں ضائع کرتے ہیں۔ آپ اپنے آپ کو میرے سپرد کر دیں۔ میں اپنی ذمہ داری پر آپ کو امیر عبید اللہ بن زیاد کے پاس لیے چلتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ اس سے آپ کی جان بخشی کرا دوں گا۔ مسلم بن عقیل نے تلوار ہاتھ سے رکھ کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ وہ مسلم کو عبید اللہ کے پاس لے گیا۔ عبید اللہ نے مسلم کو بھی اسی کمرہ میں قید کر دیا جس میں ہانی بن عروہ پہلے سے قید تھے۔ اگلے روز بیعت کرنے والوں میں سے دس ہزار آدمی جمع ہوئے اور عبید اللہ بن زیاد کے مکان کو جا کر گھیر لیا اور مسلم و ہانی دونوں کی رہائی کا مطالبہ کیا کہ اگر رضامندی سے دونوں کو رہا کر دو تو بہت اچھا ہے، نہیں تو ہم زبردستی چھین کر لے جائیں گے۔ عبید اللہ بن زیاد نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا کہ چھت پر لے جا کر مسلم اور ہانی دونوں کو ان لوگوں کے سامنے قتل کر دو۔ چنانچہ دونوں کو

Marfat.com

قتل کر دیا گیا۔ یہ دیکھ کر سب کے سب منتشر ہو گئے۔ گویا وہ ان دونوں کو قتل ہی کرانے آئے تھے۔ عبید اللہ نے حکم دیا کہ محل کا دروازہ کھول دیں اور ان دونوں کے جسموں کو دار پر لٹکا دیں اور سروں کو یزید کے پاس دمشق میں لے جائیں۔ یزید نے عبید اللہ کو لکھا کہ حسینؓ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور بہت جلد کوفہ پہنچنے والے ہیں۔ تم اچھی طرح اپنی حفاظت کرو اور فوجیں متعین کر دو کہ وہ حسینؓ کو پہلے ہی راستہ میں روک دیں اور کوفہ تک نہ پہنچنے دیں۔

حسینؓ کی مکہ سے روانگی : حضرت حسینؓ نے مکہ سے روانگی کی تیاری کی۔ جب سامان سفر درست ہو گیا اور مکہ میں یہ خبر مشہور ہوئی کہ حسین بن علیؓ کوفہ کو جانے والے ہیں تو حسینؓ سے محبت و ہمدردی رکھنے والوں نے آ آ کر ان کو اس ارادے سے باز رکھنا چاہا اور سمجھایا کہ آپ کا کوفہ کی طرف روانہ ہونا خطرہ سے خالی نہیں۔ اول عبدالرحمٰن بن حارثؓ نے آکر عرض کیا کہ آپ کوفہ کا عزم ترک کر دیں کیونکہ وہاں عبید اللہ بن زیاد حاکم عراق موجود ہے۔ کوفہ والے لالچی لوگ ہیں' بہت ممکن ہے کہ جن لوگوں نے بلایا ہے وہی آپ کے خلاف لڑنے کے لیے میدان میں نکلیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ تم بیعت لینے اور امارت حاصل کرنے کے لیے باہر نہ جاؤ۔ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت میں سے ایک کے اختیار کرنے کی آزادی دی تھی۔ آپ نے آخرت کو اختیار کیا۔ تم بھی خاندان نبوت میں سے ہو' دنیا کی طلب نہ کرو' اپنے دامن کو دنیا کی آلائش سے آلودہ نہ ہونے دو۔

یہ نصیحت کر کے عبداللہ بن عمرؓ رو پڑے' حسینؓ بھی رو پڑے مگر انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ کی رائے پر عمل کرنے سے انکار کیا۔ مجبوراً عبداللہ بن عمرؓ رخصت ہو کر چلے گئے' پھر عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ مکہ نہ چھوڑو اور بیت اللہ سے دوری اختیار نہ کرو۔ تمہارے والد محترم نے مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر کوفہ کو ترجیح دی تھی مگر تم نے دیکھا کہ ان کے ساتھ کوفہ والوں نے کس قسم کا سلوک کیا۔ یہاں تک کہ ان کو شہید ہی کر کے چھوڑا۔ تمہارے بھائی حسنؓ کو بھی کوفیوں نے لوٹا' قتل کرنا چاہا' آخر زہر دے کر مار ہی ڈالا۔ اب تم کو ان پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے۔ نہ ان کی بیعت پر اور قسم کا کوئی بھروسہ ہے' نہ ان کے خطوط اور پیغامات قابل اعتماد ہیں۔ ابن عباسؓ سے یہ باتیں سن کر حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ فرماتے ہیں سب درست ہے لیکن مسلم بن عقیل کا خط آگیا ہے۔ بارہ ہزار آدمی اس کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں اور اس سے پہلے شرفائے کوفہ کے ڈیڑھ سو خطوط میرے پاس آچکے ہیں۔ اب کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ میرا وہاں جانا ہی مناسب ہے۔ عبداللہ بن عباسؓ نے یہ جواب سن کر کہا کہ اچھا کم از کم اس ذوالحجہ کے مہینے کو ختم اور نئے سال کو شروع ہو لینے دو' پھر عزم سفر کرنا۔ اب حج کے دن آگئے ہیں' سارے جہان کے لوگ دور دور سے مکہ میں آرہے ہیں اور تم مکہ چھوڑ کر باہر جا رہے ہو۔ محض اس لیے کہ دنیا اور دنیاداروں پر تم کو حکومت حاصل ہو اور متاع دنیا تمہارے قبضہ میں آئے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی حج میں شریک ہو اور لوگوں کو حج سے فارغ ہو کر واپس ہو لینے دو' پھر اگر ضروری ہی سمجھتے ہو تو روانہ ہو جاؤ۔ حضرت حسینؓ نے کہا کہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ اب میں تاخیر نہیں کر

Marfat.com

سکتا۔ مجھ کو فوراً روانہ ہی ہو جانا چاہیے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ اچھا اگر تم میرا کہنا نہیں مانتے ہو تو کم از کم عورتوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جاؤ کیونکہ کوفہ والوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ بارہ ہزار شخص جب کہ تمہاری خلافت کے لیے بیعت کر چکے ہیں تو ان کا فرض تھا کہ وہ اول یزید کے عامل کوفہ سے نکال دیتے' خزانہ پر قبضہ کرتے اور پھر آپ کو بلاتے لیکن موجودہ صورت میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یزید کے عامل یعنی کوفہ کے حاکم کے خلاف وہ کچھ نہیں کر سکتے جبکہ ان کے پاس خزانہ بھی نہیں اور عامل کو نکال دینے کی جرات بھی نہیں تو یقیناً کوفہ کا عامل ان کو خوف دلا کر اور لالچ دے کر اپنے حسب منشاء جب چاہے گا استعمال کر سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہی لوگ جو آپ کو بلا رہے ہیں آپ سے لڑنے کے لیے یزید کی طرف سے میدان میں آئیں۔ ان حالات پر غور کرنے سے آپ کی جان کا خطرہ نظر آتا ہے۔

اگر عورتیں اور بچے بھی آپ کے ساتھ ہوئے تو جس طرح عثمان غنیؓ اپنے اہل و عیال کے روبرو قتل کیے گئے' اسی طرح آپ کے اہل و عیال کو بھی آپ کا قتل ہونا دیکھنا پڑے گا اور دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہو کر لونڈی غلام بننے کا اندیشہ رہے گا۔ جب حسینؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کی اس بات کو بھی نہ مانا تو انہوں نے کہا کہ اگر امارت و خلافت کا ایسا ہی شوق ہے تو آپ اول یمن کے ملک میں جائیے' وہاں آپ کے بہت سے ہمدرد بھی موجود ہیں' وہاں پہاڑی سلسلہ بھی حفاظت کے لیے خوب کام آسکتا ہے۔ حجاز کی حکومت بھی اگر آپ چاہیں تو بڑی آسانی سے آپ کو مل سکتی ہے۔ آخر عبداللہ بن عباسؓ مجبور ہو کر رہ گئے اور حضرت حسینؓ نے ان کے کسی مشورہ کو بھی نہ مانا۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آئے اور انہوں نے حسینؓ سے کہا کہ آپ ہرگز کوفہ کا عزم نہ فرمائیں۔ آپ کی روانگی کے عزم کا حال جب سے مکہ میں مشہور ہوا ہے' میں بعض شخصوں سے یہ بھی سن رہا ہوں کہ عبداللہ بن زبیرؓ اب حسین بن علیؓ کے چلے جانے سے بہت خوش ہو گا کیونکہ مکہ میں اس کا کوئی رقیب باقی نہ رہے گا۔ لہذا میں ان بدگمان لوگوں کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے آپ سے نہایت خلوص کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ آپ مکہ کی حکومت قبول فرمائیں اور اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں اور آپ کے حکم کی تعمیل میں شمشیر زنی کے لیے میدان میں نکلوں۔ حسینؓ نے کہا کہ میں اب اطلاع دے چکا اور روانگی کا عزم مصمم کر چکا ہوں' کسی طرح رک نہیں سکتا۔

آخر ۳/ماہ ذوالحجہ سنہ۔ ۶۰ھ بروز دوشنبہ حضرت حسینؓ مکہ سے معہ اہل و خاندان روانہ ہوئے۔ اسی تاریخ یعنی بروز دوشنبہ بتاریخ ۳/ذوالحجہ کوفہ میں مسلم بن عقیل قتل کیے گئے۔ حسینؓ جب مکہ سے روانہ ہونے لگے تو عمرو بن سعد بن العاص اور بعض دوسرے اہل مکہ نے آکر ان کو روکنا چاہا اور کہا کہ اگر آپ ویسے نہیں مانتے ہیں تو ہم آپ کو زبردستی روکیں گے اور آپ کا مقابلہ کریں گے۔ حسینؓ نے کہا کہ جو کچھ تم سے ہو سکے کر گزرو اور لڑائی کا ارمان بھی نکال لو۔ یہ سن کر سب لوگ ان کے سامنے سے ہٹ گئے اور وہ روانہ ہوئے۔ رخصت کرتے وقت عبداللہ بن عباسؓ نے کہا کہ میں اس وقت تمہارے اونٹ کے آگے لیٹ جاتا کہ وہ مجھ کو بغیر کچلے ہوئے آگے نہ بڑھ سکے لیکن میں جانتا ہوں کہ تم پھر بھی نہ رکو گے اور عزیمت کوفہ سے باز نہ رہو

Marfat.com

گے۔ آخر آپ مکہ سے روانہ ہوئے۔ مقام تنعیم میں ایک قافلہ ملا جو یزید کے پاس عامل یمن کی طرف سے تحائف لیے جارہا تھا۔ آپ نے اس قافلہ کو گرفتار کرلیا اور کچھ سامان اس قافلہ سے لے کر آگے روانہ ہوئے۔ مکہ اور کوفہ کے درمیان مقام صفاح میں عربی کے مشہور شاعر فرزوق سے ملاقات ہوئی جو کوفہ سے آرہا تھا۔ فرزوق جب کوفہ سے چلا تھا تو اس وقت تک عبیداللہ بن زیاد کوفہ میں داخل نہ ہوا تھا۔ حسینؓ نے فرزدق سے کوفہ اور کوفیوں کا حال پوچھا تو اس نے کہا کہ اہل کوفہ تو آپ کے ساتھ ہیں لیکن ان کی تلواریں آپ کی حمایت میں علم نہیں ہو سکتیں۔ کچھ دور آگے بڑھے تھے کہ عبداللہ بن جعفرؓ کا خط جو انہوں نے مدینے سے اپنے بیٹوں عون اور محمد کے ہاتھ روانہ کیا تھا' پہنچا۔ عبداللہ بن جعفرؓ نے لکھا تھا کہ میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ کوفہ کے ارادے سے باز رہئے اور مدینہ میں آجایئے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ آپ قتل نہ ہو جائیں۔ اللہ کے لیے آپ اس معاملہ میں جلدی نہ کریں۔ ساتھ ہی مدینہ کے والی کا خط بھی انہیں قاصدوں نے دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ آپ مدینہ میں آکر رہنا چاہیں تو آپ کو امان ہے مگر حسینؓ نے واپسی سے قطعاً انکار کیا۔ محمد اور عون کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا اور اپنے دلیل راہ سے جو بصرہ کا ایک شخص تھا کہا کہ جس قدر جلد ممکن ہو ہم کو کوفہ میں پہنچاؤ تاکہ ہم عبیداللہ بن زیاد کے پہنچنے سے پہلے کوفہ میں داخل ہو جائیں۔ وہاں لوگ ہمارے سخت منتظر ہوں گے۔ اتفاقاً اسی روز عبیداللہ بن زیاد کے پاس یزید کا خط پہنچا تھا کہ اپنی حفاظت کرو اور چونکہ حسینؓ مکہ سے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ لہذا ہر ایک راستے پر فوجیں متعین کردو کہ ان کو کوفہ تک نہ پہنچنے دیا جائے۔

حسین اپنے دل میں یہ خیال کرتے ہوئے جارہے تھے کہ مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر ہر روز لوگ بیعت کرتے ہوں گے اور اب جماعت بہت زیادہ ہو چکی ہو گی لیکن کوفہ میں عبیداللہ بن زیاد ان کی گرفتاری یا قتل کے لیے فوجیں نامزد کر رہا تھا اور چند منزلیں طے کرنے کے بعد عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت حسینؓ کے ارادے سے واقف ہو کر نہایت اصرار کے ساتھ روکا اور مکہ کی طرف واپس چلنے کے لیے قسمیں دلائیں' پھر ان کو سمجھایا کہ آپ عراقیوں کے فریب میں نہ آئیں۔ اگر آپ بنو امیہ سے خلافت چھیننے کی کوشش کریں گے تو وہ آپ کو ضرور قتل کردیں گے اور ہر ایک ہاشمی ہر ایک عرب اور ہر ایک مسلمان کے قتل پر دلیر ہو جائیں گے۔ آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال کر اسلام عرب اور قریش کی حرمت کو نہ مٹائیں۔ مگر حسینؓ پر ان کی بات کا کوئی اثر نہ ہوا اور وہ بدستور کوفہ کی جانب گرم سفر رہے۔ مقام عاجر سے آپ نے قیس بن مسہر کے ہاتھ اہل کوفہ کے پاس ایک خط بھیجا کہ ہم قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہمارے منتظر رہو۔ قیس قادسیہ میں پہنچے تھے کہ لشکر ابن زیاد کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئے۔ ابن زیاد کے روبرو معہ خط پیش کئے گئے۔ اس نے قصر امارت سے چھت پر چڑھا کر اوپر سے گروادیا اور قیس گرتے ہی فوت ہو گئے' پھر اگلی منزل سے اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر کو اسی طرح خط دے کر بھیجا۔ وہ بھی اسی طرح گرفتار ہو کر اسی طرح قصر امارت سے گرا کر قتل کئے گئے۔ یہ قافلہ جب مقام ثعلبہ میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ مسلم بن عقیل کوفہ میں قتل کردیئے گئے اور اب کوئی متنفس کوفہ میں حسینؓ کا حمایتی نہیں ہے۔ اس خبر کے سننے سے تمام قافلہ پر مایوسی چھا گئی اور

Marfat.com

واپسی کاارادہ ہوا کیونکہ کوفہ کی جانب جانے میں قوی احتمال تھا کہ جو سلوک مسلم کے ساتھ ہوا ہے وہی اس قافلہ کے ساتھ ہوگا۔ یہ سن کر مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے کہا کہ ہم کو ہر گز واپس نہیں ہونا چاہیے۔ اب تو ہم مسلم کا قصاص لیں گے ورنہ انہیں کی طرح جان دیں گے۔ دوسرے یہ کہ حسین بن علیؓ مسلم بن عقیل کی طرح نہیں ہیں۔ ان کو جب کوفہ والے دیکھیں گے تو ضرور ان کے شریک حال ہو جائیں گے اور ابن زیاد کو گرفتار کر لیں گے۔ اس قافلے میں کئی سو آدمی شامل تھے اور راستے میں لوگ شامل ہو ہو کر اس کی تعداد بڑھا رہے تھے ۔۔۔۔۔ لیکن ثعلبیہ میں اس خبر کو سن کر جب قافلہ آگے بڑھا تو دوسرے قبائل کے لوگ بتدریج جدا ہونے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ خاص اپنے خاندان اور قبیلے کے لوگ باقی رہ گئے۔ جن کی تعداد ستر' اسی کے قریب بیان کی جاتی ہے۔ بعض روایتوں میں ڈھائی سو کے قریب بیان کی گئی ہے۔

حادثہ کربلا

عبیداللہ بن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو رے کی حکومت پر نامزد کیا اور فی الحال چار ہزار فوج دے کر مامور کیا کہ صحرا میں نکل کر تمام راستوں اور سڑکوں کی نگرانی کرواؤ۔ حسین بن علیؓ کا کھوج لگاؤ کہ وہ کس طرف سے آرہے ہیں اور کہاں ہیں اور ایک ہزار آدمی حر بن یزید تمیمی کے سپرد کر کے اس کو بھی گشت و گرداوری پر مامور کیا۔ عمرو بن سعد مقام قادسیہ میں ہو کر ہر سمت کی خبریں منگوانے کا انتظام کرنے لگے۔ حضرت حسینؓ ایک عجیب شش و پنج کے عالم میں مقام شراف تک پہنچے۔ اس سے آگے بڑھے تو حر بن یزید تمیمی معہ اپنی ایک ہزار فوج کے سامنے آیا۔ حسینؓ نے آگے بڑھ کر حر سے کہا کہ میں تم ہی لوگوں کے بلانے سے یہاں آیا ہوں۔ اگر تم لوگ اپنے عہد و اقرار پر قائم ہو تو میں تمہارے شہر میں داخل ہوں' نہیں تو جس طرف سے آیا ہوں اسی طرف واپس چلا جاؤں گا۔ حر نے کہا کہ ہم کو عبیداللہ بن زیاد کا حکم ہے کہ آپ کے ساتھ رہیں اور آپ کو اس کے سامنے زیر حراست لے چلیں۔ حسینؓ نے کہا کہ یہ ذلت تو ہر گز گوارا نہیں ہو سکتی کہ ابن یزید کے سامنے گرفتار ہو کر جائیں۔ اس کے بعد انہوں نے واپس ہونے کا ارادہ کیا تو حر نے ابن زیاد کے خوف سے واپس ہونے سے روکا اور واپسی کے راستے میں اپنی فوج لے کر کھڑا ہو گیا۔ حسینؓ نے وہاں سے شمال کی جانب کوچ کیا اور قادسیہ کے قریب پہنچ گئے۔ وہاں معلوم ہوا کہ عمرو بن سعد ایک بڑی فوج کے ساتھ مقیم ہے۔ حر آپ کے پیچھے پیچھے تھا۔ قادسیہ کے قریب پہنچ کر حسینؓ وہاں سے لوٹے اور دس میل چل کر مقام کربلا میں آکر مقیم ہوئے۔ عمرو بن سعد آپ کی خبر سن کر معہ فوج روانہ ہوا اور سراغ لیتا ہوا اگلے روز کربلا پہنچ گیا۔ قریب پہنچ کر عمرو بن سعد اپنی فوج سے جدا ہو کر آگے آیا اور حسینؓ کو آواز دے کر اپنے قریب بلایا۔ سلام علیک کے بعد ابن سعد نے کہا کہ:

"بیشک آپ یزید کے مقابلے میں زیادہ مستحق خلافت ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں کہ آپ کے خاندان میں حکومت و خلافت آئے۔ حضرت علی اور حضرت حسنؓ کے حالات آپ کے سامنے گزر چکے

Marfat.com

ہیں۔اگر آپ اس سلطنت و حکومت کے خیال کو چھوڑ دیں تو بڑی آسانی سے آزاد ہو سکتے ہیں' نہیں تو پھر آپ کی جان کا خطرہ ہے اور ہم لوگ آپ کی گرفتاری پر مامور ہیں"۔

حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ میں اس وقت تین باتیں پیش کرتا ہوں' تم ان تین میں سے جس کو چاہو میرے لیے منظور کرلو۔

"اول تو یہ کہ جس طرف سے میں آرہا ہوں' اسی طرف مجھے واپس جانے دو تاکہ میں مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہوں۔ دوم یہ کہ مجھ کو کسی سرحد کی طرف نکل جانے دو کہ وہاں کفار کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔ سوم یہ کہ تم میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھ کو سیدھا یزید کے پاس دمشق کی جانب جانے دو۔ میرے پیچھے پیچھے اپنے اطمینان کی غرض سے تم بھی چل سکتے ہو۔ میں یزید کے پاس جاکر براہ راست اس سے اپنا معاملہ اسی طرح طے کرلوں گا جیسا کہ میرے بڑے بھائی حضرت حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے طے کیا تھا"۔

عمرو بن سعد یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہا کہ میں بطور خود کوئی پختہ جواب آپ کو اس معاملے میں ان باتوں کے متعلق نہیں دے سکتا۔ میں ابھی عبیداللہ بن زیاد کو اطلاع دیتا ہوں۔ یقین ہے کہ وہ ضرور ان میں سے کسی ایک بات کو منظور کرلے گا۔ عمرو بن سعد بھی اسی میدان میں خیمہ زن ہو گیا اور ابن زیاد کو یہ تمام کیفیت لکھ بھیجی۔ ۲/ محرم سنہ۔۶۱ھ کو کربلا میں عمرو بن سعد حسینؓ کے پہنچنے سے اگلے دن جاکر مقیم ہوا تھا اور اس نے کہا کہ حسینؓ نے وہ بات پیش کی ہے جس سے فتنہ کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا اور وہ یزید کے پاس جاکر بیعت کرلیں گے تو پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا لیکن شمر ذی الجوش اس وقت اس کے پاس موجود تھا۔ اس نے کہا کہ اے امیر اس وقت تجھ کو موقع حاصل ہے کہ تو حسینؓ کو بلا تکلف قتل کردے' تجھ پر کوئی الزام عائد نہ ہوگا لیکن اگر حسینؓ یزید کے پاس چلے گئے تو پھر ان کے مقابلے میں تیری کوئی عزت و قدر باقی نہ رہے گی اور وہ تجھ سے زیادہ مرتبہ حاصل کرلیں گے۔ یہ سن کر ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو جواب میں لکھا کہ:

"یہ تینوں باتیں کسی طرح منظور نہیں ہو سکتیں۔ ہاں صرف ایک صورت قابل پذیرائی ہے۔ وہ یہ کہ حسین اپنے آپ کو ہمارے سپرد کردیں اور یزید کی بیعت نیابتاً" اول میرے ہاتھ پر کرے پھر میں ان کو یزید کے پاس اپنے اہتمام سے روانہ کروں گا"۔

اس جواب کے آنے پر عمرو بن سعد نے حضرت حسینؓ کو اطلاع دی اور کہا کہ میں مجبور ہوں۔ ابن زیاد خلافت یزید کی بیعت اول اپنے ہاتھ میں چاہتا ہے اور کسی دوسری بات کو منظور نہیں کرتا۔ حسینؓ نے کہا کہ اس سے تو مر جانا بہتر ہے کہ میں ابن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کروں۔

ابن سعد اس کوشش میں مصروف تھا کہ کسی طرح کشت و خون نہ ہو یا تو حسینؓ ہی ابن زیاد کی شرط کو مان لیں یا ابن زیاد حسینؓ کی منشاء کے موافق ان کو جانے کی اجازت دے دے۔ اسی خط و کتابت اور انکار و اصرار میں ایک ہفتہ تک حسینؓ اور ابن سعد دونوں اپنے اپنے ہمرائیوں کے ساتھ مل کر کربلا کے میدان میں خیمہ

Marfat.com

زن رہے۔ حسینؓ صفوں کو درست کرتے۔ ابن زیاد کے پاس یہ خبر جب پہنچی تو اس کو فکر پیدا ہوئی کہ کہیں ابن سعد حسینؓ سے سازش نہ کر لے۔ اس نے فوراً ایک چوب دار جویرہ بن تمیمی کو بلایا اور سعد کے نام ایک خط لکھ کر دیا کہ:

"میں نے تم کو حسین بن علیؓ کی گرفتاری پر مامور کیا تھا۔ تمہارا فرض تھا کہ ان کو گرفتار کر کے میرے پاس لاتے یا گرفتار نہ کر سکتے تو ان کا سر کاٹ کر لاتے۔ میں نے تم کو یہ حکم نہیں دیا تھا کہ تم ان کی مصاحبت اختیار کر کے دوستانہ تعلقات بڑھاؤ۔ اب تمہارے لیے بہتری یہی ہے کہ فوراً بلا تامل اس خط کو پڑھتے ہی یا تو حسین بن علیؓ کو میرے پاس لاؤ ورنہ جنگ کر کے ان کا سر کاٹ کر بھیجو۔ اگر ذرا بھی تامل تم سے سرزد ہوا تو میں نے اپنے سرہنگ کو جو یہ خط لے کر آرہا ہے' حکم دیا ہے کہ وہ تم کو گرفتار کر کے میرے پاس پہنچائے اور لشکر وہیں مقیم رہ کر دوسرے سردار کا منتظر رہے' جس کو میں تمہاری جگہ مامور کر کے بھیجوں گا"۔

جویرہ یہ خط لے کر جمعرات کے دن ۹/ محرم الحرام سنہ ۶۱ھ کو ابن سعد کے پاس پہنچا۔ ابن سعد اس وقت اپنے خیمہ میں بیٹھا تھا' خط کو پڑھتے ہی کھڑا ہو گیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر کو تیاری کا حکم دیا اور جویرہ بن بدر سے کہا کہ تم گواہ رہنا کہ میں نے امیر کا حکم پڑھتے ہی اس کی تعمیل کی ہے' پھر صفوف جنگ آراستہ کر کے جویرہ کو ہمراہ لے کر آگے بڑھا اور حسینؓ کو سامنے بلوا کر کہا کہ امیر ابن زیاد کا یہ حکم آیا ہے کہ اگر میں اس کی تعمیل میں ذرا بھی دیر کروں تو یہ قاصد موجود ہے جس کو حکم دیا گیا ہے کہ فوراً مجھ کو قید کر لے۔ حسینؓ نے کہا کہ مجھ کو کل تک کے لیے اور سوچنے کی مہلت دو۔ ابن سعد نے جویرہ کی طرف دیکھا کہ اس نے کہا کہ کل کچھ دور نہیں ہے' اتنی مہلت دے دینی چاہیے۔ ابن سعد میدان سے واپس آیا اور فوج کو حکم دیا کہ کمر کھول دو' آج کوئی لڑائی نہ ہو گی۔

عبیداللہ بن زیاد نے جویرہ بن بدر کے ہاتھ یہ حکم روانہ کرنے کے بعد سوچا کہ اگر ابن سعد نے سستی کی اور جویرہ نے اس کو قید کر لیا تو فوج بغیر افسر کے رہ کر منتشر ہو جائے گی اور ممکن ہے کہ حسینؓ ہی سے جا ملے۔ اس صورت میں ضرور دقت و پریشانی کا سامنا ہو گا اور حسینؓ کو موقع مل جائے گا کہ وہ مکہ کی طرف فرار ہو جائیں اور قابو میں آئے ہوئے نکل جائیں۔ چنانچہ اس نے فوراً شمر ذی الجوشن کو بلوایا اور کہا کہ میں جویرہ کو بھیج چکا ہوں اور اس کو حکم دے دیا ہے کہ اگر ابن سعد لڑائی میں تامل کرے تو اس کو گرفتار کر کے لے آئے۔ ابن سعد کی طرف سے مجھ کو منافقت کا شبہ ہے۔ اگر جویرہ نے ابن سعد کو گرفتار کر لیا تو فوج جو میدان میں پڑی ہوئی ہے' سب آوارہ اور ضائع ہو جائے گی۔ میں تجھ سے بہتر اس کام کے لیے دوسرا شخص نہیں پاتا تو فوراً میدان کربلا کی طرف جا اور اگر ابن سعد گرفتار ہو چکا ہو تو فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لے اور حسین سے لڑ کر ان کا سر کاٹ لا۔ اگر ابن سعد گرفتار نہ ہوا ہو اور لڑائی میں تامل کر رہا ہو تو فوراً جاتے ہی لڑائی چھیڑ دے اور کام کو جلدی ختم کر دے۔ شمر ذی الجوشن نے کہا کہ میری ایک شرط ہے۔ وہ یہ کہ آپ کو معلوم ہے کہ میری بہن ام البنین بنت حرام حضرت علیؓ کی بیوی تھی جس کے بطن سے حضرت علیؓ کے چار بیٹے عبیداللہ' جعفر' عثمان

Marfat.com

اور عباس پیدا ہوئے۔ میرے یہ چاروں بھانجے بھی اپنے بھائی حسینؓ کے ہمراہ میدان کربلا میں موجود ہیں۔ آپ ان چاروں کو جان کی امان دے دیں۔ عبیداللہ بن زیاد نے اسی وقت کاغذ منگوا کر چاروں کے لیے امان نامہ لکھ کر اور مہر لگا کر شمر ذی الجوشن کے سپرد کیا اور اسی وقت اس کو رخصت کر دیا۔

جو یہ رات کے وقت روانہ ہوا تھا اور جمعرات کے دن علی الصباح لشکر گاہ کربلا میں پہنچ گیا تھا۔ شمر صبح کے وقت روانہ ہوا اور عصر کے وقت پہنچا۔ شمر کے آنے پر تمام کیفیت جو پیش آئی تھی' سنادی۔ شمر نے کہا کہ میں تو ایک لمحہ کی بھی مہلت نہ دوں گا یا تو اسی وقت لڑائی کے لیے مستعد ہو جاؤ ورنہ لشکر میرے سپرد کر دو۔ ابن سعد اسی وقت سوار ہوا اور شمر کو ہمراہ لے کر حسینؓ کے پاس آیا اور کہا کہ عبیداللہ بن زیاد نے یہ دوسرا قاصد بھیجا ہے اور مہلت آپ کو بالکل دینا نہیں چاہتا۔ حضرت حسینؓ نے کہا کہ سبحان اللہ اب مہلت کے دینے یا نہ دینے کی کیا ضرورت ہے۔ آفتاب تو غروب ہو رہا ہے' کیا رات کے وقت بھی تم لوگ جنگ کو کل کے لیے ملتوی نہ رکھو گے۔ یہ سن کر شمر ذی الجوشن نے بھی کل صبح تک کا انتظار مناسب سمجھا اور دونوں اپنے لشکر گاہ کو واپس چلے آئے۔

حضرت حسینؓ پر پانی کی بندش : رات کے وقت عبیداللہ بن زیاد کا حکم پہنچا کہ "اگر ابھی لڑائی شروع نہیں ہوئی ہے تو اسی وقت جبکہ یہ حکم پہنچے پانی پر قبضہ کر لو اور حسین بن علیؓ اور ان کے ہمرائیوں کے لیے پانی بند کر دو۔ اگر سپاہ شمر کے زیر کمان آگئی ہے تو شمر کو اس حکم کی تعمیل کرنی چاہیے"۔

عمرو بن سعد نے اس حکم کے پہنچتے ہی عمرو بن الحجاج کو پانچ سو سوار دے کر ساحل فرات پر متعین کر دیا۔ اتفاقاً دن میں حسین کے ہمراہیوں نے پانی اپنے لیے نہیں بھرا تھا۔ ان کے تمام برتن خالی ہو گئے تھے۔ رات کو جب پانی بھرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ دشمنوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے۔ حسین بن علیؓ نے اپنے بھائی عباس بن علی کو پچاس آدمیوں کے ہمراہ پانی لینے کو بھیجا کہ زبردستی پانی لائیں مگر ان ظالموں نے پانی نہ لینے دیا۔ اب دم بدم پیاس کی شدت نے تکلیف پہنچانی شروع کی۔ یہ ایسی اذیت تھی جو تیر و شمشیر کی اذیت سے زیادہ سوہان روح تھی۔ حسینؓ کے چھوٹے بیٹے علی بن حسین بیمار تھے اور خیمے میں پڑے رہتے تھے۔ وہ اور ان کی بہن ام کلثوم یہ دیکھ کر صبح کو دشمنوں کا حملہ ہو گا اور تمام عزیز و اقارب جو اس وقت موجود ہیں' قتل و شہید ہوں گے' رونے لگے۔ ان دونوں کی رونے کی آواز سن کر حضرت حسینؓ خیمہ کے اندر آئے اور کہا کہ دشمن ہمارے قریب ہی خیمہ زن ہے۔ تمہارے رونے کی آواز سن کر وہ خوش ہوں گے اور ہمراہیوں کے دل تھوڑے ہوں گے۔ تم کو ہرگز ہائے وائے کچھ نہیں کرنی چاہیے۔ ان کو بہ مشکل خاموش کیا اور باہر آکر فرمایا کہ واقعی بچوں اور عورتوں کے ہمراہ لانے میں ہم سے بڑی غلطی ہوئی ہے۔ ان کو ہرگز ہمراہ نہ لانا چاہیے تھا۔ اس کے بعد حضرت حسینؓ نے اپنے تمام ہمراہیوں کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ تم لوگ یہاں سے جس طرف کو مناسب سمجھو چلے جاؤ۔ تم کو کوئی بھی کچھ نہ کہے گا کیوں کہ دشمنوں کو صرف میری ذات سے بحث ہے۔ تمہارے چلے جانے کو تو وہ اور بھی غنیمت سمجھیں گے۔ میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ اپنی اپنی جان بچالو۔ ہمراہیوں نے یہ سن کر کہا کہ ہم

Marfat.com

ہر گز ہر گز آپ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم سب آپ کے اوپر قربان ہو جائیں گے اور جب تک ہمارے دم میں دم ہے' آپ کو آزار نہ پہنچنے دیں گے۔

اسی شب تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص طرماح بن عدی جو اس نواح میں آیا ہوا تھا' حضرت حسینؓ اور ابن سعد کے لشکروں کا حال سن کر حسین کے پاس آیا اور کہا کہ آپ تنہا میرے ساتھ چلیں' میں آپ کو ایک ایسے راستے سے لے چلوں گا کہ کسی کو مطلق اطلاع نہ ہو سکے گی اور اپنے قبیلہ بنی طے میں لے جا کر پانچ ہزار آدمی اپنے قبیلہ کے آپ کی خدمت میں پیش کروں گا۔ آپ ان پانچ ہزار سے جو چاہیں کام لیں۔ حسینؓ نے کہا کہ میں نے ابھی ان سب سے کہا تھا کہ مجھ کو تنہا چھوڑ کر تم سب چلے جاؤ تو انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ میں ان سب کو چھوڑ کر تنہا اپنی جان بچا کر نکل جاؤں۔ ان کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم لوگوں کو تو وہ کچھ کہیں گے نہیں۔ جیسا کہ آپ ابھی فرما چکے ہیں۔ وہ تو تنہا آپ کے دشمن ہیں۔ لہذا آپ اپنی جان بچانے کے لیے نکل جائیں۔ حسینؓ نے کہا کہ عزیزوں اور قریبی رشتہ داروں کے بغیر کوئی چیز بھی گوارا نہیں ہو سکتی۔ میں بغیر آپ لوگوں کی معیت کے اپنی جان بچانے کے لیے ہر گز نہ جاؤں گا۔ چنانچہ اس شخص کو شکریہ کے ساتھ واپس کر دیا۔

جب صبح ہوئی تو شمر ذی الجوشن اور عمرو بن سعد صفوف لشکر کو آراستہ کر کے میدان میں آئے۔ حضرت حسینؓ نے بھی اپنے ہمراہیوں کو مناسب ہدایات کے ساتھ متعین کیا۔ شمر ذی الجوشن نے عبید اللہ' جعفر' عثمان' عباس کو میدان میں بلوا کر کہا کہ تم کو امیر بن زیاد نے امان دے دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ابن زیاد کی امان سے اللہ کی امان بہتر ہے۔ شمر اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔ بعض روایات کے موافق آپ کے ہمراہ اس وقت جبکہ لڑائی ۱۰/ محرم الحرام سنہ۔۶۱ھ کی صبح کو شروع ہوتی ہے بہتر آدمی موجود تھے۔ بعض روایات کے موافق ایک سو چالیس (۱۴۰) اور بعض کے موافق دو سو چالیس تھے۔ بہر حال اگر بڑی سے بڑی تعداد یعنی دو سو چالیس بھی تسلیم کر لیں تو دشمنوں کی ہزارہا جرار افواج کے مقابلے میں حسین کے ساتھی کوئی حقیقت نہ رکھتے تھے۔ حسینؓ اپنے ہمراہیوں کو مناسب مقامات پر کھڑا کر کے اور ضروری وصیتیں فرما کر اونٹ پر سوار ہوئے اور کوفی لشکر کی صفوف کے سامنے تنہا گئے۔ ان لوگوں کو بلند آواز سے مخاطب کر کے ایک تقریر شروع کی اور فرمایا کہ اے کوفیو! میں خوب جانتا ہوں کہ یہ تقریر کوئی نتیجہ میرے لیے اس وقت پیدا نہ کرے گی اور تم کو جو کچھ کرنا ہے' تم اس سے باز نہ آؤ گے لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حجت تم پر پوری ہو جائے اور میرا عذر بھی ظاہر ہو جائے۔ ابھی اسی قدر الفاظ کہنے پائے تھے کہ آپ کے خیمے سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ان آوازوں کے سننے سے آپ کو سخت ملال ہوا اور سلسلہ کلام کو روک کر لاحول پڑھ کر آپ نے کہا کہ عبداللہ بن عباسؓ مجھ سے سچ کہتے تھے کہ عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے جاؤ۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے ان کے مشورے پر عمل نہ کیا' پھر لوٹ کر اپنے بھائی اور بیٹے کو پکار کر کہا کہ ان عورتوں کو رونے سے منع کرو اور کہو کہ اس وقت خاموش رہو' کل خوب دل بھر کر رو لینا۔ انہوں نے عورتوں کو سمجھایا

Marfat.com

اور وہ آوازیں بند ہوئیں۔ حضرت حسینؓ نے پھر کوفیوں کی طرف متوجہ ہو کر اپنی تقریر اس طرح شروع کی کہ:

"لوگو! تم میں سے ہر ایک شخص جو مجھ سے واقف ہے اور ہر ایک وہ شخص بھی جو مجھ کو نہیں جانتا' اچھی طرح آگاہ ہو جائے کہ میں آنحضرت محمد ﷺ کا نواسا اور حضرت علیؓ کا بیٹا ہوں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا میری ماں اور جعفر طیارؓ میرے چچا تھے۔ اس فخر نسبتی کے علاوہ مجھ کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اور میرے بھائی حسن کو جوانان اہل جنت کا سردار بتایا ہے۔ اگر تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ابھی تک آنحضرت ﷺ کے بہت سے صحابی زندہ ہیں' تم ان سے میری اس بات کی تصدیق کر سکتے ہو۔ میں نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی' میں نے کبھی نماز قضا نہیں کی اور میں نے کسی مومن کا قتل نہ کیا' نہ آزار پہنچایا۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا بھی باقی ہوتا تو تمام عیسائی قیامت تک اس گدھے کی پرورش اور نگہداشت میں مصروف رہتے۔ تم کیسے مسلمان اور کیسے امتی ہو کہ اپنے رسول کے نواسے کو قتل کرنا چاہتے ہو' نہ تم کو اللہ کا خوف ہے نہ رسول کی شرم ہے۔ میں نے جبکہ ساری عمر کسی شخص کو بھی قتل نہیں کیا تو ظاہر ہے کہ مجھ پر کسی کا قصاص بھی نہیں' پھر بتاؤ کہ تم نے میرے خون کو کس طرح حلال سمجھ لیا ہے؟ میں دنیا کے جھگڑوں سے آزاد ہو کر مدینہ میں آنحضرت ﷺ کے قدموں میں پڑا تھا۔ تم نے وہاں بھی مجھ کو نہ رہنے دیا' پھر مکہ مکرمہ کے اندر بیت اللہ میں مصروف عبادت تھا تم کوفیوں نے مجھ کو وہاں بھی چین نہ لینے دیا اور میرے پاس مسلسل خطوط بھیجے کہ ہم تم کو امامت کا حقدار سمجھتے اور تمہارے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنا چاہتے ہیں۔ جب تمہارے بلانے کے موافق میں یہاں آیا تو اب تم مجھ سے برگشتہ ہو گئے۔ اب بھی اگر تم میری مدد کرو تو میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ مجھ کو قتل نہ کرو اور آزاد چھوڑ دو تاکہ میں مکہ یا مدینہ میں جا کر مصروف عبادت ہو جاؤں اور اللہ تعالیٰ خود اس جہان میں فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر تھا اور کون ظالم تھا"۔

اس تقریر کو سن کر سب خاموش رہے اور کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد حضرت حسینؓ نے فرمایا کہ:

"اللہ کا شکر ہے کہ میں نے تم پر حجت پوری کر دی اور تم کوئی عذر پیش نہیں کر سکتے"۔

پھر آپ نے ایک ایک کا نام لے کر آواز دی کہ "اے شبث بن ربعی' اے حجاج بن الحسن' اے قیس بن الاشعث' اے حر بن یزید تمیمی' اے فلاں فلاں کیا تم نے مجھ کو خطوط نہیں لکھے تھے اور مجھ کو باصرار یہاں نہیں بلوایا تھا؟ اور جبکہ میں آیا ہوں تو تم مجھ کو قتل کرنے پر آمادہ ہو"۔

یہ سن کر ان سب لوگوں نے کہا کہ ہم نے آپ کو کوئی خط نہیں لکھا اور نہ آپ کو بلایا۔ حضرت حسینؓ نے وہ خطوط نکالے اور الگ الگ پڑھ کر سنائے کہ یہ تمہارے خطوط ہیں۔ انہوں نے کہا کہ خواہ ہم نے یہ خطوط بھیجے یا نہیں بھیجے مگر اب ہم علی الاعلان آپ سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سن کر حسینؓ اونٹ سے اترے اور گھوڑے پر سوار ہو کر لڑائی کے لیے مستعد ہو گئے۔ کوئی لشکر سے اول ایک شخص میدان میں

Marfat.com

مقابلہ کی غرض سے نکلا مگر اس کا گھوڑا ایسا بدکا کہ وہ گھوڑے سے گرا اور گر کر مر گیا۔ اس کیفیت کو دیکھ کر حر بن یزید تمیمی اس انداز سے جیسے کوئی حملہ آور ہوتا ہے اپنی ڈھال اپنے سامنے کر کے اور گھوڑا دوڑا کر حسینؓ کے پاس آیا اور ڈھال پھینک دی۔ حضرت حسینؓ نے پوچھا تو کس لیے آیا ہے؟ اس نے کہا کہ میں وہ شخص ہوں جس نے آپ کو ہر طرف سے گھیر کر اور روک کر واپس نہ جانے دیا اور اس میدان میں قیام کرنے پر مجبور کیا۔ میں اپنی اس خطا کی تلافی میں اب آپ کی طرف سے کوفیوں کا مقابلہ کروں گا۔ آپ میرے لیے مغفرت کی دعا کریں۔ حسینؓ نے اس کو دعا دی اور بہت خوش ہوئے۔

شمر ذی الجوشن نے عمرو بن سعد سے کہا کہ اب دیر کیوں کر رہے ہو؟ عمرو بن سعد نے فوراً ایک تیر کمان جوڑ کر حسینؓ کے لشکر کی طرف پھینکا اور کہا کہ تم گواہ رہنا کہ سب سے پہلا تیر میں نے چلایا ہے۔ اس کے بعد کوفیوں کے لشکر سے دو آدمی نکلے۔ حسینؓ کی طرف سے ایک بہادر نے مقابلہ پر جا کر دونوں کو قتل کر دیا' پھر اسی طرح لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا۔ دیر تک مبارزہ کی لڑائی ہوتی رہی اور اس میں کوفیوں کے آدمی زیادہ مارے گئے' پھر اس کے بعد حسین کی طرف سے ایک ایک آدمی نے کوفیوں کی صفوں پر حملہ کرنا شروع کیا۔ اس طرح بہت سے کوفیوں کا نقصان ہوا۔ حضرت حسینؓ کے ہمراہیوں نے آل ابی طالب کو اس وقت تک میدان میں نہ نکلنے دیا' جب تک کہ وہ ایک ایک کر کے سب کے سب نہ مارے گئے۔ آخر میں مسلم بن عقیل کے بیٹوں نے آل علی پر سبقت کی۔ ان کے بعد حضرت حسینؓ کے بیٹے علی اکبر نے دشمنوں پر رستمانہ حملے کئے اور بہت سے دشمنوں کو ہلاک کرنے کے بعد خود بھی شہید ہو گئے۔ ان کے قتل ہونے کے بعد حسینؓ سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ رونے لگے' پھر آپ کے بھائی عبداللہ و محمد و جعفر و عثمان نے دشمنوں پر حملہ کیا اور بہت سے دشمنوں کو مار کر خود بھی ایک ہی جگہ ڈھیر ہو گئے۔ آخر میں حسین کے ایک نوعمر بیٹے محمد قاسم نے حملہ کیا اور وہ بھی مارے گئے۔ غرض کہ حسینؓ کے لیے کربلا میں اپنی شہادت اور دوسری تمام مصیبتوں سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کو شہید ہوتے ہوئے اور اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ان روح فرسا نظاروں کا تماشا دیکھتے ہوئے دیکھا۔ حسینؓ کے ہمراہیوں اور خاندان والوں نے ایک طرف اپنی بہادری کے نمونے دکھائے تو دوسری طرف وفاداری و جان نثاری کی بھی انتہائی مثالیں پیش کر دیں۔ نہ کسی شخص نے کمزوری و بزدلی دکھائی نہ بے وفائی و تن آسانی کا الزام اپنے اوپر لیا۔ حضرت حسینؓ سب سے آخر تنہا رہ گئے۔ خیمہ میں عورتوں کے سوا صرف علی بوسط معروف بہ زین العابدین جو بیمار اور چھوٹے بچے تھے' باقی رہ گئے۔ عبیداللہ بن زیاد ظالم نے یہ حکم بھی بھیج دیا تھا کہ حسین کا سر مبارک کاٹ کر ان کی لاش گھوڑوں سے پامال کرائی جائے کہ ہر ایک عضو ٹوٹ جائے۔

حضرت حسینؓ کی شہادت

حضرت حسینؓ نے تنہا رہ جانے کے بعد جس بہادری و جواں مردی کے ساتھ دشمنوں پر حملے کئے'

Marfat.com

ان حملوں کی شان دیکھنے والا ان کے ہمراہیوں میں سے کوئی نہ تھا مگر عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن آپس میں ایک دوسرے سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک ایسا بہادر و جری انسان نہیں دیکھا۔ اس غم کی داستان اور روح کو مضمحل کر دینے والی کہانی کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کے جسم پر پینتالیس زخم تیر کے تھے مگر آپ برابر دشمنوں کا مقابلہ کئے جا رہے تھے۔ ایک دوسری روایت کے موافق ۳۳ زخم نیزے کے اور ۳۴ زخم تلوار کے تھے اور تیروں کے زخم ان کے علاوہ تھے۔ شروع میں آپ گھوڑے پر سوار ہو کر حملہ آور ہوتے رہتے تھے لیکن جب گھوڑا مارا گیا تو پھر پیدل لڑنے لگے۔ دشمنوں میں کوئی شخص بھی یہ نہیں چاہتا تھا کہ حسینؓ میرے ہاتھ سے شہید ہوں بلکہ ہر شخص آپ کے مقابلہ سے بچتا اور طرح دیتا تھا۔ آخر شمر ذی الجوشن نے چھ شخصوں کو ہمراہ لے کر آپ پر حملہ کیا اور ان میں سے ایک نے شمشیر کا ایسا وار کیا کہ حسینؓ کا بایاں ہاتھ کٹ کر الگ گر پڑا۔ حضرت حسینؓ نے اس پر جوابی وار کرنا چاہا لیکن آپ کا داہنا ہاتھ بھی اس قدر مجروح ہو چکا تھا کہ تلوار نہ اٹھا سکے۔ پیچھے سے سنان بن انس نخعی نے آپ کے نیزہ مارا جو شکم سے پار ہو گیا۔ آپ نیزہ کا یہ زخم کھا کر گرے' اس نے نیزہ کھینچا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی روح بھی کھنچ گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اس کے بعد شمر نے یا شمر کے حکم سے کسی دوسرے شخص نے حضرت حسینؓ کا سر جسم سے جدا کیا اور عبید اللہ بن زیاد کے حکم کی تعمیل کے لیے بارہ سوار متعین کئے گئے۔ انہوں نے اپنے گھوڑے کی ٹاپوں سے آپ کے جسم مبارک کو خوب کچلوایا' پھر خیمہ کو لوٹا۔ آپ کے اہل بیت کو گرفتار کیا' زین العابدین جو لڑکے تھے' شمر ذی الجوشن کی نظر پڑی تو ان کو اس نے قتل کرنا چاہا مگر عمرو بن سعد نے اس کو اس حرکت سے باز رکھا۔ حضرت حسینؓ کا سر مبارک اور آپ کے اہل بیت کوفہ میں ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ کوفہ میں ان کو تشہیر کیا گیا۔ ابن زیاد نے دربار کیا اور ایک طشت میں رکھ کر حسینؓ کا سر اس کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے سر کو دیکھ کر گستاخانہ کلمات کہے' پھر تیسرے روز شمر ذی الجوشن کو ایک دستہ فوج دے کر اس کی نگرانی میں یہ قیدی اور سر مبارک یزید کے پاس دمشق کی جانب روانہ کیا۔ علی بن حسین یعنی امام زین العابدین اور تمام عورتیں جب یزید کے پاس پہنچے اور حسینؓ کا سر اس نے دیکھا تو سر دربار وہ رو پڑا اور عبید اللہ بن زیاد کو گالیاں دے کر کہنے لگا کہ اس پسر سمیہ کو میں نے یہ حکم کب دیا تھا کہ حسین بن علیؓ کو قتل کر دینا' پھر شمر ذی الجوشن اور عراقیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں تو تمہاری اطاعت و فرماں برداری سے ویسے ہی خوش تھا' تم نے حسین بن علیؓ کو کیوں قتل کر دیا۔ شمر ذی الجوشن اور اس کے ہمراہی اس توقع میں تھے کہ یزید ہم کو انعام دے گا اور ہماری عزت بڑھائے گا مگر یزید نے کسی کو کوئی انعام وصلہ نہیں دیا اور اپنی ناخوشی و ناراضگی کا اظہار کر کے سب کو واپس لوٹا دیا' پھر درباریوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ حسینؓ کی ماں میری ماں سے اچھی تھیں۔ اس کے نانا آنحضرت ﷺ تمام رسولوں سے بہتر اور اولاد آدم کے سردار ہیں لیکن ان کے باپ علیؓ اور میرے باپ معاویہؓ میں جھگڑا ہوا۔ اسی طرح میرے اور حسین بن علیؓ کے درمیان نزاع ہوا۔ علی اور حسینؓ دونوں کہتے تھے کہ جس کے باپ دادا اچھے ہوں' وہ خلیفہ ہو اور قرآن مجید کی اس آیت پر انہوں نے غور نہیں فرمایا کہ

Marfat.com

﴿ قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ﴾ آخر سب کو معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا یا ان کے حق میں۔ اس کے بعد ان قیدیوں کو آزادی دے کر بطور معزز مہمان اپنے محل میں رکھا۔ عورتیں اندر عورتوں میں گئیں تو انہوں نے دیکھا کہ یزید کے محل سرا میں بھی اسی طرح ماتم برپا ہے اور سب عورتیں رو رہی ہیں۔ جس طرح حسینؓ کی بہن اپنے بھائی اور عزیزوں کے لیے رو رہی تھیں۔ چند روز شاہی مہمان رہ کر یہ برباد شدہ قافلہ مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ یزید نے ان کو ہر قسم کی مالی امداد اور علی بن حسین سے ہر قسم کی امداد کا وعدہ کیا کہ جب تم لکھو گے تمہاری فرمائش کی ضرور تعمیل کی جائے گی۔

عبیداللہ بن زیاد کی مایوسی : عبیداللہ بن زیاد کو توقع تھی کہ قتل حسینؓ کے بعد میری خوب قدردانی ہو گی لیکن یزید نے واقعہ کربلا کے بعد سلم بن زیاد کو خراسان کا حاکم مقرر کر کے ایران کے بعض وہ صوبے بھی جو بصرے سے تعلق رکھتے تھے، سلم کے ماتحت کر کے اس کو کوفہ کی جانب روانہ کر کے اور ایک خط عبیداللہ بن زیاد کے نام لکھ کر دیا کہ تمہارے پاس عراق کی جس قدر فوج ہے اس میں سے چھ ہزار آدمی جن کو سلم پسند کرے اس کے ساتھ کر دو۔ عبیداللہ کو یہ بات ناگوار گزری اور حسینؓ کے قتل پر افسوس کرنے لگا کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو یزید کو میری احتیاج رہتی اور وہ میری عزت و مرتبہ کے بڑھانے میں کمی نہ کرتا لیکن اب وہ بے فکر ہو گیا ہے۔ اسی لیے اس نے ملک اور فوج دونوں میرے تصرف سے نکالنی شروع کر دیں۔ سلم نے جب لشکر کوفہ کی موجودات لے کر سرداران لشکر سے کہا کہ تم میں سے کون کون میرے ہمراہ خراسان کی طرف چلنا چاہتا ہے؟ تو ہر ایک شخص نے جانے کی خواہش ظاہر کی۔ عبیداللہ بن زیاد نے رات کے وقت سرداران لشکر کے پاس اپنا آدمی بھیجا اور کہا کہ تعجب ہے تم سلم کو میرے اوپر ترجیح دیتے ہو۔ سرداران لشکر نے جواباً" کہلا بھجوایا کہ آپ کے پاس رہ کر تو ہمیں اہل بیت نبوی کے ساتھ جہاد کرنے اور ان کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑے ہیں لیکن سلم کے ساتھ جا کر ہم کو ترکوں اور مغلوں کے ساتھ جہاد کرنے کا موقع ملے گا۔ اگلے دن سلم چھ ہزار چیدہ چیدہ آدمی لشکر کوفہ سے لے کر خراسان کی جانب روانہ ہوا اور عبیداللہ بن زیاد کو واقعہ کربلا کے بعد ندامت و افسوس کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوا۔

مکہ و مدینہ کے واقعات : یزید نے جب عمرو بن سعد کو مدینہ سے کوفہ کی جانب عبیداللہ بن زیاد کے پاس روانہ ہونے کا حکم دیا تو عمرو بن سعد کی جگہ پھر ولید بن عتبہ کو مدینہ کا عامل بنا کر بھیج دیا تھا۔ یہی ولید بن عتبہ عامل مدینہ تھا جس نے عبداللہ بن جعفر کی فرمائش سے ایک تحریر اس امر کی لکھ دی تھی کہ اگر حسینؓ مدینہ میں آجائیں تو ان کو امان ہے۔ یہ تحریر اپنے خط کے ساتھ عبداللہ بن جعفر نے حسینؓ کے پاس اپنے بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ بھیجی تھی، جب وہ کوفہ جا رہے تھے۔ مکہ سے یزید کی حکومت اٹھ چکی تھی، وہاں عبداللہ بن زبیرؓ حکمران تھے۔ جب حسینؓ کے شہید ہونے کی خبر مکہ میں پہنچی تو عبداللہ بن زبیرؓ نے لوگوں کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ:

Marfat.com

"لوگو! دنیا میں عراق کے آدمیوں سے برے کہیں کے آدمی نہیں ہیں اور عراقیوں میں سب سے بدتر کوفی لوگ ہیں۔ انہوں نے بار بار خطوط بھیج کر باصرار حسینؓ کو بلایا اور ان کی خلافت کے لیے بیعت کی لیکن جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اسی کے گرد جمع ہو گئے اور حسینؓ کو جو نماز گزار' روزہ دار' قرآن خواں اور ہر طرح مستحق خلافت تھے' قتل کر دیا اور ذرا بھی اللہ کا خوف نہ کیا"۔

یہ کہہ کر عبداللہ بن زبیر رو پڑے۔ لوگوں نے کہا کہ اب آپ سے بڑھ کر کوئی مستحق خلافت نہیں ہے۔ آپ ہاتھ بڑھایئے ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے اور آپ کو خلیفہ وقت مانتے ہیں۔ چنانچہ تمام اہل مکہ نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ بیعت خلافت کی یہ خبر یزید کو پہنچی تو اس نے ایک چاندی کی زنجیر بنوا کر دو آدمیوں کے ہاتھ ولید بن عتبہ کے پاس مدینہ میں بھیجی اور لکھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے گلے میں یہ زنجیر ڈال کر اور مکہ سے گرفتار کر کے میرے پاس بھیجو لیکن بعد میں وہ اپنی اس حرکت پر خود ہی متاسف ہوا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ آسانی سے اپنے گلے میں زنجیر ڈلوانے والے نہیں ہیں۔ چنانچہ ولید بن عتبہ نے اس حکم کی کوئی تعمیل نہیں کی۔ یزید بھی سوچتا رہا کہ کس طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو قابو میں لایا جائے اور خانہ کعبہ کی حرمت کو بھی کشت و خون سے نقصان نہ پہنچایا جائے۔ ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۱ھ میں حج کے لیے مکہ میں اطراف و جوانب سے لوگ آنے شروع ہوئے۔ یزید کی طرف سے ولید بن عتبہ عامل مدینہ حج امیر ہو کر مکہ میں گیا۔ ادھر عبداللہ بن زبیرؓ جدا امیر حج تھے۔ غرض دونوں نے جدا جدا اپنے گروہ کے ساتھ حج کیا اور کسی نے کسی کی مخالفت نہ کی۔ ولید بن عتبہ نے ایسی تدبیریں شروع کر دیں کہ کسی طرح عبداللہ بن زبیرؓ کو گرفتار کر کے یزید کی خوشنودی حاصل کر سکے۔ عبداللہ بن زبیرؓ ولید کے ارادوں سے واقف ہو گئے اور انہوں نے ایام حج کے بعد مطمئن ہو کر یزید کو ایک خط لکھا کہ:

"ولید اگرچہ تیرا چچازاد بھائی ہے لیکن بہت ہی بیوقوف ہے اور اپنی بیوقوفی سے کاموں کو تباہ کر رہا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ کسی دوسرے کو مدینہ کا عامل بنا"۔

اس خط کے پڑھنے سے یزید بہت متاثر ہوا۔ اس نے سمجھا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کا دل میری طرف سے صاف ہے اور وہ ہرگز میرے مخالف نہیں ہے۔ اس سے پیشتر چونکہ مروان بن حکم بھی ولید کی شکایت میں اس قسم کے الفاظ لکھ چکا تھا۔ اس لیے عبداللہ بن زبیرؓ کے اس خط کی نسبت یزید کو کسی بدگمانی کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ لہذا اس نے فوراً ولید بن عتبہ کو معزول کر کے اس جگہ اپنے دوسرے چچازاد بھائی عثمان بن محمد ابی بن سفیان کو مدینہ کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔

عثمان بن محمد نے مدینہ میں آ کر مے خواری شروع کر دی جس سے لوگ بہت ہی ناخوش اور بددل ہوئے۔ عثمان محرم سنہ ۶۲ھ میں مدینہ کا عامل مقرر ہو کر آیا۔ چند روز کے بعد اس نے شرفائے مدینہ میں سے دس شخص انتخاب کر کے یزید کے پاس دمشق کی جانب بھیجے۔ اس وفد میں منذر بن زبیر اور عبداللہ بن حنظلہ' عبداللہ بن عمرو بن حفص بن مغیرہ بھی شامل تھے۔ یہ لوگ جب دمشق میں پہنچے تو یزید نے ان کی خوب خاطر

Marfat.com

مدارات کی اور اول الذکر دونوں شخصوں کو ایک ایک لاکھ روپے اور باقی آٹھ شخصوں کو دس دس ہزار درہم انعام کے دے کر رخصت کیا۔ انہوں نے دمشق میں یزید کو بھی گانے بجانے کی محفلیں برپا کرنے اور خلاف شرع کاموں میں مصروف دیکھا تھا۔ واپسی میں سب نے ارادہ کیا کہ یزید کی خلافت کے خلاف کوشش کرنی چاہیے۔ دمشق سے نو شخص تو مدینہ کی طرف واپس آئے تھے اور ایک شخص منذر بن زبیر کوفہ کی طرف چلے گئے تھے کیونکہ عبیداللہ بن زیاد اور منذر بن زبیر کے درمیان دوستی تھی۔ انہوں نے عبیداللہ کی ملاقات کے لیے کوفہ کا عزم کیا تھا۔ جب عبداللہ بن حنظلہ معہ ہمراہیوں کے مدینہ میں آئے تو لوگ حالات معلوم کرنے کی غرض سے ان کے گرد جمع ہوئے۔

خلافت یزید کی مخالفت : عبداللہ نے کہا کہ یزید ہرگز مستحق خلافت نہیں کیونکہ وہ خلاف شرع کاموں میں مصروف دیکھا جاتا ہے۔ اس کے مسلمان ہونے میں بھی کلام ہے۔ اس سے تو مسلمانوں کو جہاد کرنا چاہیے۔ اہل مدینہ نے کہا کہ ہم نے تو سنا ہے یزید نے آپ کو خوب انعام واکرام دیا ہے۔ عبداللہ نے کہا ہم نے اس لیے قبول کر لیا کہ ہم میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ ان باتوں کو سن کر لوگ یزید سے بے حد متنفر ہو گئے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے تجویز پیش کی کہ یزید کو معزول کر دیا جائے۔ چنانچہ قریش نے عبداللہ بن مطیع کو اور انصار نے عبداللہ بن حنظلہ کو اپنا اپنا سردار منتخب کر کے یزید کی خلافت و حکومت کا انکار کیا۔ عثمان و محمد' مروان بن حکم کی حویلی میں پناہ گزیں ہوئے۔ اہل مدینہ نے تمام بنوامیہ کو جو ان کے ہاتھ آئے گرفتار و قید کر لیا۔ صرف مروان کے بیٹے عبدالملک کو جو حضرت سعید بن المسیبؒ فقیہ مدینہ کی خدمت میں ہمہ وقت موجود رہتا اور مسجد سے باہر کم نکلتا تھا اور بہت ہی عابد زاہد اور نیک سمجھا جاتا تھا' کچھ نہیں کہا۔ ان حالات کی اطلاع بنوامیہ نے یزید کے پاس دمشق پہنچائی۔ یزید نے فوراً ایک خط عبیداللہ بن زیاد کو لکھا کہ منذر بن زبیر تمہارے پاس کوفہ میں گیا ہوا ہے' فوراً اس کو گرفتار کر کے قید رکھو اور مدینہ کی طرف ہرگز نہ جانے دو۔ عبیداللہ بن زیاد چونکہ یزید سے خوش نہ تھا کیونکہ اس کی کوئی قدردانی اور عزت افزائی قتل حسینؓ کے صلہ میں یزید نے نہیں کی تھی۔ لہذا اس نے منذر کو فوراً مدینہ کی طرف رخصت کر دیا اور یزید کو لکھ دیا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے منذر مدینہ کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ منذر نے مدینہ میں پہنچ کر عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن مطیع سے کہا کہ تم کو چاہیے کہ علی بن حسین (امام زین العابدین) کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرو۔ چنانچہ یہ سب مل کر علی بن حسین کے پاس گئے۔ انہوں نے صاف انکار کیا اور کہا کہ میرے باپ اور دادا دونوں نے خلافت کے حصول کی کوشش میں اپنی جانیں گنوائیں' میں اب ہرگز ایسے خطرناک کام کی جرات نہیں کر سکتا۔ میں اپنے آپ کو قتل کرانا پسند نہیں کر سکتا۔ یہ کہہ کر وہ مدینے سے باہر ایک موضع میں چلے گئے۔

مروان جو معہ دیگر بنی امیہ اپنی حویلی میں قید تھا' اس نے عبدالملک کے ہاتھ علی بن حسین کے پاس کہلوا بھجوایا کہ آپ نے جو کچھ کیا بہت ہی اچھا کیا۔ ہم اس قدر امداد کے اور خواہاں ہیں۔ ہمارے بعض قیمتی اموال اور اہل و عیال جن کی اس جگہ گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے پاس بھجوائے دیتے ہیں' آپ ان کی حفاظت کریں۔

Marfat.com

علی بن حسین نے اس کو منظور کر لیااور مروان بن حکم نے رات کی تاریکی میں پوشیدہ طور پر اپنے اہل و عیال اور قیمتی اموال علی بن حسین کے پاس اس کے گاؤں میں بھیج دیئے۔ علی بن حسین نے مدینہ کے حالات یزید کو لکھ کر بھیجے اور اپنی نسبت لکھا کہ میں آپ کا وفادار ہوں اور بنوامیہ کی حمایت و حفاظت میں ممکن کوششیں بجالا رہا ہوں۔ یزید نے مدینہ کے حالات سے واقف ہو کر نعمان بن بشیر انصاریؓ کو بلا کر کہا کہ "تم مدینہ جا کر لوگوں کو سمجھاؤ کہ ان حرکات سے باز رہو اور مدینہ میں کشت و خون کے امکانات پیدا نہ کریں۔ نیز عبداللہ بن حنظلہ کو بھی نصیحت کرو کہ تم یزید کے پاس گئے اور وہاں سے انعام واکرام حاصل کر کے خوش و خرم رخصت ہوئے لیکن مدینہ میں آکر یزید کے مخالف بن گئے اور بیعت فسخ کر کے یزید پر کفر کا فتویٰ لگا کر لوگوں کو برانگیختہ کیا' یہ کوئی مردانگی اور دانائی کا کام نہیں کیا۔ علی بن حسین (امام زین العابدین) سے مل کر میری طرف سے پیغام پہنچاؤ کہ تمہاری وفاداری و کارگزاری کی ضرور قدر کی جائے گی۔ بنوامیہ سے جو وہاں موجود ہیں' کہو کہ تم سے اتنا بھی کام نہ ہوا کہ مدینہ میں فتنہ پیدا کرنے والے دو شخصوں کو قتل کر کے اس فتنے کو دبا دیتے۔ یہ باتیں سن کر نعمان بن بشیرؓ ایک سانڈنی پر سوار ہوئے اور مدینہ کی طرف چلے۔ مدینہ میں آکر انہوں نے ہر چند کوشش کی اور سب کو سمجھایا مگر کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا۔ مجبوراوہ مدینہ سے دمشق واپس گئے اور تمام حالات یزید کو سنائے۔ یزید نے مطلع ہو کر مسلم بن عقبہ کو طلب کیااور کہا کہ ایک ہزار چیدہ جنگجو ہمراہ لے کر مدینہ پہنچو۔ لوگوں کو اطاعت کی طرف بلاؤ' اگر وہ اطاعت اختیار کر لیں تو بہتر ہے نہیں تو جنگ کر کے سب کو سیدھا کر دو۔

مسلم نے کہا کہ میں فرماں بردار ہوں لیکن آج کل بیمار ہوں۔ یزید نے کہا کہ تو بیمار بھی دوسرے تندرستوں سے بہتر ہے اور اس کام کو تیرے سوا دوسرا انجام دینے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ مجبورا مسلم نے فوج انتخاب کر کے اپنے ہمراہ لی اور تیسرے روز دمشق سے روانہ ہو گیا۔ یزید نے رخصت کرتے وقت مسلم کو نصیحت کی کہ جہاں تک ممکن ہو نرمی اور درگزر سے کام لے کر اہل مدینہ کو راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا لیکن جب یہ یقین ہو جائے کہ نرمی اور نصیحت کام نہیں آسکتی تو پھر تجھ کو اختیار کامل دیتا ہوں کہ کشت و خون اور قتل و غارت میں کمی نہ کرنا مگر اس بات کا خیال رکھنا کہ علی بن حسین کو کوئی آزار نہ پہنچے کیونکہ وہ میرا وفادار اور خیر خواہ ہے اور اس کا خط میرے پاس آیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ مجھ کو اس شورش اور بغاوت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یزید نے مسلم بن عقبہ سے یہ بھی کہا کہ اگر تیری بیماری بڑھ جائے اور تو فوج کی سپہ سالاری خود نہ کر سکے تو میں مناسب سمجھتا ہوں کہ حصین بن نمیر تیرا قائم مقام ہو' تو بھی اس کو اپنا نائب مقرر کر دے۔

اس فوج کو رخصت کرنے کے بعد اسی روز یزید نے عبیداللہ بن زیاد کے پاس ایک قاصد خط دے کر بھیجا۔ خط میں لکھا تھا کہ تو کوفہ سے فوج لے کر مکہ پر حملہ کر اور عبداللہ بن زبیرؓ کے فتنے کو مٹا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جواباً" لکھا کہ دو کام مجھ سے نہیں ہوں گے۔ میں حسینؓ کے قتل کرنے کا ایک کام کر چکا ہوں۔ اب خانہ کعبہ کے ویران کرنے کا دوسرا کام مجھ سے نہ ہو گا۔ یہ کام کسی دوسرے شخص کو سپرد کرنا چاہیے۔ مسلم بن عقبہ جب فوج لیے ہوئے مدینہ کے قریب پہنچا تو مدینہ والوں نے عبداللہ بن حنظلہ سے کہا کہ بنوامیہ جو مدینہ میں

Marfat.com

موجود ہیں' یہ دمشق کی فوج آنے پر سب دشمنوں سے جاملیں گے اور ہم کو اندرونی لڑائی میں مبتلا کر کے سخت نقصان پہنچائیں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ان سب کو مسلم کے پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا جائے۔ عبداللہ بن حنظلہ نے کہا کہ اگر ہم نے بنی امیہ کو قتل کیا تو یزید تمام شامیوں کو اور عبیداللہ بن زیاد تمام عراقیوں کو لے کر چڑھ آئیں گے اور ہم سے ان کا قصاص طلب کریں گے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم تمام بنی امیہ کو بلا کر ان سے اقرار کر لیں اور اس بات کی قسم دیں کہ وہ ہم سے نہ لڑیں گے اور ہمارے خلاف کسی قسم کی مدد حملہ آور فوج کو نہ دیں گے۔ یہ عہد و اقرار لے کر ہم ان کو مدینہ سے باہر نکالے دیتے ہیں۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا اور عبداللہ بن حنظلہ نے تمام بنی امیہ سے مذکورہ عہد و اقرار لے لے کر مدینہ سے رخصت کر دیا۔ بجز عبدالملک بن مروان کے کہ اس کو مدینہ میں رہنے کی آزادی حاصل رہی۔ ان لوگوں کی وادی القریٰ میں مسلم بن عقبہ کے لشکر سے ملاقات ہوئی۔ مسلم نے ان سے پوچھا کہ ہم کو مدینہ پر کس طرف سے حملہ آور ہونا چاہیے؟ انہوں نے اپنے عہد و اقرار کا لحاظ کر کے مسلم کو جواب دینے سے انکار کر دیا اور اپنے عہد و اقرار کا عذر پیش کیا۔ مسلم نے پوچھا کہ تم میں سے کوئی ایسا بھی ہے جس نے کوئی عہد نہ کیا ہو اور اس سے قسم نہ لی گئی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں عبدالملک بن مروان ایک ایسا شخص ہے اور وہ مدینہ میں موجود ہے۔ مسلم نے کہا کہ وہ نوجوان ہے' ہم کو تجربہ کار بوڑھے شخص کی ضرورت ہے جو ضروریات جنگ سے واقف ہو۔ انہوں نے کہا کہ وہ نوجوان بوڑھوں سے بہت بہتر ہے۔ چنانچہ مسلم نے کسی کو بھیج کر مدینہ سے عبدالملک کو بلوایا اور اس کے مشوروں کو سن کر حیران رہ گیا اور انہیں پر عامل ہوا۔ اس نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اہل مدینہ کے پاس پیغام بھیجا کہ امیر المومنین یزید تم کو شریف سمجھتے اور تمہاری خون ریزی کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ تم اطاعت اختیار کرو' ورنہ مجبوراً مجھ کو شمشیر نیام سے نکالنی پڑے گی۔ یہ پیغام بھیج کر تین دن مسلم نے انتظار کیا مگر اہل مدینہ لڑائی پر آمادہ ہو گئے۔ آخر مسلم نے حرہ کی جانب سے مدینہ پر حملہ کیا۔ اہل مدینہ نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا اور لشکر شام کا منہ پھیر دیا لیکن مسلم بن عقبہ کی بہادری و تجربہ کاری سے اہل مدینہ کو شکست ہوئی۔ عبداللہ بن حنظلہ' فضیل بن عباس بن عبدالمطلب' محمد بن ثابت بن قیس' عبداللہ بن زید بن عاصم' محمد بن عمرو بن حزم انصاری' وہب بن عبداللہ بن زمعہ' زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف' عبداللہ بن نوفل بن حرث بن عبدالمطلب وغیرہؓ بہت سے سرداران مدینہ جنگ میں کام آئے۔ فتح مند فوج مدینہ میں داخل ہوئی۔ مسلم بن عقبہ نے تین دن تک قتل عام اور لوٹ مار کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس لڑائی اور قتل عام میں ایک ہزار کے قریب آدمی مارے گئے۔ جسمی تین سو سے زیادہ شرفائے قریش و انصار شامل تھے۔ چوتھے روز مسلم نے قتل عام کو موقوف کر کے بیعت کا حکم دیا۔ جس نے مسلم کے ہاتھ پر آکر بیعت کی وہ بچ گیا۔ جس نے بیعت سے انکار کیا وہ قتل ہوا۔ ۲۷/ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ مسلم بن عقبہ فاتحانہ مدینہ میں داخل ہوا اور قتل عام کا حکم ہوا۔ اسی روز محمد بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب پیدا ہوا۔ یہی وہ محمد بن عبداللہ ہے جو محمد ابوالعباس سفاح کے نام سے مشہور ہے اور عباسیوں کا پہلا خلیفہ ہے۔ منذر بن زبیر کو مسلم نے بہت تلاش کرایا مگر وہ بچ کر مکہ کی طرف نکل

Marfat.com

گئے تھے۔

مکہ کا محاصرہ اور یزید کی موت : مدینہ سے فارغ ہو کر مسلم بن عقبہ اپنی فوج کو لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مسلم بیمار تو تھا ہی' راستے میں بیماری نے اور ترقی کی اور مقام ابواء میں اس کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے حصین بن نمیر کو بلا کر اپنی جگہ فوج کا سپہ سالار مقرر کیا اور خود مر گیا۔ مدینہ سے جو لوگ فرار ہوئے تھے وہ بھی مکہ میں آکر جمع ہو گئے تھے۔ ادھر خوارج نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی مدد کرنی مناسب سمجھی اور وہ بھی مکہ میں آگئے تھے۔ اس سال حج کے موقع پر تمام اہل حجاز نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی تھی۔ حصین بن نمیر لشکر شام کو لیے ہوئے مکہ کے قریب پہنچا اور عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ یزید کی اطاعت کر لو ورنہ مکہ پر حملہ ہو گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مقابلہ کی تیاری کی۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی منذر بن زبیر جو مدینہ سے مکہ میں آگئے تھے' عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج کے ایک حصہ کے سردار مقرر ہوئے۔ سب سے پہلے انہوں نے میدان میں نکل کر لشکر شام کو للکارا۔ اول مبارزہ کی جنگ میں منذر بن زبیر کے ہاتھ سے کئی شامی مارے گئے پھر جنگ مغلوبہ شروع ہوئی۔ شام تک لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ شکست و فتح کا نہ ہوا۔ یہ لڑائی ۷/۱۲ محرم سنہ۔ ۶۴ھ کو شروع ہوئی تھی۔ اگلے روز حصین بن نمیر نے کوہ ابو قبیس پر منجنیق نصب کر کے خانہ کعبہ پر سنگ باری شروع کر دی اور مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ و سنگ باری ۳/ماہ ربیع الاول سنہ۔ ۶۴ھ تک جاری رہی۔ ۳/ربیع الاول کو شامیوں نے روئی اور گندھک اور رال کے گولے بنا بنا کر اور جلا جلا کر پھینکنے شروع کئے جس سے خانہ کعبہ کا تمام غلاف جل گیا اور دیواریں سیاہ ہو گئیں۔ دو منجنیقیں رات دن سنگ باری اور گولہ باری میں مصروف تھیں۔ مکہ والوں کے لیے گھر سے نکلنا دشوار تھا۔ پتھروں کے صدمہ سے خانہ کعبہ کی دیواریں شکستہ ہو گئی تھیں اور چھت گر گئی تھی۔ اہل شام کے اس محاصرے نے بہت شدت اور سختی اختیار کی اور کل تعداد بعد کی امدادی فوج کے آجانے سے اہل شام کی پانچ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں اہل شام خانہ کعبہ اور شہر مکہ پر سنگ باری کر رہے تھے۔ وہاں ۱۰/ربیع الاول کو یزید نے مقام حوران میں تین سال اور آٹھ ماہ کی حکومت اور ۳۸ یا ۳۹ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ یزید کے مرنے کی خبر اول حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچی۔ انہوں نے بلند آواز سے شامیوں سے کہا کہ بد بختو! تم اب کیوں لڑ رہے ہو

تمہارا گمراہ سردار مر گیا۔ حصیر بن نمیر نے اعتبار نہ کیا اور اس بات کو عبداللہ بن زبیرؓ کی فریب دہی پر محمول کیا لیکن تیسرے دن جب اس کے پاس ثابت بن قیس نخعی نے کوفہ سے آکر یزید کے مرنے کی خبر پہنچائی تو اس نے فوج کو محاصرہ اٹھانے اور کوچ کرنے کا حکم دیا۔ روانگی سے پیشتر حصین بن نمیر نے عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ آج شب کو بطحی میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ قرارداد کے موافق دس آدمی عبداللہ بن زبیرؓ نے ہمراہ لیے اور دس آدمی حصین بن نمیر کے ہمراہ گئے۔ مقام مقررہ میں پہنچ کر حصین بن نمیر نے کہا کہ میں آپ کو خلیفہ تسلیم کرنے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہوں۔ میرے ساتھ پانچ ہزار جنگجو لشکر شام کا موجود ہے' یہ بھی میری تقلید کریں گے۔ آپ میرے ساتھ شام کے ملک

Marfat.com

میں چلیں' میں تمام اہل شام کو آپ کی بیعت کے لیے آمادہ کروں گا۔ حجاز والے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر ہی چکے ہیں۔ اہل شام کے بعد تمام عالم اسلام بلااختلاف آپ کو خلیفہ تسلیم کرلے گا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سمجھا کہ مجھ کو فریب دیا جارہا ہے۔ چنانچہ انکار کیا اور کہا کہ میں جب تک اہل شام سے انتقام نہ لے لوں گا ہرگز ان کو معاف نہ کروں گا۔ حصین بن نمیر آہستہ آہستہ کلام کرتا تھا اور عبداللہ بن زبیرؓ بلند آواز اور درشتی سے جواب دیتے تھے۔ حصین نے کہا کہ میں آپ کو خلافت دینا چاہتا ہوں اور آپ مجھ سے لڑتے اور سختی سے جواب دیتے ہیں۔ غرض حصین بن نمیر وہاں سے جدا ہو کر اپنے لشکر میں آیا اور کوچ کا حکم دیا۔ بعد میں عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے قاصد کے ہاتھ کہلا کر بھجوایا کہ مجھ کو شام کے ملک میں جانے کے لیے مجبور نہ کیا جائے' یہیں آکر بیعت کرلو۔ حصین نے کہا کہ بغیر آپ کے شام میں جانے کے کام نہ چلے گا۔ غرض عبداللہ بن زبیرؓ مکہ سے جدا نہ ہوئے اور حصین بن نمیر مکہ سے مدینہ کے قریب پہنچا تو وہاں معلوم ہوا کہ یزید کے انتقال کی خبر سن کر اہل مدینہ نے پھر بنوامیہ کے خلاف کھڑے ہو کر یزید کے عامل کو مدینہ سے نکال دیا ہے' جس کو مسلم بن عقبہ مدینہ میں مامور و متعین کر آیا تھا۔ حصین مدینہ کے باہر جاکر خیمہ زن ہوا تو مدینہ کی شورش و ہنگامہ آرائی کم ہو گئی اور جس قدر بنی امیہ مدینہ میں موجود تھے' وہ سب حصین بن نمیر کے لشکر میں چلے آئے اور کہا کہ ہم کو اپنے ساتھ ملک شام کی طرف لے چلو۔ حصین نے کہا کہ آج رات کو تم یہیں ٹھہرو' صبح تم کو ساتھ لے کر کوچ کریں گے۔ جب رات ہوئی تو حصین بن نمیر تنہا علی بن حسین کی تلاش میں نکلا۔ ان سے ملا اور کہا کہ یزید فوت ہو گیا۔ اس وقت عالم اسلام کا کوئی امام نہیں ہے۔ تم میرے ساتھ ملک شام کی طرف چلو' میں تمام جہان کو تمہاری بیعت پر آمادہ کردوں گا اور تم خلیفہ وقت ہو جاؤ گے۔ اہل شام کو تم اہل عراق کی طرح نہ سمجھو وہ تم کو ہرگز دھوکہ نہ دیں گے اور نہ تمہارے درپے آزار ہوں گے۔ علی بن حسین نے کہا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ ساری عمر کسی سے بیعت نہ لوں گا۔ تم مجھ کو اسی حال میں رہنے دو اور کسی دوسرے کو خلافت کے لیے تلاش کرلو۔ یہ کہہ کر وہ حصین سے جدا ہو گئے۔ حصین اپنے لشکر میں آیا اور صبح بنو امیہ کو ہمراہ لے کر شام کی طرف روانہ ہوا۔

عہد یزیدی کی فتوحات :سلسلہ کلام میں ہم یزید کی وفات تک پہنچ گئے لیکن یہ تذکرہ رہ گیا تھا کہ عقبہ بن نافع بانی شہر قیروان افریقہ سے دمشق کی جانب امیر معاویہؓ کے پاس چلے آئے تھے اور ابوالمہاجر کی شکایت کی تھی۔ امیر معاویہؓ نے وعدہ کیا تھا کہ ہم تم کو پھر افریقہ کی سپہ سالاری پر بھیج دیں گے۔ ابھی یہ وعدہ پورا نہ ہوا تھا کہ امیر معاویہؓ فوت ہو گئے۔ یزید نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی عقبہ کو افریقہ کی سپہ سالاری پر نامزد کر کے افریقہ کی طرف روانہ کیا۔ عقبہ نے قیروان پہنچ کر ابوالمہاجر کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس قید کا سبب یہ تھا کہ ابوالمہاجر نے اپنے عہد حکومت میں عقبہ کو ناجائز طور پر برا کہنے اور بدنام کرنے کی کوشش کی تھی۔ اسی حالت قید میں ابوالمہاجر فوت ہوا اور مرنے سے پہلے عقبہ بن نافع کو وصیت کر گیا کہ ایک بربری نومسلم مسمی کسیلہ سے ہوشیار رہنا۔ کسیلہ کو ابوالمہاجر نے مسلمان کیا تھا۔ وہ اس کے مزاج و عادات سے واقف ہونے کی وجہ سے جانتا تھا کہ

Marfat.com

عقبہ نے چونکہ مجھ کو قید کیا ہے' اس لیے کسیلہ موقع پا کر ضرور عقبہ سے انتقام لے گا۔ عقبہ بن نافع نے اس بات کی طرف کچھ زیادہ توجہ نہ کی اور کسیلہ کو بدستور اپنی فوج کے ایک چھوٹے حصے پر سردار رہنے دیا۔ سنہ۔ ۶۲ھ میں عقبہ بن نافع نے اپنے بیٹوں کو بلا کر وصیت کی اور کہا کہ میں راہ الٰہی میں جہاد کی غرض سے روانہ ہوتا ہوں اور دل سے خواہش مند ہوں کہ مجھ کو درجہ شہادت حاصل ہو۔ اس کے بعد زہیر بن قیس بلوی کو مختصر فوج کے ساتھ قیروان کی حفاظت کے لیے چھوڑ کر اور خود مجاہدین کا لشکر لے کر مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔ شہر باغانہ پر رومی لشکر سے مقابلہ ہوا۔ سخت لڑائی کے بعد رومی فرار ہوئے پھر شہر اربہ پر رومیوں نے دوبارہ سخت مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں بھی ان کو ہزیمت ہوئی۔ مسلمان کی فتوحات کے سیلاب کو بڑھتے ہوئے دیکھ کر رومیوں نے بربریوں کو جو ابھی تک عیسائی مذہب میں بھی داخل نہ ہوئے تھے' اپنے ساتھ ملایا اور مسلمانوں کی تھوڑی سی جمعیت کے مقابلے میں رومیوں اور بربریوں کی افواج کثیر نے میدان میں قدم جمایا۔ خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو فتح کامل حاصل ہوئی۔ آخر شہر طنجہ پر رومی بطریق سے آخری مقابلہ ہوا جس میں اس رومی گورنر نے اپنے آپ کو عقبہ بن نافع کے حوالے کر دیا۔ عقبہ نے اس کو آزاد کر دیا اور شہر طنجہ کو کوئی نقصان پہنچائے بغیر آگے بڑھے۔ تمام ملک مراقش کو فتح کرتے ہوئے بحر ظلمات یعنی بحر اطلانطک کے ساحل تک پہنچ گئے۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر عقبہ نے اپنا گھوڑا سمندر میں ڈال کر کہا کہ:

"الٰہی یہ سمندر اگر میرے راستے میں حائل نہ ہو جاتا تو جہاں تک زمین ملتی میں تیری راہ میں جہاد کرتا ہوا چلا جاتا"۔

عقبہ کی شہادت : ساحل سمندر سے ہٹ کر عقبہ نے قیروان کی جانب واپسی کا ارادہ کیا۔ اب تمام شمالی افریقہ فتوحات اسلامی میں شامل ہو چکا تھا۔ واپسی میں عقبہ نے فوج کے کئی حصے کر کے الگ الگ روانہ کئے اور ایک حصہ اپنی معیت میں رکھا۔ اثناء سفر میں ایک مقام ایسا آیا کہ وہاں پانی دستیاب نہ ہوا۔ لوگ پیاس کے مارے مرنے لگے۔ عقبہ بن نافع نے جناب الٰہی میں دعا کی' اس وقت ان کا گھوڑا اپنا پاؤں زمین پر مارنے لگا اور وہیں سے چشمہ پھوٹ کر پانی بہنے لگا۔ تمام لشکر سیراب ہوا اور اس چشمہ کا نام ماء الفرس مشہور ہوا۔ جو آج تک اسی نام سے مشہور ہے۔ وہاں سے جب عقبہ اپنے چھوٹے سے لشکر کے ساتھ روانہ ہو کر مقام ہتوذا میں پہنچے تو رومیوں اور بربریوں نے ان کے ساتھ تھوڑی سی جمعیت دیکھ کر مقابلہ کا ارادہ کیا۔ حالانکہ یہ سب مطیع و منقاد ہو چکے تھے۔ کسیلہ نے جو عقبہ کے ساتھ تھا اس موقع پر مناسب سمجھ کر اور جدا ہو کر رومیوں کی شرکت اختیار کی۔ اپنی قوم کی ہمت کو بھی بڑھایا اور ایک لشکر عظیم چڑھا لایا اور چاروں طرف سے اس قلیل جمعیت کو گھیر لیا۔ مٹھی بھر مسلمانوں نے تلواریں سونت لیں اور دشمنوں کے قتل کرنے میں مصروف ہو گئے۔ بہت سے رومیوں اور بربریوں کو تلوار کے گھاٹ اتار کر لاشوں کے ڈھیر لگا دیئے اور خود بھی ایک ایک کر کے شہید ہو گئے اور عقبہ بن نافع کی آرزوئے شہادت پوری ہوئی۔

کسیلہ عقبہ کی شہادت کے بعد اپنا لشکر عظیم لئے ہوئے قیروان کی طرف بڑھا۔ قیروان میں جب

Marfat.com

عقبہ کے شہید ہونے اور لشکر عظیم کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی توزہیر بن قیس نے مقابلہ کی تیاری کی لیکن فوج کے اندر آپس میں اختلاف اور نااتفاقی پیدا ہو گئی۔ زہیر بن قیس مشکلات پر غالب نہ آسکے۔ مجبورا مسلمانوں کو قیروان چھوڑ کر برقہ کی طرف آنا پڑااور کسیلہ قیروان پر قابض و متصرف ہو گیا۔

یزیدی سلطنت پر ایک نظر : یزید کی سلطنت قریباپونے چار سال رہی۔اس کے دور حکومت میں مسلمانوں کو کوئی فتح وکامیابی حاصل نہیں ہوئی بلکہ امیر معاویہؓ کی بست سالہ حکومت وخلافت کے بعد اندرونی جھگڑوں اور بیرونی اقوام کی طرف سے غافل ہونے کا زمانہ شروع ہو گیا۔ یزید کے دامن پر سب سے بڑاداغ حضرت حسینؓ کی شہادت کا ہے۔ جس نے اس کے اور دوسرے معائب کو بھی نمایاں کر دیا ہے لیکن اسی کے ساتھ اگر ہمیں تحقیق حق منظور ہے توسکون قلب کے ساتھ واقعات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش میں ہمت نہیں ہارنی چاہیے اوراس پر غور کرنا چاہیے کہ ان تمام مظالم اور ناشدنی برتاؤ کے جو حضرت حسینؓ کے ساتھ میدان کربلامیں ہوئے اصل محرکات کیا تھے۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیاجاسکتاکہ مغیرہ بن شعبہؓ کی تحریک پرامیر معاویہؓ نے یزید کوولی عہد بنایاورنہ اس سے پہلے ان کواس کا خیال بھی نہ گزراتھاکہ وہ اپنے بیٹے کو خلیفہ بنانے کی تمنا کریں۔ سب سے پہلے اس تجویز کو مغیرہؓ ہی نے کوفہ میں پروان چڑھایالیکن بنیادی طور پر یہ تجویز چونکہ خلافت راشدہ کی سنت کے خلاف اور اسلامی جمہوریت کی روح کے منافی تھی' اس لیے اسی وقت مدینہ منورہ میں اس کی مخالفت شروع ہوئی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر' عبداللہ بن عمر' عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسینؓ نے اس کی شدت سے مخالفت کی۔ مروان نے جب اس مسئلہ کومدینہ میں صاحب الرائے اور سنجیدہ حلقوں کے سامنے رکھا توہر طرف سے اس کی مخالفت شروع ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے صاف لفظوں میں کہاکہ ہمارے لیے خلیفہ کے انتخاب میں رسول اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے طریقے کے سوااور کوئی طریقہ پسندیدہ نہیں ہو سکتا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے اس پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہاکہ امیر المومنین نے انتخاب کا جو طریقہ اختیار کیاہے' یہ سنت خلفاء راشدین نہیں بلکہ یہ توقیصر وکسریٰ کا طریقہ ہے جو ہمارے لیے قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ حضرت حسینؓ نے فرمایاکہ یہ انتخاب مسلمانوں کی بہتری کے لیے نہیں بلکہ بربادی کے لیے کیا گیاہے کیونکہ اس طرح تو خلافت اسلامیہ قیصر وکسریٰ کی سلطنت سے مشابہ ہو جائے گی کہ باپ کے بعد بیٹا تخت نشین ہو۔

امیر معاویہؓ نے ان صاحبان بصیرت کو راضی کرنے کے لیے یہاں تک کہلوایاکہ آپ حضرات محض اس کو خلیفہ مان لیں باقی ملک کا نظم ونسق' عہدیداروں کا تقرر وتبدل اور دوسرے انتظام مملکت وہ سب آپ حضرات ہی کے مشورے سے ہو گا لیکن اس پر بھی ان میں سے کوئی تیار نہیں ہوا۔

اس دور کے عوام کے جذبات اور یزید کے کیرکٹر کا اندازہ اس سے کیجئے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے عمال کے نام ایک عام حکم جاری کیاکہ لوگوں سے یزید کی خوبیاں بیان کرواور اپنے اپنے علاقے کے بااثر

Marfat.com

لوگوں کاایک ایک وفد میرے پاس بھیجو کہ میں بیعت یزید سے متعلق لوگوں سے خود بھی گفتگو کروں۔ چنانچہ ہر صوبے سے جو وفد آیا' امیر معاویہؓ نے ان سے الگ الگ بھی گفتگو کی اور پھر سب کو ایک مجلس میں جمع کر کے ایک خطبہ دیا جس میں خلفاء کے حقوق و فرائض' احکام کی اطاعت اور عوام کے فرائض بیان کر کے یزید کی شجاعت' سخاوت' عقل و تدبیر اور انتظامی قابلیت کا تذکرہ کر کے اس بات کی خواہش ظاہر کی کہ یزید کی ولی عہدی پر بیعت کر لینی چاہیے لیکن اس کے جواب میں مدینہ کے وفد کے ایک رکن محمد بن عمرو بن خرم نے کھڑے ہو کر کہا کہ امیر المومنین آپ یزید کو خلیفہ تو بناتے ہیں لیکن ذرا اس پر بھی خیال فرمالیں کہ قیامت کے دن آپ کو اپنے اس فعل کا اللہ تعالیٰ کی جناب میں جواب دہ ہونا پڑے گا۔ محمد بن عمرو بن حزم کے ان الفاظ سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام بھی یزید کی خلافت سے خوش نہ تھے اور اس کی خلافت کے جوئے کو اپنی گردن پر رکھنے کے لیے تیار نہ تھے۔

خود آخر وقت میں امیر معاویہؓ کے سامنے یزید نے جس قسم کی سرکشی کا اظہار کیا تھا' اس سے بھی اس پر روشنی پڑتی ہے کہ وہ کہاں تک خلافت کا اہل تھا۔

شروع ماہ رجب سنہ۔ ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہؓ بیمار ہوئے' اس بیماری میں جب انہیں یقین ہونے لگا کہ اب آخری وقت قریب آگیا ہے تو انہوں نے یزید کو بلوایا۔ یزید اس وقت دمشق سے باہر شکار میں یا کسی مہم پر گیا ہوا تھا۔ فوراً قاصد گیا اور یزید کو بلا کر لایا۔ یزید حاضر ہوا تو انہوں نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:

"اے بیٹے! میری وصیت کو توجہ سے سن اور میرے سوالوں کا جواب دے۔ اب اللہ تعالیٰ کا فرمان یعنی میری موت کا وقت قریب آچکا ہے تو بتا کہ میرے بعد مسلمانوں سے کیسا سلوک کرے گا؟ یزید نے جواب دیا کہ میں کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کروں گا۔"

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا کہ سنت صدیقی پر بھی عامل ہونا چاہیے کہ انہوں نے مرتدین سے جنگ کی اور اس حالت میں وفات پائی کہ امت ان سے خوش تھی۔ یزید نے کہا نہیں' صرف کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کافی ہے۔

امیر معاویہؓ نے پھر کہا کہ اے بیٹے سیرت عمرؓ کی پیروی کر کہ انہوں نے شہروں کو آباد کیا' فوج کو قوی کیا اور مال غنیمت فوج پر تقسیم کیا۔ یزید نے کہا نہیں' صرف کتاب اللہ اور سنت رسول کی پیروی کافی ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ نے کہا اے بیٹے سیرت عثمان غنیؓ پر عامل ہونا کہ انہوں نے لوگوں کو زندگی میں فائدہ پہنچایا اور سخاوت کی۔ یزید نے کہا کہ نہیں' صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ میرے لیے کافی ہے۔

امیر معاویہؓ نے یہ سن کر فرمایا کہ اے بیٹے تیری ان باتوں سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ تو میری باتوں پر عمل درآمد نہیں کرے گا بلکہ میری وصیت و نصیحت کے خلاف ہی کرے گا"۔

بہر حال مغیرہ بن شعبہ اور امیر معاویہؓ کی کوشش سے یزید عالم اسلامی کا خلیفہ ہوا۔ حضرت امیر معاویہؓ کا اپنی زندگی میں یزید کے لیے بیعت لینا ایک سخت غلطی تھی اور یہ غلطی ان سے غالباً محبت پدری کی

Marfat.com

وجہ سے سرزد ہوئی مگر مغیرہ بن شعبہ ؓ کی غلطی ان سے بھی بڑی ہے کیونکہ امیر معاویہ ؓ کو یہ خیال مغیرہ بن شعبہ ؓ ہی کی تحریک پر پیدا ہوا تھا لیکن یزید نے اس منصب کو حاصل کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو خلافت کا اہل ثابت نہیں کیا۔ وہ خوب جانتا تھا کہ اس کے زمانے میں ایسے بزرگ موجود ہیں جو اپنی پاکیزہ سیرت' بلند اخلاق' عبادت وریاضت اور عملی زندگی اور قوت ایمانی کی وجہ سے آفتاب سمجھے جاتے ہیں' بجائے اس کے کہ وہ اپنی حکومت کا نظم ونسق ان بزرگوں کے مشورے سے چلاتا' اس نے خلافت کے حاصل کرتے ہی اپنی ظلم و استبداد کی چکی کو تیز سے تیز تر کر دیا۔ اس نے مدینے اور مکے میں اس وقت جتنے بزرگ موجود تھے مثلاً حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسین ؓ اور دوسرے بزرگوں سے بیعت لینے کے لیے وہاں کے عاملوں کے نام احکام جاری کئے کہ ان سب سے میرے لیے بیعت لی جائے۔ حضرت حسین ؓ کو جب اس کا یہ پیغام پہنچا تو امام عالی مقام جیسی مقدس ہستی اس کے ہاتھ پر کیسے بیعت کر سکتی تھی کیونکہ اول تو اس کا انتخاب ہی غیر شرعی طریقہ پر ہوا تھا اور اس کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی۔ دوسرے یہ کہ وہ اپنے اعمال و کردار کے اعتبار سے بھی اس قدر گرا ہوا تھا کہ وہ ہمیشہ لہو ولعب سیر وشکار میں مصروف رہتا تھا۔ خواجہ سراؤں کو اس نے اپنی خدمت گزاری پر مامور کیا۔ رقص وسرود کی محفلوں میں وہ بے محابا شریک ہوتا تھا۔ یہ اور اس قسم کے بہت سے عیوب اس میں تھے۔ وہ کسی طرح بھی اس قابل نہیں تھا کہ اسے ایک منٹ کے لیے بھی مسلمانوں کا خلیفہ یا سردار تسلیم کیا جائے تو ان حالات میں حضرت حسین ؓ اس کو کیسے خلیفہ تسلیم کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر سکتے تھے۔

یہ تھے وہ محرکات جس کی وجہ سے حضرت حسین ؓ نے یزیدی حکومت کے نظام باطل کی مخالفت کی اور ظلم واستبداد اور باطل حکومت کے خلاف آپ نے اپنے عمل سے ایک ایسی شمع روشن کی جس کی روشنی میں قیامت تک حق پرستوں کے قافلے آگے بڑھتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت حسین ؓ نے اپنے مختلف خطبوں میں بھی جو آپ نے میدان کربلا میں اور دوران سفر کربلا میں دیتے تھے' بیان فرمایا: "مقام بیضہ میں آپ نے حر کے ساتھیوں اور اپنے ہمراہیوں کے سامنے ایک خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:

"لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے جس نے ایسے بادشاہ کو دیکھا جو ظالم ہے' اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کرتا ہے' اللہ کے عہد کو توڑتا ہے' سنت رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتا ہے' اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرتا ہے اور دیکھنے والے کو اس پر اپنے عمل اور قول سے غیرت نہ آئی تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق ہے کہ اس بادشاہ کی بجائے اس دیکھنے والے کو جہنم میں داخل کر دے۔ تم اچھی طرح سمجھ لو کہ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے اور زمین پر فتنہ وفساد پھیلا رکھا ہے' حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے اور مال غنیمت میں اپنا حصہ زیادہ لیتے ہیں۔ اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور اس کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کر دیا ہے۔ اس لیے مجھے ان باتوں پر غیرت آنے کا زیادہ حق ہے"

یہ تھے وہ اسباب جو حضرت حسین ؓ کو میدان کربلا میں لائے۔ آپ اور آپ کے اہل بیت اظہار اعلاء کلمتہ الحق کرتے ہوئے ایک نظام باطل کے مٹانے کی سعی میں شہید ہوئے۔

Marfat.com

عام نقطہ نظر سے بھی یزید امیر معاویہ ؓ کا کوئی اچھا جانشین نہ تھا۔ اس کو مذہب اور روحانیت سے بہت ہی کم تعلق تھا۔ اس نے حکومت اور سیاست میں بھی کسی قابلیت کا اظہار نہیں کیا۔ اگر وہ کسی قابل ہوتا تو سب سے پہلی کوشش اور پوری ہمت اس کی اس کام میں صرف ہوتی کہ لوگ حضرت امیر معاویہ ؓ اور حضرت علی ؓ کے تنازعات کو بھول جائیں لیکن اس نے یا تو اس طرف توجہ ہی کم کی یا وہ اپنی نا قابلیت کے سبب کامیاب نہیں ہو سکا۔ یزید نے اپنی عملی زندگی کا جو نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا' اس میں چونکہ فسق و فجور اور خلاف احکام شرع اعمال بھی تھے۔ لہذا عام طور پر مسلمانوں کی مذہبی خصوصیات اور عملی زندگی کو نقصان پہنچا اور ضعیف الایمان لوگ گناہوں کے ارتکاب میں شاہی نمونہ دیکھ کر دلیر ہو گئے۔ یزید ہی کے بد نما نمونہ نے مسلمانوں کو گانے بجانے اور شراب پینے کی ترغیب دی' ورنہ اس سے پہلے عالم اسلام ان خرابیوں سے بالکل پاک تھا۔ یزید کے زمانے تک بھی حکومت و خلافت میں وراثت کے اصول کو مسلمانوں نے تسلیم نہیں کیا تھا اور وہ سمجھتے تھے کہ امیر معاویہ ؓ کے بعد یزید کا خلیفہ ہو جانا ایک سخت غلطی ہے اور اس غلطی کی اصلاح ہونی چاہیے۔ چنانچہ حصین بن نمیر اسی لیے عبداللہ بن زبیر ؓ کو خلیفہ بنانے کا خواہشمند تھا لیکن یزید کے بعد بتدریج اس وراثت کے خیال کو بنو امیہ کی کوششوں کے سبب تقویت پہنچی اور بالآخر اس رسم بد نے ایسی جڑ پکڑی کہ آج تک مسلمانوں کو اس سے رست گاری حاصل نہ ہوئی۔

یزید کا پہلا نکاح ام ہاشم بنت عتبہ بن ربیعہ کے ساتھ ہوا تھا جس سے دو بیٹے معاویہ اور خالد پیدا ہوئے۔ یزید کو خالد کے ساتھ زیادہ محبت تھی لیکن معاویہ کو اس نے اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ دوسرا نکاح اس کا ام کلثوم بنت عبداللہ بنت عامر سے ہوا جس کے بطن سے عبداللہ بن یزید پیدا ہوا جو تیر اندازی کی قابلیت میں کمال اور شہرت رکھتا تھا۔ ان کے علاوہ چند بیٹے یزید کے لونڈیوں کے پیٹ سے بھی پیدا ہوئے تھے۔

معاویہ بن یزید

معاویہ بن یزید کی کنیت ابو لیلیٰ اور ابو عبدالرحمٰن تھی۔ معاویہ ؓ کی وفات کے وقت اس کی عمر بیس سال اور چند ماہ تھی۔ یہ جوان صالح اور عابد زاہد شخص تھا۔ اہل شام نے یزید کی وفات کے وقت اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حصین بن نمیر جب لشکر شام اور بنو امیہ کو لیے ہوئے دمشق پہنچا ہے تو معاویہ بن یزید کے ہاتھ پر بیعت ہو چکی تھی۔ معاویہ اپنی خلافت اور لوگوں سے بیعت لینے کا خواہشمند نہ تھا۔ وہ کچھ بیمار بھی تھا اور اس حالت بیماری ہی میں اس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی۔ اس نے لوگوں کے اصرار سے مجبور ہو کر بیعت لی اور صرف چالیس روز یا دوسری روایت کے موافق دو ماہ اور تیسری روایت کے موافق تین ماہ خلافت کر کے فوت ہوا۔ اس قلیل مدت میں کوئی قابل تذکرہ کام نہ کر سکا۔ معاویہ کے مرض نے جب ترقی کی تو لوگوں نے کہا کہ اپنے بعد کسی کو خلافت کے لیے نامزد کر دو۔ معاویہ نے کہا کہ میں پہلے ہی اپنے اندر خلافت کی طاقت نہ پاتا تھا۔ تم لوگوں نے زبردستی مجھ کو خلیفہ بنایا۔ میں نے سوچا کہ کوئی شخص عمر فاروق ؓ کی مانند مل جائے تو اس کو خلافت سپرد کر

Marfat.com

دوں لیکن نہیں ملا' پھر میں نے چاہا کہ جس طرح عمر فاروقؓ نے چند شخصوں کو نامزد کر دیا تھا کہ ان کے بعد وہ خلیفہ کو منتخب کریں۔ اسی طرح میں بھی چند شخصوں کو نامزد کر دوں لیکن میری نگاہ میں ایسے اشخاص بھی نہیں آئے۔ لہذا میں اب اس معاملہ میں کچھ نہیں کہتا۔ تم کو اختیار ہے جس کو چاہو خلیفہ بناؤ' مجھے کوئی سروکار نہیں۔ یہ کہہ کر معاویہ نے اپنی محل سرائے کا دروازہ بند کرالیا اور اس کے بعد اس کا جنازہ ہی محل سرائے سے نکلا۔

بصرہ میں ابن زیاد کی بیعت : معاویہ بن یزید کی خلافت کو صرف اہل شام اور اہل مصر نے تسلیم کیا تھا۔ اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یزید کے مرنے کی خبر جب عراق میں پہنچی تو اس وقت عبیداللہ بن زیاد بصرہ میں تھا۔ اس نے اہل بصرہ کو جمع کر کے کہا کہ امیر المومنین یزید کا انتقال ہو گیا ہے۔ اب کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو خلافت کے کاموں کو چلانے کی قابلیت رکھتا ہو۔ میں اسی ملک میں پیدا ہوا اور یہیں میں نے پرورش پائی۔ میرا باپ بھی اس ملک کا حاکم تھا اور میں بھی اسی ملک کا حاکم ہوں' آمدنی پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔ لوگوں کی تنخواہیں اور وظیفے بھی اب پہلے سے زیادہ ہیں۔ مفسد اور شریر لوگوں سے ملک پاک وصاف ہے۔ تم لوگ اگر چاہو تو اپنی خلافت الگ قائم کر سکتے ہو کیونکہ تم اہل شام کے محتاج نہیں ہو۔ یہ تقریر سن کر سب نے کہا کہ بہت مناسب ہے۔ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں۔ چنانچہ اہل بصرہ نے عبیداللہ بن زیاد کے ہاتھ پر بیعت کر لی مگر وہ دل سے عبیداللہ کو پسند کرتے تھے۔ اہل بصرہ سے بیعت لے کر عبیداللہ کوفہ کی طرف گیا کہ وہاں کے لوگوں سے بھی بیعت لے لیکن کوفہ والوں نے صاف انکار کر دیا۔ اہل بصرہ کو جب معلوم ہوا کہ اہل کوفہ ابن زیاد سے منحرف ہو گئے تو انہوں نے بھی اپنی بیعت فسخ کر دی۔ ابن زیاد مجبور اور مایوس ہو کر عراق سے بھاگا اور دمشق پہنچا۔ یہ دمشق میں اس وقت پہنچا تھا جب کہ معاویہ بن یزید فوت ہو چکا تھا اور انتخاب خلیفہ کے متعلق ملک شام میں جھگڑا اور نزاع برپا تھا۔

عراق میں ابن زبیرؓ کی خلافت : اہل کوفہ کی حالت یہ تھی کہ حادثہ کربلا کے بعد ان لوگوں کے دلوں میں حضرت حسینؓ کی شہادت نے اندر ہی اندر ایک اثر پیدا کیا۔ جنہوں نے حسینؓ کو خطوط بھیج کر بلایا اور ان کے قتل میں پھر شریک ہوئے' اپنی اس حرکت سے ان کے دلوں میں پشیمانی پیدا ہوئی۔ ادھر ابن زیاد کو بھی کوئی انعام وصلہ نہ ملا بلکہ خراسان کا علاقہ اس کی ماتحتی سے جدا کر دیا گیا' لہذا وہ بھی قتل حسینؓ سے پشیمان ہوا اور اہل کوفہ کو اظہار پشیمانی سے نہ روکا۔ کوفہ کے ان لوگوں نے جو شیعان حسین کہلائے جاتے تھے سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان میں جمع ہو کر ایک خفیہ جلسہ کیا اور اپنی خطاؤں کا اقرار کرنے کے بعد ان کی تلافی کے لیے اس تجویز پر اتفاق کیا کہ اب ہم کو خون حسینؓ کا معاوضہ ضرور لینا چاہیے۔ چنانچہ سب نے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کی۔ سلیمان نے لوگوں کو سمجھایا کہ تم اپنے اس اقرار اور ارادے پر قائم رہو لیکن اس کے اظہار سے ابھی پرہیز کرو اور لوگوں کو رفتہ رفتہ اپنا ہم خیال بناتے رہو۔ جب موقع آئے گا ہم خروج کریں گے اور خون حسینؓ کا قصاص لے کر چھوڑیں گے۔

جب عبیداللہ بن زیاد نے اہل کوفہ کو اپنی بیعت کی طرف متوجہ کرنا چاہا تو لوگوں نے اسی لیے انکار کیا

Marfat.com

کہ وہ سلیمان بن صرد کی ہدایت و تجویز کے ماتحت ابن زیاد سے انتقام لینے کی تیاریاں کر رہے تھے' اس کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرنے لگے تھے۔ یزید کی وفات کا حال سن کر شیعان علی نے سلیمان بن صرد سے کہا کہ اب مناسب موقع ہے آپ خروج کیجئے لیکن سلیمان نے ان کو اس ارادے سے باز رکھا اور کہا کہ ابھی تک اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد ایسی باقی ہے جو ہماری ہم خیال اور شریک کار نہیں ہے' مناسب یہ ہے کہ ابھی چند روز تک اور اندر اندر اپنی کوششوں کو جاری رکھو اور اپنی جمعیت اور طاقت کو بڑھاؤ۔

ابن زیاد کو صاف جواب دینے کے بعد اہل کوفہ نے عمرو بن حرث کو جو ابن زیاد کی طرف سے کوفہ کا حاکم تھا نکال دیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے عبداللہ بن یزید انصاری کوفہ کے گورنر اور ابراہیم محمد بن طلحہ محصل خراج مقرر ہو کر آگئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ کے گورنر کی آمد سے ایک ہفتہ پیشتر مختار بن ابو عبیدہ بھی جو محمد بن الحنفیہ کے پاس گیا ہوا تھا واپس کوفہ میں آیا۔ یہ رمضان سنہ ۶۴ھ کا واقعہ ہے۔ بصرہ والوں نے بھی ابن زیاد کے چلے جانے پر عبداللہ بن حارث کو اپنا سردار بنالیا اور پھر اہل کوفہ کی تقلید میں اپنا ایک وفد بھیج کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اس طرح تمام ملک عراق پر بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت قائم اور مسلط ہو گئی۔

مصر میں ابن زبیرؓ کی خلافت : مصر کا حاکم عبدالرحمٰن بن خجدم تھا۔ اس نے جب معاویہ بن یزید کے انتقال کی خبر سنی تو فوراً بذریعہ وفد عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کی۔ حمص کے گورنر نعمان بن بشیرؓ اور قسرین کے حاکم ظفر بن حارث تھے۔ ان دونوں نے بھی معاویہ بن یزید کی وفات کا حال سن کر عبداللہ بن زبیرؓ ہی کی خلافت کو تسلیم کر لینا مناسب سمجھا۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد چونکہ جلد خلیفہ کا انتخاب نہیں ہو سکا۔ لہذا اہل دمشق نے ضحاک بن قیس کے ہاتھ پر اس اقرار کے ساتھ بیعت کی تھی کہ جب تک مسلمانوں کا کوئی امیر اور خلیفہ منتخب و متعین نہ ہو' اس وقت تک ہم آپ کو اپنا امیر مانیں گے اور آپ کے احکام کی فرماں برداری کریں گے۔ یہ ضحاک بن قیس بھی خلافت کے لیے عبداللہ بن زبیرؓ ہی کو سب سے بہتر سمجھتے تھے۔ فلسطین کا گورنر حسان بن مالک تھا وہ البتہ اس امر کا خواہاں تھا کہ آئندہ بھی جو خلیفہ منتخب ہو وہ بنی امیہ میں سے ہو۔

غرض معاویہ بن یزید کی وفات پر تمام عالم اسلام حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر متفق ہو چکا تھا اور بنو امیہ کے سوا تمام بااثر اشخاص وراثت کو خلافت سے مٹانے اور عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ بنانے پر آمادہ پائے جاتے تھے۔

عبیداللہ بن زیاد کی یزید کے بعد عراق میں جو حالت ہوئی اوپر پڑھ چکے ہو۔ اب اس کے بھائی مسلم بن زیاد کا حال سنو جو خراسان کا گورنر تھا۔

خراسان میں جب یزید کے مرنے کی خبر پہنچی تو مسلم بن زیاد نے اہل خراسان سے کہا کہ یزید کا انتقال ہو گیا ہے' جب تک کوئی دوسرا خلیفہ مقرر ہو کر احکامات جاری نہ کرے اس وقت تک کے لیے تم میرے ہاتھ پر بیعت کر لو۔ اہل خراسان نے خوشی سے بیعت کر لی لیکن چند روز بعد انہوں نے اس بیعت کو فسخ کر دیا۔

Marfat.com

مسلم بن زیاد کا بھی قریباوہی حشر ہواجو عبیداللہ بن زیاداس کے بھائی کا عراق میں ہوا تھا۔ مسلم بن زیاد نے اپنی جگہ مہلب بن ابی صفرہ کو حاکم خراسان مقرر کر کے خوددمشق کا قصد کیا۔ راستے میں اس کو عبداللہ بن حازم ملا۔ اس نے عبداللہ بن حازم کواپنی طرف سے حاکم خراسان مقرر کردیااور مہلب بن ابی صفرہ بدستور سپہ سالارافواج رہا۔ عبداللہ بن حازم نے خراسان پہنچ کر تمام سرکشوں اور باغیوں کودرست کردیا۔ ادھر دمشق میں خلافت کا فیصلہ ہورہا تھا۔ ادھر عبداللہ بن حازم ترکوں اور مغلوں کو شکستیں دے کراسلامی حکومت کاسکہ دلوں پر بٹھارہا تھا۔

اگر عبداللہ بن زبیرؓ حصین بن نمیر کا مشورہ قبول کر لیتے اور شام کے ملک میں تشریف لے آتے تو یقیناًان کی خلافت کے قیام واستحکام میں کوئی شک وشبہ باقی نہ تھااور وہ تنہاعالم اسلامی کے خلیفہ بن کر ضروران برائیوں کو جن کی بنیاد پڑ چکی تھی، کلیۃً مٹادینے میں کامیاب ہو جاتے مگر شدنی اموراس کے خلاف تھے جو ہو کر رہے۔

مروان بن حکم

مروان بن حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی پیدائش کازمانہ سنہ۔ ۲ھ ہے۔ ماں کانام آمنہ بنت علقمہ بن صفوان ہے۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں میر منشی اور وزارت کاعہدہ حاصل رہا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے میں کئی مرتبہ مدینہ کی حکومت حاصل رہی۔ معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد چھ سات مہینے تک تنہاحضرت عبداللہ بن زبیرؓ ہی خلیفہ تھے۔ ان کے سوااور کوئی شخص بنوامیہ سے مدعی خلافت نہ تھا۔ تمام عمال وحکام نے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ چھ سات مہینے کے بعد مروان اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر ملک شام پر قابض ہوا۔ لہذامروان کی حیثیت ایک باغی کی قراردی جا سکتی ہے اور چونکہ خلافت بنوامیہ سے بالکل نکل چکی تھی لہذامروان کو بنوامیہ کی خلافت کا مجدد بھی کہا جاسکتا ہے۔

بیعت خلافت اور جنگ مرج راہط : معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد جیساکہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ملک شام میں بھی دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک تو بنوامیہ تھے جو اپنے ہی قبیلے میں خلافت کو رکھنا چاہتے تھے۔ دوسرے ضحاک بن قیسی حاکم دمشق اور ان کے ہم خیال عمال تھے جو دل سے عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے موید مگر علانیہ زبان سے کچھ نہ کہتے تھے۔ سب سے پہلے نعمان بن بشیرؓ نے حمص میں عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر بیعت لیناشروع کی۔ قنسرین کے حاکم ظفر بن حارث نے بھی ان کی تقلید کی۔ دمشق میں بنوامیہ اور بنو کلب کی کثرت تھی۔ یہ دونوں قبیلے ہم خیال اور عبداللہ بن زبیرؓ کے مخالف تھے۔ لہذاضحاک بن قیس جو دل سے ابن زبیرؓ کے طرفدار تھے، زبان سے کچھ نہ کہتے اور دمشق پر حکومت کرتے تھے۔ دمشق والوں کواس کی اطلاع نہ تھی کہ حمص اور قنسرین کی افواج عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت پر بیعت کر چکی ہیں۔ سب سے پہلے حسان بن

Marfat.com

مالک کلبی جو فلسطین کا عامل اور اپنی رشتہ داری کی وجہ سے بنوامیہ کا طرفدار تھا' اس خبر سے مطلع ہوا۔ اس نے روح بن زنباع کو اپنا قائم مقام بنا کر کہا کہ سرداران لشکر ابن زبیرؓ کی بیعت کرتے جاتے ہیں۔ میری قوم کے آدمی اردن میں ہیں۔ میں وہاں جا کر ان کو خبردار کرتا ہوں۔ تم یہاں خوب چوکس رہنا' جو کوئی مخالفت کرے اس کو فوراً قتل کر دینا۔ یہ سمجھا کر حسان بن مالک اردن کی طرف روانہ ہوا۔ اس کے جاتے ہی نابل بن قیس نے عبداللہ بن زبیرؓ کا طرفدار ہو کر روح بن زنباع کو فلسطین سے نکال دیا تھا۔ روح بھی اردن میں حسان بن مالک کے پاس پہنچ گیا اور فلسطین کا علاقہ بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت میں پہنچ گیا۔ حسان بن مالک نے اہل اردن کو جمع کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف آمادہ کیا اور ان سے وعدہ لیا کہ ہم خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان کو خلیفہ بنانے کی کوشش کریں گے۔ حسان بن مالک کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ ضحاک بن قیس امیر دمشق بھی در پردہ عبداللہ بن زبیرؓ کا طرفدار ہے مگر علانیہ اس طرف داری کا اظہار ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ لہذا حسان نے ایک خط ضحاک بن قیس کے نام لکھا اور اس خط میں عبداللہ بن زبیرؓ کی برائیاں لکھیں اور خاندان معاویہ کا حقدار خلافت ہونا بیان کر کے لکھا کہ جابجا لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کرتے جاتے ہیں جلد اس کا تدارک کرو۔ یہ خط جس قاصد کے ہاتھ دمشق کی جانب روانہ کیا' اس کو سمجھا دیا کہ یہ خط جامع مسجد میں جمعہ کے دن جب کہ تمام رؤساء شہر اور بنوامیہ موجود ہوں' ضحاک بن قیس کو پڑھ کر سنا دینا۔ چنانچہ یہ خط سب کی موجودگی میں جمعہ کے دن پڑھا گیا۔

یہاں پہلے سے ہی ضحاک بن قیس کے ہم خیال لوگوں کی کافی تعداد موجود تھی۔ اس خط کے سنتے ہی لوگوں کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک بنوامیہ اور ان کے طرفدار' دوسرے عبداللہ بن زبیرؓ کے طرفدار۔ دونوں گروہ آپس میں الجھنے لگے اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہتھیار لے لے کر ایک دوسرے پر حملہ آوری کے لیے مستعد ہو گئے مگر خالد بن ولید بن معاویہ نے بیچ میں آ کر دونوں کو سمجھایا اور لڑائی سے باز رکھا۔ ضحاک بن قیس خاموش مسجد سے اٹھ کر دارالامارۃ میں آئے اور تین دن تک باہر نہ نکلے۔ انہیں دنوں عبیداللہ بن زیاد جو عراق سے مایوس و بے دخل ہو کر شام کی طرف بھاگا تھا' دمشق پہنچا۔ عبیداللہ بن زیاد کے دمشق پہنچنے سے بنی امیہ اور ان کے طرفداروں کو بہت تقویت پہنچی۔ ضحاک بن قیس اور بنوامیہ سب مل کر جابیہ کی طرف نکلے۔ ثور بن معن سلمی ضحاک کے پاس پہنچا اور کہا کہ تم نے ہم کو عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے لیے مشورہ دیا اور ہم نے اس کو تسلیم کیا۔ اب تم حسان بن مالک کلبی کے کہنے سے اس کے بھانجے خالد بن یزید کی بیعت کے لیے کوشش کرنا چاہتے ہو۔ ضحاک کچھ شرما سے گئے اور ثور بن معن سے کہا کہ اچھا اب تمہاری کیا رائے ہے؟ انہوں نے کہا کہ اب تک تم نے جس چیز کو پوشیدہ رکھا ہے' اسے ظاہر کر دو اور علانیہ عبداللہ بن زبیرؓ کی بیعت کے لیے لوگوں کو دعوت دو۔ چنانچہ ضحاک اپنے ہم خیال لوگوں کو لے کر الگ ہو گئے اور مقام مرج راہط میں جا کر قیام کیا۔ بنو امیہ اور ان کے طرفدار بنو کلب مقام جابیہ میں مقیم رہے۔ یہیں حسان بن کلبی بھی اردن سے معہ اپنی جمعیت کے پہنچ گیا۔ جابیہ میں پانچ ہزار بنوامیہ اور بنو کلب جمع ہو گئے تھے۔ مرج راہط میں ضحاک بن قیس کے پاس کل

Marfat.com

ایک ہزار بنو قیس تھے۔ ضحاک بن قیس نے دمشق میں جو اپنا نائب چھوڑا تھا' اس کو یزید بن انیس نے بے دخل کر کے بیت المال پر قبضہ کر لیا۔ یہ در حقیقت ایک بڑی شکست ضحاک کو پہنچی۔ اگر دمشق اور بیت المال ضحاک کے قبضہ میں رہتا تو ان کی طاقت کو اس قدر صدمہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ ضحاک نے مرج راہط سے فوراً نعمان بن بشیرؓ ظفر بن حارث اور نائل بن قیس کو حمص قنسرین اور فلسطین میں حالات کی اطلاع دی۔ ان لوگوں نے ضحاک کی امداد کے لیے مرج راہط کی طرف فوجیں روانہ کیں۔ ادھر جابیہ میں حسان بن مالک نے امامت کی خدمات انجام دینی شروع کیں اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ پہلے اپنا ایک امیر اور خلیفہ منتخب کر لو۔ عام طور پر خالد بن یزید ہی کا نام لیا جاتا تھا اور اسی طرف لوگ زیادہ مائل تھے۔

مروان نے در پردہ لوگوں کو اپنی خلافت کے لیے ترغیب دینی شروع کی اور روح بن زنباع نے مروان کے حسب منشاء آمادہ ہو کر ایک روز مجمع عام میں کھڑے ہو کر اپنی رائے اس طرح پیش کی کہ:

"خالد بن یزید ابھی نو عمر ہے۔ ہم کو ایک تجربہ کار اور ہوشیار خلیفہ کی ضرورت ہے۔ لہذا مروان بن حکم سے بہتر کوئی دوسرا شخص موجود نہیں ہے۔ وہ حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے سے لے کر آج تک برابر حکومت و خلافت کے کاموں کا تجربہ رکھتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ ہم مروان بن حکم کو خلیفہ منتخب کر لیں مگر اس شرط کے ساتھ کہ مروان کے بعد خالد بن یزید خلیفہ بنایا جائے اور خالد بن یزید کے بعد عمرو بن سعید عاص کو خلافت سپرد کی جائے"۔

غرض انتخاب خلیفہ کا مسئلہ چالیس روز تک مقام جابیہ میں زیر بحث رہا۔ بالآخر روح بن زنباع کی مذکورہ تجویز عبیداللہ بن زیاد کی تائید و کوشش سے منظور ہوئی اور ۳/ذیقعدہ سنہ ۶۴ھ کو مقام جابیہ میں مروان کے ہاتھ پر بنو امیہ' بنو کلب اور غسان و طے وغیرہ قبائل نے بیعت کر لی۔ اس کے بعد مروان بن حکم اپنی جمعیت کو لے کر مرج راہط کی طرف بڑھا اور ضحاک بن قیس کے مقابل جا کر خیمہ زن ہوا۔ مروان کے پاس کل تیرہ ہزار جنگجو تھے۔ ادھر ضحاک کے پاس اس سے چوگنی جمعیت فراہم ہو چکی تھی۔ طرفین نے اپنے میمنہ و میسرہ کو درست کر کے لڑائی کا سلسلہ شروع کیا۔ بیس روز تک لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا مگر کوئی فیصلہ کن جنگ نہ ہوئی۔ آخر عبیداللہ بن زیاد نے مروان بن حکم کو اپنی فوج کی قلت کی طرف توجہ دلا کر مشورہ دیا کہ دشمنوں پر شب خون مارنا چاہیے۔ چونکہ بیس روز سے طرفین برابر صف آرا ہوتے رہے تھے اور کسی نے کسی پر شب خون مارنے کا ارادہ نہیں کیا تھا۔ لہذا ضحاک اور ان کی فوج بے فکر تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ مروان نے دن میں ضحاک کے پاس صلح کا پیغام بھیج کر استدعا کی کہ لڑائی کو بند کر دیجئے اور صلح کی شرائط کے طے ہونے تک کوئی کسی پر حملہ آور نہ ہو۔ اسی قرارداد کے موافق لڑائی بند ہو گئی۔ غروب آفتاب کے بعد جب رات شروع ہوئی تو ابن زیاد کی تجویز کے موافق یہاں شب خون کی تیاری ہونے لگی اور وہاں بالکل فارغ و مطمئن ہو کر ضحاک اور ان کی فوج مصروف خواب ہو گئی۔ آدھی رات کے وقت انہوں نے حملہ کئی جانب سے شروع کیا۔ اس اچانک حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیس کے اسی سردار اور بنو سلیم کے چھ سو آدمی مقتول ہوئے۔ ضحاک بن قیس بھی کام آئے اور بقیہ

Marfat.com

السیف جس طرف کو منہ اٹھا بھاگ نکلے۔

یہ لڑائی در حقیقت بنو کلب اور بنو قیس کی لڑائی تھی۔ ان دونوں قبیلوں میں عہد جاہلیت سے رقابت چلی آرہی تھی۔ اسلام نے اس رقابت کو بھلا دیا تھا اور امیر معاویہؓ نے ان دونوں قبیلوں سے بڑی قابلیت کے ساتھ کام لیا اور ان کی آپس کی رقابتوں کو دبائے رکھا تھا۔ یزید کی شادی بھی انہوں نے بنو کلب میں اسی لیے کی تھی کہ ایک زبردست قبیلے کی حمایت اس کو حاصل رہے۔ بنو قیس کی تعداد بنو کلب سے بھی زیادہ تھی۔ ان کی مدارات و دل جوئی کا بھی خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا تھا۔ یہی دونوں قبیلے ملک شام کی سب سے بڑی طاقتیں سمجھے جاتے تھے۔ جس طرح حضرت عمر فاروق اعظمؓ کی وفات کے بعد بنو امیہ اور بنو ہاشم کی دیرینہ رقابت پھر تازہ ہو گئی تھی۔ اسی طرح امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد بنو قیس اور بنو کلب کی فراموش شدہ رقابت از سر نو بیدار ہو گئی اور جنگ مرہط نے اس رقابت کو تادیر اور ہمیشہ باقی رہنے والی عداوت و دشمنی کی شکل میں تبدیل کر کے مقاصد اسلامی کو عالم اسلام میں سخت نقصان پہنچایا۔

جس زمانے میں معاویہ بن یزید کی وفات کے بعد دمشق میں انتخاب خلیفہ کے متعلق اختلاف آراء اور بنو کلب و بنو قیس کے درمیان رقابتیں آشکارا ہونے لگی تھیں تو مروان بن حکم نے یہ دیکھ کر کہ عراق و مصر اور شام کا بھی بڑا حصہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر چکا ہے۔ ارادہ کیا تھا کہ دمشق سے روانہ ہو کر مکہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کر لے اور خلافت تسلیم کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائے۔ چنانچہ جامع دمشق میں جب لوگوں کے اندر فساد برپا ہوا تو مروان بن حکم بنو امیہ کی خلافت سے قطعاً مایوس ہو کر مکہ کے سفر کا سامان درست کر چکا تھا کہ اتنے میں عبیداللہ بن زیاد دمشق میں وارد ہوا اور مروان بن حکم کے ارادے سے واقف ہو کر اس نے مروان کو باصرار روانگی سے باز رکھا اور اسی کی کوشش کا نتیجہ تھا کہ مروان کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اور اسی کی تدبیر سے مرج رہلط میں ضحاک بن قیس قتل اور بنو قیس کو شکست ہوئی۔

مرج رہلط کی فتح کے بعد مروان دمشق میں آیا اور یزید بن معاویہ کے محل میں فروکش ہوا۔ یہاں آتے ہی اس نے ابن زیاد کے مشورے کے موافق سب سے پیشتر خالد بن یزید کی ماں سے نکاح کیا تاکہ بنو کلب کی حمایت حاصل رہے اور آئندہ خالد بن یزید کی ولی عہدی کے اندیشے سے نجات حاصل ہو سکے۔ اس کے بعد اس نے فلسطین و مصر کی جانب کوچ کیا اور سنہ ۶۵ھ کے ابتدائی ایام میں عبداللہ بن زبیرؓ کے تمام ہواخواہوں کو شکست دے کر قتل یا ملک سے خارج کر دیا۔

عبداللہ بن زبیرؓ سے اس معاملہ میں بڑی غلطی ہوئی کہ انہوں نے ملک شام کے ان واقعات و حالات سے جو ان کے موافق پیدا ہو چکے تھے، کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور عین وقت پر اپنے ہواخواہوں کو کوئی امداد روانہ نہ کر سکے۔ انہوں نے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو شام کے ملک پر حملہ کرنے کی ہدایت کی لیکن اس وقت جب کہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا تھا اور ان کے طرف داروں کی ہمتیں شام میں پست ہو چکی تھیں۔

Marfat.com

جنگ توابین

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ رمضان سنہ۔ ۶۴ھ میں عبداللہ بن یزید انصاری عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے کوفہ کا حاکم مقرر ہو کر آیا اور انہیں ایام میں مختار بن ابو عبیدہ بھی کوفہ میں آیا۔ مختار نے کوفہ میں آکر لوگوں کو خون حسینؓ کا معاوضہ لینے کے لیے ابھارنا شروع کیا۔ لوگوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی اس کام کے لیے سلیمان بن صرد کے ہاتھ پر بیعت کر چکے ہیں لیکن ابھی اس کام کے لیے مناسب موقع نہیں آیا ہے۔ مختار نے کہا کہ سلیمان ایک پست ہمت آدمی ہے۔ وہ لڑائی سے جی چراتا ہے۔ مجھ کو امام مہدی محمد بن الحنفیہ برادر حسینؓ نے اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ تم لوگ میرے ہاتھ پر بیعت کرو اور خون حسینؓ کا معاوضہ ان کے قاتلین سے لو۔ لوگ یہ سن کر مختار کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے۔ یہ خبر جب عبداللہ بن یزید کوفی کو پہنچی تو انہوں نے اعلان کیا کہ مختار اور اس کے معاونین اگر خون حسینؓ کا بدلہ قاتلین حسین سے لینا چاہتے ہیں تو اس کام میں ہم بھی ان کی مدد کرنے کو تیار ہیں لیکن اگر وہ کوئی کارروائی ہمارے خلاف کرنے کا عزم رکھتے ہیں تو ہم ان کا مقابلہ کر کے ان کو قرار واقعی سزا دیں گے۔ اس اعلان کا اثر یہ ہوا کہ سلیمان بن صرد اور اس کے ہمراہیوں نے علانیہ ہتھیار خریدنے شروع کر دیئے اور جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے اور یکم ماہ ربیع الثانی سنہ۔ ۶۵ھ کو سلیمان بن صرد نے کوفہ سے نکل کر مقام نخیلہ میں قیام کیا اور سترہ ہزار آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ عبداللہ بن یزید گورنر کوفہ نے مخالفت نہیں کی۔ مختار چونکہ الگ اپنی جماعت کے تیار کرنے میں مصروف تھا۔ حالانکہ مقصد سلیمان بن صرد کا بھی وہی تھا' جو مختار ظاہر کرتا تھا۔ لہذا بعض شرفائے کوفہ کی تحریک سے عبداللہ بن یزید نے مختار کو پکڑ کر قید کر دیا۔ سلیمان بن صرد ۱۵/ ربیع الثانی کو نخیلہ کو سترہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ حدود شام کی طرف روانہ ہوا۔ روانگی کے وقت عبداللہ بن سعد بن نفیل نے سلیمان سے کہا کہ قریباً تمام قاتل حسین تو کوفہ میں موجود ہیں' ان کو چھوڑ کر اور کہاں قاتلین حسین کی تلاش میں جا رہے ہو؟ سلیمان بن صرد نے کہا کہ یہ لوگ تو سپاہی تھے جن کو حکم دینے والا سردار ابن زیاد تھا۔ لہذا اصل قاتل وہی ہے اور سب سے پہلے ہم کو اسی کی گردن مارنی چاہیے۔ اس سے فارغ ہو کر باقی لوگوں کو درست کرنا بہت آسان کام ہے۔ نخیلہ سے روانہ ہو کر یہ لوگ کربلا پہنچے وہاں مقتل حسینؓ اور مدفن حسینؓ پر (جس میں حضرت حسینؓ کی لاش) بے سر مدفون تھی' خوب روئے' دھوئے اور ایک دن رات قیام کرنے کے بعد روانہ ہوئے۔ کوچ و مقام کرتے ہوئے عین الوردہ کے مقام پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ان لوگوں کی خبر سن کر عبیداللہ بن زیاد نے جو موصل میں بحیثیت گورنر موصل مقیم تھا' حصین بن نمیر کو بارہ ہزار فوج دے کر مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ سلیمان بن صرد ۲۱/ جمادی الاول سنہ۔ ۶۵ھ کو عین الوردہ کے مقام پر پہنچا تھا۔ پانچ روز کے انتظار کے بعد ۲۶/ جمادی الاول کو حصین بن نمیر بھی عین الوردہ پہنچ گئے۔ اسی روز لڑائی شروع ہوئی۔ شام تک کی لڑائیوں میں شامیوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا لیکن رات نے حائل ہو کر ان کا پردہ رکھ لیا۔ اگلے دن صبح کو' آٹھ ہزار کا ایک کمکی لشکر شامیوں میں اور آملا جو ابن زیاد نے بھیجا

Marfat.com

تھا۔ آج بھی نماز فجر کے وقت سے مغرب کے وقت تک خوب زور و شور کی لڑائی جاری رہی اور کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ رات دونوں لشکروں نے امید و بیم میں بسر کی۔ صبح ہوتے ہی ابن زیاد کا بھیجا ہوا دس ہزار کا ایک لشکر شامیوں کی مدد کے لیے آگیا اور آج بھی صبح سے شام تک لڑائی جاری رہی لیکن سلیمان بن صرد اور تمام بڑے بڑے سردار کوفیوں کے کام آئے۔ بہت ہی تھوڑے سے آدمی باقی رہ گئے تھے۔ بقیۃ السیف سردار اپنے بچے ہوئے آدمیوں کو لے کر رات کی تاریکی میں وہاں سے چل دیئے۔ حصین بن نمیر نے ان کا تعاقب نہیں کیا۔ سلیمان بن صرد اور اس کے ہمراہیوں کو توابین کے نام سے پکارتے تھے۔ یعنی ان لوگوں نے حسینؓ کے ساتھ بے وفائی کر کے ان کو قتل کرانے کا جرم کیا' پھر اس سے تائب ہو کر تلافی کے درپے ہوئے۔ اسی لیے جنگ عین الوردہ کو جنگ توابین بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ کسی سلطنت کی باقاعدہ فوج نہ تھے بلکہ بطور خود جمع ہو کر ابن زیاد کے قتل کرنے کو گئے تھے اور خود بہت سے قتل اور تھوڑے سے بچ کر واپس آئے تھے۔

جنگ خوارج

ادھر مقام عین الوردہ میں گروہ توابین مصروف جنگ تھا۔ ادھر بصرہ میں خوارج جنگ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے بصرہ کا گورنر عبداللہ بن حرث تھا۔ بصرہ اور بصرہ سے باہر کے خوارج نے مقام دولاب علاقہ اہواز میں مجتمع ہو کر خروج کیا۔ عبداللہ بن حرث نے مسلم بن عبیس بن کریز بن ربیعہ کو خوارج کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مسلم بن عبیس اپنا لشکر لے کر مقام دولاب میں پہنچا۔ خوارج نے نافع بن ارزق کو اپنا سردار اور سپہ سالار بنایا۔ ماہ جمادی الثانی سنہ۔ ۶۵ھ میں نافع بن ارزق اور مسلم بن عبیس کا مقابلہ دولاب میں ہوا۔ مسلم و نافع دونوں سپہ سالار مارے گئے۔ اہل بصرہ نے مسلم کی جگہ حجاج باب کو اور خوارج نے نافع کی جگہ عبداللہ بن ماحوز تمیمی کو سردار بنایا۔ بڑے زور کی لڑائی جاری تھی کہ اہل بصرہ کا امیر مارا گیا۔ انہوں نے حارثہ بن زید کو امیر بنایا۔ آخر خوارج کو فتح ہوئی اور حارثہ بن زید بقیۃ السیف لشکر بصرہ کو لیے ہوئے لڑتا بھڑتا اہواز کی طرف روانہ ہوا۔

خوارج اس میدان میں چیرہ دست ہو کر بصرہ کی طرف چلے۔ خوارج کی اس فتح اور لشکر بصرہ کی تباہ حالی کا حال اہل بصرہ کو معلوم ہوا تو ان کو سخت ملال ہوا۔ فوراً ایک تیز رفتار قاصد نے یہ خبر مکہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو پہنچائی۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے مہلب بن ابی سفرہ کو امیر خراسان اور عبداللہ بن حرث کو بصرہ کی گورنری سے معزول کر کے حرث بن ربیعہ کو بصرہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ جب حرث بن ربیعہ نے بصرہ کی امارت کا کام سنبھالا اور مہلب بن ابی صفرہ (یکے بعد دیگرے) نے خراسان کی طرف جانے کا عزم کیا تو خوارج کا لشکر اور بغاوت کا سیلاب بصرہ کے قریب پہنچ گیا تھا۔ حرث بن ربیعہ نے احنف بن قیس کو خوارج کی روک تھام اور مقابلہ کے لیے فوج کا سپہ سالار بنانا چاہا۔ احنف نے کہا کہ اس کام کے لیے مہلب بن ابی صفرہ سب سے بہتر شخص ہے۔ مہلب نے کہا کہ میں خراسان کی حکومت پر مامور ہو کر جاؤں گا لیکن اس خدمت کی انجام دہی سے

Marfat.com

بھی مجھ کوانکار نہیں ہے بشر طیکہ بیت المال سے ضروریات جنگ کے لیے مجھ کو کافی روپیہ اور سامان دیا جائے اور جو علاقہ میں خوارج سے چھینوں وہ میری جاگیر قرار دیا جائے۔

حرث بن ربیعہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور مہلب اہل بصرہ سے بارہ ہزار انتخابی جنگجو ہمراہ لے کر خوارج کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔ خوارج نے خوب جم کر اور جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ کئی مرتبہ خوارج نے اہل بصرہ کے منہ پھیر دیئے لیکن مہلب کی ذاتی بہادری و تجربہ کاری نے اہل بصرہ کو سنبھال لیا۔ خوارج کو بھی شکستیں ہوئیں مگر وہ پھر اپنے آپ کو سنبھال سنبھال کر مقابلہ پر مستعد ہو گئے۔ بالآخر کئی لڑائیوں کے بعد خوارج پسپا ہو گئے اور کرمان واصفہان کی طرف چلے گئے۔

محاصرہ قرقیسا : اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ مروان بن حکم کی امارت و خلافت سے پہلے قسرین کی حکومت ظفر بن حارث کے ہاتھ میں تھی۔ مروان کی کامیابی کے بعد ظفر بن حارث حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس گیا اور مصر پر مروان کے قابض ہونے کی خبر سنائی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس کو قرقیسا کا عامل بنا کر بھیج دیا جو شام و عراق کے درمیان سرحدی ضلع تھا۔ مروان نے جنگ عین الوردہ کے بعد عبیداللہ بن زیاد کو مامور کیا کہ ظفر بن حارث کو قرقیسا سے بے دخل کر دے۔ عبیداللہ بن زیاد نے قرقیس کا محاصرہ کیا اور ظفر بن حارث نے پوری ہمت واستقامت کے ساتھ مدافعت کی۔ اس محاصرہ اور مدافعت نے اس وقت تک طول کھینچا کہ جب عبیداللہ بن زیاد مروان کے مرنے کی خبر سن کر اور محاصرے سے مایوس ہو کر دمشق کی طرف واپس ہوا۔

پسران مروان کی ولی عہدی : عبیداللہ بن زیاد کو قرقیسا کے محاصرے کا حکم دے کر مروان بن حکم نے اپنے بیٹے عبدالملک اور عبدالعزیز کی ولی عہدی کے لیے اس طرح کوشش شروع کی کہ لوگوں میں اس بات کو شہرت دلائی کہ عمرو بن سعید بن عاص کہتا ہے کہ مروان کے بعد خالد بن یزید کو ہرگز تخت نشین نہ ہونے دوں گا بلکہ میں اپنی خلافت کے لیے لوگوں سے بیعت لوں گا۔ اس کے مشہور ہونے سے لوگوں میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں۔ مروان نے اس موقع کو مناسب دیکھ کر حسان بن مالک کلبی کو جو خالد بن یزید کا سب سے بڑا طرفدار تھا' لالچ اور فریب دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہی یہ تحریک پیش کرے کہ مروان کے بعد عبدالملک بن مروان اور اس کے بعد عبدالعزیز بن مروان خلیفہ بنائے جائیں۔ چنانچہ حسان بن مالک نے جامع دمشق میں مجمع عام کے روبرو کھڑے ہو کر کہا کہ ہم سن رہے ہیں کہ لوگ امیر المومنین مروان کے بعد خلافت کے معاملے میں ضرور جھگڑا کریں گے۔ لہذا میں اس خطرہ سے محفوظ رہنے کی ایک تجویز پیش کرتا ہوں اور امید ہے کہ امیر المومنین اور کافہ مسلمین اس کو پسند فرمائیں گے۔ وہ تجویز یہ ہے کہ امیر المومنین اپنے بعد اپنے بیٹے عبدالملک کو اور اس کے بعد عبدالعزیز کو خلافت کے لیے نامزد فرمادیں اور لوگوں سے اس امر کے لیے بیعت لے لیں۔ یہ بات سن کر کسی کو بھی مخالفت کی جرات نہ ہوئی۔ سب نے اظہار پسندیدگی کیا اور اسی وقت عبدالملک و عبدالعزیز کی ولی عہدی کے لیے لوگوں نے بیعت کر لی۔

Marfat.com

مروان بن حکم کی وفات : یہ بیعت چونکہ خالد بن یزید کے خلاف تھی اور خالد بن یزید کے طرف داروں کو مروان نے پہلے ہی اپنی طرف مائل کر لیا تھا۔ لہذا خالد بن یزید کو سخت صدمہ ہوا اور وہ کچھ نہ کر سکا۔ اس کے بعد مروان نے خالد بن یزید کے اثر و قبولیت کو نقصان پہنچانے کی کوششیں جاری رکھیں اور اس کی تذلیل و تخفیف کے درپے رہا' پھر اس پر صبر نہ کر کے اس کے قتل کی تدبیریں کرنے لگا۔ خالد نے اپنی ماں یعنی مروان کی بیوی سے شکایت کی کہ مروان میرے قتل پر آمادہ ہے۔ ام خالد نے کہا کہ تم بالکل خاموش رہو' میں مروان سے پہلے ہی انتقام لے لوں گی۔ چنانچہ اس نے اپنی چار پانچ باندیوں کو آمادہ کیا۔ رات کو مروان محل سرائے میں آکر لیٹ گیا۔ ام خالد کے حکم کے موافق عورتوں نے مروان کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر کہ آواز بھی نہ نکال سکے اور بے قابو کر کے گلا گھونٹ کر مار ڈالا۔ یہ واقعہ ۳/ رمضان المبارک سنہ۔ ۶۵ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی روز دمشق میں عبدالملک کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت خلافت کی اور عبدالملک نے مروان کے قصاص میں ام خالد کو قتل کیا۔ مروان بن حکم کی عمر ۶۳ سال کی ہوئی اور ساڑھے ۹ مہینے خلافت و حکومت کی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ان کی خلافت کے حالات اوپر بیان ہوتے چلے آئے ہیں۔ مروان بن حکم کی وفات چونکہ عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں ہوئی اور اس کی وفات کے بعد بھی بہت دنوں عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت قائم رہی۔ لہذا مناسب یہی سمجھا گیا کہ یزید بن معاویہ اور معاویہ بن یزید کے بعد مروان بن حکم کے حالات قلمبند کئے جائیں۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بقیہ حالات خلافت ختم کر دیئے جائیں۔ عبدالملک بن مروان اب تخت نشین ہو چکا ہے لیکن اس کی خلافت و سلطنت کا زمانہ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بعد بھی چونکہ باقی رہے گا۔ لہذا عبدالملک کے عنوان سے اس کی حکومت کے حالات حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد لکھے جائیں گے۔ حادثہ کربلا کے بعد سے جو زمانہ شروع ہوتا ہے وہ آئندہ بیس سال تک عالم اسلام کے لیے ایسا ہی پر آشوب زمانہ ہے جیسا کہ سنہ۔ ۶ھ سے سنہ۔ ۴۰ھ تک کا زمانہ گزر چکا ہے۔ ہم اس وقت ایک نہایت خطرناک زمانہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ اس زمانہ کے حالات لکھنے میں کسی تسلسل زمانی کا قائم رکھنا بھی بے حد دشوار ہے۔ حالات کچھ ایسے پیچیدہ و ژولیدہ ہیں کہ اگر ترتیب زمانی کا لحاظ ترک کر کے ان کی الگ الگ تقسیم کی جائے تو یہ بھی ممکن نہیں ہے۔ تاہم میں نے کوشش کی ہے کہ دوسری تاریخوں کے مقابلے میں اس کتاب کے اندر ربط اور ترتیب زیادہ پائی جائے۔ پڑھنے والے کے دماغ پر بوجھ کم پڑے اور حقیقت کا عکس دماغ میں عمدگی سے قائم ہو سکے۔

ابتدائی حالات اور خصائل : آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ عبداللہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی۔ آپ کی کنیت ابوخبیب ہے۔ خود بھی صحابی ہیں اور صحابی کے بیٹے ہیں۔ آپ کے والد زبیر بن عوامؓ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبرؓ

Marfat.com

کی بیٹی اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن تھیں۔ آپ کی دادی صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جو آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لانے سے بیس مہینے کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پیدا ہوئے۔ آپ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی سب سے پہلی اولاد ہیں۔ آپ کے پیدا ہونے سے مہاجرین میں غیر معمولی طور پر بہت خوشیاں منائی گئیں کیونکہ یہود ان نامسعود نے جب دیکھا کہ ایک مدت تک مہاجرین کے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی تو انہوں نے مشہور کر دیا تھا کہ ہم نے جادو کر دیا ہے۔ اب مہاجرین کے کوئی اولاد پیدا نہ ہو گی۔ اسی لیے آپ کے پیدا ہونے سے جس طرح مسلمانوں کو خوشی ہوئی اسی طرح یہودیوں کو رنج و ملال اور ذلت و ندامت حاصل ہوئی۔ پیدا ہونے کے بعد ہی آپ کو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آنحضرت ﷺ نے کھجور اپنے منہ میں چبا کر آپ کو چٹائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بہت روزے رکھتے اور نمازیں بھی بہت پڑھتے تھے۔ کبھی ساری ساری رات قیام میں، کبھی ساری ساری رات رکوع میں، کبھی ساری ساری رات سجدے میں رہتے تھے۔ صلہ رحمی کا آپ کو بہت خیال تھا۔ آپ بہت بڑے بہادر اور زبردست سپہ سالار تھے۔ آپ کی شہ سواری قریش میں ضرب المثل اور موجب افتخار تھی۔ آپ نہایت مستقل مزاج اور مصائب کے وقت قائم رہنے والے شخص تھے۔ آپ نہایت خوش تقریر اور جہیر الصوت تھے۔ آپ کی آواز پہاڑوں سے جا کر ٹکرایا کرتی تھی۔

عمر بن قیس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سو غلام تھے جن میں سے ہر ایک کی زبان جدا تھی اور عبداللہ بن زبیرؓ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اسی کی زبان میں باتیں کیا کرتے تھے۔ انہیں کا قول ہے کہ میں جب عبداللہ بن زبیرؓ کو کوئی دین کا کام کرتے ہوئے دیکھتا تھا تو خیال کرتا تھا کہ ان کو کبھی ایک لمحہ کے لیے بھی دنیا کی یاد نہ آتی ہو گی۔

ایک روز عبداللہ بن زبیر اسدی عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ امیر المومنین! میں اور آپ فلاں سلسلے سے رشتہ دار ہیں۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ ہاں درست ہے لیکن اگر غور کرو تو تمام بنی آدم آپس میں رشتہ دار ہیں کیونکہ سب آدم و حوا کی اولاد ہیں۔ عبداللہ اسدی نے کہا کہ میرا نفقہ تمام ہو چکا ہے یعنی میرے پاس اب خرچ کو کچھ نہیں رہا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ میں نے تمہارے نفقہ کی کوئی ضمانت نہیں کی تھی۔ عبداللہ اسدی نے کہا کہ میرا اونٹ سردی سے مرا جاتا ہے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ تم اس کو گرم مقام پر پہنچا دو اور اس پر کوئی گرم کپڑا نمدہ یا کمبل وغیرہ ڈال دو۔ عبداللہ اسدی نے کہا کہ میں آپ سے مشورے لینے نہیں آیا تھا بلکہ کچھ مانگنے آیا تھا۔ اس اونٹ پر لعنت ہے جس نے مجھے آپ تک پہنچایا۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا: "اس اونٹ کے سوار پر بھی لعنت کہو"۔

خلافت ابن زبیرؓ کے اہم واقعات : حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت مکہ مکرمہ میں امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد ہی سے قائم تھی اور انہوں نے یزید کے عہد حکومت میں مکہ پر کبھی یزید کی

Marfat.com

حکومت قائم نہیں ہونے دی۔ یزید کے مرنے پر انہوں نے لوگوں سے بیعت خلافت لی اور بہت جلد شام کے بعض مقامات کے سوا تمام عالم اسلام میں وہ خلیفہ تسلیم کر لیے گئے۔ اس زمانے میں ان کو ملک شام کی اس حالت کا جوان کے موافق پیدا ہو چکی تھی' صحیح اندازہ نہیں ہو سکا اور وہ بنوامیہ کی طاقت و قبولیت کا جو امیر معاویہؓ کے زمانے سے شام میں ان کو حاصل تھی' اندازہ کرنے میں غلطی کھا گئے۔ اگر ان کو بنو قیس اور بنو کلب کی نااتفاقی و رقابت اور اپنی قبولیت کا جو ملک شام میں پیدا ہو چکی تھی' صحیح اندازہ ہو جاتا تو وہ ضرور ملک شام کا ایک سفر کرتے اور یہ سفر ایسا ہی مفید ثابت ہوتا جیسا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کا سفر شام عالم اسلام کے لیے مفید ثابت ہوا تھا۔ اس کے بعد مروان کی خلافت اور بنوامیہ کے اثر و اقتدار کی واپسی ہرگز ظہور میں نہ آتی۔ اگر وہ بجائے مکہ مکرمہ کے مدینہ منورہ کو دارالخلافہ بناتے اور وفات یزید کے بعد ہی مدینے میں چلے آتے' تب بھی نسبتاً "ملک شام کے قریب ہونے کے سبب شام کو اپنے قابو سے نہ نکلنے دیتے اور ضحاک بن قیس' ظفر بن حارث' نعمان بن بشیرؓ اور عبدالرحمٰن بن حجدم کو اس طرح مغلوب نہ ہونے دیتے۔ ان لوگوں کو اگر عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے ذرا سا سہارا اور تھوڑی سی مدد پہنچ جاتی تو یہ مروان اور حسان بن مالک اور عبیداللہ بن زیاد سے دبنے اور مغلوب ہونے والے ہرگز نہ تھے۔ بہرحال اس غلطی یا غلط فہمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر اور شام معہ فلسطین ان کے قبضے سے جاتے رہے اور مروان نے آل مروان کے لیے خلافت کی بنیاد قائم کر دی۔

فتنہ مختار: مختار بن عبیدہ بن مسعود ثقفی کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ جب سلیمان بن صرد توابین کے گروہ کو لے کر خون حسینؓ کا بدلہ لینے کے لیے کوفہ سے نکلا تو کوفہ کے گورنر نے انتظاماً "مختار کو قید کر دیا تھا۔ توابین کے بقیۃ السیف جب کوفہ میں واپس آئے تو مختار نے جیل خانہ سے تعزیت کے طور پر ایک خط لکھ کر بھیجا کہ تم لوگ بالکل غم نہ کرو اور مطمئن رہو۔ اگر میں زندہ رہا تو ضرور تمہارے سامنے شہدا اور حضرت حسینؓ کے خون کا عوض قاتلین سے لوں گا۔ ایک کو بھی نہ چھوڑوں گا اور ایسا خون بہاؤں گا کہ لوگوں کو بخت نصر کا زمانہ یاد آجائے گا کہ اس نے بنی اسرائیل کو کس طرح قید کیا تھا' پھر لکھا تھا کہ کیا دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی ہے جو خون حسینؓ کا قصاص لینا چاہتا ہو اور وہ اس کام کے لیے مجھ سے عہد کر لے۔

اس خط کو رفاعہ بن شداد ثینی بن مخربہ عبدی' سعد بن حذیفہ بن الیمان یزید بن انس احمر بن شمیط حسی' عبداللہ بن شداد یملی' عبداللہ بن کامل وغیرہ توابین نے پڑھا اور بے حد مسرور ہوئے کہ اللہ کا شکر ہے ابھی ایک ایسا شخص موجود ہے جو خون حسینؓ کے لیے اپنے دل میں جوش اور اولوالعزمی رکھتا ہے۔ چنانچہ رفاعہ بن شداد چار پانچ آدمیوں کو لے کر جیل خانہ میں گیا اور اجازت حاصل کرنے کے بعد مختار سے ملا اور کہا کہ ہم آپ کو جیل خانہ توڑ کر نکال لے جائیں گے اور قید سے آزاد کر دیں گے۔ مختار نے کہا نہیں آپ بالکل تکلیف نہ کریں' میں خود جب چاہوں آزاد ہو سکتا ہوں اور کوفہ کا گورنر عبداللہ بن یزید مجھ کو آپ ہی رہا کرے گا ابھی وہ وقت نہیں آیا' تم چند روز صبر کرو۔

توابین کے ہزیمت خوردہ واپس آنے سے پہلے مختار ایک خط جیل خانہ ہی سے کسی کے ہاتھ حضرت

Marfat.com

عبداللہ بن عمرؓ کے پاس روانہ کر چکا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ مجھ کو عبداللہ بن یزید حاکم کوفہ نے قید کر رکھا ہے۔ آپ عبداللہ بن یزید کو میری سفارش کا خط لکھ دیں' میں مظلوم ہوں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ سفارش کا ثواب عطا کرے گا۔ مختار کو یقین تھا کہ عبداللہ بن عمرؓ ضرور سفارش فرمادیں گے اور میں قید سے آزاد ہو جاؤں گا۔ اس حقیقت کو چھپا کر رفاعہ سے اس نے اس انداز میں اپنی رہائی کی نسبت باتیں کیں جس سے اس کی کرامت کا سکہ بیٹھے۔ چنانچہ چند روز کے بعد حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا سفارشی خط عبداللہ بن یزید کے پاس آیا اور اس نے ان کی سفارش کی تکریم میں مختار بن عبیدہ کو جیل خانہ سے بلا کر کہا کہ میں تم کو قید سے آزاد کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ تم کسی قسم کی شورش کوفہ میں نہ پھیلاؤ اور اپنے گھر ہی میں بیٹھے رہو۔ مختار نے اقرار کر لیا اور قید سے آزاد ہو کر اپنے گھر آبیٹھا۔ شیعان حسین نے اس کی اس اچانک آزادی کو اس کی کرامت پر محمول کیا اور اس کے پاس عقیدت و نیاز مندی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ عقیدت مندوں کی یہ آمدورفت پوشیدہ طور پر ہوتی تھی۔ کچھ دن اس حالت میں گزرے کہ اتنے میں امیر المومنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے عبداللہ بن یزید کو معزول کر کے عبداللہ بن مطیع کو کوفہ کی حکومت پر بھیج دیا۔ عبداللہ بن مطیع ۲۵/ رمضان سنہ ۶۶ھ کو کوفہ پہنچا۔ اس عزل و نصب کو بھی مختار نے اپنی حکومت پر محمول کیا اور پرانے حاکم کے کوفہ سے چلے جانے کے بعد اپنی پابندی کو توڑ کر اور بھی آزادی برتنی شروع کی۔ لوگوں کی آمدورفت اس کے پاس زیادہ ہونے لگی اور اس کے متبعین کی جماعت حیرت انگیز طور پر ترقی کر گئی۔ عبداللہ بن مطیع نے لیاس بن ابی مضارب کو کوتوال شہر مقرر کیا تھا۔ لیاس نے ایک روز عبداللہ بن مطیع گورنر کوفہ سے کہا کہ مختار کی جماعت خطرناک اور بہت طاقتور ہو گئی ہے۔ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کہیں یہ خروج نہ کرے۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختار کو بلا کر قید کر دیا جائے جیسا کہ وہ پہلے بھی قید تھا۔

عبداللہ بن مطیع نے مختار کے چچازید بن مسعود ثقفی کو حسین بن رافع ازدی کے ہمراہ بھیجا کہ مختار کو ذرا میرے پاس بلا لاؤ۔ مجھ کو اس سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔ یہ دونوں مختار کے پاس گئے اور امیر کوفہ کا پیغام پہنچایا۔ مختار فوراً کپڑے پہن کر چلنے کے لیے تیار ہونے لگا۔ زید نے اس وقت یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاِذْ یَمْکُرُبِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ الیٰ ایته ﴾

مختار اس آیت کو سنتے ہی سمجھ گیا کہ زید کا مطلب کیا ہے۔ اسی وقت بولا' جلدی لحاف لاؤ' مجھ کو جاڑا چڑھ آیا ہے اور لحاف اوڑھ کر پڑ گیا کہ مجھ کو سردی معلوم ہوتی ہے' پھر حسین بن رافع کو مخاطب کر کے کہا کہ دیکھئے میں چلنے کے لیے تیار تھا مگر کیا کروں مجھ پر مرض کا حملہ یکایک ہوا اور اب میں حرکت نہیں کر سکتا۔ میری تمام حالت جو آپ دیکھ رہے ہیں امیر سے بیان کر دیں۔ کل صبح جب حالت درست ہو جائے گی تو حکم کی تعمیل میں ضرور حاضر ہوں گا۔ یہ دونوں شخص وہاں سے رخصت ہوئے۔ راستے میں حسین بن رافع نے زید سے کہا کہ تم نے یہ آیت اس لیے پڑھی تھی کہ مختار امیر کے پاس نہ جائے ورنہ وہ جانے کے لیے تیار تھا۔ تمہارے روکنے سے رک گیا ہے اور اس نے محض بہانا بنایا ہے۔ یہ کہہ کر پھر حسین نے زید سے کہا کہ تم اطمینان

Marfat.com

رکھواس کا تذکرہ عبداللہ بن مطیع سے نہ کروں گا کیونکہ ممکن ہے مختار کے ہاتھوں سے مجھ کو کوئی فائدہ پہنچے۔ عبداللہ مطیع کے پاس دونوں نے جاکر کہہ دیا کہ مختار سخت بیمار ہے' ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے ہیں' وہ اس وقت آنے کے قابل نہیں ہے' کل انشاءاللہ تعالیٰ حاضر ہو جائے گا۔

مختار نے زید اور حسین کے جاتے ہی اپنے مریدوں یعنی بیعت شدہ لوگوں میں سے خاص خاص اور بااثر لوگوں کو بلایا اور کہا کہ اب زیادہ توقف اور انتظار کا موقع باقی نہیں ہے۔ ہم کو فوراً خروج پر آمادہ ہو جانا چاہیے۔ان لوگوں نے کہا کہ ہم آپ کے تابع فرمان ہیں جو حکم ہو اس کی تعمیل کے لیے آمادہ ہیں لیکن ہم کو ایک ہفتہ کی مہلت ملنی چاہیے تاکہ ہم اپنے ہتھیاروں کو درست کر لیں اور اپنی جنگی تیاریوں سے فارغ ہو جائیں۔

مختار نے کہا کہ عبداللہ مطیع مجھ کو ایک ہفتہ تک کہاں مہلت دینے لگا ہے۔ سعد بن ابی سعد نے کہا کہ آپ مطمئن رہیں۔اگر عبداللہ بن مطیع نے آپ کو بلا کر قید کر دیا تو ہم بلا تکلف آپ کو جیل خانہ سے نکال لائیں گے۔ مختار یہ سن کر خاموش ہو گیا اور لوگوں نے اس کو اس مکان سے لے جاکر ایک دوسرے غیر معروف مکان میں روپوش کر دیا۔اس کے بعد سعد بن ابی سعد نے اپنے ہم خیال لوگوں سے کہا کہ ہم کو خروج کر لینے سے پیشتر یہ تحقیق کر لینی چاہیے کہ آیا محمد بن حنفیہ نے مختار کو اپنا نائب اس کام کے لیے بنایا ہے یا نہیں ؟اگر واقعی یہ محمد بن حنفیہ کی طرف سے بیعت لینے کے لیے مامور ہے تو ہم کو بلا تکلف مختار کی ماتحتی میں خروج کرنا چاہیے اور اگر محمد بن حنفیہ نے مامور نہیں کیا ہے اور اس نے ہم کو دھوکا دینا چاہا ہے تو پھر ہم کو اس سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔ چنانچہ اسی وقت سعد بن ابی سعد تین چار آدمیوں کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر محمد بن حنفیہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے مختار کو خون حسین ؓ کا بدلہ لینے کی اجازت دی ہے۔ یہ سن کر سعد بن ابی سعد معہ ہمراہیوں کے کوفہ میں آیا اور سب کو یہ حال سنایا۔ اس خبر کے سنتے ہی لوگ مختار کی بیعت اور متابعت پر آمادہ ہو گئے۔ مختار کو جب معلوم ہوا کہ میری بات کی تصدیق ہو گئی ہے تو وہ بہت خوش ہوا کہ لوگوں کا شک بھی دور ہو گیا ہے۔ مختار نے کہا کہ ہم کو کامیابی حاصل کرنے کے لیے ابراہیم بن مالک بن اشتر کو بھی جو کوفہ کے رؤساء میں شمار ہوتا ہے' ضرور شامل کر لینا چاہیے۔ چنانچہ مختار کے مریدوں میں سے عامر بن شر جیل فوراً ابراہیم بن مالک کے پاس گیا اور کہا کہ تیرے باپ نے حضرت علی ؓ کی حمایت میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں۔اب لوگوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ خون حسین ؓ کا معاوضہ طلب کریں۔ چنانچہ ایک معقول جمعیت اس ارادہ پر متفق ہو چکی ہے۔ تجھ کو تو سب سے پہلے اس کام میں شریک ہونا چاہیے۔

ابراہیم نے کہا کہ میں اس شرط پر لوگوں کا شریک ہو سکتا ہوں کہ مجھ کو امیر بنایا جائے۔ عامر نے کہا کہ محمد بن حنفیہ درحقیقت ہمارے امام ہیں اور انہوں نے مختار کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا ہے۔لہذا ہم نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ ابراہیم نے کہا اچھا میں خود ہی مختار سے ملوں گا۔ عامر نے واپس آکر یہ حال مختار کو سنایا۔

Marfat.com

مختار اگلے دن پندرہ آدمیوں کو لے کر خود ابراہیم مالک کے مکان پر پہنچا۔ اس وقت ابراہیم مصلے پر بیٹھا تھا۔ مختار نے جاتے ہی کہا کہ تیرا باپ شیعان علی میں سے بہت نامور شخص تھا' ہم تجھ کو بھی اپنی جماعت میں سے سمجھتے ہیں۔ امام مہدی محمد بن حنفیہ نے مجھ کو اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔ تجھ کو میرے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ کامیابی کے بعد جو منصب اور عہدہ تو پسند کرے گا تجھ کو دیا جائے گا۔ ہمراہیوں نے اس وعدہ کی ضمانت اور تصدیق کی۔ ابراہیم فوراً مصلے سے اٹھا اور مختار کو اپنی جگہ بٹھا کر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور مختار بیعت لے کر واپس چلا آیا۔ اگلے روز ۱۴/ ربیع الاول سنہ ۶۶ھ کو رات کے وقت مختار نے ابراہیم بن مالک کے پاس آدمی بھیجا کہ اس وقت ہم خروج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ تم بھی اپنی جمعیت لے کر ہمارے پاس پہنچو۔ ابراہیم کے پاس آدھی رات تک اس کی جماعت کے لوگ آ آ کر جمع ہوئے۔

لیاس بن مضارب کو جاسوسوں نے یہ خبر پہنچادی تھی کہ آج شب میں بغاوت پھوٹنے والی ہے۔ اس نے عبداللہ بن مطیع کو اطلاع دی۔ عبداللہ بن مطیع نے تدبیر پوچھی تو اس نے مشورہ دیا کہ کوفے کے سات محلے ہیں' ہر محلّہ میں پانچ سو آدمیوں کا ایک دستہ متعین کر دیا جائے کہ جب اس محلّہ میں کسی کو رات کے وقت نکلتے دیکھے گرفتار یا قتل کر دے۔ چنانچہ اس رائے پر عمل ہوا اور ہر محلّہ میں ایک ایک سردار بھیج دیا گیا کہ راستوں اور سڑکوں پر لوگوں کو جمع نہ ہونے دیں۔ اتفاقاً جب ابراہیم اپنی جمعیت کو لے کر مختار کی طرف چلا ہے تو راستے میں ایاس بن مضارب ہی سے مقابلہ ہو گیا۔ طرفین کے ایک دوسرے پر حملے ہوئے اور ایاس بن مضارب ابراہیم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ ادھر مختار کے مکان پر بھی چار ہزار آدمی اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ وہاں سرکاری فوج کے دوسرے دستے سے جنگ چھڑ گئی۔ ادھر سے ابراہیم لڑتا بھڑتا مختار کے مکان کے قریب پہنچا۔ ادھر ہر محلے کی فوجیں آ گئیں اور مختار کی قیام گاہ کے سامنے جنگ ہونے لگی۔ ابراہیم نے سرکاری فوج کو شکست دے کر بھگایا۔ ادھر سے عبداللہ بن مطیع اور تازہ دم فوج لے کر آیا۔ کبھی ابراہیم و مختار عبداللہ بن مطیع کو دھکیل کر دارالامارۃ میں داخل کر دیتے' کبھی عبداللہ بن مطیع ان کو پیچھے ہٹاتا ہوا کوفہ سے باہر نکال دیتا۔ رات بھر یہ لڑائی جاری رہی۔ جوں جوں لڑائی نے طول کھینچا' مختار کی جماعت ترقی کرتی رہی یعنی لوگ آ آ کر شامل ہوتے رہے۔ بالآخر عبداللہ بن مطیع کو دارالامارۃ میں محصور ہونا پڑا۔ مختار نے تین روز تک دارالامارۃ کا محاصرہ جاری رکھا۔ چونکہ اندر آدمی زیادہ تھے' جگہ تنگ تھی اور کھانے پینے کا سامان بھی نہیں تھا۔ لہٰذا عبداللہ بن مطیع کسی پوشیدہ راستے سے نکل کر ابو موسیٰ اشعریؓ کے مکان میں جا کر چھپ گیا اور باقی لوگوں نے امان طلب کر کے دارالامارۃ کا دروازہ کھول دیا۔ مختار نے دارالامارۃ اور بیت المال پر قبضہ کر کے بہت سا روپیہ اپنے آدمیوں میں تقسیم کیا۔ جامع کوفہ میں اہل کوفہ جمع ہوئے۔ مختار نے خطبہ دیا اور محمد بن حنفیہ کی بیعت و امامت تسلیم کرنے کی ترغیب دی۔ چنانچہ اہل کوفہ نے کتاب و سنت کی پیروی اور اہل بیت کی ہمدردی کا بیعت کے ذریعہ اقرار کیا۔ مختار نے بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا وعدہ کیا۔ اس بیعت عام کے بعد مختار نے سنا کہ عبداللہ بن مطیع ابو موسیٰؓ کے مکان میں روپوش ہے۔ اس نے ایک لاکھ درہم اس کے پاس بھجوائے اور کہلا بھیجا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ تم

Marfat.com

سامان سفر نہ ہونے کی وجہ سے ابو موسیٰؓ کے مکان میں ٹھہرے ہوئے ہو۔ لہذا یہ ایک لاکھ درہم قبول کرلو اور تین دن کے اندر اپنا سامان درست کر کے کوفہ سے روانہ ہو جاؤ۔

عبداللہ بن مطیع شرم کی وجہ سے مکہ مکرمہ کی طرف نہیں گیا بلکہ کوفہ سے بصرہ چلا آیا۔

جس زمانہ میں سلیمان بن صرد کے ہمراہی ہزیمت خوردہ کوفہ میں آئے تھے۔ انہیں میں مثنیٰ بن مخرمہ عبدی نامی ایک شخص بصرہ کا رہنے والا تھا۔ مختار کے خط کو پڑھ کر یہ لوگ جیل خانہ میں اس سے ملنے گئے تھے۔ اوپر اس کا ذکر آچکا ہے۔ اسی وقت مثنیٰ نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور مختار نے اس کو یہ وصیت کر کے بصرہ کی طرف رخصت کیا تھا کہ تم وہاں جا کر شیعان علی سے میری نیابت میں بیعت لو اور اپنی جمعیت کو بڑھاؤ۔ جس وقت میں کوفہ میں خروج کروں گا اسی وقت تم بھی بصرہ میں خروج کرنا۔ چنانچہ مثنیٰ بن مخرمہ نے بصرے میں لوگوں سے خفیہ بیعت لینی شروع کی۔ ایک گروہ کو اپنے ساتھ شامل کرلیا۔ مختار نے جب کوفہ میں خروج کا ارادہ کیا تو بصرہ میں مثنیٰ کے پاس بھی اطلاع بھیج دی تھی۔ اس نے بھی وہاں تاریخ مقررہ پر خروج کیا لیکن بصرہ میں اس وقت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے حرث بن ابی ربیعہ امیر بصرہ تھا۔ حرث بن ابی ربیعہ نے ان باغیوں کے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دیا اور سب کو ایک محلّہ میں گھیر کر محصور کرلیا' پھر سب کو بصرہ سے نکال دیا۔ یہ لوگ بصرہ سے نکل کر کوفہ میں مختار کے پاس چلے آئے۔ اس طرح بصرہ تو بچ گیا مگر کوفہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی حکومت سے نکل گیا۔ کوفہ میں مختار نے اپنا تسلط قائم کر کے شرفائے کوفہ کو اپنا مصاحب بنایا اور دوسرے بلاد اسلامیہ پر قبضہ کرنے کے لیے چند جھنڈے بنائے۔ ایک علم عبداللہ بن حرث بن اشتر کو دے کر اوینیا کی طرف بھیجا۔ ایک علم محمد بن عمیر بن عطارد کو دے کر آذربائیجان کی طرف روانہ کیا۔ ایک علم عبدالرحمٰن بن سعید بن قیس کو دے کر موصل کی طرف رخصت کیا۔ اسحاق بن مسعود کو مدائن کا علم اور سعد بن حذیفہ بن الیمان کو حلوان کا علم سپرد کیا۔ عبداللہ بن کامل کو کوفہ کا کوتوال اور شریح کو قاضی کوفہ بنایا۔ بعد میں شریح کو معزول کر کے عبداللہ بن مالک طائی کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔ ہر طرف مختار کے فرستادہ سرداروں کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگوں نے مختار کی حکومت تسلیم کر کے بیعت کرلی۔ صرف موصل پر عبدالرحمٰن سعید کو کوئی قابو نہ ملا کیونکہ وہاں عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبیداللہ بن زیاد بطور گورنر مامور تھا۔ عبدالرحمٰن بن سعید نے بجائے موصل کے تکریت میں جا کر قیام کیا اور مختار کو حالات سے اطلاع دی۔ مختار نے موصل کی مہم یزید بن انس کو سپرد کی اور تین ہزار سوار دے کر موصل کی جانب رخصت کیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے جب یزید بن انس کے آنے کی خبر سنی تو ربیعہ بن مختار غنوی کو یزید بن انس کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ بابل کے مقام پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔

یہ لڑائی ۹/ذی الحجہ سنہ ۶۶ھ کو ہوئی۔ ربیعہ مارا گیا اور شامی لشکر کو شکست ہوئی۔ شکست خوردہ شامی واپس جا رہے تھے کہ راستے میں عبداللہ بن حملہ خثعمی تین ہزار کی جمعیت سے آتا ہوا ملا۔ جس کو عبیداللہ بن زیاد نے ربیعہ کی امداد کے لیے روانہ کیا تھا۔ عبداللہ نے منہزمین کو روک کر اپنے ساتھ لیا اور اگلے دن ۱۰/ذی الحجہ

Marfat.com

بروز عیدالاضحی کوفی لشکر پر حملہ کیا۔اس لڑائی میں بھی کوفیوں کو فتح اور شامیوں کو شکست ہوئی۔ کوفیوں نے کئی ہزار شامیوں کو گرفتار کیا اور یزید بن انس کے حکم سے وہ قتل کئے گئے۔اسی روز شام کے وقت یزید بن انس بھی جو پہلے سے بیمار تھا فوت ہو گیا اور مرتے وقت ورقاء بن عازب کو امیر لشکر بنا گیا۔اگلے روز ورقہ بن عازب کے جاسوس نے آکر خبر دی کہ عبیداللہ بن زیاد خود مقابلہ پر آنے والا ہے۔ورقاء نے عبیداللہ کا نام سنتے ہی بابل سے کوچ کیا اور عراق کی حدود کے اندر آکر قیام کیا اور مختار کو لکھا کہ میرے پاس تھوڑی فوج تھی لہذا میں پیچھے ہٹ آیا ہوں۔اس خبر کو سن کر کوفہ میں لوگوں نے ورقاء کو ملامت سے یاد کیا کہ فتح مند ہو کر شکست یافتوں کا طرز عمل کیوں اختیار کیا۔ مختار نے کوفہ سے سات ہزار فوج دے کر ابراہیم بن مالک بن اشتر کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ یزید بن انس کا تمام لشکر بھی ورقاء کی سرداری سے نکال کر تم اپنے ماتحت کر لینا۔

ابراہیم کے رخصت ہونے کے بعد اہل کوفہ نے شیث بن شیث بن ربعی کے پاس آکر شکایت کی کہ مختار ہماری پوری پوری قدردانی نہیں کرتا اور ہمارے حقوق غصب کرتا ہے۔ شیث بن ربعی نے کہا کہ میں ذرا مختار سے مل کر گفتگو کر لوں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتا ہے۔ شیث جب مختار کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں ہر ایک کام اہل کوفہ کی مرضی کے موافق کرنے کو تیار ہوں اور مال غنیمت میں سے بھی ان کو حصہ دینے کا اقرار کرتا ہوں بشرطیکہ وہ مجھ سے اس بات کا اقرار کریں کہ ہم بنوامیہ اور عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑیں گے۔ یہاں تک کہ دونوں کی طاقتوں کو نابود کر دیں۔ شیث بن ربعی نے کہا اچھا میں اہل کوفہ سے دریافت کر لوں۔ شیث بن ربعی مختار کے پاس سے اٹھ کر آیا۔کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو مختار کے ہاتھ پر اس کی حکومت سے پہلے ہی بیعت کر چکے تھے۔وہ اس کے ہم عقیدہ و ہم خیال تھے' ان کے ساتھ مختار بڑی بڑی رعایتیں کرتا تھا۔ کچھ ایسے تھے جنہوں نے صرف اس کی حکومت کو تسلیم کر کے بیعت اطاعت کی تھی۔وہ اس کے ہم خیال اور خون حسینؓ کے مطالبے میں اس کے ہم نوا نہ تھے۔انہیں کو مختار سے شکایات تھیں۔چنانچہ شیث بن ربعی کے واپس آنے پر ان لوگوں نے مختار کے خلاف ہجوم کیا اور دارالامارۃ میں پہنچ کر مختار سے کہا کہ ہم نے تم کو معزول کر دیا۔ تم حکومت چھوڑ کر الگ ہو جاؤ کیونکہ تم محمد بن حنفیہ کے نائب اور خلیفہ نہیں ہو۔ مختار نے اس وقت بڑی چالاکی اور دور اندیشی سے کام لیا۔لوگوں کو سمجھایا کہ میں تم پر کوئی سختی نہیں کرنا چاہتا۔میں نے تم سب کو خون حسینؓ بھی معاف کر دیا۔ ہر قسم کی رعایت بھی تم کو دی جائے گی۔اس وقت بنوامیہ کا مقابلہ درپیش ہے تم کو چاہیے کہ ایسے وقت میں فتنہ و فساد برپا نہ کرو ورنہ نتیجہ اچھا نہ ہو گا۔ جاؤ سوچو اور خوب غور کرو کہ تم جس کام پر آمادہ ہوئے ہو وہ تمہارے لیے اچھا نتیجہ پیدا نہ کرے گا۔

ان لوگوں کے سرداروں نے اس وقت مختار کی ان باتوں کو منظور کر لیا اور کہا کہ اچھا ہم غور کریں گے۔ان کا مدعا یہ تھا کہ ابراہیم بن مالک جو کوفہ سے روانہ ہوا ہے دور چلا جائے اور ہمارے لیے کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ادھر مختار نے بھی ابراہیم کی غیر موجودگی میں اپنی بے بسی کو محسوس کر لیا تھا۔لہذا اس نے فوراً ایک تیز رفتار سانڈنی پر اپنا قاصد ابراہیم کے پاس بھیجا کہ فوراً اپنے آپ کو کوفہ میں واپس پہنچاؤ اور خود دارالامارۃ میں

Marfat.com

مضبوطی کر کے بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اگلے روز دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ تیسرے روز ابراہیم راستے سے لوٹ کر کوفہ میں معہ اپنی فوج کے داخل ہوا اور ان لوگوں کو جو مختار کی مخالفت میں اٹھے تھے' قتل کرنا شروع کیا۔ غرض کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں بچا جس میں سے ایک دو یا زیادہ آدمی قتل نہ کئے گئے ہوں۔ مختار نے لوگوں کو جمع کر کے ان تمام لوگوں کی فہرستیں مرتب کروائیں جو ابن زیاد کے لشکر میں قتل حسینؓ کے وقت موجود تھے یا جنہوں نے کسی قسم کا کوئی حصہ میدان کربلا میں لیا تھا۔ عمرو بن سعد اور شمر ذی الجوشن بھی گرفتار ہو کر مقتول ہوئے۔ عمرو بن سعد نے مختار سے امن حاصل کر لیا تھا لیکن مختار نے اپنے قول و اقرار کا لحاظ نہ کر کے اس کا سر اتروالیا۔ عمرو بن سعد کا لڑکا حفص بن عمرو مختار کی مصاحبت میں تھا۔ جس وقت عمرو بن سعد کا سر دربار میں آیا تو مختار نے حفص بن عمرو سے کہا کہ تم اس کو پہچانتے ہو' کس کا سر ہے؟ حفص نے کہا کہ ہاں میں پہچانتا ہوں لیکن اب اس کے بعد زندگی کا لطف جاتا رہا۔ مختار نے اسی وقت حکم دیا کہ حفص کا سر بھی کاٹ لو۔ چنانچہ حفص کا سر بھی اتار لیا گیا۔ غرض اس قتل و گرفتاری کا سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ لوگ گھروں سے گرفتار ہو ہو کر آتے تھے اور قتل کئے جاتے تھے۔ عمرو بن سعد اور شمر وغیرہ کے سر مختار نے محمد بن حنفیہ کے پاس مدینہ میں بھجوا دیئے تھے۔

مختار بہت ذی ہوش اور چالاک آدمی تھا۔ اس نے کوفہ پر قابض و متصرف ہو کر ایک خط حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ میں دارالامارۃ کوفہ میں آج کل مقیم ہوں۔ مجھ کو دل سے آپ کی اطاعت منظور اور آپ کی خلافت تسلیم ہے۔ آپ کوفہ کی گورنری مجھ کو عطا کر دیجئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ سمجھ گئے کہ یہ مجھ کو دھوکہ دے کر اور اپنی طرف سے غافل رکھ کر حکومت و سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے مختار کی اطاعت کا امتحان لینے کی غرض سے عمرو بن عبدالرحمٰن بن حرث بن ہشام مخزومی کو کوفہ کی گورنری کا پروانہ دے کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ مختار کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے زائدین قدامہ کو پانچ سو سواروں کے ساتھ ستر ہزار درہم دے کر روانہ کیا کہ راستے ہی میں عمرو بن عبدالرحمٰن کو روک کر اور یہ رقم دے کر واپس کر دو۔ اگر وہ واپس ہونے سے انکار کر دے تو تم اپنے پانچ سو سواروں سے اس کو گرفتار کر لینا۔ عمرو بن عبدالرحمٰن نے اول تو انکار کیا لیکن پھر پانچ سو سواروں کی جمعیت کو دیکھ کر مناسب سمجھا کہ ستر ہزار درہم قبول کر لیے جائیں۔ چنانچہ ستر ہزار درہم لے کر بصرہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عبداللہ بن مطیع بھی بصرہ ہی میں چلا گیا۔ اب عمرو بن عبدالرحمٰن نے بھی بصرہ ہی کا رخ کیا۔ جہاں حرث بن ابی ربیعہ (قباع حکومت) کر رہا تھا۔

مختار کا دعویٰ نبوت اور کرسی علیؓ : حضرت علیؓ جب کوفہ میں تشریف رکھتے تھے تو آپ کی ایک کرسی تھی۔ اسی پر بیٹھ کر اکثر حکم و احکام جاری کیا کرتے تھے۔ ان کا ایک بھانجا جعدہ بن ام ہانی بنت ابی طالب کا بیٹا تھا' کوفہ میں رہا کرتا تھا۔ وہ کرسی اسی کے قبضہ میں تھی۔ مختار نے کوفہ میں اپنا سکہ بٹھا کر اس کرسی کے حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جعدہ نے کہا اچھا مجھ کو ایک ہفتہ مہلت دیجئے کہ میں اس کو تلاش کر کے آپ کی خدمت میں پیش کروں۔ مختار نے کہا کہ میں تین دن سے زیادہ کی مہلت ہرگز نہ دوں گا۔ اگر اس عرصہ میں تم

Marfat.com

نے کرسی نہ پہنچائی تو سختی و تشدد کا برتاؤ شروع کیا جائے گا۔

جعدہ کے محلّہ میں ایک روغن فروش رہتا تھا۔ اس کے پاس بھی اسی قسم کی ایک کرسی تھی۔ جعدہ نے وہ کرسی اس سے خریدی اور پوشیدہ طور پر اپنے گھر لے گیا۔ اس کو خوب صاف کیا اور بڑے تکلف و احتیاط کے ساتھ غلافوں میں لپیٹ کر مختار کے پاس لے گیا۔ مختار نے کرسی لے کر جعدہ کو خوب انعام و اکرام سے نوازا۔ کرسی کو بوسہ دیا' اس کو سامنے رکھ کر دو رکعت نماز پڑھی' پھر اپنے مریدوں کو جمع کر کے کہا کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے تابوت سکینہ کو موجب' نصرت و برکت بنایا تھا' اسی طرح شیعان علی کے لیے اس کرسی کو نشانی قرار دیا ہے۔ اب ہم کو ہر جگہ فتح و نصرت حاصل ہو گی۔ اس کے مریدین نے اس کرسی پر آنکھیں ملیں' بوسے دیئے اور اس کے آگے سر جھکائے' پھر مختار نے حکم دیا کہ ایک تابوت بنایا جائے۔ چنانچہ نہایت خوبصورت تابوت تیار ہوا۔ اس کے اندر وہ کرسی رکھی گئی۔ چاندی کا ایک قفل اس تابوت میں لگایا گیا اور اس تابوت کی حفاظت کے لیے آدمی متعین کئے گئے۔ جامع مسجد کوفہ میں وہ تابوت رکھا گیا۔ ہر شخص نماز پڑھنے کے بعد اس تابوت کو بوسہ دیتا تھا۔ مختار نے کوفہ کی حکومت کرنے سے پہلے ہی اپنے مکر و تزویر کے جال کو پھیلانا اور اپنی غیر معمولی روحانی طاقتوں کا لوگوں کا معتقد بنانا شروع کر دیا تھا۔ حکومت کوفہ حاصل کرنے کے بعد اس کی چالاکی و ہوشیاری کو اور بھی زیادہ کامیابی کے مواقع میسر ہونے لگے اور رفتہ رفتہ نبوت کے دعووں تک پہنچنے لگا۔

جس زمانے میں مختار نے کوفہ پر قبضہ کیا اور عبداللہ بن زبیرؓ کو مذکورہ خط لکھا۔ اسی کے قریب زمانہ میں چند روز کے بعد عبدالملک بن مروان نے عبدالملک بن حرث بن ابی الحکم بن ابی العاص کو ایک لشکر دے کر وادی القریٰ کی طرف روانہ کیا۔ یہ گویا عبدالملک بن مروان کی طرف سے عبداللہ بن زبیرؓ پر پہلی چڑھائی تھی۔ اس چڑھائی کا حال سنکر مختار نے دوسرا خط حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو لکھا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی مدد کے لیے کوفہ سے فوج روانہ کراؤں؟ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے لکھا کہ اگر تم میرے فرماں بردار و مطیع ہونے کی حیثیت سے فوج روانہ کرتے ہو تو فوراً ایک فوج وادی القریٰ کی طرف بھیج دو۔ مختار نے شرجیل بن دوس ہمدانی کو تین ہزار کی جمعیت سے یہ حکم دے کر روانہ کیا کہ تم سیدھے اول مدینہ میں جا کر قیام کرو' پھر وہاں سے مجھ کو حالات لکھ کر بھیجو۔ اس کے بعد جو حکم میں بھیجوں اس کی تعمیل کرو۔ مدعا اس سے مختار کا یہ تھا کہ میں اس بہانے سے مدینہ میں فوج بھیج کر محمد بن حنفیہ کی خوشنودی اس طرح سے حاصل کر سکوں گا کہ عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی کوئی اعتراض نہ ہو گا اور میرا اثر شیعان علی میں ترقی کر سکے گا۔

عبداللہ بن زبیرؓ مختار کی چالاکیوں کو سمجھتے تھے۔ انہوں نے مذکورہ جواب مختار کے پاس بھیج کر فوراً عباس بن سہل بن سعد کو دو ہزار آدمیوں کے ساتھ متعین کیا کہ اگر کوفہ سے مختار کوئی لشکر بھیجے تو اول یہ معلوم کرو کہ وہ محکوم ہو کر آیا ہے یا خود مختار ہے؟ اگر محکوم ہے تو اس سے کام لو اور اگر وہ محکوم ہو کر نہیں آیا تو اس کو واپس کر دو۔ واپس ہونے سے انکار کرے تو اس کا مقابلہ کرو۔ مقام اقیم میں عباس و شرجیل کی ملاقات ہوئی۔

Marfat.com

عباس نے کہا تم لوگ مقام وادی القریٰ کی طرف ہمارے ساتھ دشمن کے مقابلہ کو چلو۔ شر جیل نے کہا ہم کو سیدھے مدینے جانے کا حکم ہے۔ وہاں ہم دوسرے حکم کا انتظار کریں گے' تب کہیں جا سکیں گے۔ عباس نے اول ان کوفیوں کو کھانے پینے کا سامان دے کر تواضع کی' پھر تعمیل حکم سے انکار کرنے کی پاداش میں حملہ کر کے اپنے دو ہزار آدمیوں سے ان تین ہزار کو مجبور کر دیا اور ستر آدمی قتل کر کے کوفہ کی طرف زبردستی لوٹا دیا۔ مختار نے اس سے بھی فائدہ اٹھایا اور محمد بن حنفیہ کو خط لکھ کر عبداللہ بن زبیرؓ کی شکایت کی کہ انہوں نے میری فوج کو آپ تک نہ پہنچنے دیا جو آپ کی حفاظت کے لیے میں نے روانہ کی تھی۔ اب مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اپنے ایک معتمد خاص کو بھیج دیجئے تاکہ میں اس کے ساتھ ایک زبردست فوج روانہ کر دوں گا اور لوگوں کو بھی آپ کے فرستادے کی زیارت سے اطمینان حاصل ہو۔ محمد بن حنفیہ نے مصلحتاً "جواب میں لکھا کہ میں تمہاری حق پسندی سے واقف ہوں۔ تم مجھ کو گوشہ عافیت میں بیٹھا رہنے دو اور مخلوق الٰہی کی خونریزی سے پرہیز کرو۔ میں اگر حکومت و امارت کا خواہاں ہوتا تو تم سے زیادہ لوگوں کو اپنے گرد جمع کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے تمام دوستوں اور ہواخواہوں کو معطل کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی جو چاہے گا فیصلہ کرے گا۔

عبیداللہ بن زیاد کا قتل : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بابل کے میدان میں بروز عیدالاضحی سنہ۔۶۶ھ کوفیوں کے مقابلے میں شامیوں کو شکست ہوئی تھی مگر کوفی سپہ سالار ابن زیاد کے آنے کی خبر سن کر پیچھے ہٹ آیا تھا۔ اس خبر کو سن کر مختار نے اپنے سپہ سالار اعظم ابراہیم بن مالک بن اشتر کو سات ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا تھا لیکن راستے ہی سے ابراہیم کو کوفہ کی طرف واپس لوٹنا پڑا تھا۔ کوفہ میں نہایت کثرت سے لوگ قتل کئے گئے اور شیعان علی کی مخالف جماعت یا شیعان علی کے سوا جو لوگ تھے ان کو اچھی طرح کچل دیا گیا جس سے آئندہ کے لیے اس قسم کے خطرے کا سدباب ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر ۲۲/ذی الحجہ سنہ۔۶۶ھ کو مختار نے کوفہ سے ابراہیم بن مالک کو پھر اسی مہم پر ابن زیاد کے مقابلے کی غرض سے روانہ کیا۔ اس مرتبہ چونکہ کوفہ کی بغاوت کا کوئی خطرہ قطعاً" باقی نہ رہا تھا اور لوگ بہت زیادہ خائف ہو چکے تھے۔ لہذا ابراہیم کے ساتھ تمام بڑے بڑے سردار اور بہادر لوگ بھیج دیئے گئے۔ ساتھ ہی وہ تابوت بھی بھیجا گیا جس میں وہ کرسی رکھی تھی۔ اس تابوت کے بھیجنے سے مدعا یہ تھا کہ فوج کو پہلے ہی سے اپنی فتح کا یقین ہو جائے۔

ابراہیم نہایت تیزی سے سرحد عراق کو عبور کر کے حدود موصل میں داخل ہوا۔ جہاں عبیداللہ بن زیاد عبدالملک بن مروان کی طرف سے بطور گورنر مامور تھا۔ عبیداللہ بن زیاد اس لشکر کے آنے کی خبر سن کر موصل سے روانہ ہوا اور نہر خازر کے متصل دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل خیمہ زن ہوئے۔ رات بسر کرنے کے بعد نماز فجر پڑھتے ہی دونوں لشکر ایک دوسرے پر حملہ آور ہوئے۔ بڑی سخت و خونریز جنگ ہوئی۔ اول کوفیوں کی طرف آثار ہزیمت نمایاں ہوئے مگر ابراہیم بن مالک کی جرات اور استقامت سے کوفیوں کے پاؤں جم گئے۔ دونوں طرف کے سرداروں نے بڑی بڑی بہادریاں دکھائیں۔ آخر لشکر شام کو شکست ہوئی اور ان کا سپہ سالار اعظم عبیداللہ بن زیاد بھی مارا گیا۔ عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ شامیوں کا دوسرا زبردست سردار

Marfat.com

حصین بن نمیر بھی شریک بن جریر تغلبی کے ہاتھ سے مارا گیا۔ لڑائی کے ختم ہونے اور شامیوں کے مقتول و مفرور ہونے کے بعد ابراہیم بن نالک نے کہا کہ نہر کے کنارے علم کے نیچے میں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے' جس کے لباس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی۔ میری تلوار نے اس کے دو حصے کر دیئے ہیں جا کر دیکھو کہ وہ کون شخص تھا۔ لوگ اس کی طرف گئے اور دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہی عبیداللہ بن زیاد ہے۔ چنانچہ اس کا سر کاٹ کر جسم کو جلادیا گیا۔ فتح کی خوشخبری کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد کا سر بھی مختار کے پاس کوفہ کی جانب روانہ کیا گیا۔

یمامہ پر نجدہ بن عامر کا قبضہ : نجدہ بن عامر بن عبداللہ بن ساد بن مفرح نے یمامہ کے علاقہ میں شورش و بغاوت کا سلسلہ سنہ۔۶۵ھ سے شروع کر دیا تھا لیکن اس نے مصلحتاً" اپنی جمعیت کی سرداری خود نہیں قبول کی تھی بلکہ ابو طالوت نامی ایک شخص کو سردار بنایا تھا۔ سنہ۔۶۵ھ میں اس جماعت کو کوئی زیادہ اہمیت حاصل نہ تھی۔ بجز اس کے کہ قافلوں پر چھاپے مارتے اور مسافروں کے لیے راستوں کو پر خطر بناتے تھے۔ سنہ۔۶۶ھ میں ان لوگوں کو یہاں تک تقویت حاصل تھی کہ وہ شہروں کو لوٹنے اور غارت کرنے لگے۔ اب ابو طالوت کو معزول کر کے نجدہ بن عامر خود امیر جماعت بنا اور سنہ۔۶۶ھ کے آخری ایام میں وہ علاقہ اور اس کے نواحی علاقہ کا مستقل حکمران بن گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان ایام میں یمامہ کی طرف کوئی فوج نہ بھیج سکے کیونکہ ان کے لیے اس سے زیادہ ضروری اور اہم کام شام و عراق کے متعلق درپیش تھے۔ لہذا نجدہ بن عامر کی فرماں روائی یمامہ پر سنہ۔۶۹ھ یا سنہ۔۷۰ھ تک قائم رہی۔

کوفہ پر حملہ کی تیاری : سنہ۔۶۴ھ میں عبداللہ بن زبیرؓ قریباً تمام عالم اسلام میں خلیفہ تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسی سال مصر' فلسطین اور تمام شام کا ملک ان کے دائرہ خلافت سے خارج ہو گیا اور بنو امیہ کی خلافت دوبارہ دمشق میں قائم ہو گئی۔ سنہ۔۶۵ھ میں بعض صوبوں کے اندر بغاوتیں ہوئیں لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خلیفہ ضرور تسلیم کیا جاتا رہا اور کوئی صوبہ قبضے سے نہیں نکلا۔ سنہ۔۶۶ھ میں کوفہ اور یمامہ دونوں قبضے سے نکل گئے۔ کوفہ میں مختار کی حکومت اور یمامہ میں نجدہ بن عامر کی حکومت خود مختارانہ طور پر قائم ہو گئی۔ بصرہ کو حرث بن ربیعہ نے اور فارس کو مہلب بن ابی صفرہ نے سنبھالے رکھا اور خوارج کے فتنوں کو سر ابھارتے ہی دبا دیا۔ مختار کی طرف سے بصرہ پر ڈورے ڈالے جا رہے تھے اور بصرہ میں عبداللہ بن مطیع سابق گورنر کوفہ اور عمرو بن عبدالرحمٰن نامزد شدہ گورنر کوفہ بھی موجود تھے۔ ان دونوں کو عبداللہ بن زبیرؓ سے شرمندگی تھی' اسی لیے بصرہ میں ان دونوں کی موجودگی موجب خطر بھی ہو سکتی تھی کہ کہیں کسی سازش میں شریک نہ ہو جائیں۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سنا کہ عبیداللہ بن زیاد' ابراہیم بن مالک کے مقابلے میں مقتول ہو چکا ہے تو ان کو اہل شام اور عبدالملک بن مروان کی طرف سے تو گونہ اطمینان ہوا کہ ان کی طاقت کو ایک بڑا صدمہ پہنچا تھا اور وہ جلد حجاز پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں کر سکتے تھے لیکن بصرہ کے متعلق خطرات بڑھ گئے کیونکہ مختار بن عبیدہ کی توجہ اس فتح کے بعد بصرہ ہی کی طرف مبذول ہونے والی تھی۔ لہذا انہوں نے فوراً بصرہ کے عامل حرث بن ربیعہ کو معزول کر کے اپنے بھائی مصعب بن زبیر کو بصرہ کی گورنری پر مامور کر کے بھیجا۔

Marfat.com

بصرہ میں آج کل کوفہ کے بہت سے آدمی مختار کے خوف سے بھاگ بھاگ کر چلے آئے تھے۔ یہ وہ سب لوگ تھے جن کو اندیشہ تھا کہ قتل حسینؓ کے معاوضے میں مختار ہم کو بھی کہیں قتل نہ کر دے۔ کوفہ کے انہیں مفرورین میں شیث بن ربعی اور محمد بن الاشعث بھی تھے۔ مصعب بن زبیر نے بصرہ کی حکومت وامارت اپنے ہاتھ میں لے کر حالات کا پر غور مطالعہ شروع کیا۔ کوفہ سے آئے ہوئے لوگوں نے جن میں بعض بہت معزز اور تجربہ کار شخص بھی تھے۔ مصعب بن زبیر کو مشورہ دیا کہ کوفہ پر حملہ کرو۔ مصعب نے کہا کہ مجھ کو امیر المومنین عبداللہ بن زبیرؓ نے حکم دیا ہے کہ مہلب بن ابی صفرہ کو ہمراہ لیے بغیر کوفہ پر حملہ نہ کروں۔ لہذا سب سے پہلے فارس سے مہلب کو بلوانا چاہیے۔ چنانچہ مصعب نے ایک خط مہلب کے نام لکھا اور محمد بن الاشعث کے ہاتھ مہلب کے پاس روانہ کیا۔ مہلب نے محمد بن الاشعث کو دیکھ کر کہا کہ مصعب ان کے سوا اور کوئی قاصد نہیں ملا۔ انہوں نے کہا کہ میں قاصد نہیں ہوں بلکہ خود اپنی غرض کو آیا ہوں کہ کوفہ کے حالات آپ کو سناؤں۔ ہمارے غلام زادوں نے ہمارے اموال اور مکانات پر قبضہ کر کے ہم کو بے دخل کر دیا ہے اور مصیبت کے مارے بصرہ کی طرف بھاگ کر آئے ہیں اور فریاد کرتے ہیں کہ اللہ کے لیے ہماری مدد کرو اور مصیبت سے ہم کو نجات دلاؤ۔

مہلب بن ابی صفرہ فارس کے صوبہ کی حکومت اپنے بیٹے مغیرہ بن مہلب کے سپرد اور ملک کا قابل اطمینان بندوبست کر کے بصرہ کی طرف کافی سامان اور لشکر لے کر روانہ ہوا اور مصعب بن زبیر سے بصرہ میں آکر ملا۔ مہلب بن ابی صفرہ کے پاس حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا خط بھی براہ راست پہنچ چکا تھا کہ تم بصرہ میں مصعب بن زبیر سے آکر ملو اور کوفہ پر حملہ کرو۔ مہلب کو کسی قدر توقف ہوا تو مصعب کو بصرہ سے قاصد بھیجنا پڑا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ شاید کوفہ پر چڑھائی کرنے میں اور تامل فرماتے لیکن مختار نے جب کوفہ میں لوگوں کو بڑی کثرت سے قتل کیا اور یہ بھی مشہور کیا کہ میرے پاس جبرائیل امین آتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی لاتا ہے اور میں بطور نبی مبعوث ہوا ہوں تو لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر بھاگے۔ کچھ تو بصرہ کی طرف گئے۔ بعض سیدھے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس پہنچے اور مختار کی نبوت کا حال بھی علاوہ مظالم کے سنایا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے یہ سن کر کہ مختار نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس کے استیصال میں توقف کرنا کسی طرح مناسب نہ سمجھا اور مہلب کو خط لکھا اور مصعب کو تاکید کی کہ بصرہ میں جا کر بغیر مہلب کے آئے ہوئے کوفہ کی طرف حملہ آور نہ ہونا۔

مختار کا قتل اور کوفہ پر قبضہ :جب مہلب آگیا تو مصعب بن زبیر نے اس کو حکم دیا کہ جبر اکبر پر اپنے لشکر کو مرتب کر دو۔ عبدالرحمٰن بن احنف کو کوفہ کی طرف روانہ کیا کہ وہاں جا کر قیام کرو اور پوشیدہ طور پر لوگوں سے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر بیعت لو۔ عباد بن حصین حطمی تمیمی کو مقدمتہ الجیش کا افسر بنایا۔ میمنہ پر عمر بن عبیداللہ بن معمر کو اور میسرہ پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کیا اور قلب لشکر کی سرداری خود مصعب بن زبیر نے اپنے پاس رکھی۔ اس طرح یہ لشکر مرتب ہو کر بصرہ سے کوفہ کی جانب روانہ ہوا۔

Marfat.com

مختار کو جب اس فوج کشی کا حال معلوم ہوا تو وہ بھی فوج لے کر کوفہ سے نکلا۔ ابراہیم بن مالک اس زمانے میں موصل کی حکومت پر مامور تھا اور وہ بصرہ سے نہیں آسکا تھا۔ بصرہ کی فوج میں ایک دستہ فوج ان لوگوں کا بھی تھا جو کوفہ سے بھاگ کر بصرہ پہنچے تھے۔ اس دستہ فوج کی سرداری محمد بن الاشعث کو دی گئی تھی۔ دونوں فوجوں کا مدآزانامی گاؤں کے قریب مقابلہ ہوا۔ خوب زور و شور کی لڑائی ہوئی۔ آخر مختار کو شکست ہوئی اور وہ فرار ہو کر کوفہ میں داخل ہوا۔ قصر امارت کی مضبوطی کر کے محصور ہو بیٹھا۔

میدان جنگ سے جب کوئی لشکر بھاگا تو محمد بن الاشعث نے فراریوں کا تعاقب کیا اور بھاگتے ہوؤں کو دور تک قتل کرتا چلا گیا۔ مصعب بن زبیر نے دارالامارۃ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ کئی روز تک جاری رہا۔ مختار کے ساتھ ایک ہزار آدمی قصر کے اندر محصور تھے۔ آخر سامان رسد کی کمی سے مجبور ہو کر مختار نے قلعہ کا دروازہ کھولنے اور مقابلہ کر کے مرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے ہمراہیوں نے اس کو منع کیا اور مشورہ دیا کہ مصعب سے جان کی امان طلب کر کے دروازہ کھولو۔ یقین ہے کہ مصعب ضرور امان دے دے گا لیکن مختار نے اس مشورہ کو ناپسند کیا۔ سر میں خوشبودار تیل ڈالا' کپڑوں کو عطر ملا اور ہتھیار لگا کر قصر سے نکلا۔ صرف انہیں آدمیوں نے اس کا ساتھ دیا۔ باقی قصر کے اندر ہی رہے۔ مختار نے نکل کر حملہ کیا اور طرفہ وطراف پسران عبداللہ بن دجاجہ حنفی کے ہاتھ سے مارا گیا۔

مختار ۱۴/ رمضان المبارک سنہ ۶۷ھ کو مقتول ہوا۔ مختار کے ہمراہیوں میں عبیداللہ بن علی بن ابی طالب بھی مقتول ہوئے۔ مصعب بن زبیر نے ان لوگوں کو جو قصر امارت کے اندر محصور تھے گرفتار کیا۔ تمام وہ لوگ بھی جو میدان جنگ میں گرفتار ہوئے تھے' کوفہ کے اندر لائے گئے اور ایک وسیع مقام پر ان تمام قیدیوں کو فراہم کر کے ان کی نسبت مشورہ لیا گیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ ان سب کو چھوڑ دینا چاہیے لیکن محمد بن الاشعث اور تمام دوسرے کوفیوں نے یہ سن کر مصعب بن زبیر کو اس رائے پر عمل کرنے سے منع کیا۔

مصعب بن زبیر حیران تھے کہ میں کیا کروں؟ کوفی کہتے تھے کہ ان لوگوں نے مختار کے ہاتھ پر بیعت کر کے کوفہ میں کوئی گھر ایسا نہیں چھوڑا جس میں کوئی نہ کوئی قتل نہ کیا ہو۔ اگر یہ لوگ اب چھوڑ دیئے گئے تو اسی وقت تمام کوفہ باغی ہو جائے گا۔ ان لوگوں کی کل تعداد چھ ہزار تھی جن میں صرف سات سو عرب اور باقی ایرانی لوگ تھے۔ مصعب بن زبیر نے آخر سوچ کر یہی فیصلہ کیا کہ ان لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ چنانچہ وہ سب قتل کر دیئے اور اہل کوفہ کو اطمینان میسر ہوا۔ مصعب نے مختار کے دونوں ہاتھ کٹوا کر جامع مسجد کوفہ کے دروازے پر لٹکا دیئے جو حجاج کے عہد امارت تک وہاں لٹکے رہے۔

مصعب بن زبیر نے کوفہ پر قابض ہو کر ابراہیم بن مالک کو جو موصل پر قابض اور مختار کی طرف سے مامور تھا' ایک خط لکھا تھا کہ تم کو میری اطاعت کرنی چاہیے۔ میں تم کو ملک شام کی سند دے دوں گا۔ ساتھ ہی وعدہ کرتا ہوں کہ شام سے مغرب کی جانب جس قدر ممالک پر تم قبضہ کرتے چلے جاؤ گے وہ سب تمہاری جاگیر سمجھے جائیں گے۔ ادھر مختار کے مارے جانے کی خبر سن کر عبدالملک بن مروان نے دمشق سے ابراہیم

Marfat.com

کے پاس خط بھیجا کہ تم میری اطاعت اختیار کرو' میں تم کو عراق کی سند دے دوں گا اور جس قدر ممالک تم مشرق کی طرف فتح کرتے چلے جاؤ گے وہ سب تمہاری حکومت میں شامل رہیں گے۔ دونوں طرف سے ایک ہی قسم کے خطوط ابراہیم کے پاس پہنچے۔ اس نے عبدالملک پر مصعب کو ترجیح دی اور کوفہ میں آکر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت تسلیم کر کے مصعب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ مصعب نے موصل وجزیرہ کی حکومت پر مہلب بن ابی صفرہ کو مامور کر کے بھیج دیا اور ابراہیم کو اپنے پاس مہلب کی جگہ سپہ سالاری پر رکھا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو جب مختار کے مارے جانے اور کوفہ پر قبضہ ہونے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے مصعب کو کوفہ کی گورنری پر نامزد کر کے بصرہ کی گورنری پر اپنے بیٹے حمزہ بن عبداللہ کو بھیجا۔ حمزہ نے اہل بصرہ کو ناراض کر دیا اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو خطوط لکھے کہ حمزہ کو معزول کر کے مصعب کو بصرہ کی حکومت پر بھیج دیجئے۔ آخر سنہ ۶۸ھ میں مصعب کو بصرہ کی حکومت بھی عبداللہ بن زبیرؓ نے سپرد کر دی۔

عمرو بن سعید کا قتل :اوپر بیان ہو چکا ہے کہ عبیداللہ بن زیاد ابن حرث کے مقابلہ اور محاصرہ میں ناکام رہ کر قرقیسا سے واپس گیا تھا۔ جب ابن زیاد مارا گیا تو عبدالملک نے فوج مرتب کر کے عراق پر حملہ آوری کا قصد کیا اور سب سے اول زفر بن حرث کلبی والی قرقیسا پر حملہ کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ عبدالملک نے اپنے ہمشیر زادے عبدالرحمٰن بن ام حکم کو دمشق میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود عمرو بن سعید بن عاص کو ہمراہ لے کر قرقیسا کی جانب معہ لشکر روانہ ہوا۔ اوپر یہ بھی ذکر آچکا ہے کہ مروان بن حکم کو اس شرط پر تخت نشین کیا گیا تھا کہ اس کے بعد خالد بن یزید اور اس کے بعد عمرو بن سعید تخت نشین ہوں گے۔ مروان نے بجائے ان دونوں کے اپنے بیٹوں عبدالملک و عبدالعزیز کو ولی عہد بنا کر خالد و عمر دونوں کو ولی عہدی سے معزول کر دیا تھا۔

عمرو بن سعید بنوامیہ کے اندر ہر دل عزیز اور ذی عزت تھا۔ اس کے پاس حشم وخدم کی بھی کثرت تھی اور سرداری وافسری کی قابلیت بھی رکھتا تھا۔ مروان کے بعد جب عبدالملک تخت نشین ہوا تو عمرو بن سعید کے ساتھ اس نے ایسا سلوک کیا جس سے اس کے دل کا انقباض دور ہو گیا۔ اب جبکہ عبدالملک فوج لے کر قرقیسا کی جانب روانہ ہوا تو عمرو بن سعید نے اس سے راستے میں کہا کہ آپ اپنے بعد میرے لیے تخت خلافت کی وصیت کر دیں۔ مجھ کو اپنا ولی عہد مقرر فرمائیں۔ اس قسم کے وعدے عمرو بن سعید کے ساتھ شروع ہی میں کر لیے گئے تھے۔ وہ صرف ان کا باقاعدہ اعلان چاہتا تھا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کی خواہش کے پورا کرنے سے صاف انکار کیا۔ عمرو بن سعید کو اس سے دل گرفتگی ہوئی۔ وہ راستے ہی سے موقع پا کر دمشق کی جانب واپس چلا آیا اور یہاں آتے ہی عبدالرحمٰن کو نکال دیا اور خود دمشق پر قابض ہو کر اپنی خلافت وحکومت کا اعلان کیا۔ لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا اور وظائف مقرر کرنے اور بحسن سلوک پیش آنے کا وعدہ کیا۔

یہ خبر سن کر عبدالملک بھی فوراً دمشق کی جانب واپس ہوا اور دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مدتوں لڑائی کا سلسلہ جاری رہا اور عبدالملک کسی دوسری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔ بالآخر لوگوں نے بیچ میں پڑ کر دونوں میں صلح

Marfat.com

کرادی۔ عہد نامہ لکھا گیااور عمرو بن سعید نے شہر سے نکل کر عبدالملک کے خیمے میں آکر ملاقات کی اور دمشق اس کے سپرد کیا۔ عبدالملک کو ہمیشہ عمرو بن سعید بن عاص کی طرف سے اندیشہ رہتا تھا۔اب اس نے مناسب سمجھا کہ اس خدشہ کو بھی مٹادیا جائے۔ چنانچہ اس نے دھوکے سے عمرو بن سعید کو دربار میں ملاقات کے لیے بلا بھیجا۔ عمرو بن سعید آیااور حسب دستور عبدالملک کے برابر تخت پر جابیٹھا۔ عبدالملک نے پہلے سے اس کام کے لیے آدمیوں کو جمع کرر کھا تھا۔ چنانچہ عمرو بن سعید کو پکڑ کر قتل کردیا گیا۔

عمرو بن سعید کے بھائی یحیٰ کو خبر ہوئی تو وہ ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دارالامارۃ پر چڑھ آیااور اس کا محاصرہ کر لیا۔ عبدالملک نے عمرو بن سعید کا سر کاٹ کر اوپر سے ان لوگوں کی طرف پھینک دیااور ساتھ ہی روپیوں اور اشرفیوں کی بکھیر بھی شروع کردی۔ لوگ روپے اور اشرفیوں کے اٹھانے میں مصروف ہو گئے اور یحیٰ تنہا کھڑا رہ گیا آخر یحیٰ کو گرفتار کر کے قید کردیااور عمرو بن سعید کے لڑکوں کو بھی یحیٰ کے پاس جیل خانہ میں بھیج دیا گیا۔ یہ لوگ اس وقت تک قید رہے جب کہ مصعب بن زبیر قتل ہوئے اور عبدالملک کا عراق پر قبضہ ہوا۔ عمرو بن سعید کے قتل کا واقعہ سنہ۔۶۵ھ کا ہے۔

مصعب بن زبیر کی بے احتیاطی : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بصرہ پر چند مہینے یا ایک سال حمزہ بن عبداللہ بن زبیر نے حکومت کی۔ اس کے بعد بصرہ کا انتظام بھی مصعب بن زبیر کے ماتحت کردیا گیا۔ مصعب بن زبیر نے خود بصرہ جاکر عمر بن عبداللہ بن معمر کو بصرہ میں اپنا نائب مقرر کیااور حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو خوارج کے مقابلے کی غرض سے خود فارس جایئے اور بصرہ میں اپنی طرف سے کسی کو نامزد کر جایئے۔ اسی طرح اس نواح کے تمام عاملوں اور صوبہ داروں کا مناسب تغیر و تبدل کر کے چند روز قیام کے بعد مصعب بن زبیر بصرہ سے پھر کوفہ میں چلے آئے لیکن سنہ۔۷۰ھ میں ایسی صورت پیش آئی کہ فارس میں خوارج کے فتنے نے بہت زور پکڑااور مغیرہ بن مہلب اور عمر بن عبداللہ بن معمر دونوں خوارج کے فتنے کو نہ دبا سکے۔ مصعب بن زبیر نے موصل کی حکومت سے مہلب بن ابی صفرہ کو تبدیل کر کے پھر فارس کی حکومت پر مامور کیااور حکم دیا کہ وہاں جا کر خوارج کے فتنے کو فرو کرو۔ اس میں شک نہیں کہ مہلب بن ابی صفرہ سے بہتر کوئی دوسرا شخص خوارج کا علان نہیں کر سکتا تھا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے کہا کہ میں تو فارس جانے سے خوش ہوں مگر فی الحال مجھ کو موصل سے جدا کرنا آپ کے لیے بے حد مضر ثابت ہو گا۔ اس لیے کہ عبدالملک بن مروان نے خفیہ سازشوں کا ایک جال عراق میں پھیلانا شروع کیا ہے۔ میں اس کی تدابیر کو خوب غور سے مطالعہ کر رہا ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ میرے یہاں سے جدا ہونے کے بعد وہ اپنی تدابیر میں کامیاب ہو جائے۔

مصعب بن زبیر نے فارس کی ضرورت کو اس موہوم ضرورت پر ترجیح دی اور مہلب بن ابی صفرہ کو فارس کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ مصعب بن زبیر کے پاس ابراہیم و مہلب دو زبردست سپہ سالار اور تجربہ کار افسر تھے۔ انہوں نے ان دونوں میں سے ایک کو اپنے پاس سے جدا کر دیا' ساتھ ہی عبداللہ بن عازم کو خراسان کی حکومت پر بھیج دیا۔ عباد بن حصین کو مہلب کے ساتھ مامور کر دیا۔ یہ دونوں بھی بڑے زبردست سپہ سالار اور

Marfat.com

جنگی تجربہ کار تھے۔ اسی طرح مصعب بن زبیر نے کام کے آدمیوں کو اپنے پاس سے جدا کر کے دور دراز کے مقامات پر بھیج دیا تھا۔ کوفہ میں ان کے پاس صرف ابراہیم بن مالک اور بصرہ میں عمرو بن عبداللہ بن معمر باقی رہ گئے تھے۔

عبدالملک بن مروان نے عمرو بن سعید کے قتل سے فارغ ہوتے ہی سازشی تدابیر شروع کر دی تھیں۔ اس نے فارس کی طرف سے اپنے آدمیوں کو بھیج کر وہاں خوارج کو توقعات دلائیں اور ان کو خروج پر آمادہ کر دیا۔ ادھر کوفہ اور بصرہ میں بھی اپنے آدمیوں کو بھیج کر ہواخواہان بنوامیہ کے ذریعہ سازشوں کا ایک جال پھیلایا اور مصعب بن زبیر کے فوجی سرداروں کو بھی خفیہ طور پر خط بھیج بھیج کر بڑے بڑے لالچ دینے شروع کئے۔ حتیٰ کہ مہلب اور ابراہیم کو بھی اس نے توڑنا اور اپنی طرف ملانا چاہا مگر یہ دونوں ایسے نہ تھے کہ مصعب بن زبیر سے بے وفائی کرتے۔ اسی لیے مہلب فارس کی طرف روانہ ہوتے وقت فکر مند تھا۔

عبدالملک کی جنگی تیاریاں : عبدالملک نے خالد بن عبیداللہ بن خالد بن اسید کو خفیہ طور پر بصرہ میں بھیجا کہ وہاں جا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف اور بنوامیہ کے موافق لوگوں کو اپنا ہم خیال بنائے۔ چنانچہ خالد نے بصرہ میں آکر بنو بکر بن وائل اور قبیلہ ازد میں اپنا سازشی کام شروع کیا اور ایک بڑی جماعت اپنے ہم خیال بنالی۔ اس کا حال عمر بن عبداللہ بن معمر کو معلوم ہوا تو اس نے فوج بھیجی۔ خالد کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا اور بالآخر خالد کو بصرہ سے نکال دیا گیا۔

بصرہ کی یہ پریشان کن خبریں جب کوفہ پہنچیں اور حالات کا صحیح علم ہوا تو ناممکن تھا کہ مصعب بن زبیر خاموش بیٹھے رہتے۔ بصرہ کی ایسی تشویش ناک حالت سن کر مصعب بن زبیر کوفے سے بصرہ آئے اور وہاں خالد کے ہمراہیوں اور ہم خیالوں کو سزائیں دیں۔ جرمانے کئے اور بعض کے مکانات منہدم کرا دیئے۔ اسی طرح کوفہ میں بھی اندر ہی اندر عبدالملک کے لوگ اپنا کام کر رہے تھے۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ فوجی سردار مثلاً عتاب بن ورقاء وغیرہ بھی اندرونی طور پر عبدالملک سے ساز باز کر چکے تھے۔

ایک طرف عبدالملک نے فوجی تیاریاں شروع کیں تو دوسری طرف کوفہ و بصرہ کی فوجوں میں بغاوت کی سازشیں بڑے بڑے لالچ دے کر پھیلا دیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ابراہیم بن اشتر کے پاس عبدالملک بن مروان کا ایک سربمہر خط آیا۔ ابراہیم جانتا تھا کہ اس میں کیا لکھا ہوگا۔ اس نے اس خط کے لفافے کو کھولے بغیر بجنسہ مصعب کی خدمت میں پیش کر دیا۔ مصعب نے اس کو کھول کر پڑھا تو اس میں عبدالملک نے ابراہیم کو لکھا تھا کہ "تم میرے پاس چلے آؤ میں تم کو تمام ملک عراق کا گورنر مقرر کر دوں گا"۔

مصعب نے ابراہیم سے کہا کہ کیا تم جیسا شخص بھی ایسے فقروں میں آسکتا ہے۔ ابراہیم نے کہا کہ میں تو کبھی عذر و خیانت نہ کروں گا لیکن عبدالملک نے آپ کے تمام سرداروں کو اسی قسم کے خطوط لکھے ہیں۔ اگر آپ میری رائے مانتے ہیں تو ان تمام سرداروں کو قتل یا قید کر دیں۔ مصعب نے اس رائے کو ناپسند کیا اور اپنے کسی سردار سے نہ کچھ دریافت کیا نہ کچھ مواخذہ کیا۔

Marfat.com

مصعب بن زبیر کا قتل : آخر عبدالملک اپنی مکمل تیاریوں کے بعد شام سے عراق کی جانب فوج لے کر چلا۔ عبدالملک دمشق سے اس وقت روانہ ہوا جبکہ اس کے پاس رؤساء کوفہ کے بہت سے خطوط پہنچ چکے تھے کہ آپ کو فوراً عراق پر حملہ آور ہونا چاہیے۔ عبدالملک کے مشیروں نے روانگی کے وقت اس کو روکا کہ کہیں اہل عراق اور اہل کوفہ کے یہ خطوط اسی قسم کے نہ ہوں جیسے انہوں نے حسینؓ کو لکھے تھے۔ عبدالملک نے کہا کہ حسینؓ تو محض کوفہ کے بھروسے پر چل دیئے تھے اور میں ایک زبردست فوج کے ساتھ جارہا ہوں۔ مجھ کو ان کی بدعہدی یا بے وفائی سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا اور مجھ کو یقین ہے کہ وہ جب مجھ کو ایک طاقتور فوج کے ساتھ دیکھیں گے تو ہرگز اپنے ان وعدوں سے جو وہ خطوط میں کررہے ہیں' نہ پھریں گے۔

آخر عبدالملک فوج لے کر چلا۔ ادھر سے اس کے آنے کی خبر سن کر مصعب بن زبیر بھی روانہ ہوئے۔ جس زمانے میں عبدالملک کی فوج کشی کی خبر کوفہ میں پہنچی' اس سے پہلے مصعب بن زبیر' عمر بن عبداللہ بن معمر کو خوارج کے مقابلے کے لیے بصرہ سے فارس کی طرف بھیج چکے تھے۔ لہذا عمر بن عبداللہ بھی اس لڑائی میں موجود نہ تھا۔ دار جاثلیق کے قریب دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ مصعب بن زبیر کی فوج بہت تھوڑی تھی کیونکہ عین روانگی کے وقت بہت سے لوگوں نے حیلے بہانے کر کے جانے سے انکار کر دیا تھا۔ جو لوگ میدان میں ساتھ آئے تھے ان میں سے بھی زیادہ حصہ دشمن سے ملا ہوا تھا اور اس بات کا منتظر تھا کہ لڑائی شروع ہو تو دشمن سے جا ملیں' غرض لڑائی شروع ہوئی۔ عبدالملک نے پوری طاقت سے اول اسی حصہ فوج پر حملہ کیا جو ابراہیم بن مالک کی ماتحتی میں تھی کیونکہ اس کو ابراہیم بن مالک کی طرف سے بہت خوف تھا۔ یہ حملہ عبدالملک کے بھائی محمد بن مروان نے کیا تھا۔ طرفین سے خوب خوب داد شجاعت دی گئی آخر ابراہیم نے محمد بن مروان کو پیچھے دھکیل دیا۔ محمد بن مروان کو ہزیمت ہوتے ہوئے دیکھ کر عبدالملک نے عبیداللہ بن یزید کو ایک تازہ دم فوج کے ساتھ محمد کی مدد پر بھیجا۔ اب جم کر مقابلہ ہونے لگا۔ اسی معرکہ میں مسلم بن عمرو باہلی (قتیبہ بن مسلم کا باپ) بھی کام آیا۔

ابراہیم پر دشمنوں کا ہجوم دیکھ کر مصعب بن زبیر نے عتاب بن ورقاء کو ابراہیم کی مدد کے لیے بھیجا۔ عتاب بن ورقاء پہلے ہی درپردہ عبدالملک کی بیعت کر چکا تھا۔ وہ قرارداد کے موافق فوراً میدان سے فرار ہو گیا۔ ابراہیم دشمنوں کے نرغے میں گھر کر بڑی بہادری سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ ابراہیم بن مالک کے مارے جاتے ہی عبدالملک اور اہل شام کا دل بڑھ گیا اور ان کو اپنی فتح کا کامل یقین ہو گیا۔

مصعب بن زبیر نے دوسرے سرداروں اور اپنے ہمراہیوں سے آگے بڑھنے اور حملہ کرنے کے لیے کہا مگر کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ سب نے اس کان سنا اور اس کان پر اڑا دیا۔ معدودے چند آدمی تھے جو میدان میں لڑ رہے تھے۔ باقی تمام فوج کوفیوں کی کھڑی ہوئی تماشا دیکھ رہی تھی۔

کوفیوں کی یہ غداری درحقیقت اس غداری سے جو انہوں نے حسینؓ سے کی' بہت بڑھی ہوئی تھی کیونکہ حسینؓ کا ساتھ نہ دینے میں ان کو ابن زیاد اور اس کے لشکر نے مجبور کر دیا تھا اور خوف وہراس ان پر غالب

Marfat.com

ہو گیا تھا لیکن مصعب بن زبیر کا ساتھ نہ دینا سراسر ان کی شرارت و غداری اور محسن کشی تھی۔ عبدالملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ مصعب بن زبیر قتل کئے جائیں۔ اس لیے اس نے اپنے بھائی محمد بن مروان کو مصعب کے پاس بھیجا اور کہلا بھجوایا کہ آپ کی طرف سے اب لڑائی کی شکل بگڑ چکی ہے' آپ کو کسی طرح فتح نہیں ہو سکتی۔ میں آپ کو امان دیتا ہوں۔ آپ میری امان قبول کر لیں۔ مصعب نے اس کا انکاری جواب دیا اور کہا کہ مجھ کو صرف اللہ کی امان کافی ہے۔ اس کے بعد مصعب بن زبیر کے بیٹے عیسیٰ سے محمد بن مروان نے کہا کہ تم کو اور تمہارے باپ مصعب دونوں کو امیر المومنین عبدالملک نے امان دی ہے۔ عیسیٰ نے یہ سن کر باپ سے آکر کہا۔ مصعب نے کہا کہ ہاں یہ تو مجھ کو یقین ہے کہ اہل شام تمہارے ساتھ وعدہ پورا کریں گے۔ اگر تمہارا جی چاہے تو تم ان کی امان میں چلے جاؤ۔ عیسیٰ نے کہا کہ میں قریش کی عورتوں کو یہ کہنے کا موقع ہرگز نہ دوں گا کہ عیسیٰ اپنی جان بچانے کے لیے باپ سے جدا ہو گیا۔ مصعب نے کہا اچھا تم اپنے چچا عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف مکہ روانہ ہو جاؤ اور ان کو اہل عراق کی غداری کا حال سناؤ۔ مجھ کو یہیں چھوڑ جاؤ' میں نے اپنے آپ کو مقتول سمجھ لیا ہے۔ عیسیٰ نے کہا کہ میں یہ خبر جا کر نہ سناؤں گا۔ مناسب یہ ہے کہ آپ اس میدان جنگ سے واپس چلیں اور سیدھے بصرے پہنچیں۔ وہاں کے لوگ آپ سے بہت خوش ہیں اور آپ کے ہر طرح مطیع ہیں۔ بصرہ پہنچ کر کچھ تدارک کیا جا سکے گا یا پھر مکہ کی طرف چلئے۔

مصعب نے کہا کہ صاحبزادے یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ تمام قریش میں میرے میدان سے بھاگنے کا چرچا ہو جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ تم ہر ایک خیال کو چھوڑ دو اور دشمن پر حملہ کرو۔ عیسیٰ یہ سنتے ہی اپنے چند ہمراہیوں سمیت دشمن پر حملہ آور ہوا اور سینکڑوں کو خاک و خون میں لٹا کر مصعب بن زبیر کی آنکھوں کے سامنے خود بھی ہمیشہ کے لیے سو گیا۔ اس کے بعد عبدالملک آگے بڑھ کر آیا اور مصعب بن زبیرؓ سے بڑی منت اور اصرار کے ساتھ کہا کہ آپ اب میدان سے چلے جائیں یا امان قبول کر لیں۔ یہاں تک کہ اس نے اس اصرار میں الحاح و عاجزی سے کام لیا مگر مصعب نے اس کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔ یہ وقت بھی عجیب و غریب وقت ہو گا کہ عبدالملک اپنی خفیہ تدابیر کے نتائج دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہا ہو گا۔

کوفیوں کا لشکر میدان میں موجود ہے مگر اپنے امیر کا ساتھ نہیں دیتا اور دور سے تماشا دیکھ رہا ہے۔ دوسری طرف مصعب بن زبیر حیران ہوں گے کہ جو لشکر میرے اشاروں پر کام کرتا اور گردنیں کٹواتا تھا وہ میری مدد نہیں کرتا۔ کوفیوں نے مصعب بن زبیر اور حسینؓ دونوں کے قتل کرانے میں ایک ہی درجہ کا جرم کیا لیکن یہ دونوں جرم دو مختلف شکلوں میں ظاہر ہوئے۔ وہاں حسینؓ اپنے دشمنوں سے چاہتے تھے کہ وہ ان کو میدان جنگ سے مکہ یا دمشق یا کسی اور طرف کوچ کر جانے دیں۔ یہاں مصعب بن زبیر کے دشمن خود چاہتے تھے کہ مصعب بن زبیرؓ میدان سے نکل جائیں۔ وہاں حسینؓ کے دشمنوں نے ان کی بات قبول نہیں کی اور یہاں مصعب بن زبیر نے اپنے دشمنوں کی بات نہیں مانی۔ نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہوا۔

مصعب بن زبیر اپنے بیٹے عیسیٰ کے مارے جانے کے بعد اپنے خیمہ میں گئے۔ سر میں تیل ڈالا'

Marfat.com

خوشبو لگائی اور باہر آکر شمشیر بدست دشمن پر حملہ آور ہوئے۔اس حملہ میں آپ کا ساتھ دینے والے صرف سات آدمی باقی تھے جو ان کے ساتھ ہی مارے گئے۔مصعب بن زبیر نے ایسا سخت حملہ کیا کہ شامیوں کی صفوں کو درہم برہم کر دیا۔ آخر تیروں' تلواروں اور نیزوں کے زخموں سے چور چور ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ان کے گرتے ہی شامیوں نے ان کا سر کاٹ لیا اور سنہ۔۷۱ھ میں دس برس کے بعد کربلا کا تماشادار جاثلیق میں دہرایا گیا۔

عبدالملک نے اسی میدان میں تمام لشکر کوفہ سے اپنی خلافت کی بیعت لی اور وہاں سے روانہ ہو کر کوفہ کے قریب مقام نخیلہ میں چالیس دن ٹھہرا رہا۔جب اہل کوفہ کی طرف سے بہر طور اطمینان حاصل ہو گیا تو شہر میں داخل ہوا۔ جامع مسجد میں خطبہ دیا۔لوگوں سے حسن سلوک کا وعدہ کیا۔انعام واکرام سے خوش کیا۔ فارس و خراسان و بصرہ واہواز وغیرہ کے عاملوں کو خط لکھا کہ رعایا سے ہمارے نام پر بیعت لے لو۔ مہلب بن ابی صفرہ کو بھی اس کی جگہ پر بدستور قائم رکھا۔ سب نے عبدالملک کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور بجز تسلیم کرنے کے اب ان کے لیے کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ صرف عبداللہ بن حازم نے کہ وہ بھی ایک حصہ خراسان کے حاکم تھے' بیعت سے انکار کیا اور بخزین بن ورقاد صریمی کے ہاتھ سے چند ہی روز کے بعد مارے گئے۔

بصرہ کی گورنری عبدالملک نے خالد بن اسید کو سپرد کی اور اپنے بھائی بشیر بن مروان کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک نے کوفہ سے دمشق کی جانب بھیج دیا تھا۔ یہ سر جب دمشق میں پہنچا تو لوگوں نے اس کی تشہیر کا ارادہ کیا لیکن عبدالملک کی بیوی عاتکہ بنت یزید بن معاویہ نے لوگوں کو ممانعت کی اور اس سر کو لے کر غسل دینے کے بعد دفن کر دیا۔ مہلب بن ابی صفرہ نے بھی عبدالملک کی اطاعت اختیار کر کے لوگوں سے بیعت لے لی۔

زفر بن حرث اور عبدالملک : محاصرہ قرقیسا کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ عبیداللہ بن زیاد اور دوسرے سردار زفر بن حرث کو مغلوب نہیں کر سکے اور ہر ایک حملہ میں اہل شام کو ناکامی حاصل ہوئی۔اب جبکہ عبدالملک بن مروان فوج لے کر عراق کی طرف متوجہ ہوا تھا تو اس نے اپنی روانگی سے پیشتر ابان بن عقبہ بن ابی معیط گورنر حمص کو ایک فوج دے کر آگے روانہ کر دیا تھا کہ قرقیسا میں پہنچ کر زفر بن حرث کو مغلوب کرے۔ابان نے پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی مگر ابھی کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہونے پایا تھا کہ خود عبدالملک بھی مع فوج گراں پہنچ گیا اور بڑی سختی سے قرقیسا کا محاصرہ شروع کیا۔زفر بن حرث نے اپنے بیٹے ہذیل کو حکم دیا کہ اہل شام پر دھاوا کرو اور جب تک عبدالملک کے خیمے کو نہ گرا لو واپس نہ آؤ۔ ہذیل نے باپ کے حکم کی تعمیل کی اور اس سختی سے حملہ کیا کہ عبدالملک کے خیمے کو جا کر گرا دیا اور واپس چلا آیا۔ عبدالملک نے یہ دیکھ کر کہ قرقیسا کی فتح اور زفر بن حرث کا مغلوب کرنا آسان نہیں ہے' زفر بن حرث کے پاس پیغام بھیجا کہ تم کو اور تمہارے لڑکے کو امان دی جاتی ہے اور جو علاقہ یا عہدہ تم پسند کرو وہ لے لو۔

زفر بن حرث نے کہلا بھجوایا کہ میں اس شرط پر صلح کرنے کو تیار ہوں کہ ایک سال تک مجھ سے

Marfat.com

بیعت کرنے کی خواہش نہ کی جائے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے خلاف کسی قسم کی اعانت طلب نہ کی جائے۔ قریب تھا کہ صلح نامہ تحریر ہو' اتنے میں عبدالملک کو یہ خبر پہنچی کہ شہر پناہ کے چار برج منہدم ہو چکے ہیں۔ عبدالملک نے فوراً صلح سے انکار کر کے شہر پر حملہ کیا مگر یہ حملہ سراسر ناکام رہا اور زفر بن حرث نے عبدالملک کی فوج کو پسپا کر کے اس کے مورچوں میں پہنچادیا۔ عبدالملک نے دوبارہ پیغام بھیجا کہ ہم آپ کی تمام شرطوں کو منظور کرتے ہیں۔ زفر بن حرث نے کہا کہ میں عبداللہ بن زبیرؓ کی زندگی میں کسی دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ کروں گا۔ نیز یہ وعدہ بھی لوں گا کہ مجھ سے اور میرے ہمراہیوں سے کسی قسم کا کوئی مواخذہ یا قصاص طلب نہ کیا جائے گا۔

عبدالملک نے سب کچھ منظور کر لیا اور عہد نامہ لکھ کر بھیج دیا۔ تاہم زفر بن حرث عبدالملک کے پاس نہیں آیا کیونکہ عمرو بن سعید کا واقعہ سب کو معلوم تھا۔ آخر عبدالملک نے آنحضرت ﷺ کا عصا جو اس کے پاس تھا زفر بن حرث کے پاس بھیج دیا۔ زفر بن حرث اس کو کافی ضمانت سمجھ کر فوراً عبدالملک کے پاس چلا آیا۔ عبدالملک نے زفر بن حرث کو اپنے برابر تخت پر جگہ دی اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا اور اپنے بیٹے مسیلمہ بن عبدالملک سے زفر بن حرث کی لڑکی کا عقد کیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مصعب بن زبیر کی طرف بڑھا تھا۔

مصعب بن زبیر کے قتل کی خبر مکہ میں : جب مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس یہ خبر پہنچی کہ ان کے بھائی مصعب بن زبیر عراقیوں کی بے وفائی سے قتل ہو گئے اور تمام ملک عراق پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو گیا تو انہوں نے اہل مکہ کو جمع کر کے اس طرح تقریر فرمائی کہ:

﴿ الحمد لله الذى له الخلق والامر يوتى الملك من يشاء وينزع الملك ممن يشاء ويعز من يشاء ويذل من يشاء ﴾

"آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ذلیل نہیں کیا کرتا جو حق پر ہو چاہے وہ اکیلا ہی کیوں نہ ہو اور اس کو عزت عطا نہیں کرتا جس کا ولی شیطان ہو' چاہے اس کے ساتھ بہت سے آدمی کیوں نہ ہوں۔ آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے پاس ملک عراق سے ہم کو غمگین اور خوش کرنے والی خبر آئی ہے یعنی ہمارے پاس مصعب کے قتل کی خبر آئی ہے۔ ہم خوش اس لیے ہوئے ہیں کہ اس کا قتل ہونا شہادت ہے اور ہم رنجیدہ اس لیے ہیں کہ دوست کی جدائی مصیبت کے وقت ایک سوزش ہوتی ہے' جس کا دوست کو احساس ہوتا ہے۔ صاحب عقل سلیم صبر و استقامت ہی سے کام لیتا ہے۔ مصعب کیا تھا؟ وہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ اور میرے مددگاروں میں سے ایک مددگار تھا۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اہل عراق بڑے بے وفا اور منافق ہیں۔ انہوں نے ان منافع کو جو مصعب کے ذریعے ان کو حاصل تھے' بڑی ہی کم قیمت پر بیچ ڈالا۔ مصعب اگر قتل ہوا تو اس کے باپ بھائی اور ابن عمر بھی تو قتل ہی ہوئے تھے جو نہایت نیک اور صالح تھے اور اللہ کی قسم! ہم اپنے بستروں پر اس طرح نہ مریں گے جیسے کہ ابوالعاص کی اولاد اپنے بستروں پر مر رہی

Marfat.com

ہے۔ اللہ کی قسم! ان لوگوں میں سے کوئی شخص نہ کبھی جاہلیت میں مارا گیا' نہ اسلام میں اور ہم نیزوں کے زخم کھا کر تلواروں کے نیچے دم دیا کرتے ہیں اور بھائیو آگاہ رہو کہ دنیا اس عظیم الشان شہنشاہ سے ادھار لی گئی ہے جس کی حکومت ہمیشہ رہے گی اور جس کا ملک کبھی زائل نہ ہوگا' پس اگر دنیا ہمارے پاس آئے گی تو ہم اس کو کمینہ و گمراہ اور رذیل و ناہنجار لوگوں کی طرح نہ لیں گے اور اگر وہ ہم سے پشت پھیر کر بھاگے گی تو ہم اس پر کمزور و ناتواں اور ضعیف و بے اوسان لوگوں کی طرح نہ روئیں گے۔ بس مجھ کو یہی کہنا تھا اور میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں"۔

عبدالملک اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ: عبدالملک نے عراق پر قابض و متصرف ہونے کے بعد عروہ بن انیف کو چھ ہزار آدمیوں کے ساتھ مدینہ منورہ کی طرف روانہ کیا اور حکم دیا کہ مدینہ کے باہر قیام کرنا۔ جب تک میرا دوسرا حکم نہ پہنچے مدینہ میں ہرگز داخل نہ ہونا۔ مدینہ میں حرث بن حاطب بن حرث بن معمر صمحجی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے حاکم و عامل مقرر تھے۔ عروہ کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر حرث مدینہ سے چل دیئے۔ عروہ ایک مہینے تک مدینہ کے باہر مقیم رہا اور بلا کسی چھیڑ چھاڑ کے عبدالملک کے حکم کے موافق دمشق کو واپس گیا اور حرث پھر مدینہ میں واپس آگئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سلیمان بن خالد کو خیبر و فدک کا عامل مقرر فرما کر روانہ کیا تھا۔ عبدالملک نے عبدالملک بن حرث بن حکم کو چار ہزار فوج دے کر روانہ کیا کہ حجاز پر تصرف کرتا ہوا چلا جائے۔ اس نے وادی القریٰ میں پہنچ کر مقام کیا اور وہاں سے ابن قمقام کو ایک دستہ فوج کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ کیا کہ سلیمان پر شب خون مارو۔ سلیمان گرفتار ہو کر مقتول ہوا اور ابن قمقام نے خیبر میں قیام کیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاز پر حملہ آوری کی خبر سن کر حرث بن حاطب کو مدینہ منورہ کی حکومت سے معزول کر کے جابر بن اسود بن عوف زہری کو مدینہ منورہ کا عامل مقرر فرمایا۔ جابر نے مدینہ منورہ پہنچ کر ابو بکر بن ابو قیس کو چھ سو آدمیوں کی جمعیت سے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ ابن قمقام اور ابو بکر کی جنگ ہوئی۔ ابن قمقام شکست کھا کر بھاگا اور اس کے ہمراہی کچھ میدان جنگ میں مارے گئے' کچھ فرار ہو کر اپنی جان سلامت لے گئے۔

عبدالملک بن مروان کو یہ خبر پہنچی تو اس نے طارق بن عمر کو حجاز کی مہم کا افسر بنا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ وادی القریٰ اور ایلہ کے درمیان قیام کر کے جہاں تک ممکن ہو ابن زبیرؓ کے عاملوں کو تصرف سے روکو اور حجازیوں میں ہمارے خلاف جو تحریک پیدا ہو اس کو کامیاب ہونے سے پہلے مٹانے کی کوشش کرو۔ طارق نے عبدالملک کے حکم کے موافق حجاز میں پہنچ کر قیام کیا اور ایک زبردست دستہ فوج خیبر کی طرف روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور ابو بکر ابن ابو قیس معہ دو سو ہمراہیوں کے میدان جنگ میں مقتول ہوا۔ طارق نے خیبر میں جا کر قیام کیا۔ جابر بن اسود نے یہ خبر سن کر مدینہ منورہ سے دو ہزار آدمیوں کا ایک لشکر طارق سے لڑنے کے لیے خیبر کی طرف روانہ کیا۔ خیبر کے قریب دونوں لشکروں میں سخت لڑائی ہوئی۔ طارق نے فتح پائی اور میدان جنگ کے قیدیوں اور زخمیوں کو قتل کر ڈالا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جابر بن اسود کو مدینہ منورہ کی حکومت سے

Marfat.com

معزول کر کے سنہ۔ ۷۰ھ میں طلحہ بن عبداللہ بن عوف معروف بہ طلحتہ النداء کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد خیبر کا علاقہ عبدالملک بن مروان کی حکومت میں شامل رہا اور طلحہ بن عبداللہ مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی طرف سے مدینہ میں حکومت کرتا رہا۔ دو برس تک طرفین میں کوئی قابل تذکرہ معرکہ آرائی نہیں ہوئی اور عبدالملک کی توجہ عراق وایران کی طرف مبذول رہی۔

محاصرہ مکہ : عبدالملک بن مروان نے سرداران شام کو مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے کے لیے آمادہ کرنا چاہا مگر سب نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابلے پر جانے اور خانہ کعبہ کو رزم گاہ بنانے سے انکار کیا۔ عبدالملک بن مروان دمشق سے کوفہ گیا۔ وہاں اس نے حجاج بن یوسف ثقفی کو اس کام پر آمادہ کیا۔ حجاج تین ہزار آدمی ہمراہ لے کر جمادی الاول سنہ۔ ۷۲ھ میں کوفہ سے روانہ ہوا اور مدینہ منورہ کو چھوڑتا ہوا عبدالملک کی ہدایت کے موافق طائف میں پہنچ کر قیام کیا۔ یہاں سے وہ اپنے سواروں کو عرفہ کی طرف روزانہ روانہ کرتا اور وہ عبداللہ بن زبیرؓ کے سواروں سے لڑ بھڑ کر واپس آجاتے۔ کئی مہینے اسی حالت میں گزر گئے تو حجاج نے عبدالملک کو لکھا کہ میری امداد کے لیے کچھ فوج اور بھیجی جائے۔ نیز مجھ کو اجازت دی جائے کہ آگے بڑھ کر مکہ کا محاصرہ کر لوں۔

عبدالملک نے حجاج کی درخواست کو منظور کر کے پانچ ہزار آدمی اس کی امداد کے لیے اور روانہ کر دیئے اور طارق کو لکھا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کرو اور مدینہ سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف جاؤ اور حجاج کی مدد کرو۔ حجاج نے ماہ رمضان المبارک میں مکہ مکرمہ کا محاصرہ کر لیا اور کوہ ابو قبیس پر منجنیق لگا کر سنگ باری شروع کر دی۔ اہل مکہ کے لیے یہ رمضان کا مہینہ اس سنگ باری کے عالم میں بڑی مصیبت کا مہینہ تھا۔ لوگ محاصرہ کی شدت سے تنگ آکر مکہ سے نکل نکل کر بھاگنا شروع ہوئے۔ رمضان و شوال کے بعد ذیقعدہ کا مہینہ بھی آگیا اور اہل مکہ کی مصیبت اور محاصرہ کی شدت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ روزانہ مقابلہ پر جاتے اور محاصرین کو پسپا کرنے کی کوششیں عمل میں لاتے لیکن روزانہ ان کے ساتھیوں کی تعداد کم ہو رہی تھی۔ اس لیے ان کی تدابیر کوئی ایسا نتیجہ پیدا نہ کر سکیں جس سے کامیابی کی امید ہوتی۔

اہل مکہ ایک طرف مکہ سے باہر نکلے چلے جا رہے تھے۔ دوسری طرف سامان خورد و نوش کی نایابی و گرانی نے محصورین کے حوصلوں کو پست کر رکھا تھا۔ ماہ ذیقعدہ سنہ۔ ۷۲ھ میں طارق نے مدینہ منورہ سے عبداللہ بن زبیرؓ کے عامل طلحتہ النداء کو نکال دیا اور ایک شامی کو مدینہ کا حاکم مقرر کر کے خود مکہ مکرمہ کی طرف پانچ ہزار فوج کے ساتھ روانہ ہوا۔ اس زبردست امداد کے پہنچنے پر حجاج کی طاقت بہت زیادہ بڑھ گئی اور اہل مکہ کی رہی سہی امیدیں بھی منقطع ہو گئیں۔ اسی حالت میں ماہ ذوالحجہ شروع ہو گیا اور دور دور سے لوگ حج کے لیے آنے شروع ہوئے۔ عبداللہ بن زبیرؓ نے حجاج کو حج کرنے کی اجازت دے دی تھی مگر اس نے نہ طواف کیا نہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے میدان عرفات میں جانا چاہا تو حجاج نے روک دیا۔ چنانچہ انہوں نے مکہ ہی میں قربانی کی۔ میدان عرفات میں کوئی امام نہ تھا۔ غرض اس سال لوگ ارکان حج ادا نہ کر

Marfat.com

سکے۔ایام حج میں حجاج نے سنگباری کو بند نہ کیا۔اس لیے خانہ کعبہ کا طواف بھی خطرہ سے خالی نہ تھا۔حاجیوں کی آمد سے مکہ میں قحط اور بھی زیادہ بڑھ گیا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی اس سال حج کے لیے تشریف لائے تھے۔ انہوں نے یہ حالت دیکھ کر حجاج کے پاس پیغام بھیجا کہ "اللہ کے بندے!اتنا تو خیال کر کہ لوگ دور دور سے حج کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ان کو طواف کرنے اور صفاو مروہ کے درمیان سعی کرنے کا تو موقع مل جائے۔اس سنگ باری کو حج ختم ہونے تک بند کرادے"۔اس پیغام کا یہ اثر ہوا کہ حجاج نے سنگ باری بند کرادی مگر خود طواف نہیں کیا اور نہ عبداللہ بن زبیرؓ کو میدان عرفات میں جانے دیا۔ایام حج کے گزرتے ہی حجاج کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ باہر سے آئے ہوئے تمام اشخاص فوراً اپنے اپنے شہروں کو روانہ ہو جائیں کیونکہ ابن زبیرؓ پر سنگ باری شروع ہونے والی ہے۔اس آواز کو سنتے ہی لوگوں کے قافلے روانہ ہو گئے اور ساتھ ہی بچے ہوئے مکہ والوں میں سے بھی بہت سے لوگ اپنی اپنی جان بچا کر نکل گئے۔

حجاج نے پھر سنگ باری شروع کر دی۔ایک بڑا پتھر خانہ کعبہ کی چھت پر آکر گرا اور چھت ٹوٹ کر گری۔اس پتھر کے آتے ہی آسمان سے ایک سخت کڑک کی آواز آئی' بجلی چمکی اور زمین و آسمان میں تاریکی چھا گئی۔ حجاج کی فوج کے لوگ ڈر گئے اور پتھر پھینکنے بند کر دیئے۔ حجاج نے لوگوں کو تسلی و تشفی دی اور کہا کہ یہ بجلی اور یہ کڑک میری امداد کے لیے آئی ہے اور یہ میری فتح کا نشان ہے۔تم لوگ مطلق خوف وہراس کو اپنے دلوں میں راہ نہ دو۔دو روز تک یہ تاریکی چھائی رہی اور کڑک کی آواز کے خوف سے کئی آدمی حجاج کی فوج کے مر گئے۔ حجاج کی فوج میں بڑی تشویش پھیلی ہوئی تھی۔اتفاقاً اگلے روز پھر بجلی گری اور دو آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی فوج کے بھی اس کے صدمے سے فوت ہو گئے۔اس سے حجاج کو بڑی خوشی ہوئی اور اس کے لشکر والوں کو بھی کچھ اطمینان ہوا۔ حجاج نے خود اپنے ہاتھ سے منجنیق پر پتھر رکھ رکھ کر پھینکنے شروع کئے۔اس کے بعد تمام لشکر کا خوف جاتا رہا اور زور و شور سے سنگ باری شروع ہو گئی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتے تھے اور بڑے بڑے پتھر ان کے ارد گرد آ آ کر گرتے تھے لیکن ان کی توجہ الی اللہ اور نماز کے خشوع و خضوع میں رتی برابر فرق نہ آتا تھا۔

یہ محاصرہ اسی شدت سے برابر جاری رہا۔مکہ مکرمہ میں باہر سے کسی قسم کی امداد اور سامان رسد نہیں پہنچ سکتا تھا۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اپنا گھوڑا ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس غلہ اور کھجوروں کا ایک ذخیرہ موجود تھا اور وہ اس ذخیرہ میں سے صرف اس قدر لوگوں کو تقسیم کرتے تھے جس سے حیات باقی رہے۔مدعا ان کا یہ تھا کہ ہم دیر تک محاصرین کے مقابلہ پر قائم رہ سکیں۔ حجاج نے جب یہ دیکھا کہ کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہے تو اس نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہمراہیوں کے پاس امان نامے لکھ لکھ کر بھیجنے شروع کر دیئے۔یہ امان نامہ والی تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور بہت سے آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ چھوڑ کر حجاج کے پاس چلے آئے۔بہت ہی تھوڑے سے آدمی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس رہ گئے۔ حتیٰ کہ ان کے دو لڑکے حمزہ و حبیب بھی باپ کو چھوڑ کر حجاج کے

Marfat.com

پاس آگئے۔ تیسرا لڑکا باپ کے ساتھ رہا اور آخر وقت تک داد مردانگی دیتا رہا حتیٰ کہ عین معرکہ کارزار میں کام آیا۔ جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس سے ہزاروں آدمی حجاج کے پاس آگئے اور معدودے چند شخص باقی رہ گئے تو حجاج نے اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع کر کے اس طرح تقریر کی کہ:

"تم لوگ عبداللہ بن زبیرؓ کی طاقت کا اندازہ کر چکے ہو' ان کے ہمراہی اس قدر تھوڑے ہیں کہ اگر تم میں سے ہر شخص ان پر ایک ایک مٹھی کنکریاں پھینکے تو وہ سب کے سب مر جائیں گے' پھر لطف یہ کہ وہ بھوکے پیاسے ہیں۔ اے شامی و کوفی دلاور و بڑھو' عبداللہ بن زبیرؓ چند ساعت کا مہمان ہے"۔

اس تقریر سے پیشتر حجاج عبداللہ بن زبیرؓ کی خدمت میں ایک خط بھیج چکا تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ "اب آپ کے پاس کوئی طاقت نہیں رہی۔ آپ ہر طرح مجبور ہو چکے ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ آپ ہماری امان میں آجائیں اور امیر المومنین عبدالملک کی بیعت اختیار کر لیں۔ آپ کے ساتھ انتہائی عزت و تکریم کا برتاؤ کیا جائے گا اور آپ کی ہر ایک خواہش پوری کر دی جائے گی۔ مجھ کو امیر المومنین نے یہی حکم دیا ہے کہ جہاں تک ممکن ہو میں آپ کو صلح و آشتی کی طرف متوجہ کروں اور آپ کے قتل میں حتی الامکان عجلت سے کام نہ لوں"۔

شہادت ابن زبیرؓ: عبداللہ بن زبیرؓ اس خط کو پڑھ کر اپنی ماں حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور عرض کیا کہ:

"میرے پاس اب کوئی آدمی نہیں رہا' برائے نام صرف پانچ آدمی باقی ہیں جو میرا ساتھ دینے پر بظاہر آمادہ ہیں۔ لوگوں نے میرے ساتھ اسی طرح دھوکے کا برتاؤ کیا جیسا کہ حسین بن علیؓ کے ساتھ کیا تھا لیکن ان کے بیٹے جب تک زندہ رہے باپ کے سامنے تلوار لے کر دشمنوں سے لڑتے رہے۔ میرے بیٹے بھی اس فاسق کی امان میں چلے گئے۔ اب حجاج کہتا ہے کہ تم بھی امان میں آجاؤ اور جو کچھ مانگو ہم دینے کو تیار ہیں' پس میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ کیا حکم دیتی ہیں"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: "تم اپنے معاملے کو مجھ سے بہتر سمجھتے ہو۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کی طرف لوگوں کو بلاتے ہو تو اس کام میں برابر مصروف رہو۔ تمہارے ساتھی بھی راہ حق میں شہید ہوئے اور تم بھی اسی راہ پر گامزن رہ کر شہادت حاصل کرو۔ اگر تم نے دنیا حاصل کرنے کا قصد کیا تھا تو تم بہت ہی نالائق آدمی ہو۔ تم خود بھی ہلاکت میں پڑے اور تم نے اپنے ہمراہیوں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اپنے آپ کو بنو امیہ کے حوالے نہ کرو۔ موت اپنے وقت پر ضرور آجائے گی۔ تم کو مردوں کی طرح جینا اور مردوں کی طرح مرنا چاہیے۔ تمہارا یہ کہنا کہ میں حق پر تھا اور لوگوں نے مجھ کو دھوکا دے کر کمزور کر دیا۔ ایک ایسی شکایت ہے جو نیک آدمیوں کی زبان پر نہیں آیا کرتی۔"

عبداللہ بن زبیرؓ نے کہا کہ: مجھ کو اس بات کا ڈر ہے کہ وہ لوگ قتل کرنے کے بعد مجھ کو مثلہ کریں گے اور صلیب پر لٹکائیں گے"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ: "بیٹا! جب بکری ذبح کر ڈالی گئی تو پھر اسے اس کی کیا

Marfat.com

پرواہ ہو سکتی ہے کہ اس کی کھال کھینچی جاتی ہے۔ تم جو کچھ کر رہے ہو بصیرت کے ساتھ کئے جاؤ اور اللہ سے امداد طلب کرتے رہو"۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ماں کے سر کا بوسہ لیا اور عرض کیا کہ: "میری بھی یہی رائے تھی جو اپنی رائے آپ نے ظاہر فرمائی۔ مجھ کو دنیا کی خواہش اور حکومت کی تمنا بالکل نہ تھی۔ میں نے اس کام کو صرف اس لیے اختیار کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی نہیں کی جاتی تھی اور ممنوعات سے لوگ بچتے نہ تھے۔ جب تک میرے دم میں دم ہے میں حق کے لیے لڑتا رہوں گا۔ میں نے آپ سے مشورہ لینا ضروری سمجھا اور آپ کی باتوں نے میری بصیرت کو بہت کچھ بڑھا دیا اور اماں جان! میں آج ضرور مارا جاؤں گا۔ تم زیادہ مغموم نہ ہونا۔ تم مجھ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ میں نے کبھی کسی ناجائز کام کا قصد نہیں کیا اور نہ کسی سے بد عہدی کی' نہ کسی پر ظلم کیا' نہ ظالم کا معاون بنا۔ حتی الامکان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کیا۔ الٰہی! میں نے یہ باتیں فخر کی راہ سے نہیں کہیں' بلکہ صرف اس لیے کہ میری ماں کو تسکین خاطر حاصل ہو"۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بولیں۔ "مجھ کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کا اجر عطا فرمائے گا' تم اللہ کا نام لے کر دشمنوں پر حملہ کرو"۔

بیٹے کو رخصت کرتے وقت حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے گلے سے لگایا تو ہاتھ زرہ پر پڑا۔ پوچھا تم نے یہ زرہ کس ارادے سے پہن رکھی ہے؟ کہا صرف اطمینان و مضبوطی کی غرض سے۔ اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا اس کو اتار دو اور معمولی کپڑے پہنے ہوئے دشمنوں سے لڑو۔ حضرت ابن زبیرؓ نے وہیں زرہ اتار کر پھینک دی۔ قمیص کے دامن اٹھا کر کمر سے باندھے۔ دونوں آستینیں اوپر چڑھائیں اور گھر سے باہر نکل آئے اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ:

"اے آل زبیر! تم تلوار کی جھنکار سے خوف زدہ نہ ہونا کیونکہ زخم میں دوا لگانے کی تکلیف زیادہ ہوتی ہے' بمقابلہ اس تکلیف کے جو زخم کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے۔ تم لوگ اپنی اپنی تلواریں تول لو۔ جس طرح اپنے چہروں کو بچاتے ہو' اسی طرح ان کو بھی خون ناحق سے بچاؤ۔ اپنی آنکھیں نیچی کر لو کہ تلواروں کی چمک سے چکا چوند نہ ہو جاؤ۔ ہر شخص اپنے مقابل پر حملہ آور ہو' تم مجھے ڈھونڈتے نہ پھرنا اور اگر میری تلاش ہی ہو تو میں سب سے آگے دشمنوں سے لڑتا ہوا ملوں گا"۔

یہ کہہ کر شامیوں پر ایک سخت حملہ کیا۔ صفوں کو چیرتے' لوگوں کو مارتے اور گراتے ہوئے شامیوں کی پچھلی صفوں تک پہنچ گئے اور پھر اسی طرح لشکر شام کے سمندر میں تیرتے ہوئے واپس آ گئے۔

حجاج ہر چند لوگوں کو ترغیب دے رہا تھا مگر کوئی شخص عبداللہ بن زبیرؓ کے مقابل ہونے کی جرات نہ کرتا تھا۔ آخر حجاج نے خود پیدل فوج لے کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے علمبردار کو گھیر لیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فوراً حملہ کر کے اپنے علمبردار کو دشمنوں کے نرغے سے نکالا اور حجاج کو پیچھے ہٹا دیا۔ واپس آ کر مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کی۔ حجاج نے پھر حملہ کیا اور باب بنو شیبہ پر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کا علم بردار

Marfat.com

مارا گیا۔ مسجد حرام کے کل دروازوں پر شامی ڈٹے ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ کی بھی انہوں نے ناکہ بندی کرلی تھی۔ حجاج وطارق نے ابطح کی جانب مروہ تک گھیر لیا تھا۔ ابن زبیرؓ کبھی ایک طرف' کبھی دوسری طرف حملہ کررہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر پھر لڑنے لگے تھے۔ باب صفا کی طرف آپ نے حملہ کیا اور شامیوں کو ہٹاتے ہوئے دور تک لے گئے۔ کوہ صفا کے اوپر سے ایک شخص نے تیر مارا جو پیشانی پر لگا۔ خون بہنے لگا۔ آپ اسی حالت میں برابر لڑتے رہے۔ غرض آپ نے اور آپ کے ہمراہیوں نے صبح سے بعد ظہر تک شامیوں کے قتل کرنے میں وہ چابکدستی اور حیرت انگیز شجاعت دکھائی کہ چشم فلک نے آج تک نہ دیکھی تھی۔ آخر ایک ایک کر کے تمام ہمراہی کام آئے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ پر دشمنوں نے چاروں طرف سے پتھروں اور تیروں کی بارش شروع کردی۔ حالانکہ نیزے اور تلواریں اس سے پیشتر اپنی اپنی کاٹ دکھا چکے تھے۔ آخر کار یوم سہ شنبہ ماہ جمادی الثانی سنہ۔ ۷۳ھ کو دنیا کا عظیم الشان بہادر و متقی انسان شہید ہوا۔ بہادری و شجاعت' زہد و عبادت اور ہمت و شرافت وغیرہ کے سوا کوئی انسان اس میدان میں ان کی لاش پر کف افسوس ملنے والا نہ تھا۔ لشکر شام نے اس مردہ شیر ببر کا سر کاٹنے میں بڑی عجلت وچابکدستی سے کام لیا۔ حجاج کے سامنے لے گئے تو اسی وقت اس نے سجدہ شکر ادا کیا اور لشکر سے نعرہ تکبیر بلند ہوا۔ لاش اسی جگہ یعنی مقام جیحون میں دار پر لٹکادی گئی اور سر عبدالملک کے پاس بھیجا گیا۔ ایک دوسری روایت کے موافق سر عبدالملک کے پاس نہیں بھیجا گیا بلکہ خانہ کعبہ کی دیوار یا پرنالہ پر لٹکادیا گیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے لاش کے دفن کرنے کی اجازت چاہی مگر ان کو حجاج نے اس کی اجازت نہ دی۔ عبدالملک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے حجاج کو ملامت کی اور لاش دفن کرنے کی اجازت دی۔ چند روز کے بعد حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا بھی انتقال ہو گیا۔

حجاج شہادت ابن زبیرؓ کے بعد خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ پتھروں کی بڑی کثرت تھی جو باہر سے خانہ کعبہ پر پھینکے گئے تھے۔ فرش مبارک پر خون کے جابجا نشانات تھے۔ پتھروں کو اٹھوایا اور خون کو دھلوایا۔ اہل مکہ سے خلافت عبدالملک کی بیعت لی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کو واپس ہوا۔ وہاں دو مہینے تک ٹھہرا رہا' وہاں تمام اہل مدینہ کو حضرت عثمان غنیؓ کا قاتل سمجھ کر سختیاں شروع کیں۔ صحابہ کرامؓ کو سخت آزار پہنچائے۔ وہاں سے پھر مکہ مکرمہ کی جانب آیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ کو ڈھا کر پھر از سر نو خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ عبدالملک بن مروان نے حجاج کو ملک حجاز کا گورنر مقرر کیا اور اس نے طارق کی جگہ مدینہ منورہ میں رہنا شروع کیا۔

خلافت ابن زبیرؓ پر ایک نظر : حضرت امیر معاویہؓ کے بعد ان کا بیٹا یزید اس بات کا مستحق نہ تھا کہ مسلمانوں کا خلیفہ بنایا جائے کیونکہ اس کے سوا اور بہت سے لوگ مسلمانوں میں موجود تھے جو یزید سے زیادہ حکومت وخلافت کی قابلیت رکھتے تھے۔ انہیں میں ایک حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی تھے۔ یزید کی عملی زندگی بہت ہی قابل اعتراض تھی اور اسی لیے بعض حضرات نے اس کی بیعت سے انکار کیا تھا۔

Marfat.com

حضرت امیر معاویہؓ کے بعد اگر حضرت حسنؓ زندہ ہوتے تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلیفہ یا شہنشاہ تسلیم کر لیے جاتے۔ یزید کے مقابلے میں اگر حضرت عبداللہ بن عمرؓ مدعی خلافت بن کر کھڑے ہوتے تو نہ صرف تمام دوسرے طبقات اہل اسلام ان کے شریک ہوتے بلکہ خود بنوامیہ میں سے بھی ایک بڑی جماعت ان کی حمایت میں سرگرم نظر آتی مگر انہوں نے کبھی اس طرف توجہ ہی نہ کی۔ حضرت حسینؓ نے خود خلافت کے حصول کی بہت کوشش کی مگر ان کو کوفہ والوں نے دھوکا دیا۔ مکہ و مدینہ کے لوگوں کا مشورہ انہوں نے قبول نہ کیا اور اہل حجاز ان کی کوئی امداد نہ کر سکے۔ اب ان کے بعد حضرت عبداللہ بن زبیرؓ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا جو مستحق خلافت ہو۔ عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے صحیح خلافت ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ تمام عالم اسلام میں لوگوں نے اپنی آزاد مرضی سے ان کو خلیفہ تسلیم کیا اور جہاں جہاں لوگوں کو آزادی حاصل تھی کسی نے بھی ان کی خلافت سے انکار نہیں کیا۔ ہاں بنوامیہ جو خلافت کے معاملے میں ان کے رقیب تھے' ان کی مخالفت پر آمادہ ہوئے اور شام و فلسطین و مصر وغیرہ میں جبر و قہر کے ساتھ انہوں نے اپنی حکومت دوبارہ قائم کی اور پھر اسی جبر و قہر کے ساتھ وہ تمام عالم اسلامی پر اپنی حکومت کر سکے۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کے بالمقابل مروان بن حکم اور عبدالملک بن مروان کی حکومت کو باغیوں کی حکومت کہا جا سکتا ہے۔ پس عبدالملک بن مروان کی حکومت کا وہ زمانہ جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے اس کو باقاعدہ حکومت اور جائز خلافت سمجھنا چاہیے۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو اپنے عہد حکومت میں کوئی ایسا موقع نہیں ملا کہ وہ لڑائیوں اور چڑھائیوں کی فکر سے مطمئن بیٹھے ہوں۔ اس لیے ان کے عہد حکومت میں اگر جدید فتوحات اور اندرونی اصلاحیں ہم کو نظر نہ آئیں تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔ وہ بہت بڑے سپہ سالار اور جنگی شہ سوار تھے۔ ساتھ ہی وہ بڑے مدبر اور حکمراں بھی تھے۔ یہ ایک اتفاقی بات تھی کہ ان کے حریفوں کی تدبیریں ان کے خلاف کامیاب ثابت ہوئیں اور ان کو جام شہادت نوش کرنا پڑا۔ ان کی زندگی کا عملی نمونہ زہد و عبادت کے اعتبار سے بہت ہی قابل تعریف تھا۔

بنوامیہ کے خلفاء میں یہ بات خصوصیت سے نمایاں تھی کہ وہ اپنی خلافت و حکومت کے قیام و استحکام کے لیے روپیہ سے خوب کام لینا جانتے تھے۔ وہ روپیہ کے حاصل کرنے میں بھی خوب مستعد تھے اور اس روپیہ کو اپنے حصول مقصد کے لیے خرچ بھی خوب سلیقہ کے ساتھ کرتے تھے۔ اگر لوگوں میں روپیہ کی محبت پیدا نہ ہو گئی ہوتی تو وہ ہرگز کامیاب نہ ہو سکتے اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو ان کے مقابلے میں ہرگز ناکامی حاصل نہ ہوتی۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اگر عبدالملک بن مروان کی طرح بیت المال کو اپنے دوستوں اور مددگاروں کے لیے وقف کر دیتے اور کمزوروں کا لحاظ نہ رکھتے تو ان کے گرد بھی بہت سے شمشیر زن جمع ہو جاتے اور بنوامیہ کو نیچا دیکھنا پڑتا لیکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اس خلاف تقویٰ راہ عمل کو ہمیشہ ناپسند کیا اور ان کے لیے یہی موزوں بھی تھا۔

Marfat.com

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں مختار بن عبیدہ کا کوفہ میں قتل ہونا' ایک بڑا کارنامہ تھا۔ فارس کے فتنہ خوارج کو بھی انہوں نے خوب دبایا اور حتی الامکان ان کو سر نہیں اٹھانے دیا۔ اگر بنوامیہ کے ساتھ اندرونی معرکہ آرائی اور زور آزمائی جاری نہ ہوتی تو وہ بہترین خلیفہ ثابت ہوتے اور شریعت اسلام کو دنیا میں بہت رواج دیتے۔ ان کی شہادت کے بعد صحابہ کرام کی حکومت وفرماں روائی کا زمانہ ختم ہو گیا۔ وہ سب سے آخری صحابی تھے جنہوں نے ملکوں پر حکومت کی۔ ان کی زاہدانہ و عابدانہ زندگی ایک مشعل راہ اور نجم ہدایت تھی۔ وہی ایک ایسے خلیفہ تھے جن کا دارالخلافہ مکہ مکرمہ تھا۔ نہ ان سے پہلے مکہ مکرمہ کبھی دارالخلافہ بنانہ ان کے بعد آج تک کسی نے مکہ مکرمہ کو دارالخلافہ بنایا۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ان کے بھائی مصعب بن زبیر اور ان کے باپ حضرت زبیر بن العوامؓ کی بہادریوں کے کارنامے پڑھ کر اور ان کی والدہ حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہا کی شجاعت و حوصلہ مندی دیکھ کر انسان کا دل مرعوب ہو جاتا اور دنیا کے شجاعت پیشہ لوگوں کو بے اختیار اس بہادر خاندان کے ساتھ محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ خاک وخون میں لوٹنا' حمایت حق میں سینے پر برچھیوں اور تیروں کے زخم کھا کر آگے بڑھنا اور دشمنان حق کو تہ تیغ کرنا' جیسا دشوار اور مشکل کام ہے اس سے زیادہ مزے دار اور خوش گوار بھی ہے۔ قلب کی قوت' ارادے کی پختگی اور ہمت وحوصلے کی بلندی کے اظہار کا موقع تلواروں کی چمک' برچھیوں کی انی اور تیروں کی بارش میں ہی سب سے بہتر میسر آسکتا ہے۔ ہمارا زمانہ بھی کیسا منحوس زمانہ ہے کہ صفحات تاریخ میں مومنوں کی بہادری اور بہادروں کی جاں فروشی کے افسانے تھوڑی دیر کے لیے ہماری رگوں میں خون کے دوران کو بڑھا دیتے ہیں لیکن ہم اپنی آنکھوں سے کوئی ایسا میدان نہیں دیکھ سکتے جہاں سر تلواروں سے کٹ کٹ کر گر رہے ہوں' نیزے سینوں کو چھید چھید کر کمر کے پار نکل رہے ہوں۔ گردنوں سے خون کے فوارے نکل رہے ہوں۔ لاشیں خون کی کیچڑ میں تڑپ رہی ہوں۔ گھوڑوں کی ٹاپوں میں کچل کچل کر قیمے لاشوں کے قیمے بن رہے ہوں۔ کٹے ہوئے سر فٹ بال کی طرح سے گھوڑوں کی ٹھوکروں سے ادھر ادھر لڑھک رہے ہوں۔ گردوغبار میں آفتاب چھپ گیا ہو۔ تکبیر کے نعرے بلند ہو رہے ہوں۔ بندگان الٰہی اپنے حقیقی محبوب کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی جانیں قربان کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنا چاہتے ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس خوش فضا نظارہ کا احاطہ کر لیا ہو۔ یہ مسرت افزا اور دل فریب نظارے طلحہ وزبیر' خالد وضرار' شرجیل وعبدالرحمٰن' حسین بن علی وعبدالرحمٰن بن زبیرؓ طارق بن زیاد ومحمد بن قاسم' محمد خاں ثانی وسلیمان اعظم' صلاح الدین ایوبی ونورالدین زنگی' محمود غزنوی وشہاب الدین غوری کے حصے میں آئے تھے۔ ہم ضعیف الایمان وبزدل لوگوں کی قسمت ایسی کہاں تھی۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تلواروں' نیزوں اور تیروں کو بے کار کر کے ان کی جگہ توپوں' بندوقوں اور ہوائی جہازوں کو دنیا میں بھیج دیا ہے کیونکہ قلب کی قوت' ارادے کی پختگی' ہمت وحوصلے کی بلندی یعنی ایمان کامل کے اظہار کا مظہر جس خوبی سے تلوار کی دھار بن سکتی تھی' بارود کا شعلہ نہیں بن سکتا۔

Marfat.com

سرزمین کوفہ: اب تک جس قدر حالات بیان ہو چکے ہیں' ان سب کے مطالعے سے کوفہ اور اہل کوفہ کی نسبت قلب میں عجیب عجیب قسم کے خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور کوفہ روئے زمین کی ایک عجیب محیر العقول بستی نظر آنے لگتی ہے۔ عبداللہ بن سبا اور ہر ایک سازشی گروہ کو کوفہ میں کامیابی ہوئی۔ اہل کوفہ ہی حضرت عثمان غنیؓ کے قتل میں پیش تھے۔ اہل کوفہ ہی حضرت علیؓ کے سب سے زیادہ فدائی و شیدائی نظر آتے تھے' پھر اہل کوفہ ہی نے سب سے زیادہ حضرت علیؓ کو پریشان کیا اور وہی ان کی بہت سی ناکامیوں کا باعث بنے۔ اہل کوفہ ہی نے حضرت حسنؓ کو آزار پہنچایا' پھر اہل کوفہ ہی خون علیؓ کے مطالبہ اور خلافت حسینؓ کے لیے آمادہ ہوئے۔ اہل کوفہ ہی حضرت حسینؓ کی شہادت کا باعث بنے اور انہوں ہی نے بڑی بے دردی سے کربلا کے میدان میں ان کو قتل کرایا۔ اس کے بعد اہل کوفہ ہی نے خون حسینؓ کا معاوضہ لینے پر سب سے زیادہ آمادگی و استادگی اختیار کی اور حیرت انگیز طور پر اپنی محبت کا ثبوت پیش کیا' پھر اہل کوفہ ہی تھے جنہوں نے اہل بیت کے سب سے بڑے حامی مختار بن عبیدہ کے خلاف کوشش کی اور مصعب بن زبیرؓ کو کوفہ پر حملہ آور کرا کر مختار کو قتل کرایا۔ اس کے بعد اہل کوفہ ہی تھے جو مصعب بن زبیر کے قتل کا باعث ہوئے۔ اہل کوفہ نے اپنی انتہائی شجاعت اور حیرت انگیز بہادریوں کے نمونے بھی دکھائے اور ساتھ ہی ان کی انتہائی بزدلی و نامردی کے واقعات بھی ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ کبھی انہوں نے اپنے آپ کو نہایت بے جگری کے ساتھ قتل کرایا اور کوفہ کے حاکموں کی علی الاعلان مخالفت کی لیکن کبھی اس طرح مرعوب و خوف زدہ ہوئے کہ عبیداللہ بن زیاد وغیرہ کوفہ کے ہر ایک جابرانہ حکم کی تعمیل بلاچون وچرا کرنے لگے۔

اس قسم کی متضاد کیفیت کا سبب دریافت کرنے کے لیے ہم کو کوفہ کے باشندوں کی حالت و حقیقت سے آگاہ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں کوفہ ان لوگوں کی چھاؤنی بنائی گئی تھی جو مجوسی سلطنت کے مقابلے میں برسر پیکار تھے۔ اس فوج میں ایک حصہ ان لوگوں کا تھا جو حجاز و یمن اور حضر موت وغیرہ کے رہنے والے تھے۔ یہ لوگ فاروق اعظم کے اعلان عام پر مدینہ منورہ میں آکر جمع ہوئے اور ان کے حکم کے موافق عراق کی طرف بھیج دیئے گئے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو عرب کے ان صوبوں کے باشندے تھے جو عراق کی سرحد پر واقع اور بمقابلہ مدینہ کے کوفہ یا بصرہ کے قریب تر تھے۔ یہ لوگ صحابہ کرامؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہو ہو کر اسلامی لشکر میں شریک ہو گئے تھے اور مدینہ منورہ سے کوئی خصوصی تعلق ان کو حاصل نہ ہو سکا تھا۔ نہ انہوں نے کبھی مدینہ دیکھا تھا۔ کچھ لوگ ایسے تھے کہ ان کی زبان تو عربی تھی مگر وہ مجوسی سلطنت کی رعایا تھے اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایرانیوں سے لڑتے تھے۔ کچھ وہ سردار تھے جو مدینہ کے رہنے والے مہاجرین و انصار میں سے تھے۔ جب اس لشکر کی چھاؤنی کوفہ قرار پائی اور خلیفہ وقت کا نائب اور عراقی لشکر کا سپہ سالار کوفہ میں رہنے لگا تو ایرانی شہر کے بہت سے شہریوں کو ان کی ضرورتوں نے دارالصدر کوفہ سے تعلقات قائم رکھنے پر مجبور کیا اور ایرانیوں کی بھی ایک جماعت کوفہ میں رہنے لگی۔ عرب کے ریگستانوں کی زاہدانہ زندگی کے مقابلے میں کسریٰ و نوشیروان اور کیکاؤس و خسرو کے ملکوں کو فتح کرنے والے لشکریوں کی

Marfat.com

فاتحانہ و حاکمانہ زندگی جو کوفہ میں بسر ہوئی تھی' بقیناً بہت خوشگوار ہو گی۔ مال غنیمت کی فراوانی بھی ضرور محرک ہوئی ہو گی۔ لہذا اس عطر مجموعہ لشکر کا اکثر و بیشتر حصہ کوفہ ہی میں زمیں گیر ہو کر رہ گیا اور کوفہ نہ صرف ایک فوجی چھاؤنی اور عارضی قرار گاہ رہا بلکہ بہت جلد ایک عظیم الشان شہر بن گیا اور بالآخر اس نے دارالسلطنت اور دارالخلافہ کی صورت اختیار کر لی۔ اس شہر کی آبادی میں چونکہ فوجیوں کا بڑا عنصر شامل تھا اور علم و تعلم و درس و تدریس اور تہذیب اخلاق و تہذیب نفس کے سامان بہت ہی کم تھے لہذا مجموعی طور پر شہر کا مزاج متلون اور اخلاقی حالت متغیر رہی۔ ظاہر ہے کہ ایسی بستی میں علوم و معقولات اور فہم و تدبر کو تلاش نہیں کیا جا سکتا لیکن جذبات سے خوب کام لیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ اہل کوفہ ہمیشہ جذبات کے محکوم و مغلوب رہے اور انہوں نے جو کچھ کیا جذبات سے مغلوب و متاثر ہو کر ہی کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے ان کو مشتعل کرنا چاہا' مشتعل کر دیا' جس شخص نے ان کو رضامند کرنا چاہا وہ رضامند ہو گئے۔ جب کبھی ان کو ڈرایا گیا وہ ڈر گئے۔ جب کبھی ان کو کسی کا مخالف بنایا گیا' وہ فوراً مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ جب ان کو بہادر بنایا گیا وہ بہادر ہو گئے۔ جب ان کو بے وفائی پر آمادہ کیا گیا وہ بے وفا بن گئے اور جب وفاداری یاد دلائی تو وہ وفاداری کے شرائط پورے کرنے لگے۔

کوفہ کے اندر جذبات تھے' دماغ نہ تھا۔ جوش تھا مگر عقل نہ تھی۔ خروش تھا مگر غور و فکر کا سکون نہ تھا۔ ایسی حالت میں کوفہ سے انہیں باتوں کی توقع ہو سکتی تھی جو ظہور میں آئیں۔ جب چند نسلیں گزر گئیں اور زمانے کے حوادث نے اس مختلف الاجزا مجموعے کو کیمیاوی امتزاج سے ایک خاص مزاج دے دیا تو پھر کوفہ کی یہ متلون مزاجی بھی رفتہ رفتہ دور ہو گئی۔

عبدالملک بن مروان

عبدالملک بن مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ماہ رمضان سنہ ۲۳ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی کنیت ابوالولید تھی اور عبدالملوک کے نام سے بھی مشہور ہے کیونکہ اس کے کئی بیٹے یکے بعد دیگرے تخت سلطنت پر بیٹھے۔ یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ عبدالملک اکثر ام الدرداء صحابیہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے تو عبادت گزار ہونے کے بعد شراب خور ہو گیا ہے۔ عبدالملک نے کہا کہ میں تو خونخوار بھی ہو گیا ہوں۔ نافع کہتے ہیں کہ مدینہ میں کوئی جوان عبدالملک کی مانند چست و چالاک اور قرآن و حدیث کا واقف اور عابد زاہد نہ تھا۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب' عبدالملک بن مروان' عروہ بن زبیر اور قبیضہ بن زویب فقہائے مدینہ ہیں۔ عبادہ بن مثنیٰ نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپ لوگوں کے بعد ہم مسائل کس سے دریافت کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ مروان کا بیٹا فقیہ ہے اس سے دریافت کرنا۔

ایک روز عبدالملک حضرت ابوہریرہؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ یہ شخص ایک دن عرب کا بادشاہ بن جائے گا۔ ام الدرداء رضی اللہ عنہا نے بعد از خلافت ایک روز عبدالملک سے کہا کہ میں

Marfat.com

پہلے ہی سمجھتی تھی کہ تو ایک روز بادشاہ ہو جائے گا۔ عبدالملک نے پوچھا کہ کس طرح؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے تجھ سے بہتر نہ کوئی بات کرنے والا دیکھا' نہ بات سننے والا۔ شعبی کہتے ہیں کہ میں جس شخص کی صحبت میں بیٹھا وہ میرے علم کا قائل ہو گیا مگر عبدالملک کے علم و فضل کا میں قائل ہوں۔ میں نے اس سے جب کبھی کوئی حدیث بیان کی تو اس نے اس میں کچھ نہ کچھ ایزاد کر دیا اور جب کبھی کوئی شعر پڑھا تو اس نے بھی اس کے ہم مضمون بہت سے اشعار پڑھ دیئے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ عبدالملک نے عثمان' ابوہریرہ' ابوسعید' ام سلمہ' بریرہ' ابن عمر اور معاویہؓ سے حدیث سنی اور اس سے عروہ' خالد بن سعدان' رجا بن حیوۃ زہری' یونس بن میسرہ' ربیعہ بن یزید' اسماعیل بن عبیداللہ' جریر بن عثمان وغیرہ نے روایت کی۔ یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ جب مسلم بن عقبہ مدینہ میں پہنچا تو میں مسجد نبوی گیا اور عبدالملک کے پاس جا بیٹھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تو بھی اسی فوج میں ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ عبدالملک نے کہا کہ تو نے ایسے شخص کے خلاف ہتھیار اٹھائے ہیں جو ظہور اسلام کے بعد سب سے پہلے پیدا ہوا۔ آنحضرت ﷺ کے صحابی اور ذات النطاقین کی اولاد ہے جس کو آنحضرت ﷺ نے تحنیک کی اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں جب کبھی اس سے دن میں ملا ہوں تو اس کو روزہ دار پایا ہے اور جب رات کو اسے دیکھا تو نماز ہی پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ یاد رکھو جو اس سے مخالف ہو کر لڑے گا' اللہ تعالیٰ اس کو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے گا لیکن جب عبدالملک تخت پر بیٹھا تو اس نے حجاج کو عبداللہ بن زبیرؓ سے لڑنے کو بھیجا اور اس نے ان کو قتل کر ڈالا۔

جریج کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک نے خطبہ پڑھا' اس میں حمد و ثنا کے بعد کہا کہ:

"میں نہ خلیفہ ضعیف یعنی عثمان ہوں' نہ خلیفہ ست یعنی معاویہ ہوں' نہ خلیفہ ضعیف الرائے یعنی یزید ہوں۔ مجھ سے پہلے جو خلیفہ تھے وہ اس مال سے کھاتے پیتے رہے ہیں۔ مجھ سے سوا تلوار کے اس کا علاج اور کچھ نہ ہو گا۔ چاہیے کہ تمہارے نیزے میری مدد کے لیے بلند ہو جائیں۔ تم مہاجرین کے اعمال سے ہمیں تو مکلّف کرتے ہو اور خود ان کی مانند عمل نہیں کرتے۔ یاد رکھو میں تمہیں سخت عذاب سے ہلاک کروں گا اور تلوار ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ تم ذرا دیکھتے جاؤ میری تلواریں کیا حال کرتی ہیں۔ میں تمہاری تمام باتیں گوارا کر لوں گا مگر حاکم سے جنگ کرنا برداشت نہیں کر سکتا۔ میں ان کے تمام افعال ان کی گردنوں میں ڈال دوں گا' پھر چاہے کوئی خوف الٰہی سے ڈرایا کرے۔

سب سے پہلے عبدالملک ہی نے کعبہ پر دیباج کے پردے ڈالے۔ عبدالملک سے کسی نے کہا کہ امیر المومنین آپ پر بڑھاپا بہت ہی جلد آگیا' تو اس نے کہا کیسے نہ آتا میں ہر جمعہ کو اپنی بہترین عقل لوگوں پر خرچ کرتا ہوں۔ عبدالملک سے کسی نے پوچھا کہ آدمیوں میں سب سے بہتر کون ہے؟ اس نے کہا کہ جس شخص نے بلند رتبہ ہو کر تواضع کی اور بحالت اختیار زہد کو ترجیح دی اور بحالت قوت عدل و انصاف سے کام لیا۔ جب عبدالملک کے پاس باہر سے کوئی شخص آتا تو وہ اس سے کہا کرتا کہ دیکھو چار باتوں کا لحاظ کرنا۔ ایک تو جھوٹ

Marfat.com

نہ بولنا کیونکہ مجھ کو جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ دوسرے جو کچھ میں پوچھوں اسی کا جواب دینا۔ تیسرے میری مدح نہ کرنا کیونکہ میں اپنا حال میں خود ہی خوب جانتا ہوں۔ چوتھے مجھ کو میری رعیت پر برانگیختہ و مشتعل نہ کرنا کیونکہ ان کو میری عنایات کی زیادہ ضرورت ہے۔

مدائنی کہتے ہیں کہ جب عبدالملک کو اپنے مرنے کا یقین ہو گیا تو اس نے کہا کہ جب سے میں پیدا ہوا ہوں اس وقت سے لے کر اب تک مجھے یہ آرزو رہی کہ کاش میں حمال ہوتا' پھر اپنے بیٹے ولید کو بلایا اور خوف الٰہی کی وصیت کی' آپس کی مخالفت سے منع کیا اور کہا کہ:

"لڑائی میں نہایت سرگرمی دکھانا' نیک کاموں میں ضرب المثل بننے کی کوشش کرنا کیونکہ لڑائی قبل از وقت موت کو نہیں بلاتی۔ نیک کام کا اجر ملتا ہے اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ مددگار ہوتا ہے۔ سختی میں نرمی اختیار کرنی چاہیے۔ آپس میں رنجشیں نہ بڑھانا کیونکہ ایک تیر کو جو چاہے توڑ سکتا ہے اور جب بہت سے تیر جمع ہو جائیں تو کوئی نہیں توڑ سکتا۔ اے ولید! میں جس معاملہ میں تجھے خلیفہ کرتا ہوں اس میں خوف الٰہی کرنا۔ حجاج کا خیال رکھنا۔ اس نے گویا تجھ کو خلافت تک پہنچایا ہے۔ اس کو اپنا داہنا بازو اور اپنی تلوار سمجھنا۔ وہ تجھ کو تیرے دشمنوں سے پناہ میں رکھے گا۔ اس کے حق میں کسی کا قول نہ سننا اور یاد رکھنا کہ تجھ کو حجاج کی زیادہ ضرورت ہے۔ حجاج کو تیری اتنی ضرورت نہیں' جب میں مر جاؤں تو لوگوں سے اپنی بیعت لے اور جو شخص انکار کرے اس کی گردن اڑا دے"۔

نزع کے وقت ولید اس کے پاس آیا اور رونے لگا۔ عبدالملک نے کہا کہ لڑکیوں کی طرح رونے سے کیا فائدہ ہے۔ میرے مرنے کے بعد تیار ہو کر اور جرات کو کام میں لا کر اپنی تلوار کندھے پر رکھ اور جو شخص ذرا بھی سر اٹھائے اس کا سر کاٹ لے جو چپ رہے اسے چھوڑ دے کہ وہ اپنے مرض میں آپ ہی مر جائے گا۔

عبدالملک ماہ شوال سنہ ۸۶ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں فوت ہوا۔ ثعلبی کا قول ہے کہ عبدالملک کہا کرتا تھا کہ میں رمضان میں پیدا ہوا۔ رمضان ہی میں میرا دودھ چھڑایا گیا' رمضان ہی میں' میں نے قرآن ختم کیا' رمضان ہی میں بالغ ہوا' رمضان ہی میں ولی عہد ہوا' رمضان ہی میں خلیفہ بنا۔ مجھے خوف ہے کہ میں رمضان ہی میں مروں گا لیکن جب رمضان گزر گیا اور عبدالملک کو اطمینان ہو گیا تو وہ ماہ شوال میں فوت ہو گیا۔

ایک روز عبدالملک کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا بھائی چھ سو دینار چھوڑ کر مرا ہے۔ تقسیم میراث میں مجھ کو صرف ایک دینار دیا جاتا اور کہا جاتا ہے کہ تجھے اسی قدر حق پہنچتا ہے۔ عبدالملک نے اسی وقت شعبی کو بلایا اور دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تقسیم بالکل درست ہے۔ متوفی دو بیٹیاں چھوڑ کر مرا' ان دونوں کو دو تہائی یعنی چار سو دینار ملیں گے اور ماں کو چھٹا حصہ یعنی ایک سو دینار' بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی پچھتر دینار اور بارہ بھائیوں کو چوبیس دینار' پس اس حساب سے اس کے حصہ میں ایک ہی دینار آئے گا۔

خلافت عبدالملک کے اہم واقعات : حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک نے حجاج کو ملک حجاز کا حاکم بنا دیا تھا۔ حجاج نے خانہ کعبہ کو ڈھا کر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی تعمیر میں سے ایک حصہ

Marfat.com

کم کر کے خانہ کعبہ کو از سر نو تعمیر کیا۔ حجاج نے مکہ و مدینہ میں صحابہ کرامؓ پر بڑے بڑے ظلم روا رکھے۔ حضرت انسؓ وغیرہ جلیل القدر صحابیوں کی مشکیں کسوائیں اور کوڑے پٹوائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے جو بڑے جلیل القدر اور بزرگ صحابی تھے' حجاج کو محض اس لیے عداوت تھی کہ وہ ہمیشہ صاف گو اور حق پسند تھے۔ حجاج کی حکمرانی ان کو مرعوب نہیں کر سکتی تھی۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کوئی چیز ان کو روک نہ سکتی تھی۔ حجاج نے ایک شخص کو تعینات کر دیا کہ وہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو زخمی کر دے۔ چنانچہ حج کے موقع پر خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے لوگوں کی بھیڑ میں اس شخص نے اپنا برچھا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے پاؤں میں مارا یعنی پاؤں کے نیچے کو برچھے کی نوک سے چھید دیا۔ برچھے کی نوک پنجے کو چھیدتی ہوئی تلوے کے پار ہو گئی اور فرش زمین پر جا کر رکی۔ اس زخم کے صدمے سے چند روز کے بعد آپ فوت ہو گئے۔ حجاج کو یہ مظالم جو اس نے صحابہ کرامؓ پر روا رکھے جس طرح حجاج کو ملزم و ظالم ثابت کرتے ہیں' اسی طرح عبدالملک کو بھی مجرم ٹھہراتے ہیں کیونکہ اسی نے ایسے ظالم اور سخت گیر شخص کو مکہ و مدینہ کی حکومت سپرد کی تھی۔ عبدالملک اور حجاج دونوں میں بعض خوبیاں بھی تھیں جن کے بالمقابل اسی درجہ کی بعض برائیاں بھی نظر آتی ہیں۔

فتنہ خوارج : جس زمانہ میں خلافت ابن زبیرؓ میں انحطاط کے آثار نمایاں ہوئے اور عبدالملک بن مروان کے کارندوں نے عراق و فارس میں حضرت ابن زبیرؓ کے خلاف اشاعتی اور سازشی کام شروع کیا تو خوارج کے گروہ جو ایرانی صوبوں میں خاموش زندگی بسر کرنے لگے' پھر کروٹیں بدل کر ہوشیار اور مستعد کار ہونے لگے۔ مصعب بن زبیر کے قتل اور عبدالملک کے تسلط سے عراق کے اندر باغیانہ خیالات کے لوگ سرگوشیاں کرنے لگے۔ عبدالملک نے عراق پر قابض ہو کر بصرہ کی حکومت خالد بن عبداللہ کو سپرد کی تھی۔ عراق سے دمشق میں جا کر عبدالملک کی تمام تر توجہ خوارج کی طرف مبذول نہیں رہ سکتی تھی کیونکہ اس کو حجاز اور عبداللہ بن زبیرؓ کا بھی خیال دامن گیر تھا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے قتل سے فارغ ہو کر عبدالملک نے بصرہ و کوفہ کے عاملوں کو معزول کر کے اپنے بھائی بشیر بن مروان کو بصرہ و کوفہ دونوں مقامات کی حکومت عطا کی اور حکم دیا کہ مہلب بن ابی صفرہ کو جنگ خوارج پر مامور کر کے فارس کی طرف بھیج دیا جائے کہ وہ جہاں کہیں ان کو پائے ان کا استیصال کرے ساتھ ہی حکم دیا کہ مہلب کو اختیار دیا جائے کہ وہ بصرہ سے جن جن لوگوں کا انتخاب کرے اور اپنے ساتھ لے جانا چاہے' لے جائے اور ایک زبردست فوج کوفہ سے بھی تیار کر کے مہلب کی کمک کے لیے بھیجی جائے تاکہ اس فتنہ کا بکلی استیصال و انسداد ہو جائے۔ یہ حکم مہلب کے نام بھی براہ راست بھیج دیا گیا۔ بشیر بن مروان کو یہ بات ناگوار گزری کہ امیر المومنین نے براہ راست مہلب کی تعیناتی کیوں کی۔ وہ چاہتا تھا کہ خوارج کی سرکوبی کا کام میرے زیر اہتمام انجام پذیر ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنے اختیار سے جس کو چاہتا اس کام پر مامور کرتا۔ مہلب بن ابی صفرہ عبدالملک کے حکم کی تعمیل میں بصرہ سے ایک جمعیت لے کر روانہ ہوا۔ ادھر بشیر بن مروان نے بھی کوفہ سے عبدالرحمٰن بن مخنف کی سرکردگی میں ایک لشکر مہلب کی کمک کے لیے روانہ کیا مگر روانگی کے وقت عبدالرحمٰن بن مخنف سے کہا کہ میں تم کو مہلب سے زیادہ قابل سرداری سمجھتا ہوں تم اپنے

Marfat.com

آپ کو بالکل مہلب کا ماتحت ہی بنا کر نہ رکھنا بلکہ اپنی رائے سے بھی کام لینا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف دار ہرمز میں مہلب سے جا کر ملا لیکن وہ اپنی فوج الگ لے کر خیمہ زن ہوا اور اپنی خود مختاری کے علامات ظاہر کرنے لگا۔ چند ہی روز کے بعد اسی مقام پر خبر پہنچی کہ بشیر بن مروان فوت ہوا اور مرتے وقت خالد بن عبداللہ کو اپنا قائم مقام بنایا گیا ہے۔ اس خبر کو سنتے ہی اہل بصرہ بھی اور اہل کوفہ بھی اپنے اپنے شہروں کو واپس چل دیئے۔ خالد بن عبداللہ نے ہر چند ان لوگوں کو سمجھایا اور ڈرایا لیکن کوئی بھی مہلب کی طرف واپس جانے پر آمادہ نہ ہوا۔ ادھر خراسان کی یہ حالت تھی کہ عبداللہ بن حازم کے قتل کے بعد جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے' ترکستان و مغولستان کے بادشاہ رتبیل نامی نے خراسان کی سرحدوں پر فوج کشیاں شروع کر دی تھیں اور عبداللہ بن حازم کے بیٹے موسیٰ بن عبداللہ بن حازم نے اپنے ماں باپ کے ہمراہیوں کو لے کر اور مرو سے فرار ہو کر مقام قلعہ ترمذ میں اقامت اختیار کی اور اپنی ایک خود مختار ریاست قائم کر لینے میں کامیابی حاصل کی تھی۔

موسیٰ بن عبداللہ ایک طرف ترکوں سے لڑ کر کامیابی حاصل کرتا تھا تو دوسری طرف عبدالملک کے مقرر کئے ہوئے عامل خراسان سے برسرپیکار رہتا تھا۔ خراسان میں بکیر بن وشاح عامل تھا۔ اس کو معزول کر کے عبدالملک نے امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید کو خراسان کا عامل بنا کر بھیجا۔ امیہ بن عبداللہ کے پہنچنے پر بکیر بن وشاح خراسان ہی میں بعد معزولی مقیم رہا اور امیہ بن عبداللہ نے اس کو مرو کا کوتوال شہر بنا دیا۔ امیہ نے خراسان پہنچ کر رتبیل بادشاہ ترکستان پر چڑھائی کی اور اس کو مجبور کر کے اس شرط پر صلح کی کہ آئندہ وہ مسلمانوں پر حملہ آور نہ ہوگا۔ امیہ شاہ ترکستان سے یہ صلح نامہ کئے ہوئے بلخ سے مرو کی طرف واپس آ رہا تھا کہ موسیٰ بن عبداللہ بن حازم نے اس پر حملہ کیا مگر وہ بہزار خرابی اس حملہ سے بچ کر مرو کے قریب پہنچ گیا اور موسیٰ بن عبداللہ واپس چلا گیا۔ مرو کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ بکیر بن وشاح مرو پر قابض و متصرف ہو کر برسر مقابلہ ہے' یہاں بھی معرکہ ہوا اور بکیر بن وشاح شہر کی مضبوطی کر کے بیٹھ گیا۔ آخر چند روز کے بعد صلح ہوئی اور امیہ بن عبداللہ نے بکیر بن وشاح کو خراسان کے کسی صوبہ کی حکومت دینے کا وعدہ کر کے مرو کو اس کے قبضہ سے نکالا۔

ادھر دار ہرمز میں مہلب بن ابی صفرہ اور عبدالرحمٰن بن مخنف بہت تھوڑی جمعیت کے ساتھ خوارج سے برسرپیکار تھے اور فوج کے واپس چلے جانے سے ان کی حالت بہت نازک ہو رہی تھی۔ ان تمام حالات سے واقف و مطلع ہو کر عبدالملک بن مروان نے یہی مناسب سمجھا کہ حجاج بن یوسف ثقفی کو حجاز کی گورنری سے تبدیل کر کے عراق کی حکومت پر مامور کرے۔ چنانچہ سنہ ۷۵ھ میں عبدالملک نے حجاج کو بصرہ و کوفہ کی سند حکومت عطا کر کے کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ ماہ رمضان سنہ ۷۵ھ میں کوفہ میں داخل ہوا۔ جامع مسجد میں جا کر منبر پر بیٹھا اور لوگوں کو مجتمع ہونے کا حکم دیا۔

کوفہ کے لوگ عموماً گستاخ اور اپنے امیروں اور حاکموں کی توہین و گستاخی کرنے کے عادی تھے۔ چنانچہ وہ سنگریزے مٹھیوں میں لے کر آئے کہ دوران خطبہ میں سنگریزے اس جدید امیر کی طرف پھینکیں گے

Marfat.com

لیکن جب حجاج نے اپنی تقریر شروع کی تو اس کا یہ اثر ہوا کہ لوگ سہم گئے اور ڈر کے مارے وہ سنگریزے ان کے ہاتھوں سے گر گئے۔ حجاج نے اپنی تقریر میں کہا کہ:

"بہت سے عمامے اور داڑھیاں یہاں نظر آرہی ہیں کہ اب وہ خون میں تربتر ہونے والی ہیں۔ بہت سے سر اس مجمع میں نظر آرہے ہیں کہ ان کے کٹنے کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ امیر المومنین عبدالملک نے اپنے ترکش کے تمام تیروں کو دیکھا جو ان تیروں میں سب سے زیادہ سخت اور کاری تھا' وہ تم پر چلایا یعنی مجھ کو تم پر حاکم بنا کر بھیجا۔ میں تمہاری تمام شرارتوں کا علاج کر کے تم کو اچھی طرح سیدھا کر دوں گا۔ تم ایک عرصہ سے شرارتوں اور فتنہ انگیزیوں کے مرکز بنے ہوئے ہو۔ اب وقت آگیا ہے کہ تم کو تعلیم دی جائے اور تمہاری آنکھیں کھول دی جائیں۔ امیر المومنین نے حکم دیا ہے کہ تمہاری تنخواہیں تقسیم کر دی جائیں اور تم لوگ مہلب کے پاس خوارج کے مقابلہ کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ تنخواہ تقسیم ہونے کے بعد تم کو صرف تین دن کی مہلت ہے۔ اگر چوتھے روز کوئی شخص کوفہ میں نظر آیا تو اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ محض دھمکی نہیں ہے بلکہ تم اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے جو کچھ میں کہتا ہوں' وہی کرتا بھی ہوں"۔

حجاج جامع مسجد سے اٹھ کر دارالامارۃ میں آیا اور لوگوں کی تنخواہیں تقسیم کرنی شروع کیں۔ ایک بوڑھے شخص نے جس کے جسم میں بڑھاپے کی وجہ سے رعشہ پیدا ہو گیا تھا' آکر کہا کہ میں بوڑھا ضعیف شخص ہوں' میرا لڑکا مجھ سے زیادہ توانا ہے' میری جگہ اس کو بھیج دیجئے۔ حجاج نے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے کہا کہ عمیر بن ضابی برجنی۔ حجاج نے کہا کہ تم وہی عمیر بن ضابی ہو جس نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان پر حملہ کیا؟ اس نے کہا ہاں۔ حجاج نے کہا تجھے کس چیز نے اس کام پر آمادہ کیا تھا؟ اس نے کہا کہ عثمانؓ نے میرے بوڑھے باپ کو قید کر دیا تھا۔ حجاج نے کہا میں تیرا زندہ رہنا پسند نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر اس نے عمیر بن ضابی کے قتل کرنے اور اس کے گھر بار کے لوٹ لینے کا حکم دیا۔ تیسرے روز حجاج کے منادی نے ندا کی کہ آج رات جو شخص اپنے گھر میں رہے گا اور مہلب کے لشکر کی طرف روانہ نہ ہو جائے گا' وہ قتل کر دیا جائے گا۔ اس آواز کے سنتے ہی لوگ مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہونے شروع ہوئے اور بہت جلد مہلب کے پاس ایک طاقتور لشکر خوارج کا مقابلہ کرنے کے لیے جمع ہو گیا۔

اس کے بعد حجاج نے حکم بن ایوب ثقفی کو اپنی طرف سے بصرہ کا امیر مقرر کر کے روانہ کیا۔ اس کے بعد حجاج نے سندھ پر سعید بن اسلم بن زرعہ کو متعین کیا۔ معاویہ بن حرث کلابی اور اس کا بھائی محمد بھی جہاد کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے۔ اکثر شہروں پر قبضہ کیا۔ جنگ آوروں کو قید و قتل کیا اور اس کام سے فارغ ہو کر خود سعید پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔ اس خبر کو سن کر حجاج نے بجائے اس کے مجاعہ بن سعید تمیمی کو مامور کیا' زرعہ نے اس سرحد پر بزور قوت قبضہ حاصل کر کے اپنی حکومت کے ایک برس کے بعد مکران دارابیل کے اکثر شہروں کو فتح کیا۔

حجاج نے کوفہ کا انتظام کر کے وہاں عروہ بن مغیرہ بن شعبہ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود بصرہ کی طرف

Marfat.com

آیا۔ بصرہ میں آکر ایک ایسا ہی خطبہ دیا جیسا کہ کوفہ میں دیا تھا اور مہلب کا ساتھ دینے والوں کو خوب دھمکایا۔

شریک بن عمرو یشکری حجاج کے پاس آیا اور کہا کہ میں فتق کے عارضہ میں مبتلا ہوں۔ میری اس معذرت کو بشر بن مروان نے بھی قبول کر لیا تھا' آپ بھی قبول کریں اور مجھ کو مہلب کے لشکر کی طرف جانے سے معاف رکھیں۔ حجاج نے اسی وقت اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ دیکھ کر تمام اہل بصرہ ڈر گئے اور فوراً بصرہ سے نکل نکل کر مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہو گئے۔ لوگوں کو کوفہ و بصرہ سے نکال کر حجاج خود بھی مہلب کے لشکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب مہلب کے لشکر گاہ دار ہرمز کا اٹھارہ فرسخ کا فاصلہ رہ گیا تو ڈیرے ڈال دیئے اور کہا کہ اے اہل کوفہ و بصرہ تم لوگ اب اس وقت تک یہاں مقیم رہو گے جب تک کہ خوارج کا بکلی استیصال نہ ہو جائے۔ اس جگہ حجاج نے خود اپنے لیے ایک نیا فتنہ برپا کر لیا۔

مصعب بن زبیرؓ کے زمانے میں لشکریوں کے وظائف میں سو سو درم کا اضافہ کیا گیا تھا۔ یہ اضافہ آج تک برابر چلا آتا تھا اور کسی نے ان کے کم کرنے کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔ حجاج نے اس مقام پر حکم دیا کہ ہر ایک لشکری کو وظیفہ وہی دیا جائے گا جو مصعب بن زبیر سے پہلے مقرر تھا یعنی سو سو درم ہر شخص کی تنخواہ سے کم کئے جاتے ہیں۔ عبداللہ بن جارود نے اس حکم کو سن کر کہا کہ ہمارے یہ وظیفے عبدالملک اور اس کے بھائی بشر بن مروان نے بھی جائز رکھے ہیں تم اس کو کم کرنے کی غلطی کا ارتکاب نہ کرو۔

حجاج نے عبداللہ بن جارود کی بات پر کچھ التفات نہ کیا۔ عبداللہ بن جارود نے پھر باصرار حجاج کے اس حکم کی مخالفت میں آواز بلند کی۔ مصقلہ بن کرب عبدی نے عبداللہ بن جارود سے کہا کہ امیر نے جو حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرنا ہمارا فرض ہے' مخالفت کرنا ہمارے لیے شایان نہیں۔ عبداللہ بن جارود مصقلہ کو گالیاں دیتا ہوا حجاج کے دربار سے اٹھ آیا اور حکیم بن مجاشعی کے پاس آکر تمام کیفیت بیان کی۔ وہ بھی ہمنوا ہو گیا' پھر یکے بعد دیگرے اکثر لشکری عبداللہ بن جارود کے موید ہو گئے اور سب نے مل کر عبداللہ بن جارود کے ہاتھ پر اس بات کی بیعت کی کہ ہم حجاج کو گورنری سے معزول کر کے عراق سے نکال دیں گے۔ چنانچہ سب نے عبداللہ بن جارود کی افسری میں حجاج کے خیمہ کا محاصرہ کر لیا۔

حجاج کے ساتھ بہت ہی تھوڑے سے آدمی تھے' مقابلہ ہوا۔ قریب تھا کہ حجاج مقتول یا گرفتار ہو جائے لیکن شام ہو جانے کی وجہ سے اس کام کو کل پر ملتوی رکھ کر سب اپنے اپنے خیموں کی طرف واپس ہوئے۔ ان کا اصل مقصد حجاج کو قتل کرنا تھا' یہی نہیں بلکہ وہ اس کو عراق سے نکال دینا چاہتے تھے۔ رات کو حجاج کے دوستوں نے اس کو مشورہ دیا کہ تم یہاں سے بھاگ کر عبدالملک کے پاس چلے جاؤ۔ حجاج اسی شش و پنج میں تھا کہ اسی رات مخالفین کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور عبادہ بن حصین سبطی ابن جارود سے ناراض ہو کر حجاج کے پاس چلا آیا۔ اس کی دیکھا دیکھی قتیبہ بن مسلم بھی اپنی جماعت کو لے کر حجاج کے پاس آگیا' پھر سبزہ بن علی کلابی' سعید بن اسلم کلابی' جعفر بن عبدالرحمٰن بن مخنف ازدی بھی آگئے۔ غرض صبح ہوتے ہوتے حجاج کے پاس چھ ہزار کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ صبح کو دونوں گروہوں میں خوب جم کر مقابلہ ہوا۔

Marfat.com

حجاج اور اس کے ساتھیوں کے پاؤں اکھڑ گئے تھے اور عبداللہ بن جارود کو فتح حاصل ہو چکی تھی کہ ایک تیر عبداللہ بن جارود کے گلے میں آکر لگا اور اس کا کام تمام کر گیا۔ عبداللہ بن جارود کے مرتے ہی حجاج کی شکست فتح سے تبدیل ہو گئی۔ ابن جارود کے ہمراہی بہت سے مقتول ہوئے' بہت سے امان طلب کر کے پھر حجاج کے لشکر میں آکر شریک ہو گئے۔ حجاج نے عبداللہ بن جارود اور اس کے ہمراہی سرداروں کے اٹھارہ سر کاٹ کر مہلب کے پاس بھجوائے۔ مہلب نے ان کو نیزوں پر نصب کرادیا تاکہ خوارج دیکھ کر مرعوب ہوں۔ ادھر ابن جارود کے ساتھ حجاج کی معرکہ آرائی ہو رہی تھی۔ ادھر بصرہ کی طرف سے خبر آئی کہ سوودان کا ایک قبیلہ رنج نامی جو بصرہ اور اس کے نواح میں سکونت پذیر تھا' باغی ہو گیا ہے۔

ابن جارود کے قتل سے فارغ ہو کر حجاج نے اپنے بیٹے حفص نامی کو ایک مختصر فوج دے کر ان کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا اور کوفہ کے نائب کو لکھا کہ کوفہ سے اس جدید بغاوت کو فرو کرنے کے لیے فوج روانہ کرے۔ چنانچہ کئی معرکہ آرائیوں کے بعد اس بغاوت کو فرو کر دیا گیا۔

خوارج کی جمعیتیں ایران و خراسان اور عراق کے شہروں سے کھچ کھچ کر مقام دار ہرمز میں مہلب کے مقابلے پر آگئی تھیں اور نہایت سختی و شدت کے ساتھ لڑ کر مہلب کو پسپا کرنے اور بصرہ تک پہنچ کر اس پر قبضہ کر لینے کی کوشش میں یہ لوگ مصروف تھے۔ جب کوفہ و بصرہ سے پیہم امدادی فوجیں روانہ ہوئیں تو مہلب اور عبدالرحمٰن بن مخنف کو جو خوارج کے مقابلہ پر ڈٹے ہوئے تھے' بہت قوت حاصل ہو گئی۔ اس سے پہلے تو وہ اپنی فوج کے کم ہونے کی وجہ سے صرف مدافعت میں مصروف تھے اور خوارج کو آگے بڑھنے سے روک رکھا تھا لیکن اب تقویت پا کر ان دونوں نے خوارج پر جارحانہ حملے شروع کر دیئے اور خوارج کی فوج کو پیچھے دھکیلتے ہوئے گازرون کے قریب پہنچ کر خوارج جم گئے اور مورچے جما کر مقابلہ کرنے لگے۔

مہلب نے یہ رنگ دیکھ کر حفاظت کی غرض سے اپنے لشکر گاہ کے گرد خندق کھدوائی اور دمدمے بنا لیے۔ عبدالرحمٰن بن مخنف شروع ہی سے اپنا لشکر مہلب کے لشکر سے جدا رکھتا اور الگ ہی خیمہ زن ہوتا تھا۔ یہاں بھی عبدالرحمٰن نے تھوڑے فاصلہ پر اپنی لشکر گاہ قائم کی۔ مہلب نے عبدالرحمٰن کے پاس کہلا بھجوایا کہ اس جگہ شب خون کا سخت خطرہ ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بھی اپنے لشکر کے گرد خندق کھدوالو۔ عبدالرحمٰن نے جواباً کہلا بھجوایا کہ تم اطمینان رکھو' ہماری تلواریں خندق کا کام دیں گی۔ یہ کہہ کر وہ کھلے میدان میں خیمہ زن رہا۔

ایک روز خوارج نے مہلب پر شب خون مارا لیکن خندق کی وجہ سے وہ آگے نہ بڑھ سکے۔ وہاں سے ناکام رہ کر وہ عبدالرحمٰن بن مخنف کی طرف متوجہ ہوئے۔ میدان صاف تھا' برابر بڑھتے چلے گئے اور قتل کرنا شروع کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن مخنف کی فوج والے سوتے ہوئے اس حملے کی تاب نہ لا کر گھبراہٹ میں جدھر کو منہ اٹھا بھاگ کھڑے ہوئے۔ عبدالرحمٰن نے بہت تھوڑے سے آدمیوں کو ہمراہ لے کر مقابلہ کیا اور معہ ہمراہیوں کے خوارج کے ہاتھ سے مقتول ہوا۔ مہلب و عبدالرحمٰن دو سردار تھے۔ مہلب کی فوج میں تمام بصری

Marfat.com

لوگ شامل تھے اور عبدالرحمٰن کی فوج کوفیوں پر مشتمل تھی۔ کوفی لشکر کا اس معرکہ میں سخت نقصان ہوا۔ اس کی اطلاع حجاج کے پاس پہنچی تو اس نے عبدالرحمٰن بن مخنف کی جگہ عتاب بن ورقاء کو کوفی لشکر کا سردار مقرر کر کے صاف حکم دیا کہ عتاب مہلب کا ماتحت رہے گا اور مہلب کے ہر ایک حکم کی تعمیل کرنا اس کا اولین فرض ہو گا۔ عتاب کو یہ بات گراں گزری اور اس لیے مہلب و عتاب میں ناچاقی و شکر رنجی پیدا ہوئی۔

عتاب نے حجاج کو لکھا کہ مجھ کو واپس بلوا لیجئے۔ حجاج نے اس کی یہ درخواست منظور کر کے اسے واپس بلا لیا اور تمام کوفی لشکر براہ راست مہلب کی سرداری میں دے دیا گیا۔ مہلب نے اس کوفی حصہ فوج پر اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب بن مہلب کو سردار مقرر کیا اور قریب ایک سال نیشاپور میں ٹھہرا۔ خوارج کا مقابلہ کرتا رہا۔ آخر خوارج کے اندر خود پھوٹ پڑی اور دو گروہ ہو کر آپس میں لڑنے لگے۔ مہلب نے اس حالت میں ان پر کوئی حملہ نہیں کیا۔ جب ایک فرقہ نے دوسرے کو مغلوب کر کے طبرستان کی طرف نکال دیا تو مہلب نے غالب فرقہ پر حملہ کر کے اس کو قتل کیا اور اس طرح خوارج کے فتنے سے سنہ۔ ۷۷ھ میں مہلب نے فراغت پائی۔ خوارج اس قدر بہادر اور ایسی بے جگری سے لڑنے والے لوگ تھے کہ انہوں نے بسا اوقات دس دس اور بیس بیس گنی فوج کو شکست دے دے کر بھگا دیا۔ ایک مرتبہ ایک ہزار خوارج نے کوفہ کے قریب پچاس ہزار کے لشکر کو شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ خوارج کے مقابلے میں صرف مہلب بن ابی صفرہ ہی ایک ایسا سردار تھا جو پورے طور پر کامیاب تھا۔ جس وقت مہلب خوارج کی جنگ سے فارغ ہو کر کوفہ میں حجاج کے پاس آیا ہے تو حجاج نے ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا اور مہلب کو اپنے برابر مسند پر بٹھایا۔ مہلب کے سات بیٹے تھے' انہوں نے خوارج کے مقابلے میں انتہائی بہادری کے نمونے دکھائے تھے۔ لہذا ان کی تنخواہوں میں دو ہزار درم سالانہ کا اضافہ کیا گیا۔

خوارج کا جو مغلوب گروہ طبرستان کی طرف بھاگا تھا اس کے سر پر بھی حجاج نے فوج روانہ کی اور انہیں ایام میں وہ لوگ بھی برباد کر دیئے گئے۔ سنہ۔ ۷۶ھ میں خوارج کے ایک گروہ نے صالح بن مسرح کی سرداری میں موصل کے اندر شورش برپا کی تھی۔ ان کے مقابلے کے لیے محمد بن مروان بردار عبدالملک امیر موصل نے فوج متعین کی۔ بہت سے مقابلوں اور معرکوں کے بعد صالح مارا گیا۔ اس کی جگہ شبیب خوارج کا سردار بنا۔ وہ اپنی جمعیت کو لے کر مدائن کی طرف چلا گیا۔ حجاج نے ان کے تعاقب میں بھی فوجیں بھیجنی شروع کیں مگر ان کو مغلوب نہ کیا جا سکا۔ شبیب کے ہمراہ کل ایک ہزار آدمی تھے۔ ایک مرتبہ وہ انہیں ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ کوفہ میں مقیم رہ کر چلا گیا۔ انہیں ایک ہزار کے مقابلہ پر حجاج نے پچاس ہزار کوفیوں کی فوج بھیجی اور خوارج نے ان پچاس ہزار کو شکست دے کر بھگا دیا۔ آخر یہ ایک ہزار کی جمعیت بھی معہ اپنے سردار شبیب کے غارت و برباد ہو گئی۔

حجاج اور مہلب کی عزت افزائی : عبدالملک بن مروان کے لیے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بعد سب سے زیادہ خطرناک خوارج کا فتنہ تھا۔ اگر عبدالملک خوارج کی طرف سے چند روز اور بے فکر رہتا اور ان کے

Marfat.com

استیصال کی تدبیروں میں مصروف نہ ہو جاتا تو یقیناً خراسان و فارس و عراق وغیرہ صوبے اس کے قبضے سے نکل گئے ہوتے۔ اس فتنہ کو فرو کرنے کے لیے حجاج کے سوا کوئی دوسرا شخص عراق کی گورنری کے لیے موزوں نہ تھا۔ حجاج نے اپنے فرائض کو عراق میں آکر نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا۔ مہلب بن ابی صفرہ کا انتخاب بھی خوارج کی سرکوبی کے لیے بہت عمدہ اور صحیح انتخاب تھا۔ اب جبکہ کئی برس کی کوششوں کے بعد خوارج کی طرف سے اطمینان حاصل ہوا تو عبدالملک نے سنہ۔ ۷۸ھ میں کوفہ و بصرہ یعنی عراق کے سوا خراسان و سجستان بھی براہ راست حجاج کی حکومت و انتظام میں دے دیا۔ اس طرح گویا حجاج کو تمام مشرقی ممالک اسلامیہ کا حاکم بنادیا۔ حجاج نے اسی سال مہلب بن ابی صفرہ کو خراسان کا حاکم اور عبیداللہ بن ابو بکرہ کو سجستان کا امیر بنا کر روانہ کیا۔ مہلب اب تک ایک مشہور سپہ سالار تھا لیکن اب وہ امیر خراسان بن گیا۔

مہلب سنہ۔ ۸۰ھ تک خود بصرہ ہی میں مقیم رہا اور اپنی طرف سے اپنے بیٹے حبیب کو خراسان کا امیر بنا کر بھیجا۔ حبیب نے باپ کی ہدایت کے موافق خراسان میں جا کر امیہ بن عبداللہ اور اس کے اہل کاروں سے کسی قسم کا تعرض نہیں کیا' نہ ان کی تعظیم و تکریم میں کسی قسم کا فرق آنے دیا۔ مہلب کی بیٹی ہند بنت مہلب سے حجاج نے شادی کرلی اور اس طرح مہلب کو حجاج کے ساتھ رشتہ داری کا بھی تعلق حاصل ہو گیا۔

سنہ۔ ۸۰ھ میں مہلب نے خود خراسان میں آکر ملک کا اہتمام و انتظام اپنے ہاتھ میں لیا اور پانچ ہزار کی جمعیت لے کر ماوراء النہر کی طرف بڑھ کر مقام کش کا محاصرہ کیا۔ یہاں بادشاہ ختن کے چچازاد بھائی نے آکر مدد کی درخواست کی۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو اس کے ساتھ بھیج دیا۔ یزید نے شاہ ختن کو قتل کیا اور ختن کا ملک اس کے بھتیجے کو سپرد کر کے حسب منشاء عہدنامہ لکھوا کر واپس آیا۔ انہیں ایام میں مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو چار ہزار فوج دے کر بخارا پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا۔ والی بخارا نے چالیس ہزار فوج سے مقابلہ کیا مگر انجام کار حبیب کو فتح اور بخاراوالوں کو شکست حاصل ہوئی۔ حبیب بہت سامال غنیمت لے کر مہلب کی خدمت میں واپس آیا۔ کش کا محاصرہ دو برس تک جاری رہا۔ آخر اہل کش نے جزیہ دینا منظور کر لیا اور مہلب بعد صلح قلعہ کش سے واپس ہوا۔

اہل کش اور حریث بن قطنہ کی غداری : مہلب جب خراسان کے دارالسلطنت مرو میں آکر وہاں سے ماوراء النہر یعنی شہر کش کی طرف روانہ ہوا تو مرو میں اپنے لیے مغیرہ کو اپنی طرف سے امیر مقرر کر گیا تھا۔ ابھی کش کا محاصرہ جاری تھا کہ مہلب کے پاس مغیرہ کے فوت ہونے کی خبر پہنچی۔ مہلب نے اپنے بیٹے یزید کو جو مہلب کے پاس موجود تھا' مرو کا حاکم مقرر کر کے تیس آدمیوں کے ساتھ مرو کی طرف روانہ کیا۔ یزید جب بست کے ایک درے میں پہنچا تو وہاں پانچ سو ترکوں سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے تمام مال و اسباب جو ان کے ہمراہ تھا' طلب کیا۔ یزید نے انکار کیا۔ آخر یزید کے کسی ہمراہی نے کچھ تھوڑا سا مال دے کر ان ترکوں کو رضامند کر لیا لیکن وہ یہ مال لے کر کچھ دور چلے گئے اور پھر لوٹ کر آئے کہ ہم تمام مال و اسباب کو لیے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

Marfat.com

یزید نے انہیں تیں آدمیوں سے ان کا مقابلہ کیا۔ ان کے سردار کو مار ڈالا اور سب کو بھگادیا۔ مرو میں پہنچ کر یزید اپنے بھائی کی جگہ حکومت کرنے لگا۔ اس واقعہ کے چند ہی روز کے بعد مہلب اہل کش سے صلح کر کے لوٹا۔ اس مصالحت میں یہ بات بھی طے ہو گئی تھی کہ اہل کش اپنے بادشاہ کے لڑکوں کو مسلمانوں کے سپرد کر دیں اور یہ لڑکے بطور ضمانت اس وقت تک مسلمانوں کے زیر حراست رہیں جب تک مقررہ رقم جزیہ اہل کش مسلمانوں کی خدمت میں حاضر کریں۔ مہلب اپنی طرف سے حریث بن قطنہ کو وہاں زر فدیہ یا جزیہ وصول کرنے اور لڑکوں کو واپس دینے کی غرض سے چھوڑ آیا تھا۔ مہلب جب کش سے روانہ ہو کر بلخ پہنچا تو اس نے حرث بن قطنہ کو ایک قاصد کے ذریعے اطلاع دی کہ تم زر فدیہ لے کر لڑکوں کو اس وقت تک نہ چھوڑنا جب تک تم خود سرزمین بلخ میں نہ پہنچ جاؤ۔

مدعا اس سے مہلب کا یہ تھا کہ جو دقت راستے میں یزید کو پیش آئی تھی وہی مصیبت حریث کو پیش نہ آئے۔ حریث نے یہ خط اہل کش کو دکھادیا اور کہا کہ اگر تم فوراً زر جزیہ مجھ کو دے دو تو میں تمہارے لڑکوں کو یہیں تمہارے سپرد کر دوں گا اور امیر مہلب سے کہہ دوں گا کہ آپ کا خط آنے سے پہلے میں روپیہ لے کر لڑکوں کو واپس دے چکا تھا۔ اہل کش نے فوراً روپیہ ادا کر دیا اور لڑکے واپس لے لئے۔

راستے میں ترکوں نے حریث کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو یزید کے ساتھ کیا تھا۔ لڑائی ہوئی' بہت سے آدمی حریث کے مارے گئے' بہت سے ترکوں نے گرفتار کر لیے اور پھر ان گرفتاروں کو زر فدیہ لے کر واپس کیا۔ جب مہلب کے پاس حریث بن قطنہ پہنچا تو اس نے اپنے حکم کی خلاف ورزی کی سزا میں بیس کوڑے لگوائے۔ اس سزا کے بعد حریث نے لوگوں کے سامنے مہلب کے مار ڈالنے کی قسم کھائی۔ مہلب کو اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے حریث کے بھائی ثابت بن قطنہ کو بلا کر نرمی کے ساتھ سمجھایا اور حریث کو اپنے سامنے بلوایا۔ حریث نے مہلب کے سامنے بھی اپنی گستاخانہ قسم کا اعادہ کیا۔ مہلب نے چشم پوشی کی راہ سے رخصت کر دیا۔ حریث و ثابت اب اپنے دل میں ڈرے اور اپنے تین سو ہمراہیوں کو لے کر مہلب کے پاس سے بھاگ گئے اور سیدھے موسیٰ بن عبداللہ بن خازم کے پاس مقام ترمذ میں پہنچ گئے۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا حال اوپر پڑھ چکے ہو کہ اس نے اپنی ایک الگ خود مختار حکومت قائم کر لی تھی اور خراسان کے امیروں سے برسر پرخاش رہتا تھا' یہ واقعہ سنہ۔ ۸۲ھ کا ہے۔

مہلب کی وفات اور بیٹوں کو وصیت : مہلب کو اپنے بیٹے مغیرہ کی وفات کا سخت صدمہ ہوا تھا۔ مرو میں واپس آکر وہ بہت دنوں نہیں جیا اور سنہ۔ ۸۲ھ کے آخری مہینوں میں بیمار ہو کر مرو میں فوت ہوا۔ امیر مہلب کی بہادری' نیک طینتی اور وفاداری خاص طور پر مشہور ہے۔ مہلب کا چال چلن کبھی بدعہدی' بے وفائی اور عذر و بغاوت سے ملوث نہیں ہوا۔ اس نے ہمیشہ خلیفہ وقت کی اطاعت اور اس کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھا۔ مرتے وقت اپنے بیٹے یزید کو اپنی جگہ خراسان کا امیر اور دوسرے بیٹے حبیب کو نمازوں کا امام مقرر کر گیا اور تمام بیٹوں کو جمع کر کے اس طرح وصیت کی کہ:

Marfat.com

"میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور صلہ رحم کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ اس سے عمر کی درازی' مال کی زیادتی اور نفوس کی کثرت ہوتی ہے۔ خوف الٰہی اور صلہ رحم کے ترک کرنے سے میں تم کو منع کرتا ہوں کیونکہ ان کے ترک کرنے سے دوزخ میں جانے کا سامان ہوتا ہے' ذلت حاصل ہوتی ہے اور نفوس کی کمی ہو جاتی ہے۔ تم پر امیروں کی اطاعت اور جماعت مسلمین سے اتفاق کرنا فرض ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تمہارے افعال تمہارے اقوال سے بہتر ہوں۔ جلد جواب دینے سے پرہیز کرو اور زبان کو لغزش سے بچاؤ کیونکہ آدمی پاؤں کی لغزش سے سنبھل جاتا ہے اور زبان کی لغزش سے مارا جاتا ہے۔ جن لوگوں کے حقوق تم پر ہوں ان کو ادا کرو۔ لوگوں کے حقوق ادا کرنا صبح و شام بیٹھ کر باتیں بنانا اور فضول بکنے سے بہتر ہے۔ خوشامدیوں کی خوشامد میں نہ آجانا۔ سخاوت کو کنجوسی پر ترجیح دینا' نیکی کو زندہ رکھو اور ہمیشہ نیک کام کرنے کی کوشش کرو۔ لڑائی میں چوکس اور ہوشیار رہنے کا زیادہ خیال رکھنا کیونکہ یہ شجاعت زیادہ مفید ہے۔ جس وقت مقابلہ ہوتا ہے' اس وقت آسمان سے قضا نازل ہوتی ہے۔ اگر آدمی نے ہمت باندھ لی اور ہوشیاری سے کام لیا تو کامیاب ہو گیا اور اگر بدحواسی چھا گئی تو ناکام رہا لیکن سب پر حکم الٰہی غالب ہے۔ قرات قرآن' تعلیم سنن اور آداب صالحین اپنے اوپر فرض کرلو۔ اپنی مجلسوں میں زیادہ گفتگو کرنے سے پرہیز کرو"۔

حجاج بن یوسف اور عبدالرحمٰن بن محمد

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سنہ ۷۸ھ میں حجاج نے مہلب کو خراسان کا اور عبیداللہ بن ابی بکرہ کو بجستان و سندھ کا امیر مقرر کیا تھا۔ سندھ و بجستان (سیستان) پر مشرق کی طرف سے ہندیوں اور شمال کی طرف سے ترکوں اور مغلوں کے حملے ہوتے رہتے تھے۔ اس لیے حجاج نے ہمیان بن عدی اسدی کو ایک چست و چالاک اور خوب مسلح دستہ فوج دے کر مقام کرمان میں مقیم کر دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ جس وقت بجستان و سندھ کے عامل کو ضرورت پیش آئے اس کی مدد کرو۔ عبیداللہ بن ابی بکرہ اپنے صوبہ میں پہنچ کر انتظام ملکی میں مصروف ہوا اور ہمیان بن عدی کرمان میں ایک زبردست فوج اپنے ماتحت دیکھ کر باغی ہو گیا اور بجائے مدد دینے کے خود عبیداللہ بن ابی بکرہ کے علاقہ پر حملے کئے گئے۔

حجاج نے اس واقعہ سے واقف ہو کر عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو ہمیان بن عدی کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے ہمیان بن عدی کو ہزیمت دے کر آوارہ کر دیا اور خود چند روز کرمان میں مقیم رہ کر واپس چلا آیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ شاہ ترکستان مسمی رتبیل نے خراج ادا کرنے کا وعدہ کر کے مسلمانوں سے صلح کر لی تھی۔ عبیداللہ کے آنے پر وہ چند روز عبیداللہ کو خراج ادا کرتا رہا لیکن پھر سرکشی پر آمادہ ہو گیا۔ عبیداللہ نے اس کے ملک پر چڑھائی کی۔ رتبیل کے قبضہ میں بدخشاں و کافرستان و افغانستان وغیرہ کا علاقہ تبت تک تھا۔ عبیداللہ نے اس کے علاقہ پر فوج کشی کی۔ وہ سامنے سے فرار ہوتا ہوا عبیداللہ بن ابی بکرہ کو ایسے مقام تک لے گیا جہاں سے عبداللہ کے لیے واپس ہونا سخت دشوار تھا۔ آخر مسلمانوں کی فوج دروں میں گھر گئی۔

Marfat.com

بہت سے آدمی ضائع ہوئے۔ شریح بن ہانی بھی اس جگہ کام آئے' بقیہ جو واپس آئے بڑی بری حالت میں اپنے مقام تک پہنچے۔ سجستان کے لشکر کی اس تباہی و بربادی کا حال حجاج بن یوسف ثقفی کو معلوم ہوا تو اس نے عبدالملک کو اطلاع دے دی۔ حجاج نے بیس ہزار سوار کوفہ سے اور بیس ہزار پیدل بصرہ سے مرتب کر کے اس چالیس ہزار کے لشکر آزمودہ کار پر عبدالرحمٰن بن محمد اشعث کو سردار بنایا۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی کہ عبیداللہ بن ابی بکرہ نے سجستان میں وفات پائی۔

حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو سجستان کی سند گورنری بھی عطا کی اور رتبیل کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن عساکر اسلام کے ساتھ سجستان پہنچا اور رتبیل کو معلوم ہوا کہ اب میرے ملک پر حملہ ہونے والا ہے تو بہت گھبرایا مگر کچھ نہ کر سکا۔ عبدالرحمٰن نے اس کے ملک پر فتح کرنا شروع کیا اور اس بات کا لحاظ رکھا کہ جوں جوں آگے کو بڑھے پہاڑوں کے درے اور گھاٹیوں میں چوکی پہرے قائم کرتا جائے۔ غرض رتبیل کے ملک کا آدھے سے زیادہ حصہ فتح کر کے پیش قدمی کو آئندہ سال کے روک دیا اور حجاج کو فتح نامہ کے ساتھ اطلاع دی کہ باقی حصہ ہم نے آئندہ سال کے لیے چھوڑ دیا ہے تاکہ اس مفتوحہ علاقہ کا انتظام عمدگی سے کر لیں اور فوج بھی تازہ دم ہو جائے۔

حجاج اس عرض داشت کو پڑھ کر سخت ناراض ہوا۔ اس نے حکم بھیجا کہ تم اپنی پیش قدمی کو جاری رکھو۔ رتبیل کی فوج کے لوگوں کو جو تمہاری قید میں ہیں قتل کر دو اور قلعوں کو منہدم کر دو۔ اس حکم کے پہنچنے سے پہلے ہی فوراً دوسرا اور تیسرا حکم بھی اسی مضمون کا روانہ کیا۔ تیسرے حکم میں یہ بھی لکھا کہ اگر تو نے ہمارے اس حکم کی تعمیل کی تو بہتر ورنہ تو اپنے آپ کو معزول سمجھ اور تیری جگہ تیرا بھائی اسحاق بن محمد بن اشعث امیر لشکر ہے۔ یہ تینوں حکم عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس یکے بعد دیگرے پہنچے۔ عبدالرحمٰن نے حجاج کے احکام کو پڑھ کر تمام لشکر کو جمع کر کے ایک تقریر کی اور کہا کہ میں نے تم سب لوگوں کے مشورے سے یہ بات قرار دی تھی کہ ہم ترکوں کے مفتوحہ ملک کا انتظام کریں اور اس سال اپنی مضبوطی اور تیاری مکمل کر کے آئندہ سال بقیہ ملک کو فتح کریں لیکن حجاج ترکوں سے لڑنے اور بلا توقف حملہ آور ہونے کو لکھتا ہے۔ اسے تمہارے تھک جانے اور آرام کرنے کا بھی خیال نہیں ہے۔ یہ وہی ملک ہے جہاں تمہارے بھائی پچھلے دنوں برباد ہو چکے ہیں۔ میں بھی تمہارا بھائی اور تم ہی جیسا ایک شخص ہوں۔ اگر سب لوگ لڑنے اور آگے بڑھنے پر آمادہ ہیں تو میں سب کے ساتھ ہوں۔

اس تقریر کو سن کر تمام کوفی و بصری یک لخت برافروختہ ہو گئے اور یک زبان ہو کر کہنے لگے ہم حجاج کی اطاعت ہرگز نہ کریں گے اور ہرگز اس کا کہنا نہ مانیں گے۔ عامل بن وائلہ کنانی کہنے لگا کہ حجاج تو اللہ کا دشمن ہے۔ اس کو امارت سے معزول کر کے عبدالرحمٰن بن محمد کے ہاتھ پر امارت کی بیعت کر لو۔ ہر طرف سے لوگ بول اٹھے کہ ہاں ہاں ہمیں یہ بات بہ دل منظور ہے۔ عبدالرحمٰن بن شیث ربعی نے اٹھ کر کہا چلو اللہ کے دشمن حجاج کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یہ سنتے ہی تمام لشکری عبدالرحمٰن کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو ٹوٹ پڑے اور

Marfat.com

انہوں نے عہد کیا کہ ہم حجاج کو عراق سے نکال کر چھوڑیں گے۔اسی وقت عبدالرحمٰن بن محمد نے رتبیل کے پاس پیغام بھیجااور اس شرط پر فوراً صلح ہو گئی کہ اگر ہم حجاج کے خارج کرنے میں کامیاب ہوگئے تو رتبیل کے ملک کا تمام خراج معاف کر دیا جائے گااور اگر حجاج غالب آیا تو رتبیل اس کویا اس کی فوج کو اپنے علاقے میں داخل ہونے سے روکے گااور برسر مقابلہ پیش آئے گا۔

چنانچہ یہ لشکر تمام فتح کئے ہوئے علاقے کو چھوڑ کر عراق کی طرف واپس روانہ ہوا۔جب اس لشکر کے واپس آنے کا حال حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے عبدالملک کو لکھا کہ یہ صورت پیش آئی ہے۔اب میری مدد کے لیے فوج روانہ کرو۔ عبدالملک نے فوج روانہ کی۔ مہلب کو جب اس حادثہ کی اطلاع ہوئی تو اس نے حجاج کو ہمدردانہ لکھا کہ تم اہل عراق کو واپس آکر اپنے اپنے گھروں میں پہنچ لینے دو اور ان سے بالکل متعارض نہ ہو۔

حجاج نے اس مشورے کی کوئی پرواہ نہیں کی بلکہ وہ عراقیوں سے بدظن ہو گیا۔اس نے مہلب کی نسبت بھی اپنے دل میں بدگمانی کو راہ دی اور یہ خیال کیا کہ مہلب گورنر خراسان بھی ضرور ان لوگوں کا ہم خیال و مشیر ہو گا۔ عبدالملک کی فرستادہ فوجیں جب آگئیں تو حجاج ان کو لے کر بصرہ سے اس طرف آگے بڑھا اور مقام تستر میں پہنچ کر سواروں کے دستے کو بطور مقدمتہ الجیش آگے بڑھایا۔ عبدالرحمٰن بن محمد بھی قریب پہنچ چکا تھا۔ عبدالرحمٰن کے سواروں نے حجاج کے سواروں کو شکست دے کر بھگادیا اور ایک بڑے حصے کو قتل کر ڈالا۔

اب حجاج تستر سے مجبوراً بصرہ کی طرف لوٹا اور مقام زاویہ کی طرف مڑ گیا۔ عبدالرحمٰن سیدھا بصرہ میں داخل ہوا۔اہل بصرہ نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حجاج کو مہلب کی نصیحت یاد آئی کہ اس نے جو کچھ لکھا تھا' درست لکھا تھا۔اہل بصرہ حجاج کی سخت گیری سے نالاں تھے۔ سب کے سب عبدالملک بن مروان کے خلع خلافت اور حجاج سے جنگ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

یہ واقعہ آخر ذی الحجہ سنہ۔۸۱ھ کا ہے۔ شروع محرم سنہ۔ ۸۲ھ سے حجاج اور عبدالرحمٰن بن محمد کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی حجاج غالب ہوتا' کبھی عبدالرحمٰن لیکن ۲۹/ محرم سنہ۔ ۸۲ھ کو جو لڑائی ہوئی۔اس میں عبدالرحمٰن بن محمد کو شکست فاش حاصل ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث اپنے شکست خوردہ ہمراہیوں کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور کوفہ دارالامارۃ پر قابض ہو گیا۔اہل بصرہ نے عبدالرحمٰن بن محمد کی شکست کے بعد عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کے ہاتھ پر بیعت کی اور حجاج کے ساتھ مقابلہ و مقاتلہ کا سلسلہ جاری رکھا۔پانچ چھ روز تک عبدالرحمٰن بن عباس نے حجاج کا خوب سختی سے مقابلہ کیا۔اس فرصت سے عبدالرحمٰن بن محمد کوفہ پر بآسانی قابض و متصرف ہو گیا۔ آخر عبدالرحمٰن بن عباس بھی معہ بہت سے بصریوں کے بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہوا اور عبدالرحمٰن بن محمد سے کوفہ میں جاملا۔ حجاج بصرہ میں داخل ہوا اور حکیم بن ایوب ثقفی کو بصرہ میں حاکم مقرر کر کے خود کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ مقام دیر قرہ میں ڈیرے ڈالے۔ ادھر کوفہ سے عبدالرحمٰن بن محمد نکلا اور دیر جم پر مورچے باندھے۔ طرفین سے خندقیں' مورچے' دمدے باندھے گئے اور لڑائی شروع ہوئی۔ یہ لڑائی عرصہ تک جاری رہی۔ ہر روز دونوں

Marfat.com

طرف کی فوجیں میدان میں نکلتیں اور ایک دوسرے کو پیچھے ہٹاتیں لیکن کوئی فیصلہ جنگ کا نہ ہوتا تھا۔ آخر عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ اور اپنے بھائی محمد بن مروان کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ کیا اور اہل عراق کی طرف ان دونوں کے ہاتھ پیغام بھیجا کہ:

"ہم حجاج کو معزول کئے دیتے ہیں۔ اہل عراق کے وظائف مثل اہل شام کے مقرر کر دیں گے۔ عبدالرحمٰن بن محمد جس صوبہ کی حکومت پسند کرے اس کو دے دی جائے گی"۔

حجاج کو اس پیغام کا حال معلوم ہو کر سخت صدمہ ہوا۔ اس نے عبداللہ و محمد کو اس پیغام کے پہنچانے سے روک کر عبدالملک کو خط لکھا کہ اس طرز عمل سے اہل عراق کبھی آپ کے مغلوب و محکوم نہ ہوں گے اور ان کی سرکشی ترقی کرے گی لیکن عبدالملک نے حجاج کی بات کو ناپسند کیا اور عبداللہ و محمد نے عبدالملک کا پیغام اہل عراق تک پہنچا دیا۔

اہل عراق کے لیے یہ بہت بڑی کامیابی تھی اور عبدالرحمٰن بن محمد اس کے تسلیم کرنے پر آمادہ تھا لیکن لشکریوں نے اس بات کو نہیں مانا اور سب نے مخالفت میں آواز بلند کر کے عبدالملک کے خلع خلافت کے لیے تجدید بیعت کی۔ عبداللہ و محمد یہ صورت دیکھ کر اپنی فوج حجاج کے پاس چھوڑ کر خود عبدالملک کے پاس واپس چلے گئے۔ اب طرفین میں تازہ جوش اور تازہ تیاریوں کے ساتھ پھر بڑے زور کی لڑائی شروع ہوئی اور ایک سال تک برابر لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ طرفین ہر روز اپنے اپنے مورچوں سے نکل کر نبرد آزما ہوتے اور شام کو اپنے مورچوں میں واپس چلے جاتے۔ ان لڑائیوں میں عبدالرحمٰن بن محمد کا پلہ بھاری نظر آتا تھا اور حجاج کا نقصان زیادہ ہوتا تھا لیکن حجاج کے پاس شام سے برابر امداد پہنچ رہی تھی۔ آخر ۱۵/ جمادی الثانی سنہ۔ ۸۳ھ کو ایک بہت بڑی فیصلہ کن جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں بعض اتفاقی واقعات کی بنا پر حجاج کو فتح ہوئی اور وہ فوراً کوفہ میں داخل ہو کر قابض ہو گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے وہاں سے بصرہ کا رخ کیا اور حجاج کے عامل کو نکال کر فوراً بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ حجاج نے کوفہ والوں سے بیعت لینی شروع کی اور جس نے تامل کیا اس کو بلا دریغ قتل کیا گیا۔

عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس بصرہ میں ایک بڑا لشکر مجتمع ہو گیا اور اس نے حجاج پر حملہ کرنے کا قصد کیا۔ حجاج یہ خبر سن کر کوفہ سے ایک زبردست شامی لشکر لے کر بصرہ کی طرف چلا۔ یکم شعبان سنہ۔ ۸۳ھ سے لڑائی شروع ہوئی۔ ۱۵/ شعبان تک نہایت زور و شور کے ساتھ لڑائی جاری رہی۔ حجاج کو کئی مرتبہ شکست ہوئی لیکن وہ سنبھل گیا۔ حجاج کے لشکر میں عبدالملک بن صلب بھی موجود تھا۔ ۱۵/ شعبان کو جب کہ عبدالرحمٰن بن محمد نے حجاج کو شکست فاش دے دی تھی' عبدالملک بن مہلب نے اپنے ہمراہی سواروں کو لے کر اچانک عبدالرحمٰن پر حملہ کیا۔ جب کہ وہ حجاج کے کیمپ کو لوٹ کر اور میدان سے بھگا کر اپنے لشکر گاہ میں مظفر و فتح مند واپس آیا تھا۔ اس اچانک حملے نے عبدالرحمٰن کے ہمراہیوں کو سراسیمہ کر دیا اور وہ بھاگ پڑے۔ بہت سے خندقوں میں گر کر ہلاک ہوئے' بہت سے مارے گئے۔ بہت سے اپنی جان سلامت لے گئے۔

حجاج جو شکست پا چکا تھا' واپس آ کر عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکر گاہ پر قابض ہوا۔ اس شکست کے بعد

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن محمد بصرہ سے سوس سابور' کرمان' زرنج' بست ہوتا ہوا رتبیل شاہ ترکستان کے پاس چلا گیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد کے ہمراہیوں نے بجستان کے قریب جمع ہو کر عبدالرحمٰن بن عباس بن ربیعہ بن حرث بن عبدالمطلب کو اپنی نمازوں کا امام بنادیا اور اپنے ساتھیوں کو ہر طرف سے بلایا اور عبدالرحمٰن بن محمد کے پاس پیغام بھیجا کہ تم واپس چلے آؤ اور خراسان پر قبضہ کرلو۔ عبدالرحمٰن بن محمد نے کہا کہ خراسان پر یزید بن مہلب حکمراں ہے۔ خراسان کا اس سے چھین لینا آسان کام نہیں لیکن ان لوگوں نے باصرار عبدالرحمٰن بن محمد کو بلولیا۔ وہ رتبیل کے پاس سے رخصت ہو کر آیا۔ ان لوگوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ ان کو لے کر ہرات کی طرف گیا۔ ہرات پر قبضہ کیا' یزید بن مہلب فوج لے کر مقابلہ پر آیا۔ دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو لڑائی شروع ہونے سے پیشتر ہی عبدالرحمٰن بن محمد کے لشکری میدان سے بھاگنے لگے۔ مجبوراً عبدالرحمٰن بن محمد نے اپنے چند ہمراہیوں سے مقابلہ کیا۔ بہت سے مقتول وگرفتار ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن محمد وہاں سے سندھ کی طرف بھاگا۔ یزید نے اپنی فوج کو تعاقب کرنے سے روک دیا۔ عبدالرحمٰن بن محمد سندھ پہنچ گیا۔ یزید نے جنگ ہرات میں جن لوگوں کو قید کیا تھا' انہیں مرو لے جا کر وہاں سے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ انہیں قیدیوں میں محمد بن سعد بن ابی وقاص بھی تھے جو حجاج کے حکم سے قتل ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سندھ سے رتبیل کے پاس چلا گیا اور وہاں جا کر سل کے عارضہ میں بیمار ہو گیا۔ حجاج نے رتبیل کو لکھا کہ عبدالرحمٰن بن محمد کا سر کاٹ کر بھیج دو تو دس برس کا خراج تم کو معاف کر دیا جائے گا۔ رتبیل نے اس بیمار کا سر کاٹ کر حجاج کے پاس بھیج دیا۔ یہ واقعہ سنہ۔ ۸۴ھ کا ہے۔

شہر واسط کی آبادی: اوپر آپ پڑھ چکے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن محمد کے مقابلہ کی غرض سے حجاج کو عبدالملک کے پاس سے بار بار فوجی امداد طلب کرنی پڑی تھی۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد عراق سے بے دخل ہو کر بجستان کی طرف واپس آیا تو حجاج کے پاس شامی لشکر بہت زیادہ تعداد میں موجود تھا۔ اہل کوفہ وبصرہ کی طرف سے حجاج کو اطمینان نہ تھا کیونکہ عبدالرحمٰن بن محمد کے ساتھ شریک ہو کر لڑنے والے اہل کوفہ وبصرہ ہی تھے۔ لہذا شامی لشکر کو ایک عرصہ تک کوفہ میں اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری تھا۔ اول حجاج نے حکم دیا کہ شامی لوگ کوفیوں کے گھروں میں قیام کریں لیکن چند ہی روز کے بعد شامی لوگوں نے کوفی عورتوں کے ساتھ بدعنوانیاں شروع کر دیں۔ اس کا حال حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے شامی لشکر کے لیے ایک الگ چھاؤنی قائم کرنی ضروری سمجھی۔ چنانچہ اس نے تجربہ کار لوگوں کی ایک جماعت کو مامور کیا کہ وہ چھاؤنی کے لیے کوئی مناسب مقام تجویز کریں۔ ان لوگوں نے ایک راہب کو دیکھا کہ وہ ایک مقام کو نجاست سے پاک وصاف کر رہا ہے۔ راہب سے جب اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے جواب دیا کہ ہم نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اس مقام پر عبادت کے لیے ایک مسجد بنائی جائے گی۔ جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے گی۔ لہذا میں اس جگہ کو پاک وصاف کر رہا ہوں۔ ان لوگوں نے حجاج سے آکر یہ کیفیت بیان کی۔ حجاج نے اس خاص مقام پر ایک مسجد بنا کر اسی کے اردگرد فوجی چھاؤنی قائم کر دی اور شامیوں کو وہاں چلے جانے کا حکم دیا۔ یہی شہر واسط کی ابتدا تھی۔ یہ واقعہ سنہ۔ ۸۳ھ کا

Marfat.com

ہے۔

یزید بن مہلب کی معزولی :حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث سے فارغ ہو کر اہل عراق پر نہایت سختی روا رکھی اور چن چن کر ان کے سرداروں کو قتل کرنا شروع کیا۔ اہل عراق یعنی کوفہ وبصرہ کا کوئی بھی نامور گھرانہ ایسا نہ تھا جس میں سے کوئی نہ کوئی شخص حجاج کے حکم سے قتل نہ ہوا ہو اور اس کو ذلت و سختی برداشت نہ کرنی پڑی ہو۔ صرف ایک مہلب کا گھرانا ایسا تھا جو باوفا رہنے کے سبب محفوظ رہا تھا۔ یزید بن مہلب خراسان کا گورنر اور حجاج و عبدالملک کا فرماں بردار تھا۔ حجاج نے کئی مرتبہ یزید کو اپنے پاس کوفہ میں طلب کیا لیکن ہر مرتبہ خراسان میں ایسی مصروفیتیں یزید کے لیے موجود تھیں کہ اس نے عذر کیا اور کوفہ نہ آسکا۔ حجاج شکی مزاج بھی تھا۔ اس نے یزید بن مہلب کی نسبت بدگمانی کو دل میں جگہ دی اور اس امر کے درپے ہوا کہ اس کو خراسان کی حکومت سے بے دخل کیا جائے۔ چنانچہ اس نے عبدالملک کو یزید کی شکایتیں لکھنی شروع کیں۔ عبدالملک نے ہر مرتبہ حجاج کو لکھا کہ مہلب اور اس کے بیٹے ہمیشہ ہمارے خیر خواہ اور نمک حلال رہے ہیں۔ وہ مستحق رعایت ہیں لیکن حجاج بار بار اور باصرار شکایتیں لکھتا رہا۔ عبدالملک نے مجبور ہو کر حجاج کو لکھا کہ تم کو چونکہ اپنی تجویز پر اصرار ہے لہذا میں تم کو اجازت دیتا ہوں کہ جس کو مناسب سمجھو خراسان کا حاکم مقرر کر دو۔ حجاج نے اس اندیشہ سے کہ کہیں خراسان کا مسئلہ پیچیدگی اختیار نہ کرے اور اس پر دوسرے عامل کا قبضہ نہ ہو سکے۔ اول یہ حکم یزید کے پاس بھیجا کہ تم اپنے بھائی مفضل بن مہلب کو خراسان کا ملک سپرد کر کے میرے پاس آؤ۔ یزید ابھی سامان سفر ہی درست کر رہا تھا کہ حجاج کا دوسرا حکم اور مفضل کے نام خراسان کی سند گورنری پہنچی۔ یزید نے اپنے بھائی سے کہا کہ تم اس سند گورنری سے دھوکا نہ کھا جانا۔ حجاج نے صرف میری وجہ سے کہ کہیں خراسان کی حکومت چھوڑنے سے انکار نہ کرے تم کو خراسان کا گورنر بنایا ہے۔ وہ چند روز کے بعد تم کو بھی معزول کر دے گا۔ یہ کہہ کر یزید مرو سے ربیع الثانی سنہ ۸۵ھ کو روانہ ہو گیا۔ یزید کا خیال بالکل صحیح ثابت ہوا اور حجاج نے نو مہینے کے بعد مفضل بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے قتیبہ بن مسلم کو خراسان کی گورنری پر مامور کیا۔

موسیٰ بن حازم : موسیٰ بن عبداللہ بن حازم کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ اس نے ترمذ میں اپنی ایک خود مختار حکومت قائم کر لی تھی۔ یہ بھی ذکر اوپر ہو چکا ہے کہ حریث و ثابت پسران قطنہ خزاعی مہلب کے پاس سے فرار ہو کر موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ترمذ میں چلے گئے تھے۔ مہلب جب خراسان کا گورنر ہوا تو اس نے اپنے عہد حکومت میں موسیٰ بن عبداللہ سے مطلق چھیڑ چھاڑ نہیں کی اور اپنے بیٹوں کو بھی نصیحت کی کہ تم لوگ موسیٰ سے ہمیشہ درگزر کا برتاؤ کرنا کیونکہ اگر موسیٰ بن عبداللہ نہ ہوا تو پھر خراسان کی گورنری پر کوئی شخص بنو قیس سے آئے گا۔ ہرات کے قریب جب عبدالرحمٰن بن عباس کے ہمراہی لوگ جو اس جگہ سے فرار ہوئے وہ بھی سیدھے ترمذ میں موسیٰ بن عبداللہ کے پاس پہنچے۔ جب عبدالرحمٰن بن محمد کا سر کاٹ کر رتبیل نے حجاج کے پاس بھیجا تو عبدالرحمٰن کے ہمراہی رتبیل کے پاس سے بھاگ کر موسیٰ بن عبداللہ کے پاس آئے اور ترمذ میں

Marfat.com

پناہ گزین ہوئے۔ اسی طرح موسیٰ بن عبداللہ کے پاس ترمذ میں آٹھ ہزار عربوں کی جمعیت فراہم ہو گئی۔ حریث و ثابت دونوں بھائی وزارت و بپہ سالاری کی خدمات انجام دیتے تھے اور موسیٰ بن عبداللہ خود مختار بادشاہ تھا۔ حریث و ثابت نے موسیٰ سے کہا کہ اہل بخارا اور تمام ترک سردار یزید بن مہلب سے ناراض ہیں۔ آؤ ان سب کو اپنے ساتھ ملا کر یزید بن مہلب کو خراسان سے بے دخل کر کے ملک خراسان پر قبضہ کر لیں۔ موسیٰ نے کہا کہ اگر یزید کو خراسان سے نکال دیا تو عبدالملک کا کوئی دوسرا گورنر آ کر قابض ہو جائے گا اور ہم خراسان کو بچا نہ سکیں گے۔ اس سے تو بہتر یہ ہے کہ ماوراء النہر یعنی ترکستان کے علاقوں سے عبدالملک کے عاملوں کو نکال دیں۔ اس ملک پر ہم بآسانی اپنا قبضہ قائم رکھ سکیں گے کیونکہ ادھر ہر طرف سے عبدالملک کی فوجیں نہیں آ سکتیں اور تمام سرحدوں پر ترک و مغل موجود ہیں جو ہماری مدد کریں گے۔ چنانچہ ماوراء النہر کے علاقے سے تمام عاملوں کو نکال دیا گیا اور موسیٰ بن عبداللہ کی حکومت ترمذ میں خوب مضبوط و مستقل ہو گئی۔

چند روز کے بعد ترکوں' مغلوں اور تبتیوں نے مل کر موسیٰ کے ملک پر حملہ کیا۔ ترکوں کا سردار دس ہزار فوج لیے ہوئے ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا۔ حریث بن قطنہ نے اس پر حملہ کیا۔ یہ حملہ اس شدت و سختی کے ساتھ کیا گیا کہ ترکوں کو ٹیلے کے پیچھے پناہ لینی پڑی۔ اس ہنگامہ دار و گیر میں ایک تیر حریث بن قطنہ کی پیشانی پر آ لگا۔ زخم ایسا کاری تھا کہ دو دن کے بعد حریث فوت ہو گیا۔ اس روز چونکہ شام ہو گئی تھی' لڑائی ملتوی کر دی گئی۔ اگلے دن موسیٰ نے حملہ کر کے ترکوں وغیرہ کو شکست فاش دی اور بہت سا مال غنیمت لے کر ترمذ کے قلعے میں واپس آیا۔ حریث کے مرنے کے بعد اس کا بھائی ثابت بن قطنہ موسیٰ کی طرف سے متوہم ہو کر موسیٰ سے جدا ہوا اور ترمذ سے بھاگ کر مقام حوشر امیں آ کر قیام کیا اور اپنے پاس اہل عرب و عجم کی جمعیت فراہم کرنے لگا۔

موسیٰ بن عبداللہ اس کے مقابلے کو فوج لے کر ترمذ سے چلا تو اہل بخارا' اہل کش' اہل نسف وغیرہ سب ثابت کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ موسیٰ کو مجبوراً ترمذ میں واپس آنا پڑا۔ چند روز کے بعد تمام اتراک جمع ہوئے۔ ثابت بن قطنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اسی ہزار کی جمعیت عظیم نے ترمذ کا محاصرہ کر لیا۔ موسیٰ نے بڑے عزم و ہمت کے ساتھ مدافعت کی۔ ثابت بن قطنہ مارا گیا اور اتراک بھی آوارہ و پریشان ہو کر اور محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔

اس ہنگامے سے فارغ ہوئے صرف چند ہی روز گزرے تھے کہ یزید بن مہلب خراسان کی گورنری سے معزول ہو کر کوفہ سے روانہ ہوا اور اس کی جگہ مفضل بن مہلب اس کا بھائی خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ مفضل نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی عثمان بن مسعود کو ایک لشکر دے کر موسیٰ بن عبداللہ بن حازم پر حملہ کرنے کے لیے مرو سے روانہ کیا اور اپنے بھائی مدرک بن مہلب کو جو بلخ میں تھا لکھا کہ تم بھی اپنی جمعیت لے کر ترمذ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ اس کے علاوہ رتبیل اور ترخون ترکی بادشاہوں کو لکھا کہ تم بھی اپنی اپنی فوجیں لے کر عثمان بن مسعود کی امداد کے لیے پہنچو۔ یہ ترک سردار پہلے ہی سے موسیٰ بن عبداللہ پر خار کھائے بیٹھے تھے اور بار بار اس کے ہاتھ سے شکستیں کھا چکے تھے' فوراً اپنی اپنی فوجیں لے کر ترمذ

Marfat.com

کی طرف روانہ ہوگئے۔ اس طرح موسیٰ بن عبداللہ کے علاقے میں چار طرف سے دشمن فوجیں داخل ہوئیں اور موسیٰ بن عبداللہ بن حازم نے مجبور ہو کر قلعہ ترمذ میں محصور ہو کر مقابلہ کرنا شروع کیا۔ ان افواج کثیر کا محاصرہ دو مہینے تک مسلسل جاری رہا اور کوئی امید فتح کی نظر نہ آئی۔ آخر موسیٰ بن عبداللہ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ اب زیادہ صبر نہیں ہو سکتا۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم دفعتہً دشمنوں پر جا پڑیں۔ سب نے اس تجویز کو منظور کیا۔

موسیٰ نے اپنے بھتیجے نصر بن سلیمان کو شہر و قلعہ ترمذ میں اپنا قائم مقام بنا کر وصیت کی کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو شہر و قلعہ عثمان بن مسعود کے سپرد نہ کرنا بلکہ مدرک بن مہلب کے حوالے کرنا۔ موسیٰ نے اپنے ہمراہیوں میں سے ایک تہائی آدمیوں کو عثمان بن مسعود کے مقابلہ کے لیے مامور کر کے حکم دیا کہ تم اول حملہ نہ کرنا بلکہ عثمان حملہ کرے تو اس کے جواب میں حملہ آور ہونا اور دو تہائی آدمیوں کو خود لے کر رتبیل و طرخون کی طرف حملہ آور ہوا۔ یہ موسیٰ کے مقابلے کی تاب نہ لا کر بھاگے اور موسیٰ دور تک ان کے تعاقب میں نکل گیا۔ جب موسیٰ واپس لوٹا تو اہل ضور اور دوسرے ترک قلعہ ترمذ کے درمیان حائل ہو گئے۔ لڑائی ہونے لگی۔ موسیٰ کو ہر چہار طرف سے ترکوں نے گھیر لیا۔ عثمان بن مسعود بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔ اول موسیٰ کا گھوڑا مارا گیا پھر اس کے بعد موسیٰ بھی داد شجاعت دیتا ہوا مقتول ہوا۔ اس طرح پندرہ سال تک ترمذ میں خود مختارانہ حکومت کرنے کے بعد سنہ ۸۵ھ میں موسیٰ بن عبداللہ بن حازم جو قبیلہ قیس سے تعلق رکھتا تھا' اس جہان سے رخصت ہوا۔ مفضل نے قتل موسیٰ کی بشارت حجاج کو لکھی لیکن وہ کچھ خوش نہیں ہوا۔ نصر بن سلیمان نے ترمذ مدرک کے سپرد کیا اور مدرک نے عثمان کے سپرد کیا۔

سکہ اسلامیہ کی ابتدا : عبدالملک بن مروان کی اولیات میں ایک یہ بات بھی ہے کہ اس کے زمانے میں پہلی مرتبہ مسلمانوں نے اپنا سکہ بنایا اور جاری کیا۔ اب تک شام' عرب مصر وغیرہ میں رومیوں کے سکے رائج تھے۔ عراق میں عموماً ایرانیوں کے سکے رائج تھے۔ ملک عرب میں نہ کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی تھی نہ عربی سکے موجود تھے۔ انہیں رومی سکوں کا رواج قدیم سے تمام ملک میں موجود تھا۔ اب جبکہ اسلامی سلطنت قائم ہو کر بلخ و جیحون سے بحر اطلانطک تک پھیل گئی تو کسی کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہوئی کہ اپنا سلسلہ الگ جاری کریں۔ اتفاقاً عبدالملک بن مروان کو بادشاہ روم کے پاس چند خطوط بھیجنے کا اتفاق ہوا۔ عبدالملک نے اسلامی دستور کے موافق خطوط کی پیشانی پر کلمہ توحید باری تعالیٰ اور درود شریف لکھا۔

شاہ روم نے عبدالملک کو لکھا کہ تم اپنے خطوط کی پیشانی پر توحید باری تعالیٰ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ذکر نہ لکھا کرو۔ یہ ہم کو ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ اگر تم اس حرکت سے باز نہ آئے تو ہم اپنی ٹکسال میں ایسے درہم و دینار مضروب کرا کر رائج کریں گے جن پر تمہارے نبی کا نام توہین کے ساتھ لکھا ہوا ہوگا اور تم کو بے حد ناگوار گزرے گا۔

عبدالملک کو اس خط کے پڑھنے سے تردد پیدا ہوا اور اس نے خالد بن یزید بن معاویہ سے مشورہ

Marfat.com

طلب کیا۔ خالد نے کہا کہ تم رومی سکوں کا رواج اپنے ملک میں قطعاً ترک کردو اور اپنے سکے مضروب کرا کر رائج کرو۔ عبدالملک نے اس رائے کو پسند کیا اور دارالضرب قائم کر کے چودہ قیراط وزن کے درم مضروب کرائے جو پانچ ماشے کے قریب وزنی ہوتے تھے۔ اس کے بعد حجاج نے درم و دینار پر ایک طرف قل ھواللہ احد مضروب کرایا۔ غرض عبدالملک نے فرمان جاری کر دیا کہ خراج میں سوائے عربی سکوں کے کوئی دوسرا سکہ قبول نہ کیا جائے گا۔ اس طرح فوراً تمام ملک میں عربی دینار و درم مروج ہو گئے۔

اہم واقعات کے سلسلہ میں بعض باتیں درج ہونے سے بھی رہ گئیں۔ مثلاً عبدالملک بن مروان نے خلیفہ ہونے کے بعد سنہ۔۷۵ھ میں پہلی مرتبہ حج کیا۔ سنہ۔۷۷ھ میں ہرقلہ فتح ہوا اور اسی سال عبدالعزیز بن مروان برادر عبدالملک نے جو مصر کا گورنر تھا جامع مسجد مصر کو گرا کر از سر نو تعمیر کرایا اور ہر چہار سمت سے اس کو وسیع کیا۔ سنہ۔۸۱ھ میں قالیقلا رومیوں سے فتح کیا۔ سنہ۔ ۸۲ھ میں قلعہ سنان فتح ہوا۔ مفضل بن مہلب گورنر خراسان نے موسیٰ بن عبداللہ کے قتل سے فارغ ہو کر بادغیس کو فتح کیا۔ سنہ۔ ۸۴ھ میں عبداللہ بن عبدالملک نے مصیصہ رومیوں سے فتح کیا۔ سنہ۔۸۵ھ میں عبدالعزیز بن ابوحاتم بن نعمان باہلی نے شہر اردبیل بسایا۔ ماہ جمادی الاول سنہ۔۸۵ھ میں عبدالملک کے بھائی عبدالعزیز بن مروان نے مصر میں انتقال کیا اور عبدالملک نے اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کی جگہ مصر کا گورنر مقرر کیا۔

ولید و سلیمان کی ولی عہدی : عبدالملک اس فکر میں غلطاں و پیچاں تھا کہ کسی طرح اپنے بھائی عبدالعزیز کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹوں کو ولی عہد بنائے مگر یہ کام کچھ آسان نہ تھا کیونکہ عام طور پر لوگوں کی مخالفت برپا ہونے کا اندیشہ تھا۔ جب عبدالعزیز کے مرنے کی خبر پہنچی تو عبدالملک کو قدرتی طور پر اپنی خواہش کے پورا کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اس نے رمضان سنہ۔۸۶ھ میں تمام صوبوں کے گورنروں اور عاملوں کے نام فرامین جاری کئے کہ عیدالفطر کے روز یکم شوال کو لوگوں سے ولید و سلیمان کی ولی عہدی کے لیے بیعت لے لیں۔ چنانچہ تمام ممالک میں تاریخ مقررہ پر ان دونوں کی ولی عہدی کے لیے بیعت لی گئی۔ مدینہ کا عامل ہشام بن اسماعیل مخزومی تھا۔ اس نے جب اہل مدینہ سے ولید و سلیمان کی بیعت ولی عہدی کے لیے کہا تو سب نے بیعت کی لیکن سعید بن مسیّب نے انکار کر دیا۔ ہشام نے سعید بن مسیّب کو گرفتار کر کے درے لگوائے اور تشہیر کرا کر قید کر دیا۔ عبدالملک کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ہشام کو خط لکھا کہ تم نے سعید بن مسیّب کے ساتھ سختی کرنے میں غلطی کی ہے کیونکہ ابن مسیّب میں نہ عداوت ہے نہ مخالفت نہ منافقت۔ ایسے شخص کو ہرگز تکلیف نہیں دینی چاہیے۔

عبدالملک بن مروان کی وفات : ولید و سلیمان کی ولی عہدی کے لیے بیعت لینے کے بعد عبدالملک ایک مہینے سے زیادہ نہیں جیا۔ یوم پنج شنبہ ۱۵/ شوال سنہ۔۸۵ مطابق ۱۹/ اکتوبر سنہ۔۷۰۵ء کو عبدالملک بیمار ہو کر فوت ہوا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد تیرہ برس تین مہینے اور ۲۳ دن عبدالملک زندہ رہا اور یہی اس کی خلافت کا زمانہ تھا۔ مرتے وقت عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو بلایا اور وصیت کی

Marfat.com

کہ:

"میں تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ تقویٰ ہی بہترین لباس اور بہترین جائے پناہ ہے۔ تمہارے بڑوں کو چاہیے کہ چھوٹوں پر شفقت کریں اور چھوٹوں کو چاہیے کہ بڑوں سے ادب و تعظیم کے ساتھ پیش آئیں۔ مسلمانوں کی رائے اور مشورہ کی ہمیشہ قدر کرنا اور مخالفت سے بچنا کیونکہ یہ وہی جڑے ہیں جن سے تم چباتے ہو اور وہی دانت ہیں جن سے تم توڑتے ہو۔ عقلمندوں پر احسان کرو کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں"۔

پھر وہ باتیں کہیں جن کا اوپر ذکر عبدالملک کے ابتدائی حالات میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے بعد عبدالملک کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے ولید بن عبدالملک کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عبدالملک کے پندرہ سولہ بیٹے اور کئی بیٹیاں تھیں۔ اس کی بیویوں میں ایک یزید بن معاویہ کی بیٹی' ایک حضرت علیؓ کی اور ایک عبداللہ بن جعفر کی بیٹی تھی۔ ولید اور سلیمان دونوں بھائی ولادہ بنت عباس کے بطن سے پیدا ہوئے تھے۔

خلاصہ کلام : عبدالملک بن مروان خلفائے بنوامیہ میں ایک مشہور اور بااقبال خلیفہ تھا۔ اس نے تمام عالم اسلام کو ایک مرکز سے وابستہ کرنے میں کامیابی حاصل کی اور شہادت عثمانؓ کے بعد جو افتراق پیدا ہو گیا تھا اس کو دور کر کے ایک عالمگیر اسلامی حکومت دوبارہ قائم کی۔ اس کام میں اس نے سختی و تشدد سے زیادہ کام لیا لیکن وہ اس کی معذرت میں خود کہا کرتا تھا کہ اگر ایسے جاہل و سرکش لوگوں سے صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کو واسطہ پڑتا تو وہ بھی یہی کرتے جو میں نے کہا۔ عبدالملک نے بنوامیہ کی حکومت کی جڑ جمادی جو اس سے پہلے مشتبہ حالت میں تھی۔ عبدالملک کے مزاج میں درشتی و سخت گیری کے ساتھ ہی معقول پسندی اور حق شناسی بھی تھی۔ ہم کو اس کی مستقل مزاجی اور بلند ہمتی کی بھی تعریف کرنی پڑتی ہے۔ عبدالملک کی غلطیوں اور خطاؤں میں سب سے بڑی خطا یہ سمجھی جاتی ہے کہ اس نے حجاج کو اس کے استحقاق سے زیادہ اختیار و اقتدار دیا اور حجاج نے اپنے اختیار کے ظالمانہ استعمال میں کمی نہیں کی لیکن اس قسم کی غلطیاں ہر اس حکمران سے سرزد ہو سکتی ہیں جو اپنی سلطنت کے قیام و استحکام کا خواہاں ہو۔ عبدالملک کی کامیابیوں میں عبیداللہ بن زیاد' حجاج بن یوسف ثقفی اور مہلب بن ابی صفرہ کو خاص طور پر دخل ہے۔ عبدالملک کے زمانے میں مسلمانوں کو فتوحات ملکی بھی حاصل ہوئی اور اندرونی خدشے بھی ایک ایک کر کے سب مٹ گئے۔ عبدالملک نے اپنی سیزدہ خلافت میں جو جو کام انجام دیئے ان کے اعتبار سے اس کا شمار نامور اور کامیاب خلفاء میں ہے۔ ساتھ ہی وہ باعظمت و باجبروت خلیفہ بھی تھا۔ علم و فضل کے اعتبار سے بھی اس کا مرتبہ بہت بلند تھا اور شجاعت و سپہ گری کے اعتبار سے بھی وہ بہادروں اور نامور سپہ سالاروں کی فہرست میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ عبدالملک کی وفات کے وقت ہم عالم اسلام کے ایک پر آشوب زمانہ سے نکل کر پرامن و سکون زمانے میں پہنچ گئے ہیں۔

☆+++++++++☆

Marfat.com

﴿دوسرا باب﴾

ولید بن عبدالملک

ابوالعباس ولید بن عبدالملک بن مروان سنہ۔۵۰ھ میں پیدا ہوااور ۳۶ سال کی عمر میں اپنے باپ عبدالملک بن مروان کی وفات کے بعد دمشق میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ چونکہ نہایت ناز و نعمت کا پلا ہوا تھالہذا علم و فضل سے بے بہرہ اور پڑھنے لکھنے میں بہت ہی ناقص تھا۔ عبدالملک کے کفن دفن سے فارغ ہو کر اس نے جامع مسجد دمشق میں آکر خطبہ دیااور بیان کیا کہ:

"لوگو! جس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم کیااس کو کوئی موخر نہیں کر سکتااور جس کو اللہ تعالیٰ نے موخر کیا اس کو کوئی مقدم نہیں کر سکتا۔ موت اللہ تعالیٰ کے علم قدیم میں تھی۔ جس کو اس نے انبیاء و صلحاسب کے لیے لازم کر دیاہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب اس امت کا ولی ایک ایسے شخص کو بنادیاہے جو مجرموں پر سختی اور اہل فضل واہل حق پر نرمی کرنے اور حدود شرعیہ کو قائم رکھنے کا عزم کرتاہے اور وہ خانہ کعبہ کے حج اور سرحدوں پر جہاد یعنی دشمنان دین پر حملے کرتے رہنے کا عازم ہے۔ اس کام میں نہ وہ سستی کرنا چاہتاہے نہ حد سے تجاوز کرنے کو اچھا جانتاہے۔ لوگو! تم خلیفہ وقت کی اطاعت کرواور مسلمانوں میں اتفاق کو قائم رکھو۔ یادرکھو جو سرکشی کرے گااس کا سر توڑ دیا جائے گااور جو خاموش رہے گاوہ اپنے مرض میں خود ہی ہلاک ہو جائے گا"۔

اس کے بعد لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی۔ ولید نے خلیفہ ہو کر حجاج کے اختیار و اقتدار کو بدستور قائم رکھا۔ حجاج نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو' جورے کا حاکم تھا مفضل بن مہلب کی جگہ خراسان کا گورنر مقرر کیااور قتیبہ بن مسلم نے چین اور ترکستان تک پیہم فتوحات حاصل کیں۔ مغرب کی جانب موسیٰ بن نصیر گورنر افریقہ نے اسلامی فتوحات کو مراقش سے گزر کر اندلس تک پہنچایا۔ ولید کے بھائی مسلمہ بن عبدالملک نے رومیوں کے مقابلے میں بہت سے شہر و قلعے فتح کیے۔

محمد بن قاسم بن محمد ثقفی نے جو حجاج کا قریبی رشتے دار یعنی بھتیجااور داماد تھا' سندھ و ہند کی طرف فتوحات حاصل کیں۔ ولید نے اپنے چچازاد بھائی حضرت عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ منورہ کا عامل و حاکم مقرر کیا۔ سنہ۔۸۷ھ میں ولید نے جامع دمشق کی توسیع و تعمیر کی اور اسی سال حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زیر اہتمام مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کو از سر نو تعمیر کرایااور ازواج مطہرات کے حجروں کو بھی مسجد میں شامل کر کے اس کو وسیع کیا۔ مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے قیصر روم نے بھی بہت سے قیمتی پتھر اور ہوشیار معمار ہدیۃً ولید کے پاس بھیجے۔ ولید نے رفاہ خلائق کے بہت سے کام کئے' سڑکیں نکلوائیں' شہروں اور قصبوں میں مدرسے جاری کئے' سرائیں بنوائیں' کنوئیں کھدوائے' شفاخانے کھلوائے' راستوں کے امن و امان اور مسافروں کی حفاظت کا انتظام کیا۔ مدینہ منورہ میں پانی کی قلت تھی' وہاں ایک نہر لا کر اہل مدینہ کی اس تکلیف کو دور کیا۔ محتاج خانے

Marfat.com

قائم کئے' رعایا کی تکلیف دور کرنے اور لوگوں کو راحت پہنچانے کا اس کو بہت خیال تھا۔ اس کے عہد حکومت میں ہر طرف فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رہا اور کوئی اندرونی بغاوت اور فتنہ و فساد جو قابل تذکرہ ہو' نمودار نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی پیہم فتوحات لوگوں کو فاروق اعظمؓ کا زمانہ یاد دلاتی تھیں۔ ولید نے فقراء و فقہاء اور علماء کے روزینے اس قدر مقرر کئے کہ وہ سب فارغ البال و خوش حال رہنے لگے۔ رفاہ رعایا کے لیے اس نے نہایت مفید ضابطے اور قاعدے مقرر کئے۔

ولید نے ہشام بن اسماعیل مخزومی کو امارت مدینہ سے معزول کر کے جب عمر بن عبدالعزیز کو مدینہ کا عامل مقرر کیا تو عمر بن عبدالعزیز نے سب سے پہلا کام مدینہ کی امارت اپنے ہاتھ میں لے کر یہ کیا کہ فقہائے مدینہ میں دس اعلیٰ درجہ کے عالموں کو منتخب کیا جن میں مدینہ کے فقہائے سبعہ بھی شامل تھے۔ ان دس آدمیوں کی ایک مجلس بنا کر اس مجلس کے مشورہ سے ہر ایک کام کو انجام دینے لگے۔ اس مجلس کے ارکان کو اپنی حکومت میں شریک کر کے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک ایسی اچھی مثال عمال سلطنت کے لیے قائم کی کہ اہل مدینہ نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے تقرر پر ولید بن عبدالملک کی خدمت میں شکر گزاری کے خطوط بھیجے اور خلیفہ وقت کو دعائیں دیں۔

ولید بن عبدالملک کی تخت نشینی کے بعد ہی حجاج نے یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں کو قید کر دیا اور ان پر غبن کا الزام لگایا۔

سنہ۔ ۸۷ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے بلاد روم پر براہ مصیصہ چڑھائی کی اور قلعہ لولق' اخرم بولس اور قمیقم وغیرہ کو فتح کیا۔ سنہ۔ ۸۸ھ میں جرثومہ اور طوانہ مفتوح ہوئے۔

سنہ۔ ۸۹ھ میں مسلمہ بن عبدالملک اور عباس بن ولید نے بلاد روم پر حملہ کیا۔ رومیوں کے ایک ٹڈی دل نے ان کا مقابلہ کیا لیکن مسلمانوں کی فوج نے ہر مقام پر ان کو شکست دے کر پسپا کیا۔ قلعہ سوریا' قلعہ اردولیہ عموریہ' ہرقلہ' قمولیہ وغیرہ مسلمانوں نے فتح کر لیے۔ اسی سال مسلمہ بن عبدالملک نے آذربائیجان کی طرف ترکوں پر حملہ کر کے بہت سے شہروں اور قلعوں کو فتح کیا۔ اسی سال جزیرہ منورقہ و مبورقہ مفتوح ہوئے۔

سنہ۔ ۹۰ھ میں عباس بن ولید نے سوریہ کے علاقہ میں پانچ زبردست قلعے تعمیر کئے۔

سنہ۔ ۹۱ھ میں ولید نے اپنے چچا محمد بن مروان کو جزیرہ و ارمینیا کی گورنری سے معزول کر کے اس کی جگہ اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو مامور فرمایا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے براہ آذربائیجان ترکوں پر جہاد کیا اور مقام باب تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ اسی سال نسف' کش' شومان وغیرہ کے قلعے مسلمانوں نے فتح کئے۔

سنہ۔ ۹۲ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے تین قلعے فتح کئے اور اہل سرسنہ کو بلاد روم کی طرف جلاوطن کر دیا۔ اسی سال سندھ میں دیبل فتح ہوا۔ اسی سال کرخ' برہم' باجہ' بیضا' خوارزم' سمرقند اور صغد فتح ہوئے۔

سنہ۔ ۹۳ھ میں مسلمہ بن عبدالملک اور عباس و مروان پسران ولید نے بلاد روم کی طرف حملہ کیا

Marfat.com

اور سبیطلہ، فجرہ، ماشہ، حصن الحدید، غزالہ، ملطیہ وغیرہ کو فتح کر لیا۔

سنہ۔۹۴ھ میں عباس بن ولید نے انطاکیہ اور عبدالعزیز بن ولید نے غزالہ دوبارہ فتح کیا۔ اسی سال ولید بن ہشام معیطی مروج الحمام تک اور یزید بن ابی کبشہ سرزمین سوریہ تک فتح کرتا ہوا چلا گیا۔ اسی سال کابل، فرغانہ، شاش، سندھ وغیرہ مفتوح ہوئے۔

سنہ۔۹۵ھ میں ہر قلہ والوں نے عساکر اسلامیہ کو دوسری طرف مصروف دیکھ کر سرکشی وبغاوت اختیار کی اور عباس بن ولید نے دوبارہ اس کو فتح کیا۔ اسی سال موقان اور مدینہ الباب وغیرہ مفتوح ہوئے۔

سنہ۔۹۶ھ میں طوس اور اس کا علاقہ مفتوح ہوا۔

ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جس قدر لڑائیاں اور جہاد ہوئے ان سب کے تفصیلی حالات اگر بیان کئے جائیں تو اس مختصر کتاب کی کئی جلدیں ولید ہی کے عہد خلافت میں ختم ہو جائیں گی۔ لہذا اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے عہد ولیدی کے چند نامور فتح مند سرداروں کے کارنامے بطور اشارات درج کئے جاتے ہیں تاکہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ کی حالت اور اس زمانے کے عالم اسلام کا اندازہ کرنے میں اس کتاب کے مطالعہ کرنے والوں کو کسی قدر آسانی رہے۔ مسلمہ بن عبدالملک بھی عہد ولید کے فتح مند سرداروں میں شامل ہے۔ جس کی فتوحات کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ اب باقی نامور سرداروں کے حالات ملاحظہ ہوں۔

قتیبہ بن مسلم باہلی : حجاج نے قتیبہ بن مسلم باہلی کو سنہ۔۸۶ھ میں امیر خراسان مقرر کیا تھا۔ قتیبہ نے مرو میں پہنچ کر ایاس بن عبداللہ بن عمرو کو صیغہ جنگ وصیغہ پولیس کا افسر مقرر کیا اور عثمان بن سعدی کو محکمہ مال سپرد کیا اور خود ایک زبردست فوج لے کر طالقان کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں ترکوں کا بادشاہ صغد کی خدمت میں حاضر ہوا اور فرماں برداری وخراج گزاری کا اقرار کر کے "آخردن" و "شومان" کے قریب پہنچا تو وہاں کے بادشاہوں نے بھی اطاعت وخراج گزاری کا اقرار کر کے صلح کی اور قتیبہ اپنے بھائی صالح کو فرغانہ کی طرف بھیج کر خود مرو میں واپس آیا۔ صالح نے کاشان، درشت اور اخسکیت وغیرہ بلاد فرغانہ کو فتح کر لیا۔ سنہ۔۸۷ھ میں قتیبہ نے علاقہ بخارا پر فوج کشی کی۔ اردگرد کے ترکوں نے مل کر مقابلہ کیا مگر سب ناکام رہے اور لشکر اسلام کے ہاتھ بے قیاس مال غنیمت آیا۔ سنہ۔۸۸ھ میں اہل صغد و فرغانہ نے سرکشی اختیار کی اور بادشاہ چین کے ہمشیرزادہ کو اپنا افسر بنا کر دو لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ پر تیار ہوئے۔ قتیبہ نے حملہ کر کے شکست دی اور مرو کو واپس چلا آیا۔ سنہ۔۸۹ھ میں بخارا، کش، نسف، صغد کے سرداروں نے مل کر بغاوت اختیار کی اور قتیبہ نے حملہ آور ہو کر ان کو شکست دی اور فرماں برداری پر مجبور کیا اور مرو کو واپس چلا آیا۔

سنہ۔۹۰ھ میں دردان بادشاہ بخارا اور بادشاہ صغد اور اردگرد کے ترک سرداروں نے پھر بغاوت پر استادگی کی مگر نیزک طرخان والی بادغیس مسلمانوں کا فرماں بردار رہا۔ قتیبہ نیزک طرخان کو ہمراہ لے کر بخارا کی طرف بڑھا، ترکوں نے مقابلہ پر خوب ہمت دکھائی۔ اول مقامی مقدمتہ الجیش کو شکست ہوئی لیکن پھر سنبھل کر اسلامی لشکر نے حملہ کیا تو ترکوں کے مورچوں پر قابض ہو گئے۔ ترکوں کا خاقان اور اس کا لڑکا مجروح ہو کر

Marfat.com

بھاگا اور مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ طرخون والی صغد نے سالانہ جزیہ ادا کرتے رہنے کا اقرار کیا اور قتیبہ مرو کی طرف واپس ہوا۔ قتیبہ کے واپس آتے ہی نیزک طخارستان میں پہنچ کر باغی ہو گیا۔ اصبہند بادشاہ بلخ و باذان بادشاہ مرو' ردود بادشاہ طالقان' فایارب والی جورجان اور بادشاہ کابل سب نے ایک زبردست سازش کی اور متفق ہو کر قتیبہ کے عاملوں کو نکال دیا۔ قتیبہ نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن مسلم کو بارہ ہزار فوج دے کر بھیجا کہ مقام بروقان میں قیام کرنا اور موسم سرما کے ختم ہوتے ہی قتیبہ نے نیشاپور کی طرف فوجیں روانہ کیں اور باغیوں پر کئی جانب سے حملے کئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کو قرار واقعی سزا دی اور سب نے عجز و فرماں برداری کا اقرار اور ادائے جزیہ کا وعدہ کیا۔ اسی سلسلے میں سمنگان کا قلعہ بھی فتح کر کے حکومت اسلامیہ میں شامل کیا۔ نیزک گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔

بادشاہ جرجان کی خطا معاف کر کے اس کو اس کے ملک پر قابض کر دیا گیا۔ غرض ان ترک سرداروں نے بار بار بغاوت کی اور ہر مرتبہ قتیبہ نے ان کو شکست دی۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ان کے دماغوں سے بغاوت و سرکشی کا خیال دور ہونے لگا۔ سنہ۔ ۹۲ھ میں رتبیل بادشاہ سجستان نے بغاوت کا ارادہ کیا' قتیبہ فوج لے کر اس کے سر پر پہنچا اور اس نے معافی مانگ کر زر جزیہ ادا کیا۔

سنہ۔ ۹۳ھ میں قتیبہ نے خوارزم کا ملک فتح کر کے وہاں کے بادشاہ کو خراج کی ادائیگی کا اقرار لے کر واپس دے دیا۔ جس زمانہ میں قتیبہ خوارزم کو فتح کر رہا تھا۔ اہل صغد نے یہ دیکھ کر کہ قتیبہ کو ہم سے بہت فاصلہ ہے' اس کے عامل کو نکال دیا اور بغاوت اختیار کی۔ قتیبہ نے مال غنیمت خوارزم سے مرو کی طرف روانہ کیا اور خود فوج لے کر نہایت تیز رفتاری سے صغد کی جانب روانہ ہوا۔

قتیبہ کی آمد کا حال سن کر خاقان چین سے اہل صغد نے امداد طلب کی اور اس نے اپنے نامور سپہ سالاروں اور شہزادوں کو قتیبہ کے مقابلہ کی غرض سے روانہ کیا۔ سمرقند کے قلعہ پر ترکوں نے مقابلہ کی تیاریاں کیں۔ قتیبہ نے آکر لڑائی شروع کر دی۔ نہایت خونریز معرکے ہوئے' خاقان چین کا بیٹا مارا گیا' قلعہ کو مسلمانوں نے زور و قوت کے ساتھ فتح کر لیا' ہزارہا ترک تہ تیغ ہوئے۔ ان پر نہایت بھاری خراج مقرر کیا اور نامور سردار جو ترکوں کے قید ہوئے تھے حجاج کے پاس بھیجے گئے۔ انہیں قیدیوں میں ایک عورت تھی جو یزدجرد کی نسل سے تھی۔ اس عورت کو حجاج نے ولید بن عبدالملک کے پاس بھیج دیا۔ ولید نے اس سے نکاح کر لیا جس سے اس کا بیٹا یزید پیدا ہوا۔ مرو میں واپس آکر قتیبہ نے مغیرہ بن عبداللہ کو نیشاپور کا عامل مقرر کیا۔

سنہ۔ ۹۴ھ میں اہل شاش نے سرکشی کی علامات ظاہر کیں۔ قتیبہ نے اہل بخارا' کش' نسف' خوارزم سے امدادی افواج طلب کیں۔ سب نے فوجیں روانہ کیں اور بیس ہزار کا لشکر جمع ہو گیا۔ قتیبہ نے خود مقام خجند پر ڈیرے ڈالے اور فوج کو سرداروں کے ساتھ شاش پر روانہ کیا۔ شاش مفتوح ہوا اور قتیبہ مرو کو واپس آیا۔ مرو کو واپس آتے ہوئے اس نے سنا کہ حجاج کا انتقال ہو گیا' قتیبہ نے اس کے بعد کاشغر تک کے تمام علاقے پر قبضہ کر کے ترکستان پر پورے طور پر اسلامی تسلط قائم کر دیا۔ اس کے بعد ہبیرہ بن مشمرج کلابی کے

Marfat.com

ہمراہ چند شخصون کی ایک سفارت بادشاہ چین کے پاس بھیجی کہ اسلامی سیادت کو تسلیم کرو ورنہ ملک چین کو غازیان اسلام کے گھوڑے روند ڈالیں گے۔اس سفارت کے پہنچنے سے بادشاہ چین مرعوب ہو گیااور اس نے قیمتی تحائف اور نذرانے بھیج کر قتیبہ سے صلح کی درخواست کی۔

محمد بن قاسم

جس زمانے میں مسلمانوں نے ملک عرب سے باہر فاتحانہ قدم نکالا ہے تو ملک سندھ میں بودھ مذہب کے راجہ حکمران تھے۔ایرانی شہنشاہی مسلمانوں کے ہاتھ سے پارہ پارہ ہوئی تو ایران سردار کچھ تو فرار ہو کر سندھ' ترکستان' چین کی طرف بھاگ گئے اور مسلمانوں کے خلاف جنگی تیاریوں میں مصروف ہوئے' کچھ مسلمان ہو کر عزت و آرام کے ساتھ اپنے ملک میں زندگی بسر کرنے لگے۔ سوء اتفاق سے بنوہاشم اور بنوامیہ میں جب قومی وخاندانی رقابتوں نے ترقی کی توان ایرانیوں کو بھی قومی رقابت یاد آگئی اور انہوں نے عبداللہ بن سبااور دوسرے منافقوں کی سازشوں میں بڑے ذوق و شوق سے حصہ لیناشروع کیا۔ان سازشوں اور مسلمانوں کی خانہ جنگیوں سے ان ایرانیوں کے منصوبوں میں جو سندھ' کابل' چین اور تبت وغیرہ میں جلاوطن ہو کر مقیم اور مخالف کوششوں میں مصروف تھے' از سر نو جان پڑ گئی اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کو ایرانیوں کی بدولت کوفہ وبصرہ میں بھی اور ایران و خراسان کے علاقوں میں بھی بار بار مشکلات کا سامنا ہوا۔

سندھ کا ملک چونکہ بصرہ و کوفہ یعنی عراق سے نسبتاً قریب تھااور ایرانی حکومت کی سرحد اس سے ملتی تھی۔لہذا زیادہ تر شرارت پیشہ ایرانیوں کا مامن ملک سندھ ہی بنا ہوا تھا۔اسلامی فتوحات کے سیلاب کو دیکھ دیکھ کر سندھ کا راجہ خود بھی ایرانیوں کی بربادی سے متاسف اور اس امر کا کوشاں تھا کہ کسی طرح ایرانی اپنی سلطنت پھر قائم کر سکیں۔ چنانچہ ایران کے آخری بادشاہ نے معرکہ نہاوند کے بعد کئی مرتبہ فوجیں جمع کر کے مسلمانوں کا مقابلہ کیا توان مقابلوں اور معرکوں میں سندھ کی امدادی فوج شاہ ایران کے ساتھ ضرور ہوتی۔ایران کی سلطنت جب برباد ہوئی تو سندھ کے راجہ نے اپنے سرحدی ایرانی صوبوں کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیااور مغلوب و مفتوح ایرانیوں نے کرمان و بلوچستان وغیرہ کے صوبوں کو بخوشی سندھ کے راجہ کو سپرد کر دیا تاکہ وہ مسلمانوں کے قبضے میں نہ جا سکیں اور اس کے معاوضہ میں سندھ کے راجہ کی حمایت ان کو حاصل رہے۔

یہ باتیں محرک اس امر کی تھیں کہ مسلمان سندھ پر حملہ کر کے سندھ کے راجہ کو درست کریں لیکن حضرت عثمان غنیؓ کے زمانے میں بھی ایران و خراسان پر مکمل قبضہ نہ ہونے پایا تھا کہ اندرونی فسادات شروع ہو گئے اور سندھ کی طرف کوئی توجہ نہ ہو سکی۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اندرونی خرخشوں سے نجات حاصل کر کے بیرونی ممالک کی طرف توجہ کی اور ان کے زمانے میں سندھ کے راجہ سے وہ صوبے جو ایرانی سلطنت کا جزو تھے واپس لینے کی کوشش کی گئی۔اس سلسلے میں معمولی چھیڑ چھاڑ سندھی فوجوں سے ہوئی لیکن ان کے بعد یزید کی حکومت میں پھر وہی اندرونی فسادات واپس آگئے اور مسلمان بیرونی علاقوں کی طرف متوجہ نہ ہو

Marfat.com

سکے۔

عبدالملک کے زمانے میں پھر مسلمانوں کو بیرونی ممالک کی طرف متوجہ ہونے کا موقعہ نہ ملا اور حجاج نے جو مشرقی ممالک کا وائسرائے تھا۔ سندھ کے مقابلے میں افغانستان و بدخشاں کے حاکم رتبیل کی سرکوبی کو اس لیے مقدم سمجھا کہ وہ خراسان کے اسلامی صوبہ کے لیے بہت زیادہ خطرناک ہو سکتا تھا۔ چنانچہ حجاج کی زیادہ تر توجہ رتبیل اور اس کی وجہ سے بخارا وغیرہ کی طرف مبذول رہی۔ حجاج کے گورنر قتیبہ نے ملک چین تک کے سرکشوں کو سیدھا کرنے میں کارہائے نمایاں دکھلائے۔ اس کے بعد سندھ کا ملک ہی ایک ایسا ملک تھا کہ مسلمان سندھیوں سے اپنے حقوق واپس لینے اور سندھ کے راجہ کو آئندہ کے لیے درست رکھنے کی غرض سے اپنی طاقت و سطوت کا نمونہ دکھاتے لیکن ابھی مسلمان اس ضروری کام کو اپنی طرف سے شروع نہ کرنے پائے تھے کہ خود سندھ کے راجہ نے مسلمانوں کو اپنے ملک پر حملہ آور ہونے کی دعوت دے دی۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کچھ مسلمان سوداگر جزیرہ سراندیپ میں بہ حالت سفر فوت ہو گئے تھے۔ ان کے یتیم بچے اور بیوہ عورتیں جو اس جزیرہ میں رہ گئیں' ان کو سراندیپ کے راجہ نے حجاج بن یوسف ثقفی اور خلیفہ ولید بن عبدالملک کی عنایت و مہربانی اپنی طرف مبذول کرنے کے لیے بہترین ذریعہ سمجھا۔ سراندیپ کا راجہ مسلمانوں کی فتوحات کا حال سن سن کر پہلے سے مرعوب اور اپنی نیاز مندی کے اظہار کی غرض سے کسی ذریعہ اور حیلہ کا متلاشی تھا۔ چنانچہ اس نے ان یتیم بچوں اور بیواؤں کو بڑی تعظیم و اکرام کے ساتھ اپنے معتمدوں کے ساتھ اپنے خاص جہاز میں بٹھا کر حجاج کے پاس روانہ کیا۔ بہت سے قیمتی تحفے اور ہدیے حجاج اور خلیفہ ولید کے لیے بھیجے اور ان یتیموں اور بیواؤں سے امید رکھی کہ یہ ضرور میری تعریف حجاج سے کریں گے۔ یہ کشتیاں سراندیپ سے روانہ ہو کر ساحل کے قریب قریب سفر کرتی ہوئی خلیج فارس کی طرف روانہ ہوئیں کہ وہاں سے خشکی پر اتر کر یہ لوگ معہ تحفہ و ہدایا حجاج کی خدمت میں کوفہ میں پہنچیں گے' راستے میں باد مخالف کے طوفان نے ان کشتیوں کو سندھ کے بندرگاہ دیبل میں لا ڈالا۔ یہاں سندھ کے راجہ مسمی داہر کے سپاہیوں نے ان کشتیوں کو لوٹ لیا اور سواروں کو قید کر لیا۔ یہ حال جب حجاج کو معلوم ہوا تو اس نے سندھ کے راجہ کو لکھا کہ وہ کشتیاں ہمارے پاس آ رہی تھیں' تم لٹیروں کو قرار واقعی سزا دو اور کشتیوں کے آدمیوں کو مع سامان مسروقہ ہمارے پاس بھیج دو یہاں سے راجہ نے حجاج کو نہایت مغرورانہ اور نامعقول جواب لکھا۔

حجاج نے اول عبداللہ اسلمی کو چھ ہزار فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔ عبداللہ سندھ میں پہنچ کر راجہ داہر کی فوج کا مقابلہ کرتا ہوا مارا گیا اور یہ مہم ناکام رہی۔ دوسری مرتبہ حجاج نے بدیل نامی سردار کو مامور کیا کہ وہ بھی چھ ہزار فوج لے کر دیبل تک پہنچ گیا مگر راجہ جے سب کے مقابلہ میں لڑتا ہوا گھوڑے سے گر کر شہید ہوا۔

اس خبر کو سن کر حجاج کو اور بھی زیادہ ملال ہوا۔ تیسری مرتبہ اس نے محمد بن قاسم کو جو اس کا داماد بھی تھا اور صرف سترہ سال کی عمر کا نوجوان تھا۔ چھ ہزار شامی فوج کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ کیا۔ محمد بن قاسم

Marfat.com

کے ساتھ اس مرتبہ شامی سپاہی اس لیے بھیجے گئے کہ حجاج کو اس بات کا شبہ تھا کہ عراقی و ایرانی سپاہی سندھیوں سے سازباز رکھتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے اول صوبہ مکران کو جس پر سندھیوں نے قبضہ کر رکھا تھا' فتح کر کے سندھیوں کو بھگا دیا۔ دیبل پر آیا' اس کو فتح کیا۔ نیرون اور برہمن آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ داہر کے پاس نہ صرف ایرانی لوگ ہی پناہ گزین تھے بلکہ بہت سے عرب لوگ بھی جو خلیفہ وقت یا عمال خلافت سے باغی ہو ہو کر بھاگے تھے' سندھ میں راجہ داہر کے پاس پناہ گزین تھے۔ اس لیے بھی سندھ پر حملہ کرنا ناگزیر تھا۔ راجہ داہر نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اس کے بعد محمد بن قاسم نے یکے بعد دیگرے سندھ کے شہروں کو فتح کرنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ تمام ملک سندھ اور ملتان اس کے ہاتھ پر فتح ہوا۔

سندھ کی فتح میں حجاج کی توجہ پورے طور پر محمد بن قاسم کی طرف مبذول رہی۔ وہ روزانہ خبریں منگواتا اور روزانہ محمد بن قاسم کو ہدایات بھیجتا تھا۔ محمد بن قاسم نے اپنے آپ کو سندھیوں کے لیے نہایت شفیق و رحم دل فاتح اور رعایا پرور حکمران ثابت کیا۔ اس نوجوان فتح مند نے جس رواداری' بردباری' سیر چشمی اور لطف و عطا کا اظہار کیا' اس کی مثالیں تاریخ عالم میں بہت کم دستیاب ہو سکتی ہیں۔ محمد بن قاسم کی فتوحات سندھ کا مفصل حال تاریخ ہند میں لکھا جائے گا۔ محمد بن قاسم ملتان کو فتح کر چکا تھا کہ اس کے پاس حجاج کے فوت ہونے کی خبر پہنچی مگر اس نے اپنی فتوحات کا سلسلہ برابر جاری رکھا اور سنہ۔۹۶ھ تک بندر سورت سے لے کر ملک کشمیر تک تمام مغربی ہندوستان کو مفتوح و محکوم کر لیا۔

حجاج بن یوسف ثقفی

حجاج کے حالات اوپر برابر ذکر ہوتے چلے آئے ہیں۔ ولید بن عبدالملک کے تخت نشین ہوتے ہی حجاج نے یزید بن مہلب کو خراسان کی گورنری سے حبیب بن مہلب کو کرمان کی حکومت سے معزول کر کے قید کر دیا تھا' پھر مہلب کے تمام بیٹوں کو قید کر دیا۔ یزید بن مہلب کے تمام بیٹوں کو قید کر دیا۔ یزید مع اپنے بھائیوں کے قید خانے سے فرار ہو کر فلسطین میں ولید بن عبدالملک کے بھائی سلیمان بن عبدالملک کے پاس پہنچا جو وہاں کا عامل تھا۔ حجاج نے ولید کو یزید بن مہلب کی شکایتیں لکھیں لیکن سلیمان کی سفارش سے یزید بن مہلب اور اس کے بھائیوں سے ولید نے کوئی مواخذہ نہ کیا۔ حجاج کے مزاج کی سختی نے اہل عراق کو پریشان کیا اور اکثر لوگ حجاج سے تنگ آ کر عراق سے فرار ہوئے اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ میں جا جا کر مقیم ہوئے۔ وہاں حضرت عمر بن عبدالعزیز حجاز کے گورنر تھے۔ انہوں نے عراق سے آئے ہوئے ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کیا۔

سنہ۔ ۹۳ھ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز نے عبدالملک کو ایک خط حجاج کی شکایت میں لکھا کہ اس نے اہل عراق کو بہت ستا رکھا ہے اور اپنے ظلم و زیادتی میں حد سے بڑھ گیا ہے۔ حجاج کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو اس نے بھی ایک خط حضرت عمر بن عبدالعزیز کی شکایت میں ولید کو لکھا کہ اکثر فتنہ پرداز اور منافق لوگ عراق سے جلاوطن ہو کر عمر بن عبدالعزیز کے پاس چلے جاتے ہیں اور عمر بن عبدالعزیز ان کی گرفتاری سے مانع

Marfat.com

ہوتے ہیں۔ یہ بات حکومت و سلطنت کے لیے موجب نقصان ثابت ہو گی۔ مناسب یہ ہے کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کریں۔

ولید نے ماہ شعبان سنہ۔ ۹۳ھ میں عمر بن عبدالعزیز کو حجاز کی حکومت سے معزول کر کے ان کی جگہ خالد بن عبداللہ کو مکہ مکرمہ کا اور عثمان بن حبان کو مدینہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ خالد نے مکہ میں جاتے ہی کل اہل عراق کو نکال باہر کیا اور ان لوگوں کو بھی دھمکایا' جنہوں نے اپنے مکانات اہل عراق کو کرایہ پر دے رکھے تھے۔ جو لوگ حجاج کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے مکہ مکرمہ میں آئے تھے' انہیں میں سعید بن جبیر بھی تھے۔ سعید بن جبیر کی خطا یہ تھی کہ وہ عبدالرحمٰن بن اشعث کے ہم آہنگ ہو گئے تھے اور حجاج کی نگاہ میں یہ خطا کوئی معمولی خطا نہ تھی۔ خالد نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ حجاج نے ان کو قتل کر دیا۔ سعید بن جبیر بالکل بے گناہ مقتول ہوئے اور اس قسم کے یہی ایک مقتول نہ تھے بلکہ بہت سے بزرگ اور نیک آدمیوں کو حجاج نے ظالمانہ قتل کیا۔

ولید بن عبدالملک کے بعد سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت کا آرزو مند تھا کیونکہ عبدالملک نے ولید کے بعد سلیمان کو ولی عہد بنایا تھا اور اسی پر لوگوں سے بیعت لی گئی تھی۔ ولید نے یہ چاہا کہ میں سلیمان اپنے بھائی کو محروم کر کے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ولی عہد بناؤں۔ اس خواہش اور ارادے کا حال ولید نے جدا جدا اپنے سرداروں کے سامنے بیان کیا تو حجاج اور قتیبہ نے تو پسند کیا لیکن اوروں نے ولید کو ڈرایا اور کہا کہ مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ اسی سال سنہ۔ ۹۵ھ میں بہ ماہ شوال بیس برس عراق کی حکومت کرنے کے بعد حجاج نے وفات پائی اور مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو عراق کا گورنر کیا۔ ولید بن عبدالملک نے حجاج کے تمام عاملوں کو ان کے عہدوں پر بدستور قائم رکھا۔

موسیٰ بن نصیر

جس طرح حجاج مشرقی ممالک کا سب سے بڑا وائسرائے تھا' اسی طرح مغربی ممالک کا وائسرائے ولید بن عبدالملک کے عہد میں موسیٰ بن نصیر تھا' جس کا جائے قیام مقام قیروان تھا۔ شمالی افریقہ کے اس سب سے بڑے حاکم کے پاس اندلس کے بعض لوگ آئے اور اپنے بادشاہ لذریق (راڈرک) کے ظلم و ستم کی شکایت کر کے التجا کی کہ آپ اندلس (اسپین) پر چڑھائی کر کے مراقش کی طرح اس کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیں۔

موسیٰ نے اہل اندلس کی اس درخواست پر چند روز غور کیا۔ اس کے بعد اپنے ایک غلام کو چار کشتیوں میں چار سو سپاہیوں کے ساتھ ساحل اندلس کی طرف روانہ کیا کہ وہاں کے حالات سے آگاہی حاصل ہو اور دوسری طرف خلیفہ ولید سے اندلس پر چڑھائی کرنے کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے چڑھائی کی اجازت عطا کر دی۔ ادھر وہ چار سو سپاہی بھی سالما غانما واپس آئے۔

Marfat.com

سنہ۔۹۱ھ یا سنہ۔ ۹۲ھ میں موسیٰ نے اپنے دوسرے آزاد کردہ غلام طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دے کر اندلس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ طارق اس زمانہ میں موسیٰ بن نصیر کی طرف سے طنجہ (واقع مراکو) کا حاکم تھا وہ اپنے سات ہزار ہمراہیوں کے ساتھ کشتیوں پر سوار ہو کر اور بارہ میل کی چوڑی آبنائے جبل الطارق کو عبور کر کے ساحل اندلس پر اترا اور شمال کی جانب متوجہ ہوا۔ علاقہ شذونہ میں اسپین کا بادشاہ لذریق ایک لاکھ جرار فوج کے ساتھ طارق کے مقابلہ پر آیا۔ آٹھ روز تک بڑے زور شور کے ساتھ لڑائی رہی۔ آخر آٹھویں روز ۲۸/ ماہ رمضان المبارک سنہ۔ ۹۲ھ کو شاہ لذریق طارق کے مقابلہ میں مارا گیا اور عیسائی لشکر نے راہ فرار اختیار کی۔

اسی سال سندھ کا راجہ داہر محمد بن قاسم کے مقابلہ میں مارا گیا تھا۔ اس کے بعد بڑی آسانی سے طارق اندلس کے شہروں کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھا۔ اس فتح عظیم کا حال جب موسیٰ بن نصیر کو معلوم ہوا تو اس نے طارق کو آئندہ پیش قدمی سے رکنے اور اپنے پہنچنے تک انتظار کرنے کے لیے لکھا مگر طارق اور اس کے بہادر سپاہی اب رک نہیں سکتے تھے۔ آخر رمضان سنہ۔ ۹۳ھ میں موسیٰ بن نصیر بھی اٹھارہ ہزار فوج لے کر اندلس پہنچ گیا اور تمام جزیرہ نمائے اندلس کو کوہ پیری نیز تک فتح کر لیا۔ مشرقی اندلس میں علاقہ پر شلونہ کو فتح کرنے کے بعد موسیٰ نے ولید بن عبدالملک کو لکھا کہ میں نے تمام ملک اسپین کو فتح کر لیا ہے۔ اب اجازت دیجئے کہ میں یورپ کے اندر ہوتا ہوا اور فتوحات حاصل کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچوں اور فتح قسطنطنیہ کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

لیکن ولید بن عبدالملک نے موسیٰ کو لکھا کہ تم اسپین میں کسی کو حاکم مقرر کر کے معہ طارق بن زیاد میرے پاس براہ افریقہ واپس آؤ۔ اگر اس وقت موسیٰ بن نصیر کو اجازت مل جاتی تو یہ کچھ بھی دشوار نہ تھا کہ تمام براعظم یورپ فتح ہو جاتا۔ بہر حال خلیفہ کے حکم کی تعمیل میں موسیٰ نے اندلس میں اپنے بیٹے عبدالعزیز کو گورنر مقرر کیا اور مراکو اپنے دوسرے بیٹے عبدالملک کو سپرد کیا اور قیروان میں اپنے تیسرے بیٹے عبداللہ کو اپنا جانشین بنایا اور اس انتظام سے فارغ ہو کر خود مع تحفہ وہدایا دمشق کی جانب روانہ ہوا لیکن یہ جس روز دمشق پہنچا ہے خلیفہ ولید بن عبدالملک کا انتقال ہو چکا تھا۔

ولید بن عبدالملک کی وفات : ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے الگ کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنانے کی جو کوشش کرنی چاہی تھی' وہ اس میں کامیاب نہ ہو گا۔ اگر وہ چند روز اور نہ مرتا تو شاید اپنے ارادے میں کامیاب ہو جاتا لیکن اب یہ ہوا کہ سلیمان ان سرداروں کا جنہوں نے ولید کے ارادے کی تائید کی تھی' دشمن ہو گیا۔ نیز ہر ایک اس شخص سے جس کو ولید محبوب ومکرم رکھتا تھا' سلیمان کو دشمنی ہو گئی اور اس کا نتیجہ آئندہ عالم اسلام کے لیے کسی قدر مضر ثابت ہوا۔ ولید بن عبدالملک نے ۱۵/ جمادی الثانی سنہ۔ ۹۶ھ مطابق ۲۵/ فروری سنہ۔ ۷۱۵ء میں ۴۵ سال چند ماہ کی عمر میں نو سال آٹھ مہینے خلافت کرنے کے بعد ملک شام کے مقام دیر مران میں وفات پائی اور ۱۹ بیٹے چھوڑے۔ ولید کے عہد خلافت میں سندھ' ترکستان' سمرقند وبخارا وغیرہ۔ اندلس' ایشیائے کوچک کے اکثر شہر وقلعے اور بعض جزیرے حکومت اسلامی میں شامل ہوئے۔ ولید کی

Marfat.com

خلافت مسلمانوں کے لیے ایک طرف راحت و آرام اور خوش حالی کا زمانہ تھا تو دوسری طرف فتوحات ملکی کا خاص زمانہ تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے بعد اس قدر عظیم واہم فتوحات ملکی اور کسی خلیفہ کے زمانے میں اب تک مسلمانوں کو حاصل نہ ہوئی تھیں۔ جب ولید کا انتقال ہوا ہے تو اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک مقام رملہ میں تھا۔

سلیمان بن عبدالملک

سلیمان اپنے بھائی ولید سے چار سال عمر میں چھوٹا تھا۔ ولید کی وفات کے بعد اس کے ہاتھ پر جمادی الثانی سنہ۔۹۶ھ میں بیعت خلافت ہوئی۔ حجاج چونکہ سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کرانے میں ولید کا ہم خیال تھا اور قتیبہ بن مسلم بھی اس معاملہ میں حجاج وولید کا ہمنوا تھا۔ لہذا سلیمان کو حجاج وقتیبہ دونوں سے سخت عداوت تھی۔ حجاج' سلیمان کے خلیفہ ہونے سے پہلے ہی فوت ہو چکا تھا۔ قتیبہ البتہ خراسان کی گورنری پر مامور اور زندہ موجود تھا۔ قتیبہ کو اس بات کا احساس تھا کہ سلیمان کی خلافت میں میرے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھا جائے گا۔

قتیبہ کا قتل : قتیبہ بن مسلم باہلی امیر خراسان نے جب یہ سنا کہ ولید فوت ہو گیا اور اس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا تو اس نے خراسان کی تمام موجودہ فوج اور سرداران لشکر کو جمع کر کے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ سلیمان بن عبدالملک کی خلافت سے انکار کرنا چاہیے۔ قتیبہ کے پاس جو فوج تھی اس میں ایک زبردست حصہ بنو تمیم کا تھا۔ بنو تمیم کا سردار وکیع تھا۔ وکیع نے یہ رنگ دیکھ کر لوگوں سے سلیمان بن عبدالملک کی بیعت خلافت لینی شروع کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر تمام لشکر میں پھیلی اور تمام قبائل وکیع کے گرد جمع ہو گئے۔ قتیبہ نے ہر چند کوشش کی کہ لوگ اس کی باتیں سنیں اور اس سے افہام و تفہیم کریں لیکن پھر کسی نے اس کی بات نہ پوچھی اور علانیہ گستاخیاں کرنے لگے۔ قتیبہ کے ساتھ اس کے بھائی اور بیٹے اور رشتے دار شریک رہے۔ آخر لشکریوں نے لوٹ مار شروع کر دی اور قتیبہ کی ہر چیز کو لوٹنا اور جلانا شروع کیا۔ قتیبہ کے رشتے داروں نے قتیبہ کے خیمہ کی حفاظت کرنی چاہی لیکن وہ سب مارے گئے اور آخر کار قتیبہ بھی بہت سے زخم کھا کر بے ہوش ہو کر زمین پر گرا اور لوگوں نے فوراً اس کا سر کاٹ لیا۔ قتیبہ کے صرف بھائی اور بیٹے گیارہ شخص مارے گئے۔ اس کے بھائیوں میں سے صرف ایک شخص عمر بن مسلم اس لیے بچ گیا کہ اس کی ماں قبیلہ بنو تمیم سے تھی۔ وکیع نے قتیبہ کا سر اور اس کی انگوٹھی خراسان سے سلیمان بن عبدالملک کے پاس بھجوادی۔ قتیبہ بن مسلم خاندان بنوامیہ کے سرداروں میں نہایت زبردست فتح مند اور نامور سردار تھا۔ ایسے زبردست کی ایسی موت نہایت افسوسناک حادثہ ہے لیکن چونکہ اس نے خلیفہ وقت کے خلاف سازش کرنے میں ناعاقبت اندیشی سے کام لیا تھا' لہذا سلیمان بن عبدالملک پر قتیبہ کے قتل کا کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا۔

محمد بن قاسم کی وفات : سلیمان بن عبدالملک پر سب سے بڑا الزام محمد بن قاسم کے معاملہ میں لگایا جا

Marfat.com

سکتا ہے۔ سلیمان کو اگر حجاج سے عداوت و دشمنی تھی تو اس دشمنی کو حجاج کے رشتے داروں تک بلاوجہ وسیع نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن افسوس ہے کہ سلیمان نے محمد بن قاسم کو بھی اسی طرح کشتنی و گردن زدنی سمجھا جس طرح وہ حجاج کو سمجھتا تھا۔ محمد بن قاسم نہایت سمجھدار' بہادر' مستقل مزاج' نیک طینت اور جوان صالح تھا۔ اس نوجوان نے سندھ و ہند کی فتوحات میں ایک طرف اپنے آپ کو رستم و اسکندر سے بڑھ کر ثابت کیا تو دوسری طرف وہ نوشیروان عادل سے بڑھ کر عادل و رعایا پرور ظاہر ہوا تھا۔ اس نوجوان فتح مند سردار نے سلیمان کے خلاف قطعاً کوئی حرکت کبھی نہیں کی تھی۔

حجاج کی وفات کے بعد بھی وہ اسی طرح فتوحات و ملک داری میں مصروف رہا۔ جیسا کہ حجاج کی زندگی میں تھا۔ اس کے پاس جس قدر فوج تھی وہ سب کی سب دل و جان سے اس پر فدا اور اس کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو بسر و چشم موجود تھی اور یہ بھی سب سے بڑی دلیل اس بات کی تھی کہ محمد بن قاسم نہایت اعلیٰ درجہ کی قابلیت سپہ سالاری رکھتا تھا۔ ایسے نوجوان کی جس کی ابتدا ایسی عظیم الشان تھی' اگر تربیت کی جاتی اور اس سے کام لیا جاتا تو وہ سلیمان بن عبدالملک کے لیے تمام براعظم ایشیا کو چین و جاپان تک فتح کر دیتا لیکن سلیمان نے جذبہ عداوت سے مغلوب ہو کر یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے بھیج دو۔ سلیمان کا یہ حکم درحقیقت تمام کام گزار اور فتح مند سپہ سالاروں کو بددل بنا دینے کا ایک زبردست اعلان تھا۔ کسی خلیفہ یا سلطان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی قابل شرم بات نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے سرداروں کے عظیم الشان اور قابل تعریف کاموں کا صلہ بجائے تحسین و آفرین اور عزت افزائی کے قید و گرفتاری سے دے۔

یزید بن ابی کبشہ سندھ میں آکر زور و قوت کے ذریعہ محمد بن قاسم کو ہرگز ہرگز مغلوب نہیں کر سکتا تھا۔ محمد بن قاسم کے ہمراہیوں کو جب خلیفہ کے اس نامعقول حکم کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے محمد بن قاسم سے کہا کہ تم اس حکم کی تعمیل ہرگز نہ کرو۔ ہم تم کو اپنا امیر جانتے اور تمہارے ہاتھ پر طاعت کی بیعت کیے ہوئے ہیں۔ خلیفہ سلیمان کا ہاتھ ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکتا۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ محمد بن قاسم کو مغلوب کرنے کے لیے خلیفہ سلیمان کو اپنی خلافت کا پورا زور لگانا پڑتا کیونکہ یہاں محمد بن قاسم کے پاس اس کی ہر دل عزیزی کے سبب ایسے ذرائع موجود تھے کہ سندھ کے ریگستان کا ہر ایک ذرہ اس کی اعانت و امداد کے لیے کوشاں ہوتا مگر اس جوان صالح نے فوراً بلا توقف اپنے آپ کو ابن ابی کبشہ کے سپرد کر دیا اور کہا کہ خلیفہ وقت کے حکم کی نافرمانی کا جرم مجھ سے ہرگز سرزد نہ ہوگا۔ چنانچہ محمد بن قاسم کو گرفتار کرنے کے بعد ابن ابی کبشہ نے دمشق کی جانب روانہ کر دیا۔ وہاں سلیمان کے حکم سے وہ واسط کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا اور صالح بن عبدالرحمٰن کو اس پر مسلط کر دیا جس کو اس نے جیل خانے میں انواع و اقسام کی تکلیفیں دے دے کر مار ہی ڈالا۔

موسیٰ بن نصیر کا انجام : موسیٰ بن نصیر کی نسبت اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس نے تمام شمالی افریقہ میں امن و امان قائم رکھا اور اندلس کی فتح کو تکمیل تک پہنچایا۔ موسیٰ کا باپ نصیر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم کا

Marfat.com

مولیٰ یعنی آزاد کردہ غلام تھا' جو خاندان مروان کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا۔ اس بہادر سردار کے حوصلے کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ وہ تمام براعظم یورپ کی صرف پندرہ بیس ہزار فوج سے فتح کر لینے کا ارادہ رکھتا تھا۔ موسیٰ بن نصیر جب دارالخلافہ میں پہنچا تو اس کا قدر شناس خلیفہ ولید فوت ہو چکا تھا۔ سلیمان نے موسیٰ کے ساتھ بجائے اس کے کہ عزت و قدردانی کا برتاؤ کرتا اس کو قید میں ڈال دیا اور اس قدر بھاری تاوان ان کے ذمہ عائد کیا جو موسیٰ کی استطاعت سے باہر تھا۔ یہاں تک کہ موسیٰ کو تاوان کا روپیہ پورا کرنے کے لیے عرب سرداروں سے مانگ کر اپنی آبرو برباد کرنی پڑی اور اس کی تمام ناموری اور عزت و حرمت خاک میں مل گئی۔

ولید کے زمانے کے نامور سرداروں میں سے صرف مسلمہ بن عبدالملک سلیمان کی عنایت ریزیوں سے بچا رہا اور سلیمان نے بدستور اس کو اپنے عہدے اور مرتبہ پر قائم رکھا۔ مسلمہ' سلیمان کا بھائی تھا اور اس کو ولی عہدی کے معاملہ سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا اسی لیے سلیمان نے اس کو اپنے دشمنوں کی فہرست میں داخل نہیں کیا۔

یزید بن مہلب :اوپر بیان ہو چکا ہے کہ حجاج مہلب کے بیٹوں سے ناراض تھا اور یزید بن مہلب کو معہ اس کے بھائیوں کے قید کر دیا تھا۔ یزید بن مہلب جیل خانے سے بھاگ کر فلسطین میں سلیمان بن عبدالملک کے پاس چلا گیا۔ اس زمانہ میں سلیمان بن عبدالملک فلسطین کا گورنر تھا۔ یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ حجاج نے مرتے وقت اپنے بیٹے عبداللہ بن حجاج کو اپنی جگہ عراق کا گورنر مقرر کیا تھا اور ولید بن عبدالملک نے اس تقرر کو جائز رکھا تھا۔ اب ولید کی وفات کے بعد جب سلیمان بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا تو اس نے سب سے پہلے حجاج کے بیٹے عبداللہ کو معزول کر کے اس کی جگہ یزید بن مہلب کو گورنر عراق مقرر کیا۔ یزید بن مہلب جانتا تھا کہ اگر لوگوں سے خراج وصول کرنے میں' میں نے سختی کی تو حجاج کی طرح بدنام ہو جاؤں گا اور اگر رعایت و نرمی سے کام لیا تو سلیمان بن عبدالملک کی نگاہوں سے گر جاؤں گا۔ اس لیے اس نے یہ تدابیر اختیار کیں کہ سلیمان بن عبدالملک کو اس بات پر رضامند کیا کہ وہ عراق کی تحصیل خراج یعنی صیغہ مال کی افسری پر صالح بن عبدالرحمٰن کو مقرر کر دے اور باقی انتظامی و فوجی معاملات گورنر عراق یعنی یزید بن مہلب سے متعلق رہیں۔ یزید بن مہلب کی یہ خواہش سلیمان کو اس لیے بھی ناگوار نہ گزری کہ وہ جانتا تھا کہ حجاج نے یزید بن مہلب پر سرکاری روپیہ کے خرد برد کرنے کا الزام لگا کر قید کیا تھا۔ چنانچہ صالح بن عبدالرحمٰن صیغہ مال کی افسری پر مامور ہو کر اول عراق کی جانب بھیج دیا گیا اس کے بعد یزید بن مہلب بھی عراق کا گورنر بن کر کوفہ میں وارد ہوا۔ یہاں یزید و صالح میں ناچاقی پیدا ہوئی اور یزید بن مہلب کے لیے صالح بن عبدالرحمٰن کا وجود باعث تکلیف ثابت ہونے لگا۔

اسی دوران میں خبر آئی کہ قتیبہ بن مسلم خراسان میں مارا گیا۔ یزید خراسان کی گورنری کو ترجیح دیتا تھا کیونکہ وہ اور اس کا باپ خراسان کا گورنر رہ چکے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے یزید بن مہلب کی خواہش کے موافق اس کو خراسان کے صوبہ کی سند گورنری دے کر عراق کو بھی اسی کے ماتحت رکھا۔ یزید نے عراق کے

Marfat.com

اندر کوفہ' بصرہ اور واسط وغیرہ میں اپنے جدا جدا نائب چھوڑ کر خود خراسان کا قصد کیا۔ خراسان میں پہنچ کر یزید بن مہلب نے اول قہستان پر اس کے بعد جرجان پر چڑھائی کی اور یہاں کے باغی سرداروں سے جرمانہ و خراج وصول کر کے مصالحت کی۔ اہل جرجان نے چند روز کے بعد پھر بغاوت کی۔ یزید نے چڑھائی کر کے چالیس ہزار ترکوں کو معرکہ جنگ میں قتل کیا اور شہر جرجان کا بنیادی پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ کر وہاں جہم بن ذخر جعفی کو اپنی طرف سے حاکم مقرر کیا۔ اس سے پیشتر جرجان کسی شہر کا نام نہ تھا بلکہ وہ ایک پہاڑی علاقہ تھا' جس میں چھوٹے چھوٹے بہت سے دیہات شامل تھے۔ یزید بن مہلب نے ایک شہر آباد کیا' جس کا نام جرجان مشہور ہوا۔ اس کے بعد طبرستان کو فتح کر کے اپنا عامل مقرر کیا۔

مسلمہ بن عبدالملک : سنہ۔۹۷ھ میں مسلمہ بن عبدالملک نے علاقہ رضاحیہ کو فتح کیا۔ سنہ۔۹۸ھ میں ایک رومی سردار القون نامی نے حاضر دربار خلافت ہو کر قسطنطنیہ کے فتح کرنے کی ترغیب دی۔ سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد اور اپنے بھائی مسلمہ کو فوج دے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔ مسلمہ اس فوج کا سپہ سالار اعظم تھا۔ مسلمہ نے جا کر قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔ جب لشکر اسلام قسطنطنیہ کے قریب پہنچا تھا تو مسلمہ نے لشکریوں کو حکم دیا تھا کہ ایک ایک مد غلہ ہر شخص اپنے ہمراہ لیتا چلے اور لشکر گاہ میں لے جا کر جمع کرے۔ قسطنطنیہ کا محاصرہ کرنے کے بعد یہ غلہ جمع کیا گیا تو غلہ کے انبار پہاڑوں کی طرح جمع ہو گئے۔ مسلمہ نے قسطنطنیہ کا محاصرہ ڈال کر فوج والوں کے لیے مکانات مٹی پتھر کے بنوا دیئے اور میدانوں میں کھیتی کرنے کا حکم دیا گیا۔ چنانچہ کھیتی پک کر تیار ہو گئی۔ روزانہ اخراجات خورد و نوش کے لیے غلہ لوٹ مار کے ذریعے فراہم کیا جاتا تھا۔ غلہ کے انبار محفوظ تھے۔ کھیتی پک کر تیار ہو گئی تھی۔ اہل قسطنطنیہ اس عزم و ہمت اور استقلال کے ساتھ محاصرہ دیکھ کر سخت پریشان ہوئے۔ سال بھر گزرنے کے بعد انہوں نے خفیہ پیغاموں کے ذریعے اسی رومی سردار القون نامی کو اپنی طرف متوجہ کر کے اس بات کا لالچ دیا کہ اگر مسلمانوں کا محاصرہ اٹھوا دو اور ان کو یہاں سے رخصت کر دو تو ہم آدھا ملک تم کو دے دیں گے۔ القون اس پر رضامند ہو گیا۔ اس نے مسلمہ کو مشورہ دیا کہ اگر تم اپنے غلہ کے انباروں اور کھیتوں کو آگ لگا دو گے تو رومی لوگ یہ سمجھیں گے کہ اب مسلمان سخت اور فیصلہ کن حملہ کرنے پر مستعد ہو گئے ہیں۔ لہذا امید ہے کہ وہ فوراً شہر آپ کے سپرد کر دیں گے اور بغیر لوٹے ہوئے بہ آسانی شہر پر قبضہ ہو سکے گا۔ مسلمہ رومی سردار کے اس چکمے میں آ گیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر رومی مسلمہ کے پاس یہ پیغام بھیج چکے تھے کہ ہم سے فی کس ایک اشرفی کے حساب سے جزیہ لے لو اور محاصرہ اٹھا کر چلے جاؤ لیکن مسلمہ ان کی اس درخواست کو رد کر چکا تھا۔ چند روز اور محاصرہ جاری رہتا تو قسطنطنیہ کے فتح ہونے میں کوئی شبہ باقی نہ تھا لیکن اللہ تعالیٰ کو ابھی منظور نہ تھا کہ مسلمان قسطنطنیہ پر قابض و متصرف ہوں۔ چنانچہ مسلمہ نے غلہ کے انباروں اور کھیتوں میں آگ لگوا دی۔

اس احمقانہ فعل کا اثر یہ ہوا کہ رومی بہت خوش ہوئے اور مدافعت پر دلیر ہو گئے۔ مسلمانوں کو غلہ کی تکلیف ہونے لگی۔ ادھر القون معہ اپنے ہمراہیوں کے لشکر اسلام سے جدا ہو کر رومیوں میں جا ملا۔ سلیمان بن

Marfat.com

عبدالملک، مسلمہ کو روانہ کرنے کے بعد خود مقام وابق میں مقیم تھا اور یہیں سے ہر قسم کی امداد مسلمہ کو پہنچاتا رہتا تھا۔ ادھر کھیتی اور غلہ کو جلادیا گیا۔ ادھر موسم سرما کے آجانے کی وجہ سے سلیمان سامان رسد وغیرہ کی امداد مسلمہ تک نہ پہنچا سکا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لشکر اسلام کو فاقے ہونے لگے اور بھوک کی وجہ سے لوگ مرنے شروع ہوئے کیونکہ اب اردگرد کے علاقے سے بھی غلہ لوٹ مار کے ذریعے حاصل نہ ہو سکتا تھا۔

مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر قیصر کے سردار برجان نامی نے جو شہر صقالیہ کا گورنر تھا۔ ایک فوج عظیم کے ساتھ لشکر اسلام پر حملہ کیا۔ مسلمہ نے اس کا مقابلہ کر کے شکست دی اور شہر صقالیہ کو فتح کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔ اسی عرصہ میں خبر پہنچی کہ سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہو گیا۔

سلیمان بن عبدالملک کے اخلاق وعادات : سلیمان بن عبدالملک نہایت فصیح البیان شخص تھا۔ عدل وانصاف کا شوقین اور جہاد کا حریص تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو سلیمان نے اپنا وزیر و مشیر بنایا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سلیمان کے اخلاق وعادات میں خوبیاں پیدا ہو گئی تھیں۔ عہد بنوامیہ میں ایک بری رسم جاری ہو گئی تھی کہ وہ نماز عموماً دیر کر کے آخر وقت میں پڑھتے تھے۔ سلیمان بن عبدالملک نے اس رسم کو مٹا کر نمازیں اول وقت پڑھنی شروع کیں۔ راگ اور گانے سے بھی سلیمان بن عبدالملک کو سخت نفرت تھی۔ چنانچہ اس نے گانے بجانے کی ممانعت کی۔ سلیمان نہایت خوبصورت اور وجیہہ شخص تھا۔ تنومند اور پرخور بھی تھا۔ ایک مرتبہ ستر انار، بہت سی کشمش، چھ مہینے کی عمر کا ایک بکرا اور چھ مرغ کھا گیا اور سب کو ہضم کر لیا۔

ولی عہدی : سلیمان بن عبدالملک نے اپنے بیٹے ایوب کو اپنا ولی عہد بنایا تھا لیکن جب ایوب فوت ہوا اور مقام ابق میں وہ علیل ہوا تو اس نے رجاء بن حیوۃ سے مشورہ کیا کہ میں کس کو اپنی جانشینی کے لیے نامزد کروں۔ اول سلیمان نے اپنے بیٹے داؤد کا نام لیا۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ وہ قسطنطنیہ کے محاصرہ میں مصروف اور کفار سے لڑ رہا ہے۔ عرصہ سے وہاں کی کوئی خبر نہیں ملی۔ اللہ جانے وہ زندہ ہے یا شہید ہوا۔ ادھر فاصلہ زیادہ ہے۔ ایسے شخص کو ولی عہد بنانے کا مشورہ میں نہیں دے سکتا، پھر سلیمان نے کہا کہ میں اپنے چھوٹے بیٹے کو ولی عہد بنا دوں۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ وہ صغیر السن ہے اس قابل نہیں کہ وہ بار خلافت اٹھا سکے۔ سلیمان نے کہا کہ تم پھر بتاؤ میں کس کو اپنا جانشین مقرر کروں۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ مسلمانوں کی صلاح وفلاح اور آپ کی نیک وپاک باطنی اور دین داری کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیے کہ آپ اپنے چچازاد بھائی عمر بن عبدالعزیز کو اپنا ولی عہد بنائیں کیونکہ ان سے بہتر دوسرا شخص نہیں مل سکتا۔ نیز وہ آپ کے وزیر اعظم ہونے کے سبب امور سلطنت کے متعلق ہر قسم کا کافی تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ سلیمان نے کہا کہ میں بھی عمر بن عبدالعزیز کو سب سے بہتر سمجھتا ہوں لیکن مجھ کو ڈر یہ ہے کہ میرے بھائی یعنی فرزندان عبدالملک راضی نہ ہوں گے اور وہ عمر بن عبدالعزیز کی مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ رجاء بن حیوۃ نے کہا کہ آپ عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنا کر ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دیجئے کہ ان کے بعد یزید بن عبدالملک خلیفہ ہو۔ سلیمان بن عبدالملک نے اس مشورہ کو پسند کیا اور عمر بن عبدالعزیز کے لیے ولی عہدی کا فرمان لکھ کر اس پر مہر لگا دی۔ اس کاغذ کو ایک لفافہ میں بند کر کے اس لفافہ کو

Marfat.com

بھی سر بمہر کر دیا اور رجاء بن حیوۃ کو دے کر کہا کہ باہر جاؤ اور یہ لفافہ دکھا کر کہو کہ امیر المومنین نے اس لفافہ میں اپنے بعد خلیفہ ہونے والے شخص کا تعین کر دیا اور فرمان لکھ کر رکھ دیا ہے' جس شخص کا نام اس فرمان میں ہے اس کے لیے بیعت کرو۔ جب رجاء نے باہر جا کر لوگوں کو جمع کر کے یہ حکم سنایا تو لوگوں نے کہا کہ ہم بیعت اس وقت کریں گے جب کہ ہم کو اس شخص کا نام بتا دیا جائے گا۔ رجاء بن حیوۃ نے آکر سلیمان سے یہ کیفیت بیان کی۔ سلیمان نے اسی وقت حکم دیا کہ کوتوال اور پولیس کو بلا کر حکم دو کہ لوگوں سے میرے حکم کے موافق بیعت لیں اور جو شخص انکار کرے اس کی گردن اڑا دیں۔ یہ حکم سنتے ہی سب نے بیعت کی اور مطلق چوں وچراں نہ کیا۔

رجاء بن حیوۃ جب بیعت لے کر واپس آرہے تھے تو راستے میں ہشام بن عبدالملک ملا اور اس نے کہا کہ مجھ کو خوف معلوم ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے کہیں مجھ کو محروم ہی نہ رکھا ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بتا دو تاکہ میں اپنا کچھ انتظام کروں۔ رجاء نے کہا کہ امیر المومنین نے مجھ کو سر بمہر لفافہ دیا ہے اور سب سے اس بات کو پوشیدہ رکھا' تم کو کیا جواب دے سکتا ہوں۔ آگے چل کر اتفاقاً عمر بن عبدالعزیز مل گئے۔ انہوں نے کہا کہ مجھ کو بڑا ہی خوف معلوم ہو رہا ہے کہ کہیں سلیمان نے ولی عہدی کے لیے میرا ہی نام نہ لکھ دیا ہو۔ اگر تم کو معلوم ہو تو مجھے بتا دو تاکہ میں کوشش کر کے اس مصیبت کو ٹالوں اور سبک دوشی حاصل کروں۔ رجاء نے ان کو بھی وہی جواب دیا جو ہشام بن ملک کو دیا تھا۔

وفات : سلیمان بن عبدالملک سنہ۔۹۸ھ میں دمشق سے جہاد کے ارادے پر نکلا اور قسطنطنیہ کی طرف فوج روانہ کر کے خود مقام وابق میں مقیم رہ کہ اس یورش کو کامیاب بنانے کی کوشش کرتا رہا۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ سلیمان کو حالت جہاد ہی میں موت آئی۔ ۱۰/ ماہ صفر سنہ۔۹۹ھ بروز جمعہ سلیمان نے بمقام وابق متصل قنسرین وفات پائی۔ قریباً پونے تین سال خلافت کی اور ۴۵ سال کی عمر پائی۔ اس خلیفہ کے زمانے میں بھی مسلمانوں کو فتوحات ملکی حاصل ہوئیں۔ خلاف شرع کاموں کا رواج موقوف ہوا۔ حجاج کے عاملوں اور متوسلوں کو جہاں کہیں وہ مامور و مقرر تھے' موقوف و معزول کیا کیونکہ وہ بھی حجاج ہی کی طرح ظلم و تشدد کی جانب مائل تھے لیکن اس میں شک نہیں کہ محمد بن قاسم کے ساتھ جو معاملہ ہوا' اس میں سلیمان سے سخت غلطی ہوئی۔ سلیمان بن عبدالملک کے قابل تعریف کاموں اور عظیم الشان کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ اس نے اپنے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا۔ اس ایک نیکی کے مقابلے میں سلیمان بن عبدالملک کی تمام غلطیوں اور لغزشوں کو بڑی آسانی سے فراموش کیا جا سکتا ہے اور وہ ہر ایک مدح و ستائش کا مستحق نظر آتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز

ابو حفص حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن حکم خلفائے راشدین میں خلیفہ خامس ہیں۔ وہ خلیفہ صالح کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اکثر اکابر مسلمین کا قول ہے کہ خلفائے راشدین پانچ ہیں۔ ابو بکر' عمر' عثمان' علی' عمر بن عبدالعزیزؒ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے والد عبدالعزیز بن مروان مصر کے حاکم تھے کہ

Marfat.com

سنہ۔ ۶۲ھ میں عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ ان کی والدہ حضرت فاروق اعظمؓ کی پوتی یعنی عاصم بن عمر فاروق کی بیٹی تھیں۔ ان کے والد عبدالعزیز عبدالملک بن مروان کے بعد خلیفہ ہونے والے تھے لیکن ان کا انتقال عبدالملک کے سامنے ہوا' لہذا وہ خلیفہ نہ ہو سکے۔ بچپن میں گھوڑے نے ان کے لات ماری تھی۔ ان کے چہرے پر اس کے زخم کا نشان تھا۔ فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ میری اولاد میں سے ایک شخص ہو گا' اس کے چہرے پر ایک داغ ہو گا اور وہ زمین کو عدل و داد سے بھر دے گا۔ یہی وجہ تھی کہ جب گھوڑے نے ان کے لات ماری ہے تو ان کے باپ ان کے چہرے سے خون پونچھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ اگر تو وہی داغ دار ہے تو تو سعادت مند ہے۔

ابن سعد کا قول ہے کہ فاروق اعظمؓ کہا کرتے تھے کہ کاش میں اپنے اس داغ دار بیٹے کا زمانہ پاتا جو دنیا کو اس طرح عدل و داد سے بھر دے گا جیسا کہ وہ اس وقت ظلم سے بھری ہوئی ہو گی۔ بلال بن عبداللہ بن عمر کے چہرے پر بھی ایک داغ تھا۔ اس لیے خیال تھا کہ شاید یہی بشارت عمرؓ کے مصداق ہو لیکن حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے پر سب کو معلوم ہو گیا کہ فاروق اعظمؓ کی پیشین گوئی کے مصداق وہی تھے۔ ان سے پہلے عام طور سے لوگ آپس میں ذکر کیا کرتے تھے کہ دنیا کا خاتمہ نہ ہو گا جب تک کہ مثل عمرؓ حاکم نہ ہو لے۔

بچپن میں عمر بن عبدالعزیز کے باپ نے ان کو مدینہ میں بھیج دیا تھا۔ مدینہ میں ہی ان کی تربیت ہوئی۔ فقہاء مدینہ کی صحبت میں ان کی عمر کا ابتدائی حصہ گزرا۔ علمائے مدینہ ہی سے انہوں نے علوم دینیہ حاصل کیے۔ علم و فضل اور فقہ فی الدین میں ان کا وہ مرتبہ تھا کہ اگر وہ خلیفہ نہ ہوتے تو ائمہ شرع میں ان کا شمار ہوتا اور وہ سب سے بڑے امام مانے جاتے۔ مدینہ میں ان کے والد نے ان کو عبیداللہ بن عبداللہ کے پاس بھیجا تھا۔ انہیں کے زیر توجہ ان کی تربیت ہوئی۔ زید بن اسلم نے انسؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ہم نے بجز عمر بن عبدالعزیز کے اور کسی شخص کے پیچھے ایسی نماز نہیں پڑھی جو آنحضرت ﷺ کی نماز سے زیادہ مشابہ ہو۔ زید کہتے ہیں کہ وہ رکوع و سجود پوری طرح ادا کرتے تھے مگر قیام و قعود میں دیر نہ کرتے تھے۔ محمد بن علی بن حسین سے کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی نسبت سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ بنوامیہ کے نجیب ہیں اور قیامت میں بصورت امت واحدہ اٹھیں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہونے سے پیشتر نہایت پر تکلف اور قیمتی لباس پہنتے تھے لیکن خلیفہ ہونے کے بعد انہوں نے کھانے اور پہننے میں بالکل درویشانہ روش اختیار کر لی تھی۔ میمون بن مہران کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے ہمراہ بہت سے مشہور علماء شاگردوں کی طرح رہا کرتے تھے۔ مجاہد کا قول ہے کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس خیال سے آئے کہ وہ ہم سے کچھ سیکھیں گے مگر ان کے پاس آکر ہم کو خود انہیں سے بہت کچھ سیکھنا پڑا۔

جب ان کے والد عبدالعزیز بن مروان کا انتقال ہوا تو یہ مدینہ ہی میں تشریف رکھتے تھے۔ عبدالعزیز کی وفات کا حال سن کر عبدالملک بن مروان نے ان کو دمشق بلا کر اپنی بیٹی فاطمہ کے ساتھ شادی کر دی۔

Marfat.com

عبدالملک کی وفات کے بعد جب ولید خلیفہ ہوا تو اس نے ان کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر کیا۔ چنانچہ یہ سنہ۔۸۶ھ سے سنہ۔ ۹۳ھ تک مدینے کے حاکم رہے۔ کئی مرتبہ امیر حج کی حیثیت سے حج کیا۔ امارت مدینہ کے زمانے میں تمام فقہاء و علماء ان کے پاس جمع رہتے تھے۔

فقہائے مدینہ کی ایک کونسل آپ نے بنائی تھی اور انہیں کے مشورہ سے امورات مہمہ انجام دیتے تھے۔ حجاج کی شکایت پر سنہ۔ ۹۳ھ میں ولید نے انہیں امارت مدینہ سے معزول کر کے شام میں بلالیا۔ جب ولید نے ارادہ کیا کہ اپنے بھائی سلیمان کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے تو حجاج و قتیبہ وغیرہ نے تو ولید کے ارادہ کی تائید کی لیکن دوسرے امراء نے اس کو ناپسند کیا۔ سب سے پہلے جس شخص نے ولید کے اس ارادے کی علانیہ اور پرزور مخالفت کی وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز تھے۔ چنانچہ ولید نے ان کو قید کر دیا۔ تین برس تک یہ قید میں رہے پھر کسی کی سفارش سے رہا کر دیئے گئے۔ سلیمان بن عبدالملک اسی لیے عمر بن عبدالعزیز کا بہت شکر گزار و احسان مند تھا۔ چنانچہ اس نے خود خلیفہ ہونے کے بعد ان کو اپنا وزیر اعظم بنایا اور مرتے وقت ان کی خلافت کے لیے وصیت لکھ گیا۔

خلافت کا پروانہ : جب سلیمان بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو رجاء بن حیوۃ دابق کی مسجد میں گئے۔ تمام بنو امیہ اور اعیان لشکر کو جمع کیا۔ سر بمہر فرمان ولی عہدی ان کے پاس تھا۔ انہوں نے سب کو خلیفہ کے فوت ہونے کی خبر سنا کر دوبارہ اس ملفوف سر بمہر فرمان پر لوگوں سے بیعت لی پھر سب کے سامنے اس سر بمہر فرمان کو کھول کر پڑھا اور لوگوں کو سنایا۔ اس میں سلیمان بن عبدالملک نے لکھا تھا کہ:

"یہ تحریر بندۂ الٰہی امیر المومنین سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کے نام ہے۔ میں نے اپنے بعد تم کو اور تمہارے بعد یزید بن عبدالملک کو خلافت کا ولی عہد مقرر کیا۔ پس لوگوں کو چاہیے کہ وہ سنیں اور اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور آپس میں اختلاف نہ کریں تاکہ دوسروں کو تمہارے مغلوب کرنے کی طمع نہ ہو"۔

اس فرمان کو سن کر ہشام بن عبدالملک نے کہا کہ ہم عمر بن عبدالعزیز کی بیعت نہ کریں گے مگر رجاء بن حیوۃ نے جرات سے کام لے کر نہایت سختی سے فوراً جواب دیا کہ میں تمہاری گردن اڑادوں گا۔ ہشام یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ عبدالملک کی اولاد اس وصیت اور فرمان کو اپنی حق تلفی کا موجب سمجھتی تھی لیکن عام طور پر لوگ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے خلیفہ ہونے کو بہت ہی پسند کرتے اور آپ کے سوا کسی دوسرے کا خلیفہ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ ادھر عمر بن عبدالعزیز کے بعد یزید بن عبدالملک کو چونکہ خلافت کے لیے ولی عہد بنادیا تھا' لہذا اولاد عبدالملک کو کسی قدر تسکین بھی ہوتی تھی کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلافت پھر ہمارے ہی گھرانے میں آجائے گی۔ جب رجاء نے سلیمان کا مذکورہ وصیت نامہ سنایا تو عمر بن عبدالعزیز خلافت کے لیے اپنا نام سن کر ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾ پڑھ رہے تھے۔

عمر بن عبدالعزیز اس تحریر کو سن کر اپنی جگہ بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے۔ رجاء بن حیوۃ نے ہاتھ پکڑ کر ان

Marfat.com

کو اٹھایا اور منبر پر لے جا کر ان کو بٹھایا۔ سب سے پہلے ہشام بن عبدالملک کو بلایا کہ آکر بیعت کرو' ہشام بن عبدالملک آیا اور بیعت کی۔ ہشام کی بیعت کے بعد سب لوگوں نے بخوشی خاطر بیعت کی اور کسی نے کسی قسم کی چون چرا نہ کی۔ بیعت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن سے فارغ ہو کر چلے تو لوگوں نے شاہی اصطبل کے گھوڑے لا کر حاضر کئے کہ آپ سوار ہو کر تشریف لے جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میری سواری کے لیے میرا ذاتی خچر کافی ہے۔ چنانچہ آپ اسی اپنے خچر پر سوار ہو کر اپنے خیمہ تک آئے۔ لوگوں نے آپ کو قصر خلافت میں لے جانا چاہا' آپ نے فرمایا کہ وہاں ایوب بن سلیمان کے اہل و عیال ہیں جب تک وہ وہاں رہیں گے میں اپنے خیمہ میں رہوں گا۔ بیعت خلافت کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز نے لوگوں کو مخاطب کر کے جو تقریر کی وہ اس طرح تھی کہ:

("حمد و ثنا کے بعد) لوگو! قرآن مجید کے بعد ایسی کوئی کتاب نہیں اور آنحضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ میں کسی چیز کو شروع کرنے والا نہیں بلکہ پورا کرنے والا ہوں' میں مبتدع نہیں متبع ہوں' میں کسی حال میں تم سے بہتر نہیں ہوں' البتہ میرا بوجھ بہت زیادہ ہے جو شخص ظالم بادشاہ سے بھاگ جائے وہ ظالم نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو کہ احکام الٰہی کے خلاف کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے"۔

جب آپ سلیمان بن عبدالملک کے کفن دفن سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے تو آپ کے غلام نے کہا کہ آپ بہت ہی غمگین نظر آتے ہیں۔ آپ نے اس کو جواب دیا کہ آج اس دنیا میں اگر کوئی شخص غمگین ہونے کے قابل ہے تو وہ میں ہوں' مجھ پر یہ بوجھ کیا کم ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ میرا نامہ اعمال لکھا جائے اور مجھ سے جواب طلب ہو' میں حق دار کو اس کا حق پہنچا دوں۔ آپ جب اپنے گھر میں بیعت خلافت اور سلیمان کے دفن سے فارغ ہو کر داخل ہوئے تو آپ کی داڑھی آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔ آپ کی بیوی نے گھبرا کر پوچھا کہ کیوں خیریت ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خیریت کہاں ہے۔ میری گردن میں امت محمدی کا بوجھ ڈال دیا گیا ہے۔ ننگے' بھوکے' بیمار' غلام' مسافر' قیدی' بچے' بوڑھے' کم حیثیت عیال دار وغیرہ سب کا بوجھ میرے سر پر آن پڑا ہے۔ اسی خوف میں رو رہا ہوں کہ کہیں قیامت میں مجھ سے پرسش ہو اور میں جواب نہ دے سکوں۔

خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے اپنی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ تم اپنے تمام زیورات بیت المال میں داخل کر دو ورنہ میں تم سے جدائی اختیار کر لوں گا کیونکہ مجھ کو یہ کسی طرح گوارا نہیں کہ تم اور تمہارے زیورات اور میں ایک گھر میں ہوں۔ ان کی بیوی نے فوراً اپنے تمام زیورات جن میں وہ ایک قیمتی موتی بھی تھا جو عبدالملک نے اپنی بیٹی کو دیا تھا' سب مسلمانوں کے لیے بیت المال میں بھجوا دیئے۔

عمر بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے فاطمہ بنت عبدالملک سے کہا کہ آپ چاہیں تو اپنے زیورات بیت المال سے واپس لے لیں۔ فاطمہ نے جواب دیا کہ جس چیز کو میں نے اپنی خوشی سے بیت المال میں داخل کر دیا تھا' اب عمر بن عبدالعزیز کے بعد اس کو کیسے واپس لے سکتی

Marfat.com

ہوں۔

عبدالعزیز بن ولید سلیمان کی وفات کے وقت موجود نہ تھا' نہ اس کو عمر بن عبدالعزیز کی بیعت کا حال معلوم تھا۔ سلیمان کی وفات کا حال سن کر اس نے خلافت کا دعویٰ کیا اور فوج لے کر دمشق کی جانب آیا۔ جب دمشق کے قریب پہنچا اور عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا حال سنا تو بلا توقف ان کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی اور کہا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا حال مجھ کو معلوم نہیں تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اگر تم خلافت اور حکومت کے لیے مستعد ہوتے تو میں ہرگز تمہارا مقابلہ نہ کرتا اور لڑائی کے پاس نہ جاتا بلکہ اپنے گھر بیٹھ جاتا۔ عبدالعزیز بن ولید نے کہا واللہ! میں آپ کے سوا کسی دوسرے کو مستحق خلافت نہیں سمجھتا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم جاری کیا کہ حضرت علیؓ کی شان میں کوئی شخص ناشدنی الفاظ ہرگز استعمال نہ کرے۔ اب تک بنوامیہ میں عام طور پر رواج تھا کہ وہ حضرت علیؓ کو برا کہتے اور جمعہ کے خطبہ میں بھی ان پر لعن طعن سے دریغ نہ کرتے تھے۔

حجاج بن یوسف ثقفی کو آپ ظالم سمجھتے تھے۔ اسی لیے سلیمان کے زمانے میں اس کے عاملوں اور متوسلوں کو جو حجاج کے نقش قدم پر چلتے تھے' آپ نے معزول کرادیا تھا۔ یزید بن مہلب گورنر خراسان کو آپ برا جانتے تھے مگر یہ آپ کو معلوم تھا کہ یزید بن مہلب نے جرجان کے علاقہ کا جزیہ وصول کر کے بیت المال میں نہیں بھجوایا ہے۔ چنانچہ آپ نے یزید بن مہلب کو طلب کیا۔ اس نے حاضر دربار ہو کر مذکورہ رقم کے داخل کرنے میں عذر وانکار اور حیلے حوالوں سے کام لیا۔ آپ نے کہا کہ یہ مسلمانوں کا مال ہے' میں اس کو معاف کیسے کر سکتا ہوں۔ چنانچہ یزید بن مہلب کو آپ نے معزول کر کے قلعہ حلب میں قید کر دیا اور اس کی جگہ جراح بن عبداللہ حکمی کو خراسان کی گورنری پر بھیج دیا۔ مسلمہ بن عبدالملک اور اس کے لشکریوں کو جو رومیوں کے مقابلے اور قسطنطنیہ کے محاصرہ میں مسلسل مصروف رہنے کے سبب شکستہ حال ہو رہے تھے' آپ نے واپس بلوا لیا۔ چند روز کے بعد آپ کے پاس جراح بن عبداللہ حکمی گورنر خراسان کی نسبت شکایت پہنچی کہ وہ موالی کو (آزاد کردہ غلام کو) بلا وظیفہ ورسد جہاد پر بھیج دیتا ہے اور ذمیوں میں سے جو لوگ مسلمان ہو جاتے ہیں ان سے بھی خراج وصول کر لیتا ہے۔ آپ نے یہ شکایت سن کر جراح بن عبداللہ کے پاس حکم بھیجا کہ "جو شخص نماز پڑھتا ہو اس کو جزیہ معاف کر دو"۔

لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ جراح بن عبداللہ کو ان نو مسلموں کی طرف سے اطمینان نہ تھا' اس نے ختنہ کے ذریعہ لوگوں کا امتحان لیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے جراح کو لکھ بھیجا کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے داعی بنا کر مبعوث کیا ہے' خائن بنا کر نہیں بھیجا۔ اس کے بعد آپ نے جراح بن عبداللہ کو اپنے پاس طلب کیا۔ جراح اپنی طرف سے عبدالرحمٰن بن نعیم کو اپنا نائب مقرر کر کے خود دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کب خراسان سے روانہ ہوئے تھے؟ اس نے عرض کیا کہ ماہ رمضان المبارک میں۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص تجھ کو ظالم بتاتا

Marfat.com

ہے وہ سچا ہے۔ تو نے کیوں نہ وہیں قیام کیا اور ماہ صیام کے گزرنے کا انتظار کیوں نہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے عبدالرحمٰن بن نعیم کو حرب اور نمازوں پر امیر مقرر کر کے عبدالرحمٰن قشیری کو خراج کا افسر مقرر کیا۔

آذربائیجان کے علاقہ پر دشمنوں نے حملہ کر کے مسلمانوں کو لوٹا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ابن حاتم باہلی کو فوج دے کر اس طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر دشمنوں کو قرار واقعی سزا دی اور اسلامی رعب از سر نو قائم کیا۔ سندھ کے لوگوں اور وہاں کے راجاؤں نے آپ کے ہی عہد میں بطیّب خاطر اسلام قبول کیا اور سندھ میں اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ اندلس کی طرف ضرورت پیش آئی تو آپ نے اس طرف فوج معہ ساز و سامان روانہ کی۔ اسی طرح رومیوں کے مقابلہ میں بھی فتوحات حاصل ہوئیں۔

بنوامیہ کی ناراضی کا سبب : بنوامیہ نے اپنی خلافت و حکومت کے زمانے میں اچھی جاگیروں پر اپنے استحقاق سے زیادہ قبضہ کر لیا تھا جس میں دوسرے مسلمانوں کی حق تلفی ہوئی تھی مگر چونکہ بنوامیہ حکمراں تھے اس لیے کوئی چون وچرا نہیں کر سکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے سب سے پہلے اپنی بیوی کے زیورات جن میں وہ بلا استحقاق مال کی آمیزش سمجھتے تھے۔ اپنے گھر سے نکلوا کر بیت المال میں بھجوائے' پھر آپ نے بنوامیہ کو جمع کر کے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کے پاس باغ فدک تھا جس کی آمدنی سے آپ بنوہاشم کے بچوں کی خبر گیری کرتے اور ان کی بیواؤں کے نکاح کر دیا کرتے تھے۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے اس باغ کو آنحضرت ﷺ سے مانگا مگر آنحضرت ﷺ نے دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں وہ باغ اسی حالت میں رہا آخر مروان نے اس پر قبضہ کر لیا۔ مروان سے منتقل ہوتے ہوئے وہ مجھے ورثہ میں پہنچا ہے مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ جس چیز کو آنحضرت ﷺ نے اپنی صاحبزادی کے دینے سے انکار کر دیا تھا' وہ مجھ پر کس طرح حلال ہو گئی۔ لہذا میں تم سب کو گواہ کرتا ہوں کہ میں باغ فدک اسی حالت میں چھوڑے دیتا ہوں جیسا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں تھا۔ اس کے بعد آپ نے اپنے تمام رشتے داروں پھر تمام بنوامیہ سے وہ تمام جائیدادیں اور اموال اور سامان واپس کرائے جو ناجائز طور پر ان کے قبضہ و تصرف میں تھے۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ ایک روز آپ کے مکان میں بنو امیہ کے اکثر اشراف و سردار بیٹھے ہوئے تھے' آپ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں تمہیں کسی لشکر کا سردار اور کسی علاقہ کا مالک و حاکم بنا دوں؟ یاد رکھو میں اس بات کا بھی روادار نہیں ہوں کہ میرے مکان کا فرش تمہارے پیروں سے ناپاک ہو۔ تمہاری حالت بہت ہی افسوسناک ہے۔ میں تم کو اپنے دین اور مسلمانوں کے اغراض کا مالک کسی طرح نہیں بنا سکتا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو بوجہ قرابت کا کوئی حق اور کوئی فضیلت حاصل نہیں؟

آپ نے فرمایا کہ اس معاملے میں تمہارے اور ایک ادنیٰ مسلمان کے درمیان میرے نزدیک رتی برابر فرق نہیں ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد خلافت بنوامیہ میں شان جمہوریت بالکل جاتی رہی تھی اور حکومت میں وہی شخصی مطلق العنان حکومت کا رنگ پیدا ہو گیا تھا جو قیصر و کسریٰ کی حکومتوں میں پایا جاتا تھا۔ حضرت عمر

Marfat.com

بن عبدالعزیز نے اسلامی جمہوری شان کو پھر واپس لانے کی کوشش فرمائی اور صدیق اکبر اور فاروق اعظمؓ کا زمانہ پھر لوگوں کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ چونکہ بنوامیہ کو آپ کی خلافت میں بہت نقصان پہنچا۔ وہ جائیدادیں جو غاصبانہ طور پر ان کے قبضے میں تھیں' ان سے چھن گئیں اور عزت و عظمت کا بلند مقام جو ان کو دوسرے قبائل کے مقابلے میں اپنی قومی حکومت کے سبب حاصل تھا' مساوات سے تبدیل ہونے لگا۔ لہذا تمام بنوامیہ ان کی خلافت کو اپنے لیے بے حد مضر اور باعث نقصان سمجھنے لگے۔ ان کی نیکی و پاک باطنی کے بنوامیہ بھی اسی طرح قائل تھے جیسے اور لوگ مگر بنوامیہ ان کے وجود کو اپنی قوم اور قبیلے کے لیے سم قاتل سمجھنے لگے۔

ایک مرتبہ بنوامیہ نے اپنی جائیدادوں کو بچانے کے لیے یہ تدبیر کی کہ عمر بن عبدالعزیز کی پھوپھی فاطمہ بنت مروان کے پاس گئے اور سفارش کی درخواست کی۔ عمر بن عبدالعزیز اپنی پھوپھی کا بہت ادب و لحاظ کرتے تھے۔ چنانچہ فاطمہ بنت مروان نے آکر بنوامیہ کی سفارش کی۔ انہوں نے پھوپھی کو اس طرح سمجھایا کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئیں کہ میں تو تمہارے بھائیوں کے اصرار سے تمہیں سمجھانے آئی تھی مگر جب تمہارے ایسے پاک اور نیک خیالات ہیں تو میں کچھ نہیں کہتی۔ یہ کہہ کر واپس آئیں اور بنوامیہ سے کہا کہ تم نے فاروق اعظمؓ کی پوتی سے رشتہ کیا تھا' لہذا وہی فاروقی رنگ اولاد میں موجود ہے۔

فضائل و خصائل : ابونعیم نے بسند صحیح بیان کیا ہے کہ ایک روز رباح بن عبیدہ نے دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز نماز کے لیے جارہے ہیں اور ان کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی ان کے ہاتھ پر سہارا دیتے ہوئے چلا جارہا ہے۔ جب نماز سے فارغ ہو کر آپ اپنے مکان سے تشریف لے آئے تو رباح نے پوچھا کہ وہ بوڑھا آدمی کون تھا جو آپ کے ہاتھ کا سہارا لیے ہوئے جارہا تھا۔ عمر بن عبدالعزیز نے یہ سن کر تعجب سے کہا کہ آہا تم نے بھی دیکھ لیا۔ تم بھی ایک صالح آدمی ہو لہذا تم کو بتادینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وہ خضر تھے' مجھ سے امت محمدیہ کا حال پوچھنے اور عدل و انصاف کی تلقین کرنے آئے تھے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے ہیں۔ آپ کے داہنی طرف صدیق اکبرؓ بائیں طرف فاروق اعظمؓ بیٹھے ہیں اور سامنے آپ (عمر بن عبدالعزیز) ہیں۔ اتنے میں دو آدمی کچھ خصومت لائے۔ آنحضرت ﷺ نے آپ (عمر بن عبدالعزیز) سے متوجہ ہو کر فرمایا کہ اپنے دوران خلافت میں دونوں (ابوبکر و عمرؓ) کے قدم بہ قدم چلنا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا کہ میں دیکھتا ہوں یہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ یہ خواب بیان کر کے راوی نے اس خواب پر قسم کھائی تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رونے لگے۔

حکم بن عمر کہتے ہیں کہ میں ایک روز عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر تھا کہ داروغہ اصطبل حاضر ہوا اور اصطبل کا خرچ مانگنے لگا۔ آپ نے فرمایا تم تمام گھوڑوں کو شام کے شہروں میں لے جا کر جس قیمت پر ممکن ہو فروخت کر کے ان کی قیمت فی سبیل اللہ دے دو' میرے لیے میرا خچر ہی کافی ہے۔

زہری کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے بذریعہ خط سالم بن عبداللہ سے دریافت کیا کہ

Marfat.com

صدقات کے متعلق فاروق اعظمؓ کا طرز عمل کیا تھا؟ انہوں نے ان کے سوال کا جواب لکھ کر آخر میں لکھا کہ اگر تم وہی عمل کرو گے جو حضرت عمر فاروقؓ اپنے عہد خلافت میں لوگوں سے کرتے تھے تو تم اللہ تعالیٰ کی جناب میں حضرت عمر فاروقؓ سے بھی زیادہ رتبہ پاؤ گے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہو گئے اور لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو آپ روئے اور کہنے لگے کہ مجھے اپنی نسبت بڑا ہی خوف ہے۔ حضرت حماد نے پوچھا کہ آپ یہ بتائیے آپ کو درہم و دینار کی کتنی محبت ہے؟ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جواب دیا کہ بالکل نہیں۔ حماد نے کہا کہ پھر آپ کیوں گھبراتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا۔

خلیفہ بن سعید بن عاص نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ آپ سے پہلے جتنے خلیفہ ہوئے وہ ہمیں انعامات دیا کرتے تھے مگر آپ نے خلیفہ ہو کر وہ سب روک دیئے۔ میرے پاس کچھ جاگیر بھی ہے' اگر آپ حکم دیں تو میں اس میں سے اس قدر لے لیا کروں کہ میرے عیال کو کافی ہو؟ آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم مشقت سے حاصل کرو وہ تمہارا مال ہے پھر فرمایا کہ موت کو اکثر یاد کیا کرو کیونکہ اگر تم تکلیف میں ہو گے تو عیش پاؤ گے اور عیش میں ہو گے تو اس میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

بعض اعمال نے آپ کو لکھا کہ ہمارے شہر میں قلعوں اور راستوں کی مرمت ہونی چاہیے۔ لہذا امیر المومنین ہمیں کچھ مال عطا فرمائیں کہ ہم آبادی و مرمت کی کوشش کریں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ اس خط کے پڑھتے ہی تم اس شہر میں عدل قائم کر کے قلعے بنالو اور ان کے راستوں کو ظلم سے دور کر کے پاک کرو پس مرمت ہے۔

ابراہیم سکونی کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ جب سے مجھے یہ معلوم ہوا ہے جھوٹ بولنا عیب ہے' میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں اگر اس امت میں کوئی مہدی ہونے والا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔

محمد بن فصالہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز ایک راہب کے پاس سے گزرے جو ایک جزیرہ میں رہتا تھا۔ وہ راہب ان کو دیکھ کر ان کے پاس چلا آیا حالانکہ وہ کبھی کسی کے پاس نہیں آیا تھا اور ان سے کہنے لگا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں چلا آیا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے کہا کہ محض اس لیے کہ تم ایک امام عادل کے بیٹے ہو۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو چرواہے تعجب سے دریافت کرنے لگے کہ یہ کون شخص خلیفہ ہوا ہے کہ بھیڑیئے ہماری بکریوں کو اب کچھ نقصان نہیں پہنچاتے۔ موسیٰ بن اعین کہتے ہیں کہ ہم کرمان میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بھیڑیئے ہماری بکریوں کے ساتھ چلتے پھرتے رہتے تھے اور بکریوں کو نقصان نہ پہنچاتے تھے۔ ایک روز ایسا ہوا کہ بھیڑیا ایک بکری کو اٹھا کر لے گیا۔ میں نے اسی روز کہہ دیا کہ آج خلیفہ صالح یقیناً فوت ہو گیا۔ چنانچہ جب تحقیق کیا گیا تو معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت عمر بن عبدالعزیز نے انتقال فرمایا تھا۔

Marfat.com

ولید بن مسلم کا قول ہے کہ ایک باشندہ خراسان نے خواب میں دیکھا کہ کوئی اس سے کہتا ہے کہ جب بنوامیہ کا ایک داغ دار آدمی خلیفہ ہو تو فوراً اس کی بیعت کر لینا۔ چنانچہ وہ ہر ایک خلیفہ کا حلیہ دریافت کرتا رہا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو اس نے متواتر تین رات خواب میں دیکھا کہ وہی شخص کہتا ہے کہ جاب بیعت کر لے۔ اس پر وہ خراسان سے روانہ ہوا اور عمر بن عبدالعزیز کے ہاتھ پر بیعت کی۔

حبیب بن ہند الاسلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے سعید بن المسیب نے فرمایا کہ خلفاء تین ہیں۔ ابو بکر، عمرؓ اور عمر بن عبدالعزیز۔ میں نے پوچھا کہ اول الذکر دونوں بزرگوں کو تو ہم جانتے ہیں۔ یہ تیسرے کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اگر تم زندہ رہے تو معلوم ہی کر لو گے اور اگر مر گئے تو وہ تمہارے بعد ہوں گے۔ ابن مسیب کا انتقال حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت سے پہلے ہو چکا تھا۔

مالک بن دینار کا قول ہے کہ لوگ کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص زاہد ہو سکتا ہے تو وہ عمر بن عبدالعزیز ہیں۔ دنیا ان کے پاس آئی اور انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ یونس بن ابی شبیب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز کو خلافت سے پہلے دیکھا کہ ان کے پاجامہ کا نیفہ فربہی کے سبب ان کے پیٹ میں گھسا ہوا تھا لیکن خلیفہ ہونے کے بعد وہ اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ ان کی ایک ایک ہڈی گنی جا سکتی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز کے صاحبزادے کہتے ہیں کہ مجھ سے ابو جعفر منصور نے پوچھا کہ جب انہوں نے انتقال کیا تو کیا آمدنی تھی؟ میں نے کہا کہ کل چار سو دینار اور اگر کچھ دنوں اور زندہ رہتے تو اور بھی کم ہو جاتی۔

مسلمہ بن عبدالملک کا قول ہے کہ میں عمر بن عبدالعزیز کی عیادت کے لیے گیا تو دیکھا کہ وہ ایک میلا کرتا پہنے ہوئے ہیں۔ میں نے اپنی بہن یعنی ان کی بیوی سے کہا کہ تم ان کا کرتا دھو کیوں نہیں دیتیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے پاس دوسرا کرتا نہیں ہے کہ اس کو اتار کر اسے پہن لیں۔ عمر بن عبدالعزیز کے غلام ابو امیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنے آقا کی حرم محترم کی خدمت میں شکایت کی کہ مسور کی دال کھاتے کھاتے ناک میں دم آگیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے آقا کا بھی روز کا یہی کھانا ہے۔

ایک روز اپنی بیوی سے کہا کہ انگور کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہو تو دو۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس تو ایک کوڑی بھی نہیں۔ تم باوجودیکہ امیر المومنین ہو تمہارے پاس اتنا بھی نہیں کہ انگور لے کر کھالو۔ آپ نے کہا کہ انگوروں کی تمنا دل میں لے جانا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ کل کو دوزخ میں زنجیروں میں رگڑیں کھاؤں۔

آپ کی حرم محترم فرماتی ہیں کہ ایام خلافت میں آپ کی یہ حالت رہی ہے کہ باہر سے آکر سجدے میں سر رکھ دیتے اور روتے۔ اسی حالت میں سو جاتے۔ جب آنکھ کھلتی تو پھر رونے لگتے۔ ولید بن ابی سائب کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عبدالعزیز سے بڑھ کر کسی شخص کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں دیکھا۔

سعید بن سوید کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز جمعہ کی نماز پڑھانے کے لیے آئے تو دیکھا کہ ان کے کرتے میں سامنے اور پیچھے پیوند لگے ہوئے ہیں۔ ایک شخص نے کہا کہ امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب

Marfat.com

کچھ عطا فرمایا ہے پھر آپ کپڑے کیوں نہیں بنواتے؟ آپ تھوڑی دیر تک سر جھکائے ہوئے کچھ سوچتے رہے پھر فرمایا کہ تونگری میں میانہ روی اور قدرت میں عفو بڑی چیز ہے۔

ایک روز آپ نے فرمایا کہ میں پچاس برس بھی تم میں رہوں تو مراتب عدل کو تکمیل تک نہیں پہنچا سکتا۔ میں عدل کرنا اور تمہارے دلوں میں سے طمع دنیوی کو نکال ڈالنا چاہتا ہوں لیکن دیکھتا ہوں کہ تمہارے دل متحمل نہیں ہو سکیں گے۔ ابراہیم بن میسرہ نے طاؤس سے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز مہدی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ صرف مہدی ہی نہیں ہیں بلکہ عادل کامل بھی ہیں۔ آپ کے انتقال کے وقت لوگ بہت سامال لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سب لے جاؤ اور اپنے کام میں لاؤ۔ اس کے بعد آپ نے اپنا مال بھی اس میں شامل کر دیا۔ جو یریہ کہتے ہیں کہ ہم فاطمہ بنت علی بن ابی طالب کے پاس گئے۔ انہوں نے عمر بن عبدالعزیز کی بڑی تعریف کی اور فرمایا کہ اگر وہ زندہ رہتے تو ہمیں کسی چیز کی کمی نہیں رہتی۔

اوزاعی کہتے ہیں کہ آپ کی عادت تھی کہ جب کسی شخص کو سزا دینا چاہتے تھے تو پہلے احتیاطاً تین روز تک اسے قید رکھتے تھے تاکہ غصہ اور جلدی میں اس کو سزا نہ دی جائے۔ آپ نے فرمایا کہ جب میں نے نفس کو اس کی خواہش کے مطابق کچھ دیا تو اس نے اس سے افضل چیز کی خواہش کی۔ عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کی تنخواہ دو درہم روزانہ مقرر تھی اور آپ کا چراغ دان تین لکڑیوں کو کھڑا کر کے اس پر مٹی رکھ کر بنایا گیا تھا۔ آپ نے اپنے غلام کو پانی گرم کرنے کے لیے کہا' وہ شاہی باورچی خانے سے جا کر گرم کر لایا۔ آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک درہم کی لکڑیاں اس کے عوض میں بھجوادیں۔ آپ کی عادت تھی کہ جب تک آپ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگ سلطنت کے معاملات میں گفتگو کرتے رہتے' آپ بیت المال کا چراغ جلائے رکھتے اور جب وہ اٹھ جاتے تو اس کو گل کر کے اپنا ذاتی چراغ جلا لیتے۔

خلیفہ کی اردلی میں سو چوکیدار و کوتوال مقرر تھے۔ جب آپ خلیفہ ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ میری حفاظت کے لیے قضا و قدر اور اجل کافی ہے۔ مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ تاہم اگر تم میں سے کوئی میرے پاس رہنا چاہے تو دس دینار تنخواہ ملے گی اور اگر نہ رہنا چاہے تو اپنے اہل و عیال میں چلا جائے۔

عمر بن مہاجر کہتے ہیں کہ آپ کا جی انار کھانے کو چاہا۔ آپ کے ایک عزیز نے انار بھیج دیا۔ آپ نے اس کی بہت ہی تعریف کی اور اپنے غلام سے فرمایا کہ جس شخص نے یہ بھیجا ہے اس سے میرا سلام کہنا اور یہ انار واپس کر کے کہہ دینا کہ تمہارا ہدیہ پہنچ گیا۔ غلام نے کہا کہ امیر المومنین یہ تو آپ کے قریبی عزیز نے بھیجا ہے۔ اس کے رکھ لینے میں کیا مضائقہ ہے؟ آخر رسول اللہ ﷺ بھی تو ہدیہ قبول فرمالیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کے لیے ہدیہ تھا مگر ہمارے لیے رشوت ہے۔ آپ نے سوائے ایک شخص کے جس نے حضرت امیر معاویہؓ کی گستاخی کی تھی' کسی شخص کے درے نہیں لگوائے۔ جب آپ نے اپنے عیال کے نفقہ میں تخفیف کی تو انہوں نے آپ سے شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے مال میں اس قدر وسعت نہیں ہے کہ تمہارا سابقہ نفقہ جاری رکھوں۔ باقی رہا بیت المال' سو اس میں تمہارا بھی اتنا ہی حق ہے جتنا اور مسلمانوں کا۔

Marfat.com

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ جب مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے موصل کا حاکم بنایا تو میں نے دیکھا کہ وہاں چوری کی وارداتیں بہت ہوتی ہیں۔ مین نے آپ کو اس کیفیت سے اطلاع دے کر دریافت کیا کہ ایسے مقدموں میں شہادت پر فیصلہ کروں یا محض اپنی رائے اور وجدان پر۔ آپ نے حکم دیا کہ ہر مقدمہ میں شہادت کا لینا ضروری ہے۔ اگر حق نے ان کی اصلاح نہ کی تو اللہ تعالیٰ ان کی کبھی اصلاح نہ کرے گا۔ میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی اور موصل سب سے زیادہ صاف مقام ہو گیا۔

رجاء بن حیوۃ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ چراغ گل ہو گیا۔ وہیں آپ کا غلام سو رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ اسے جگادوں۔ آپ نے منع فرمایا پھر میں نے چاہا کہ میں خود اٹھ کر چراغ جلادوں۔ آپ نے فرمایا کہ مہمان کو تکلیف دینا خلاف مروت ہے۔ آپ خود اٹھے اور تیل کا کوزہ اٹھا کر چراغ میں ڈالا اور اس کو جلا کر پھر اپنی جگہ آبیٹھے اور فرمایا کہ میں اب بھی وہی عمر بن عبدالعزیز ہوں جو پہلے تھا یعنی چراغ جلانے سے میرے مرتبہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا۔

عطا کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز رات کے وقت فقہاء کو جمع فرماتے اور موت و قیامت کا ذکر کر کے اس قدر روتے کہ گویا ان کے سامنے کوئی جنازہ رکھا ہوا ہے۔ عبداللہ بن غبر اء کہتے ہیں کہ ایک روز آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ لوگو اپنی پوشیدہ باتوں میں اصلاح کرو' ظاہری باتوں میں خود اصلاح ہو جائے گی۔ آخرت کے واسطے عمل کرو اور دنیا کے لیے اسی قدر توجہ کرو جتنی ضرورت ہو اور یاد رکھو کہ تمہارے آباؤاجداد کو موت کھا چکی ہے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ سلف صالحین کی راہ پر عمل کرو کیونکہ وہ تم سے اچھے اور زیادہ عالم تھے۔ جب آپ کے صاحبزادے عبدالملک نے انتقال کیا تو آپ ان کی تعریف کرنے لگے۔ مسلمہ نے کہا کہ کیوں ان کی تو آپ تعریف کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھنا یہ ہے کہ وہ مرحوم میری ہی نظروں میں قابل تعریف تھا یا اور بھی اسے قابل تعریف سمجھتے ہیں کیونکہ باپ کی نظروں میں بیٹا ہمیشہ قابل تعریف ہوتا ہے۔ اس لیے اس کے اندازے کا اعتبار نہیں ہے۔ اسامہ بن زیدؓ کی صاحبزادی آپ کے پاس آئیں' آپ نے ان کا استقبال کیا اور ان کے سامنے مئودب بیٹھ گئے۔ انہوں نے جو کچھ طلب کیا ان کو عطا فرمایا۔

ایک مرتبہ آپ کے قریبی رشتے داروں نے کہا کہ ہم مزاح و خوش طبعی کے ذریعہ امیر المومنین کو اپنی طرف متوجہ کرلیں گے۔ چنانچہ کئی شخص جمع ہو کر آپ کے پاس پہنچے۔ ایک شخص نے خوش طبعی کی راہ سے کوئی بات کہی' دوسرے نے اس کی تائید کی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ تم لوگ ایک نہایت ذلیل بات پر جمع ہوئے ہو جس کا انجام دشمنی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھو اس کے بعد حدیث شریف دیکھو اور معانی حدیث میں تدبر کرو۔

یحییٰ غسانی کہتے ہیں کہ آپ نے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کو ایک خارجی کے قتل سے منع فرمایا اور رائے دی کہ اس کو اس وقت تک قید رکھئے جب تک کہ یہ توبہ کرے۔ سلیمان نے اس خارجی کو بلایا اور کہا کہ بولو

Marfat.com

اب کیا کہتے ہو؟اس نے کہا کہ اے فاسق ابن فاسق پوچھ کیا پوچھتا ہے؟سلیمان نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کی رائے سے مجبور ہوں' پھر ان کو بلایا اور کہا کہ دیکھو یہ کہتا ہے۔ خارجی نے پھر انہیں الفاظ کا اعادہ کیا۔ سلیمان نے کہا بتاؤ اب اس کے لیے کیا کہتے ہو؟حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کسی قدر سکوت کے بعد کہا کہ امیر المومنین جس طرح اس نے آپ کو گالی دی ہے آپ بھی اسے گالی دے لیجئے۔ خلیفہ سلیمان نے کہا نہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ چنانچہ حکم دیا کہ اس کو قتل کر دیا جائے' وہ قتل کر دیا گیا۔ آپ وہاں سے نکلے تو راستے میں آپ کو خالد کو توال ملا اور کہنے لگا کہ آپ نے عجیب رائے دی کہ امیر المومنین بھی اس کو ویسی ہی گالی دے دیں جیسی اس نے دی ہے۔ میں تو ڈر گیا تھا کہ کہیں امیر المومنین آپ کی گردن اڑانے کا حکم نہ دے دیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا کہ اگر میری گردن اڑانے کا حکم ملتا تو تم میری گردن اڑا دیتے۔ خالد نے کہا کہ میں ضرور آپ کو قتل کر دیتا۔ جب حضرت عمر بن عبدالعزیز کو خلافت ملی تو خالد حسب معمول اپنے مرتبہ پر آکر ان کے سامنے کھڑا ہوا۔ آپ نے خالد کو حکم دیا کہ یہ تلوار رکھ دو اور اپنے آپ کو معزول سمجھو' پھر مرو بن مہاجر انصاری کو بلایا اور کوتوال مقرر کر کے کہا کہ میں نے اس کو اکثر قرآن مجید پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور اس کو ایسی جگہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے جہاں کوئی اس کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص غصہ' نزاع اور طمع سے دور رہا وہ فلاح پا گیا۔

کسی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے کہا کہ اگر آپ اپنے لیے کوئی ناقہ مقرر کر لیں اور کھانے پینے میں احتیاط رکھیں تو بہت اچھا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی!اگر میں قیامت کے سوا کسی اور چیز سے ڈرتا ہوں تو مجھے اس سے امن میں نہ رکھنا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ لوگو!اللہ سے ڈرو اور طلب رزق میں مارے مارے نہ پھرو' رزق مقسوم اگر پہاڑ یا زمین کے نیچے بھی دبا ہوا ہو گا تو پہنچ کر رہے گا۔ ازہر کہتے ہیں کہ میں نے آپ کو خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا آپ کے قمیص میں پیوند لگے ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ نے عمرو بن قیس سکونی کو لشکر صائفہ کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا اور رخصت کرتے ہوئے فرمایا کہ وہاں کے نیک لوگوں کی بات سننا اور بدوں سے درگزر کرنا' جاتے ہی ان کا قتل نہ شروع کر دینا اور آخر میں بدنامی نہ اٹھانا' متوسط حالت اختیار کرنا کہ وہ تمہارا مرتبہ بھول نہ جائیں اور تمہاری باتیں سننے کی تمنا کرتے رہیں۔

جراح بن عبداللہ عامل خراسان نے آپ کو لکھا کہ اہل خراسان بہت ناہموار لوگ ہیں' یہ بغیر تلوار کے سیدھے نہ ہوں گے۔ آپ نے جواب لکھا کہ تم یہ جھوٹ کہتے ہو کہ اہل خراسان بغیر تلوار کے اصلاح پر نہ آئیں گے۔ عدل اور حق رسانی وہ چیزیں ہیں کہ خود درست ہو جائیں گے' پس ان میں انہیں دو چیزوں کی اشاعت کرو۔

صالح بن جبیر کہتے ہیں کہ کبھی ایسا اتفاق ہوتا کہ میں کوئی بات امیر المومنین سے کہتا اور وہ مجھ سے ناراض ہو جاتے۔ ایک مرتبہ ان کے سامنے ذکر ہوا کہ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ بادشاہ کی ناراضی سے ڈرنا

Marfat.com

چاہیے اور جب بادشاہ کا غصہ اتر جائے تب اس کے سامنے جانا چاہیے۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ صالح میں تجھے اجازت دیتا ہوں کہ تو میرے ساتھ اس کی پابندی نہ کر۔

ذہبی کہتے ہیں کہ میلان نے حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد خلافت میں قدر کا انکار کیا۔ آپ نے اس کو بلا کر توبہ کرنے کا حکم دیا۔ اس نے کہا کہ اگر میں گمراہ ہوتا تو آپ کا یہ ہدایت کرنا مناسب تھا۔ آپ نے فرمایا کہ الٰہی! اگر یہ شخص سچا ہے تو خیر ورنہ اس کے ہاتھ اور پیر کاٹ اور اس کو سولی پر چڑھا' یہ فرما کر اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے عقیدہ پر قائم رہا اور اس کی اشاعت بھی کرتا رہا مگر خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اس کو اس عقیدے کے جرم میں پکڑ کر اس کے اعضا کٹوائے اور سولی پر چڑھا دیا۔

ایک مرتبہ بنو مروان حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دروازے پر جمع ہوئے اور آپ کے صاحبزادے سے کہا کہ اپنے والد سے جا کر کہو کہ آپ سے پہلے جتنے خلیفہ ہوتے رہے ہیں' وہ سب ہمارے لیے کچھ عطایا اور جاگیریں مخصوص کرتے رہے ہیں لیکن آپ نے خلیفہ ہو کر ہم پر تمام چیزیں حرام کر دیں۔ آپ کے صاحبزادے نے یہ پیغام جا کر کہا تو آپ نے فرمایا کہ ان سے جا کر کہہ دو کہ میرا باپ کہتا ہے کہ ﴿ اِنِّیْ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴾

خوارج : اب تک کے تمام حالات پڑھنے سے یہ بات پوشیدہ نہیں رہی کہ خوارج کا فتنہ مسلسل جاری رہا اور کسی زمانے میں بھی اس کا استیصال نہیں ہو سکا۔ جب کبھی کوئی زبردست خلیفہ تخت خلافت پر متمکن ہوا تو یہ لوگ خاموش ہو کر مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے اور جب کبھی ان کو موقع ملا فوراً میدان میں نکل آئے۔ خوارج اور تمام خفیہ سازشوں اور بغاوتوں کے لیے عراق و خراسان وغیرہ ہی مخصوص رہے ہیں اور یہیں اس نے پرورش پانے کے مواقع حاصل کئے ہیں جیسا کہ آئندہ حالات سے بھی ظاہر ہو گا۔ بہر حال خوارج کبھی علانیہ اور کبھی خفیہ اپنی سرگرمیوں اور کوششوں میں برابر مصروف رہے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور آپ کی نیکی و پاک وطنی کا حال لوگوں کو معلوم ہوا تو خوارج بھی آپ کے اخلاق فاضلہ کو دیکھ کر شرما گئے اور انہوں نے خود یہ فیصلہ کیا کہ عمر بن عبدالعزیز جیسے صالح خلیفہ کے زمانے میں حکومت و سلطنت موجودہ کے خلاف کوئی انقلابی کوشش کرنا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جب تک یہ فرشتہ خصائل خلیفہ موجود ہے' ہم اپنی سرگرمیوں کو ملتوی رکھیں۔ چنانچہ آپ کے عہد خلافت میں خارجیوں نے مطلق سر نہیں اٹھایا۔

ایک مرتبہ صرف خراسان میں انہوں نے سر اٹھایا تھا۔ آپ نے وہاں کے عامل کو لکھ دیا کہ جب تک وہ کسی کو قتل نہ کریں اس وقت تک تم ان سے تعرض نہ کرو مگر ہاں ان کی حرکات و سکنات سے تم واقف رہو' پھر آپ نے خوارج کے سردار کو ایک خط لکھا کہ ہم کو معلوم ہوا ہے کہ تم اللہ و رسول کی حمایت کے لیے اٹھے ہو مگر اس بات کا حق تمہارے مقابلے میں ہم کو زیادہ ہے۔ تم ہمارے پاس چلے آؤ اور ہم سے مباحثہ کر لو۔ ہم حق پر ہوں تو تم ہمارا ساتھ دو اور اگر تم حق پر ہو گے تو ہم تمہاری بات مان لیں گے۔ اس خط کو پڑھ کر خوارج

Marfat.com

کے سردار نے اپنی طرف سے دو ہوشیار آدمیوں کو مناظرہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ان دونوں نے آکر حضرت عمر بن عبدالعزیز سے مناظرہ کیا۔ خوارج کہتے تھے کہ تمہارے بزرگ یعنی خلفائے بنوامیہ کافر تھے ان پر لعنت بھیجنا ضروری ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کہتے تھے کہ تم نے تو کبھی فرعون پر بھی لعنت نہیں بھیجی حالانکہ وہ کافر تھا۔ لعنت بھیجنے کو ضروری نہ سمجھو' جو لوگ توحید و رسالت کے قائل اور ارکان اسلام پر عامل ہیں ان کو کافر کیسے کہا جاسکتا ہے؟ اس مباحثہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان دونوں خارجیوں میں سے ایک تو اپنی جماعت کو ترک کر کے عام مسلمانوں میں شامل ہو گیا' باقی خوارج کی جماعت نے بھی بالکل خموشی اختیار کر لی۔

وفات : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ بنوامیہ آپ کے طرز عمل سے سخت ناراض تھے کیونکہ ان کی جاگیریں' جائیدادیں اور تمام اموال جو دوسروں کے حقوق مغصوبہ تھے چھن گئے تھے اور کوئی ناجائز فائدہ حکومت وقت سے نہیں اٹھا سکتے تھے۔ آخر وہ دیر تک اپنے ان نقصانات کو برداشت نہ کر سکے اور انہوں نے آپ کے قتل کرنے کی سازش کی۔ آپ کو قتل کرنا کوئی دشوار کام بھی نہ تھا کیونکہ اپنی ذاتی حفاظت کے لیے نہ آپ نے کوئی چوکی پہرہ قائم رکھا تھا' نہ کھانے پینے میں کسی قسم کی احتیاط کرتے تھے۔ آپ کے قتل کرنے کا سب سے آسان ذریعہ جو بنوامیہ نے سوچا وہ یہ تھا کہ آپ کو زہر دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے آپ کے غلام کو لالچ دے کر اپنا شریک بنایا اور اس کے ذریعہ آپ کو زہر دلوایا۔ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ کو اس کا علم ہو گیا۔ جب آپ کی تکلیف و اذیت نے ترقی اختیار کی تو لوگوں نے کہا کہ آپ دوا کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا کہ جس وقت مجھے زہر دیا گیا اس وقت اگر کوئی مجھ سے یہ کہتا کہ تم اپنے کان کی لو کو ہاتھ لگانے سے اچھے ہو سکتے ہو تو میں اپنے کان کی لو کو ہاتھ نہ لگاتا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کہ لوگ میری نسبت کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا کہ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ آپ پر کوئی جادو کرایا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں میں مسحور نہیں ہوں بلکہ مجھ کو جس وقت زہر دیا گیا تھا اسی وقت معلوم ہو گیا تھا' پھر آپ نے اس غلام کو بلایا جس نے آپ کو زہر دیا تھا۔ وہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ افسوس تو نے مجھے زہر دے دیا' آخر کس طمع نے تجھ کو اس کام پر آمادہ کیا؟ اس نے کہا کہ مجھ کو ایک ہزار دینار دیئے گئے ہیں اور آزادی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دینار میرے پاس لے آؤ' چنانچہ وہ لے آیا۔ آپ نے اسی وقت وہ ایک ہزار دینار بیت المال میں جمع کروا دیئے اور غلام کو حکم دیا کہ تو اب یہاں سے نکل کر کہیں بھاگ جا کہ پھر کسی کو تیری صورت نظر نہ آئے۔

عبید بن حسان کہتے ہیں کہ جب آپ کا وقت آخر پہنچا اور نزع کی کیفیت شروع ہوئی تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم مجھ کو تنہا چھوڑ دو۔ چنانچہ سب اٹھ کر باہر چلے گئے۔ مسلمہ بن عبدالملک اور آپ کی بیوی فاطمہ بنت عبدالملک دروازے پر کھڑے رہے۔ انہوں نے سنا کہ آپ نے فرمایا "بسم اللہ شریف لائیے' یہ صورت نہ تو آدمیوں کی ہے نہ جنوں کی' پھر یہ آیت پڑھی ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴾ اس کے بعد جب کوئی آواز نہ آئی تو وہ دونوں اندر گئے' دیکھا

Marfat.com

تو آپ فوت ہو چکے ہیں۔

آپ کی وفات ۲۵/رجب سنہ۔۱۰۱ھ کو ہوئی۔ دو برس پانچ مہینے اور چار دن آپ نے خلافت کی' آپ کی وفات علاقہ حمص کے ایک مقام دیر معان میں ہوئی۔ آپ کی وفات کا حال جب حضرت حسن بصری نے سنا تو فرمایا کہ آج سب سے بہتر آدمی اٹھ گیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے خلیفہ مابعد یعنی یزید بن عبدالملک کو ایک رقعہ لکھا جس میں لکھا تھا کہ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اللہ کے بندے عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے! بعد سلام علیک کے یزید بن عبدالملک کو معلوم ہو کہ میں اس اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی اور الہ نہیں ہے۔ میں یہ خط تمہیں اپنے کرب کی حالت میں لکھتا ہوں۔ مین جانتا ہوں کہ مجھ سے میرے عہد حکومت کی نسبت سوال ہونے والا ہے اور وہ سوال کرنے والا دنیا و آخرت کا مالک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ میں اس سے اپنا کوئی بھی عمل پوشیدہ رکھ سکوں۔ اگر وہ مجھ سے راضی ہو گیا تو میری نجات ہو جائے گی ورنہ میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اپنی رحمت کاملہ سے بخش دے اور عذاب دوزخ سے بچائے اور مجھ سے خوش ہو کر جنت عطا فرمائے۔ تمہیں لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رعیت کی رعایت کرو۔ میرے بعد تم بھی زیادہ دن دنیا میں نہ رہو گے۔ والسلام۔

یوسف بن مالک کا قول ہے کہ ہم آپ کو قبر میں رکھ کر مٹی برابر کر رہے تھے کہ آسمان کی طرف سے ایک کاغذ گرا۔ اس میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے عمر بن عبدالعزیز کو آتش دوزخ سے نجات دے دی گئی۔

اولاد وازواج : آپ کی تین بیویاں تھیں اور آپ نے گیارہ بیٹے چھوڑے۔ آپ کی بیویوں میں فاطمہ بنت عبدالملک بالکل آپ ہی کی طرح نیک اور اللہ والی خاتون تھیں۔ فاطمہؓ بنت عبدالملک خلیفہ کی پوتی' خلفاء کی بہن' خلیفہ کی بیوی تھیں مگر نہایت زاہدانہ زندگی بسر کی۔ عمر بن عبدالعزیز کے بیٹے اسحاق' یعقوب' موسیٰ' عبداللہ بکر' ابراہیم بیویوں سے اور باقی امہات ولد سے تھے۔ جن کے نام عبدالملک' ولید' عاصم' یزید' عبداللہ' عبدالعزیز اور ریان تھے۔ آپ کے صاحبزادے عبدالملک بالکل باپ کے نمونے پر تھے۔ اکثر آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو اپنے بیٹے عبدالملک کی وجہ سے نیکیوں اور عبادتوں کی ترغیب ہوتی ہے مگر یہ آپ کے سامنے ہی فوت ہو گئے تھے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے جو ترکہ چھوڑا اس کی کل مقدار ۲۱ دینار تھی۔ اسی میں سے چند دینار کفن دفن میں صرف ہوئے' باقی بیٹوں' بیٹیوں میں تقسیم ہوئے۔ عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابی بکر کا بیان ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے گیارہ بیٹے چھوڑے اور ہشام بن عبدالملک نے بھی گیارہ ہی بیٹے چھوڑے تھے۔ عمر بن عبدالعزیز کے ہر ایک بیٹے کو باپ کے ترکہ میں سے ایک دینار ملا اور ہشام بن عبدالملک کے بیٹوں میں سے ہر ایک نے باپ کے ترکہ سے دس دس لاکھ درم پائے لیکن میں نے عمر بن عبدالعزیز کے بیٹوں میں

Marfat.com

سے ایک کو دیکھا کہ اس نے ایک دن جہاد کے لیے سو گھوڑے دیئے اور ہشام کے ایک بیٹے کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے صدقہ لے رہا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دور خلافت پر ایک نظر : حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد خلافت کی طرح بہت ہی مختصر ہے لیکن جس طرح عہد صدیقی بہت ہی اہم اور قیمتی زمانہ تھا۔ اسی طرح عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ بھی عالم اسلام کے لیے قیمتی زمانہ تھا۔ بنوامیہ کی حکومت نے بتدریج لوگوں میں دنیا پرستی اور حب جاہ و مال پیدا کر کے آخرت کی طرف سے غفلت پیدا کر دی تھی۔ عمر بن عبدالعزیز کی چند روزہ خلافت نے یک لخت ان تمام خرابیوں کو دور کر کے مسلمانوں کو پھر روحانیت اور نیکی کی طرف راغب کر دیا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے خلافت اسلامیہ کو خلافت راشدہ کے نمونے پر قائم کر کے عہد صدیقی و عہد فاروقی کو دنیا میں پھر واپس بلا لیا۔

خلفاء کے استبداد اور قہر و جبر کو وہ سخت ناپسند کرتے اور دنیا میں آزادی و امن قائم کر کے ہر شخص کو اس کے انسانی حقوق سے متمتع ہونے کا موقع دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے ایک بھی اللہ کے منکر کو مجبور کرنا نہیں چاہا۔ انہوں نے خوارج کو بھی اپنے اظہار خیال کا موقع دیا۔ وہ خلیفۃ المسلمین کا مرتبہ اسی حد تک قائم رکھنا چاہتے تھے کہ اگر کوئی مجرم خلیفہ کو گالی دے تو زیادہ سے زیادہ خلیفہ بھی ویسی ہی گالی اس کو انتقاماً دے سکتا ہے۔ وہ اپنے ماتحتوں سے اس بات کے خواہاں نہ تھے کہ ان کی ہر ایک جائز و ناجائز بات کی تائید کی جائے۔ وہ خلیفہ کو مسلمانوں کا حکمران اور فرمانروا نہیں جانتے تھے بلکہ مسلمانوں کا شفیق باپ سمجھتے تھے۔ غرض عہد صدیقی اور فاروقی میں جو کچھ ہم نے دیکھا ہے اس کے تمام نمونے عمر بن عبدالعزیز کے اندر موجود تھے اور اسی لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کے فوت ہونے پر خلافت راشدہ ختم ہو گئی۔ ان کے زمانے میں کثیر التعداد لوگوں نے بطیب خاطر اسلام قبول کیا۔ نو مسلموں کی یہ کثرت کسی دوسرے خلیفہ کے زمانے میں نظر نہیں آتی۔ حالانکہ آپ کے عہد خلافت میں بہت ہی کم لڑائیاں اور چڑھائیاں ہوئیں۔ آپ کی حکومت و سلطنت کے حدود سندھ، پنجاب، بخارا، ترکستان اور چین سے لے کر مراقش، اندلس اور فرانس تک وسیع تھے۔ اتنی بڑی عظیم الشان سلطنت میں ہر جگہ یکساں سکون اور امن و امان موجود تھا۔

آپ کے عہد مبارک میں سڑکیں نکالی گئیں۔ ہر ملک میں مدرسے اور شفاخانے جاری ہوئے، عدل و انصاف دنیا نے آپ کے بعد تک کبھی ایسا نہیں دیکھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے انتقال پر نہ صرف مسلمانوں کے گھروں میں ماتم ہوا بلکہ مسلمانوں سے بڑھ کر عیسائی و یہودی سوگوار پائے گئے۔ راہبوں نے آپ کے مرنے کی خبر سن کر اپنے صومعوں اور عبادت خانوں میں سر پیٹ لیے اور کہا کہ آج دنیا سے عدل اٹھ گیا اور عدل کا قائم کرنے والا اور عدل کی حفاظت کرنے والا دنیا کو خالی کر گیا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے شیعہ، سنی اور خارجی وغیرہ کے تمام اختلافات مٹا دیئے اور آج بھی

Marfat.com

کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو حضرت عمر بن عبدالعزیز کی طرف سے اپنے دل میں کوئی نفرت رکھتا ہو۔ ہر ایک سوچنے اور غور کرنے والے کے لیے موقع ہے کہ سوچے اور غور کرے کہ جو شخص سب سے زیادہ پابند اسلام ہوتا ہے وہی سب سے زیادہ محبوب عالم بن جاتا ہے۔ آخر یہ اسلام کی خوبی نہیں تو اور کیا ہے؟ صدیق اکبر، فاروق اعظمؓ، عمر بن عبدالعزیز، نورالدین زنگی، صلاح الدین ایوبی کو اہل یورپ بڑی عزت و عظمت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ساتھ ہی ان کو یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ یہ لوگ اسلام کے کس قدر پابند تھے۔ ان کی تمام خوبیاں صرف اسی ایک بات پر منحصر تھیں کہ وہ سچے پکے مسلمان تھے اور انہوں نے اپنی زندگیوں کو اسلامی نمونے پر قائم رکھنا چاہا تھا۔ ایک طرف ہم سوچتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ تھے اور دوسری طرف دیکھتے ہیں کہ وہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے منبر پر خطبہ دے رہے ہیں تو حیرت و استعجاب کی انتہا نہیں رہتی۔ فرض اور ذمہ داری کے احساس کا اس سے بڑھ کر اور کیا مرتبہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی زندگی نہایت عیش و تنعم کی حالت میں بسر ہوئی تھی لیکن خلیفہ ہونے کے بعد صرف اڑھائی سال کے عرصہ میں اس قدر لاغر ہو گئے تھے کہ جسم کی ایک ایک ہڈی الگ الگ گنی جا سکتی تھی۔

یزید بن عبدالملک

ابو خالد یزید بن عبدالملک بن مروان اپنے بھائی سلیمان بن عبدالملک کی وصیت کے موافق حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ تخت نشین ہونے کے بعد اس نے کہا کہ جتنا میں اللہ تعالیٰ کا محتاج ہوں اس قدر حضرت عمر بن عبدالعزیز بھی نہ تھے۔ چنانچہ چالیس روز تک وہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نقش قدم پر چلا۔ بنوامیہ نے جب دیکھا کہ عمر بن عبدالعزیز کے بعد بھی کشود کار کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی تو انہوں نے یزید بن عبدالملک کو اپنی منشا کے موافق طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دینے کی کوشش کی۔ اس قسم کی تمام کوششیں عمر بن عبدالعزیز کے سامنے تو بیکار ثابت ہوتی رہی تھیں لیکن یزید بن عبدالملک عمر بن عبدالعزیز نہ تھا۔ وہ ایک ہی ذرا سی کوشش کے مقابلہ میں بہہ گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چالیس سفید ریش لوگوں نے حاضر ہو کر اس بات کی شہادت دی کہ خلیفہ وقت جو کچھ کرے اس کا حساب اس سے نہ لیا جائے گا اور نہ اس پر عذاب ہو گا۔ ایسی تدبیروں کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور یزید بن عبدالملک کی جہالت نے اس کو بتدریج یزید اول کی طرح فسق و فجور کی طرف بھی مائل کر دیا۔ حتیٰ کہ وہ شراب اور مسکرات بھی استعمال کرنے لگا اور یہی سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے علانیہ شراب استعمال کی اور گانے بجانے میں بھی اپنا وقت ضائع کرنے لگا۔ اس کے بعد بنوامیہ کو کافی موقع مل گیا۔ انہوں نے دربار خلافت پر مستولی ہو کر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے کی تمام اصلاحات کو منسوخ کرا دیا اور خلافت بنوامیہ اسی طرح غاصبانہ طور پر املاک و جاگیرات پر قابض و متصرف ہو گئے اور اس بے انصافی میں پہلے سے زیادہ ترقی کر گئے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بعد ہی سے خلافت بنوامیہ کے زوال کا زمانہ سمجھنا چاہیے۔ اسی زمانے میں بنو عباس اور ہاشمیوں کو

Marfat.com

بنوامیہ کے خلاف کوششیں اور تدبیریں عمل میں لانے کا موقع مل گیا۔

محمد بن یوسف برادر حجاج بن یوسف ثقفی نے اپنے عہد امارت میں اہل یمن پر ایک جدید ٹیکس لگادیا تھا۔ جو کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد خلافت میں معاف کر کے عشر (دسواں حصہ) قائم کیا اور فرمایا کہ مجھے اس جدید خراج کے قائم کرنے سے یہ پسند ہے کہ یمن سے ایک ذرہ برابر خراج بھی نہ آئے۔ جب یزید بن عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس نے گورنر یمن کو لکھ بھیجا کہ اس ٹیکس کو اہل یمن سے ضرور وصول کرو' چاہے وہ کتنے ہی ناراض کیوں نہ ہوں۔ یزید بن عبدالملک کا چچا محمد بن مروان جو جزیرہ اور آذربائیجان کا گورنر تھا' انہیں دنوں میں فوت ہوا۔ یزید نے اس کی جگہ اپنے دوسرے چچا مسلمہ بن عبدالملک کو جزیرہ اور آذربائیجان کا گورنر بنا کر بھیج دیا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ یزید بن مہلب کو حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خراج جرجان کے ادا نہ کرنے کی وجہ سے قید کر دیا تھا' وہ اب تک قید میں تھا۔ جب اس نے سنا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کو بنوامیہ نے زہر دے دیا ہے اور وہ شاید جانبر نہ ہو سکے تو وہ قید خانے سے فرار ہو کر بصرہ کی طرف چل دیا۔ یزید بن مہلب اور یزید بن عبدالملک کے درمیان سلیمان بن عبدالملک کے زمانے سے شکر رنجی اور ناراضی چلی جاتی تھی۔ جب یزید بن مہلب کو یہ معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز کی زندگی معرض خطر میں ہے اور ان کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہونے والا ہے تو وہ قید خانے کے محافظین کو بھاری رشوت دے کر فرار ہو گیا کہ یزید بن عبدالملک اس پر دسترس نہ پا سکے۔ جاتے ہوئے ایک عریضہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے نام لکھ کر ان کے پاس بھجواتا گیا۔ اس میں لکھا تھا کہ اگر مجھے آپ کی زندگی کا یقین ہو جاتا تو میں ہرگز آپ کے قید خانے سے نہ بھاگتا مگر اس اندیشے سے کہ آپ کے بعد یزید بن عبدالملک مجھے قتل کر ڈالے گا اور بری طرح قتل کر ڈالے گا' میں یہاں سے فرار ہو رہا ہوں۔ یہ تحریر حضرت عمر بن عبدالعزیز کے پاس اس وقت پہنچی جب ان کا آخری وقت آ پہنچا تھا۔ آپ نے اس کو پڑھ کر فرمایا کہ الٰہی! اگر یزید بن مہلب مسلمانوں کے ساتھ برائی کرنے کو بھاگا ہے تو تو اس کو سزا دے کیونکہ اس نے مجھے دھوکا دیا ہے۔

یزید بن عبدالملک نے خلیفہ ہو کر عدی بن ارطاۃ والی بصرہ کو یزید کے بھاگ جانے کا حال لکھ کر لکھا کہ یزید بن مہلب کے اہل و عیال کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ عدی نے مفضل و مروان پسران مہلب کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اسی اثنا میں یزید بن مہلب بصرہ میں پہنچ گیا۔ اہل بصرہ نے یزید بن مہلب کی طرف داری کی اور عدی بن ارطاۃ کو بصرہ سے بھاگنا پڑا۔ یزید بن مہلب نے بصرہ پر قابض ہو کر اہواز تک اپنا قبضہ جما لیا اور اپنی ایک الگ حکومت قائم کر کے ایک زبردست فوج تیار کی اور اہل عراق کو ترغیب دی کہ ترک و دیلم کے جہاد سے اہل شام پر جہاد کرنا افضل ہے۔ حسن بصری نے اس کی مخالفت کی مگر لوگوں نے ان کو اس خیال سے خاموش رہنے پر مجبور کیا کہ یزید بن مہلب سن کر کہیں ان کو قتل نہ کر دے۔ یزید اس فوج کو لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ بڑی خونریز لڑائی ہوئی' طرفین سے خوب خوب داد شجاعت دی گئی۔ بالآخر میدان جنگ میں یزید اور اس کا بھائی

Marfat.com

حبیب دونوں مارے گئے اور مسلمہ بن عبدالملک کو فتح حاصل ہوئی۔ بقیہ آل مہلب کو جب یزید و حبیب کے مارے جانے اور فوج کے شکست کھانے کا حال معلوم ہوا تو یہ بصرہ سے فرار ہوئے اور مشرق کی طرف کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ ان کے تعاقب میں ایک دستہ فوج روانہ کیا گیا۔ مقام قندابیل میں اس فوجی دستے سے مقابلہ ہوا۔ بجز دو بچوں اور ابو عتبہ بن مہلب اور عثمان بن مفضل بن مہلب کے خاندان مہلب سے کوئی متنفس باقی نہیں بچا۔ سب کے سب قتل کر دیئے گئے۔

اس فتح کے بعد یزید بن عبدالملک نے مسلمہ بن عبدالملک کو عراق کا گورنر بنادیا' پھر عمرو بن ہبیرہ کو مسلمہ کی جگہ حاکم عراق مقرر کیا۔ اہل صغد اور اہل سمرقند نے بغاوت کی تو عمرو بن ہبیرہ نے سعید حرشی کو خراسان کا امیر مقرر کر کے معہ فوج خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں پہنچ کر اہل صغد اور اہل سمرقند کو قرار واقعی سزا دے کر درست کیا۔

بلاد خزرد آرمینیا میں بغاوت ہوئی اور وہاں کے لوگوں نے اہل قبچاق سے مدد لے کر مسلمانوں پر حملہ کیا اور وہاں کی اسلامی فوج کے اکثر حصے کو قتل کر ڈالا۔ ہزیمت خوردہ اور بقیۃ السیف بھاگ کر دمشق میں یزید بن عبدالملک کے پاس آئے۔ یزید نے جراح بن عبداللہ حکمی کو فوج دے کر اس طرف روانہ کیا۔ جراح نے وہاں پہنچ کر لڑائی چھیڑ دی۔ اہل خزر نے مقابلہ کیا مگر سخت لڑائی کے بعد مسلمانوں سے شکست کھائی۔ اس کے بعد جراح نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور دور تک علاقہ فتح کرتا ہو چلا گیا۔ وہاں کے بادشاہ اور امراء نے اطاعت اختیار کی اور تمام علاقہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

عبدالرحمٰن بن ضحاک حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے سے حجاز کی گورنری پر مامور تھا۔ وہ تین برس تک اس عہدے پر مامور رہا۔ اس کے بعد اس کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں حضرت حسینؓ کی پوتی سے شادی کروں۔ چنانچہ اس نے فاطمہ بنت الحسین یعنی لڑکی کی ماں کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ عبدالرحمٰن بن ضحاک نے دھمکی دی کہ میں تمہارے لڑکے کو شراب خوری کے جرم میں متہم کر کے درے لگواؤں گا۔ فاطمہ بنت الحسین نے یزید بن عبدالملک کے پاس شکایت کہلا کر بھجوائی یزید سن کر سخت برافروختہ ہوا اور عبدالواحد بن عبداللہ قسری کو اپنے ہاتھ سے خط لکھا کہ میں نے تجھ کو مدینہ کی گورنری پر مامور کیا تو اس خط کو دیکھتے ہی ضحاک کے پاس جا اور اس کو معزول کر دے اور اس سے چالیس ہزار دینار جرمانہ وصول کر اور اس کو اس قدر اذیت دے کہ اس کی آواز مجھے سنائی دے۔ در آں حالیکہ میں اپنے بستر استراحت پر ہوں۔ قاصد نے یہ خط لے جا کر عبدالواحد کو دیا۔ عبدالواحد نے مدینہ کی گورنری کا چارج لے کر ابن ضحاک کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں۔ لوگ ابن ضحاک سے کچھ خوش نہ تھے۔ اس لیے اب اس کے معزول ہونے کے بعد اس کی ہجو میں قصیدے لکھے گئے۔ عبدالواحد کا برتاؤ انصار مدینہ کے ساتھ اچھا بہت تھا۔ سب اس سے خوش رہے اور قاسم و سالم پسران عبداللہ بن عمر ہر کام میں ان کے مشیر تھے۔ ابن ضحاک کی معزولی اور عبدالواحد کی تقرری ماہ شوال سنہ ۱۰۴ھ میں وقوع پذیر ہوئی تھی۔

Marfat.com

سعید حریشی خراسان کا عامل تھا جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے۔ چند روز کے بعد ابن ہبیرہ نے حریشی کو معزول کر کے اس کی جگہ مسلم بن سعید بن اسلم بن زرعہ کلابی کو خراسان کی حکومت سپرد کی۔ ابن ہبیرہ یزید بن عبدالملک کے آخر عہد خلافت تک عراق کا گورنر رہا۔

یزید بن عبدالملک نے اپنے بعد اپنے بھائی ہشام بن عبدالملک اور اس کے بعد اپنے بیٹے ولید بن یزید کو ولی عہد بنایا تھا۔ چار سال ایک ماہ خلیفہ رہ کر ۲۵/ شعبان سنہ۔۱۰۵ھ کو بمقام بلقاء بعمر ۳۸ سال یزید بن عبدالملک فوت ہوا اور اس کی وصیت کے موافق ہشام بن عبدالملک تخت خلافت پر بیٹھا۔

ہشام بن عبدالملک

ابوالولید ہشام بن عبدالملک سنہ۔ ۷۲ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی والدہ عائشہ بنت ہشام بن اسماعیل مخزومی تھی۔ جب یزید بن عبدالملک کا انتقال ہوا تو ہشام حمص میں مقیم تھا۔ وہیں قاصد یہ خبر اور یزید کا عصا اور انگوٹھی لے کر گیا۔ ہشام حمص سے دمشق آیا اور لوگوں سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔

ہشام بن عبدالملک نے تخت نشین ہونے کے بعد ابن ہبیرہ کو عراق کی حکومت سے معزول کر کے اس کی جگہ خالد بن عبداللہ قسری کو حکومت عراق کی سند دے کر روانہ کی۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مسلم بن سعید خراسان کا حاکم مقرر ہوا تھا۔ مسلم نے فوج لے کر ترکوں پر چڑھائی کی اور سنہ۔۱۰۵ھ کے آخر تک مصروف جنگ رہ کر اکثر ترک سرداروں کو مغلوب کر کے ان سے خراج و جزیہ وصول کیا۔

واقعات خراسان : سنہ۔۱۰۶ھ میں مسلم بن سعید نے جہاد کے ارادے سے بہت بڑی فوج جمع کر لی اور بخارا و فرغانہ کی طرف جا کر باغیوں کو سزائیں دیں۔ خاقان چین نے اہل فرغانہ کی مدد کی اور خاقان سے مسلم کی کئی زبردست اور خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ انجام کار خاقان کو شکست ہوئی اور ترکوں کے بڑے بڑے سردار مسلمانوں نے گرفتار کر لیے۔ اسی سال ہشام بن عبدالملک خلیفہ دمشق نے خالد بن عبداللہ کو خط لکھا کہ مسلم بن سعید کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے اپنے بھائی اسد بن عبداللہ قسری کو گورنر خراسان بنا کر بھیج دو۔ چنانچہ خالد بن عبداللہ نے اسد بن عبداللہ اپنے بھائی کو خراسان کی سند حکومت دے کر روانہ کیا اور مسلم بن سعید نے بخوشی خراسان کی حکومت اس کے سپرد کر دی۔ خالد بن عبداللہ نے جب اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجا تو اس کے ساتھ ہی عبدالرحمٰن بن نعیم کو اس کا نائب بنا کر بھیج دیا تھا۔

اسد بن عبداللہ نے خراسان کی حکومت سنبھالتے ہی جبال ہرات یعنی غور وغیرہ کی طرف حملہ کیا اور وہاں سے مسلمانوں کو بہت مال غنیمت حاصل ہوا۔ ان لڑائیوں میں نصر بن سیار اور مسلم بن احور نے بہت ناموری حاصل کی۔ اسد بن عبداللہ نے چند ہی روز کے بعد ایسے اخلاق کا اظہار کیا کہ لوگ اس سے پریشان و وحشت زدہ ہونے لگے۔ اس نے نصر بن سیار کو سو درے لگوائے۔ عبدالرحیم بن نعیم کا سر منڈوایا اور ان لوگوں کو اپنے بھائی خالد بن عبداللہ کے پاس بھیج دیا کہ یہ میرے قتل کی سازش میں شریک تھے۔

Marfat.com

اسی طرح وہ اہل خراسان کو بھی بہت لعن طعن کرتا اور سختی سے پیش آتا تھا۔ ان باتوں کا حال ہشام بن عبدالملک کو معلوم ہوا تو اس نے دمشق سے خالد بن عبداللہ کو لکھا کہ اسد بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کردو' پھر خود ہی براہ راست اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا اور خالد کو اطلاع دے دی۔ اشرس نے خراسان میں پہنچ کر اپنے نیک سلوک اور خوش اخلاقی سے سب کو خوش کرلیا۔ اشرس نے سنہ ۱۱۰ھ میں ابوالصیداء' صالح بن ظریف اور ربیع بن عمران تمیمی کو سمرقند اور ماوراء النہر کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ وہاں جاکر لوگوں کو اسلام کی خوبیاں سمجھائیں اور شرک کی برائیوں سے آگاہ کر کے راہ راست پر لائیں۔ اس علاقے میں آئے دن بغاوتیں ہوتی رہتی تھیں اور حکومت اسلامیہ نوک شمشیر کے ذریعہ قائم تھی۔ اشرس نے اس کا بہترین علاج یہی تجویز کیا کہ ان لوگوں کو اسلام سے آگاہ کر کے مسلمان بنایا جائے تو ان کے اندر جس قدر عیوب ہیں وہ خود بخود دور ہو جائیں گے اور حکومت اسلامیہ کے لیے پھر کوئی خطرہ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ اس دعوت اسلام کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے شروع ہوئے اور قمر قند کے علاقہ پر حسن بن عمر طہ کندی صیغہ مال کا افسر مقرر تھا۔

جب لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے تو اس سے جزیہ کی آمدنی جو ذمیوں سے لی جاتی تھی کم ہونے لگی۔ ذمیوں کے نو مسلم ہونے سے جو آمدنی میں کمی واقع ہوئی تو حسن بن عمر طہ نے اس کی شکایت اشرس بن عبداللہ اسلمی گورنر خراسان کو لکھی۔ اشرس بن عبداللہ نے جواب دیا کہ بہت سے لوگ ممکن ہے کہ محض جزیہ کی وجہ سے مسلمان ہوگئے ہوں اور دل سے انہوں نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔ لہذا تم دیکھو کہ جس نے ختنہ کروالیا ہو اور نماز پڑھتا ہو اس کو جزیہ معاف کردو ورنہ چاہے وہ اپنے آپ کو مسلمان کہے اس سے جزیہ وصول کرو۔ اشرس اگرچہ خود اس کو پسند نہ کرتا تھا مگر خالد اور ہشام کا منشاء یہی تھا کہ نو مسلموں کے ساتھ سختی سے محاسبہ و معاملہ کیا جائے۔ اشرس کے پاس سے اس جواب کے آنے پر حسن بن عمر طہ نے اس حکم کی تعمیل میں اس لیے تامل کیا کہ یہ شریعت اسلام کے موافق نہ تھا۔ اشرس بن عبداللہ نے حسن بن عمر طہ کو صیغہ مال سے معزول کر کے ہانی ابن ہانی کو مامور کیا اور سمرقند کی حکومت وسپہ سالاری پر اس کو قائم رکھا۔ ہانی ابن ہانی نے نو مسلموں سے آکر جزیہ وصول کرنا شروع کیا۔ ابوالصیداء نے نو مسلموں کو جزیہ دینے اور ہانی کو جزیہ لینے سے روکا۔ ہانی نے اشرس کو خط لکھا کہ یہ لوگ مسلمان ہوگئے ہیں۔ انہوں نے مسجدیں بھی بنائی ہیں۔ ان سے جزیہ کیسے وصول ہو سکتا ہے۔ اس کے جواب میں ہانی کے پاس حکم پہنچا کہ تم ان لوگوں سے جو جزیہ دیا کرتے تھے' جزیہ وصول کرو چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہوگئے ہوں۔

یہ دیکھ کر ابوالصیداء نے نو مسلموں کی سات ہزار جمعیت لے کر سمرقند سے چند فرسنگ کے فاصلہ پر قیام کیا اور مقابلہ پر مستعد ہو گیا۔ چونکہ ابوالصیداء کے پاس وجہ مخالفت معقول تھی لہذا بہت سے مسلمان سردار حاکم سمرقند کی فوج میں سے ابوالصیداء کے پاس نو مسلموں کی حمایت کے لیے چلے گئے۔ اشرس نے یہ حالت دیکھ کر حسن بن عمر طہ کو سمرقند کی حکومت سے معزول کر کے محشر بن مزاحم سلمی کو مامور کیا۔ محشر

Marfat.com

بن مزاحم نے سمرقند پہنچ کر ابوالصیداء اور اس کے ہمراہی سرداروں کو صلح کے بہانے دھوکے سے بلا کر قید کر دیا اور اشرس کے پاس بھیج دیا۔ نو مسلموں نے ابو فاطمہ کو اپنا سردار بنالیا۔ آخر مجبور ہو کر ان مسلموں کو جزیہ کی معافی کا وعدہ دیا گیا اور جب ان کی جمعیت اور اتفاق جاتا رہا تو بتدریج ان پر سختی شروع کی گئی اور طرح طرح سے ذلیل کیا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ جو مسلمان ہو چکے تھے پھر مرتد ہو کر باغی ہو گئے اور از سر نو مقابلہ پر آمادہ ہو کر خاقان سے خواہان امداد ہوئے۔ خاقان اپنی زبردست فوجیں لے کر آیا اور مسلمانوں کے ساتھ ایک جدید سلسلہ جنگ شروع ہو گیا۔ اشرس خود مقابلہ پر پہنچا۔ طرفین سے خوب داد شجاعت دی گئی۔ بہت سے مسلمان اور بہت سے ترک تہ تیغ ہوئے آخر اس خونریز سلسلہ جنگ کا خاتمہ صلح پر ہوا۔

اس جگہ ان لوگوں کو جو اسلام کی اشاعت کو بزور شمشیر بتاتے ہیں غور و تامل کرنا چاہیے کہ مسلمانوں نے اپنے زور شمشیر کو اسلام کی اشاعت میں صرف کیا یا ان کے بعض نادان حکمرانوں نے زور شمشیر کو اسلام کی اشاعت کے روکنے میں صرف کیا ہے۔

سنہ۔۱۱۱ھ میں ہشام بن عبدالملک نے اشرس بن عبداللہ کو جب کہ وہ ترکوں اور سمرقندیوں سے مصروف پیکار تھا معزول کر کے جنید بن عبدالرحمٰن بن عمر بن حرث بن خارجہ بن سنان بن ابی حارثہ مری کو مامور کیا۔ جنید جب خراسان کے دارالصدر شہر مرو میں پہنچا تو اس نے وہاں بجائے اشرس کے اس کے نائب خطاب بن محزر سلمی کو پایا۔ وہ ایک روز قیام کر کے ماوراءالنہر کی طرف روانہ ہوا اور اپنی جانب سے محشر بن مزاحم سلمی کو مرو میں چھوڑ کر اور خطاب کو اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور اشرس کے ساتھ خاقان و اہل بخارا پر فتح یاب ہو کر مرو کی جانب سنہ۔۱۱۱ھ کے آخری ایام میں واپس آیا۔ مرو میں آکر اس نے قطن بن قتیبہ بن مسلم کو بخارا پر، ولید بن قعقاع عبسی کو ہرات پر اور مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی کو بلخ کی حکومت پر مامور کیا لیکن چند ہی روز کے بعد مسلم بن عبدالرحمٰن کو معزول کر کے یحییٰ بن ضبیعہ کو بلخ کا حاکم بنایا۔

سنہ۔۱۱۲ھ میں جنید نے طخارستان کے باغیوں کی سرکوبی و سزادہی کے لیے عمار بن حریم کو اٹھارہ ہزار کی جمعیت کے ساتھ ایک طرف سے اور ابراہیم بن بسام کو دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ دوسری طرف سے روانہ کیا اور خود بھی اس طرف روانہ ہونے کی تیاری کی۔ ترکوں کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو وہ خاقان کو اپنا سپہ سالار بنا کر بہت بڑا لشکر جمع کر کے سمرقند پر حملہ آور ہوئے۔ اس زمانے میں سمرقند کا عامل سورہ بن الجبر تھا۔ اس نے جنید کے پاس خبر بھیجی کہ خاقان نے اپنے زبردست لشکر کے ساتھ سمرقند کی طرف حرکت کی ہے، میری مدد کے لیے جلد فوج بھیجے۔ محشر بن مزاحم وغیرہ نے جنید کو مشورہ دیا کہ سمرقند کی طرف آپ کو کم از کم پچاس ہزار فوج کے ساتھ جانا چاہیے کیونکہ ترکوں کا مقابلہ آسان نہیں ہے لیکن آج کل تمام فوج منتشر ہو چکی ہے۔ آپ کے پاس بہت ہی تھوڑے سے آدمی ہیں۔ اس حالت میں آپ سمرقند کا ارادہ نہ کریں۔ جنید نے سرد آہ کھینچ کر کہا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میرا بھائی سورہ بن الجبر وہاں مصیبت میں گرفتار ہو اور میں یہاں پچاس ہزار فوج کی فراہمی کے انتظار میں بیٹھا رہوں۔ یہ کہہ کر سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ خاقان اور ترکوں کو جب معلوم

Marfat.com

ہوا کہ جنید خود سمرقند کی طرف آرہا ہے تو وہ تھوڑی سی فوج سمرقند کے محاصرہ پر چھوڑ کر جنید کے سدراہ ہوئے۔ راستے ہی میں روک کر لڑائی کا بازار گرم کیا۔ جنید اور اس کے منھی بھر ہمراہیوں نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیے اور ایسی چپقلش مردانہ دکھائی کہ ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ بڑے بڑے نامی سردار مسلمانوں میں سے بھی شہید ہوئے اور ترکوں کی لاشوں کے توانبار لگ گئے۔ ترکوں کی فوج اور خاقان کے لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ جنید نے پہاڑ کو پس پشت رکھ کر خاقان اور اس کے لشکر کو کئی مرتبہ پیچھے ہٹایا اور ترکوں کو میدان سے بھگایا۔ آخر سرداروں کے مشورہ سے سورہ بن الجبر کے پاس سمرقند میں پیغام بھیجا کہ ہم تم سے صرف دو منزل کے فاصلے پر مصروف جنگ ہیں۔ تم ہمت کر کے سمرقند سے نکل آؤ اور نہر کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے ہم تک پہنچو اور دوسری طرف سے ترکوں پر حملہ کر دو۔ سورہ بن الجبر سمرقند سے روانہ ہوا لیکن جس راستے کی نسبت ہدایت کی گئی تھی اس راستے سے نہیں آیا بلکہ ایک دوسرے راستے سے آیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ قریب ہی پہنچ کر ترکوں کے لشکر میں گھر گیا اور لڑ کر بہت سے لشکر کو قتل کرا دیا۔ اس طرح جنید کو کوئی امداد نہ پہنچ سکی۔ آخر مسلمانوں نے جی توڑ کر ایسے ایسے سخت حملے کیے کہ خاقان اور ترکوں کو بھگا دیا اور سمرقند میں داخل ہو گئے۔

یہاں سے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ مفصل کیفیت لکھ کر ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق کو بھیجی۔ خلیفہ نے کوفہ اور بصرہ میں احکام بھیجے کہ دس دس ہزار فوج دونوں مقاموں سے جنید کی مدد کے لیے روانہ ہو اور جنید کو لکھا کہ تم مصروف جہاد رہو۔ میں بیس ہزار فوج' تیس ہزار روپے اور تیس ہزار تلواریں تمہاری امداد کے لیے کوفہ اور بصرہ سے بھجوا رہا ہوں۔ یہ پیغام خلیفہ کا جنید کے پاس سمرقند میں پہنچا۔ جنید سمرقند میں مقیم رہا لیکن چند ہی روز کے بعد سنا کہ خاقان نے جو جنید کے مقابلے سے بھاگ گیا تھا' فوجیں جمع کر کے بخارا پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ بخارا کی حکومت قطن بن قتیبہ کے سپرد تھی۔ جنید کو اندیشہ ہوا کہ کہیں قطن کی بھی وہی حالت نہ ہو جو سورہ کی سمرقند میں ہوئی تھی۔ اس نے عثمان بن عبداللہ کو چار سو سواروں کے ساتھ سمرقند میں چھوڑا اور ہر قسم کا کافی سامان رسد اس کے لیے فراہم کر دیا اور خود عورتوں بچوں اور ضروری سامان کو لے کر سمرقند سے بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ طواویس کے قریب مقام کومینیہ میں یکم رمضان سنہ ۱۱۲ھ کو خاقان سے مقابلہ ہو گیا۔ خاقان کو شکست ہوئی اور جنید اپنے سامنے راستہ صاف پا کر بخارا کی جانب گرم سفر ہوا۔ راستہ ہی میں ایک مرتبہ پھر ترکوں نے مقابلہ کیا۔ اس میں بھی مسلمانوں نے فتح پائی۔ اس کے بعد جنید بخارا میں داخل ہو گیا اور یہیں کوفہ و بخارا کی فوجیں بھی جنید کے پاس پہنچ گئیں۔

جنید نے ترکوں کو متواتر اور پیہم شکستیں دے دے کر خراسان میں ہر طرف امن و امان قائم کر دیا۔ جنید کو جب خراسان کی طرف سے اطمینان حاصل ہو گیا تو اس نے سنہ ۱۱۶ھ میں فاضلہ بنت یزید بن مہلب کے ساتھ نکاح کیا۔ ہشام بن عبدالملک کو خاندان مہلب کے ساتھ سخت عداوت تھی۔ یہ خبر پہنچی تو اس کو بہت ناگوار گزرا اور جنید کو خراسان کی حکومت سے معزول کر کے عاصم بن عبداللہ بن یزید ہلالی کو خراسان کی سند گورنری دے کر روانہ کیا۔ ادھر عاصم خراسان کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر جنید کے مرض استسقائے

Marfat.com

خطرناک صورت اختیار کی۔ جس روز عاصم مرو میں داخل ہوا' اسی روز اس کے آنے سے پہلے جنید فوت ہو چکا تھا۔ عاصم نے خراسان پہنچ کر جنید کے عاملوں کو معزول کر کے اپنے جدید عامل مقرر کئے۔

حرث بن شریح : سنہ۔۱۰۰ھ میں جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ بنو عباس نے اپنی خلافت کے لیے بنوامیہ کے خلاف خفیہ کوششوں اور سازشوں کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ یہ کوششیں نہایت احتیاط اور دانائی کے ساتھ جاری تھیں۔ آنحضرت ﷺ کی بعض احادیث کو خاص طور پر شائع کیا جاتا تھا۔ بعض روایات مصلحتاً وضع بھی کر لی گئی تھیں۔ بعض روایات میں کچھ فقرات اضافہ کر دیئے گئے تھے' جن سب کا منشا یہ تھا کہ لوگوں کو اس بات کا کامل یقین دلایا جائے کہ خلافت اسلامیہ بنو عباس میں ضرور آئے گی اور بہت جلد آئے گی۔ اس کے علاوہ بنو ہاشم کا حق دار خلافت ہونا اور بنوامیہ کا ناجائز طور پر برسر حکومت آجانا چونکہ پہلے ہی سے انقلابی جماعتوں کے لیے بطور ایک زبردست ہتھیار کے استعمال ہو رہا تھا لہذا ان باتوں سے بھی خوب فائدہ اٹھایا گیا۔ اس کام کے لیے خاص خاص قابل آدمی بطور مشنری مصروف کار تھے اور بنوامیہ اپنی زعم حکومت میں ایسی باتوں کو نہ خاطر میں لاتے' نہ ان کے انسداد کی طرف متوجہ ہونے کو ضروری سمجھتے تھے' نہ اس قسم کی خفیہ سازشوں کی ٹوہ اور تلاش میں رہنا پسند کرتے تھے۔

فاطمیوں اور علویوں نے بھی عباسیوں کے متوازی اس قسم کی کوششوں اور سازشوں کا سلسلہ پہلے ہی سے باقاعدہ جاری رکھا تھا اور یہ تمام سلسلے خراسان ہی میں نشوونما پا رہے تھے کیونکہ خراسان ہی کی آب و ہوا ایسی کوششوں اور سازشوں کے لیے زیادہ موافق و موزوں تھی۔ خراسان میں ازد کے نامور قبیلے کا سردار حرث بن شریح خاص طور پر علویوں اور فاطمیوں کا شیدائی تھا۔ چنانچہ سنہ۔۱۱۶ھ میں اس نے سیاہ کپڑے پہنے اور لوگوں کو اتباع کتاب و سنت اور بیعت امام رضا کی دعوت دی اور فاریاب میں پہنچ کر اس کام کو شروع کیا۔ چار ہزار کی جانباز جمعیت اس کے گرد جمع ہو گئی۔ یہ اس فوج کو لے کر بلخ کی طرف متوجہ ہوا۔ بلخ میں ان دنوں نصر بن سیار حاکم تھا۔ وہ دس ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلا مگر شکست کھائی۔ حرث بن شریح بلخ پر قابض و متصرف ہو کر اور اپنی طرف سے سلیمان بن عبداللہ بن حازم کو بلخ میں مامور کر کے جرجان کی طرف بڑھا۔ بڑی آسانی سے جرجان پر بھی قابض و متصرف ہو کر مرو کی طرف متوجہ ہوا۔ مرو میں عاصم بن عبداللہ نے لوگوں کو جمع کر کے مقابلہ پر آمادہ کرنا چاہا لیکن یہاں بھی پہلے ہی سے حرث بن شریح کے ساتھ لوگوں کی خط و کتابت جاری تھی۔

حرث بن شریح کی جمعیت ساٹھ ہزار تک پہنچ چکی تھی جس میں ازد و تمیم کے نامی سردار اور فاریاب و طالقان کے زمیندار سب شامل تھے۔ ادھر عاصم بن عبداللہ نے بھی مقابلہ کے لیے تمام ممکن کوششوں سے کام لیا۔ حرث بن شریح نے مرو پر نہایت جرات کے ساتھ حملہ کیا مگر عین مقابلے کے وقت اس کی فوج میں سے چار ہزار آدمی ازد و تمیم کے کٹ کر عاصم کی فوج میں آملے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حرث بن شریح کے ہمراہیوں کی جرات و دلیری اور جوش و خروش میں کسی قدر فرق آگیا مگر لڑائی بڑے زور شور کی ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حرث بن شریح شکست کھا کر پیچھے کو لوٹا اور عاصم نے اس کا تعاقب نہ کیا۔ عاصم نے منازل رہبان کے

Marfat.com

قریب پہنچ کر اپنا خیمہ نصب کیا تو اس کے پاس کل تین ہزار سوار آکر جمع ہوئے۔ حرث بن شریح نے اس کے بعد اپنی حالت کو پھر درست کر لیا اور وہ اپنے مقبوضات کو خراسان میں جلدی ترقی دیتا رہا۔

ان حالات سے مطلع ہو کر دمشق سے ہشام بن عبدالملک نے عاصم سے جواب طلب کیا تو عاصم نے لکھا کہ خراسان کا تعلق براہ راست چونکہ دمشق یعنی دربار خلافت سے ہے اس لیے اطلاعات کے جانے اور بوقت ضرورت مدد کے آنے میں توقف ہوتا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ جس طرح پہلے خراسان کا صوبہ عراق کے ماتحت تھا' اسی طرح اس کو اب بھی عراق کے ماتحت کر دیا جائے تاکہ بصرہ و کوفہ سے جلد امداد پہنچ سکے۔ ہشام بن عبدالملک نے اس رائے کو تو پسند کیا مگر عاصم بن عبداللہ کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دیا اور خالد بن عبداللہ قسری گورنر عراق کو لکھا کہ تم اپنے بھائی اسد بن عبداللہ کو پھر خراسان کا حاکم بنا کر بھیج دو۔

عاصم کو جب اپنی معزولی اور اس جدید انتظام کی خبر پہنچی تو اس نے حرث بن شریح کے ساتھ مصالحت کر کے یہ تجویز کی کہ آؤ ہم دونوں ہشام بن عبدالملک کو ایک تبلیغی خط لکھیں اور کتاب و سنت پر عمل کرنے کی دعوت دیں۔ اگر وہ انکار کرے تو دونوں متفق ہو کر اس کی مخالفت میں کوشاں ہوں لیکن یہ مصالحت تادیر قائم نہ رہ سکی اور نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئی۔ دونوں میں کسی بات پر ان بن ہو گئی اور لڑائی تک نوبت پہنچی۔

اس لڑائی میں حرث کو شکست ہوئی اور اس کے اکثر ہمراہیوں کو عاصم نے گرفتار کر کے قتل کر ڈالا اور اس فتح کو ہشام بن عبدالملک کی خوشنودی مزاج کا ذریعہ بنانا چاہا مگر اسد بن عبداللہ سند گورنری لیے ہوئے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس نے آتے ہی عاصم کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۱۷ھ کا ہے۔ اسد بن عبداللہ نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی حرث بن شریح سے خراسان کے شہروں کو واپس چھیننا شروع کیا۔ بلخ کو لے کر ترمذ کا قصد کیا۔ غرض دو برس تک اسد بن عبداللہ حرث بن شریح اور ترکوں کے ساتھ برابر مصروف جنگ رہا۔ حرث بن شریح کی حالت نہایت کمزور ہو گئی تھی اور وہ اپنے چند رفیقوں کے ساتھ ادھر ادھر پناہ ڈھونڈتا پھرتا تھا۔ سنہ ۱۱۹ھ میں خاقان اور بدر طرخان اسلامی لشکر کے مقابلہ میں مارے گئے اور اسد بن عبداللہ کی فتوحات کا سلسلہ ترکستان سے گزر کر مغربی چین تک پہنچ گیا۔

ماہ ربیع الاول سنہ ۱۲۰ھ میں اسد بن عبداللہ قسری مقام بلخ میں فوت ہوا۔ مرتے وقت اس نے جعفر بن حنظلہ نہروانی کو اپنا جانشین بنایا۔ جس نے چار مہینے امارت کی۔ اس کے بعد ماہ رجب میں نصر بن سیار خراسان کا گورنر مقرر ہوا۔ اسی سال یعنی سنہ ۱۲۰ھ میں ہشام بن عبدالملک سے خالد بن عبداللہ گورنر عراق کے مخالفوں نے اس کی شکایت کی۔ ہشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ کو گورنری عراق سے معزول کر کے یوسف بن عمر ثقفی کو سند گورنری عطا کی۔ یوسف بن عمر ثقفی ایک طرف عابد و زاہد تھا تو دوسری طرف سفاک و احمق بھی تھا۔

نصر بن سیار نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی تو سب سے پہلے اس بات کی کوشش کی کہ نومسلموں سے جزیہ وصول کرنے کی رسم کو مٹایا جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے عہد حکومت میں نومسلموں سے

Marfat.com

جزیہ لینا فوراً موقوف کیا جس کا اثر فوراً نمودار ہوا کہ ترکوں میں اسلام بڑی سرعت سے پھیلنا شروع ہو گیا۔

بلاد خضرو آرمینیا : جراح بن عبداللہ حکمی کو ہشام بن عبدالملک نے آرمینیا کی گورنری پر مامور کیا تھا۔ سنہ۔۱۱ھ میں جراح حکمی تفلیس کی جانب سے جہاد کرتا ہوا بلاد ترکستان میں داخل ہوا اور ان کے مشہور شہر بیضاء کو فتح کر کے کامیابی کے ساتھ واپس آیا۔ سنہ۔ ۱۱۲ھ میں ترکوں نے اپنی فوجیں مرتب کر کے متفقہ طور پر بلاد اسلامیہ پر یورش کی۔ جراح بن عبداللہ حکمی مقابلہ کے لیے نکلا۔ مقام مرج اردبیل میں دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد بہت ہی قلیل تھی۔ جراح بن عبداللہ حکمی میدان جنگ میں لڑتا ہوا شہید ہوا اور اس کی شہادت سے ترکمانوں اور ترکوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے اور اپنی کامیابی کی خوشی اور جوش میں وہ بڑھتے ہوئے موصل کے قریب پہنچ گئے۔

یہ خبر دارالخلافہ دمشق میں پہنچی تو ہشام بن عبدالملک نے سعید حریشی کو بلا کر کہا کہ دیکھو جراح ترکوں سے شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ سعید نے کہا کہ جراح کے دل میں اللہ کا خوف شکست کھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے۔ وہ ترکوں سے شکست کھا کر فرار کی ندامت گوارا نہیں کر سکتا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ شہید ہو گیا ہے۔ ہشام نے کہا اب کیا تدبیر کی جائے۔ سعید حریشی نے کہا کہ آپ مجھ کو صرف چالیس آدمیوں کے ساتھ اس طرف روانہ کر دیجئے اور روزانہ چالیس آدمی روانہ کرتے رہیے۔ نیز ایک حکم عام اس طرف کے تمام امیروں اور عاملوں کے نام بھیج دیجئے کہ وہ بوقت ضرورت میری مدد کریں۔

ہشام نے اس تجویز کو پسند کیا اور سعید چالیس آدمیوں کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ راستے میں جراح کے ہمراہی ملے جو تباہ حال آرہے تھے۔ ان کو بھی سعید نے اپنے ہمراہ لیا اور راستے میں جہاں جہاں مسلمان قبیلوں پر سے اس کا گزر ہوا جہاد کی ترغیب لوگوں کو دیتا گیا۔ اس طرح اس کے ساتھ ہر جگہ کے لوگ شامل ہوتے رہے۔ مقام خلاط پر پہنچ کر سعید کا ترکوں سے مقابلہ ہوا۔ نہایت خونریز جنگ کے بعد ترکوں کو شکست دی۔ مسلمانوں کے ہاتھ خوب مال غنیمت آیا۔ اس فتح کے بعد سعید نے مقام برزغہ میں قیام کیا۔ ترکوں نے مقام ورثان کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ سعید نے برزغہ سے اہل ورثان کے پاس اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر بھیجی اور ترکوں کو پیغام دیا کہ ورثان کا محاصرہ اٹھالو ورنہ ہم حملہ آور ہوتے ہیں۔

ترک ڈر کے مارے خود ہی محاصرہ اٹھا کر چل دیئے۔ سعید ورثان میں داخل ہوا۔ اس کے بعد وہ اردبیل تک بڑھتا چلا گیا۔ وہاں جا کر مقام کیا' معلوم ہوا کہ وہاں سے چار کوس کے فاصلے پر دس ہزار ترکوں کا لشکر پڑا ہے اور ان کے پاس پانچ ہزار مسلمان قیدی گرفتار ہیں۔ سعید نے رات ہی کو حملہ کیا اور ان دس ہزار ترکوں کو قتل کر کے مسلمان قیدیوں کو آزاد کرالیا۔ اگلے روز باجروان کی طرف روانہ ہوا۔ ایک جاسوس نے اطلاع دی کہ ترکوں کا ایک اور لشکر قریب ہی خیمہ زن ہے۔ سعید نے اسی رات ان پر بھی حملہ کیا اور سب کو قتل کر کے مسلمان قیدیوں کو چھڑایا۔ انہیں قیدیوں میں جراح کے لڑکے اور اہل و عیال بھی تھے۔ اس کے بعد پھر ترکوں نے متفق ہو کر ایک بڑا لشکر مقابلہ کے لیے فراہم کیا۔ مقام زرند میں دونوں لشکر مقابلہ پر آئے۔ سخت

Marfat.com

خونریز لڑائی ہوئی اور مسلمانوں کے مقابلہ سے ترکوں کو پشت پھیر کر بھاگنا پڑا۔ اس شکست کی تلافی کے لیے ایک مرتبہ پھر ترکوں نے مقابلہ کی تیاریاں کیں اور انتقام لینے کی غرض سے بہت سے ترک قبائل مارنے مرنے پر تیار ہو کر نہر بیقان کے کنارے مجتمع ہوئے۔ سعید حریشی نے پہنچ کر لڑائی شروع کر دی' سخت لڑائی ہوئی۔ میدان جنگ میں بہت سے ترک مارے گئے' جو بچ کر فرار ہوئے ان میں اکثر نہر میں ڈوب کر مر گئے۔ اس فتح کے بعد حریشی مقام باجروان میں واپس آکر مقیم ہوا اور خلیفہ ہشام بن عبدالملک کو فتح و کامیابی کا بشارت نامہ روانہ کیا اور مال غنیمت کا خمس بھی خلیفہ کی خدمت میں بھیجا۔ ہشام بن عبدالملک نے اس کے بعد سعید حریشی کو دمشق میں واپس بلوالیا اور اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو آرمینیا و آذربائیجان کی سند گورنری عطا کر کے اس طرف روانہ کیا۔

سعید حریشی کے واپس چلے جانے اور اس کی جگہ مسلمہ کے آنے سے ترکوں نے پھر مجتمع ہو کر بہت بڑی جمعیت اور بڑے ساز و سامان کے ساتھ مقابلے اور حملے کی تیاریاں کیں۔ مسلمہ بن عبدالملک ایک تجربہ کار سپہ سالار اور بہادر شخص تھا۔ وہ اپنی بزدلی کے سبب نہیں بلکہ اسلامی فوج کی قلت تعداد اور غنیم کی قوت کا صحیح اندازہ کرنے کے بعد اس خطرناک علاقہ کو چھوڑ کر جہاں ترکوں کے ہاتھ میں مال و متاع اور عورتوں بچوں کا گرفتار ہو جانا یقینی تھا' مقام دربند میں واپس چلا آیا۔ مسلمہ بن عبدالملک نے اپنی دو ڈیڑھ سال کی حکومت آرمینیا میں ترکوں کے ساتھ نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کیا تھا۔ اس لیے اور بھی ترکوں کو مسلمانوں کے مقابلے اور بغاوت پر آمادہ ہونے کی جرات ہوئی۔ مسلمہ کے دربند آجانے کے بعد مروان بن محمد بن مروان جو مسلمہ کی فوج میں شامل تھا چھپ کر دمشق کی جانب بھاگ آیا اور ہشام بن عبدالملک سے مسلمہ کی شکایت کی کہ اس نے آرمینیا و آذربائیجان میں نہایت نرمی کا برتاؤ کیا۔ جس کی وجہ سے ترکوں نے بغاوت پر آمادگی کا اظہار کیا' پھر جب کہ مقابلہ اور معرکہ کا وقت آیا تو وہاں سے پسپا ہو کر علاقے کو چھوڑ کر دربند میں واپس چلا آیا۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اگر آپ مجھ کو ایک لاکھ بیس ہزار فوج جنگجو لشکر کے ساتھ اس طرف بھیجیں تو میں ترکوں کو اچھی طرح سیدھا کر دوں۔

چنانچہ ہشام بن عبدالملک نے مروان بن محمد بن عبدالملک کو ایک لاکھ بیس ہزار فوج دے کر طنجر (بلاد خضرو آرمینیا) کی طرف روانہ کیا۔ اسی اثنا میں مسلمہ بن عبدالملک دربند میں بیمار ہو کر فوت ہو گیا۔ مروان کے ساتھ ایسی زبردست فوج کو دیکھ کر ترکوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انہوں نے اطاعت قبول کر لی۔ مروان نے جیسا کہ اس نے کہا تھا بہت اچھی طرح ترکوں کو سیدھا کیا اور آرمینیا و سواحل بحر خضر کے تمام علاقے میں امن و سکون قائم ہو گیا۔ مروان بن محمد کو ہشام بن عبدالملک نے سنہ ۱۱۴ھ میں فوج دے کر آرمینیا کی طرف روانہ کیا تھا۔

قیصر روم : ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں قیصر کی فوجوں کو بھی بار بار مسلمانوں نے شکستیں دیں۔ حضرت امیر معاویہؓ کے زمانے سے سردی اور گرمی کے موسموں میں شمال کی جانب حملہ آور ہونے والی فوجیں

Marfat.com

مقرر تھیں۔ یہ سرمائی اور گرمائی فوجیں قسطنطنیہ اور قیصر کے علاقوں پر حملہ آور ہوتی رہی تھیں اور اسی لیے رومیوں پر مسلمانوں کا رعب قائم تھا۔ ہشام کے زمانے میں معاویہ بن ہشام' سعید بن ہشام' سلیمان بن ہشام' مسلمہ بن عبدالملک' مروان بن محمد' عباس' ولید وغیرہ شہزادے ان فوجوں کے سردار ہو ہو کر حملہ آور ہوتے رہے۔ ان شہزادوں کے ساتھ عبداللہ بطال اور عبدالوہاب بن بخت وغیرہ مشہور شہسوار سردار ہوتے تھے جن کی بہادری و جانبازی کی دھاک ملک روم میں بیٹھی ہوئی تھی۔ رومیوں کو ہشام کے عہد میں مسلمانوں کے ہاتھ سے بڑے بڑے نقصانات برداشت کرنے پڑے اور کبھی ان کو کوئی فتح مسلمانوں کے مقابلے میں حاصل نہ ہو سکی۔

اندلس میں بھی عبداللہ بن عقبہ کے کارنامے یورپ کے عیسائیوں اور عیسائی بادشاہوں کو خوف زدہ رکھنے اور مسلمانوں کے نام سے لرزاں و ترساں بنانے کے لیے کافی تھے۔ حجاز و یمن وغیرہ میں بھی امن وامان ہو گیا۔

زید بن علی : حسین بن علی بن ابی طالب ؓ کے ساتھ کربلا میں اور عبداللہ بن زبیر ؓ کے ساتھ مکہ میں حکومت بنوامیہ کی طرف سے جو سلوک ہوا اس نے اور اس کے بعد حجاج وغیرہ نے حجاز و عراق میں جس قسم کا طرز عمل اختیار کیا تھا اس نے حجاز و عراق کے عرب قبائل کو اول خوف زدہ بنا کر خاموش کر دیا تھا۔ اس کے بعد ایصال زر اور مال و دولت کے استعمال نے یہ اثر پیدا کیا کہ لوگوں کے دلوں میں بنوامیہ کی طرف سے حاسدانہ جذبہ پیدا ہو کر اندر ہی اندر بنوامیہ کے ساتھ خلوص و ہمدردی دلوں سے دور ہونے لگی۔ ہشام کی حکومت بست سالہ کا زمانہ بظاہر امن و سکون اور اطمینان کا زمانہ تھا۔ اب عراق و حجاز میں حجاج و ابن زیاد وغیرہ سخت گیر و تشدد پسند حکمران بھی نہ تھے۔ بنوہاشم کو رہ رہ کر اپنی بربادیوں اور بنوامیہ کی کامیابیوں کا خیال آتا تھا۔ وہ تمام ان لوگوں کو جو براہ راست حکومت وقت سے کوئی غیر معمولی فائدہ نہیں اٹھا رہے تھے' اپنا ہمدرد دیکھتے تھے۔ خوف و دہشت کا پتھر بھی چھاتی سے اتر چکا تھا۔ لہذا بنوہاشم نے بنوامیہ کی حکومت مٹانے اور خود حکومت حاصل کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت علی ؓ کے زمانے سے ان کو تجربہ تھا کہ حکومتوں کے ہٹانے اور فنا کرنے کے لیے تلوار سے زیادہ تدبیر کارگر ہوتی ہے۔ لہذا سازشوں اور خفیہ کارروائیوں کا سلسلہ زور شور سے شروع ہو گیا۔ یہ کام بنوہاشم کے دو خاندانوں نے ایک ہی وقت میں شروع کیا۔ علی بن ابی طالب ؓ اور عباس بن عبدالمطلب ؓ کی اولادوں نے جدا جدا کوششیں شروع کیں۔ عباسیوں کی کوششوں کا بیان آگے آئے گا۔ اس وقت علویوں یعنی فاطمیوں کی ایک کوشش کا تذکرہ مقصود ہے۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ یوسف بن عمر ثقفی کو ہشام بن عبدالملک نے عراق کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اس کے عہد امارت یعنی سنہ ۱۲۲ھ میں زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کی۔ مذکورہ اسباب کی بنا پر چونکہ بنوامیہ کی قبولیت اس قدر کمزور ہو چکی تھی کہ اس بیعت میں زید بن علی کو بڑی کامیابی ہوئی۔ شہر کوفہ میں زید بن علی کے ہاتھ پر پندرہ ہزار آدمیوں نے بیعت کی۔

Marfat.com

امام ابو حنیفہؒ بھی زید بن علی کے حامیوں میں تھے جو لوگ گزشتہ زمانے کے حالات پر نظر رکھتے تھے انہوں نے زید بن علی کو خروج سے باز رکھنے اور ابھی انتظار کرنے کا مشورہ دیا لیکن زید بن علی نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا۔ انہوں نے کوفہ میں خروج کیا۔ یوسف بن عمر ثقفی نے اس بغاوت کو دبانے کی کوشش کی' معرکہ آرائی تک نوبت پہنچی۔ کوفیوں نے جس طرح حسین بن علی اور مصحف بن زبیر کو دھوکہ دیا تھا' اسی طرح زید بن علی کو بھی دھوکہ دیا۔ جب تلوار چلانے اور مردانگی کے جوہر دکھانے کا وقت آیا تو انہوں نے زید بن علی کے ساتھ طالب علمانہ کج بحثی شروع کی۔ ان سے سوال کیا کہ پہلے آپ یہ فرمایئے کہ صدیق اعظمؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو کیسا سمجھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے خاندان میں کسی کو ان دونوں حضرات کی نسبت برا کہتے نہیں سنا۔ کوفیوں نے کہا کہ جب خلافت کے اصل حق دار آپ ہی کے خاندان والے تھے اور ان دونوں کے خلافت پر قابض ہو جانے سے وہ ناراض نہ ہوئے تو اب اگر بنو امیہ نے بجائے آپ کے خلافت پر قبضہ کر لیا ہے تو آپ ان کو کیوں برا کہتے اور ان سے لڑتے ہیں؟ یہ کہہ کر بیعت فسخ کر کے چل دیئے اور زید بن علی نے ان کو رافضی کا خطاب دیا۔

صرف دو سو بیس آدمی زید بن علی کے ساتھ رہ گئے۔ ان مٹھی بھر آدمیوں سے زید بن علی نے یوسف ثقفی کی کئی ہزار فوج کا مقابلہ کیا۔ غرض کوفہ کی گلیوں میں وہ ایک ایک شخص کے گھر پر پہنچ کر آواز دیتے اور عہد بیعت یاد دلا کر اپنی حمایت کے لیے بلاتے تھے مگر کوئی نہیں نکلتا تھا۔ آخر کئی مرتبہ گورنر عراق کی فوجوں کو شکست دینے کے بعد وہ فوت ہوئے۔ ان کی پیشانی میں ایک تیر آکر لگا جس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے۔ یوسف بن عمر ثقفی نے ان کا سر کٹوا کر ہشام بن عبدالملک کے پاس دمشق میں بھجوا دیا۔ زید بن علی کے صاحبزادے یحییٰ بن زید اپنے باپ کے فوت ہونے کے بعد اول نینوا کی طرف جا کر روپوش رہے پھر موقع پا کر خراسان چلے گئے۔

زید بن علی کی یہ کوشش عجلت اور ناعاقبت اندیشی کے سبب ناکام رہی لیکن اس سے عباسیوں نے فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی۔ ان کو زیادہ احتیاط برتنے اور زیادہ دور اندیشی سے کام لینے کی ترغیب ہوئی اور وہ اس بات کا بھی صحیح اندازہ نہ کر سکے کہ ملک میں بنو امیہ کے اثر و اقتدار کی اب کیا کیفیت ہے۔ زید بن علی کی وفات نے اور بھی زیادہ لوگوں کی ہمدردی کو بنو ہاشم کی طرف مائل کر دیا کیونکہ ہشام بن عبدالملک نے زید بن علی کے کٹے ہوئے سر کو دمشق کے دروازے پر لٹکا دیا اور یوسف ثقفی نے زید بن علی کے ہمراہیوں کی لاشوں کو کوفہ میں سولی پر لٹکا دیا جو برسوں وہاں لٹکتی اور لوگوں کو بنو امیہ سے متنفر اور بنو ہاشم کا ہمدرد بناتی رہیں۔

عباسیوں کی سازش : ابو ہاشم عبداللہ بن محمد حنفیہ بن علی بن ابی طالب کی سلیمان بن عبدالملک وغیرہ خلفائے بنو امیہ بہت عزت و مدارت کیا کرتے تھے لیکن بنو امیہ سے ان کو بھی ہاشمی ہونے کے سبب تعصب تھا اور وہ دلی طور پر بنو امیہ کی حکومت ہٹانے اور بنو ہاشم کو برسر اقتدار لانے کے خواہاں تھے۔ ان کی کوشش صرف یہیں تک محدود تھی کہ وہ اپنے معتقدوں اور دوستوں میں جس کو اہل پاتے اپنے خیالات سے آگاہ فرما دیتے تھے

Marfat.com

اور اس قسم کے لوگ ان کو تھوڑے نہیں بہت دستیاب ہو گئے تھے جو عراق میں بھی تھے اور خراسان و حجاز میں بھی رہتے تھے۔

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بھی بنوامیہ کی حکومت کے مٹانے اور بنو عباس کی خلافت قائم کرنے کی فکر میں مصروف تھے۔ ایک مرتبہ سلیمان بن عبدالملک کے عہد خلافت میں ابو ہاشم عبداللہ بن محمد سلیمان بن عبدالملک کے پاس دمشق گئے۔ وہاں سے واپسی میں وہ مقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے پاس ٹھہرے۔ اتفاقاوہ وہاں بیمار ہو کر فوت ہو گئے۔ فوت ہوتے وقت انہوں نے محمد بن علی بن عبداللہ کو وصیت کی کہ تم خلافت اسلامیہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ اس وصیت نے محمد بن علی کو بہت فائدہ پہنچایا یعنی وہ تمام لوگ جو ابوہاشم عبداللہ بن محمد کے معتقد و ہم راز تھے' محمد علی کے ہاتھ پر آکر مخفی طور پر بیعت ہو گئے۔ اس کے بعد سنہ۔ ۱۰۰ھ میں بہ عہد خلافت حضرت عمر بن عبدالعزیز محمد بن علی عباسی نے اپنے کارندے عراق' خراسان' حجاز' یمن اور مصر وغیرہ ممالک اسلامیہ کی طرف روانہ کیے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اگرچہ بنوامیہ کی نسبت اس عداوت و نفرت کو جو اکثر لوگوں کے دلوں میں تھی بہت کم کر دیا تھا لیکن پھر بھی محمد بن علی کی تحریک برابر مصروف عمل رہی۔ چنانچہ محمد بن علی کی طرف سے میسرہ عراق میں ابو محمد صادق' خراسان میں عباسیوں کی خلافت کے لیے برابر دعوت کرتے رہے۔ محمد بن علی نے مضافات بلقاء میں سکونت اختیار کر کے وہیں سے اپنی تحریک کو ممالک اسلامیہ میں شامل کیا۔ چند روز کے بعد اس نے اپنے بارہ نقیب مقرر کیے۔ ہر چہار سمت ممالک اسلامیہ میں بھیجے' ان لوگوں کو ہر جگہ کامیابی حاصل ہوئی۔

سنہ۔ ۱۰۲ھ اور بروایت دیگر سنہ۔ ۱۰۴ھ میں ابو محمد صادق خراسانی سے وہاں کے چند بااثر لوگوں کے جنہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا تھا' ہمراہ لے کر محمد بن علی کے پاس آیا۔ انہیں ایام میں محمد بن علی اپنے اس لڑکے کو جس کی عمر صرف پندرہ یوم تھی لے کر آیا اور ان لوگوں سے کہا کہ یہی تمہارا سردار ہو گا۔ (یہی لڑکا عبداللہ سفاح تھا) اس کے بعد بکیر بن ماہان جو سندھ میں جنید کے ساتھ تھا وہاں سے کوفہ میں آیا اور ابو محمد صادق سے ملا۔ اس نے بکیر کو دعوت دی' اس نے فوراً قبول کر لی۔

یہ سنہ۔ ۱۰۵ھ کا واقعہ ہے۔ سنہ۔ ۱۰۷ھ میں بکیر بن ماہان نے جو کوفہ میں محمد بن علی کی جانب سے دعوت عراق و خراسان کا افسر و مہتمم تھا ابو عکرمہ' ابو محمد صادق' محمد خنین' عمار عبادی وغیرہ چند شخصوں کو خراسان کی خلافت عباسیہ کی دعوت کے لیے روانہ کیا۔ خراسان میں اسد قسری گورنر تھا۔ اس کو اتفاقاً اس کا علم ہو گیا کہ چند آدمی خلافت عباسیہ کے لیے لوگوں کو دعوت دے رہے ہیں۔ اس نے سب کو گرفتار کرا کر قتل کرا دیا۔ صرف ایک شخص عمار بچ کر بھاگا اور بکیر بن ماہان کو آکر اطلاع دی۔ بکیر نے یہ کیفیت محمد بن علی کے پاس لکھ کر بھیجی۔ محمد بن علی نے جواب میں لکھا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ تمہاری کوشش کامیاب اور نتیجہ خیز ثابت ہوئی۔ اب تم خود کو اپنے قتل کا بھی منتظر رکھو۔ سنہ۔ ۱۱۸ھ میں بکیر نے عمار بن زید کو ہواخواہان بنو عباس کا سردار

Marfat.com

بنا کر خراسان کی جانب روانہ کیا۔ اس نے وہاں جا کر اپنے آپ کو خراش کے نام سے موسوم کیا۔ خراش نے ہمدردی بنو عباس کو نماز' روزہ پر بھی ترجیح دی اور لوگوں سے کہا کہ روزہ نماز سے بڑھ کر یہ کام ہے کہ بنو عباس کی خلافت قائم کرنے کے لیے کوشش کرو اور اس معاملہ کو رازداری میں رکھ کر افشا ہونے سے بچاؤ۔ محمد علی نے یہ حالات سن کر خراش کی نسبت ناراضی کا اظہار کیا۔ گورنر خراسان اسد قسری کو خراش کا حال معلوم ہوا تو اس نے گرفتار کرا کر اس کو قتل کرا دیا۔ محمد بن علی اہل خراسان کی اس ضعیف الاعتقادی سے ناراض ہو گئے تھے۔ لہذا خراسان سے بااثر لوگوں کا ایک وفد محمد بن علی کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی۔

محمد بن علی نے خراسان میں خود نقیب مقرر کر کے روانہ کئے۔ ان کے لیے چند عصا اپنے پاس سے مرحمت کئے جو نقیبی اور سرداری کی علامت سمجھے گئے۔ سنہ ۱۲۴ھ میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کا بہ حالت قید انتقال ہو گیا۔ مرتے وقت وہ اپنے بیٹے ابراہیم کو اپنا جانشین بنا گئے اور اپنے نقیبوں اور مریدوں کو وصیت کر گئے کہ میرے بعد سب ابراہیم بن محمد بن علی کو امام تسلیم کر کے اس کی اطاعت و فرماں برداری کریں۔ بکیر بن ماہان ابراہیم بن محمد کی خدمت میں حاضر ہو کر اور ابراہیم بن محمد سے ہدایات لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں جا کر لوگوں کو محمد بن علی کے فوت ہونے اور ابراہیم بن محمد کے امام مقرر ہونے کی خبر سنائے۔ بکیر بن ماہان نے خراسان جا کر پوشیدہ طور پر اپنے ہم خیال لوگوں کو جمع کر کے سب کو حالات سنائے اور ہدایات پہنچائیں۔ ہواخواہان بنو عباس نے جو کچھ زر نقد ان کے پاس تھا' لا لا کر جمع کیا اور بکیر بن ماہان اس روپے کو لے کر امام ابراہیم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی سنہ۔ ۱۲۴ھ میں ابراہیم بن محمد نے ابو مسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ ابو مسلم اور ابراہیم کے حالات اور اس تحریک کی آئندہ حالت آگے کسی دوسرے موقع پر بیان کی جائے گی۔

ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے حالات جو قابل تذکرہ تھے۔ مختصر طور پر بیان ہو چکے ہیں۔ یزید بن عبدالملک کی وصیت کے موافق ہشام کے بعد ولید بن یزید ولی عہد تھا لیکن ہشام کی خواہش تھی کہ ولید کو معزول کر کے اپنے بیٹے کو ولی عہد بنائے مگر امرائے سلطنت چونکہ اس پر رضامند نہ تھے لہذا وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا مگر ہشام اور ولید کے دلوں میں رنجش ضرور پیدا ہو گئی تھی۔ آخر ۶/ ربیع الثانی سنہ۔ ۱۲۵ھ میں ساڑھے انیس سال خلافت کرنے کے بعد ہشام بن عبدالملک نے وفات پائی۔

ولید بن یزید بن عبدالملک

ابوالعباس ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان بن حکم سنہ۔ ۹۰ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں حجاج بن یوسف ثقفی کی بھتیجی اور محمد بن یوسف کی بیٹی تھی۔ یزید بن عبدالملک کی وفات کے وقت یہ کم عمر تھا۔ ابتدا ہی سے اس کا چال چلن اچھا نہ تھا۔ فسق و فجور اور عیش پرستی میں مصروف رہنے کی وجہ سے انگشت نما تھا۔ اس لیے ہشام بن عبدالملک کو اس کا ولی عہدی سے معزول کرنے کا ارادہ کچھ نامناسب نہ تھا مگر ناعاقبت اندیش

Marfat.com

امیروں اور سرداروں کی مخالفت نے ہشام کو اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہونے دیا اور ولید بن یزید ہشام بن عبدالملک کے بعد تخت نشین ہوا۔ ولید بن یزید کا عہد خلافت بنوامیہ کی تباہی و بربادی کا دروازہ کھلنا تھا۔

ولید بن یزید نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی ان لوگوں سے جن کو وہ اپنا مخالف سمجھتا تھا' انتقام لینا شروع کیا۔ کسی کا وظیفہ بند کیا' کسی کو قید کیا' کسی کو قتل کرلیا۔ سلیمان بن ہشام نے اپنے چچازاد بھائی کو پکڑ کر کوڑوں سے پٹوایا اور داڑھی منڈوا کر تشہیر کرلیا۔ یزید بن ہشام اور ولید بن عبدالملک کے کئی بیٹوں کو قید کردیا۔ غرض تخت نشین ہو کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے اکثر اہل خاندان کو اپنا دشمن بنایا' پھر ہشام بن اسماعیل مخزومی والی مدینہ کے لڑکوں اور خالد بن عبداللہ قسری سابق گورنر عراق کو پکڑ کر یوسف بن عمر والی عراق کے سپرد کیا۔ اس نے ان شرفا کو نہایت سخت اذیتیں دے دے کر مار ڈالا۔

اپنی خلافت کے پہلے ہی سال یعنی سنہ ۱۲۵ھ میں ولید بن یزید نے اپنے بیٹوں عثمان اور حکم کے لیے ولی عہدی کی بیعت لوگوں سے لی۔ اگرچہ بیعت ولی عہدی کی رسم پہلے سے جاری تھی اور لوگ ایسی بیعت کے عادی ہو چکے تھے لیکن ان لڑکوں کی بیعت کسی نے شرح صدر کے ساتھ نہیں کی لہذا اور بھی دلوں میں انقباض پیدا ہوا۔

ولید بن یزید بن عبدالملک نے نہ صرف مذکورہ غلط کاریوں ہی پر اکتفا کیا بلکہ اس نے اپنے عقائد اور آزاد مشربی کے اعلان و اظہار سے اور بھی لوگوں کو برافروختہ ہونے کا موقع دیا۔ چنانچہ وہ علانیہ اپنے ناشدنی عقائد و خیالات کی اشاعت کرتا تھا' مے نوشی اور زنا کے جرموں کا بھی اس سے ارتکاب ہوا۔ ان تمام باتوں کی شہرت نے صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کو بددل کردیا۔ جس نے بیعت اطاعت کی خوف اور ڈر کی وجہ سے کی اور سچی ہواخواہی اور ہمدردی سب کے دلوں سے جاتی رہی۔

سنہ ۱۲۵ھ یعنی اپنی خلافت کے پہلے ہی سال صوبہ خراسان کو عراق کا ماتحت کر کے خراسان کے حاکم نصر بن سیار کو معزول کیا۔ نصر کے پاس ایک طرف ولید بن یزید کا اور دوسری طرف سے یوسف بن عمر گورنر عراق کا حکم پہنچا کہ تم معزول کئے گئے' فوراً دارالخلافہ دمشق میں حاضر ہو کر اپنے صوبہ کا حساب کتاب سمجھاؤ۔

عہد بنوامیہ میں صوبوں کی تقسیم : اس جگہ یہ بات سمجھادینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ عہد بنو امیہ میں کل ممالک اسلامیہ چند صوبوں میں تقسیم تھے۔ ہر صوبہ پر ایک امیر یا وائسرائے یا نائب السلطنت مقرر ہوتا تھا۔ اس کو اپنے صوبہ میں کامل شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اور وہ خود ہی اپنی طرف سے اپنے صوبہ کی ولایتوں میں حاکم مقرر کرتا تھا۔ بڑے بڑے صوبے حجاز' عراق' جزیرہ' آرمینیا' شام' مصر' افریقہ' اندلس' خراسان وغیرہ تھے۔ حجاز کے صوبہ میں ملہ' مدینہ' طائف' یمن کی ولایتیں شامل تھیں۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ یمن کو حجاز کی ماتحتی سے نکال کر ایک الگ صوبہ قرار دیا جاتا تھا اور وہاں کا حاکم دارالخلافہ سے مقرر ہوتا تھا۔ شام کے صوبہ میں اردن' حمص' دمشق' قنسرین کی ولایتیں شامل تھیں۔ مصر کے صوبہ میں کبھی افریقہ بھی

Marfat.com

شامل ہوتا تھااور کبھی افریقہ کو مصر سے الگ صوبہ قرار دے کر قیسر وان کا گورنر دربار خلافت سے مقرر کیا جاتا تھا۔ اسی طرح اندلس کبھی الگ صوبہ قرار دیا جاتا تھااور وہاں کا حاکم خلیفہ خود مقرر کرتا تھااور کبھی اندلس کو قیروان کے امیر کا ماتحت کر کے صوبہ افریقہ میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اس حالت میں قیروان کا امیر خود اپنے اختیار سے اندلس میں کسی حاکم کو مقرر کرتا تھا۔ یہی کیفیت عراق اور خراسان کی تھی یعنی کبھی خراسان ایک الگ صوبہ تھااور وہاں کا گورنر امیر دربار خلافت سے مقرر ہوتا تھااور کبھی خراسان کو صوبہ عراق میں شامل کر دیا جاتا تھا۔ اس حالت میں خراسان کا حاکم گورنر عراق کی طرف سے مقرر کیا جاتا تھا۔ صوبوں کے امیروں اور ولایتوں کے والیوں کو اپنے متعلقہ ملکوں میں سیاہ و سفید کے کامل اختیارات حاصل ہوتے تھے لیکن کبھی کبھی یہ بھی ہوتا تھا کہ محکمہ مال کی افسری یعنی وصولی خراج اور جزیہ کے لیے دربار خلافت سے الگ کوئی اہل کار مقرر ہو جاتا تھا۔ دربار خلافت سے مقرر شدہ افسر مال اپنے آپ کو صوبہ یا ولایت کے حاکم کا ماتحت نہیں سمجھا جاتا تھا لیکن فوج کا سپہ سالار اور ملک کے امن وامان کا ذمہ دار ہمیشہ اس صوبہ کا امیر یا اس ولایت کا والی ہی ہوتا تھا۔ افسر مال کی طرح کبھی کبھی صوبہ کا امیر شریعت یا قاضی اعظم بھی دربار خلافت سے مقرر ہو کر جاتا تھا لیکن نمازوں کا امام ہمیشہ امیر یا گورنر ہی ہوتا تھا یعنی نمازوں کی امامت اور سپہ سالاری لازم و ملزوم تھی۔ بعد میں نمازوں کی امامت اور صوبہ کی امارت بھی جدا جدا ہونے لگی۔ تاہم جمعہ کا خطبہ حاکم صوبہ اور سپہ سالار اعظم ہی سے متعلق رہا۔ آج یہ حقیقت جاہل مسلمانوں اور مسجد کے تنخواہ دار اماموں کی سمجھ میں کہاں آسکتی ہے۔

نصر بن سیار کے پاس جب معزولی کے احکام پہنچے تو اس نے اول ان کی تکمیل کا ارادہ کیا لیکن پھر متوہم ہو کر خراسان کا قبضہ نہ چھوڑا اور خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ واقعات کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے یہ ایک واقعہ اسی جگہ بیان کرنا چاہیے کہ نصر بن سیار کے پاس ابھی معزولی کے احکام نہیں پہنچے تھے اور وہ ولید بن یزید کی خلافت کو تسلیم کر چکا تھا کہ اس کے پاس حکم پہنچا کہ یحییٰ بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو جو اپنے باپ کے مقتول ہونے کے بعد خراسان پہنچ کر بلخ میں مقیم ہیں، گرفتار کر کے بھیج دو۔ نصر بن سیار نے یحییٰ بن زید کو بلا کر قید کر دیا اور ولید بن یزید کو لکھ بھیجا کہ میں نے یحییٰ کو قید کر دیا ہے۔ ولید نے لکھا کہ یحییٰ کو ہمارے پاس بھیج دو۔ نصر بن سیار نے یحییٰ کو آزاد کر کے حکم دیا کہ تم دمشق میں خلیفہ کے پاس چلے جاؤ۔ یحییٰ وہاں سے روانہ ہو کر راستہ ہی سے پھر خراسان کی طرف لوٹ پڑے۔ ان کے ساتھ معتقدین کی ایک جماعت فراہم ہو گئی۔ نصر نے مقابلہ کے لیے فوج بھیجی اور یحییٰ پیشانی پر زخم کا تیر کھا کر فوت ہو گئے اور ان کے تمام ہمراہی قتل ہوئے۔ یہ واقعہ سنہ ۱۲۵ھ مقام جورجان میں وقوع پذیر ہوا۔ یحییٰ کا سر ولید کے پاس بھیج دیا گیا اور لاش جرجان میں صلیب پر لٹکا دی گئی۔ جو سات سال تک برابر لٹکی رہی اور ابو مسلم خراسانی نے اس کو اتار کر دفن کرایا۔

ولید بن یزید کے مظالم نے لوگوں کو رنجیدہ و برافروختہ کر ہی رکھا تھا کہ اس کے بنی اعمام نے جن پر ولید نے بڑے بڑے ظلم کئے تھے، اس کے خلاف کوششیں شروع کر دیں۔ ولید بن یزید کا چچازاد بھائی یزید بن ولید بن عبدالملک خاص طور پر ولید کے خلاف مصروف کار ہوا۔ یزید بن ولید خاندان سلطنت میں زیادہ نیک اور

Marfat.com

اللہ والا سمجھا جاتا تھالہذا اس نے ولید بن یزید کی خلاف شرع باتوں کی شکایات لوگوں سے بیان کرنی شروع کیں اور بہت جلد لوگ اس کے ہم خیال وہمنوا ہو گئے۔اس کام میں یزید بن ولید کو نہ صرف سرداران لشکر اور امرائے سلطنت بلکہ خاندان سلطنت کی بھی حمایت حاصل ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے مخفی طور پر یزید بن ولید کے ہاتھ پر بیعت کی اور لشکر شام کا بڑا حصہ یزید بن ولید کے ساتھ شامل ہو گیا۔یزید بن ولید نے دمشق کی سکونت ترک کر کے دمشق سے تھوڑے فاصلہ پر ایک گاؤں میں قیام کیا اور وہیں سے اپنے کارندے بلاد اسلامیہ کی طرف روانہ کئے کہ وہ ولید بن یزید کی بداعمالیوں کے حالات لوگوں کو سنائیں اور اس طرح تمام عالم اسلامی کی رائے عامہ کو ولید کے خلاف اور یزید کے موافق بنائیں۔ یہ پہلا موقع تھا کہ بنوامیہ کے درمیان بلکہ خاندان سلطنت کے درمیان ایسی پھوٹ پڑی اور مخالفت نے یہاں تک ترقی کی کہ خفیہ سازشوں اور اشاعتی کاروائیوں سے کام لیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ولید کے خلاف اور یزید کے موافق حالات پیدا ہو گئے۔ یزید بن ولید کا بھائی عباس بن ولید بھی اگرچہ ولید بن یزید سے سخت ناراض اور اذیت رسیدہ تھا مگر وہ اپنے بھائی یزید کو اس کام سے روکنا اور منع کرنا چاہتا تھا۔ عباس کے اختلاف سے تنگ آکر ہی یزید نے دمشق کو چھوڑا اور ایک الگ جائے قیام کی تلاش کی تھی۔ یزید نے ہر طرح اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ۲۷/جمادی الثانی سنہ۱۲۶ھ بروز جمعہ خروج کے لیے مقرر کیا۔چنانچہ بعد نماز عشاء دمشق میں داخل ہو کر اول کوتوال شہر کو گرفتار کیا' پھر سرکاری اسلحہ خانہ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ ولید بن یزید کو اس سے پیشتر ان سازشوں اور تیاریوں کا کوئی علم نہ ہو سکا۔ چنانچہ وہ حیران و پریشان ہو کر رہ گیا اور کچھ نہ کر سکا۔ دارالامارۃ کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا۔اب اہل دمشق اور اردگرد کے لوگوں نے آآکر یزید بن ولید کے ہاتھ پر علانیہ بیعت خلافت کرنی شروع کی۔ ولید بن یزید نے دمشق سے نکل کر حمص کی طرف جانا چاہا۔ آخر مقام قصر نعمانی میں یزید نے ولید کا محاصرہ کر لیا۔ ولید کے ہمراہیوں نے خوب جی توڑ کر مقابلہ کیا۔ عباس بن ولید یعنی یزید کا حقیقی بھائی اپنی جماعت کو لے کر ولید کی حمایت اور یزید کی مخالفت و مقابلے کے لیے دمشق سے چلا لیکن راستے میں اس کو منصور بن جمہور نے گرفتار کر کے یزید بن ولید کے سامنے حاضر کر دیا۔ ولید بن یزید نے جب دیکھا کہ اب کوئی صورت نجات کی نہیں ہے تو یہ کہہ کر کہ آج میرے لیے بھی ویسا ہی دن ہے جیسا عثمان غنیؓ پر آیا تھا۔ قرآن مجید لے کر پڑھنے بیٹھ گیا۔ یزید کے آدمیوں نے قصر کی دیواروں پر چڑھ کر اور قصر کے اندر داخل ہو کر ولید بن یزید کا سر کاٹ لیا اور منصور بن جمہور نے لا کر یزید بن ولید کے سامنے پیش کیا۔ یزید نے حکم دیا کہ اس کو تشہیر کرا کر ولید کے بھائی سلیمان بن یزید کو دے دیا جائے' چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ۲۸/جمادی الثانی سنہ۱۲۶ھ کو ولید ایک برس تین ماہ خلیفہ رہنے کے بعد مقتول ہوئے اور اسی روز یزید بن ولید بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔ بنی امیہ کے درمیان یہ آپس کی لڑائی ایسی ہوئی کہ اس کے بعد خاندان بنوامیہ مسلسل مبتلائے مصائب رہ کر برباد ہی ہو گیا اور پھر دم بدم ان پر تباہی نازل ہوتی رہی۔

Marfat.com

یزید بن ولید بن عبدالملک

ابو خالد یزید بن ولید بن عبدالملک بن مروان بن حکم کو یزید ثالث اور یزید الناقص بھی کہتے ہیں۔ یزید الناقص اس کو اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے لوگوں کے وظائف یعنی فوج کی تنخواہوں کو کم کر دیا تھا۔ ولید بن یزید نے خلیفہ ہو کر فی کس دس درہم کا اضافہ وظائف میں کر دیا تھا۔ یزید نے خلیفہ ہو کر اس اضافہ کو موقوف کر کے وہی تنخواہیں مقرر رکھیں جو ہشام بن عبدالملک کے زمانے میں مقرر تھیں۔ یزید نے خلیفہ ہو کر لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ ولید بد عقیدہ و بد اعمال تھا' اسی لیے وہ مارا گیا ہے۔ میں جب تک حدود اسلامیہ کو مضبوط اور عدل و انصاف سے شہروں کو آباد نہ کر لوں گا اس وقت تک بلا ضرورت کسی کو کوئی جاگیر نہ دی جائے گی۔ میں اپنے دروازے پر دربان نہ رکھوں گا تاکہ ہر شخص بآسانی مجھ تک پہنچ سکے۔ اگر میں غلط روی اختیار کروں تو تم کو اختیار ہے کہ مجھ کو معزول کر دو۔ اس کے بعد یزید بن ولید نے لوگوں سے اپنے بھائی ابراہیم بن ولید اور اس کے بعد عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی ولی عہدی کے لیے بیعت لی۔

اہل حمص کو جب یہ معلوم ہوا کہ ولید بن یزید قتل ہو گیا ہے تو انہوں نے بغاوت کی اور ولید کے خون کا بدلہ لینے کی غرض سے یزید بن خالد بن یزید بن معاویہ کو اپنا سردار بنا کر دمشق کی طرف روانہ ہوئے۔ یزید بن ولید نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو فوج دے کر مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ اول اہل حمص کے سامنے صلح کی درخواست پیش کی گئی لیکن جب وہ نہ مانے تو لڑائی شروع ہوئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یزید بن خالد گرفتار ہو کر قید ہوا اور اہل حمص بہت سے مارے گئے جو باقی رہے وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔

یہ خبر سن کر اہل فلسطین نے بھی بغاوت کی اور یزید بن سلیمان بن عبدالملک کو اپنا سردار بنا لیا۔ اہل اردن نے سنا تو محمد بن عبدالملک کو اپنا بادشاہ بنا لیا اور اہل فلسطین کے ساتھ شریک ہو گئے اور دونوں جگہ کی فوجیں مل کر دمشق کی طرف بڑھیں۔ ان تمام مقامات کے لوگوں کو یزید بن ولید نے پہلے اپنا ہم خیال بنا لیا تھا لیکن خلیفہ کے قتل کا حادثہ نہ تھا۔ لہذا ان لوگوں کے دل میں یکایک مقتول خلیفہ کی ہمدردی اور موجودہ خلیفہ کی نفرت کا جذبہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک قاتل ڈاکو کو جب پھانسی کی سزا دی جاتی ہے تو اگرچہ معقولی طور پر ہر شخص اس کو پھانسی کا مستحق یقین کرتا ہے لیکن جب اس کو پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھتے ہیں تو اس وقت تمام ہمدردی اسی کے شامل حال ہو جاتی ہے اور وہ نفرت جو اس کی نسبت پہلے دل میں موجود تھی کافور ہو جاتی ہے۔ اس لشکر کا حال سن کر یزید نے سلیمان بن ہشام کو ایک زبردست لشکر کے ساتھ ان لوگوں کی سرکوبی کے لیے مامور کیا۔ چنانچہ سلیمان نے ان سب کو شکست دے کر خلیفہ وقت کی بیعت و اطاعت پر آمادہ کر دیا۔

ملک شام کے مذکورہ فسادات کو فرو کرنے کے بعد یزید نے یوسف بن عمر کو عراق و خراسان کی امارت سے معزول کر کے اس کی جگہ منصور بن جمہور کو عراق و خراسان کا حاکم مقرر کیا۔ یوسف نے منصور کو

Marfat.com

باقاعدہ اپنی امارت کا چارج نہیں دیا بلکہ عراق سے دمشق کی جانب پوشیدہ طور پر روانہ ہوا۔ دمشق کے قریب پہنچا تھا کہ یزید بن ولید نے گرفتار کرا کر قید کر دیا اور اسی حالت میں مقتول ہوا۔ منصور بن جمہور نے کوفہ پہنچ کر یوسف کے زمانے کے قیدیوں کو رہا کیا اور اپنی طرف سے خراسان کی گورنری پر اپنے بھائی کو بھیجا۔ وہاں نصر بن سیار نے خراسان میں اس کو داخل نہیں ہونے دیا۔ ابھی یہ جھگڑا طے نہیں ہونے پایا تھا اور منصور بن جمہور کو کوفہ میں آئے ہوئے دو مہینے بھی نہ گزرے تھے کہ یزید بن ولید نے منصور کو معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو عراق کی امارت پر روانہ کر دیا۔ منصور بن جمہور عراق کی امارت عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے سپرد کر کے شام کی طرف روانہ ہوا۔ عبداللہ بن عمر نے خراسان کی حکومت پر باقاعدہ طور پر نصر بن سیار کو مقرر فرمایا۔ ان دنوں یمامہ کی ولایت بھی عراق کے صوبہ سے متعلق تھی۔ کبھی یمامہ حجاز میں شامل کر دیا جاتا تھا' کبھی عراق میں۔ یوسف بن عمر کے زمانے سے اہل یمامہ علی بن مہاجر حاکم یمامہ کو نکال کر اپنی خود مختاری کا اعلان کر چکے تھے۔ ابھی تک وہ بدستور اپنی خود مختاری پر قائم رہے اور کوئی بندوبست اس علاقہ پر قبضہ قائم کرنے کے لیے نہ ہو سکا۔

عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز نے عراق کی امارت اپنے ہاتھ میں لے کر جب نصر بن سیار کو خراسان کا حاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تو وہاں جدیع بن کرمانی ازدی نے نصر بن سیار سے بغاوت و سرکشی اختیار کی۔ جدیع بن علی اصل میں ازدی تھا لیکن چونکہ وہ کرمان میں پیدا ہوا تھا اس لیے کرمانی مشہور تھا۔ وہ یہ دیکھ کر کہ نصر بن سیار جو پہلے خراسان کا خود مختار حاکم تھا' اب کوفہ کے گورنر کی طرف سے نامزد ہو کر مرکز حکومت سے متعلق ہو گیا' رنجیدہ ہوا اور اس نے اپنے دوستوں سے کہا کہ یہ لوگ فتنہ میں پڑ رہے ہیں' تم اپنے کاموں کے لیے کسی کو اپنا امیر منتخب کر لو۔ نصر بن سیار اور کرمانی کے دلوں میں پہلے سے کچھ کدورت تھی۔ اب کرمانی کے اس جدید فتنہ برپا کرنے پر نصر نے اس کو گرفتار کرا لیا اور ۷ ۱۲ر رمضان سنہ ۱۲۶ھ کو قید کر دیا۔ کرمانی چند روز قید رہا' اس کے بعد قید خانہ میں نقب لگا کر نکل آیا اور فوراً تین ہزار آدمیوں کو اپنے گرد جمع کر لیا۔ ادھر سے نصر نے بھی اس کی سرکوبی کے لیے ایک سردار کو مامور کیا مگر لوگوں نے درمیان میں پڑ کر لڑائی کے روکنے اور صلح کرانے کی کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کرمانی نصر کے پاس چلا آیا اور نصر بن سیار نے اس کو خانہ نشینی کی ہدایت کی۔ چند روز کے بعد پھر کرمانی نے بغاوت و سرکشی کا ارادہ کیا۔ غرض اس طرح کئی مرتبہ جنگ کی تیاری اور کئی مرتبہ صلح ہوئی۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ کرمانی خراسان کو چھوڑ کر جرجان کی طرف چلا جائے۔ چنانچہ اس پر عمل درآمد ہوا۔

جن دنوں نصر اور کرمانی کے درمیان بار بار نزاع پیدا ہو کر صورت حال خطرناک ہو رہی تھی' نصر کو یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں کرمانی بلاد ترکستان سے حرث بن شریح کو بلوا کر اپنی طاقت کو نہ بڑھا لے۔ حرث بن شریح کا ذکر اوپر ہو چکا ہے' وہ بارہ تیرہ سال سے بلاد ترک میں مقیم تھا۔ چنانچہ نصر نے حرث کو بلانے اور اپنے پاس لانے کے لیے مقاتل بن حیانی نبطی کو بھیجا اور ادھر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے پاس کوفہ میں اور یزید بن ولید کے پاس دمشق میں خطوط بھیجے جن میں حرث بن شریح کے متعلق اندیشہ و خطرہ کی اطلاع دے کر اس کی

Marfat.com

سفارش کی تھی کہ اس کو امان دے کر بلوا لینے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ دونوں جگہ امان نامے آگئے۔ ادھر حرث بن شریح بھی بلاد ترکستان سے خراسان میں آگیا۔ نصر نے اس کی خوب خاطر مدارات کی اور مرورود میں اس کو ٹھہرایا۔ پچاس درہم روزانہ اس کا روزینہ مقرر کیا اور کہا کہ آپ جس شہر کی حکومت پسند کریں وہاں کا عامل آپ کو بنادیا جائے۔ حرث نے کہا کہ میں حکومت و دولت کا خواہش مند نہیں ہوں۔ میں تو کتاب و سنت پر عمل در آمد کرنے کا خواہش مند ہوں۔ ظلم و تعدی سے پریشان ہو کر ان شہروں سے نکل گیا تھا۔ اب بارہ تیرہ برس کے بعد تم نے مجھ کو پھر اس طرف واپس بلایا ہے۔ نصر یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ حرث نے اس کے بعد کرمانی کے پاس کہلا کر بھجوایا کہ اگر نصر بن سیار نے کتاب و سنت پر عمل کیا تو میں اس کا طرف دار ہو کر اس کے دشمنوں سے لڑوں گا اور اگر اس نے کتاب و سنت پر عمل نہ کیا تو پھر میں تمہارا شریک ہو جاؤں گا۔ بشرطیکہ تم نے کتاب و سنت پر عمل کرنے کا اقرار کیا۔ اس کے بعد حرث نے قبائل تمیم اور دوسرے لوگوں کو اپنی امارت کی طرف متوجہ کیا۔ چند روز میں تین ہزار آدمیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

خراسان کی تو یہ کیفیت تھی جو مذکور ہوئی۔ ادھر آرمینیا میں مروان بن محمد بن مروان اور جزیرہ میں عبدہ بن ریاح غسانی امارت کر رہے تھے۔ جب ولید بن یزید مقتول ہوا تو عبدہ غسانی جزیرہ سے ملک شام کی طرف چلا گیا۔ مروان بن محمد کے بیٹے عبدالملک نے جزیرہ کے صوبہ کو خالی دیکھ کر اس پر قبضہ کر کے جابجا اپنے گماشتے بھیج دیئے اور اپنے باپ مروان بن محمد بن مروان کو لکھا کہ یہ موقع نہایت ہی موزوں ہے۔ آپ خون ولید کا معاوضہ لینے کے لیے کھڑے ہو جائیں۔ ادھر حمص' اردن اور فلسطین کی بغاوتوں سے یزید بن ولید کو فرصت نہ ملنے پائی تھی کہ مروان بن محمد کے خروج کی خبر ملی۔ یزید کے لیے یہ موقع چونکہ بہت ہی نازک تھا۔ اس نے مروان کو لکھ بھیجا کہ تم میری بیعت کرلو' میں تم کو جزیرہ آذربائیجان' آرمینیا اور موصل تمام ولایتوں کی حکومت دے دوں گا اور سند گورنری تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ مروان بن محمد نے بیعت کرلی اور یزید نے جیسا کہ وعدہ کیا تھا سند گورنری اس کے پاس بھیج دی۔ اس طرح راستے ہی سے مروان واپس چلا گیا اور اپنے متعلقہ صوبوں پر حکومت کرنے لگا۔ پہلے وہ صرف آرمینیا پر حاکم تھا اب موصل تک کے تمام علاقہ کا حکمران مقرر ہو گیا۔

یزید بن ولید المشہور بہ یزید الناقص اپنے اخلاق و قابلیت کے اعتبار سے برا نہ تھا لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی اور ۲۰/ماہ ذوالحجہ سنہ ۱۲۶ھ کو چند روز کم چھ مہینے خلافت کر کے ۳۵ سال کی عمر میں مرض طاعون سے وفات پائی۔

ابراہیم بن ولید بن عبدالملک

ابواسحاق ابراہیم بن ولید بن عبدالملک اپنے بھائی یزید الناقص کی وفات کے بعد اس کی وصیت کے موافق خلیفہ ہوا۔ ابراہیم کے ہاتھ پر بیعت عامہ نہیں ہوئی۔ بعض لوگ اس کی بیعت سے انکار بھی کرتے

Marfat.com

رہے۔ مروان بن محمد بن مروان بن حکم گورنر آرمینیا نے جب یزید کے مرنے کی خبر سنی تو وہ دمشق کی جانب فوج لے کر چلا۔ اول قنسرین پہنچا۔ قنسرین کو فتح کر کے حمص کی جانب روانہ ہوا۔ حمص کی حالت یہ تھی کہ حمص والوں نے ابراہیم کی بیعت نہیں کی تھی۔ اس لیے دمشق سے لشکر شام عبدالعزیز بن حجاج بن عبدالملک کی افسری میں ابراہیم کا فرستادہ حمص کا محاصرہ کئے ہوئے پڑا تھا۔ جب مروان بن محمد کے قریب پہنچنے کی خبر سنی تو عبدالعزیز لشکر شام کو لے کر اور محاصرہ اٹھا کر دمشق کی جانب چل دیا اور مروان کے پہنچنے پر اہل حمص نے بلا توقف اس کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابراہیم کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلیمان بن ہشام کو ایک لاکھ بیس ہزار کی جمعیت سے مروان کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ مروان کے پاس کل اسی ہزار فوج تھی۔ مروان نے جنگ شروع ہونے سے پیشتر یہ پیغام بھیجا کہ ہم ولید بن یزید کے خون کا دعویٰ چھوڑے دیتے ہیں۔ تم اس کے بیٹے حکم و عثمان کو جنہیں ولید نے ولی عہد بنایا تھا رہا کر دو۔ سلیمان بن ہشام نے اس درخواست کو نامنظور کیا' آخر لڑائی شروع ہوئی۔ سلیمان بن ہشام کو ۱۷ ہزار آدمی کٹوا ڈالنے کے بعد شکست فاش حاصل ہوئی۔ مروان نے حکم و عثمان پسران ولید بن یزید کی بیعت لوگوں سے لی اور دمشق کی طرف بڑھا۔ یہاں دمشق میں ابراہیم اور اس کے مشیروں نے مشورہ کیا کہ حکم و عثمان کو قتل کر دینا چاہیے۔ چنانچہ یہ دونوں قیدی قتل کر دیئے گئے۔ مروان فاتحانہ دمشق میں داخل ہوا اور ابراہیم و سلیمان وغیرہ دمشق سے تدمر کی طرف فرار ہو گئے۔ مروان نے حکم و عثمان کی لاشوں کو دیکھا' بہت افسوس کیا' نماز جنازہ پڑھ کر ان کو دفن کرایا اور یہ سوال لوگوں کے سامنے پیش کیا کہ تم کس کو اپنا خلیفہ بنانا چاہتے ہو؟ سب نے بالاتفاق مروان بن محمد بن مروان بن حکم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ یہ روز دوشنبہ ۲۴/ صفر سنہ ۱۲۷ھ کا واقعہ ہے۔ ابراہیم کو مروان نے امان دی اور اس نے مروان کے حق میں بہ خوشی خلافت سے دست برداری داخل کر دی۔ ابراہیم بن ولید کی خلافت کے متعلق مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض اس کو خلیفہ سمجھتے ہیں اور بعض خلفا میں اس کا شمار نہیں کرتے کیونکہ اس کی خلافت پورے طور پر تمام عالم اسلام میں تسلیم نہیں ہوئی تھی کہ اس نے خلع خلافت کیا۔ ابراہیم کی خلافت جیسی کچھ تھی صرف دو مہینے چند روز رہی۔

مروان بن محمد بن مروان بن حکم

مروان بن محمد خاندان بنوامیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اس کو لوگ مروان الحمار بھی کہتے تھے۔ حمار ملک عرب میں صابر ہونے کی وجہ سے مشہور ہے۔ صعوبت کش آدمی کو حمار کہہ دیا جاتا تھا۔ اس لیے اس خلیفہ کو بھی حمار کہنے لگے کیونکہ اس کی خلافت کا تمام زمانہ لڑائیوں میں بسر ہوا اور اس نے نہایت صعوبت کش اور صابر ہونے کا ثبوت بہم پہنچایا۔ مروان بن محمد نے بجائے دمشق کے مقام حران میں اقامت اختیار کی۔ تدمر سے ابراہیم (معزول خلیفہ) کو اپنے پاس بلا لیا اور اس کا وظیفہ مقرر کر دیا۔ یکم شوال کو مروان کے پاس خبر پہنچی کہ اہل حمص بغاوت و سرکشی کی پوری تیاری کر کے خروج پر آمادہ ہیں اور اطراف و جوانب سے عرب قبائل ان کے پاس

Marfat.com

پہنچ گئے ہیں۔ مروان اس خبر کے سنتے ہی فوراً فوج لے کر ۱۳۰ شوال کو حمص کے قریب پہنچے' دیکھا کہ اہل حمص نے شہر کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ مروان کے منادی نے پکار کر کہا کہ تم لوگوں نے امیر المومنین کی بیعت کیوں توڑی ہے؟ شہر والوں نے جواب دیا کہ ہم نے بیعت نہیں توڑی بلکہ ہم مطیع و فرماں بردار اور اپنی بیعت پر قائم ہیں۔ چنانچہ انہوں نے شہر کے دروازے کھول دیئے اور مروان کے ہمراہی شہر میں داخل ہوئے تو اہل شہر اور مخالفین نے مقابلہ کیا۔ یہ حالت دیکھ کر مروان شہر کے دروازے پر چڑھ گیا اور مخالفین کا مقابلہ کر کے ان کو شکست دی۔ شہر پناہ تین سو گز کے قریب ڈھا کر زمین کے برابر کر دی اور اہل شہر سے اپنی بیعت لی۔ ابھی مروان حمص ہی میں تھا کہ خبر پہنچی کہ اہل غوطہ نے یزید بن خالد قسری کو اپنا سردار بنا کر دمشق پر حملہ کیا اور والی دمشق کو محصور کر لیا ہے۔ مروان نے والی دمشق کی امداد کے لیے حمص سے دس ہزار فوج روانہ کی۔ اس فوج نے پہنچ کر باہر سے اور اہل دمشق نے اندر سے مقابلہ کیا۔ اہل غوطہ کو شکست ہوئی' یزید بن خالد مارا گیا۔ اس کا سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیج دیا گیا۔ اس فتنہ کے فرو ہوتے ہی ثابت بن نعیم نے اہل فلسطین کو مجتمع کر کے طبریہ کا محاصرہ کیا۔ طبریہ میں اس وقت ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم والی تھا۔ مروان بن محمد نے یہ خبر سن کر ابوالورد اپنے فوجی سردار کو اس طرف بغاوت فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ابوالورد کے پہنچتے ہی اہل طبریہ نے شہر سے نکل کر محاصرین کا مقابلہ کیا۔ اہل فلسطین نے شکست فاش کھائی اور ثابت بن نعیم کے تین لڑکے ابو الورد نے گرفتار کر کے مروان کے پاس بھیج دیئے۔ مروان نے فلسطین کی حکومت پر رماحس بن عبدالعزیز کنانی کو مامور کیا۔ اس نے تلاش کر کے ثابت بن نعیم کو گرفتار کیا اور مروان کے پاس بھیج دیا۔ مروان نے اس کے اور اس کے تینوں لڑکوں کے ہاتھ پاؤں کٹوا کر صلیب پر چڑھا دیا۔ ان واقعات سے فارغ ہو کر مروان بن محمد نے دیر ایوب میں اپنے لڑکوں عبداللہ و عبیداللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی اور ہشام کی لڑکیوں سے ان کا عقد کر دیا۔ اس کے بعد مروان نے تدمر کی جانب فوج کشی کی کیونکہ اہل تدمر ابھی تک خود مختاری پر قائم تھے۔ اہل تدمر کو بیعت اور اطاعت کرنی پڑی۔ اس کے بعد مروان نے یزید بن ہبیرہ کو عراق کی جانب روانہ کیا کہ وہ ضحاک شیبانی خارجی کو جو کوفہ پر مسلط ہو گیا تھا' خارج کرے اور امدادی فوجیں عقب سے بھیجتے رہنے کا انتظام کرنے کے لیے خود قرقیا میں آ ٹھہرا۔ اس سے پیشتر سلیمان بن ہشام آرام کرنے کے لیے رصافہ میں ٹھہر گیا تھا۔ اہل شام کا ایک گروہ کثیر جس کو مروان نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کیا تھا۔ اس سے جدا ہو کر رصافہ میں سلیمان بن ہشام کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ خلافت قبول کر لیں۔ سلیمان نے اس بات کو منظور کر لیا اور ان لوگوں کو ہمراہ لیے ہوئے قنسرین کی جانب روانہ ہوا۔ قنسرین پہنچ کر سلیمان نے اہل شام کو خطوط لکھے جن کا اثر یہ ہوا کہ اہل شام ہر طرف سے سلیمان بن ہشام کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک زبردست فوج سلیمان کے پاس جمع ہو گئی۔ مروان نے یہ خبر سنی تو یزید بن عمر بن ہبیرہ کو قیام کر دینے کا فرمان بھیجا اور خود قرقیا سے سلیمان کی طرف چلا۔ قنسرین کے باہر مقام حناف میں مروان و سلیمان کی صف آرائی ہوئی اور سلیمان کو مروان نے شکست دے کر بھگا دیا۔ سلیمان کے ہمراہیوں کو جو گرفتار ہوئے قتل کیا۔ سلیمان بن ہشام کا لڑکا

Marfat.com

اور ہشام بن عبدالملک کا ماموں خالد بن ہشام مخزومی میدان جنگ میں قتل ہوئے۔ سلیمان بھاگ کر حمص پہنچا اور دوبارہ لشکر مرتب کر کے شہر پناہ کو درست کرلیا۔ مروان یہ سن کر حمص پہنچا۔ نہایت خونریز جنگ ہوئی پھر مروان نے حمص کا محاصرہ کرلیا۔ قریباً دس مہینے حمص کا محاصرہ جاری رہا۔ اسی منجنیقیں برابر مصروف سنگ باری تھیں۔ مجبور ہو کر اہل حمص نے امان طلب کی اور سلیمان تدمر کی طرف چلا گیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر مروان کوفہ کی طرف ضحاک خارجی سے جنگ کرنے کو روانہ ہوا۔

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے کوفہ کی طرف بڑھ کر ضحاک خارجی کے لشکر کو شکست دی۔ ضحاک نے دوبارہ لشکر مرتب کیا۔ یزید بن عمر نے دوبارہ اس کو شکست دی اور کوفہ میں داخل ہوا۔ خارجیوں نے کئی مرتبہ خروج کیا مگر ہر مرتبہ ان کو شکست حاصل ہوئی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ نے عراق پر قابض و متصرف ہو کر اپنی طرف سے نصر بن سیار کو خراسان کی گورنری پر قائم رکھا۔ اس نے مروان بن محمد کی بیعت کرلی۔

جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ خراسان میں حرث بن شریح موجود تھا اور اس کے گروہ میں دن بہ دن اضافہ ہو رہا تھا۔ حرث بن شریح کو یہ بھی خیال ہوا کہ مجھ کو یزید بن ولید نے امان دی تھی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ موجودہ گورنر کوفہ نے امان نہیں دی۔ لہذا حرث بن شریح نے مخالفت کا اعلان کیا۔ نصر بن سیار نے اس کو بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا۔ بالآخر نوبت لڑائی تک پہنچی۔ خاص شہر مرو کی گلیوں میں جنگ و پیکار کے شعلے بلند ہوئے۔ ادھر کرمانی بھی کرمان میں کافی قوت حاصل کر چکا تھا۔ نصر بن سیار نے کرمانی کو بلوایا لیکن اس کا بھی دل صاف نہ ہوا اور علانیہ مخالفت پر آمادہ ہو گیا۔ غرض مرو میں کرمانی' حرث اور نصر تین شخص جمع ہو گئے۔ تینوں کی طاقت مساوی تھی اور تینوں اپنے الگ الگ مقاصد و اغراض رکھتے تھے۔ کوئی کسی کا ہمدرد و شریک نہ تھا۔ آخر حرث و کرمانی دونوں نے متفق ہو کر نصر بن سیار کو ہزیمت دے کر مرو سے نکال دیا اور چند روز کے بعد دونوں آپس میں لڑے۔ اس لڑائی میں حرث بن شریح مارا گیا اور کرمانی مرو پر قابض و متصرف ہوا۔ یہ سنہ ۱۲۸ھ کا واقعہ ہے۔ جب حرث بن شریح مارا گیا تو نصر نے اپنی جمعیت فراہم کر کے کرمانی کے مقابلے پر یکے بعد دیگرے فوجیں بھیجنی شروع کیں۔ لڑائیاں ہوئیں اور قریباً ہر ایک معرکہ میں نصر کے سرداروں کو کرمانی کے مقابلے میں شکست ہوئی۔ آخر نصر بن سیار خود بڑی جمعیت لے کر مرو پر پہنچا۔ طرفین سے مورچے قائم ہوئے اور لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ یہ لڑائیاں ابھی جاری تھیں اور کوئی فریق غالب یا مغلوب نہ ہونے پایا تھا کہ مسلم خراسانی نے جس کا بیان مفصل آگے آئے گا' اس موقع کو بہت غنیمت سمجھا اور اپنی جمعیت کو فراہم کر کے ادھر نصر سے خط و کتابت جاری کی اور ادھر کرمانی سے۔ نصر کو لکھا کہ امام ابراہیم نے تمہارے متعلق کچھ مجھ کو ہدایات بھیجی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان سے تم کو فائدہ پہنچے گا۔ اسی مضمون کا خط کرمانی کو لکھا کہ میں تمہارا ہمدرد ہوں اور امام ابراہیم نے تمہارے متعلق مجھ کو لکھا ہے کہ ضرورت کے وقت تمہاری مدد کروں۔ یہ خطوط جن قاصدوں کے ہاتھ روانہ کرتا' ان کو ہدایت کرتا کہ جو قبائل نصر کے ہمدرد ہیں راستے میں ان کو نصر کے نام کا خط دکھاتے ہوئے جائیں اور جو قبائل کرمانی کے ہمدرد ہیں ان کو کرمانی کے نام کا خط دکھاتے ہوئے جائیں۔ منشاء اس

Marfat.com

سے یہ تھا کہ تمام قبائل کی ہمدردی حاصل ہو جائے۔ اس طرح اس نے خارجیوں کی ہمدردی و حمایت بھی مناسب تدبیروں سے حاصل کرلی۔ آخر ابو مسلم خراسانی اپنی جمعیت لے کر کرمانی اور نصر بن سیار کے مورچوں کے درمیان آکر خیمہ زن ہوا۔ فریقین یہ اندازہ نہ کرسکے کہ یہ کس کی حمایت کرے گا اور کس کی مخالفت۔ اگلے روز ابو مسلم نے کرمانی کو کہلا بھیجا کہ میں تمہاری طرف سے نصر کا مقابلہ کروں گا۔ کرمانی یہ سن کر خوش ہوا۔ نصر نے اس خبر سے مطلع ہو کر کرمانی کو لکھ بھیجا کہ ابو مسلم چالاکی سے تم کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے' تم اس کے فریب میں نہ آنا۔ اس کے مقابلہ میں ہم کو اپنی مخالفت فراموش کر دینی چاہیے۔ کرمانی نے نصر کی رائے کو پسند کیا اور اگلے روز دونوں میں ملاقات کی تجویز منظور ہوئی۔ کرمانی دو سو آدمی لے کر نصر بن سیار کی ملاقات کے لیے نکلا۔ نصر کے آدمیوں نے موقع پا کر کرمانی اور اس کے ہمراہیوں کو قتل کر دیا۔ کرمانی کا بیٹا علی بھاگ کر ابو مسلم کے پاس آیا۔ کرمانی کی فوج اور ابو مسلم کی جمعیت نے مل کر ابو مسلم اور علی بن کرمانی کی سرداری میں نصر بن سیار پر حملہ کیا۔ نصر بن سیار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ کر کسی معمولی شخص کے مکان میں چھپ گیا اور ابو مسلم و علی نے مرو پر قبضہ کیا۔ علی بن کرمانی نے ابو مسلم کے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہی لیکن ابو مسلم نے کہا تم ابھی اسی حالت میں رہو' امام کا حکم آنے پر جو مناسب ہو گا کیا جائے گا۔ نصر بن سیار نے مرو سے نکل کر پھر اپنے گرد لوگوں کو جمع کرنا شروع کیا اور ابو مسلم نے خارجیوں کے سردار شیبان خارجی کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا کیونکہ نصر بن سیار خارجیوں کا دشمن تھا۔ علی بن کرمانی اس لیے ابو مسلم کا شریک تھا کہ وہ نصر بن سیار سے اپنے باپ کے خون کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ نصر بن سیار نے خارجیوں کے سردار کو یہ پیغام بھیج کر جدا کرنا چاہا کہ ابو مسلم شیعہ علی ہے۔ غرض کبھی خارجی ابو مسلم سے جدا ہوئے' کبھی ابن کرمانی الگ ہو گیا۔ یہ چاروں گروہ یعنی ابو مسلم' شیبان خارجی' ابن کرمانی' نصر بن سیار تمام ملک خراسان میں ادھر ادھر پھر رہے تھے اور ایک دوسرے کے خلاف اتفاق و مخالفت جلد جلد قائم ہو ہو کر ٹوٹ جاتی تھی۔ ان چاروں میں نصر بن سیار اور ابو مسلم خراسانی بہت ہوشیار اور مآل اندیش تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابو مسلم خراسانی نے یکے بعد دیگرے مناسب موقع پا کر شیبان خارجی اور ابن کرمانی کو سنہ ۱۳۰ھ میں قتل کرادیا اور سنہ ۱۳۱ھ میں رے کے متصل نصر بن سیار خود بیمار ہو کر مر گیا اور ملک خراسان میں ابو مسلم کا کوئی رقیب باقی نہ رہا۔

خوارج : خراسان کے مجمل حالات اوپر مذکور ہو چکے ہیں۔ اسی سلسلہ میں یہ بتادینا بھی ضروری ہے کہ خارجیوں نے سلطنت اسلامیہ میں خانہ جنگیوں کی کثرت اور ضعف کے آثار دیکھ کر خروج کیا اور خراسان کے خارجیوں نے مل کر ضحاک بن قیس شیبانی کو اپنا سردار بنالیا۔ ضحاک نے کوفہ پر حملہ کر کے قبضہ کر لیا اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو کوفہ سے واسط آنا پڑا۔ سلیمان بن ہشام مروان بن محمد سے ہزیمت پا کر ضحاک بن قیس سے آملا۔ اس طرح ضحاک کی طاقت اور بڑھ گئی۔ ضحاک نے طاقت پا کر موصل پر چڑھائی کی۔ وہاں مروان بن محمد کے بیٹے عبداللہ بن مروان نے مقابلہ کیا لیکن اس کے پاس کل سات ہزار فوج تھی اور ضحاک کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھے۔ ضحاک نے عبداللہ بن مروان کا محاصرہ کر لیا۔

Marfat.com

مروان بن محمد یہ خبر سن کر اس طرف متوجہ ہوا۔ خوب زور شور کا مقابلہ ہوا' ضحاک مارا گیا۔ خارجیوں نے سعید بن بہدل کو اپنا امیر بنایا وہ بھی مارا گیا۔ اس کے بعد شیبان بن عبدالعزیز کو خارجیوں نے اپنا امیر منتخب کیا۔ مروان نے یزید بن ہبیرہ کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ اس نے وہاں سے خارجیوں کو خارج کیا۔ ادھر شیبان بن عبدالعزیز خارجیوں کی تمام جمعیت کو لے کر فارس کی طرف چلا گیا۔ وہاں جا کر وہ ابو مسلم کا شریک ہوا جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور سنہ ۱۳۰ھ میں مقتول ہوا۔

حجاز' یمن اور حضر موت میں بھی بغاوتیں نمودار ہوئیں۔ ابو حمزہ مختار بن عوف ازدی نے علم بغاوت بلند کیا۔ حضر موت کا رئیس عبداللہ بن یحییٰ بھی اس کا شریک ہو گیا۔ ابو حمزہ نے اول مدینہ پر قبضہ کیا' اس کے بعد شام کی طرف بڑھا۔ مروان بن محمد نے ابن عطیہ سعدی کو اس کے مقابلہ پر مامور کیا۔ وادی قریٰ میں لڑائی ہوئی' ابو حمزہ مارا گیا۔ ابن عطیہ یمن کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں عبداللہ بن یحییٰ کو مقابلہ پر مستعد پایا۔ دونوں میں لڑائی ہوئی' عبداللہ بن یحییٰ مارا گیا۔ ابن عطیہ نے اس کا سر کاٹ کر مروان کے پاس بھیجا۔

جس وقت مروان بن محمد ضحاک خارجی سے موصل کے قریب برسر مقابلہ تھا' اس وقت اس کے پاس ایک خط امام ابراہیم کا لکھا ہوا جو ابو مسلم خراسانی کے نام لکھا گیا تھا' پکڑا ہوا پیش کیا گیا تھا۔ اس خط میں امام ابراہیم نے ابو مسلم کو ہدایات لکھی تھیں اور یہ بھی لکھا تھا کہ خراسان میں کسی عربی النسل یا عربی انسان کو زندہ نہ چھوڑنا۔ خراسان کے اصلی باشندے جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ ہمارے بہت کام آئیں گے اور انہیں پر زیادہ اعتماد رکھنا چاہیے۔ اسی خط سے یہ راز بھی منکشف ہوتا تھا کہ بنو عباس نے بنو امیہ کے خلاف عرصہ سے سازش کا جال پھیلا رکھا ہے اور امام ابراہیم اس سازش کے موجودہ امام ہیں جو مقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں سکونت پذیر ہیں۔

مروان بن محمد نے اس خط کو پڑھ کر اپنے عامل کو جو بلقاء میں مامور تھا' لکھا کہ ابراہیم بن محمد کو حمیمہ سے گرفتار کر کے بھیج دو۔ چنانچہ ابراہیم بن محمد اور ان کے ساتھ کئی اور اہل خاندان قید ہو کر مروان کے پاس بھیجے گئے۔ مروان بن محمد نے ان کو مقام حران میں قید کر دیا۔ امام ابراہیم کے ساتھ سعید بن ہشام بن عبدالملک اور اس کے دونوں لڑکے عثمان و مروان اور عباس بن ولید بن عبدالملک اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز اور محمد سیانی بھی قید کر دیئے گئے۔ چند روز کے بعد حران میں وبائی بیماری پھیلی' اسی حالت میں بحالت قید امام ابراہیم' عباس بن ولید اور عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز فوت ہو گئے۔

سعید بن ہشام معہ اور قیدیوں کے داروغہ جیل کو قتل کر کے اور جیل خانہ توڑ کر بھاگ نکلا۔ اہل حران نے ان مفرور قیدیوں کو پکڑ کر مار ڈالا۔ صرف ابو محمد سفیانی قید خانہ سے نہ نکلا۔ اس کو مروان بن محمد نے نعاب سے شکست خوردہ واپس آ کر آزاد کیا۔ امام ابراہیم نے اپنی گرفتاری و قید کے وقت وصیت کر دی تھی کہ میرے بعد میرا جانشین میرا بھائی عبداللہ بن محمد المشہور بہ ابوالعباس سفاح ہو گا۔ ساتھ ہی یہ بھی وصیت کر دی تھی کہ اب ابوالعباس سفاح کو علاقہ بلقاء میں سکونت نہیں رکھنی چاہیے بلکہ کوفہ میں جا کر رہنا چاہیے۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد سفاح معہ اہل خاندان اسی وصیت کے موافق کوفہ میں آ کر اقامت پذیر ہوا تھا۔ امام ابراہیم نے

Marfat.com

اپنی گرفتاری سے پیشتر حکم دیا تھا کہ ابو مسلم خراسانی کو اپنا افسر سمجھ کر اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اس کے بعد وہ قحطبہ بن شبیب کو ایک سیاہ پھریرہ دے کر ابو مسلم کے پاس روانہ کر چکے تھے کہ اس جھنڈے کو بلند کر کے خراسان میں خروج اور ملکوں پر قبضہ شروع کر دو۔

ابو مسلم نے سنہ۔ ۱۳۰ھ سے سنہ۔ ۱۳۱ھ تک تمام خراسان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد قحطبہ بن شبیب کو فوج دے کر کوفہ کی طرف بھیجا۔ کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد ابو العباس سفاح کی عبداللہ بن محمد کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ یہ خبر سن کر مروان بن محمد حران سے کوفہ کی طرف ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر چلا۔ راستے میں نہر زاب کے کنارے سفاح کی فوج سے' جس کا سردار سفاح کا چچا عبداللہ بن علی تھا' مقابلہ ہوا۔ مروان بن محمد کی فوج اگر لڑنا چاہتی تو بڑی آسانی سے عبداللہ بن علی کے لشکر کو شکست دے سکتی تھی لیکن اس معرکہ جنگ میں جبکہ مروان بن محمد' عبداللہ بن علی کی فوج کے اکثر حصے کو شکست دے کر بھگا چکا تھا اور فتح میں کوئی کسر باقی نہ رہ گئی تھی۔ مروان کی فوج کے اکثر حصے نے لڑنے اور حملہ کرنے سے انکار کر دیا' گویا وہ مروان بن محمد کو شکست ہی دلانا چاہتے تھے۔

عبداللہ بن علی نے اپنے آپ کو شکست خوردہ دیکھ کر اور اپنی جان پر کھیل کر اپنے مخصوص ہمراہیوں کے ساتھ حملہ کیا مگر مروان کی طرف سے اس کی مدافعت میں کوئی سردار نہ بڑھا۔ مروان نے ان کو انعام و اکرام کا لالچ دیا۔ جب یوں بھی کام نہ چلا تو جس قدر خزانہ اس کے ہمراہ تھا وہ سب مروان نے میدان میں ڈلوا دیا اور کہا کہ حملہ کرو اور کمزور دشمن کو مار کر یہ تمام خزانہ آپس میں تقسیم کر لو۔ یہ دیکھ کر لشکر اس خزانے کے لوٹنے میں مصروف ہو گیا اور جو لوگ ابھی تک لڑ رہے تھے وہ بھی لوٹ کھسوٹ میں مصروف ہو گئے۔ اس بد نظمی و افراتفری کو دیکھ کر مروان نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بھیجا کہ لوگوں کو اس حرکت سے روکے۔ اس کے پہنچتے ہی سب کے سب میدان سے بھاگنے لگے اور مروان کو چند ہمراہیوں کے ساتھ تنہا چھوڑ کر چل دیئے۔ مروان اپنے لشکر کی اس بے وفائی سے مجبور ہو کر میدان سے بھاگا اور موصل پہنچا۔ وہاں مروان پر لوگوں نے اس شکست کی وجہ سے آوازے کسے۔ وہاں ٹھہرنا مناسب نہ سمجھ کر مقام حران کی طرف آیا جہاں اس کا بھتیجا ابان بن یزید بن محمد عامل تھا۔ نہر زاب کے کنارے یوم شنبہ ۱۱/ جمادی الثانی سنہ۔ ۱۳۲ھ کو مروان بن محمد نے شکست کھائی تھی۔ مقام حران میں مروآن صرف بیس ہی روز قیام کرنے پایا تھا کہ عبداللہ بن علی کے آنے کی خبر سنی۔ مروان وہاں سے حمص کی طرف روانہ ہوا۔ جب عبداللہ بن علی حران کے قریب پہنچا تو حران کا عامل ابان بن یزید بن محمد سیاہ کپڑے پہن کر اور سیاہ جھنڈا لے کر اس کے استقبال کو نکلا اور اس کے ہاتھ پر سفاح کی خلافت کی بیعت کر لی۔ عبداللہ بن علی نے اس کو امان دے دی۔ مروان حمص میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں نے اول تو فرماں برداری و عقیدت کا اظہار کیا لیکن مروان کے ہمراہیوں کو کم دیکھ کر سرکشی اور مقابلہ پر آمادہ ہوئے۔ مروان وہاں سے تین دن کے بعد ہی چل دیا لیکن اہل حمص نے اس کے مال و اسباب کے چھیننے کا ارادہ کیا۔ مروان نے اول ان کو سمجھایا لیکن جب وہ باز نہ آئے تو مقابلہ پر آمادہ ہو کر ان کو مار بھگایا۔

Marfat.com

حمص سے مروان دمشق میں پہنچا۔ یہاں کا عامل اس کا چچازاد بھائی ولید بن معاویہ بن مروان بن حکم تھا۔ یہاں بھی قیام مناسب نہ سمجھ کر اور ولید بن معاویہ کو مخالفین دولت امویہ سے لڑنے کی ترغیب دے کر فلسطین کی طرف روانہ ہوا اور وہاں خاموش اور بے تعلق زندگی بسر کرنے کے ارادے سے ٹھہر گیا۔

ادھر عبداللہ بن علی حران میں اس قید خانہ کو جس میں ابراہیم بن محمد قید تھے' مسمار کر کے دمشق کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس کا بھائی عبدالصمد بن علی جس کو سفاح نے آٹھ ہزار کی جمعیت سے اس کی مدد کے لیے روانہ کیا تھا' آپہنچا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی قنسرین و بعلبک ہوتا ہوا اور لوگوں سے بیعت لیتا ہوا دمشق آپہنچا۔ دمشق کا محاصرہ کیا' چند روز محاصرہ کے بعد بتاریخ ۵/رمضان سنہ۔ ۱۳۲ھ بروز چہار شنبہ بزور شمشیر دمشق میں داخل ہوا اور دمشق کی گلیوں میں خون کے دریا بہادیئے۔ اسی معرکہ میں ولید بن معاویہ حاکم دمشق مارا گیا۔ اس فتح اور قتل عام کے بعد عبداللہ بن علی پندرہ روز دمشق میں مقیم رہا۔ اس کے بعد فلسطین کی طرف روانہ ہوا۔ عبداللہ بن علی اپنا لشکر لیے ہوئے ابھی سرحد فلسطین پر ہی پہنچا تھا کہ عبداللہ سفاح کا فرمان پہنچا کہ مروان بن محمد کے تعاقب میں اپنے بھائی صالح بن علی کو مامور کر دو۔ یہ فرمان شروع ذیقعدہ سنہ۔ ۱۳۲ھ میں پہنچا۔ صالح بن علی فوج لے کر روانہ ہوا۔ مروان یہ سن کر فلسطین سے روانہ ہو کر مقام عریش میں چلا گیا۔ وہاں سے نہر نیل کی طرف گیا' وہاں سے صید کی طرف روانہ ہوا۔ صالح بن علی بھی بڑھتا چلا گیا۔ اس نے خود فسطاط میں ڈیرہ ڈال کر فوجی دستوں کو آگے مروان کے تعاقب اور سراغ میں روانہ کیا۔ اتفاقاً صالح کے دستوں سے مروان کے سواروں کا مقابلہ ہو گیا۔ مروان کے سوار پہلے ہی سے افسردہ خاطر اور بددل تھے۔ انہوں نے مقابلہ نہ کیا اور بھاگ پڑے۔ اس بھاگنے والوں میں سے چند گرفتار بھی ہو گئے۔ ان گرفتار شدہ سواروں سے پوچھا گیا تو انہوں نے مروان بن محمد کے قیام کا پتہ بتلا دیا کہ وہ قصبہ بوصیر میں مقیم ہے۔ صالح کی فوج کا افسر ابو عون نے یہ بات سن کر رات ہی میں مروان کی جائے قیام پر شبخون مارنا مناسب سمجھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مروان کا مقابلہ آسان نہیں ہے' چنانچہ شبخون مارا گیا۔ اس اچانک حملہ سے گھبرا کر مروان اپنے مکان سے باہر نکل آیا۔ ایک شخص نے جو پہلے ہی سے اس تاک میں کھڑا تھا' برچھے کا وار کیا' مروان گرا اور اس کے ساتھیوں میں سے کسی نے کہا کہ افسوس امیر المومنین مارے گئے۔ اس آواز کو سن کر ابو عون اور اس کے ہمراہی دوڑ پڑے۔ فوراً مروان کا سر کاٹ لیا اور ابوالعباس عبداللہ سفاح کے پاس روانہ کر دیا۔

یہ واقعہ ۲۸/ذی الحجہ سنہ۔ ۱۳۲ھ مطابق ۵/اگست سنہ۔ ۷۵۰ء کو وقوع پذیر ہوا اور اس کے ساتھ خلافت بنوامیہ کا خاتمہ ہو کر خلافت بنو عباس کی ابتدا ہوئی۔ قتل مروان کے بعد اس کے لڑکے عبداللہ و عبیداللہ سرزمین حبشہ کی طرف بھاگے۔ حبشیوں نے بھی ان کو امان نہ دی۔ عبیداللہ حبشیوں کے ہاتھ سے مارا گیا اور عبداللہ فلسطین میں آکر پوشیدہ طور پر رہنے لگا۔ جس کو خلافت مہدی کے زمانے میں عامل فلسطین نے گرفتار کر کے مہدی کے دربار میں بھیج دیا اور اس نے اس کو قید کر دیا۔

مروان بن محمد کا عہد خلافت :مروان بن محمد بنوامیہ کا آخری خلیفہ ہے۔ اس لیے عام طور پر خلافت

Marfat.com

بنوامیہ کی تباہی و بربادی کا ذمہ دار اسی کو سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بنوامیہ کی بربادی کے سامان اس کی خلافت سے پہلے ہی اس کے پیش رووں کی غفلت سے مرتب و مہیا ہو چکے تھے۔ مروان کی خلافت کا زمانہ کچھ عرصہ کم چھ سال ہے۔ اس مدت میں مروان کو ایک روز بھی چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوا۔

اس نے تمام عہد خلافت گھوڑے کی پشت پر ہی بسر کیا۔ اس کی جفاکشی' بہادری اور اس کے عزم و استقلال کا صحیح اندازہ اس لیے بھی نہ ہو سکا کہ اس کے ہاتھ میں ایک ایسی سلطنت دی گئی تھی جو ناقابل علاج امراض میں مبتلا تھی۔ مروان اگر چند روز پہلے تخت خلافت پر بیٹھتا تو یقیناً وہ دولت امویہ کی بربادی کو ایک طویل زمانہ کے لیے پیچھے ڈال دیتا مگر وہ موجودہ خرابیوں اور بنو عباس کی سازشوں پر غالب نہ آسکا۔ مروان کوئی ایسا غیر معمولی عالی دماغ اور عقلمند بھی نہ تھا کہ کسی قریب المرگ سلطنت میں از سر نو جان ڈال سکتا۔ اس کا تمام زمانہ جھگڑوں اور لڑائیوں ہی میں گزر گیا۔ اس کے عہد خلافت میں عالم اسلام کے اندر ہر طرف تلواریں چمکتی ہوئی نظر آتی تھیں' کسی کو اطمینان حاصل نہ تھا۔ کفار پر جہاد کرنے کا تو موقع ہی میسر نہ تھا۔ اس زمانے میں مسلمانوں کا خون مسلمانوں کے ہاتھوں سے جس قدر بہایا گیا اس کی نظیر بہت ہی کم کسی زمانے میں مل سکتی ہے۔

مروان سنہ ۷۰ھ یا سنہ ۷۲ھ میں جبکہ اس کا باپ محمد بن مروان جزیرہ کا گورنر تھا' پیدا ہوا تھا۔ مروان کی ماں کردستان کی ایک پرستار تھی جو ابراہیم اشتر کے پاس تھی۔ ابراہیم اشتر کے قتل کے بعد محمد بن مروان نے اس کو لے لیا۔ اسی کے پیٹ سے مروان پیدا ہوا تھا۔

خلافت بنوامیہ پر ایک نظر

(۱) حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے نصف آخر سے جو اندرونی خرخشے اور خفیہ سازشیں شروع ہوئیں' ان کا ایک ابتدائی حصہ اس نتیجہ پر ختم ہوا کہ حضرت امیر معاویہؓ خلیفہ تسلیم کیے گئے اور خلافت بنوامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ خلافت بنوامیہ کی ابتدا ہی میں اس کی ہلاکت و بربادی اور عالم اسلام کی بدنصیبی کا سب سے بڑا سامان بانی خلافت بنوامیہ یعنی حضرت امیر معاویہؓ کے ہاتھوں یہ پیدا ہوا کہ انہوں نے اپنے بعد اپنے بیٹے یزید کو ولی عہد بنایا۔ یہ ولی عہدی کی وبا ایسی شروع ہوئی کہ اس نے آج تک مسلمانوں کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے اسی عمل کا نتیجہ تھا کہ وہ خوشگوار اور نافع نوع انسانی جمہوریت جو اسلام نے قائم کی تھی' ضائع ہو کر اس کی جگہ خاندانوں کی حکومتیں جو نوع انسانی کے لیے ایک لعنت ہیں' برباد ہونے کے بعد دوبارہ قائم ہو گئیں۔ خاندان بنوامیہ میں حضرت امیر معاویہؓ عبدالملک بن مروان' ولید بن عبدالملک تین خلیفہ اپنی فتوحات ملکی اور قابلیت ملک داری کے اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز اس خاندان میں بالکل ایک نرالی قسم کے خلیفہ تھے۔ ان کی خلافت بالکل خلافت راشدہ کے اولین زمانے کا نمونہ تھا۔ عمر بن عبدالعزیز پر چونکہ مذہبیت اور للّٰہیت غالب تھی لہذا وہ کسی پہلو میں بھی کسی اموی خلیفہ سے مشابہ نہیں کہے جاسکتے۔ عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کا زمانہ اگرچہ بہت ہی تھوڑا زمانہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی

Marfat.com

خلافت کے مرتبہ کو بلند کر دیا ہے اور باوجود ہر قسم کی قابل اعتراض اور قابل ملامت حرکات کے خلافت بنوامیہ کو محض عمر بن عبدالعزیزؒ کی وجہ سے قابل فخر خلافت کہا جا سکتا ہے۔ ان کے بعد ہشام بن عبدالملک بھی ایک ایسا خلیفہ گزرا ہے جس کو اول الذکر تین خلیفوں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ ہشام بن عبدالملک کے بعد پورے دس برس بھی نہ گزرنے پائے تھے کہ خلافت بنوامیہ کا عالی شان قصر منہدم ہو کر زمین کے برابر ہو چکا تھا اور اس کی بنیادیں بھی اکھیڑ کر پھینک دی گئی تھیں۔ جن پانچ خلیفوں کے نام اوپر دیئے گئے ہیں' ان کے علاوہ سب کے سب عیش پرست' پست ہمت' تن آسان اور عقل و بصیرت سے ناآشنا تھے اور ہرگز اس قابل نہ تھے کہ کسی ایسی بڑی شہنشاہی کے فرماں روا ہوں جیسی کہ خلافت بنوامیہ تھی۔ اسلام نے آکر شراب نوشی اور موسیقی کو مٹا دیا تھا لیکن انہیں خلفا بنوامیہ نے ان دونوں پلید اور مضر چیزوں کو پھر رواج دیا جن کا سلسلہ آج تک بھی مسلمانوں میں موجود پایا جاتا ہے۔

(۲) بنوامیہ کے جرموں کی فہرست میں ایک یہ جرم بھی قابل تذکرہ ہے کہ اسلام نے خاندانوں اور قبیلوں کی تفریق و امتیاز کو مٹا کر سب کی ایک ہی برادری اور ایک ہی قبیلہ بنا دیا تھا۔ بنوامیہ نے قبیلوں کی عصبیت اور امتیاز کو از سر نو پھر زندہ کر دیا اور حمیت الجاہلیۃ کو پھر واپس بلانے کے سامان فراہم کر دیئے۔ انہوں نے عربوں کے فراموش شدہ سبق کو پھر یاد دلا دیا اور مسلمان قوم و قبیلے کو اسلامی اخوت پر ترجیح دینے لگے۔ جس چیز کو بنوامیہ نے دوبارہ پیدا کیا' بالآخر وہی چیز ان کی بربادی کا باعث ہوئی یعنی علویوں اور عباسیوں نے اسی خاندانی امتیاز کو آلہ کار بنا کر بنوامیہ کی بربادی کے سامان فراہم کئے۔

(۳) بنوامیہ نے اپنی حکومت و خلافت کے قیام و استحکام کے لیے ظلم و تشدد اور لوگوں کے قتل کرنے میں دریغ و تامل نہیں کیا۔ خلفا بنوامیہ کے سب سے زیادہ نامور اور کارگزار اہل کار و صوبہ دار وہی تھے جو سب سے زیادہ لوگوں کو بلا دریغ قتل کرنے اور سختی سے کام لینے والے تھے۔ بنوامیہ کو ظلم و تشدد کا طرز عمل مجبوراً اپنی حکومت کو قائم رکھنے کے لیے اختیار کرنا پڑا تھا لیکن آخر میں یہی طرز عمل ان کی بربادی کا باعث ہوا کیونکہ رعایا کے دلوں سے ان کی حمایت و ہمدردی مسلسل خوف و دہشت کے جاری رہنے سے جاتی رہی تھی۔

(۴) بنوامیہ اس میں شک نہیں کہ قبائل قریش اور ملک عرب میں ایک نامور اور سردار قبیلہ تھا۔ اس قبیلے میں اکثر ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے جو تدبیر و رائے میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے اور حکومت و ملک داری کے اصولوں سے واقف تھے۔ یہ خصوصیتیں اس قبیلہ کو عہد جاہلیت میں بھی حاصل تھیں مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ بنوامیہ کے گھروں میں کوئی نالائق پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر بنوامیہ میں ولی عہدی کی رسم جاری نہ ہوتی اور خلیفہ کا انتخاب صرف قبیلہ بنوامیہ میں محدود کر دیا جاتا یعنی مسلمان اپنی مرضی اور کثرت رائے سے قبیلہ بنوامیہ کے کسی لائق ترین شخص کو خلافت کے لیے منتخب کر لیا کرتے۔ تب بھی اگرچہ بڑی بے انصافی اور غلطی ہوتی' تاہم خلافت بنوامیہ کی یہ حالت نہ ہوتی اور عالم اسلام کو اتنا بڑا نقصان نہ پہنچتا جو پہنچا۔ اس طرح ممکن تھا کہ خلافت بنوامیہ کی عمر بہت زیادہ طویل ہوتی اور وہ شکایتیں جو خلافت بنوامیہ سے پیدا ہوئیں

Marfat.com

شاید پیدا نہ ہوتیں۔

(۵) خفیہ تدبیروں، سازشوں اور چالاکیوں میں بنوامیہ کو عرب کے دوسرے قبائل پر فضیلت حاصل تھی اور ان کی خلافت کا قیام انہیں چیزوں سے امداد حاصل کرنے کا نتیجہ تھا لیکن تعجب ہے کہ انہیں چیزوں کے ذریعے ہاشمیوں نے ان کو مغلوب کیا۔ حالانکہ ہاشمی ان چیزوں میں ان کے شاگرد تھے۔ اس کا سبب بجز اس کے اور کچھ نہ تھا کہ دولت و حکومت کے مردم افگن نشے نے ان کو جاہل و غافل بنادیا تھا اور ولی عہدی کی رسم بد نے اس جہالت و غفلت کو اور بھی بڑھادیا تھا۔

(۶) مذکورہ بالا باتوں کے علاوہ بنوامیہ کی خلافت میں بعض ایسی خوبیاں بھی پائی جاتی ہیں جو ان کے بعد بہت ہی کم دیکھی گئیں اور ان کے جانشینوں کو نصیب نہ ہوئیں۔ مثلاً خلافت بنوامیہ نے خلافت راشدہ کی فتوحات کو وسعت دے کر مشرق و مغرب میں دور دور تک پھیلادیا۔ مشرق میں چین اور مغرب میں بحر ظلمات تک انہوں نے گویا اپنے زمانے کی تمام متمدن دنیا کو فتح کرڈالا۔ انہیں کے زمانے میں سمندروں کے دور دراز جزیروں براعظم افریقہ کے ریگستانوں اور ہندوستان کے میدانوں تک اسلام پہنچا۔ خلافت بنوامیہ کے زمانے میں اسلامی حکومت زیادہ سے زیادہ دنیا میں پھیل چکی تھی اور حکومت اسلامیہ کا ایک مرکز تھا۔ بنوامیہ کے بعد مسلمانوں کو جدید فتوحات ملکی کا بہت ہی کم موقع ملا۔ گویا ملک گیری بنوامیہ نے ختم کردی۔ اس کے بعد صرف ملک داری باقی رہی۔ بنوامیہ کے بعد اسلامی حکومت کا مرکز بھی ایک نہ رہا بلکہ ایک سے زیادہ الگ الگ حکومتیں قائم ہونے لگیں جن میں خلافت عباسیہ سب سے بڑی حکومت تھی۔

(۷) بنوامیہ کے عہد خلافت میں عربوں کی حیثیت ایک فاتح قوم کی رہی۔ عربی اخلاق، عربی زبان، عربی تمدن، عربی مراسم سب پر غالب و فائق تھے لیکن بنوامیہ کے بعد عجمیوں اور دوسری مفتوح قوموں کو یہ مرتبہ حاصل ہونے لگا کہ وہ عربوں پر حکومت کریں اور عربوں کی کسی فضیلت و خصوصیت میں فاتحانہ عظمت کو تسلیم نہ کریں۔

(۸) عہد بنوامیہ میں اگرچہ خارجی شیعہ اور بعض دوسرے گروہ پیدا ہوگئے تھے لیکن سب کا عمود مذہب اور مدار استدلال قرآن و حدیث کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ کتاب و سنت کے سوا کسی تیسری چیز کو قاضی نہ سمجھتے تھے لیکن بعد میں ایسے بہت سے فرقے مسلمانوں میں پیدا ہونے لگے جنہوں نے کتاب و سنت کو پس پشت ڈال کر اپنے پیروں، مرشدوں، اماموں اور صاحب گروہ علما کے اقوال و اجتہاد کی پیروی کو کافی سمجھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلافت بنوامیہ کے زمانے میں مسلمانوں کی تمامتر توجہ قرآن مجید اور سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف منعطف رہی۔ اس کے بعد قرآن مجید کی طرف سے مسلمانوں نے کم التفاتی و غفلت کا برتاؤ شروع کیا اور یہ نحوست یہاں تک ترقی پذیر ہوئی کہ آج ہمارے زمانے میں ایک واعظ اور ایک فارغ التحصیل مولوی کے لیے بھی یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ وہ قرآن مجید کو تدبر کے ساتھ پڑھ اور سمجھ چکا ہو۔

(۹) خلافت راشدہ میں اعلیٰ درجہ کی کامیابی اور فتح یہ سمجھی جاتی تھی کہ لوگ شرک و گمراہی سے

Marfat.com

نجات پاکر توحید اور عبادت الٰہی کی طرف متوجہ ہو جائیں اور مذہب اسلام لوگوں کا دستور العمل زندگی بن جائے۔ مال ودولت اور مادی شان وشوکت کی کوئی قدر وقیمت اور عزت ووقعت نہ تھی لیکن خلافت بنوامیہ میں مال ودولت اور شان وشوکت کو کامیابی سمجھا جانے لگا اور بیت المال کا روپیہ ان لوگوں کے لیے زیادہ صرف ہونے لگا' جو خلافت وسلطنت یعنی خاندان بنوامیہ کے لیے موجب تقویت اور مفید ثابت ہو سکتے تھے۔ جن لوگوں سے بنوامیہ کو کسی امداد واعانت کی توقع نہ ہوتی تھی یا جن کا خوش رکھنا وہ اپنے لیے ضروری نہ سمجھتے تھے' ان کی طرف سے بے التفاتی برتی جاتی تھی اور ان کے حقوق ان کو نہ ملتے تھے۔ یہ رسم بد بعد کی خلافتوں میں اور بھی زیادہ ترقی کر گئی تھی۔ اسی نسبت سے عام طور پر مسلمانوں میں اغراض پرستی اور باہمی رقابت بڑھتی چلی گئی۔

(۱۰) ابتدائے اسلام اور خلافت راشدہ کے زمانے میں مسلمانوں کی زندگی نہایت سادہ اور ان کی ضروریات زندگی بہت ہی محدود تھیں۔ عہد بنوامیہ میں سامان عیش کا استعمال شروع ہوا اور وہ سپاہیانہ انداز جو پہلے موجب فخر تھا' بتدریج مٹتے مٹتے بالکل دور ہونے لگا۔ خوبصورت لباس' پر تکلف مکانات اور زیب وزینت کے سامان ضروریات زندگی میں داخل ہونے لگے اور اسی نسبت سے مسلمانوں کے اندر صدیق وفاروق اور خالد وضرارؓ کے نمونے کم نظر آنے لگے۔

بنوامیہ کے رقیبوں کی کوشش : قتل عثمانؓ کے بعد ہاشمیوں اور امویوں میں جو رقابت پیدا ہوئی اس کا نتیجہ بحسب ظاہر حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ کے خلافت کے دست بردار ہو جانے پر یہ نکلا کہ بنوامیہ نے بنوہاشم پر غلبہ پالیا اور بازی لے گئے۔ جمل اور صفین کی معرکہ آرائیوں اور خارجیوں کی لڑائیوں کے بعد خلافت کا بنوامیہ میں چلا جانا بنوہاشم کی ایک ایسی ناکامی تھی کہ وہ خلافت کے حصول کے لیے اپنی تلواروں کو کند محسوس کر چکے تھے اور جلد طاقت کے استعمال پر آمادہ نہیں ہو سکتے تھے لیکن حضرت امیر معاویہؓ کے بعد یزید کا خلیفہ مقرر ہونا اور ولی عہدی کی بدعت کا ایجاد ہونا بنوامیہ کے لیے بے حد مضر اور ان کی کمزوری کا سامان تھا۔ لہذا حضرت حسینؓ نے جرات سے کام لیا اور اپنے ہمدردوں کی نصیحت پر عمل نہ کیا جس کے نتیجہ میں کربلا کا حادثہ رونما ہوا۔

امیر معاویہؓ کے کمزور جانشین یزید اور یزید کے غلط کار اہل کار ابن زیاد نے اپنے اعمال نابالیتہ سے بنو ہاشم کی ہمتوں کو تو زیادہ پست کر دیا لیکن ساتھ ہی بنوامیہ کی قبولیت کو نقصان پہنچا کر عام لوگوں کو بنوامیہ کی مخالفت کے اظہار پر دلیر بنا دیا جس کے نتیجہ میں ابن زبیرؓ کا واقعہ پیش آیا۔ ابن زبیرؓ کا واقعہ جب پیش آیا ہے تو حکومت امویہ کا تاج دار ایک زبردست شخص تھا۔ اس لیے وہ حکومت امویہ کی اس کمزوری کو جلد دور کر کے نہ صرف اقتدار رفتہ ہی کو قائم کر سکا بلکہ اس نے پہلے سے بھی زیادہ لوگوں کو مرعوب وخوف زدہ بنا دیا۔ اب ہاشمیوں کے لیے تلوار کے استعمال اور طاقت کے اظہار کا کوئی موقع باقی نہ رہا تھا۔ انہوں نے اپنے جوش انتقام کے لیے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا اور ان کارروائیوں سے فائدہ اٹھایا جو وہ عبداللہ بن سبا اور اس کے اتباع کی دیکھ چکے تھے

Marfat.com

اور جن کے سبب وہ صفین اور اذرج میں ناکام ہو چکے تھے۔ ہاشمیوں میں صرف دو ہی گھرانے سردار و مقتدا پائے جاتے تھے۔ ایک حضرت علیؓ کی اولاد اور دوسری حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی اولاد۔ حضرت علیؓ آنحضرت ﷺ کے چچازاد بھائی اور داماد تھے اور حضرت عباسؓ آپ کے چچا تھے۔ یہ دونوں گھرانے اہل بیت نبوی میں شمار ہوتے تھے اور اس لیے ان کی عظمت وسیادت سب کو تسلیم تھی۔ حضرت علیؓ کو چونکہ بنوامیہ کے مقابلہ میں براہ راست مصائب کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ اس لیے علویوں میں عباسیوں کی نسبت زیادہ جوش تھا۔ حضرت حسینؓ کی شہادت کے سبب علویوں میں فاطمیوں کو زیادہ جوش تھا اور وہ زیادہ درپے انتقام تھے۔ علویوں میں دو گروہ تھے۔ ایک وہ جو حسینؓ کی اولاد کو مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ ایک وہ جو محمد بن الحنفیہ کو سب سے زیادہ خلافت کا حق دار مانتے تھے۔ تیسرا گروہ عباسیوں کا تھا۔ سب سے زیادہ طاقتور گروہ فاطمیوں یا حسینیوں کا تھا کیونکہ واقعہ کربلا کی وجہ سے ان کو لوگوں کی زیادہ ہمدردی حاصل تھی۔ دوسرے یہ کہ حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد ہونے کے سبب بھی وہ زیادہ مکرم و محبوب تھے۔

ان کے بعد دوسرا گروہ محمد بن الحنفیہ کا تھا۔ اس کے بعد عباسیوں کا مرتبہ تھا۔ بعد میں فاطمیوں کے اندر بھی دو گروہ ہو گئے تھے۔ ایک وہ جو زید بن علی بن حسین کے طرفدار تھے' وہ زیدی کہلائے۔ دوسرے وہ جنہوں نے اسماعیل بن جعفر صادق کے ہاتھ پر بیعت کی تھی وہ اسماعیلی کے نام سے مشہور ہوئے۔ مذکورہ بالا تینوں گروہ بنوامیہ کے مخالف اور تینوں مل کر اہل بیت کے ہواخواہ کہلاتے تھے۔ زید بن علی بن حسین اور ان کے بیٹے یحییٰ کے مقتول ہونے کا حال اوپر پڑھ چکے ہیں۔ محمد بن الحنفیہ کی کوششوں اور مختار کی کوفہ میں کارروائیوں کا ذکر بھی اوپر ہو چکا ہے۔ علویوں کو جب کبھی ذرا سا بھی موقع ملا انہوں نے خروج میں تامل نہیں کیا مگر اکثر ناکام ہوتے رہے۔ علویوں کی ان کارروائیوں اور ان کے انجام سے عباسی نصیحت و عبرت حاصل کرتے رہے اور انہوں نے بنوامیہ کے خلاف اپنی کوششوں کو بڑی احتیاط اور مآل اندیشی کے ساتھ جاری رکھا۔ ان تینوں گروہوں نے اپنے لیے ایک ہی راہ عمل تجویز کی کہ پوشیدہ طور پر لوگوں کو اپنا ہم خیال بنایا جائے اور مخفی طور پر لوگوں سے بیعت لی جائے تا آنکہ بنوامیہ کے مقابلے اور مقاتلے کے قابل طاقت فراہم ہو جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے اپنے مشنری ملکوں میں پھیلا دیئے جو نہایت مخفی طریقوں سے اہل بیت کی محبت کا وعظ کہتے اور بنوامیہ کی حکومت کے عیوب و نقائص لوگوں کو سمجھاتے اور خلافت و حکومت کا حق دار اہل بیت ہی کو بتاتے تھے۔ یہ خفیہ اشاعتی کام بڑی احتیاط اور بڑے عزم و حزم کے ساتھ شروع کیا گیا۔ اس کی ابتدا عبدالملک بن مروان ہی کے زمانے سے ہو چکی تھی اور تینوں گروہوں کو ایک دوسرے کی سرگرمیوں کا علم تھا لیکن چونکہ تینوں کا دشمن ایک ہی تھا۔ اس لیے ان تینوں گروہوں کے اندر آپس میں کوئی رقابت نہ تھی اور ایک دوسرے کے راز کو اطلاع ہو جانے پر پوشیدہ رکھنے اور افشا ہونے سے بچانے کی کوشش کرتے تھے۔ ہر ایک کے کارندے اور نقیب اگرچہ جدا جدا تھے لیکن تبلیغ کے لیے ان کو ایسے الفاظ استعمال کرنے کی تاکید کی گئی تھی۔ جس سے دوسرے گروہ کے ساتھ تصادم لازم نہ آئے مثلاً بجائے اس کے کہ حضرت عباس یا محمد بن الحنفیہ یا امام

Marfat.com

زین العابدین کی فضیلت بیان کی جائے صرف اہل بیت کا ایک عام لفظ استعمال کیا جاتا تھا اور اہل بیت کی فضیلت بیان کر کے ان کو مستحق خلافت ثابت کرنے کی کوشش ہوتی تھی پھر یہی نہیں کہ آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت نہ کرتے تھے بلکہ بنوامیہ کی مخالفت کے جوش میں خارجیوں کے ساتھ بھی یہ لوگ ہمدردی واعانت کا برتاؤ جائز سمجھتے تھے کیونکہ خارجی بھی شروع ہی سے بنوامیہ کو کافر کہتے اور ان کے خلاف کوششوں میں مصروف رہتے تھے۔ حالانکہ خارجی جس طرح خلافت بنوامیہ کے دشمن تھے اسی طرح حضرت علیؓ اور ان کی اولاد کے بھی مخالف تھے۔ اس خفیہ اشاعت کے کام میں علویوں سے بار بار جلد بازی کا ارتکاب ہوا اور وہ زیادہ خوبی کے ساتھ اس کام کو انجام نہ دے سکے۔ لہذا خلفاء بنوامیہ کو علویوں کی کارروائیوں اور سازشوں کا علم ہوتا رہا اور وہ ان کے خلاف انسدادی کارروائیوں کا موقعہ بھی پاتے رہے لیکن عباسیوں کی سازش سے خلفاء بنوامیہ آخر تک بے خبر رہے اور اسی لیے عباسی علویوں کو پیچھے چھوڑ کر کامیابی حاصل کر سکے۔

عباسیوں نے علاوہ مذکورہ بالا تدابیر کے ایک اور احتیاط یہ بھی کہ کہ اپنا مرکز مدینہ' مکہ' کوفہ' بصرہ اور دمشق وغیرہ میں سے کسی بڑے شہر کو نہیں بنایا بلکہ ایک نہایت غیر معروف گاؤں حمیمہ جو بنوامیہ کی عطا کردہ جاگیر اور دمشق و مدینہ کے درمیان واقع تھا اور باوجود دمشق سے قریب ہونے کے خلفاء بنوامیہ یا گورنران بنوامیہ کی توجہ سے محفوظ تھا' اپنا قیام گاہ اور مرکز سازش بنایا۔ علویوں کی کوششیں اور سازشیں چونکہ طشت ازبام ہوتی رہیں۔ لہذا وہ بار بار قتل ہوتے رہے لیکن بنو عباس اس قسم کے نقصانات سے بالکل محفوظ رہے اور ان کی سازش کی رفتار ترقی معتدل رفتار سے برابر جاری رہی۔ اس رفتار ترقی میں بہت بڑی طاقت اس لیے پیدا ہو گئی کہ محمد بن الحنفیہ کی جماعت تمام و کمال بنو عباس کے ساتھ شامل ہو کر ایک جماعت بن گئی یعنی ابوہاشم بن محمد نے اپنے تمام حقوق محمد بن علی عباسی کو حمیمہ میں فوت ہوتے وقت تفویض کر دیئے اور ان لوگوں کو جو ابو ہاشم کی خلافت کے لیے کوشش کر رہے تھے تاکیدی نصیحت کی کہ آئندہ محمد بن علی کے زیر فرمان کوشش کریں اور محمد بن علی کو اپنا پیشوا مانیں۔ علویوں کا ایک زبردست گروہ جب عباسیوں میں شامل ہو گیا تو عباسیوں نے پہلے سے زیادہ ہمت کے ساتھ باقاعدہ کوششیں شروع کیں اور قریباً تمام طاقت سازش کنندوں کی عباسیوں کے ہاتھ میں آگئی۔ محمد بن علی عباسی اس زبردست سازشی جماعت کے پیشوا تھے' جب ان کا انتقال سنہ ۱۲۴ھ میں ہوا تو ان کے بیٹے امام ابراہیم ان کے جانشین ہوئے۔ امام ابراہیم نے اس سازش کو پہلے سے زیادہ وسیع اور باقاعدہ اصولوں پر قائم کر کے ہر ایک علاقہ کے لیے الگ الگ موزوں داعی مقرر کئے اور نہایت نظم و ترتیب کے ساتھ عراق' خراسان' فارس' شام اور حجاز وغیرہ ممالک اسلامیہ میں اپنی تحریک کا ایک جال پھیلا دیا۔ امام ابراہیم کو خوش قسمتی سے ایک ایسا شخص مل گیا جس نے آئندہ چل کر بہت جلد اس سازش کو کامیابی تک پہنچانے کا تمام کام اپنے ذمہ لے لیا' وہ شخص ابو مسلم خراسانی تھا۔

امام ابراہیم نے ابو مسلم خراسانی کو عراق و خراسان کے تمام دعاۃ کا سردار بنا کر سب کو حکم دیا تھا کہ ابو مسلم کی ماتحتی میں کام کریں اور ابو مسلم کے ہر ایک حکم کو مانیں۔ ابو مسلم کے ساتھ ان کی خط و کتابت رہتی تھی

Marfat.com

اور وہ ابو مسلم کو اپنے ہر ایک منشاء سے مطلع کرتے رہتے تھے۔ اس میں یہ فائدہ تھا کہ امام ابراہیم کو ہر ایک شخص سے خود خط و کتابت نہیں کرنی پڑتی تھی۔ جب امام ابراہیم کی وفات کے بعد ان کا جانشین عبداللہ سفاح ان کا بھائی ہوا جو امام ابراہیم کی طرح ذی ہوش اور عقلمند تھا اور ابو مسلم کی قابلیت اور طاقت آخری نتائج پیدا کرنے والی تھی۔ ابو مسلم نے جلد جلد خراسان میں طاقت و قوت حاصل کرنی شروع کی۔ امام ابراہیم کی گرفتاری اور بنوامیہ کو اس عباسی تحریک کی واقفیت اس وقت ہوئی جبکہ ابو مسلم خراسان پر گویا مستولی ہو چکا تھا اور اس تحریک کے افشا ہونے کا مناسب وقت آچکا تھا۔ لہذا عباسیوں کو کسی ناکامی و نقصان کا سامنا نہ ہوا۔

جب ابو مسلم کو خراسان میں امام ابراہیم کی وفات کے بعد قوت و اقتدار حاصل ہونے لگا اور بنوامیہ کی خلافت کے برباد ہونے کی علامات نمایاں طور پر نظر آنے لگیں تو بنی عباس اور علویوں کے خیر خواہوں اور ان سازشی کارروائیوں میں حصہ لینے والوں نے اپنے خاص خاص سربرآوردہ ممبروں کو بماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۰ھ جبکہ وہ بتقریب حج مکہ میں آئے ہوئے تھے' ایک مکان میں جمع کیا اور یہ مسئلہ پیش ہوا کہ بنوامیہ کی بربادی اور خلافت ان کے قبضہ سے نکالنے کی کوششیں بہت جلد آخری کامیابی حاصل کرنے والی ہیں۔ لہذا یہ طے ہو جانا چاہیے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے گا۔ اس مجلس میں ابوالعباس عبداللہ سفاح کا بھائی ابو جعفر منصور بھی موجود تھا اور اولاد علیؓ میں سے بھی چند حضرات تشریف رکھتے تھے۔ ابو جعفر منصور نے بلا توقف کہا کہ حضرت علیؓ کی اولاد میں سے کسی کو خلیفہ منتخب کرنا چاہیے۔ حاضرین مجلس نے اس بات کو پسند کیا اور اتفاق رائے سے محمد بن عبداللہ بن حسن بن علی المعروف بہ نفس ذکیہ کو منتخب کیا گیا۔ یہ نہایت ہی نازک موقعہ تھا کیونکہ بنوامیہ کی حکومت کو مضمحل کرنے اور خراسان پر ابو مسلم کے قابض ہو جانے میں سب سے زیادہ اس بات کو دخل تھا کہ شیعان علی اور شیعان بنو عباس مل کر کام کر رہے تھے اور متفقہ طاقت کے ساتھ مصروف عمل تھے۔ اگر اس مجلس میں بنو عباس اور علویوں کے درمیان اختلاف پیدا ہو جاتا تو مکہ سے لے کر خراسان کے آخری سرے تک کے تمام علاقے میں اختلاف کی ایک لہر ایسی سرعت کے ساتھ دوڑ جاتی کہ پھر اس کی روک تھام قابو سے باہر ہوتی اور خلافت بنوامیہ میں جو مردہ ہو چکی تھی از سر نو جان پڑ جاتی مگر ابو جعفر منصور کی ہوشیاری و دانائی نے اس موقعہ پر بڑا کام کیا اور شیعان علی پہلے سے بھی زیادہ جوش کے ساتھ مصروف عمل ہو گئے اور ان کی یہ تمام کوششیں عباسیوں کے لیے زیادہ مفید ثابت ہوئیں۔

ابو مسلم خراسانی

ابو مسلم خراسانی کا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار تھا۔ یہ ایرانی النسل تھا اور مشہور ہے کہ بزرجمہر کی اولاد سے تھا۔ اصفہان میں پیدا ہوا تھا' ماں باپ نے کوفہ کے متصل ایک گاؤں میں آکر سکونت اختیار کر لی تھی۔ جس وقت ابو مسلم کا باپ عثمان فوت ہوا ہے تو ابو مسلم کی عمر سات برس کی تھی۔ اس کا باپ مرتے وقت وصیت کر گیا تھا کہ عیسیٰ بن موسیٰ سراج اس کی پرورش اور تربیت کرے۔ عیسیٰ اس کو کوفہ میں لے آیا۔ ابو مسلم

Marfat.com

چار جامہ دوزی کا کام عیسیٰ سے سیکھتا تھا اور اسی کے پاس کوفہ میں رہتا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ اپنے زین اور چار جامے لے کر خراسان جزیرہ اور موصل کے علاقوں میں فروخت کے لیے جاتا تھا اور اس تقریب سے اکثر سفر میں رہتا اور ہر طبقہ کے آدمیوں سے ملتا تھا۔ اس کی نسبت یہ شبہ ہوا کہ یہ بھی بنو ہاشم اور علویوں کا نقیب ہے۔ اسی طرح اس کے خاندان کے دوسرے آدمیوں پر شبہ کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف بن عمر گورنر کوفہ نے عیسیٰ بن موسیٰ اور اس کے چچازاد بھائی ادریس بن معقل اور ان دونوں کے چچا عاصم بن یونس عجلی کو قید کر دیا۔ اسی قید خانہ میں خالد قسری کے گرفتار شدہ عمال بھی قید تھے۔

ابو مسلم قید خانہ میں عیسیٰ بن موسیٰ کی وجہ سے اکثر جاتا جہاں تمام قیدی ایسے تھے جنہیں بنو امیہ کی حکومت سے نفرت تھی یا قید ہونے کے بعد لازماً نفرت پیدا ہو جانی چاہیے تھی۔ ان ہی میں بعض ایسے قیدی بھی تھے جو واقعی بنو عباس یا بنو فاطمیہ کے نقیب تھے۔ لہذا ان لوگوں کی باتیں سن کر ابو مسلم کے قلب پر بہت اثر پڑا اور وہ بہت جلد ان لوگوں کا ہمدرد بن کر ان کی نگاہ میں اپنا اعتبار قائم کر سکا۔ اتفاقاً قحطبہ بن شبیب جو امام ابراہیم کی طرف سے خراسان میں کام کرتا اور لوگوں کو خلافت عباسیہ کے لیے دعوت دیتا تھا' خراسان سے حمیمہ کی طرف جا رہا تھا' راستے میں وہ کوفہ کے ان قیدیوں سے بھی ملا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ عیسیٰ و عاصم وغیرہ کا خادم ابو مسلم بہت ہوشیار اور جوہر قابل ہے۔ اس نے عیسیٰ سے ابو مسلم کو مانگ لیا اور اپنے ساتھ لے کر حمیمہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں امام ابراہیم کی خدمت میں ابو مسلم کو پیش کیا۔ امام ابراہیم نے ابو مسلم سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ ابو مسلم نے کہا کہ میرا نام ابراہیم بن عثمان بن بشار ہے۔ امام ابراہیم نے کہا نہیں' تمہارا نام عبدالرحمٰن ہے۔ چنانچہ اس روز سے ابو مسلم کا نام عبدالرحمٰن ہو گیا۔ امام ابراہیم ہی نے اس کی کنیت ابو مسلم رکھی اور قحطبہ بن شبیب سے مانگ لیا۔

چند روز تک ابو مسلم امام ابراہیم کی خدمت میں رہا اور انہوں نے اچھی طرح ابو مسلم کی فطرت و استعداد کا مطالعہ کر لیا۔ اس کے بعد اپنے ایک مشہور نقیب ابو نجم عمران بن اسماعیل کی لڑکی سے اس کا عقد کر دیا۔ ابو نجم عمران بن اسماعیل ان لوگوں میں سے تھا جو خلافت اسلامیہ کو اولاد علی میں لانا چاہتے تھے۔ اس عقد سے یہ فائدہ حاصل کرنا مقصود تھا کہ ابو مسلم کو شیعان علی کی حمایت حاصل رہے اور اس کی طاقت کمزور نہ ہونے پائے۔ اس انتظام و اہتمام کے بعد امام ابراہیم نے ابو مسلم کو خراسان کی طرف روانہ کیا اور تمام دعاۃ و نقبا کو اطلاع دے دی کہ ہم نے ابو مسلم کو خراسان کے تمام علاقے کا مہتمم بنا کر روانہ کیا ہے۔ سب کو دعوت بنو ہاشم کے کام میں ابو مسلم کی فرمان برداری کرنا چاہیے۔ خراسان کے مشہور اور کارگزار نقبا جو محمد بن علی عباسی یعنی امام ابراہیم کے باپ کے زمانے سے کام کر رہے تھے' یہ تھے سلیمان بن کثیر' مالک بن ہثیم' زیاد بن صالح' طلحہ بن زریق' عمر بن اعین' یہ پانچوں شخص قبیلہ خزاعہ کے تھے۔ قحطبہ بن شبیب بن خالد بن سعدان یہ قبیلہ طے سے تعلق رکھتا تھا۔ ابو عینیہ موسیٰ بن کعب' لاہز بن قریط قاسم بن مجاشع' اسلم بن سلام یہ چاروں تمیمی تھے۔ ابو داؤد خالد بن ابراہیم شیبانی ابو علی ہردی اسی کو شبل بن طہمان بھی کہتے تھے۔ ابو النجم عمران بن اسماعیل جب ابو مسلم

Marfat.com

خراسان میں پہنچا تو سلیمان بن کثیر نے اس کو نو عمر ہونے کی وجہ سے واپس کر دیا۔ یہ تمام سن رسیدہ اور پختہ عمر کے تجربہ کار لوگ تھے۔ انہوں نے ایک نو عمر شخص کو اپنی خفیہ کارروائیوں اور رازداری کے مخفی کاموں کا افسر و مہتمم بنانا خلاف مصلحت سمجھا۔

جس وقت ابو مسلم خراسان پہنچا تھا' اس وقت ابوداؤد خالد بن ابراہیم شیبانی ماوراء النہر کی طرف کسی ضرورت سے گیا ہوا تھا۔ وہ جب مرو میں واپس آیا اور امام ابراہیم کا خط اس نے پڑھا تو ابو مسلم کو دریافت کیا۔ اس کے دوستوں نے کہا کہ سلیمان بن کثیر نے اس کو نو عمر ہونے کی وجہ سے واپس لوٹا دیا ہے کہ اس سے کوئی کام نہ ہو سکے گا اور یہ ہم سب کو اور ان لوگوں کو جنہیں دعوت دی جاتی ہے' خطرات میں مبتلا کر دے گا۔ ابوداؤد نے تمام نقبا کو جمع کر کے کہا کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اولین و آخرین کا علم دیا۔ آپ کی عترت و اہل بیت اس علم کے وارث ہیں اور آپ کے اہل بیت معدن علوم اور ورثاء رسول ہیں۔ کیا تم لوگوں کو اس میں کچھ شک ہے؟ حاضرین نے کہا نہیں۔ ابوداؤد نے کہا پھر تم نے کیوں شک و شبہ کو دخل دیا؟ اس شخص کو امام نے کچھ سوچ سمجھ کر اور اس کی قابلیت کو جانچ کر ہی تمہاری طرف بھیجا ہو گا۔ اس تقریر کو سن کر سب کو ابو مسلم کے واپس کرنے کا افسوس ہوا۔ اسی وقت آدمی روانہ کیا گیا' وہ ابو مسلم کو راستے سے لوٹا کر واپس لایا۔ سب نے اپنے تمام کاموں کا متولی و مہتمم ابو مسلم کو بنا دیا اور بخوشی اس کی اطاعت کرنے لگے۔ چونکہ سلیمان بن کثیر نے اول اس کو واپس کر دیا تھا اس لیے ابو مسلم سلیمان بن کثیر کی طرف سے کچھ کبیدہ خاطر ہی رہتا تھا۔ ابو مسلم نے نقبا کو ہر طرف شہروں میں پھیلا دیا اور تمام ملک خراسان میں اس تحریک کو ترقی دینے لگا۔

سنہ ۱۲۹ھ میں امام ابراہیم نے ابو مسلم کو لکھ بھیجا کہ اس سال موسم حج میں مجھ سے آکر مل جاؤ تاکہ تم کو تبلیغ دعوت کے متعلق مناسب احکام دیئے جائیں۔ یہ بھی لکھا کہ قحطبہ بن شبیب کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آؤ اور جس قدر مال و اسباب اس کے پاس جمع ہو گیا ہے وہ بھی لیتا آئے۔ اس جگہ یہ تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان خفیہ سازشوں کے لیے ایام حج بہترین موقعہ تھا۔ مکہ مکرمہ میں حج کے لیے دنیا کے ہر حصہ سے لوگ آتے تھے۔ کسی کو کسی کے آنے پر کوئی شبہ کا موقعہ نہ ملتا تھا اور سازشی لوگ بآسانی آپس میں مل کر ہر قسم کی گفتگو کر لیتے تھے اور حج کے موقعہ کو کبھی فوت نہ ہونے دیتے تھے۔ چنانچہ ابو مسلم اور نقبا کو بھی ہمراہ لے کر معہ قحطبہ بن شبیب امام سے ملنے کی غرض سے مکہ کی جانب روانہ ہوا۔ مقام قومس پہنچا تو امام ابراہیم کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ تم فوراً خراسان کی طرف واپس ہو جاؤ اور اگر خراسان سے روانہ نہ ہوئے ہو تو وہیں مقیم رہو اور اب اپنی دعوت کو پوشیدہ نہ رکھو بلکہ علانیہ دعوت دینی شروع کر دو اور جن لوگوں سے بیعت لے چکے ہو' ان کو جمع کر کے قوت کا استعمال شروع کر دو۔ اس خط کو پڑھتے ہی ابو مسلم تو مرو کی جانب لوٹ گیا اور قحطبہ بن شبیب مال و اسباب لیے ہوئے امام ابراہیم کی جانب روانہ ہوا۔ قحطبہ نے جرجان کا راستہ اختیار کیا۔ اطراف جرجان میں پہنچ کر خالد بن برمک اور ابو عون کو طلب کیا۔ یہ لوگ معہ مال و اسباب فوراً حاضر ہوئے۔ قحطبہ اس مال و اسباب کو بھی لے کر امام کی طرف چلا۔

Marfat.com

جب ابو مسلم کو علانیہ دعوت اور طاقت کے استعمال کی اجازت ملی تو یہ وہ زمانہ تھا کہ خراسان میں کرمانی اور نصر بن سیار کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ابو مسلم نے اپنی جماعت کے لوگوں کو فراہم کیا اور ان کو لے کر کرمانی اور نصر بن سیار کے درمیان خیمہ زن ہوا اور بالآخر کرمانی قتل ہوا۔ اس کا لڑکا علی بن کرمانی ابو مسلم کے پاس آگیا اور ابو مسلم نے نصر کو مرو سے خارج کر کے مرو پر قبضہ کر لیا مگر چند روزہ قیام کے بعد مرو سے ماحوان کی جانب چلا آیا۔ نصر بن سیار نے مروان بن محمد خلیفہ دمشق کو امداد کے لیے خط لکھا تھا۔ مروان بن محمد ان دنوں ضحاک بن قیس خارجی سے مصروف جنگ تھا۔ وہ کوئی مدد نصر کے پاس نہیں بھیج سکا۔ جن ایام میں نصر کی عرض داشت مروان کے پاس پہنچی' انہیں دنوں امام ابراہیم کا خط ابو مسلم کے نام انہوں نے روانہ کیا تھا جس میں لکھا تھا کہ خراسان میں عربی زبان بولنے والوں کو زندہ نہ چھوڑنا اور نصر و کرمانی دونوں کا خاتمہ کر دینا' پکڑا گیا اور مروان الحمار کی خدمت میں پیش ہوا۔ یہی پہلا موقعہ تھا کہ بنوامیہ کو عباسیوں کی سازش کا حال معلوم ہوا۔ مروان نے علاقہ بلقاء کے عامل کو لکھا کہ امام ابراہیم کو حمیمہ میں جا کر گرفتار کر لو۔ چنانچہ امام ابراہیم گرفتار ہو کر آئے اور مروان نے ان کو قید کر دیا' جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ ابو مسلم نے خراسان میں جب علانیہ دعوت و تبلیغ شروع کی تو خراسان کے لوگ جوق در جوق اس کے پاس آنے لگے۔

سنہ ۱۳۰ھ کے شروع ہوتے ہی ابو مسلم نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کی پیروی اور اہل بیت نبوی کی اطاعت و فرماں برداری پر لوگوں سے بیعت لینی شروع کر دی۔ کرمانی' شیبان خارجی اور نصر بن سیار تینوں ابو مسلم کے اس بیعت لینے اور لوگوں کو فراہم کرنے سے ناراض تھے لیکن وہ اس طرح اپنی لڑائیوں میں مصروف تھے کہ ابو مسلم کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ قتل کرمانی کے بعد علی بن کرمانی اپنے باپ کی جماعت کا سردار تھا۔ ادھر ابو مسلم بھی کافی طاقت حاصل کر چکا تھا۔ نصر بن سیار اور شیبان خارجی بھی اسی درجہ کی طاقت رکھتے تھے۔ اب خراسان میں یہی چار طاقتیں موجود تھیں۔

ابو مسلم نے شیبان خارجی کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا اور ابن کرمانی کو اس کے پاس جانے کی تحریک کی۔ علی بن کرمانی شیبان خارجی کے پاس چلا گیا۔ نصر بن سیار نے شیبان خارجی سے صلح کرنی چاہی تاکہ وہ مطمئن ہو کر ابو مسلم سے دو دو ہاتھ کرے لیکن ابو مسلم نے علی بن کرمانی کے ذریعہ ایسی کوشش کی کہ دونوں کی صلح نہ ہو سکے۔ جب ان دونوں کی صلح نہ ہوئی تو ابو مسلم نے موقعہ مناسب دیکھ کر نصر بن نعیم کو ایک جمعیت کے ساتھ ہرات کی طرف روانہ کر دیا۔ نصر بن نعیم نے ہرات پہنچ کر بہ حالت غفلت ہرات پر قبضہ کر لیا اور نصر بن سیار کے عامل عیسیٰ بن عقیل بن معقل حریشی کو ہرات سے نکال دیا۔ یحییٰ بن نعیم بن ہبیرہ شیبانی یہ سن کر ابن کرمانی کے پاس آیا اور کہا کہ تم نصر سے صلح کر لو۔ اگر تم نے صلح کر لی تو ابو مسلم فوراً نصر کے مقابلہ پر آمادہ ہو جائے گا اور تم سے کوئی تعرض نہ کرے گا لیکن اگر تم نے نصر سے صلح نہ کی تو ابو مسلم نصر سے صلح کر کے تمہارے مقابلہ پر مستعد ہو گا۔ شیبانی نے فوراً نصر کو لکھا کہ ہم تم سے صلح کرنا چاہتے ہیں۔ نصر فوراً صلح پر آمادہ ہو گیا کیونکہ اس کی پہلے ہی سے یہ خواہش تھی۔

Marfat.com

ابو مسلم نے فوراً علی بن کرمانی کو جو شیبان خارجی کا شریک تھا' توجہ دلائی کہ نصر بن سیار تمہارے باپ کا قاتل ہے۔ علی بن کرمانی یہ سنتے ہی شیبان خارجی سے جدا ہو گیا اور اس کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ ابو مسلم' ابن کرمانی کی مدد کے لیے پہنچا۔ ادھر نصر بن سیار' شیبان خارجی کی طرف سے آمادہ پیکار ہوا۔ یہ بھی عجیب زمانہ تھا' لڑنے والے چاروں گروہ مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ تھے مگر موقع اور وقت کی مناسبت سے ہر ایک دوسرے کو اپنے ساتھ ملا کر تیسرے کو فنا کرنے کی تدبیروں میں مصروف تھا۔ خاص شیعان علی بھی خراسان میں پہلے سے بکثرت موجود تھے' وہ بھی سب ابو مسلم کے شریک تھے۔

عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب نے کوفہ میں لوگوں سے بیعت خلافت لی تھی مگر عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے غالب ہو جانے پر وہ مدائن کی طرف چلے گئے تھے۔ ان کے ساتھ کوفہ کے بھی کچھ لوگ آئے تھے' پھر انہوں نے پہاڑی علاقہ کا رخ کیا اور اس پر قابض ہو کر حلوان' قومس' اصفہان اور رے پر قابض ہوئے۔ اصفہان کو اپنی قیام گاہ بنایا۔ سنہ ۱۲۸ھ میں شیراز پر قبضہ کیا۔ جب یزید بن عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر مقرر ہو کر آیا تو اس نے عبداللہ بن معاویہ کے مقابلہ کے لیے لشکر روانہ کیا۔ اصطخر کے قریب جنگ ہوئی' عبداللہ بن معاویہ کو شکست ہوئی۔ ان کے ہمراہی بہت سے مارے گئے۔ منصور بن جمہور سندھ کی طرف بھاگ گیا۔ اس کا تعاقب کیا گیا لیکن وہ ہاتھ نہ آیا۔ عبداللہ بن معاویہ کے ہمراہیوں میں سے جو لوگ گرفتار ہوئے ان میں عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس بھی تھا۔ جس کو یزید بن عمر گورنر کوفہ نے رہا کر دیا۔ عبداللہ بن معاویہ فرار ہو کر ابو مسلم کی طرف چلے کیونکہ اس سے امداد کی توقع تھی کہ وہ اہل بیت کا ہوا خواہ ہے لیکن وہ شیراز سے کرمان اور وہاں سے اول ہرات پہنچے۔ ہرات میں ابو مسلم کے عامل نصر بن نعیم نے ان کو ٹھہرا کر ابو مسلم کو ان کے آنے کی اطلاع دی۔ ابو مسلم نے لکھ بھیجا کہ عبداللہ بن معاویہ کو قتل کر دو اور ان کے دونوں بھائیوں حسن و یزید کو رہا کر دو۔ چنانچہ نصر بن نعیم نے اس حکم کی تعمیل کر دی۔

سنہ ۱۳۰ھ کے شروع ہوتے ہی خراسان میں مذکورہ بالا چاروں طاقتیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگیں۔ آخر علی بن کرمانی اور ابو مسلم نے نصر بن سیار اور شیبان خارجی کو ہزیمت دے کر مرو پر مستقل قبضہ کر لیا۔ ابو مسلم نے مرو کے دار الامارۃ میں جا کر لوگوں سے بیعت لی اور خطبہ دیا۔ نصر مرو سے شکست خوردہ سرخس اور طوس ہوتا ہوا نیشاپور میں آ کر مقیم ہوا اور علی بن کرمانی ابو مسلم کے ساتھ ساتھ رہنے لگا اور ہاں میں ہاں ملاتا رہا۔ شیبان خارجی جو مرو کے قریب ہی شکست خوردہ قیام پذیر تھا' اس کے پاس ابو مسلم نے پیغام بھیجا کہ تم بیعت کر لو۔ اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ تم ہی میری بیعت کر لو۔ اس کے بعد شیبان خارجی سرخس اور ایک گروہ بکر بن وائل کا اپنے گرد جمع کر لیا۔ یہ سن کر ابو مسلم نے ایک دستہ فوج سرخس کی طرف روانہ کیا۔ وہاں لڑائی ہوئی اور شیبان خارجی مارا گیا۔ اس کے بعد ابو مسلم نے اپنے نقیبوں میں سے موسیٰ بن کعب کو ابیورد کی طرف اور ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو بلخ کی جانب بھیجا۔ دونوں کو کامیابی ہوئی۔ ابیورد اور بلخ پر جب قبضہ ہو گیا تو ابو مسلم نے ابو داؤد کو تو بلا بھیجا اور یحییٰ بن نعیم کو بلخ کا حاکم مقرر کر کے بھیج دیا۔ زیاد بن عبدالرحمٰن قسری نے جو

Marfat.com

حکومت بنوامیہ کی طرف سے بلخ کا عامل تھا اور ابوداؤد سے شکست کھا کر ترمذ چلا گیا تھا۔ یحییٰ بن نعیم سے خط و کتابت کر کے اس کو اپنا ہم خیال بنالیا اور مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی اور عیسیٰ بن زرعہ سلمی' ملوک طخارستان' ملوک ماوراءالنہر اور بلخ واہل ترمذ سب کو مجتمع کر کے اور یحییٰ بن نعیم کو معہ اس کے ہمراہیوں کے ہمراہ لے کر ابو مسلم کی جنگ کے لیے روانہ ہوئے۔ سب نے متفق ہو کر سیاہ پھریرے والوں سے (رعاۃ بنو عباس) لڑنے کی قسمیں کھائیں۔ مقاتل بن حیان نبطی کو امیر لشکر بنایا۔

ابو مسلم نے یہ کیفیت سن کر ابوداؤد کو دوبارہ بلخ کی جانب روانہ کیا۔ بلخ سے تھوڑے فاصلہ پر فریقین کا مقابلہ دریا کے کنارے ہوا۔ مقاتل بن حیان نبطی کے ساتھ سردار ابوسعید قرشی تھا۔ ساقہ فوج کا پچھلا حصہ ہوتا ہے' اس حصہ کو مسلح اور زبردست اس لیے رکھا تھا کہ کہیں حریف دھوکا دے کر پیچھے سے حملہ نہ کرے۔ جب لڑائی خوب زور شور سے ہو گئی تو ابوسعید قرشی نے بھی اپنی متعلقہ فوج سے دشمنوں کا مقابلہ کرنا اور ان کو مار کر پیچھے بھگانا ضروری سمجھا۔ اتفاقاً ابوسعید کا جھنڈا بھی سیاہ تھا وہ جب اپنی فوج لے کر متحرک ہوا تو لڑنے والی اگلی صفوں کے لوگ بھول گئے کہ ہمارا بھی ایک جھنڈا سیاہ ہے۔ وہ ابوسعید کے جھنڈے کو دیکھتے ہی یہ سمجھے کہ دشمنوں کی فوج نے پیچھے سے ہم پر زبردست حملہ کیا ہے اور یہ انہیں کی فوج فاتحانہ پیچھے سے بڑھتی چلی آتی ہے۔ چنانچہ ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ بہت سے دریا میں غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ زیاد و یحییٰ ترمذ کی طرف چلے گئے اور ابوداؤد نے بلخ پر قبضہ کر لیا۔

اس فتح کے بعد ابو مسلم نے ابوداؤد کو بلخ سے واپس بلالیا اور بلخ کی حکومت پر نصر بن صبیح مزنی کو مامور کیا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ علی بن کرمانی ابو مسلم کے پاس رہتا تھا۔ اس کے ساتھ اس کا بھائی عثمان بن کرمانی بھی تھا۔ ابوداؤد نے ابو مسلم کو رائے دی کہ ان دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا ضروری ہے۔ ابو مسلم نے اس رائے کو پسند کر کے عثمان بن کرمانی کو بلخ کی حکومت پر نامزد کر کے بھیج دیا۔ عثمان بن کرمانی نے بلخ پہنچ کر فرافضہ بن ظہیر کو اپنا نائب بنایا اور خود معہ نصر بن صبیح کے مروالرود چلا گیا۔ یہ خبر سن کر مسلم بن عبدالرحمٰن باہلی نے ترمذ سے مصریوں کو ہمراہ لے کر بلخ پر حملہ کیا اور بزور شمشیر اس پر قابض ہو گیا۔

عثمان اور نصر کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ مرورود سے بلخ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے آنے کی خبر سن کر عبدالرحمٰن کے ہمراہی راتوں رات بھاگ نکلے۔ نصر نے ایک سمت سے اور عثمان نے دوسری سمت سے بلخ پر حملہ کیا تھا۔ نصر کے ہمراہیوں نے تو بھاگنے والوں سے کوئی تعرض نہ کیا لیکن عثمان بن کرمانی نے لڑائی چھیڑ دی اور خود ہزیمت اٹھا کر بھاگ نکلے اور بہت سے مارے گئے اور بلخ پر قبضہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ یہ خبر سن کر ابو مسلم اور ابوداؤد نے مشورہ کیا۔ ابو مسلم تو نیشاپور کی طرف روانہ ہوا اور ابوداؤد پھر بلخ کی جانب آیا۔ ابو مسلم کے ہمراہ علی بن کرمانی تھا۔ ابو مسلم نے نیشاپور کے راستے میں علی بن کرمانی کو قتل کیا اور ابوداؤد کے مشورہ کے موافق بلخ پر قابض ہو کر اور عبدالرحمٰن کو بلخ سے بھگا کر عثمان بن کرمانی کو قتل کر دیا۔ اس طرح ان دونوں بھائیوں کے خرخشے۔۔۔۔۔ کو مٹایا۔

Marfat.com

اوپر پڑھ چکے ہیں کہ امام ابراہیم نے ابو مسلم کو اول بلایا تھا' پھر اس کو روک دیا تھا کہ علانیہ دعوت شروع کردے۔ ابو مسلم نے قحطبہ بن شبیب کو مال واسباب کے ساتھ روانہ کیا تھا۔ قحطبہ نے امام ابراہیم سے ملاقات کی' مال واسباب پیش کیا۔ امام ابراہیم نے ایک جھنڈا قحطبہ کے ہاتھ روانہ کیا اور مکہ مکرمہ سے اس کو خراسان کی جانب رخصت کردیا اور خود حمیمہ کی طرف چلے آئے۔ یہاں آتے ہی گرفتار ہو کر قید ہوگئے۔ قحطبہ یہ جھنڈا لے کر ابو مسلم کے پاس آیا۔ ابو مسلم نے اس جھنڈے کو مقدمتہ الجیش میں رکھا اور قحطبہ بن شبیب کو مقدمتہ الجیش کا سردار بنایا اور سنہ ۱۳۰ھ کے ختم ہونے سے پہلے پہلے خراسان کے بڑے حصہ پر قابض و متصرف ہو کر ایک ایک دشمن کا قصہ پاک کیا۔ علی بن کرمانی کے قتل سے فارغ ہو کر ابو مسلم مرو کی طرف لوٹ آیا اور قحطبہ کو چند سرداران لشکر ابو عون عبدالملک بن یزید' خالد بن برمک' عثمان بن نہیک اور خازم بن خزیمہ وغیرہ کے ساتھ طوس کی جانب روانہ کیا۔ اہل طوس نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی۔ قحطبہ نے بڑی بے دردی سے ان کا قتل عام کیا۔ اس کے بعد قحطبہ نے تمیم بن نصر پر جو مقام سوزقان میں تھا' حملہ کی تیاری کی۔ تمیم بن نصر معہ تین ہزار ہمراہیوں کے مقتول ہوا۔ قحطبہ نے شہر میں داخل ہو کر قتل عام کیا اور خالد بن برمک کو مال غنیمت کی فراہمی پر مامور کیا۔

اس کے بعد قحطبہ نے نیشاپور کا قصد کیا۔ یہاں نصر بن سیار مقیم تھا' وہ نیشاپور سے قومس بھاگ آیا۔ قحطبہ شروع رمضان سنہ ۱۳۰ھ میں نیشاپور پر قابض ہوا اور آخر شوال تک نیشاپور میں مقیم رہا۔ نصر بن سیار کی مدد کے لیے یزید بن عمر بن ہبیرہ گورنر کوفہ نے نباتہ بن حنظلہ کے ماتحت ایک فوج کوفہ سے بھیجی تھی۔ نصر بن سیار قومس میں بھی زیادہ دنوں نہ ٹھہرا' وہاں سے وہ جرجان چلا آیا۔ نباتہ بن حنظلہ معہ اپنی فوج کے نصر بن سیار کے پاس پہنچا۔ قحطبہ نے شروع ذیقعدہ میں نیشاپور سے جرجان کی طرف کوچ کیا۔

قحطبہ کے ہمراہیوں نے جب یہ سنا کہ نباتہ بن حنظلہ عظیم الشان لشکر شام کے ساتھ جرجان میں پہنچ گیا ہے تو وہ خوف زدہ ہوئے۔ قحطبہ نے ان کو ایک پرجوش خطبہ دیا اور کہا کہ امام ابراہیم نے پیش گوئی کی ہے کہ تم لوگ ایک بڑی فوج کا مقابلہ کر کے اس پر فتح پاؤ گے۔ اس سے لشکریوں کے دل بڑھ گئے۔ آخر معرکہ کارزار گرم ہوا۔ نباتہ بن حنظلہ معہ دس ہزار آدمیوں کے مارا گیا۔ قحطبہ کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ اس نے نباتہ بن حنظلہ کا سر کاٹ کر ابو مسلم کے پاس بھیج دیا۔ یہ لڑائی شروع ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۲۷ھ میں ہوئی۔ قحطبہ نے جرجان پر قبضہ کیا' تیس ہزار اہل جرجان کو قتل کر ڈالا۔ شکست جرجان کے بعد نصر بن سیار خوار الرائے کی طرف چلا آیا' وہاں کا امیر ابو بکر عقیلی تھا۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو اس نے ایک بہت بڑا لشکر ابن غعلیف کی سرداری میں نصر بن سیار کی امداد کے لیے روانہ کیا۔

قحطبہ نے جرجان سے اپنے لڑکے حسن بن قحطبہ کو خوار الرائے کی طرف روانہ کیا اور عقب سے ایک لشکر ابو کامل اور ابو القاسم صحرز بن ابراہیم اور ابو العباس مروزی کی سرداری میں حسن کی امداد کے لیے روانہ کیا لیکن جس وقت یہ لوگ حسن کے لشکر کے قریب پہنچے تو ابو کامل اپنے ہمراہیوں سے جدا ہو کر نصر سے جاملا

Marfat.com

اوراس کو حسن کے لشکر کی نقل وحرکت سے آگاہ کردیا۔ آخر لڑائی ہوئی اور حسن بن قحطبہ کو شکست فاش حاصل ہوئی۔ بنو نصر سے مال غنیمت اور فتح کا بشارت نامہ یزید بن عمر بن ہبیرہ کے پاس روانہ کیا۔ یہ واقعہ محرم سنہ۱۳۱ھ کا ہے۔ ادھر سے نصر بن سیار کے قاصد مال غنیمت اور فتح کی خوش خبری لیے ہوئے جارہے تھے' ادھر سے ابن غعلیف فوج لیے ہوئے آرہا تھا۔ مقام رے میں دونوں کی ملاقات ہوئی۔ ابن غعلیف نے خط اور مال غنیمت لے لیا اور رے میں قیام کردیا۔

نصر کو یہ خبر سن کر سخت ملال ہوا۔ جب نصر نے خود رے کا قصد کیا تو غعلیف معہ فوج ہمدان کی جانب روانہ ہو گیا مگر ہمدان کو چھوڑ کر اصفہان چلا گیا۔ نصر دو روز تک رے میں مقیم رہا۔ تیسرے روز بیمار ہوتے ہی رے سے کوچ کردیا۔ مقام سادہ میں پہنچا تھا کہ ۱۲/ ربیع الاول سنہ۔۱۳۱ھ کو فوت ہو گیا۔ اس کے ہمراہی اس کی وفات کے بعد ہمدان چلے گئے۔ رے کا عامل حبیب بن یزید ہنشلی تھا' نصر کی وفات کے بعد جب قحطبہ بن شبیب جرجان سے فوج لے کر رے کی طرف آیا تو حبیب بن یزید اور اہل شام جو اس کے پاس موجود تھے' بلا مقابلہ رے کو چھوڑ کر چل دیئے۔ قحطبہ نے رے پر قبضہ کیا اور اہل رے کے اموال واسباب ضبط کئے' رے کے اکثر مفرور ہمدان چلے گئے۔ قحطبہ نے رے سے ہمدان کی طرف اپنے بیٹے حسن کو روانہ کیا لیکن یہ لوگ ہمدان چھوڑ کر نہاوند کی جانب چلے گئے۔ حسن نے نہاوند پہنچ کر نہایت مضبوطی سے محاصرہ ڈال دیا۔

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے سنہ۔۱۲۹ھ میں اپنے بیٹے داؤد بن یزید کو عبداللہ بن معاویہ سے لڑنے کو بھیجا تھا اور داؤد بن یزید کرمان تک ان کا تعاقب کرتا ہو چلا گیا تھا۔ داؤد کے ساتھ عامر بن صبارہ بھی تھا۔ یہ دونوں کرمان میں پچاس ہزار کی جمعیت سے مقیم تھے۔

جب یزید بن عمر بن ہبیرہ کو نباتہ بن حنظلہ کے مارے جانے کا حال معلوم ہوا تو اس نے داؤد بن صبارہ کو لکھا کہ تم قحطبہ کے مقابلہ کو بڑھو۔ یہ دونوں پچاس ہزار فوج کے ساتھ کرمان سے روانہ ہوئے اور اصفہان جا پہنچے۔ قحطبہ نے ان کے مقابلہ کے لیے مقاتل بن حکیم کیعبی کو مامور کیا۔ اس نے مقام قم میں قیام کیا۔ ابن صبارہ نے یہ سن کر کہ حسن بن قحطبہ نے نہاوند کا محاصرہ کر رکھا ہے' نہاوند کے بچانے کا ارادہ کیا اور اس طرف روانہ ہوا۔ جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا تو قحطبہ کے ہمراہیوں نے ایسی جانبازی سے حملہ کیا کہ ابن صبارہ کے لشکر کو ہزیمت ہوئی اور وہ خود بھی مارا گیا۔

یہ واقعہ ماہ رجب سنہ۔۱۳۱ھ کا ہے۔ قحطبہ نے اس فتح کی خوشخبری اپنے بیٹے حسن کے پاس کہلا بھجوائی اور خود اصفہان میں بیس روز قیام کیا' پھر حسن کے پاس آکر محاصرہ میں شریک ہو گیا۔ تین مہینے تک اہل نہاوند محاصرہ میں رہے۔ آخر نہاوند فتح ہو گیا اور بہت سے آدمی اہل نہاوند کے قتل کئے گئے۔ اس کے بعد قحطبہ نے حسن کو حلوان کی طرف روانہ کیا۔ حلوان بآسانی قبضہ میں آگیا' پھر قحطبہ نے ابو عون بن عبدالملک بن یزید خراسانی کو شہرزور پر حملہ کرنے کو بھیجا۔ یہاں کا عامل عثمان بن سفیان تھا۔ اس کے مقدمتہ الجیش پر عبداللہ بن مروان بن محمد تھا۔ ابو عون اور عثمان کی آخری ذی الحجہ تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر عثمان مارا گیا' اس کی فوج کو

Marfat.com

شکست ہوئی۔ابو عون عبدالملک نے بلاد موصل پر قبضہ کرلیا۔

جب عامر بن صبارہ مارا گیا تو داؤد بن یزید اپنے باپ کے پاس بھاگ آیا۔داؤد بن یزید نے یزید بن عمر بن ہبیرہ کی اس شکست کا حال سنا تو ایک عظیم الشان لشکر لے کر چلا۔ خلیفہ مروان بن محمد نے بھی حوثرہ بن سہیل باہلی کو اس کی کمک کے لیے روانہ کیا۔ یزید بن عمر بن حوثرہ بن سہیل حلوان پہنچا۔ قحطبہ بھی یہ سن کر حلوان کی طرف چلا اور دجلہ کو انبار کی طرف عبور کیا۔ یزید بن عمر نے بھی کوفہ کی طرف مراجعت کی اور حوثرہ کو پندرہ ہزار کی جمعیت سے آگے کوفہ کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ قحطبہ نے انبار سے ۱۸ محرم سنہ۔ ۱۳۲ھ کو دریائے فرات عبور کیا۔اس وقت ابن ہبیرہ دہانہ فرات پر ۲۳ فرسنگ کے فاصلہ پر مقیم تھا۔ ہمراہیوں نے اس کو رائے دی کہ کوفہ چھوڑ کر خراسان کا قصد کیجئے' قحطبہ مجبوراً کوفہ کا ارادہ ترک کر کے ہمارے تعاقب میں آئے گا۔ یزید بن عمر نے اس رائے سے اختلاف کر کے دجلہ کو مدائن سے عبور کیا اور دونوں لشکر بقصد کوفہ فرات کے دونوں جانب سفر کرنے لگے۔ فرات کے ایک پایاب مقام پر قحطبہ نے دریا کو عبور کیا' سخت لڑائی ہوئی۔ یزید بن عمر بن ہبیرہ کی فوج کو شکست ہوئی مگر قحطبہ بن شبیب مارا گیا۔ قحطبہ جب معن بن زائدہ کے مارے زخمی ہو کر گرا تو اس نے وصیت کی کہ کوفہ میں شیعان علی کی امارت قائم ہونی چاہیے اور ابو سلمہ کو امیر بنانا چاہیے۔ حوثرہ و یزید بن عمر بن ہبیرہ اور ابن نباتہ بن حنظلہ واسط کی طرف بھاگے۔ قحطبہ کی فوج نے حسن بن قحطبہ کو اپنا سردار بنایا۔ اس واقعہ کی خبر کوفہ میں پہنچی تو محمد بن خالد قسری نے شیعان علی کو مجتمع کر کے شب عاشورا سنہ۔ ۱۳۲ھ کو خروج کیا اور قصر امارت میں داخل ہو کر قابض ہو گیا۔

اس واقعہ کا حال سن کر حوثرہ واسط سے کوفہ کی طرف لوٹا۔ محمد بن خالد قصر امارت میں محصور ہو گیا مگر حوثرہ کے ہمراہیوں نے دعوت عباسیہ کو قبول کر کے حوثرہ سے جدا ہونا شروع کیا۔ وہ مجبوراً واسط کی طرف واپس چلا گیا۔ محمد بن خالد نے اس واقعہ کی اطلاع اور اپنے قصر امارت پر قبضہ ہونے کی اطلاع ابن قحطبہ کو دی۔ حسن بن قحطبہ کوفہ میں داخل ہوا اور محمد بن خالد کو ہمراہ لے کر ابو سلمہ کے پاس حاضر ہوا اور ابو سلمہ کو بطور امیر منتخب کر کے بیعت کی۔ ابو سلمہ نے حسن بن قحطبہ کو ابن ہبیرہ کی جنگ کے لیے واسط کی طرف روانہ کیا اور محمد بن خالد کو کوفہ کا حاکم مقرر کیا۔ اس کے بعد ابو سلمہ نے حمید بن قحطبہ کو مدائن کی طرف روانہ کیا۔ اہواز میں عبدالرحمٰن بن عمر بن ہبیرہ امیر تھا۔ اس سے اور بسام سے جنگ ہوئی۔ عبدالرحمٰن شکست کھا کر بصرہ کی جانب بھاگا۔ بصرہ میں مسلم بن قیقبہ باہلی عامل تھا' بسام نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر بصرہ کی حکومت پر سفیان بن معاویہ بن یزید بن مہلب کو مامور کر کے بھیجا۔ ماہ صفر سنہ۔ ۱۳۲ھ میں لڑائی ہوئی اور مسلم نے فتح پائی اور وہ بصرہ پر اس وقت تک قابض رہا جب تک کہ اس کے پاس یزید بن عمر کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اس خبر کو سن کر وہ بصرہ سے نکل کھڑا ہوا اور میدان خالی پا کر محمد بن جعفر نے خروج کر کے بصرہ پر قبضہ کیا۔ چند روز کے بعد ابو مالک عبداللہ بن اسید خزاعی ابو مسلم کی طرف سے وارد بصرہ ہوا اور ابو العباس سفاح نے اپنی بیعت خلافت کے بعد سفیان بن معاویہ کو بصرہ کا عامل مقرر کیا۔

Marfat.com

امام ابراہیم کی وفات کے وقت حمیمہ میں ان کے خاندان کے مندرجہ ذیل افراد موجود تھے۔ ابو العباس، عبداللہ سفاح، ابو جعفر منصور اور عبدالوہاب۔ یہ تینوں امام ابراہیم کے بھائی تھے۔ محمد بن ابراہیم، عیسیٰ بن موسیٰ، داؤد، عیسیٰ، صالح، اسماعیل، عبداللہ، عبدالصمد۔ یہ آخر الذکر جو شخص امام بن ابراہیم کے چچا تھے۔ امام ابراہیم نے گرفتاری سے پہلے اپنے بھائی ابو العباس عبداللہ سفاح کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا اور مرتے وقت ابو العباس عبداللہ سفاح کے لیے وصیت کی تھی کہ کوفہ میں جاکر قیام کریں۔ چنانچہ اس وصیت کے مطابق ابو العباس عبداللہ سفاح معہ مذکورہ بالا اہل خاندان حمیمہ سے روانہ ہو کر کوفہ میں آیا۔ ابو العباس جب کوفہ میں پہنچا تو وہ یہ زمانہ تھا کہ کوفہ میں ابو سلمہ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ابو سلمہ کوفہ میں امام ابراہیم کی طرف سے قائم مقام اور مرکز کوفہ میں تحریک کا مہتمم تھا لیکن اب اس کی تمام تر کوششیں اولاد علی کو خلیفہ بنانے میں صرف ہونے لگی تھیں۔ قحطبہ بن شبیب بھی اسی خیال کا آدمی تھا لیکن چونکہ ابو ہاشم بن محمد نے وصیت کر دی تھی کہ محمد بن علی عباسی کو ان کی جماعت کے تمام آدمی اپنا پیشوا تسلیم کریں۔ اس لیے وہ اس آخری نتیجہ کے متعلق کوئی فیصلہ نہ کر سکا تھا۔

جب ابو العباس کے قریب پہنچنے کی خبر پہنچی تو ابو سلمہ معہ شیعان علی بغرض استقبال حمام اعین تک آیا اور ابو العباس کو ولید بن سعد کے مکان پر ٹھہرایا اور کل شیعان علی و سپہ سالاران لشکر سے چالیس دن تک اس راز کو پوشیدہ رکھا۔ ابو سلمہ نے چاہا کہ آل ابی طالب میں سے کسی شخص کو خلیفہ منتخب کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے لیکن ابو جہم نے جو شیعان علی میں سے تھا، اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ کہیں آل ابی طالب خلافت سے محروم نہ رہ جائیں اور لوگ ابو العباس ہی کو خلیفہ نہ تسلیم کر لیں۔ اگر ابو العباس امام ابراہیم کی وصیت کے موافق کوفہ میں نہ آگیا ہوتا تو بہت زیادہ ممکن تھا کہ ابو سلمہ ابی طالب کو خلیفہ بنانے میں کامیاب ہو جاتا۔ ابو سلمہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگوں کو ابو العباس کے آنے کی اطلاع ہو اور وہ اس کی طرف متوجہ ہونے لگیں۔ چنانچہ ابو سلمہ نے اس عرصہ میں امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام زید العابدین بن حسین بن علی کو خط لکھا کہ آپ کوفہ میں آئیے اور خلیفہ بن جائیے۔ انہوں نے جواب میں انکار کیا۔ اتفاقاً لوگوں کو ابو العباس سفاح کے کوفہ میں آجانے کی اطلاع ہو گئی۔

کوفہ میں اب دو قسم کے لوگ موجود تھے۔ ایک وہ جو آل عباس کی خلافت کے خواہاں تھے، دوسرے وہ جو آل ابی طالب کو خلیفہ بنانے کے خواہشمند تھے۔ عباسیوں کی طرف داروں نے سنتے ہی ابو العباس سفاح کے پاس آنا جانا شروع کیا اور ان کے ساتھ ہی شیعان علی بھی ابو العباس کے پاس آنے جانے لگے۔ جب لوگوں کو یہ معلوم ہوا کہ ابو سلمہ حاکم کوفہ نے جو وزیر اہل بیت کے لقب سے مشہور تھا، ابو العباس عبداللہ سفاح کے ساتھ مہمان نوازی کے لوازم و شرائط کی ادائیگی میں کوتاہی کی ہے تو بہت سے شیعان علی عبداللہ سفاح کے ہواخواہ بن گئے اور اس طرح ابو العباس عبداللہ سفاح کی کوفہ کی موجودگی نے عام طور پر لوگوں کی توجہ اور ہمدردی کو اپنی طرف منعطف کر لیا۔

Marfat.com

آخر ۱۲/ربیع الاول بروز جمعہ سنہ۔ ۱۳۲ھ مطابق ۳۰/اکتوبر سنہ۔۷۴۹ء کولوگوں نے مجتمع ہو کر ابو العباس عبداللہ سفاح کو اس کی جائے قیام سے ہمراہ لیا اور دارالامارۃ میں داخل ہوئے۔ عبداللہ سفاح دارالامارۃ سے جامع مسجد میں آیا' خطبہ دیا' نماز جمعہ پڑھائی اور نماز جمعہ کے بعد پھر منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا اور لوگوں سے بیعت لی۔ یہ خطبہ نہایت بلیغ و فصیح تھا۔ اس میں اپنے آپ کو مستحق خلافت ثابت کیا اور لوگوں کے وظائف بڑھانے کا وعدہ کیا' اہل کوفہ کی ستائش کی۔ اس خطبہ کے بعد عبداللہ سفاح کے چچا داؤد نے منبر پر چڑھ کر تقریر کی اور بنو عباس کی خلافت کے متعلق مناسب الفاظ بیان کر کے بنو امیہ کی مذمت کی اور لوگوں سے بیان کیا کہ آج امیر المومنین عبداللہ سفاح کسی قدر بخار اور اعضا شکنی کی تکلیف میں مبتلا ہیں اس لیے زیادہ بیان نہ کر سکے۔ آپ سب لوگ ان کے لیے دعا کریں۔ اس کے بعد ابو العباس عبداللہ سفاح قصر امارت کی طرف روانہ ہوا اور اس کا بھائی ابو جعفر منصور مسجد میں بیٹھا ہوا رات تک لوگوں سے بیعت لیتا رہا۔ ابو العباس عبداللہ سفاح بیعت خلافت لینے کے لیے قصر امارت میں گیا' پھر وہاں سے ابو سلمہ کے خیمہ میں جا کر اس سے ملاقات کی۔ ابو سلمہ نے بھی بیعت تو کر لی مگر وہ دل سے اس بیعت اور عباسیوں کی خلافت پر رضامند نہ تھا۔ عبداللہ سفاح نے مضافات کوفہ کی نیابت اپنے چچا داؤد کو دی اور اپنے دوسرے چچا عبداللہ بن علی کو ابو عون بن یزید کی کمک کے لیے روانہ کیا اور اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ کو حسن بن قحطبہ کی مدد کے لیے بھیجا جو واسط کا محاصرہ کیے ہوئے تھا اور ابن ہبیرہ کو محصور کر رکھا تھا اور یمیی بن جعفر بن تمام بن عباس کو حمید بن قحطبہ کی امداد پر مدائن کی طرف روانہ کیا۔ اسی طرح ہر طرف سرداروں کو متعین و مامور کیا۔ ابو مسلم خراسان ہی میں تھا اور وہ خراسان کو جلد جلد دشمنوں سے صاف کر رہا تھا۔ عبداللہ سفاح کوفہ میں خلیفہ ہو کر ہر ایک اہم معاملہ میں ابو مسلم کا مشورہ طلب کرتا تھا اور جیسے ابو مسلم لکھتا تھا اسی کے موافق عمل درآمد کرتا تھا۔

یہ زمانہ تمام عالم اسلامی میں بڑا نازک اور خطرناک زمانہ تھا۔ ہر ایک ملک اور ہر ایک صوبہ میں جا بجا لڑائیاں اور فسادات برپا تھے۔ واسط میں ابن ہبیرہ کو مغلوب کرنا آسان نہ تھا۔ ادھر مروان بن محمد اموی خلیفہ شام میں موجود تھا۔ حجاز میں بھی طائف الملوکی برپا تھی۔ مصر کی حالت بھی خراب تھی' اندلس میں عباسی تحریک کا مطلق کوئی اثر ہی نہ تھا۔ جزیرہ و آرمینیا میں اموی سردار موجود تھے اور عباسیوں کے خلاف مقابلہ پر آمادہ ہو گئے تھے۔ خراسان بھی پورے طور پر قابو میں نہ آیا تھا۔ بصرہ میں بھی عباسی حکومت قائم نہ ہو سکتی تھی۔ حضر موت' یمامہ اور یمن کی بھی یہی حالت تھی۔ عبداللہ سفاح کے خلیفہ ہوتے ہی آل ابی طالب یعنی علویوں میں جو اب تک شریک کار تھے' ایک ہلچل سی مچ گئی اور وہ اس نتیجہ پر حیران اور ناراض تھے کیونکہ ان کو اپنی خلافت کی توقع تھی۔ عباسیوں کی اس کامیابی میں سب سے بڑا دخل محمد بن حنفیہ کے بیٹے ابو ہشام عبداللہ کی اس وصیت کو ہے جو انہوں نے مرتے وقت محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے حق میں کی تھی۔ اس وصیت کی وجہ سے شیعوں کے فرقہ کیسانیہ کا یہ عقیدہ قائم ہوا کہ حضرت علی بن ابی طالب ؓ کے بعد محمد بن حنیفہ امام تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہشام عبداللہ امام ہوئے۔ ان کے بعد محمد بن علی عباسی ان کے جانشین اور امام

Marfat.com

تھے۔ محمد بن علی کے بعد ان کے بیٹے ابراہیم امام ہوئے اور امام ابراہیم کے بعد عبداللہ سفاح امام ہیں۔ اس طرح شیعوں کی ایک بڑی جماعت شیعوں سے کٹ کر عباسیوں میں شامل ہو گئی اور علویوں یا فاطمیوں کو کوئی موقع عباسیوں کے خلاف کھڑے ہونے کا نہ مل سکا' وہ اندر ہی اندر پیچ و تاب کھا کر رہ گئے۔

جب مروان بن محمد آخری اموی خلیفہ مارا گیا تو حبیب بن مرہ حاکم بلقاء نے عبداللہ سفاح کے خلاف خروج کیا اور سفید جھنڈے لے کر نکلا۔ ادھر عامل بن قنسرین بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ عبداللہ بن علی عباسی کے ہاتھ پر بیعت کر چکا تھا۔ اہل حمص بھی اس کے شریک ہو گئے۔ ادھر آرمینیا کے گورنر اسحاق بن مسلم عقیلی نے عباسیوں کے خلاف خروج کیا۔ ان تمام بغاوتوں کے فرو کرنے کے لیے عبداللہ سفاح نے اپنے سرداروں اور رشتہ داروں کو بھیجا اور بتدریج کامیابی حاصل کی لیکن یزید بن عمر بن ہبیرہ نے ابو جعفر منصور اور عبداللہ سفاح نے جا کر صلح کی اور یزید بن عمر بیعت پر آمادہ ہوا لیکن ابو مسلم نے خراسان سے عبداللہ سفاح کو لکھا کہ یزید بن عمر کا وجود بے حد خطرناک ہے' اس کو قتل کر دو۔ چنانچہ دھوکے سے منصور بن عباسی نے اس کو قتل کرا دیا اور اس خطرہ سے نجات حاصل کی۔

اب کوفہ میں ابو سلمہ باقی تھا اور بظاہر کوئی موقع اس کے قتل کا نہ تھا کیونکہ عباسی اس ابتدائی زمانے میں شیعان اولاد علی کی مخالفت علانیہ نہ کرنا چاہتے تھے۔ ابو سلمہ کے متعلق تمام حالات لکھ کر ابو مسلم کے پاس خراسان بھیجے گئے اور اس سے مشورہ طلب کیا گیا۔ ابو مسلم نے لکھا کہ ابو سلمہ کو فوراً قتل کرا دینا چاہیے۔ اس پر عبداللہ سفاح نے اپنے چچا داؤد بن علی کے مشورہ سے ابو مسلم کو لکھا کہ اگر ہم اس کو قتل کریں گے تو ابو سلمہ کی طرف داروں اور شیعان علی کی جانب سے علانیہ مخالفت اور بغاوت کا خطرہ ہے۔ تم وہاں سے کسی شخص کو بھیج دو جو ابو سلمہ کو قتل کر دے۔ ابو مسلم مراد بن انس کو ابو سلمہ کے قتل پر مامور کر کے بھیج دیا گیا۔ مراد نے کوفہ میں آ کر ایک روز کوفہ کی کسی گلی میں جبکہ ابو سلمہ جا رہا تھا اس پر تلوار کا وار کیا' ابو سلمہ مارا گیا۔ مراد بن انس بھاگ گیا اور لوگوں میں مشہور ہوا کہ کوئی خارجی ابو سلمہ کو قتل کر گیا ہے۔ اسی قتل کے بعد ابو مسلم نے اسی طرح سلمان بن کثیر کو بھی قتل کرا دیا۔ یہ وہی سلیمان بن کثیر ہے جس نے ابو مسلم کو شروع میں وارد خراستان ہونے پر واپس کرا دیا تھا اور ابو داؤد نے ابو مسلم کو راستے سے واپس بلا لیا تھا۔ غرض ابو مسلم نے چن چن کر ہر ایک اس شخص کو جو اس کی مخالفت کر سکتا تھا قتل کرا دیا۔

عباسیوں کے ہاتھوں بنوامیہ کا قتل عام : خلافت اسلامیہ کو جو قوم یا خاندان وراثتاً اپنا حق سمجھے وہ سخت غلطی اور ظلم میں مبتلا ہے۔ بنوامیہ نے اگر حکومت اسلامی کو اپنی ہی قوم اور خاندان میں باقی رکھنا چاہا تو یہ ان کی غلطی تھی۔ بنو عباس یا بنو ہاشم اگر اس کو اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے تو یہ بھی ان کی غلطی و ناانصافی تھی مگر چونکہ دنیا میں عام طور پر لوگ اس غلطی میں مبتلا ہیں لہذا سلطنت اور حکومت میں بھی حق وراثت کو جاری سمجھا جاتا ہے۔ اس بنا پر جو شخص کسی غاصب سلطنت سے اپنا حق یعنی سلطنت واپس چھینتا ہے وہ اکثر قتل و تشدد سے کام لیا کرتا ہے لیکن اس قتل و تشدد کو بنو عباس نے بنوامیہ کے حق میں جس طرح روا رکھا ہے اس کی مثال کسی

Marfat.com

دوسری جگہ نظر نہیں آتی۔ہاں تاریخی زمانہ سے گزر کر اگر نیم تاریخی حکایات کو قابل اعتنا سمجھا جائے تو بخت نصر نے بنی اسرائیل کے قتل کرنے میں بڑی سفاکی و بے باکی سے کام لیا تھا اور بنی اسرائیل کو صفحہ ہستی سے مٹا دینا چاہا تھا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی قوم آج تک دنیا میں موجود ہے۔اس سے بھی بڑھ کر ہندوستان میں آریوں نے غیر آریوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی مگر کوہ ہمالیہ اور بندھیاچل کے جنگلوں اور راجپوتانہ کے ریگستانوں نے غیر آریوں کی نسلوں کو اپنی آغوش میں چھپائے رکھا اور ہندوؤں کی شودر قوموں کی صورت میں وہ آج بھی ہندوستان کی آبادی کا ایک قابل قدر حصہ سمجھے جاتے ہیں۔ہندوستان کے آریہ بھی ایرانی و خراسانی لوگ تھے۔عباسیوں کے خراسانی سپہ سالار بھی بنوامیہ کے قتل و غارت میں عباسیوں کو ایسے مظالم اور ایسے تشدد پر آمادہ کر سکے کہ ہندوستان کے غیر آریوں کی مظلومی کے افسانے درست نظر آنے لگے۔دنیا کی خفیہ انجمنوں کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خفیہ سازشوں کو کامیاب بنانے والے حد سے زیادہ قتل و خونریزی اور مظالم و بے رحمی کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔اس تاریخ اسلام میں بھی ہم برابر اس بات کا ثبوت پاتے چلے آئے ہیں۔خاندان بنوامیہ سے خلافت اسلامی کا نکالنا کوئی جرم نہ تھا لیکن خاندان بنوامیہ سے خلافت اسلامیہ کو نکال کر ایک دوسرے خاندان کو اسی طرح خلافت اسلامیہ کا سپرد کر دینا ہرگز کوئی خوبی کی بات نہ تھی۔اسلام اور عالم اسلام کو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔لہذا بنو عباس کو نہایت ہی قابل شرم خونریزی اور قتل و غارت کا ارتکاب کرنا پڑا۔

ابو مسلم اور قحطبہ بن شبیب اور دوسرے نقبا اہل بیت نے خراسان کے شہروں میں جس قدر قتل عام کا بازار گرم کیا اس کا کچھ تھوڑا تھوڑا تذکرہ اوپر کے صفحات میں آچکا ہے۔امام ابراہیم نے خود ابو مسلم کو اپنے آخری خط میں تاکیدی طور پر لکھا تھا کہ خراسان میں کوئی عربی بولنے والے کو زندہ نہ رکھنا۔اس سے بھی ان کا مدعا یہی تھا کہ بنوامیہ کے طرف دار لوگ خراسان میں وہی عربی قبائل تھے جو فاتحانہ خراسان میں سکونت پذیر تھے۔باشندگان خراسان جو نو مسلم تھے وہ سب کے سب دعوت عباسیہ کے معمول بن سکتے تھے۔ابو مسلم نے قتل کرائے اور نتیجہ یہ ہوا کہ ملک خراسان میں جو کثیر التعداد عربی قبائل پہنچ کر اس ملک کی زبان' معاشرت' تمدن کو عربی بنانے میں کامیابی حاصل کر رہے تھے' سب کے سب قتل ہو گئے اور عربی عنصر جو تمام ملک کو اپنا ہم رنگ بنا رہا تھا یک لخت مغلوب و بے اثر اور ناپید ہو گیا۔جس کی وجہ سے ایرانی زبان و تمدن ایرانی معاشرت' ایرانی اخلاق مرتے مرتے پھر زندہ ہو گئے اور ایران و خراسان جو مصر کی طرح سے آج عربی ملک ہوتے' پھر فارسی ملک بن گئے۔ابو مسلم خود خراسانی اور ایرانی النسل تھا۔اس لیے عربوں کے قتل سے زیادہ دوسرا دلچسپ کام نہیں ہو سکتا' قومی تعصب جس کو اسلام نے بالکل مٹا دیا تھا' عہد بنوامیہ ہی میں پھر عود کر آیا تھا اور اسی قومی عصبیت اور قبائلی افتراق کے واپس آجانے کا نتیجہ تھا کہ بنوامیہ نے کس طرح تمام عربی قبائل بالخصوص بنوہاشم کو مجبور بنا دیا تھا۔اس لیے وہ ہر ایک اس شخص کو جس کی نسبت انہیں معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ قبیلہ بنوامیہ سے تعلق رکھتا ہے' نہایت خوف اور دہشت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔انہوں نے قابو پاتے ہی اپنی تمام قوت اس خوف

Marfat.com

وخطرہ سے محفوظ رہنے کے لیے صرف کردی اور مصمم ارادہ کرلیا کہ اس قبیلہ کو صفحہ ہستی سے نیست ونابود کردیا جائے۔

عبداللہ سفاح کا چچا عبداللہ بن علی جب ۵/ رمضان سنہ۔ ۱۳۲ھ کو دمشق میں داخل ہوا تو اس نے قتل عام کا حکم دیا۔ جب آخری اموی خلیفہ مروان بن محمد بوصیر میں قتل ہو چکا تو عباسیوں کے لیے سب سے ضروری کام بنوامیہ کا استیصال تھا لیکن خلافت بنوامیہ کے قصر رفیع کو منہدم کرنے کے کام میں بعض بنوامیہ بھی عباسیوں کے شریک ہوگئے اور فاتح عباسیوں کے ساتھ ساتھ عزت وتکریم کے ساتھ رہتے تھے۔ اسی طرح بنوامیہ کی نسل کا تخم سوخت ہونا ممکن نہ تھا لیکن ابو مسلم اس کام پر کمر ہمت باندھ چکا تھا۔ اس نے عبداللہ سفاح اور عباسی سرداروں کو بار بار لکھا کہ بنوامیہ کے کسی فرد کو چاہے وہ کیسا ہی ہو' ہمدرد و بہی خواہ کیوں نہ ہو ہرگز زندہ نہ چھوڑا جائے۔ اس مشورے پر عمل تو ہوا لیکن بعض ایسے افراد تھے جنہوں نے بڑی بڑی جمعیت کے ساتھ عین نازک اور خطرناک موقعوں پر عباسیوں کی شرکت اور اموی خلیفہ کی بغاوت اختیار کر کے نہایت اہم امداد پہنچائی تھی۔ ان کو قتل کرنے سے انسانی شرافت مانع تھی۔ ابو مسلم نے یہ اہتمام کیا کہ شاعروں اور مصاحبوں کو جو عباسی خلیفہ اور عباسی سپہ سالاروں کے دربار میں آمد ورفت رکھتے تھے' رشوتیں بھیج بھیج کر اور اپنی طرف سے لوگوں کو یہ تعلیم دے دے کر روانہ کیا کہ دربار میں جا کر ایسے اشعار پڑھیں اور ایسی باتیں کریں کہ جس سے بنو امیہ کی نسبت عباسیوں کا غصہ بھڑکے اور ان کی طبیعت میں انتقام اور قتل کے لیے اشتعال پیدا ہو۔ چنانچہ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ عباسیوں نے چن چن کر ہر ایک بنوامیہ کو قتل کر دیا۔ سفاح نے سلیمان بن ہشام بن عبدالملک کو سر دربار ایک ایسے ہی شاعر کے اشتعال انگیز اشعار سن کر بلا توقف قتل کرادیا۔ حالانکہ سلیمان بن ہشام عبداللہ سفاح کی مصاحبت میں موجود اور اس کا بڑا ہمدرد تھا۔ عبداللہ بن علی جن دنوں فلسطین کی طرف تھا وہاں نہر ابی فطرس کے کنارے دستر خوان پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا اور اسی نوے بنوامیہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک تھے۔ اسی اثنا میں شبل بن عبداللہ آگیا۔ اس نے فوراً اپنے اشعار پڑھنے شروع کئے جن میں بنوامیہ کی مذمت اور امام ابراہیم کے قید ہونے کا ذکر کر کے بنوامیہ کے قتل کی ترغیب دی گئی تھی۔ عبداللہ بن علی و عبداللہ سفاح کے چچا نے اسی وقت حکم دیا کہ ان سب کو قتل کردو اور اس کے خادموں نے فوراً قتل کرنا شروع کر دیا۔ ان میں بہت سے ایسے تھے جو بالکل مر گئے تھے۔ بعض ایسے بھی تھے کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے تھے مگر ابھی ان میں دم باقی تھا۔ عبداللہ بن علی نے ان سب مقتولوں اور زخمیوں کی لاشوں کو برابر لٹا کر ان کے اوپر دستر خوان بچھوایا۔ اس دستر خوان پر کھانا چنا گیا اور عبداللہ بن علی معہ ہمراہیوں کے پھر اس دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں مصروف ہوا۔ یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے اور ان کے نیچے وہ زخمی جو ابھی مرے نہیں تھے کراہ رہے تھے۔ حتیٰ کہ یہ کھانا کھا چکے اور وہ سب کے سب مر گئے۔ ان مقتولوں میں محمد بن عبدالملک بن مروان' معز بن یزید' عبدالواحد بن سلیمان' سعید بن عبدالملک' ابو عبیدہ بن ولید بن عبدالملک بھی تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ ابراہیم معزول خلیفہ بھی انہیں میں شامل تھا۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس نے خلفائے بنو

Marfat.com

امیہ کی قبروں کو آکر کھدوایا۔ عبدالملک کی قبر سے اس کی کھوپڑی بر آمد ہوئی۔ امیر معاویہؓ کی قبر میں سے کچھ نہ نکلا۔ بعض قبروں سے بعض بعض اعضاء بر آمد ہوئے' باقی سب مٹی بن چکے تھے۔ ہشام بن عبدالملک کی قبر کھودی گئی تو صرف ناک کی اونچائی جاتی رہی تھی' باقی تمام لاش صحیح سالم نکلی۔ عبداللہ بن علی نے اس لاش کے کوڑے لگوائے پھر اس کو صلیب پر چڑھایا پھر جلا کر اس کی راکھ ہوا میں اڑادی۔ عبداللہ بن علی کے بھائی سلیمان بن علی بن عبداللہ بن عباس نے بصرہ میں بنوامیہ کے ایک گروہ کو قتل کر کے لاشوں کو راستے میں پھنکوادیا اور دفن کرنے کی ممانعت کر دی۔ ان لاشوں کو مدتوں کتے کھاتے رہے۔ عبداللہ بن علی کے دوسرے بھائی یعنی سفاح کے چچا داؤد بن علی نے مکہ ومدینہ اور حجاز و یمن میں چن چن کر ایک ایک اموی کو قتل کرادیا اور بنوامیہ میں سے کسی کا نام و نشان باقی نہ رکھا۔ غرض تمام ممالک محروسہ میں حکم عام جاری کر دیا گیا کہ جہاں کوئی بنوامیہ نظر آئے اس کو بلا دریغ قتل کر دیا جائے۔ ولایتوں کے والی اور شہروں کے حاکم جو عموماً عباسی تھے۔ اپنی اپنی جگہ اس تجسس میں مصروف رہنے لگے کہ کہیں کسی بنوامیہ کا پتہ چلے اور اس کو قتل کیا جائے۔ یہاں تک کہ جس طرح کسی درندے کا شکار کرنے کے لیے لوگ گھر سے نکلتے ہیں۔ اس طرح بنوامیہ کا شکار کرنے کے لیے روزانہ لوگ گھروں سے نکلتے تھے۔ بنوامیہ کے لیے کوئی مکان' کوئی گاؤں' کوئی قصبہ' کوئی شہر جائے امن نہ رہا اور برسوں ان کو تلاش کر کر کے عباسی لوگ قتل کرتے رہے۔ خراسان میں ابو مسلم نے یہ کام اور بھی زیادہ اہتمام و ہمت کے ساتھ انجام دیا تھا۔ اس نے نہ صرف بنوامیہ بلکہ ان لوگوں کو بھی جنہوں نے کبھی نہ کبھی بنوامیہ کی حمایت یا کوئی خدمت انجام دی تھی قتل کروادیا۔ اس قتل عام میں جو لوگ بچ بچ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگ کر جا سکے۔ انہوں نے اپنا بھیس بدل بدل کر نام اور قوم دوسری بتا بتا کر ایک جگہ سرحدوں کی طرف رخ کیا۔ خراسان کے صوبوں اور ولایتوں میں یہ قتل عام چونکہ بہت زیادہ سخت و شدید تھا لہذا یہاں جو بنوامیہ اور ان کے ہمدرد قبائل تھے وہ سندھ' کوہ سلیمان اور کشمیر کی طرف بھاگ کر پناہ گزین ہوئے۔ جن لوگوں نے اپنے قبیلوں کے نام بدل دیئے تھے وہ بھی رفتہ رفتہ اسلامی حکومت کی حدود سے باہر نکل آئے کیونکہ ان کو سلطنت عباسیہ کی حدود میں اطمینان حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ مغرور عربی قبائل جو سندھ' کشمیر اور پنجاب وغیرہ کی طرف بھاگ کر آئے تھے' کہا جاتا ہے کہ ان کی نسلیں آج تک ہندوستان میں موجود ہیں اور اپنے بدلے ہوئے ناموں اور پیشوں کی وجہ سے اپنے عربی نژاد ہونے کو بھول گئی ہیں۔ بنوامیہ کا ایک شخص عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام شکار ہوتے ہوتے بال بال بچ گیا اور فرار ہو کر مصر و قیران ہوتا ہوا اندلس میں پہنچ گیا اور اندلس چونکہ دعوت عباسیہ کے اثر سے نسبتاً پاک تھا اور وہاں بنوامیہ کے ہوا خواہ بکثرت موجود تھے۔ لہذا اندلس پہنچتے ہی اس ملک پر قابض ہو گیا اور ایک ایسی سلطنت و خلافت قائم کرنے میں کامیاب ہوا جس کو عباسی خلفاء ہمیشہ رشک کی نگاہوں سے دیکھتے رہے اور اس اموی سلطنت کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

☆+++++++++☆

Marfat.com

تیسرا باب

خلافت عباسیہ

ابوالعباس عبداللہ سفاح

ابوالعباس عبداللہ سفاح بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم سنہ۔ ۱۰۴ھ میں بمقام حمیمہ علاقہ بلقاء میں پیدا ہوا۔ وہیں پرورش پائی۔ اپنے بھائی ابراہیم امام کا جانشین ہوا۔ اپنے بھائی منصور سے عمر میں چھوٹا تھا۔ ابن جریر طبری کا قول ہے کہ جس روز سے آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا عباسؓ سے فرمایا تھا کہ تمہاری اولاد میں خلافت آئے گی اسی وقت سے اولاد عباس خلافت کی امیدوار چلی آتی تھی۔

عبداللہ سفاح خونریزی' سخاوت' حاضر جوابی' تیز فہمی میں ممتاز تھا۔ سفاح کے عمال بھی خونریزی میں مشاق تھے۔ سفاح نے اپنے چچا داؤد کو پہلے کوفہ کی حکومت پر مامور کیا پھر اس کو حجاز' یمن اور یمامہ کی امارت پر مامور کیا اور کوفہ پر اپنے بھتیجے عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد کو مقرر کیا۔

جب سنہ۔ ۱۳۳ھ میں داؤد کا انتقال ہو گیا تو سفاح نے اپنے ماموں یزید بن عبیداللہ بن عبدالمدان حارثی کو حجاز و یمامہ کی اور محمد بن یزید بن عبداللہ بن عبدالمدان کو یمن کی گورنری پر مامور کیا۔ سنہ۔ ۱۳۲ھ میں سفیان بن عینیہ ہلبی کو بصرہ کا عامل بنایا گیا تھا۔ سنہ۔ ۱۳۳ھ میں اس کو معزول کر کے اس کی جگہ اپنے چچا سلیمان بن علی کو سند حکومت عطا کی اور بحرین و عمان بھی اسی کی حکومت میں شامل کر دیئے۔ سنہ۔ ۱۳۲ھ میں سفاح کا چچا اسماعیل بن علی اہواز کا' دوسرا چچا عبداللہ بن علی شام کا' ابو عون عبدالملک بن یزید مصر کا' ابو مسلم خراسانی خراسان اور جبال کا گورنر اور خالد بن برمک دیوان الخراج یعنی محکمہ مال گزاری کا افسر تھا۔ سنہ۔ ۱۳۳ھ میں ابو مسلم نے اپنی طرف سے محمد بن اشعث کو فارس کا گورنر مقرر فرما کر روانہ کیا۔ اسی زمانہ میں سفاح نے اپنے چچا عیسیٰ بن علی کو فارس کی سند گورنری دے کر بھیجا۔ محمد بن اشعث پہلے پہنچ چکا تھا۔ جب عیسیٰ بن علی پہنچا تو محمد بن اشعث نے اول اس کو فارس کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا پھر یہ اقرار لے کر کہ کبھی منبر پر خطبہ نہ دے گا اور جہاد کے سوا کبھی تلوار نہ اٹھائے گا' اس کو فارس کی حکومت سپرد کر دی مگر حقیقتاً خود ہی حاکم رہا۔ جب محمد بن اشعث فوت ہو گیا تو سفاح نے اپنے چچا اسماعیل بن علی کو فارس کی حکومت پر بھیجا اور محمد بن صول کو موصل کی حکومت پر بھیجا۔ اہل موصل نے محمد بن صول کو نکال دیا۔

یہ لوگ بنو عباس سے منحرف تھے۔ سفاح نے ناراض ہو کر اپنے بھائی یحییٰ بن محمد بن علی کو بارہ ہزار کی جمعیت سے روانہ کیا۔ یحییٰ بن محمد نے موصل پہنچ کر قصر امارت میں قیام کیا اور اہل موصل کے بارہ سربرآوردہ آدمیوں کو دھوکے سے بلا کر قتل کر دیا۔ اہل موصل میں اس سے سخت اشتعال پیدا ہوا اور جنگ کرنے پر

Marfat.com

تیار ہو گئے۔ یحییٰ نے یہ حالت دیکھ کر منادی کرادی کہ جو شخص جامع مسجد میں چلا آئے گا اس کو امان دی جائے گی۔ یہ سن کر لوگ جامع مسجد کی ظرف دوڑ پڑے۔

جامع مسجد کے دروازوں پر یحییٰ نے اپنے آدمیوں کو کھڑا کر رکھا تھا جو جامع مسجد کے اندر جاتا تھا' قتل کر دیا جاتا تھا۔ اس طرح گیارہ ہزار آدمی قتل کیے گئے' پھر شہر میں قتل عام کیا گیا۔ رات ہوئی تو یحییٰ کے کان میں ان عورتوں کے رونے کی آواز آئی جن کے شوہر' باپ' بھائی اور بیٹے ظلماً قتل کر دیئے گئے تھے۔ صبح ہوتے ہی یحییٰ نے حکم دیا کہ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کر دیا جائے۔ تین روز تک فوج کو اہل شہر کا خون مباح کر دیا گیا۔ اس حکم کے سنتے ہی شہر میں قتل عام بڑی شدت سے جاری ہو گیا۔

یحییٰ کے لشکر میں چار ہزار زنگی بھی تھے۔ زنگیوں نے عورتوں کی عصمت دری میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کیا۔ ہزارہا عورتوں کو پکڑ پکڑ کر لے گئے۔ چوتھے روز یحییٰ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کی سیر کے لیے نکلا۔ ایک عورت نے ہمت کر کے یحییٰ کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور کہا کہ کیا تم بنو ہاشم نہیں ہو؟ کیا تم رسول اللہ ﷺ کے چچا کے لڑکے نہیں ہو؟ کیا تم کو یہ خبر نہیں ہے کہ مومنات و مسلمات سے زنگیوں نے جبراً نکاح کر لیا ہے؟

یحییٰ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ اگلے دن زنگیوں کو تنخواہ تقسیم کرنے کے بہانے سے بلایا۔ جب تمام زنگی جمع ہو گئے تو سب کے قتل کرنے کا حکم دے دیا۔

سفاح کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو اس نے اسماعیل بن علی کو موصل بھیج دیا اور یحییٰ کو فارس کی حکومت پر تبدیل کر دیا۔

سنہ۔ ۱۳۳ھ میں قیصر روم نے لمطیہ اور قالیقلا مسلمانوں سے بزور شمشیر فتح کر لیے۔ اسی سنہ میں یزید بن عبیداللہ بن عبدالمدان نے مدینہ سے ابراہیم بن حبان سلمی کو یمامہ کی طرف فوج دے کر روانہ کیا۔ وہاں مثنیٰ بن یزید بن عمر بن ہبیرہ اپنے باپ کے زمانے سے حاکم تھا۔ اس نے ابراہیم کا مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ اسی سال بخارا میں شریک بن شیخ مہری نے ابو مسلم کے خلاف خروج کیا اور تیس ہزار سے زیادہ لوگ جمع کر لیے۔ ابو مسلم نے زیاد بن صالح خزاعی کو شریک کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ شریک نے مقابلہ کیا اور مارا گیا۔ ابو مسلم نے ذوالحجہ سنہ۔ ۱۳۳ھ میں ابوداؤد خالد بن ابراہیم کو بلاد ختل پر چڑھائی کرنے کے لیے روانہ کیا۔ جبش بن شبل بادشاہ ختل کو شکست ہوئی' وہ بھاگ کر فرغانہ ہوتا ہوا ملک چین چلا گیا۔ اسی زمانہ میں اخشید' فرغانہ اور شاش کے بادشاہوں میں لڑائی ہوئی۔ بادشاہ چین نے ان کے جھگڑے میں دخل دے کر شاش و فرغانہ کے بادشاہوں کے خلاف ایک لاکھ فوج بھیج دی۔ ابو مسلم نے زیاد بن صالح کو اس طرف روانہ کیا۔ چینی فوج سے زیاد بن صالح کا مقابلہ نہر طراز پر ہو گیا۔ پچاس ہزار چینی قتل ہوئے اور بیس ہزار مسلمانوں نے گرفتار کر لیے۔

سنہ۔ ۱۳۴ھ میں بسام بن ابراہیم نے جو خراسان کا ایک نامور سپہ سالار تھا' علم بغاوت بلند کیا اور مدائن پر قابض ہو گیا۔ سفاح نے خازم بن خزیمہ کو بسام کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ خازم نے بسام کو شکست فاش

Marfat.com

دی اور میدان جنگ سے بھگادیا۔ اس کے بعد سفاح نے خازم کو عمان کی طرف خارجیوں سے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ وہاں اس نے خارجیوں کو شکست دے کر ان کے سردار کو قتل کردیا۔ اسی سال ابوداؤد خالد بن ابراہیم نے اہل کش پر فوج کشی کی اور کش کے بادشاہ کو جو ذمی تھا' قتل کرڈالا اور اس کے سر کو ابو مسلم کے پاس سمرقند میں بھیج دیا اور مقتول بادشاہ کے بھائی طازان کو تخت نشین کر کے بلخ لوٹ آیا۔ ابو مسلم نے اسی زمانہ میں اہل صغد اور اہل بخارا کا قتل عام کیا اور بخارا و سمرقند کا حاکم زیاد بن صالح کو بنا کر اور شہر سمرقند کی شہر پناہ بنانے کا حکم دے کر مرو کو واپس آیا۔ ان واقعات کے بعد سفاح کے پاس خبر پہنچی کہ منصور بن جمہور نے سندھ میں بغاوت و عہد شکنی اختیار کی ہے (یہ منصور بن جمہور وہی ہے جو دو مہینے یزید الناقص کے عہد میں گورنر عراق و خراسان بھی رہ چکا تھا اور عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ جعفر کے ساتھیوں میں تھا۔ جب عبداللہ بن معاویہ کو اصطخر کے قریب داؤد بن یزید بن عمر بن ہبیرہ اور معن بن زائدہ کے مقابلہ میں شکست فاش حاصل ہوئی تو منصور بن جمہور سندھ کی طرف بھاگ کر چلا آیا تھا اور عبداللہ بن معاویہ ہرات پہنچ کر مالک بن ہیثم خزاعی والی ہرات کے ہاتھ سے ابو مسلم کے حکم کے موافق قتل ہوئے تھے) سفاح نے اپنے افسر پولیس موسیٰ بن کعب کو سندھ کی طرف روانہ کیا اور اس کی جگہ مسیّب بن زہیر کو مقرر کیا۔ موسیٰ اور منصور سے سرحد ہند پر مقابلہ ہوا۔ منصور کے ہمراہ بارہ ہزار فوج تھی مگر موسیٰ سے شکست کھا کر بھاگا اور ریگستان میں شدت تشنگی سے مر گیا۔ منصور کے گورنر نے جو سندھ میں تھا یہ سن کر معہ اہل و عیال اور اموال بلاد خرز کی طرف کوچ کیا۔ اسی سال یعنی ذوالحجہ سنہ ۱۳۴ھ میں سفاح مقام انبار میں آیا اور اسی مقام کو دارالخلافہ بنالیا۔

سنہ ۱۳۵ھ میں زیاد بن صالح نے جو ابو مسلم کی طرف سے سمرقند و بخارا کا عامل تھا' بغاوت اختیار کی۔ ابو مسلم یہ سن کر مرو سے روانہ ہوا اور ابوداؤد خالد بن ابراہیم نے زیاد کی بغاوت کا حال سن کر نصر بن راشد کو ترمذ کی طرف بھیج دیا کہ ترمذ کو زیاد کی دست برد سے بچائے۔ نصر بن راشد ترمذ پہنچا ہی تھا کہ چند لوگوں نے طالقان سے نکل کر اس کو مار ڈالا۔ ابوداؤد نے یہ سن کر عیسیٰ بن ہامان کو قاتلین نصر کے تعاقب پر مامور کیا۔ عیسیٰ نے قاتلین نصر کو قتل کیا۔ اسی اثناء میں ابو مسلم مقام آمد میں پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ سباع بن نعمان ازدی بھی تھا۔ سفاح نے زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان ازدی کو یہ سمجھا کر ابو مسلم کے پاس روانہ کیا تھا کہ اگر موقعہ ملے تو ابو مسلم کو قتل کر دینا۔

مقام آمد میں پہنچ کر ابو مسلم کو کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم ہوئی۔ اس نے فوراً سباع کو آمد میں قید کر دیا اور وہاں کے عامل کو یہ حکم دے گیا کہ سباع کو قتل کر دینا۔ آمد سے ابو مسلم بخارا کی طرف روانہ ہوا۔ راستے میں اس کو زیاد بن صالح کے چند سپہ سالار ملے جو اس سے منحرف ہو کر ابو مسلم کی طرف آرہے تھے۔ زیاد' ابو مسلم کے بخارا پہنچنے پر ایک دہقان کے گھر میں جا چھپا۔ دہقان نے اس کو قتل کرڈالا اور ابو مسلم کی خدمت میں لا کر پیش کر دیا۔ ابو مسلم نے قتل زیاد کی خبر ابوداؤد کو لکھ بھیجی۔ ابوداؤد مہم طالقان میں مصروف تھا' فارغ ہو کر کش واپس آیا اور عیسیٰ بن ہامان کو بسام کی طرف روانہ کیا مگر اس کو کچھ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اسی زمانہ میں عیسیٰ

Marfat.com

بن ہامان نے چند خطوط ابو مسلم کے ہمراہیوں کے پاس بھیجے تھے' ان خطوط میں ابوداؤد کی برائیاں لکھی تھیں۔ ابو مسلم نے ان خطوط کو لے کر ابوداؤد کے پاس بھیج دیا۔ ابوداؤد نے عیسیٰ کو پٹوا کر قید کر دیا۔ چند روز کے بعد جب اس کو رہا کیا تو لشکری اس پر ٹوٹ پڑے اور عیسیٰ کو مار ڈالا۔ اس مہم سے فارغ ہو کر ابو مسلم مرو کی طرف واپس آگیا۔

سنہ۔۱۳۶ھ میں عبداللہ بن علی سفاح کی خدمت میں آیا۔ سفاح نے اس کو لشکر شام اور لشکر عراق کے ساتھ رومیوں کی طرف روانہ کیا۔ سفاح کا بھائی ابو جعفر منصور جزیرہ کا عامل تھا۔ اس نے اس سال سفاح کے اشارے سے حج کا ارادہ کیا اور سفاح سے اجازت طلب کی۔ سفاح نے لکھا کہ تم میرے پاس چلے آؤ' میں تم کو امیر حج بنا کر بھیجوں گا۔ چنانچہ منصور انبار چلا آیا اور حران کی حکومت پر مقاتل بن حکیم مامور کیا گیا۔ بات یہ تھی کہ اسی سال ابو مسلم نے بھی سفاح سے حج کی اجازت طلب کی تھی۔ لہذا سفاح نے خود ہی اپنے بھائی منصور کو مخفی طور پر اطلاع دی کہ تم فوراً حج کے لیے تیار ہو جاؤ اور درخواست بھیج دو۔ اس موقعہ پر یہ ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ ابو مسلم خراسانی نے دعوت عباسیہ کو کامیاب بنانے میں سب سے بڑا کام کیا تھا۔ جیسا کہ واقعات گزشتہ سے ظاہر ہے۔ اب سفاح کے خلیفہ ہو جانے اور حکومت عباسیہ کے استقلال کے بعد وہ خراسان کا گورنر بنا دیا گیا اور سفاح نے اس کے نام باقاعدہ سند حکومت بھی بھیج دی مگر ابو مسلم نے خود حاضر دربار خلافت ہو کر بیعت نہیں کی تھی۔ وہ شروع میں پہلی مرتبہ جب امام ابراہیم کی طرف سے خراسان بھیجا گیا تھا' اسی وقت سے اب تک مسلسل خراسان میں موجود تھا۔ اسی نے خراسان پر قبضہ کیا۔ اسی نے اپنی حکومت قائم کی اور وہی ہر طرح خراسان پر مستولی تھا۔ جب ایک ایک کر کے تمام دشمنوں کا کام تمام ہو گیا تو عبداللہ سفاح کو خیال آیا کہ ابو مسلم کی منشاء کے خلاف نہ اس کو کسی صوبہ کی حکومت پر تبدیل کر سکتا تھا نہ اس کے زور قوت کو گھٹا سکتا تھا۔

ابو مسلم اپنے آپ کو خلافت عباسیہ کا بانی سمجھتا اور اپنے آپ کو خلیفہ سفاح کا سرپرست جانتا تھا۔ وہ خلیفہ سفاح کو مشورے دیتا اور سفاح اس کے مشوروں پر اکثر عمل کرتا لیکن خراسان کے معاملات میں وہ سفاح سے اجازت یا مشورہ لینا ضروری نہ سمجھتا تھا۔ عثمان بن کثیر عباسیوں کے نقباء میں ایک نامور اور سب سے پرانا نقیب تھا' اس کو ابو مسلم نے ذاتی کاوش کی بنا پر قتل کر دیا اور سفاح اس کے متعلق ابو مسلم سے کوئی جواب طلب نہ کر سکا اور سفاح' اس کے چچا' اس کے بھائی بھی اپنے حوصلے بلند رکھنے اور ابو مسلم کی اس خود سرانہ حکمرانی کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

سفاح نے جب اپنے بھائی ابو جعفر منصور کو خراسان کی طرف بیعت لینے کے لیے بھیجا اور اسی کے ہاتھ ابو مسلم کے نام سند گورنری بھیجی تو ابو مسلم کا برتاؤ ابو جعفر منصور کے ساتھ مؤدبانہ تھا بلکہ اس کی ہر ایک حرکت سے خودسری اور مطلق العنانی ابو جعفر نے محسوس کی تھی۔ چنانچہ ابو مسلم اور ابو جعفر کے درمیان ایک کشیدگی دلوں میں پیدا ہو چکی تھی۔ ابو جعفر نے جب یہ تمام حالات سفاح کو سنائے تو وہ اور بھی زیادہ اس فکر میں پڑ گیا کہ ابو مسلم کے اقتدار و اثر اور اختیار و تسلط کو کس طرح کم کرے۔ چنانچہ اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ابو

Marfat.com

مسلم کا کام تمام کر دیا جائے۔ اسی لیے زیاد بن صالح اور سباع بن نعمان ازدی سے سفاح نے اس کام کی سفارش کی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ غرض حالت یہ تھی کہ سفاح اور ابو مسلم کے دل صاف نہ رہے تھے۔

ابو مسلم چونکہ اقتدار پسند اور اولوالعزم شخص تھا۔ اس کو جب خلیفہ سفاح کی طرف سے شبہ پیدا ہوا تو اس نے صرف خراسان ہی پر اپنے اثر و اقتدار کو کافی نہ سمجھ کر حجاز و عراق میں بھی اپنا اثر قائم کرنے کی کوشش ضروری سمجھی تاکہ اگر ضرورت پڑے تو وہ عباسیوں کو کچل سکے۔ ایک ایسے شخص کا جو دعوت عباسیہ کو کامیاب بنا چکا تھا حجاز و عراق اور تمام اسلامی ممالک میں اپنی قبولیت بڑھانے کے کام پر مخفی طریقہ سے آمادہ ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی لیکن اس کو یہ بات یاد نہ رہی کہ اس کے مقابلہ پر وہ خاندان ہے جس میں محمد بن علی اور ابراہیم بن محمد جیسے شخص یعنی بانی تحریک عباسیہ پیدا ہو سکتے ہیں اور خلافت بنو امیہ کی بربادی سے فارغ ہو کر ابھی اس پر قابض ہوئے ہیں۔ ابو مسلم نے اگرچہ سب سے زیادہ کام کیا تھا لیکن وہ اس کام میں عباسیوں کا شاگرد اور عباسیوں ہی کا تربیت کردہ تھا۔

غرض ابو مسلم نے سفاح سے حج کی اجازت طلب کی۔ سفاح نے اس کو اجازت دی اور لکھا کہ پانچ سو آدمیوں سے زیادہ اپنے ہمراہ نہ لاؤ۔ ابو مسلم نے لکھا کہ لوگوں کو مجھ سے عداوت ہے' اتنے تھوڑے آدمیوں کے ساتھ سفر کرنے میں مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ سفاح نے لکھا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار آدمی کافی ہیں۔ زیادہ آدمیوں کا ساتھ ہونا اس لیے باعث تکلیف ہو گا کہ سفر مکہ میں سامان رسد کی فراہمی دشوار ہے۔ ابو مسلم آٹھ ہزار فوج کے ساتھ مرو سے روانہ ہوا اور جب خراسان کی حد پر پہنچا تو سات ہزار فوج کو سرحدی مقامات پر چھوڑ کر ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ دارالخلافہ انبار کی طرف بڑھا۔ سفاح نے اپنے بڑے بڑے نامی سپہ سالاروں کو استقبال کے لیے بھیجا اور جب دربار میں حاضر ہوا تو اس کی بے حد تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ اگر اس سال میرے بھائی ابو جعفر منصور کا ارادہ حج نہ ہوتا تو میں تم ہی کو امیر حج مقرر کرتا۔ اس طرح ابو مسلم کی امیر حج ہونے کی خواہش پوری ہونے سے رہ گئی۔ غرض دارالخلافہ انبار سے ابو جعفر منصور اور ابو مسلم دونوں ساتھ ساتھ حج کے لیے روانہ ہوئے۔ ابو مسلم خراسان سے ایک بڑا خزانہ ہمراہ لے کر آیا تھا۔ منصور کی معیت اس کو پسند نہ تھی کیونکہ وہ آزادانہ بہت سے کام جو کرنا چاہتا تھا نہیں کر سکا۔ تاہم اس نے مکہ کے راستے میں ہر منزل پر کنوئیں کھدوانے' سرائیں بنوانے اور مسافروں کے لیے سہولتیں بہم پہنچانے کے کام شروع کرا دیئے۔ کپڑے تقسیم کئے' لنگر خانے جاری کئے' لوگوں کو بے دریغ انعامات دیئے اور اپنی سخاوت و بخشش کے ایسے نمونے دکھائے کہ لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہو گئے۔

مکہ مکرمہ میں بھی اس نے یہی کام وسیع پیمانے پر کئے۔ جہاں ہر طرف کے لوگ موجود تھے۔ ایام حج کے گزرنے پر ابو جعفر منصور نے ابھی روانگی کا قصد نہ کیا تھا کہ ابو مسلم مکہ سے روانہ ہو گیا۔ مکہ سے دو منزل اس طرف آگیا تھا کہ دارالخلافہ انبار کا قاصد اس کو ملا جو سفاح کے مرنے کی خبر اور ابو جعفر منصور کے خلیفہ ہونے کی خوشخبری لے کر منصور کے پاس جا رہا تھا۔ ابو مسلم نے اس قاصد کو دو روز تک ٹھہرائے رکھا اور پھر

Marfat.com

منصور کے پاس روانہ کر دیا۔ منصور کو ابو مسلم کے پہلے ہی روانہ ہونے کا ملال تھا۔ اب اس بات کا ملال اور ہوا کہ ابو مسلم نے اس خبر کے سننے پر منصور کو خلافت کی مبارکباد نہیں بھیجی۔ بیعت کے لیے بھی نہیں ٹھہرا حالانکہ سب سے پہلے اسی کو بیعت کرنی چاہیے تھی اور کم از کم منصور کے آنے تک اسی مقام پر قیام کرنا نہایت ضروری تھا کہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کرتے۔ ابو جعفر منصور یہ خبر سنتے ہی فوراً مکہ سے روانہ ہو گیا لیکن ابو مسلم اس سے آگے سفر کرتا ہوا انبار پہنچا۔ اس کے بعد منصور داخل دار الخلافہ ہوا۔

ابو مسلم اور ابو جعفر کو روانہ کرنے کے بعد ابو العباس عبداللہ سفاح چار برس آٹھ مہینے خلافت کر کے بتاریخ ۱۳/ذی الحجہ سنہ ۱۳۶ھ کو فوت ہوا۔ اس کے چچا عیسیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی' انبار میں دفن ہوا۔ اس نے مرنے سے پہلے اپنے بھائی ابو جعفر منصور اور اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کی ولی عہدی کا عہد نامہ لکھ کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر اور اپنے اہل بیعت کی مہریں لگا کر عیسیٰ کے سپرد کر دیا تھا۔ چونکہ منصور موجود نہ تھا اس لیے عیسیٰ بن موسیٰ نے منصور کی خلافت کے لیے لوگوں سے نیا بتا بیعت لی اور اس واقعہ کی اطلاع کے لیے قاصد مکہ کی طرف روانہ کیا۔

عبداللہ سفاح نے مال و دولت سے اپنی خلافت کے قیام و استحکام میں اسی طرح کام لیا جس طرح بانی خلافت بنو امیہ حضرت امیر معاویہؓ نے کام لیا تھا۔ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنی سخاوت کے ذریعہ اپنے مخالفوں یعنی علویوں کا منہ بند کر دیا تھا اور ان کو اپنا ہمدرد بنا لینے میں کامیابی حاصل کی تھی۔ اسی طرح بانی خلافت عباسیہ سفاح کے مقابلہ پر بھی علوی ہی دعوے دار خلافت تھے۔ انہوں نے عباسیوں کے ساتھ مل کر بنو امیہ کو برباد کیا تھا اور اب عباسیہ خاندان میں خلافت کے چلے جانے سے وہ بالکل اسی طرح ناخوش تھے' جیسے کہ خاندان بنو امیہ میں خلافت کے چلے جانے سے ناراض تھے۔ عبداللہ سفاح نے بھی علویوں کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرح بے دریغ مال و دولت دے کر خاموش کر دیا۔ جب سفاح کوفہ میں خلیفہ بنایا گیا تو عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن علی اور دوسرے علوی لوگ کوفہ میں آئے اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ خلافت جو ہمارا حق تھا اس پر تم نے قبضہ کیا۔ یہ عبداللہ بن حسن مثنیٰ ہیں جن کے لڑکے محمد کو بماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱ھ مکہ میں مجلس کے اندر عباسیوں اور علویوں نے خلافت کے لیے منتخب کیا تھا اور تمام حاضرین مجلس کے ساتھ ابو جعفر منصور نے بھی محمد کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ سفاح نے عبداللہ بن حسن مثنیٰ کی خدمت میں دس لاکھ درہم پیش کر دیئے حالانکہ یہ رقم سفاح کے پاس اس وقت موجود نہ تھی۔ ابن مقرن سے قرض لے کر دی۔ اسی طرح ہر ایک علوی کو انعام و اکرام سے مالا مال کر کے رخصت کیا۔ عبداللہ بن حسن ابھی سفاح کے پاس سے رخصت نہ ہوئے تھے کہ مروان بن محمد کے قتل ہونے کی خبر اور بہت سے قیمتی جواہرات و زیورات جو مال غنیمت میں آئے تھے لے کر قاصد پہنچا۔ سفاح نے وہ تمام قیمتی جواہرات و زیورات بھی عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو دے دیئے اور اسی ہزار دینار دے کر وہ زیورات ایک تاجر نے عبداللہ بن حسن سے خرید لیے۔ غرضکہ عبداللہ سفاح سے اس کام میں ذرا بھی کوتاہی ہوتی تو یقیناً علوی فوراً علانیہ مخالفت پر آمادہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے اور اس وقت ممکن تھا کہ بہت سے نقباء بھی

Marfat.com

جو کافی اثر رکھتے تھے ان کا ساتھ دیتے اور عباسیوں کے لیے اپنی خلافت کا قائم رکھنا بے حد دشوار ہو جاتا۔ لہذا عبداللہ سفاح کے کاموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہی سمجھنا چاہیے کہ اس نے تمام علویوں کو مال و دولت دے کر خاموش رکھا اور کسی کو مقابلہ پر کھڑا نہ ہونے دیا۔ عبداللہ سفاح کی وفات کے بعد ہی علوی خروج پر آمادہ ہو گئے مگر اب خلافت عباسیہ مستحکم ہو چکی تھی۔

ابو جعفر منصور

ابو جعفر عبداللہ منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی ماں سلامہ بربریہ لونڈی تھی۔ ابو جعفر منصور سنہ۔۹۵ھ میں اپنے دادا کی حیات میں پیدا ہوا۔ بعض روایتوں کے بموجب وہ سنہ۔۱۰۱ھ میں پیدا ہوا تھا۔ یہ ہیبت و شجاعت و جبروت اور عقل و رائے میں خصوصی امتیاز رکھتا تھا۔ لہو لعب کے پاس نہ پھٹکتا تھا۔ ادب و فقہ کا عامل کامل تھا۔ اس نے حضرت امام ابو حنیفہؒ کو عہدہ قضاۃ سے انکار کرنے کے جرم میں قید کر دیا تھا۔ انہوں نے قید خانہ ہی میں انتقال کیا۔ بعض کا قول ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے منصور پر خروج کرنے کا فتویٰ دیا تھا۔ اس لیے ان کو زہر دلوایا گیا۔ منصور نہایت فصیح و بلیغ اور خوش تقریر شخص تھا۔ حرص و بخل سے اس کو متہم کیا جاتا ہے۔ عبدالرحمٰن بن معاویہ بن ہشام بن عبدالملک اموی نے سنہ۔۱۳۸ھ یعنی منصور کے عہد خلافت میں اندلس کے اندر اپنی حکومت اور خلافت قائم کر لی تھی۔ وہ بھی ایک بربریہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اس لیے لوگ کہتے تھے کہ اسلام کی حکومت بربریوں ہی میں تقسیم ہو گئی۔ ابن عساکر نے لکھا ہے کہ جب منصور طلب علمی میں ادھر ادھر پھرا کرتا تھا۔ ایک روز کسی منزل پر اترا تو چوکیدار نے اس سے دو درہم محصول کے مانگے اور کہا کہ جب تک محصول نہ ادا کرو گے اس منزل پر نہ ٹھہر سکو گے۔ منصور نے کہا کہ میں بنو ہاشم میں سے ہوں' مجھے معاف کر دو مگر وہ نہ مانا۔ منصور نے کہا میں قرآن مجید جانتا ہوں مجھے معاف کر دے۔ اس نے پھر بھی نہ سنا۔ منصور نے کہا میں عالم' فقیہہ اور ماہر فرائض ہوں' وہ پھر بھی نہ مانا۔ آخر منصور کو دو درہم دینے ہی پڑے۔ اسی روز سے منصور نے ارادہ کر لیا تھا کہ مال و دولت جمع کرنا چاہیے۔ منصور نے ایک مرتبہ اپنے بیٹے مہدی کو نصیحت کی کہ بادشاہ بغیر رعایا کی اطاعت کے قائم نہیں رہ سکتا اور رعایا بغیر عدل کے اطاعت نہیں کر سکتی۔ سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو باوجود قدرت عفو کرے اور سب سے بے وقوف وہ ہے جو ظلم کرے۔ کسی معاملہ میں بلا غور و فکر حکم نہیں دینا چاہیے کیونکہ فکر و تامل ایک آئینہ ہے جس میں انسان اپنا حسن و قبح دیکھ لیتا ہے۔ دیکھو ہمیشہ نعمت کا شکر کرنا' مقدرت میں عفو کرنا' تالیف قلب کے ساتھ اطاعت کی امید رکھنا۔ فتح یابی کے بعد تواضع اور رحمت اختیار کرنا۔

عبداللہ بن علی کا خروج : منصور کے چچا عبداللہ بن علی کو عبداللہ سفاح نے خراسانی و شامی لشکر کے ساتھ اپنی موت سے پہلے صائفہ کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ محرم سنہ۔۱۳۷ھ میں منصور انبار میں پہنچ کر تخت نشین خلافت ہوا تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے سفاح کی وفات سے عبداللہ بن علی کو بھی اطلاع دی تھی اور لکھا تھا کہ

Marfat.com

سفاح نے اپنے بعد منصور کی خلافت کے لیے وصیت کی ہے۔ عبداللہ بن علی نے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ عبداللہ سفاح نے جب مہم حران کے لیے فوج روانہ کرنی چاہی تھی تو کسی کو اس طرف جانے کی ہمت نہ ہوئی۔ سفاح نے کہا تھا جو شخص اس مہم پر جائے گا وہ میرے بعد خلیفہ ہو گا۔ چنانچہ اس مہم پر میں روانہ ہوا اور میں نے ہی مروان بن محمد اور دوسرے اموی سرداروں کو شکست دے کر اس مہم میں کامیابی حاصل کی۔ سب نے اس کی تصدیق کی اور عبداللہ بن علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ عبداللہ بن علی نے مقام دلوک سے مراجعت کر کے مقام حران میں مقاتل بن حکیم کا محاصرہ کر لیا۔ چالیس روز تک محاصرہ کئے رہا۔ اثناء محاصرہ میں اہل خراسان سے مشتبہ ہو کر ان میں سے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور حمید بن قحطبہ کو والی حلب مقرر کر کے ایک خط دے کر روانہ کیا جو زفر بن عاصم گورنر حلب کے نام تھا۔ اس خط میں لکھا تھا کہ حمید کو پہنچتے ہی قتل کر ڈالنا۔ حمید نے راستے میں خط کھول کر پڑھ لیا اور بجائے حلب کے عراق کی طرف چل دیا۔ ادھر منصور جب انبار میں پہنچا تو ابو مسلم بھی وہاں پہلے پہنچ چکا تھا۔ ابو مسلم نے منصور کے ہاتھ پر بیعت کی اور منصور نے اس کے ساتھ عزت افزائی اور دل جمعی کا برتاؤ کیا۔

اسی اثناء میں خبر پہنچی کہ عبداللہ بن علی باغی ہو گیا ہے۔ منصور نے ابو مسلم سے کہا کہ مجھ کو عبداللہ بن علی کی طرف سے بہت خطرہ ہے۔ ابو مسلم تو ایسے واقعات کا خواہش مند ہی تھا' فوراً آمادہ ہو گیا کہ اس طرح منصور کو بھی براہ راست احسان مند بنایا جا سکے گا۔ چنانچہ ابو مسلم کو عبداللہ بن علی کی سرکوبی پر مامور کیا گیا۔ ابن قحطبہ جو عبداللہ بن علی سے ناراض عراق کی جانب آ رہا تھا وہ ابو مسلم سے آملا۔ عبداللہ بن علی نے مقاتل بن حکیم کو امان دے دی اور مقاتل نے حران عبداللہ بن علی کے سپرد کر دیا۔ عبداللہ بن علی نے مقاتل کو معہ ایک خط کے عثمان بن عبدالاعلیٰ حاکم رقہ کے پاس بھیجا۔ عثمان نے مقاتل کو پہنچتے ہی قتل کر دیا اور اس کے دونوں لڑکوں کو گرفتار کر لیا۔ منصور نے ابو مسلم کو روانہ کرنے کے بعد محمد بن صول کو آذربائیجان سے طلب کر کے عبداللہ بن علی کے پاس دھوکا دینے کی غرض سے روانہ کیا۔ محمد بن صول نے عبداللہ بن علی کے پاس پہنچ کر یہ کہا کہ میں نے سفاح سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میرے بعد میرا جانشین میرا چچا عبداللہ ہو گا۔ عبداللہ بن علی بولا تو جھوٹا ہے۔ میں تیرے فریب کو خوب سمجھ گیا ہوں۔ یہ کہہ کر اس کی گردن اڑا دی۔ اس کے بعد عبداللہ بن علی نے حران سے روانہ ہو کر نصیبین میں آ کر قیام کیا اور خندق کھود کر مورچے قائم کئے۔ منصور نے ابو مسلم کو روانہ کرنے سے پہلے حسن بن قحطبہ والی آرمینیا کو بھی لکھ دیا تھا کہ آ کر ابو مسلم کی شرکت اختیار کرے۔ چنانچہ حسن بن قحطبہ بھی موصل کے مقام پر ابو مسلم سے آملا تھا۔ ابو مسلم معہ اپنے لشکر کے جب نصیبین کے قریب پہنچا تو نصیبین کا رخ چھوڑ کر شام کے راستے پر پڑاؤ ڈالا اور یہ مشہور کیا کہ مجھ کو عبداللہ بن علی سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں تو شام کی گورنری پر مامور کیا گیا ہوں' شام کو جا رہا ہوں۔ عبداللہ بن علی کے ہمراہ جو شامی لوگ تھے' وہ یہ سن کر گھبرائے اور انہوں نے عبداللہ بن علی سے کہا کہ ہمارے اہل و عیال ابو مسلم کے پنجہ ظلم میں گرفتار ہو جائیں گے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم اس کو شام کی طرف جانے سے روکیں۔ عبداللہ بن علی نے ہر چند

Marfat.com

سمجھایا کہ وہ ہمارے ہی مقابلہ کو آیا ہے۔ شام میں نہ جائے گا لیکن کوئی نہ مانا۔ آخر عبداللہ بن علی نے اس مقام سے کوچ کیا۔ جب عبداللہ بن علی اس مقام کو چھوڑ کر شام کی طرف روانہ ہوا تو ابو مسلم فوراً عبداللہ بن علی کی بہترین لشکر گاہ میں آکر مقیم ہو گیا اور عبداللہ بن علی کو لوٹ کر اس مقام پر قیام کرنا پڑا' جس میں ابو مسلم پہلے مقیم تھا۔ اس طرح ابو مسلم نے بہترین لشکر گاہ حاصل کر لی۔ اب دونوں لشکروں میں لڑائی کا سلسلہ جاری ہوا۔ کئی مہینے تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر ۷/ جمادی الثانی یوم چہار شنبہ سنہ ۱۳۷ھ کو عبداللہ بن علی نے شکست کھائی اور ابو مسلم نے فتح پا کر فتح کا بشارت نامہ منصور کے پاس بھیجا۔ عبداللہ بن علی نے اس میدان سے فرار ہو کر اپنے بھائی سلیمان بن علی کے پاس جا کر بصرہ میں پناہ لی اور ایک مدت تک وہاں چھپا رہا۔

قتل ابو مسلم : جب عبداللہ بن علی کو شکست ہوئی اور ابو مسلم نے اس کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا اور مال غنیمت خوب ہاتھ آیا تو المنصور نے اس فتح کا حال سن کر اپنے خادم ابو خصیب کو مال غنیمت کی فہرست تیار کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ابو مسلم کو اس بات سے سخت غصہ آیا کہ منصور نے میرا اعتبار نہ کیا اور اپنا آدمی فہرست مرتب کرنے کے لیے بھیجا۔ ابو مسلم کی اس ناراضی و ناخوشی کی اطلاع جب منصور کے پاس پہنچی تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ کہیں ابو مسلم ناراض ہو کر خراسان کو نہ چلا جائے۔ چنانچہ اس نے مصر و شام کی سند گورنری لکھ کر ابو مسلم کے پاس بھیج دی۔ ابو مسلم کو اس سے اور بھی زیادہ رنج ہوا اور وہ سمجھ گیا کہ منصور مجھ کو خراسان سے جدا کر کے بے دست و پا کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ابو مسلم جزیرہ سے نکل کر خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ سن کر منصور انبار سے مدائن کی طرف روانہ ہوا اور ابو مسلم کو اپنے پاس حاضر ہونے کے لیے بلایا۔ ابو مسلم نے آنے سے انکار کر کے لکھ بھیجا کہ "میں دور ہی سے اطاعت کروں گا۔ آپ کے تمام دشمنوں کو میں نے مغلوب کر دیا ہے۔ اب جبکہ آپ کے خطرات دور ہو گئے ہیں تو آپ کو میری ضرورت بھی باقی نہیں رہی۔ اگر آپ مجھ کو میرے حال پر چھوڑ دیں گے تو میں آپ کی اطاعت سے باہر نہ ہوں گا اور اپنی بیعت پر قائم رہوں گا لیکن اگر آپ میرے درپے رہے تو میں آپ کی خلع خلافت کا اعلان کر کے آپ کی مخالفت پر آمادہ ہو جاؤں گا"۔

اس خط کو پڑھ کر منصور نے ابو مسلم کو نہایت نرمی اور محبت کے لہجہ میں ایک خط لکھا کہ "ہم کو تمہاری وفاداری اور اطاعت میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ تم بڑے کارگزار اور مستحق انعام ہو۔ شیطان نے ہمارے دل میں وسوسے ڈال دیئے ہیں۔ تم ان وسوسوں سے اپنے آپ کو بچاؤ اور ہمارے پاس چلے آؤ۔ یہ خط منصور نے اپنے آزاد غلام ابو حمید کے ہاتھ روانہ کیا اور ان کو تاکید کی کہ منت سماجت سے جس طرح ممکن ہو ابو مسلم کو میرے پاس آنے کی ترغیب دینا اور اگر وہ کسی طرح نہ مانے تو پھر میرے غصہ سے اس کو ڈرانا۔ یہ خط جب ابو مسلم کے پاس پہنچا تو اس نے مالک بن ہیثم سے مشورہ کیا۔ اس نے کہا کہ تم ہرگز منصور کے پاس نہ جاؤ۔ وہ تم کو قتل کر دے گا لیکن ابو داؤد خالد بن ابراہیم کو خراسان کی گورنری کا لالچ دے کر منصور نے بذریعہ خط پہلے ہی اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ ابو مسلم کو جس طرح ممکن ہو میرے پاس آنے پر آمادہ کرو۔ ابو داؤد کے مشورے سے ابو مسلم' منصور کے پاس جانے پر آمادہ ہو گیا مگر پھر بھی اس احتیاط کو ضروری سمجھا کہ اپنے وزیر ابو اسحاق

Marfat.com

خالد بن عثمان کو اول منصور کے پاس بھیج کر وہاں کے حالات سے زیادہ واقفیت حاصل کرے۔ ابو اسحاق پر ابو مسلم کو بہت اعتماد تھا۔ چنانچہ اول ابو اسحاق کو روانہ کیا گیا۔ ابو اسحاق جب دربار خلافت کے پاس پہنچا تو تمام سرداران بنو ہاشم اور اراکین دولت استقبال کو آئے۔ منصور نے حد سے زیادہ تکریم و محبت کا برتاؤ کیا اور اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے اسحاق کو اپنی جانب مائل کر کے کہا کہ تم ابو مسلم کو خراسان جانے سے روک کر اول میرے پاس آنے پر آمادہ کر دو تو میں تم کو خراسان کی حکومت اس کام کے صلہ میں دے دوں گا۔ ابو اسحاق یہ سن کر آمادہ ہو گیا۔ رخصت ہو کر ابو مسلم کے پاس آیا اور اس کو منصور کے پاس جانے پر آمادہ کر لیا۔ چنانچہ ابو مسلم اپنے لشکر کو حلوان میں مالک بن ہیثم کی افسری میں چھوڑ کر تین ہزار فوج کے ساتھ مدائن کی طرف روانہ ہوا۔ جب ابو مسلم مدائن کے قریب پہنچا تو ابو مسلم کے پاس منصور کے اشارہ کے موافق ایک شخص پہنچا اور ملاقات کرنے کے بعد ابو مسلم سے کہا کہ آپ منصور سے میری سفارش کر دیں کہ وہ مجھ کو کسکر کی حکومت دے دے۔ نیز یہ کہ وزیر السلطنت ابوایوب سے منصور آج کل سخت ناراض ہے' آپ ابوایوب کی بھی سفارش کر دیں۔ ابو مسلم یہ سن کر خوش ہو گیا اور اس کے دل سے رہے سہے خطرات سب دور ہو گئے۔ ابو مسلم دربار میں عزت و احترام کے ساتھ داخل ہوا اور عزت کے ساتھ رخصت ہو کر قیام گاہ پر آرام کرنے گیا۔ دوسرے روز جب دربار میں آیا تو منصور نے پہلے سے عثمان بن نہیک' شبیب بن رواح' ابو حنیفہ حرب بن قیس وغیرہ چند شخصیتوں کو پس پردہ چھپا کر بٹھا دیا اور حکم دے دیا تھا کہ جب میں اپنے ہاتھ پر ہاتھ ماروں تو تم نکل کر فوراً ابو مسلم کو قتل کر ڈالنا۔ چنانچہ ابو مسلم دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ منصور نے باتوں باتوں میں اس سے ان دو تلواروں کا حال دریافت کیا جو ابو مسلم کو عبداللہ بن علی سے ملی تھیں۔ ابو مسلم اس وقت انہیں تلواروں میں سے ایک کو اپنی کمر سے لگائے ہوئے تھا۔ اس نے کہا کہ ایک تو یہ موجود ہے۔ منصور نے کہا ذرا میں بھی دیکھوں۔ ابو مسلم نے فوراً خلیفہ منصور کے ہاتھ میں تلوار دے دی۔ وہ تھوڑی دیر تک اس کو دیکھتا رہا' پھر اس کو اپنے زانو کے نیچے رکھ کر ابو مسلم سے اس کی حرکات کی شکایت کرنے لگا' پھر سلیمان بن کثیر کے قتل کا ذکر کیا اور کہا کہ تو نے اس کو کیوں قتل کیا حالانکہ وہ اس وقت سے ہمارا خیر خواہ تھا جبکہ تو اس کام میں شریک بھی نہ ہوا تھا۔ ابو مسلم اول خوشامدانہ اور عاجزانہ لہجہ میں معذرت کرتا رہا لیکن دم بدم منصور کے طیش و غضب کو ترقی کرتے ہوئے دیکھ کر جب اس کو یقین ہو گیا کہ آج میری خیر نہیں ہے تو اس نے جرات سے جواب دیا کہ جو آپ کا جی چاہے کیجئے۔ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ منصور نے ابو مسلم کو گالیاں دیں اور ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ تالی کے بجتے ہی عثمان بن نہیک وغیرہ نے نکل کر ابو مسلم پر وار کئے اور اس کا کام تمام کر دیا۔ یہ واقعہ ۲۵/ شعبان سنہ ۱۳۷ھ کا ہے۔ ابو مسلم کے مارے جانے کے بعد وزیر السلطنت نے باہر آ کر ابو مسلم کے ہمراہیوں کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ امیر اس وقت امیر المومنین کی خدمت میں رہیں گے' تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر ابو مسلم کو دریافت کیا۔ جب اس کے قتل کا حال معلوم ہوا تو اس کی زبان سے اناللہ وانا الیہ راجعون نکل گیا۔ یہ بات منصور کو ناگوار گزری اور اس نے کہا کہ ابو مسلم سے زیادہ تمہارا کوئی دشمن نہ تھا' پھر

Marfat.com

منصور نے جعفر بن حنظلہ کو بلوایا اور ابو مسلم کے قتل کی نسبت مشورہ کیا۔ جعفر نے اس کے قتل کی رائے دی۔ منصور نے کہا اللہ تجھے جزائے خیر دے۔ اس کے بعد ابو مسلم کی لاش کی طرف اشارہ کیا۔ جعفر نے ابو مسلم کی لاش کی طرف دیکھتے ہی کہا کہ "امیر المومنین آج سے آپ کی خلافت شمار کی جائے گی"۔ منصور مسکرا کر خاموش ہو گیا۔

ابو نصر مالک بن ہیثم جس کو ابو مسلم اپنا لشکر اور مال سپرد کر آیا تھا' حلوان سے بقصد خراسان ہمدان کی طرف روانہ ہو گیا' پھر منصور کی خدمت میں واپس چلا آیا۔ منصور نے اس کو ملامت کی کہ تو نے ابو مسلم کو میرے پاس آنے کے خلاف مشورہ دیا تھا۔ اس نے کہا کہ جب تک ابو مسلم کے پاس تھا اس کو نیک مشورہ دیا۔ اب آپ کے پاس آگیا ہوں تو آپ کی بہتری کے لیے کوشاں رہوں گا۔ منصور نے اس کو موصل کی حکومت پر بھیج دیا۔

خروج سنباد :ابو مسلم کے قتل سے فارغ ہو کر بظاہر منصور کو اطمینان حاصل ہو چکا تھا لیکن اس کے بعد بھی منصور کے لیے مشکلات کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ ابو مسلم کے ہمراہیوں میں ایک مجوسی فیروز نامی جو سنباد کے نام سے مشہور تھا' وہ مسلمان ہو کر ابو مسلم کی فوج میں شامل تھا۔ ابو مسلم کے قتل کے بعد اس نے ابو مسلم کے خون کا معاوضہ طلب کرنے کے لیے خروج کیا اور کوہستان کے لوگوں نے اس کا ساتھ دیا۔ سنباد نے نیشاپور اور رے پر قبضہ کر کے اس تمام مال واسباب کو جو ابو مسلم حج کے لیے روانہ ہوتے وقت رے اور نیشاپور میں چھوڑ گیا تھا قبضہ کیا۔ سنباد نے لوگوں کے مال واسباب کو لوٹا اور ان کو گرفتار کر کے باندی غلام بنایا اور مرتد ہو کر اعلان کیا کہ میں خانہ کعبہ کو منہدم کرنے جاتا ہوں۔ نو مسلم ایرانیوں کے لیے اس قدر تحریک کافی تھی۔ ان میں جو لوگ مذہب اسلام سے واقف نہ ہوئے تھے وہ یہ دیکھ کر کہ ہماری ہی قوم وملک کا ایک شخص سلطنت اسلامی کے خلاف اٹھا ہے' اس کے شریک ہو گئے۔ منصور نے جب اس فتنہ کا حال سنا تو سنباد کی سرکوبی کے لیے جمہور بن مرار عجلی کو مامور کیا۔ ہمدان اور رے کے درمیان لڑائی ہوئی' جمہور نے سنباد کو شکست دی۔ قریباً سات ہزار آدمی سنباد کے ہمراہیوں میں سے مارے گئے۔ سنباد نے فرار ہو کر طبرستان میں پناہ لی۔ وہاں عامل طبرستان کے ایک خادم نے سنباد کو قتل کر دیا۔ منصور نے یہ خبر سن کر عامل طبرستان کو لکھا کہ سنباد کا مال واسباب ہمارے پاس بھیج دو۔ اس نے مال واسباب سے انکار کیا۔ منصور نے عامل طبرستان کی گوشمالی کے لیے فوج بھیجی۔ عامل طبرستان دیلم کی طرف بھاگ گیا۔ ادھر جمہور نے جب سنباد کو شکست دی تھی تو اس کے بہت سے مال واسباب اور قریباً اس کے تمام خزانہ پر اس کا قبضہ ہو گیا تھا۔ ابو مسلم کا خزانہ اس کے قبضے میں آگیا تھا۔ اس خزانے اور مال واسباب کو جمہور نے منصور کے پاس بھیجا اور رے میں جا کر قلعہ بندی کر کے منصور کی خلع خلافت اور بغاوت کا اعلان کر دیا۔ منصور نے جمہور کے مقابلے پر محمد بن اشعث کو فوج دے کر روانہ کیا۔ جمہور یہ سن کر رے سے اصفہان کی طرف چلا گیا۔ جمہور اصفہان پر اور محمد بن اشعث رے پر قابض ہو گیا۔ اس کے بعد محمد نے اصفہان پر چڑھائی کی' جمہور نے مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد جمہور شکست کھا کر آذربائیجان کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں جمہور

Marfat.com

کے ہمراہیوں میں سے کسی نے اس کو قتل کر کے اس کا سر منصور کے پاس بھیج دیا۔ یہ سنہ۔۱۳۸ھ کا واقع ہے۔

سنہ۔۱۳۹ھ میں منصور نے اپنے چچا سلیمان کو حکومت بصرہ سے معزول کر کے اپنے پاس بلایا اور لکھا کہ عبداللہ بن علی کو (جو ابو مسلم سے شکست کھا کر بصرہ میں اپنے بھائی سلیمان کے پاس چلا آیا تھا) امان دے کر اپنے ہمراہ میرے پاس لیتے آؤ۔ جب عبداللہ بن علی کو سلیمان نے دربار میں حاضر کیا تو منصور نے اس کو قید کر دیا۔ (بعد میں قتل کرادیا تھا)

فرقہ راوندیہ : فرقہ راوندیہ کو شیعوں کے فرقوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ یہ در حقیقت ایران و خراسان کے جاہل لوگوں کا ایک گروہ تھا جو علاقہ راوند میں رہتا اور ان لوگوں میں سے نکلا تھا۔ جن کو ابو مسلم خراسانی نے اپنے ساتھ شامل کیا تھا۔ ابو مسلم نے جو جماعت تیار کی تھی' اس کو مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ جس طرح ممکن ہوتا تھا ان کو سیاسی اغراض کے لیے آمادہ و مستعد کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ یہ گروہ جس کو راوندیہ کہا جاتا ہے تناسخ اور حلول کا قائل تھا۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے منصور میں حلول کیا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ خلیفہ منصور کو اللہ سمجھ کر اس کی زیارت کرتے تھے اور منصور کے درشن کرنے کو عبادت جانتے تھے۔ ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ آدم کی روح نے عثمان بن نہیک میں اور جبرئیل نے ہیثم بن معاویہ میں حلول کیا ہے۔ یہ لوگ دارالخلافہ میں آکر اپنے اعمال و عقائد ناشدنی کا اعلان کرنے لگے تو منصور نے ان میں سے دو سو آدمیوں کو پکڑ کر قید کر دیا۔ ان کی پانچ چھ سو کی تعداد اور موجود تھی۔ ان کو اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی اس گرفتاری سے اشتعال پیدا ہوا اور قید خانہ پر حملہ کر کے اپنے بھائیوں کو قید سے چھڑا لیا اور پھر منصور کے محل کا محاصرہ کر لیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ وہ منصور کو اللہ کہتے تھے اور پھر اس اللہ کی مرضی کے خلاف آمادہ جنگ تھے۔ اس موقع پر یہ بات قابل تذکرہ ہے کہ یزید بن ہبیرہ کے ساتھیوں میں معن بن زائدہ بھی تھا اور جب ابن ہبیرہ کی لڑائیاں عباسیوں سے ہوئی ہیں تو معن بن زائدہ ابن ہبیرہ نامور قہرداروں میں سے ایک تھا۔ معن بن زائدہ ابن ہبیرہ کے بعد دارالخلافہ ہاشمیہ میں آکر روپوش تھا اور منصور اس کی تلاش و جستجو میں تھا کہ معن بن زائدہ کو گرفتار کرا کر قتل کرے۔ ان بدمذہب راوندیوں نے جب منصور کے محل کا محاصرہ کیا تو منصور پیادہ پا اپنے محل سے نکل آیا اور بلوائیوں کو مارنے اور ہٹانے لگا۔ منصور کے ساتھ بہت تھوڑے آدمی تھے اور حقیقت یہ تھی کہ اس وقت دارالخلافہ میں کوئی جمعیت اور طاقت ایسی موجود نہ تھی کہ ان بلوائیوں کی طاقت کا مقابلہ کر سکتی۔ منصور کے لیے یہ وقت نہایت ہی نازک تھا اور قریب تھا کہ دارالخلافہ اس کے ساتھ ہی خلافت اور اپنی جان منصور کے ہاتھ سے جائے اور راوندیوں کا قبضہ ہو جائے' اس خطرناک حالت سے فائدہ اٹھانے میں معن بن زائدہ نے کوتاہی نہیں کی۔ وہ فوراً منصور کے پاس پہنچ گیا اور جاتے ہی بلوائیوں کو مارنے اور ہٹانے میں مصروف ہو گیا۔ اتنے میں اور لوگ بھی آآکر منصور کے گرد جمع ہونے لگے لیکن معن بن زائدہ کے حملے بہت ہی زبردست اور کارگر ثابت ہو رہے تھے اور منصور اپنی آنکھ سے اس اجنبی شخص کی حیرت انگیز بہادری دیکھ رہا تھا۔ آخر معن بن زائدہ نے اس لڑائی میں سپہ سالاری کے فرائض خود بخود ادا کرنے شروع کر دیئے اور نتیجہ یہ ہوا کہ سخت و شدید زور

Marfat.com

آزمائی و معرکہ آرائی کے بعد ان بلوائیوں کو شکست ہوئی۔ شہر کے آدمی بھی سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ تمام بلوائیوں کو قتل کر کے رکھ دیا۔ اس ہنگامے کے فرو ہونے کے بعد منصور نے دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے جس نے اپنی پامردی و بہادری کے ذریعہ اس فتنہ کو فرو کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا ہے۔ تب اس کو معلوم ہوا کہ یہ معن بن زائدہ ہے۔ منصور نے اس کو امان دی اور اس کے سابقہ جرموں کو معاف کر کے اس کی عزت و مرتبہ کو بڑھایا۔

ابوداؤد خالد بن ابراہیم ذہلی بلخ کا عامل اور آج کل خراسان کا گورنر تھا۔ اسی عرصہ یعنی سنہ ۱۴۰ھ میں اس کے لشکر میں بغاوت پھوٹی اور اہل لشکر نے اس کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ ابوداؤد مکان کی چھت پر ان باغیوں کے دیکھنے کے لیے چڑھا۔ اتفاق سے پاؤں پھسل کر گر پڑا اور اسی دن مر گیا۔ اس کے بعد اس کے سپہ سالار حصام نے اس بغاوت کو فرو کیا اور خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لے کر منصور کو اطلاع دی۔ منصور نے عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کو گورنر خراسان بنا کر بھیجا۔

عبدالجبار کی بغاوت اور قتل : عبدالجبار نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لیتے ہی ابوداؤد کے عاملوں کو معزول و بے عزت اور قتل کرنا شروع کیا اور بڑے بڑے سرداروں کو ذرا ذرا سے شبہ میں قتل کر کے تمام ملک میں ہلچل مچادی۔ یہ خبر منصور کے پاس پہنچی کہ عبدالجبار عباسیوں کے خیر خواہوں کو قتل کر ڈالتا ہے۔ منصور کو تامل تھا کہ عبدالجبار کو خراسان سے کس طرح بآسانی جدا کرے کیونکہ اس کو اندیشہ تھا کہ کہیں وہ علانیہ باغی نہ ہو جائے۔ آخر منصور نے عبدالجبار کو لکھا کہ لشکر خراسان کا ایک بڑا حصہ جہاد روم پر روانہ کر دو۔ مدعا یہ تھا کہ جب لشکر خراسان کا بڑا حصہ خراسان سے جدا ہو جائے گا تو پھر عبدالجبار کا معزول کرنا اور کسی دوسرے گورنر کا وہاں بھیج دینا آسان ہو گا۔ عبدالجبار نے جواباً لکھا کہ ترکوں نے فوج کشی شروع کر دی ہے۔ اگر آپ لشکر خراسان کو دوسری طرف منتقل کر دیں گے تو مجھ کو خراسان کے نکل جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ جواب دیکھ کر منصور نے عبدالجبار کو لکھا کہ مجھ کو خراسان کا ملک سب سے زیادہ عزیز ہے اور اس کو محفوظ رکھنا نہایت ضروری سمجھتا ہوں۔ اگر ترکوں نے فوج کشی شروع کر دی ہے تو میں خراسان کی حفاظت کے لیے ایک لشکر عظیم روانہ کرتا ہوں تم کوئی فکر نہ کرو۔ اس تحریر کو پڑھ کر فوراً عبدالجبار نے منصور کو لکھا کہ خراسان کے ملک کی آمدنی اس قدر بار عظیم کی متحمل نہ ہو سکے گی۔ آپ کوئی بڑا لشکر نہ بھیجئے۔ یہ جواب دیکھ کر منصور کو یقین ہو گیا کہ عبدالجبار بغاوت پر آمادہ ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً بلا توقف اپنے بیٹے مہدی کو ایک زبردست فوج دے کر روانہ کیا۔ مہدی نے رے میں پہنچ کر قیام کیا اور خازم بن خزیمہ کو عبدالجبار سے لڑنے کے لیے آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ دونوں میں لڑائی اور سخت معرکہ آرائی ہوئی۔ آخر عبدالجبار شکست کھا کر بھاگا اور محشر بن مزاحم نے اس کو گرفتار کر کے خازم بن خزیمہ کی خدمت میں پیش کیا۔ خازم بن خزیمہ نے اس کو بالوں کا ایک جبہ پہنا کر دم کی طرف منہ کر کے اونٹ پر سوار کیا اور تشہیر کرا کر معہ اس کے گرفتار شدہ ہمراہیوں کے منصور کے پاس بھیج دیا۔ منصور نے ان لوگوں کو قید کر دیا اور سنہ ۱۴۲ھ میں عبدالجبار کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر قتل کرنے کا حکم

Marfat.com

دیا۔ عبدالجبار پر فتح پانے کے بعد مہدی نے خراسان کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور سنہ۔۱۴۹ھ تک وہ خراسان کا گورنر رہا۔

عیینہ بن موسیٰ بن کعب : موسیٰ بن کعب سندھ کا عامل تھا۔اس کے بعد اس کا بیٹا عیینہ عامل سندھ مقرر کیا گیا تھا۔ اس نے سندھ میں منصور کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ منصور کو یہ حال معلوم ہوا تو وہ دارالخلافہ سے بصرہ میں آیا اور بصرہ سے عمرو بن حفص بن ابی صفوہ عتکی کو سندھ وہند کی سند گورنری عطا کر کے جنگ عیینہ پر مامور کیا۔ عمر بن حفص نے سندھ میں پہنچ کر عیینہ کے ساتھ جنگ شروع کی اور بالآخر سندھ پر قبضہ حاصل کر لیا۔ یہ واقعہ سنہ۔ ۱۴۲ھ کا ہے۔ اسی عرصہ میں والی طبرستان نے بغاوت اختیار کی۔ طبرستان کی طرف خازم بن خزیمہ اور روح بن حاتم بھیجے گئے۔ جنہوں نے طبرستان پر قبضہ حاصل کیا اور عامل طبرستان جو ایک ایرانی النسل نو مسلم تھا' خودکشی کر کے مر گیا۔

علویوں کی قید و گرفتاری : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مکہ میں بنوامیہ کی حکومت کے آخری ایام میں ایک مجلس منعقد ہوئی تھی۔ اس میں خلیفہ کے تعین اور انتخاب کا مسئلہ پیش ہوا تھا تو منصور نے جو اس مجلس میں موجود تھا۔ محمد بن عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کر کے محمد بن عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اس بیعت میں منصور بھی شریک تھا۔ یعنی منصور محمد بن عبداللہ حسنی کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر چکا تھا۔ سفاح نے اپنے عہد خلافت میں علویوں کو خاموش رکھا اور انعام واکرام اور بذل مال سے ان کو خوش رکھ کر مخالفت اور خروج پر آمادہ نہ ہونے دیا۔ منصور جب خلیفہ ہوا تو اس نے سفاح کے زمانے کی سخاوت کو باقی نہ رکھا اور سب سے زیادہ محمد بن عبداللہ کے باپ عبداللہ بن حسن کا ذکر بھی اوپر گزر چکا ہے کہ وہ سفاح کے پاس آئے تھے اور سفاح نے ان کو بہت سا مال وزر دے کر خوش و خرم واپس کیا تھا۔ جب منصور خلیفہ ہوا تو عبداللہ بن حسن نے اپنے بیٹے محمد اور ابراہیم کو اس خیال سے روپوش کر دیا کہ کہیں منصور ان کو قتل نہ کرا دے۔ ان محمد بن عبداللہ کو جن کے ہاتھ پر منصور نے بیعت کی تھی محمد مہدی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ لہذا آئندہ ان کا نام محمد مہدی ہی لکھا جائے گا۔ سنہ۔۱۳۶ھ میں جب منصور حج کرنے گیا تھا اور اس نے وہاں سفاح کے مرنے کی خبر سنی تھی تو سب سے پہلے اس نے محمد مہدی کو دریافت کیا۔ اس وقت وہ وہاں موجود نہ تھے مگر لوگوں کو شبہ پیدا ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ روپوش ہو گئے۔ ان کے ساتھ ان کے بھائی ابراہیم بھی روپوش رہے۔ منصور خلیفہ ہونے کے بعد برابر محمد مہدی کا حال لوگوں سے دریافت کرتا رہتا تھا۔ اس تفحص و تجسس میں اس نے اس قدر مبالغہ کیا کہ ہر شخص کو یہ حال معلوم ہو گیا کہ منصور کو محمد مہدی کی بڑی تلاش ہے۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو جب منصور کی طرف سے مجبور کیا گیا کہ اپنے بیٹے کو حاضر کرو تو انہوں نے منصور کے چچا سلیمان بن علی سے مشورہ کیا۔ سلیمان نے کہا کہ اگر منصور درگزر کرنے کا عادی ہوتا تو اپنے چچا سے درگزر کرتا یعنی عبداللہ بن علی پر سختی و تشدد روا نہ رکھتا۔ عبداللہ بن حسن سن کر اپنے بیٹوں کے روپوش رکھنے میں اور بھی زیادہ مبالغہ کرنے لگے۔ آخر منصور نے حجاز کے چپے چپے میں اپنے

Marfat.com

جاسوس پھیلا دیئے اور جعلی خطوط لکھوا کر عبداللہ بن حسن کے پاس بھجوائے کہ کسی طرح محمد مہدی کا پتہ چل جائے۔ محمد مہدی اور ان کے بھائی ابراہیم دونوں حجاز میں چھپتے پھرے' پھر منصور صرف انہیں کے تجسس و تلاش میں خود حج کے بہانے مکہ میں پہنچا۔ یہ دونوں بھائی حجاز سے بصرہ میں آکر بنو راہب اور بنو مرہ میں مقیم ہوئے۔ منصور کو اس کا پتہ لگا تو وہ سیدھا بصرہ میں آیا لیکن اس کے آنے سے پیشتر محمد مہدی اور ابراہیم بصرہ چھوڑ چکے تھے۔ بصرہ سے یہ دونوں عدن چلے گئے۔ منصور بصرہ سے دارالخلافہ کو روانہ ہو گیا۔ جب عدن میں بھی ان دونوں بھائیوں کو اطمینان نہ ہوا تو سندھ چلے گئے۔ چند روز سندھ میں رہ کر کوفہ میں آکر روپوش رہے' پھر کوفہ سے مدینہ منورہ چلے آئے۔ سنہ ۱۴۰ھ میں منصور پھر حج کو آیا۔ یہ دونوں بھائی بھی حج کے لیے مکہ آئے۔ ابراہیم نے قصد کیا کہ منصور کی زندگی کا خاتمہ کر دیں مگر ان کے بھائی محمد مہدی نے منع کر دیا۔ منصور کو اس مرتبہ بھی ان کا کوئی پتہ نہ چلا۔ اس نے ان کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ کو بلا کر دونوں بیٹوں کے حاضر کرنے کے لیے مجبور کیا۔ جب انہوں نے لاعلمی بیان کی تو منصور نے ان کو قید کرنا چاہا مگر زیاد عامل مدینہ نے ان کی ضمانت کی' تب وہ چھوٹے۔ چونکہ زیاد عامل مدینہ نے عبداللہ بن حسن کی ضمانت کی تھی' اس لیے منصور اس سے بھی بدگمان ہو گیا اور دارالخلافہ میں واپس آکر محمد بن خالد بن عبداللہ قسری کو مدینہ کا عامل بنا کر بھیج دیا اور زیاد کو معہ اس کے دوستوں کے گرفتار کرا کر بلوایا اور قید کر دیا۔ محمد بن خالد نے مدینہ کا عامل ہو کر محمد مہدی کی تلاش و جستجو میں بڑی کوشش کی اور بیت المال کا تمام روپیہ اسی کوشش میں صرف کر دیا۔ منصور نے محمد بن خالد کے اسراف اور ناکامی پر اس کو بھی معزول کیا اور رباح بن عثمان بن حیان مزنی کو مدینہ کا عامل بنایا۔ رباح نے مدینہ میں پہنچ کر عبداللہ بن حسن کو بہت تنگ کیا اور تمام مدینہ میں ہلچل مچادی اور مندرجہ ذیل علویوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا:

۱۔ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن علی (محمد مہدی کے باپ)
۲۔ ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۳۔ جعفر بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۴۔ سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۵۔ عبداللہ بن داؤد بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۶۔ محمد بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۷۔ اسماعیل بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۸۔ اسحاق بن ابراہیم بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچازاد بھائی)
۹۔ عباس بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)
۱۰۔ موسیٰ بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے حقیقی چچا)
۱۱۔ علی بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے چچا)

Marfat.com

ان لوگوں کو گرفتار کر کے منصور کو اطلاع دی گئی تو اس نے لکھا کہ ان لوگوں کے ساتھ محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان کو بھی گرفتار کر لو کیونکہ عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی کی ماں ایک ہی ہے یعنی یہ دونوں فاطمہ بنت حسین کے بیٹے ہیں۔ چنانچہ رباح نے اس حکم کی بھی تعمیل کی اور محمد بن عبداللہ بن عمرو کو قید کر لیا۔ انہیں ایام میں گورنر مصر نے علی بن محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی (محمد مہدی کے بیٹے) کو گرفتار کر کے منصور کے پاس بھیجا۔ منصور نے ان کو قید کر دیا۔ یہ اپنے باپ کی طرف سے مصر میں دعوت و تبلیغ کے لیے بھیجے گئے تھے۔

تعمیر بغداد اور تدوین علوم : سفاح نے انبار کو اپنا دارالسلطنت بنایا تھا اور چند روز کے بعد انبار کے متصل اس نے اپنا ایک محل اور اراکین سلطنت کے مکانات بنوائے۔ یہ ایک چھوٹی سی بستی الگ قائم ہو گئی تھی۔ اس کا نام ہاشمیہ رکھا گیا تھا۔ منصور ہاشمیہ ہی میں تھا کہ خراسانیوں کا ہنگامہ ہوا۔ سنہ۔ ۱۴۰ھ یا سنہ۔ ۱۴۱ھ میں منصور نے اپنا ایک جدادارالخلافہ بنانا چاہا اور شہر بغداد کی بنیاد رکھی گئی۔ بغداد کی تعمیر کا کام قریباً نو دس برس تک جاری رہا اور سنہ۔ ۱۴۹ھ میں اس کی تعمیر مکمل ہو گئی۔ اس روز سے بنو عباس کا دارالخلافہ بغداد رہا۔ اسی عرصہ میں علماء اسلام نے علوم دینی کی تاسیس و تدوین کا کام شروع کیا۔

ابن جریج نے مکہ میں' مالک نے مدینہ میں' اوزاعی نے شام میں' ابن ابی عروبہ اور حماد بن سلمہ نے بصرہ میں' معمر نے یمن میں' سفیان ثوری نے کوفہ میں احادیث کی کتابیں لکھنے کا کام شروع کیا۔ ابن اسحاق نے مغازی پر' ابو حنیفہ نے فقہ پر کتابیں لکھیں۔ اس سے پہلے احادیث و مغازی وغیرہ کا انحصار زبانی روایات پر تھا۔ تصنیف و تالیف کا یہ سلسلہ شروع ہو کر دم بدم ترقی کرتا رہا اور اس کے بعد بغداد اور قرطبہ کے درباروں نے مصنفین کی خوب خوب ہمت افزائیاں کیں۔ احادیث کی کتابیں لکھنے اور قوت حافظہ کا بوجھ کتابت و قرطاس پر ڈالنے کا یہی زمانہ سب سے زیادہ موزوں اور ضروری بھی تھا جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں۔

قتل سادات : رباح نے جن بزرگوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا تھا۔ وہ سنہ۔ ۱۴۴ھ کے آخر ایام تک مدینہ میں قید رہے۔ منصور برابر محمد مہدی اور ان کے بھائی ابراہیم کے تجسس و تلاش میں مصروف رہا۔ اس عرصہ میں یہ دونوں بھائی حجاز کے قبائل اور غیر معروف مقامات میں روپوش رہے اور جلد جلد اپنی جائے قیام کو تبدیل کرتے رہے۔ غرض حضرت حسن بن علی کی اولاد میں کوئی شخص ایسا نہ تھا جو قید نہ ہو گیا ہو یا اپنی جان بچانے کے لیے چھپا چھپا نہ پھرتا ہو۔ سنہ۔ ۱۴۴ھ کے ماہ ذی الحجہ میں منصور حج کرنے گیا اور محمد بن عمران بن ابراہیم بن طلحہ اور مالک بن انس کو یہ پیغام دے کر اولاد حسن کے پاس قید خانہ میں بھیجا کہ محمد و ابراہیم دونوں بھائیوں کو ہمارے سپرد کر دو۔ ان دونوں کے باپ عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حسن نے ان دونوں کے حال سے اپنی لاعلمی بیان کر کے خود منصور کے پاس حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ منصور نے کہا کہ جب تک اپنے دونوں بیٹوں کو حاضر نہ کرے میں عبداللہ بن حسن سے ملنا نہیں چاہتا۔ جب منصور حج سے واپس ہو کر عراق کی جانب آنے لگا تو رباح کو حکم دیا کہ ان قیدیوں کو ہمارے پاس عراق بھیج دو۔ رباح نے ان سب قیدیوں کو قید خانہ سے نکال کر طوق'

Marfat.com

ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر بغیر کجاوہ کے اونٹوں پر سوار کرلیا اور محافظ دستہ کے ساتھ عراق کی جانب روانہ کر دیا۔ راستے میں محمد وابراہیم دونوں بھائی بدوؤں کے لباس میں اپنے باپ عبداللہ سے آکر ملے اور خروج کی اجازت چاہی مگر عبداللہ بن حسن نے ان کو صبر کرنے اور عجلت سے کام نہ لینے کی ہدایت و نصیحت کی۔ یہ قیدی جب منصور کے پاس پہنچے تو منصور نے محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو اپنے سامنے بلا کر گالیاں دیں اور ڈیڑھ سو کوڑے لگوائے۔ محمد بن عبداللہ بن عمرو کا منصور اس لیے دشمن تھا کہ اہل شام ان کے ہواخواہ تھے اور ملک شام میں ان کا بہت اثر تھا۔

ان قیدیوں کے عراق میں منتقل ہو جانے کے بعد محمد مہدی نے اپنے بھائی ابراہیم کو عراق و خراسان کی طرف روانہ کر دیا کہ تم وہاں جا کر لوگوں کو دعوت دو اور عباسیوں کی مخالفت پر آمادہ کرو۔ خود محمد مہدی حجاز میں رہے۔ منصور کو اس بات کا یقین تھا کہ محمد مہدی حجاز میں موجود ہیں۔ اس نے ان کو دھوکہ دینے اور ان کا پتہ لگانے کی غرض سے جو تدابیر اختیار کیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ وہ مسلسل مختلف شہروں کے لوگوں کی طرف سے محمد مہدی کے خطوط لکھوا لکھوا کر مکہ و مدینہ کے ایسے لوگوں کے پاس بھجواتا رہتا تھا جن کی نسبت اس کو شبہ تھا کہ یہ محمد مہدی کے ہمدرد اور ان کے حال سے باخبر ہیں۔ ان خطوط میں لوگوں کی طرف سے اظہار عقیدت اور منصور کی برائیاں درج ہوتی تھیں اور خروج کے لیے ترغیب دی جاتی تھی۔ مدعا منصور کا یہ تھا کہ اس طرح ممکن ہے محمد مہدی تک بھی کوئی جاسوس پہنچ جائے اور وہ گرفتار ہو سکیں۔ یہ مدعا تو حاصل نہ ہوا لیکن یہ ضرور ہوا کہ محمد مہدی کو ایسے خطوط کی اطلاع اپنے دوستوں کے ذریعہ پہنچتی رہی اور ان کو اپنے ہواخواہوں اور فدائیوں کا اندازہ کرنے میں کسی قدر غلط فہمی ہو گئی یعنی انہوں نے اپنی جماعت کا اندازہ حقیقت سے زیادہ کر لیا۔ ادھر ان کے بھائی ابراہیم نے بصرہ، کرمان، اصفہان، خراسان، موصل اور شام وغیرہ کا سفر کر کے جا بجا اپنے داعی اور ہمدرد پیدا کر لیے اور منصور کے دارالخلافہ میں آکر ایک مرتبہ منصور کے دستر خوان پر کھانا کھا گئے اور منصور کو علم نہ ہوا۔ دوسری مرتبہ جب کہ منصور بغداد کی تعمیر کے معائنہ کو آیا تھا وہ منصور کے آدمیوں میں ملے جلے اس کے ساتھ موجود تھے۔ منصور نے جاسوسوں کو اطلاع دی کہ ابراہیم یہاں موجود ہیں مگر اس مرتبہ بھی منصور ان کو گرفتار نہ کرا سکا۔ اسی طرح محمد مہدی بھی حجاز میں رباح کی سخت ترین کوشش و تلاش کے باوجود اس کے ہاتھ نہ آئے۔ آخر سنہ ۱۴۵ھ میں ابو عون عامل خراسان نے منصور کے پاس ایک تحریر بھیجی کہ خراسان میں مخفی سازش بڑی تیز رفتاری سے ترقی کر رہی ہے اور تمام اہل خراسان محمد مہدی کے خروج کا انتظار کر رہے ہیں۔ منصور نے اس تحریر کو پڑھتے ہی محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان کو قید خانہ سے بلا کر جلاد کے سپرد کیا اور ان کا سر اتروا کر خراسان بھیج دیا۔ اس سر کے ساتھ چند آدمی ایسے بھیجے گئے جنہوں نے جا کر قسم کھا کر شہادت دی کہ یہ سر محمد بن عبداللہ کا ہے اور ان کی دادی کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ تھا۔ اس طرح اہل خراسان کو دھوکہ دیا گیا کہ محمد مہدی قتل ہو گئے اور یہ انہیں کا سر ہے، پھر منصور نے محمد بن ابراہیم بن حسن کو زندہ ایک ستون میں چنوا دیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی اور علی بن حسن بن حسن بن

Marfat.com

علی کو قتل کیا گیا۔ منصور کی یہ سنگ دلی اور قساوت قلبی نہایت حیرت انگیز ہے۔ بنوامیہ علویوں کے مخالف اور دشمن تھے اور عباسی تواب تک علویوں کے ساتھ شیر و شکر چلے آتے تھے۔ بنوامیہ کی علویوں سے کوئی قریبی رشتہ داری نہ تھی لیکن عباسیوں اور علویوں کا تو بہت ہی قریبی رشتہ تھا۔ علویوں نے بنی امیہ کی سخت مخالفت کی تھی اور بارہا بنوامیہ کے خلاف تیر و تلوار کا استعمال کر چکے تھے لیکن بنو عباس کے خلاف ابھی تک انہوں نے کوئی جنگی مظاہرہ بھی نہیں کیا تھا۔ ان تمام باتوں کو ذہن نشین رکھو اور سوچو کہ بنوامیہ نے کسی علوی کو اس طرح محض شبہ میں گرفتار کر کے قتل نہیں کیا بلکہ ان کے ہاتھ سے وہی علوی قتل ہوئے جو میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے مگر منصور نے بالکل بے گناہ اولاد حسن کے کتنے افراد کس قساوت قلبی اور بے دردی کے ساتھ قتل کئے ہیں۔ منصور کا یہ قتل سادات جرم و گناہ کے اعتبار سے یزید بن معاویہ کے قتل حسینؓ سے بہت بڑھ چڑھ کر نظر آتا ہے۔ شاید اسی کا نام دنیا ہے جس کی ہوس میں انسان اندھا ہو کر ہر ایک ناشدنی کام کر گزرتا ہے۔

محمد مہدی نفس زکیہ کا خروج : جب منصور نے عبداللہ بن حسن اور دوسرے افراد آل حسن کو قتل کرادیا تو محمد مہدی نے اس خبر کو سن کر زیادہ انتظار مناسب نہ سمجھا۔ ان کو یہ بھی یقین تھا کہ لوگ ہمارا ساتھ دینے اور منصور کی خلع خلافت کرنے کے لیے ہر جگہ تیار ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے مدینہ کے دوستوں سے خروج کا مشورہ کیا۔ اتفاقاً عامل مدینہ رباح کو جاسوسوں کے ذریعہ اس کی اطلاع ہو گئی کہ آج محمد مہدی خروج کرنے والے ہیں۔ اس نے جعفر بن محمد بن حسین اور حسین بن علی بن حسین اور چند قریشیوں کو بلا کر کہا کہ اگر محمد مہدی نے خروج کیا تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔ ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ تکبیر کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ محمد مہدی نے خروج کیا ہے۔ ابتداءً ان کے ساتھ صرف ڈیڑھ سو آدمی تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے قید خانہ کی طرف جا کر محمد بن خالد بن عبداللہ قسری اور اس کے بھتیجے تدیر بن یزید بن خالد اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ قید تھے' آزاد کیا' پھر دارالامارۃ کی طرف آ کر رباح اور اس کے بھائی عباس اور ابن مسلم بن عقبہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کے بعد مسجد کی طرف آئے اور خطبہ دیا جس میں منصور کی بری عادات اور افعال مجرمانہ کا ذکر کر کے لوگوں کے ساتھ عدل و انصاف کے برتاؤ کا وعدہ کیا اور ان سے امداد کے خواہاں ہوئے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ کے عہدہ قضا پر عثمان بن محمد بن خالد بن زبیر کو اسلحہ خانہ پر' عبدالعزیز بن مطلب بن عبداللہ مخزومی کو محکمہ پولیس پر' عثمان بن عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب کو مقرر کیا اور محمد بن عبدالعزیز کے پاس ملامتانہ پیغام بھیجا کہ تم کیوں گھر میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ محمد بن عبدالعزیز نے امداد کا وعدہ کیا۔ اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر نے محمد مہدی کی بیعت نہیں کی۔ اسی طرح اور بھی چند شخصوں نے بیعت سے اعراض کیا۔ محمد مہدی کے خروج اور رباح کے مقید ہونے کے نو دن بعد منصور کے پاس خبر پہنچی۔ وہ یہ سن کر سخت پریشان ہوا۔ فوراً کوفہ میں آیا اور کوفہ سے ایک خط بطور امان نامہ محمد مہدی کے نام لکھ کر روانہ کیا۔ اس خط میں منصور نے لکھا تھا کہ۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

﴿ اِنَّما جَزَآءُ الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَيَسْعَوْنَ فِى الارْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْا اَوْ يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الارْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ الاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

"میرے اور تمہارے درمیان اللہ اور اس کے رسول کا عہد ومیثاق اور ذمہ ہے کہ میں تم کو تمہارے اہل خاندان کو اور تمہارے متبعین کو جان اور مال واسباب کی امان دیتا ہوں نیز اب تک تم نے جو خونریزی کی ہو یا کسی کا مال لے لیا ہو اس سے بھی درگزر کرتا اور تم کو ایک لاکھ درم اور دیتا ہوں۔ اس کے علاوہ جو تمہاری اور کوئی حاجت ہو گی وہ بھی پوری کر دی جائے گی۔ جس شہر کو تم پسند کرو گے اسی میں مقیم کئے جاؤ گے۔ جو لوگ تمہارے شریک ہیں ان کو امن دینے کے بعد ان سے کبھی مواخذہ نہ کروں گا۔ اگر تم ان باتوں کے متعلق اپنا اطمینان کرنا چاہو تو اپنے معتمد کو میرے پاس بھیج کر مجھ سے عہد نامہ لکھوالو اور ہر طرح مطمئن ہو جاؤ"۔

یہ خط جب محمد مہدی کے پاس پہنچا تو انہوں نے جواب میں لکھا کہ:

﴿ طسم تِلْكَ اٰيَاتُ الْكِتَابُ الْمُبِيْنِ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَبَاءِ مُوْسىٰ وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّومِنُوْنَ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلٰى فِى الارْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَائِفَةً مِّنْهُم يُذَبِّحُ اَبْنَاءَ هُمْ وَيَسْتَحِىْ نِسَاءَ هُمْ اِنهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الارْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمْ الوَارِثِيْنَ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الارْضِ وَنُرِىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴾

"ہم تمہارے لیے ویسا ہی امان پیش کرتے ہیں جیسا کہ تم نے ہمارے لیے پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت ہمارا حق ہے تم ہمارے ہی سبب سے اس کے مدعی ہوئے اور ہمارے ہی گروہ والے بن کر حکومت حاصل کرنے کو نکلے اور اسی لیے کامیاب ہوئے۔ ہمارا باپ علی وصی اور امام تھا۔ تم اس کی ولایت کے وارث کس طرح ہو گئے؟ حالانکہ ان کی اولاد موجود ہے۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ ہم جیسے شریف و صحیح النسب لوگوں نے حکومت کی خواہش نہیں کی۔ ہم ملعونوں اور مردودوں کے بیٹے نہیں ہیں۔ بنو ہاشم میں کوئی شخص بھی قرابت و سابقیت وفضیلت میں ہمارا ہمسر نہیں ہے۔ زمانہ جاہلیت میں ہم فاطمہ بنت عمرو کی اولاد سے ہیں اور اسلام میں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو تم سے برتر و بہتر بنایا ہے۔ نبیوں میں ہمارے باپ محمد ﷺ ہیں جو سب سے افضل ہیں اور سلف میں علیؓ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور ازواج مطہرات میں سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے قبلہ کی طرف نماز پڑھی۔ لڑکیوں میں فاطمہ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا دختر رسول اللہ ﷺ ہیں جن کو تمام جہان کی عورتوں پر فضیلت ہے۔ مولودین اسلام میں حسن و حسینؓ ہیں جو اہل جنت کے سردار ہیں۔ ہاشم سے علیؓ کا دوہرا سلسلہ قرابت ہے اور حسنؓ کا عبدالمطلب سے دوہرا سلسلہ قرابت ہے۔ میں باعتبار نسب کے بہترین بنی ہاشم ہوں۔

Marfat.com

میرا باپ بنی ہاشم کے مشاہیر میں سے ہے۔ مجھ میں کسی عجمی کی آمیزش نہیں اور نہ مجھ میں کسی لونڈی باندی کا اثر ہے۔ میں اپنے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اگر تم میری اطاعت اختیار کر لو گے تو میں تم کو تمہاری جان و مال کی امان دیتا ہوں اور ہر ایک بات سے جس کے تم مرتکب ہو چکے ہو درگزر کرتا ہوں مگر کسی حد کا حدود اللہ سے یا کسی مسلمان کے حق یا معاہدہ کا میں ذمہ دار نہ ہوں گا کیونکہ اس معاملہ میں جیسا کہ تم جانتے ہو' میں مجبور ہوں۔ یقیناً میں تم سے زیادہ مستحق خلافت اور عہد کا پورا کرنے والا ہوں۔ تم نے مجھ سے پہلے بھی چند لوگوں کو امان اور قول دیا تھا۔ پس تم مجھے کون سی امان دیتے ہو۔ آیا امان ابن ہبیرہ کی یا امان اپنے چچا عبداللہ بن علی کی یا امان ابو مسلم کی"۔

منصور کے پاس جب یہ خط پہنچا تو اس نے بہت پیچ و تاب کھایا اور ذیل کا خط لکھ کر محمد مہدی کے پاس روانہ کیا۔

"میں نے تمہارا خط پڑھا۔ تمہارے فخر کا دارومدار عورتوں کی قرابت پر ہے جس سے جاہل بازاری لوگ دھوکا کھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو چچاؤں' باپوں اور ولیوں کی طرح نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے چچا کو باپ کا قائم مقام بنایا ہے اور اپنی کتاب میں اس کو قریب ترین ماں پر مقدم کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عورتوں کی قرابت کا پاس و لحاظ کرتا تو آمنہ (مادر رسول اللہ ﷺ) جنت میں داخل ہونے والوں کی سردار ہوتیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی کے موافق جس کو چاہا برگزیدہ کیا اور تم نے جو فاطمہ ام ابی طالب کا ذکر کیا ہے تو اس کی حالت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے کسی لڑکے اور کسی لڑکی کو اسلام نصیب نہیں کیا۔ اگر اللہ تعالیٰ مردوں میں سے کسی کو بوجہ قرابت برگزیدہ کرتا تو عبداللہ بن عبدالمطلب کو اور بے شک وہ ہر طرح بہتر تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے جس کو چاہا بااختیار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَاءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴾ اور جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو مبعوث کیا تو اس وقت آپ کے چار چچا موجود تھے پس اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴾ نازل فرمائی۔ چنانچہ آپ نے لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا اور دین حق کی طرف بلایا۔ ان چاروں میں سے دو نے اس دین حق کو قبول کر لیا۔ جن میں سے ایک میرا باپ تھا اور دو نے دین حق کے قبول کرنے سے انکار کیا۔ ان میں سے ایک تمہارا باپ (ابو طالب) تھا۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا سلسلہ ولایت آپ سے منقطع کر دیا اور آپ میں اور ان دونوں میں کوئی عزیزداری اور میراث قائم نہ کی۔ حسنؓ کی بابت جو تم نے یہ لکھا ہے کہ عبدالمطلب سے ان کا دوہرا سلسلہ قرابت ہے اور پھر تم کو رسول اللہ ﷺ سے دوہرا رشتہ قرابت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر الاولین والاخرین ہیں۔ ان کو ہاشم و عبدالمطلب سے ایک پدری تعلق تھا۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تم بہترین بنو ہاشم ہو اور تمہارے ماں باپ ان میں زیادہ مشہور تھے اور تم میں عجمیوں کا میل اور کسی لونڈی کا لگاؤ نہیں ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم نے کل بنو ہاشم سے اپنے آپ کو زیادہ متفخر بنایا ہے۔ ذرا غور تو کرو تم پر تف ہے۔ کل اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دو گے۔ تم نے حد سے زیادہ تجاوز کیا اور اپنے آپ کو اس سے بہتر بتایا جو تم سے ذات و صفات

Marfat.com

میں بہتر ہے یعنی ابراہیم بن رسول اللہ بالخصوص تمہارے باپ کی اولاد میں کوئی بہتر وافضل اور اہل فضل سوائے کنیزک زادوں کے نہیں ہے۔ بعد وفات رسول اللہ ﷺ کے تم میں علی بن حسین یعنی امام زین العابدین سے افضل کوئی شخص پیدا نہیں ہوا اور وہ کنیزک کے لڑکے اور بلاشبہ تمہارے دادا حسن بن حسن سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد تم میں کوئی شخص محمد بن علی کی مانند پیدا نہیں ہوا۔ ان کی دادی کنیزک تھیں اور وہ تمہارے باپ سے بہتر ہیں۔ ان کے لڑکے جعفر تم سے بہتر ہیں اور ان کی دادی کنیزک تھیں۔ تمہارا یہ کہنا غلط ہے کہ ہم محمد رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔ ﴿ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ﴾ ہاں تم ان کی لڑکی کے لڑکے ہو اور بے شک یہ قرابت قریبہ ہے مگر اس کو میراث نہیں پہنچ سکتی اور نہ یہ ولایت کی وارث ہو سکتی ہے اور نہ اس کو امامت جائز ہے۔ پس اس قرابت کے ذریعہ تم کس طرح وارث ہو سکتے ہو؟ تمہارے باپ نے ہر طرح اس کی خواہش کی تھی۔ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو دن میں نکالا' ان کی بیماری کو چھپایا اور رات کے وقت ان کو دفن کیا۔ مگر لوگوں نے سوائے شیخین کے کسی کو منظور نہیں کیا۔ تمام مسلمان اس پر متفق ہیں کہ نانا' ماموں اور خالہ مورث نہیں ہوتے' پھر تم نے علیؓ اور ان کے سابق بالاسلام ہونے کی وجہ سے فخر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وفات کے وقت دوسرے کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ بعد ازاں لوگ ایک کے بعد دوسرے کو امام بناتے گئے اور ان کو منتخب نہ کیا۔ حالانکہ یہ بھی ان چھ شخصوں میں سے تھے لیکن سبھوں نے ان کو اس امر کے قابل نہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور اس معاملہ میں ان کو حق دار نہ سمجھا۔ عبدالرحمٰنؓ نے تو ان پر عثمانؓ کو مقدم کر دیا اور وہ اس معاملہ میں متہم بھی ہیں۔ طلحہ وزبیرؓ ان سے لڑے۔ سعدؓ نے ان کی بیعت سے انکار کیا' بعد ازاں معاویہؓ کی بیعت کی۔ بعد اس کے تمہارے باپ نے پھر خلافت کی تمنا کی اور لڑے۔ ان سے ان کے ساتھی جدا ہو گئے اور حکم مقرر کرنے سے پہلے ان کے ہواخواہ ان کے مستحق ہونے کی بابت مشکوک ہو گئے' پھر انہوں نے رضامندی سے دو شخصوں کو حاکم مقرر کیا۔ ان دونوں نے ان کی معزولی پر اتفاق کر لیا' پھر حسنؓ خلیفہ ہوئے۔ انہوں نے خلافت کو معاویہؓ کے ہاتھ کپڑوں اور درہموں کے عوض فروخت کر ڈالا اور اپنے ہواخواہوں کو معاویہؓ کے سپرد کر دیا اور حکومت نااہل کو سونپ دی۔ پس اگر اس میں تمہارا کوئی حق بھی تھا تو تم اس کو فروخت کر چکے اور قیمت وصول کر لی' پھر تمہارے چچا حسینؓ نے ابن مرجانہ (ابن زیاد) پر خروج کیا۔ لوگوں نے تمہارے چچا کے خلاف اس کا ساتھ دیا' یہاں تک کہ لوگوں نے تمہارے چچا کو قتل کیا اور ان کا سر کاٹ کر اس کے پاس لے آئے' پھر تم لوگوں نے بنوامیہ پر خروج کیا۔ انہوں نے تم کو قتل کیا۔ خرما کی ڈالیوں پر سولی دی' آگ میں جلایا' شہر بدر کر دیا۔ یحییٰ بن زید کو خراسان میں قتل کیا' تمہارے ذکور کو قتل کیا' لڑکوں اور عورتوں کو قید کر لیا اور بغیرہ پردہ کے اونٹوں پر سوار کرا کے تجارتی لونڈیوں کی طرح شام بھیج دیا۔ یہاں تک کہ ہم نے ان پر خروج کیا اور ہم نے تمہارا معاوضہ طلب کیا۔ چنانچہ تمہارے خونوں کا بدلہ ہم نے لے لیا اور ہم نے تم کو ان کی زمین و جائیداد کا مالک بنایا۔ ہم نے تمہارے بزرگوں کو فضیلت دی اور معزز بنایا۔ کیا تم اس کے ذریعہ ہم کو ملزم بنانا چاہتے ہو؟ شاید تم کو یہ دھوکا لگا ہے کہ

Marfat.com

تمہارے باپ کا حمزہ و عباس اور جعفرؓ پر مقدم ہونے کی وجہ سے ہم ذکر کیا کرتے تھے۔ حالانکہ جو کچھ تم نے سمجھا ہے وہ بات نہیں ہے۔ یہ لوگ تو دنیا سے ایسے صاف گئے کہ سب لوگ ان کے مطیع تھے اور ان کے افضل ہونے کے قائل تھے مگر تمہارا باپ جدال و قتال میں مبتلا کیا گیا۔ بنو امیہ ان پر اسی طرح لعنت کرتے تھے جیسے کفار پر نماز فرائض میں کی جاتی ہے۔ پس ہم نے جھگڑا کیا' ان کے فضائل بیان کئے' بنو امیہ پر سختی کی اور ان کو سزا دی۔ تم کو معلوم ہے کہ ہم لوگوں کی بزرگی جاہلیت میں حجاج کے پانی پلانے کی وجہ سے تھی اور یہ بات تمام بھائیوں میں صرف عباسؓ ہی کو حاصل تھی۔ تمہارے باپ نے اس کے متعلق ہم سے جھگڑا کیا۔ عمر فاروقؓ نے ہمارے حق میں فیصلہ کیا پس اس کے مالک جاہلیت اور اسلام میں ہم ہی رہے۔ جن دنوں مدینہ میں قحط پڑا تھا تو عمر فاروقؓ نے اپنے رب سے پانی مانگنے میں ہمارے ہی باپ کے ذریعہ توسل کیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا تھا۔ حالانکہ تمہارے باپ اس وقت موجود تھے' ان کا توسل نہیں کیا۔ تم جانتے ہو کہ جب آنحضرت ﷺ نے وفات پائی ہے تو بنی عبدالمطلب میں سے کوئی شخص سوائے عباسؓ کے باقی نہ تھا۔ پس وراثت چچا کی طرف منتقل ہو گئی' پھر بنی ہاشم میں سے کئی شخصوں نے خلافت کی خواہش کی مگر سوائے عباسؓ کی اولاد کے کوئی کامیاب نہ ہوا۔ سقایت تو ان کی تھی ہی' نبی کی میراث بھی ان کی طرف منتقل ہو گئی اور خلافت ان کی اولاد میں آگئی۔ غرض دنیا و آخرت اور جاہلیت و اسلام کا کوئی شرف باقی نہ رہا' جس کے وارث و مورث عباسؓ نہ ہوئے ہیں۔ جب اسلام شائع ہوا ہے تو عباسؓ اس وقت ابو طالب اور ان کی اولاد کے کفیل تھے اور قحط کی حالت میں ان کی دست گیری کرتے تھے۔ اگر بدر میں عباسؓ کو باکراہ نہ نکالا جاتا تو ابو طالب و عقیل بھوکے مر جاتے اور عتبہ و شیبہ کے برتن چاٹتے رہتے لیکن عباسؓ ان کو کھانا کھلا رہے تھے۔ انہوں نے ہی تمہاری آبرو رکھی' غلامی سے بچایا۔ کھانے' کپڑے کی کفالت کرتے رہے' پھر جنگ بدر میں عقیل کو فدیہ دے کر چھڑایا۔ پس تم ہمارے سامنے کیا تفاخر جتاتے ہو۔ ہم نے تمہارے عیال کی کفر میں بھی خبر گیری کی' تمہارا فدیہ دیا' تمہارے بزرگوں کی ناموس کو بچایا اور ہم خاتم الانبیاء کے وارث ہوئے۔ تمہارا بدلہ بھی ہم نے لیا اور جس چیز سے تم عاجز ہو گئے تھے اور حاصل نہ کر سکتے تھے' اس کو ہم نے حاصل کر لیا۔۔۔۔۔ والسلام"۔

تفاخر نسبی کے معاملہ میں بے شک محمد مہدی کی طرف سے ابتدا ہوئی تھی اور منصور نے جو کچھ لکھا تھا جواباً لکھا تھا مگر منصور اس جواب میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ محمد مہدی نے حضرت عباسؓ کی نسبت کچھ نہیں لکھا تھا۔ منصور نے بلاوجہ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخانہ الفاظ لکھے۔ منصور نے یہ بھی سخت بہتان باندھا ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمتہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو خلافت حاصل کرنے کے لیے دن کے وقت باہر نکالا۔ حضرت حسنؓ کی شان میں بھی منصور نے بڑی بد تمیزی اور گستاخی کی تھی۔ انہوں نے خلافت کو فروخت نہیں کیا بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے دو گروہوں میں جو آپس میں لڑتے تھے' اتفاق اور صلح کو قائم کر کے آنحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی کو پورا کیا تھا۔ حضرت عباسؓ نے ضرور ابی طالب کی امداد کی تھی اور عقیل کو اپنے پاس رکھ کر پرورش کرتے تھے لیکن ایسی باتوں کا زبان پر لانا اور طعنہ دینا شرفاء کا کام نہیں بلکہ اس قسم کے احسانات کو

Marfat.com

زبان پر لانا کمینہ پن کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ منصور نے ان باتوں کو زبان پر لا کر اپنی پرستار زادگی کا اظہار کر دیا تھا۔

محمد مہدی نے مدینہ کے انتظام سے فارغ ہو کر محمد بن حسن بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر کو مکہ کی طرف روانہ کیا۔ قاسم بن اسحاق کو یمن کی امارت پر اور موسیٰ بن عبداللہ کو شام کی امارت پر مامور کر کے رخصت کیا۔ چنانچہ محمد بن حسن اور قاسم بن اسحاق دونوں مدینہ سے ساتھ ہی روانہ ہوئے۔ عامل مکہ نے مقابلہ کر کے شکست کھائی اور محمد بن حسن نے مکہ پر قبضہ کر لیا۔

منصور نے مندرجہ بالا خط روانہ کرنے کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو محمد مہدی سے جنگ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ عیسیٰ کے ساتھ محمد بن سفاح' کثیر بن حصین عبدی اور حمید بن قحطبہ کو بھی روانہ کیا۔ روانگی کے وقت عیسیٰ بن موسیٰ اور دوسرے سرداروں کو یہ تاکید کر دی کہ اگر تم کو محمد مہدی پر کامیابی حاصل ہو جائے تو ان کو امان دے دینا اور قتل نہ کرنا اور اگر وہ روپوش ہو جائیں تو اہل مدینہ کو گرفتار کر لینا۔ وہ ان کے حالات سے خوب واقف ہیں۔ آل ابی طالب میں سے جو شخص تمہاری ملاقات کو آئے' اس کا نام لکھ کر میرے پاس بھیج دینا اور جو شخص نہ ملے اس کا مال و اسباب ضبط کر لینا۔ عیسیٰ بن موسیٰ جب مقام فید میں پہنچا تو اس نے خطوط بھیج کر مدینہ کے چند شخصوں کو اپنے پاس طلب کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب' ان کے بھائی عمر بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب اور ابو عقیل محمد بن عبداللہ بن عقیل مدینہ سے نکل کر عیسیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔

محمد مہدی کو عیسیٰ کے آنے کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے مصاحبوں سے مشورہ لیا کہ ہم کو مدینہ سے نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے یا مدینہ میں رہ کر مدافعت کرنی چاہیے؟ مشیروں میں اختلاف رائے ہوا تو محمد مہدی نے آنحضرت ﷺ کی اقتدا و پیروی کے خیال سے اسی خندق کے کھودنے کا حکم دیا جس کو آنحضرت ﷺ نے غزوہ احزاب میں کھدوایا تھا۔ اسی اثناء میں عیسیٰ بن موسیٰ نے مقام اعوض میں پہنچ کر پڑاؤ کیا۔ محمد مہدی نے مدینہ والوں کو باہر نکل کر مقابلہ کرنے سے منع کر دیا تھا اور کوئی شخص مدینہ سے باہر نہیں نکل سکتا تھا لیکن جب عیسیٰ بن موسیٰ قریب پہنچا تو انہوں نے مدینہ سے نکلنے کی اجازت دے دی۔ یہ محمد مہدی کی غلطی تھی کہ پہلے حکم امتناعی کو منسوخ کر دیا۔ اہل مدینہ کا ایک جم غفیر معہ اہل و عیال نکل کے بغرض حفاظت پہاڑوں کی طرف چلا گیا اور مدینہ میں بہت ہی تھوڑے آدمی محمد مہدی کے پاس رہ گئے۔ اس وقت ان کو اپنی غلطی محسوس ہوئی اور ان لوگوں کے واپس لانے کے لیے آدمی بھیجے مگر وہ واپس نہ آئے۔ عیسیٰ نے اعوض سے کوچ کر کے مدینہ منورہ سے چار میل دور پر قیام کیا اور ایک دستہ فوج کو مکہ کے راستے پر متعین کر دیا کہ بعد ہزیمت محمد مہدی مکہ کی طرف نہ جا سکیں۔ اس کے بعد محمد مہدی کے پاس پیغام بھیجا کہ خلیفہ منصور تم کو امان دیتے اور کتاب و سنت کے فیصلہ کی طرف بلاتے ہیں اور بغاوت کے انجام سے ڈراتے ہیں۔

محمد مہدی نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں ایک ایسا شخص ہوں جو قتل کے خوف سے کبھی نہیں

Marfat.com

بھاگا۔ ۱۲/رمضان المبارک سنہ۔۱۴۵ھ کو عیسیٰ بن موسیٰ آگے بڑھ کر مقام جرف میں آکر خیمہ زن ہوا۔ ۱۴/ رمضان المبارک کو اس نے ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا کہ "اے اہل مدینہ میں تم کو امان دیتا ہوں بشرطیکہ تم میرے اور محمد مہدی کے درمیان حائل نہ ہو اور غیر جانبدار ہو جاؤ"۔ اہل مدینہ اس آواز کو سن کر گالیاں دینے لگے۔ عیسیٰ واپس چلا گیا۔ دوسرے دن پھر اسی مقام پر لڑائی کے ارادے سے گیا اور اپنے سرداروں کو مدینہ کے چاروں طرف پھیلا دیا۔ محمد مہدی بھی مقابلہ کے لیے میدان میں نکلے۔ ان کا علم عثمان بن محمد بن خالد بن زبیرؓ کے ہاتھ میں اور ان کا شعار "احد احد" تھا۔ محمد مہدی کی طرف سے ابو غلمش سب سے پہلے میدان میں نکلا اور للکار کر اپنا ہم نبرد طلب کیا۔ عیسیٰ کی طرف سے یکے بعد دیگرے کئی نامور بہادر اس کے مقابلہ کو نکلے اور سب مارے گئے۔ اس کے بعد جنگ مغلوبہ شروع ہوئی۔ طرفین سے بہادری کے نہایت اعلیٰ اور انتہائی نمونے دکھائے گئے۔ ان لڑنے والی دونوں فوجوں کے سپہ سالاروں نے بھی شمشیر زنی اور صف شکنی میں حیرت انگیز جواں مردی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد عیسیٰ کے حکم سے حمید بن قحطبہ نے پیادوں کو لے کر خندق کے قریب کی دیوار کا رخ کیا۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے تیر باری سے اس کو روکنا چاہا مگر حمید نے اس تیر باری میں اپنے آپ کو مستقل رکھ کر پیش قدمی کو جاری رکھا اور بڑی مشکل سے دیوار تک پہنچ کر اس کو منہدم کر دیا اور خندق کو بھی طے کر کے محمد مہدی کی فوج سے دست بدست لڑائی شروع کر دی۔

عیسیٰ کو موقعہ مل گیا' اس نے فوراً خندق کو کئی مقامات سے پاٹ کر راستے بنا دیئے اور سواران لشکر خندق کو عبور کر کے محمد مہدی کی فوج پر حملہ آور ہوئے اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ محمد مہدی کی فوج بہت ہی تھوڑی تھی اور حملہ آور لشکر تعداد میں کئی گنا زیادہ اور سامان حرب و اسلحہ جنگ سے خوب آراستہ تھا مگر صبح سے لے کر نماز عصر تک برابر تلوار چلتی رہی۔ محمد مہدی نے اپنے ہمراہیوں کو عام اجازت دی کہ جس کا جی چاہے وہ اپنی جان بچا کر چلا جائے۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے بار بار اور باصرار کہا کہ اس وقت آپ اپنی جان بچا کر بصرہ یا مکہ کی طرف چلے جائیں اور پھر سامان و جمعیت فراہم کر کے میدانی جنگ کریں مگر محمد مہدی نے ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ تم اگر اپنی جان بچانا چاہو تو چلے جاؤ لیکن میں دشمن کے مقابلے سے فرار نہیں ہو سکتا۔ آخر محمد مہدی کے ہمراہ کل تین سو آدمی رہ گئے۔ اس وقت ان کے ہمراہیوں میں سے عیسیٰ بن خضیر نے جا کر وہ رجسٹر جس میں بیعت کرنے والوں کے نام درج ہوتے تھے' جلا دیا اور قید خانہ میں آکر رباح بن عثمان اور اس کے بھائیوں کو قتل کیا۔ محمد بن قسریٰ نے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر لیا تھا' وہ بچ گیا۔ یہ کام کر کے عیسیٰ بن خضیر محمد مہدی کے پاس آکر پھر لڑنے لگا۔ اب محمد مہدی کے ہمراہیوں نے اپنی سواریوں کے پاؤں کاٹ ڈالے اور تلواروں کے نیام توڑ کر پھینک دیئے اور مرنے مارنے پر قسمیں کھا کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ یہ حملہ ایسا سخت اور ہیبت ناک تھا کہ عیسیٰ کی فوج شکست کھا کر میدان سے بھاگی مگر چند آدمی اس کی فوج کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور پہاڑ کے دوسری طرف اتر کر مدینہ میں آگئے اور ایک عباسیہ عورت کی سیاہ اوڑھنی لے کر اس کو مسجد کے منارہ پر پھریرہ کی طرح اڑایا۔ یہ حالت دیکھ کر محمد مہدی کے ہمراہیوں کے اوسان خطا ہو گئے اور یہ سمجھ کر کہ

Marfat.com

عیسیٰ کی فوج نے مدینہ پر قبضہ کرلیاہے' پیچھے کولوٹے۔ عیسیٰ کے مفرور سپاہیوں کو موقعہ مل گیا۔وہ سمٹ کر پھر مقابلہ پر آئے اوراس کے لشکر کی ایک جماعت بنو غفار کے محلّہ کی طرف سے مدینہ میں داخل ہو کر مدینہ کی طرف سے محمد مہدی کے مقابلہ کو نکل آئی۔

یہ تمام صورتیں بالکل خلاف امید واقع ہوئیں۔ محمد مہدی کو یہ بھی امید نہ تھی کہ بنو غفار دشمنوں کو راستہ دے دیں گے۔ یہ دیکھ کر محمد مہدی نے آگے بڑھ کر حمید بن قحطبہ کو مقابلہ کے لیے للکارا لیکن حمید ان کے مقابلہ پر نہ آیا۔ محمد مہدی کے ہمراہیوں نے پھر ان دشمنوں پر حملہ کیا۔ عیسیٰ بن خضیر بڑی بہادری اور جانبازی سے لڑرہاتھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے آگے بڑھ کراس کو پکارااور کہاکہ میں تم کوامان دیتاہوں' تم لڑنا چھوڑ دو لیکن عیسیٰ بن خضیر نے اس کی بات پر مطلق توجہ نہ کی اور برابر مصروف قتال رہا۔ آخر لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑا۔ محمد مہدی اس کی لاش پر لڑنے لگے۔ عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکری ہر چہار طرف سے ان پر حملہ آور تھے اور وہ بڑی بہادری سے حملہ آوروں کو جواب دیتے اور پسپا کر دیتے تھے۔ محمد مہدی نے اس وقت وہ بہادری دکھائی اور اپنی شجاعت وسپہ گری کی وہ دھاک بٹھائی کہ عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکر میں کسی کو ان کے مقابلہ کی تاب نہ تھی۔ آخر ایک شخص نے پیچھے سے لپک کر ان کی کمر میں ایک نیزہ مارا' اس زخم کے صدمے سے وہ جوں ہی ذرا جھکے تو حمید بن قحطبہ نے آگے سے لپک کر ان کے سینہ میں نیزہ مارا۔ آگے اور پیچھے سے دو نیزے سب جسم کے پار ہوگئے تو وہ زمین پر گر پڑے۔ قحطبہ نے فوراً گھوڑے سے اتر کر ان کا سر اتار لیااور عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس لے کر آیا۔اس شیر نر کے قتل ہوتے ہی مدینہ عیسیٰ بن موسیٰ کے قبضہ و تصرف میں تھا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے محمد مہدی کا سر اور فتح کا بشارت نامہ محمد بن ابی الکرام بن عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن جعفر اور قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب کے ہاتھ منصور کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ حادثہ ۱۵/ رمضان المبارک یوم دوشنبہ سنہ۔۱۴۵ھ عصر و مغرب کے درمیان وقوع پذیر ہوا۔ محمد مہدی کی لاش کو عیسیٰ بن موسیٰ نے مدینہ و ثنیۃ الوداع کے درمیان سولی پر لٹکادیا۔ان کی بہن زینب نے اجازت حاصل کر کے اس لاش کو لے کر بقیع میں دفن کردیا۔

اس لڑائی میں محمد مہدی کا بھائی موسیٰ بن عبداللہ' حمزہ بن عبداللہ بن محمد بن علی بن حسین اور علی پسران زید بن علی بن حسین بن علی اور زید پسراں محمد بن زید پسران حسن بن زید بن حسن' محمد مہدی کے ساتھ تھے اور تعجب کی بات یہ ہے کہ آخر الذکر علی وزید کے باپ حسن بن زید بن حسن منصور کے مددگار تھے۔ اسی طرح بہت سے ہاشمی وعلوی ایسے تھے کہ باپ ایک طرف مصروف جنگ ہے تو بیٹادوسری طرف سے لڑرہا ہے۔ غالباً بنوامیہ کے قتل اوران کی بربادی کے نظارے دیکھ کر بہت سے علوی سہم گئے تھے۔ جیساکہ علی بن حسین (زین العابدین) کربلا کا نظارہ دیکھ کر اس قدر متاثر تھے کہ کبھی بنوامیہ کے خلاف کوئی کام نہیں کیااور بنو امیہ کی حمایت و موافقت ہی کا اظہار فرماتے رہے۔اسی طرح علویوں کے اکثر بااثر افراد بنو عباس کی مخالفت کو موجب تباہی جاننے لگے تھے۔ محمد مہدی کی شکست وناکامی محض اس وجہ سے ہوئی کہ خود ان کے خاندان والوں

Marfat.com

نے ان کا ساتھ نہیں دیا اور اہل خاندان کے ساتھ نہ دینے کا یہ اثر ہوا کہ اور بھی بہت سے لوگ ان سے الگ رہے۔ چنانچہ محمد مہدی نے جس وقت مدینہ میں لوگوں سے بیعت لی اور رباح بن عثمان کو قید کر کے اپنی خلافت کا اعلان کیا تو اسماعیل بن عبداللہ بن جعفر کو بھی جو معتمر آدمی تھے' بیعت کے لیے بلوایا۔ انہوں نے جواب میں کہلوا بھجوایا کہ "بھتیجے تم مارے جاؤ گے' میں تمہاری بیعت کیسے کروں"۔

اسماعیل بن عبداللہ کے اس جواب کو سن کر بعض اشخاص جو بیعت کر چکے تھے' پھر گئے اور حمادہ بنت معاویہ نے اسماعیل بن عبداللہ کے پاس آکر کہا کہ آپ کے اس کلام سے بہت سے آدمی محمد مہدی سے جدا ہو گئے ہیں مگر میرے بھائی ابھی تک ان کے ساتھ ہیں۔ مجھ کو ڈر ہے کہ کہیں وہ بھی نہ مارے جائیں۔ غرض رشتہ داروں اور خاندان والوں کی علیحدگی نے محمد مہدی کو زیادہ طاقتور نہ ہونے دیا ورنہ بہت زیادہ ممکن تھا کہ خلافت پھر حسنؓ کی اولاد میں آجاتی۔ اگر محمد مہدی اس وقت طرح دے جاتے اور مدینہ سے بچ کر نکل جاتے یا ابھی خروج میں جلدی نہ کرتے اور اپنے بھائی ابراہیم کے خروج کا انتظار کر کے دونوں بھائی ایک ہی وقت میں نکلتے تو بھی کامیابی یقینی تھی مگر منصور اور خاندان عباسیہ کی خوش قسمتی تھی کہ عباسی لشکر کو محمد اور ابراہیم دونوں کا مقابلہ یکے بعد دیگرے کرنا پڑا اور ان کی طاقت تقسیم ہونے سے بچ گئی۔

ابراہیم بن عبداللہ کا خروج : منصور جس زمانہ میں بغداد کی تعمیر کے معائنہ کو آیا تھا' اس زمانہ میں ابراہیم بن عبداللہ برادر محمد مہدی پوشیدہ طور پر اس کے ساتھ تھے۔ وہاں سے وہ صاف بچ کر کوفہ چلے آئے اور منصور نے ان کی گرفتاری کے لیے بڑی کثرت سے ہر شہر میں جاسوس پھیلا دیئے۔ منصور کو جب یہ معلوم ہوا کہ ابراہیم بصرہ میں ہیں تو اس نے بصرہ کے ہر ایک مکان پر ایک ایک جاسوس مقرر کرایا حالانکہ ابراہیم بن عبداللہ کوفہ میں سفیان بن حبان قمی کے مکان پر مقیم تھے۔ یہ بات بھی مشہور تھی کہ سفیان ابراہیم کا بہت گہرا دوست ہے۔ جاسوسوں کی کثرت دیکھ کر سفیان گھبرایا اور اس نے ابراہیم کے صاف نکال دینے کی یہ ترکیب سوچی کہ منصور کے پاس پہنچا اور کہا کہ آپ میرے اور میرے غلاموں کے لیے پروانہ راہداری لکھ دیں اور ایک دستہ فوج میرے ہمراہ کر دیں۔ میں ابراہیم کو جہاں وہ ہو گا گرفتار کر کے لے آؤں گا۔ منصور نے فوراً پروانہ راہداری لکھ کر دے دیا اور ایک چھوٹی سی فوج بھی اس کے ساتھ کر دی۔ سفیان اپنے گھر میں آیا اور گھر کے اندر جا کر ابراہیم کو اپنے غلاموں کا لباس پہنا کر اور غلاموں کے ساتھ ہمراہ لے کر معہ فوج کوفہ سے چل دیا۔ بصرہ میں آکر ہر ایک مکان پر دو دو چار چار لشکری مقرر کرتا گیا۔ اس طرح تمام لشکر کے آدمی جب تقسیم ہو گئے اور آخر میں صرف سفیان اور ابراہیم رہ گئے تو ابراہیم کو اہواز کی طرف روانہ کر کے خود بھی روپوش ہو گیا۔

بصرہ میں ان دنوں سفیان بن معاویہ امیر تھا۔ اس کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے لشکریوں کو جو جا بجا منتشر و متعین تھے' ایک جگہ جمع کیا اور ابراہیم بن عبداللہ و سفیان بن حبان کی جستجو شروع کی مگر کسی کو نہ پا سکا۔ اہواز میں محمد بن حصین امیر تھا' ابراہیم جب اہواز میں پہنچے تو حسن بن حبیب کے مکان میں فروکش ہوئے۔ امیر اہواز کو اتفاقاً جاسوسوں کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ ابراہیم اہواز میں آئے ہوئے ہیں۔ وہ بھی ان کی

Marfat.com

تلاش و جستجو میں مصروف رہنے لگا۔ ابراہیم عرصہ دراز تک حسن کے مکان میں چھپے رہے اور لوگوں کو اپنی دعوت میں شریک کرتے رہے۔ سنہ۔۱۴۵ھ میں بصرہ سے یحییٰ بن زیاد بن حیان نبطی نے ابراہیم کو اہواز سے بصرہ میں بلوالیا اور بڑی سرگرمی سے لوگوں کو محمد مہدی کی بیعت کی طرف بلانا شروع کر دیا۔ اہل علم اور بااثر لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے بیعت کر لی۔ بصرہ والوں کے چار ہزار افراد کے نام بیعت کے رجسٹر میں لکھے گئے۔ اسی عرصہ میں محمد مہدی نے مدینہ میں خروج کیا اور ابراہیم کو لکھا کہ تم بھی بصرہ میں خروج کرو۔ منصور نے چند سرداروں کو احتیاطاً بصرہ میں بھیج دیا تھا کہ اگر اس طرف بغاوت کا کوئی خطرہ پیدا ہو تو بصرہ کے عامل سفیان بن معاویہ کی مدد کریں۔ اگر ابراہیم محمد مہدی کے لکھنے کے موافق فوراً خروج کر دیتے تو یقیناً منصور کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے اور ابراہیم و محمد دونوں بھائیوں کو بہت تقویت حاصل ہوتی لیکن اس وقت ابراہیم بصرہ میں بیمار ہو گئے تھے اور بیماری کی وجہ سے انہوں نے خروج میں تامل کیا۔ منصور جب محمد مہدی کے مقابلے کو لشکر روانہ کر چکا تو یکم رمضان سنہ۔۱۴۵ھ کو ابراہیم نے بصرہ میں خروج کیا اور سفیان بن معاویہ اور ان سرداروں کو جو اس کی مدد کے لیے آئے ہوئے تھے' گرفتار کر کے قید کر دیا۔

جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی یعنی منصور کے چچازاد بھائی چھ سو آدمیوں کے ساتھ بصرہ سے باہر پڑے ہوئے تھے۔ یہ بھی منصور کے بھیجے ہوئے تھے۔ ان دونوں بھائیوں نے ابراہیم کے خروج کا حال سنتے ہی حملہ کیا۔ ان چھ سو آدمیوں کے مقابلہ پر صرف ۵۰ پچاس آدمی بھیجے گئے اور ان ۵۰ پچاس آدمیوں نے چھ سو کو شکست دے کر بھگادیا۔ ابراہیم نے تمام بصرہ پر قابض ہو کر لوگوں سے بیعت عام لی اور امان کی منادی کرادی' پھر بیت المال سے بیس لاکھ درم برآمد کرا کر پچاس پچاس درم ہر ایک ہمراہی کو تقسیم کئے' پھر مغیرہ کو ایک سو پیادوں کے ہمراہ اہواز کی طرف روانہ کیا۔ اہواز کا عامل محمد بن حصین چار ہزار فوج لے کر مقابلہ کو نکلا لیکن ان ایک سو پیادوں نے چار ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی اور مغیرہ نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ ابراہیم نے عمرو بن شداد کو فارس کی طرف بھیجا۔ وہاں کے گورنر اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب اور اس کے بھائی عبدالصمد نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور عمرو بن شداد نے صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔ اسی طرح ہارون بن شمس عجلی کو واسط کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ ہارون نے منصور کے گورنر ہارون ابن حمید ایاوی کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کر لیا۔ غرضکہ جس روز مدینہ میں محمد مہدی اور عیسیٰ بن موسیٰ کے لشکروں میں لڑائی ہوئی اور محمد مہدی شہید ہوئے' اس روز تک بصرہ' فارس' واسط اور عراق کا بڑا حصہ منصور کے قبضہ سے نکل چکا تھا۔ شام کا ملک بھی بہت جلد قبضے سے نکلنے والا تھا۔ کوفہ والے بھی ابراہیم کے منتظر بیٹھے تھے اور منصور کی حکومت کے باقی رہنے کی کوئی صورت نہ تھی۔

ابراہیم نے یکم رمضان کو بصرہ میں خروج کیا تھا' آخر رمضان تک برابر فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ رمضان کے ختم ہوتے ہی ابراہیم کے پاس خبر پہنچی کہ محمد مہدی قتل ہو گئے۔ ابراہیم نے عیدالفطر کی نماز پڑھ کر عیدگاہ میں اس خبر کا اعلان کیا۔ یہی خبر ان لوگوں کے پاس بھی جو دوسرے علاقوں میں منصور کے عاملوں سے

Marfat.com

لڑنے اور ان کو مغلوب و خارج کرنے میں مصروف تھے' پہنچی۔ اس خبر کا پہنچنا تھا کہ سب کے جوش سرد پڑ گئے اور منصور کے سرداروں اور عاملوں میں ایک تازہ دہشت پیدا ہو گئی۔ بصرہ والوں نے اس خبر کو سن کر محمد مہدی کی جگہ ابراہیم کو جو ان میں موجود تھے' خلیفہ تسلیم کیا اور پہلے سے زیادہ جوش و ہمت دکھانے پر آمادہ ہو گئے۔ ابراہیم کے ہمراہیوں میں بہت سے لوگ بصرہ میں کوفہ والے بھی تھے۔ بصرہ والوں کی یہ رائے تھی کہ بصرہ ہی کو دارالخلافہ اور مرکز حکومت قرار دے کر اطراف میں فوجیں بھیجنے اور انتظام کرنے کا کام انجام دیا جائے مگر کوفیوں نے اس سے اختلاف کر کے یہ رائے ظاہر کی کہ ابراہیم کو فوج لے کر خود کوفہ کی طرف حملہ آور ہونا چاہیے۔ کوفہ والے ان کے منتظر اور چشم براہ بیٹھے ہیں۔ ابراہیم نے کوفیوں کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنے لڑکے حسن کو کوفہ میں اپنا نائب بنا کر کوفہ کی طرف روانگی کا عزم کیا۔ یہ خبر کوفہ میں منصور کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور اس نے فوراً تیز رفتار قاصد عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس روانہ کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اپنے آپ کو کوفہ میں پہنچاؤ۔ ساتھ ہی مہدی کو خراسان میں لکھا کہ فوراً فارس پر حملہ کر دو۔ اسی طرح ہر ایک عامل کو جو خطرہ سے محفوظ تھا' اپنی طرف بلایا۔ جس کے قریب ابراہیم کا کوئی سردار تھا' اس کو لکھا کہ تم مقابلہ میں ہمت سے کام لو۔ ہر طرف سے فوجیں بڑی سرعت کے ساتھ منصور کی طرف آنے لگیں۔ یہاں تک کہ ایک لاکھ فوج کوفہ میں آکر جمع ہو گئی۔ ابراہیم کے حملہ کی خبر سن کر منصور نے پچاس روز تک کپڑے نہیں بدلے اور اکثر مصلے پر ہی بیٹھا رہا۔

ادھر ابراہیم بن عبداللہ ایک لاکھ فوج کے ساتھ کوفہ سے ۳۰ تیس ۴۰ چالیس میل کے فاصلہ پر پہنچ کر خیمہ زن ہوئے۔ ادھر عیسیٰ بن موسیٰ معہ اپنی ہمراہی فوج کے وارد کوفہ ہوا۔ منصور نے عیسیٰ بن موسیٰ کو ابراہیم کی لڑائی پر روانہ کیا اور حمید بن قحطبہ کو مقدمتہ الجیش بنایا۔ ابراہیم کو مشورہ دیا گیا کہ لشکر گاہ کے گرد خندق کھدوالو مگر ابراہیم کے ہمراہیوں نے کہا کہ ہم مغلوب نہیں بلکہ غالب ہیں۔ لہذا خندق کھودنے کی ضرورت نہیں۔ ہمراہیوں نے ابراہیم کو مشورہ دیا کہ دستہ دستہ فوج لڑانا چاہیے تاکہ ایک دستہ کے شکست خوردہ ہونے پر دوسرا تازہ دم دستہ مدد کو بھیج دیا جائے مگر ابراہیم نے اس کو ناپسند کر کے اسلامی قاعدہ کے موافق صف بندی کر کے لڑائی کا حکم دیا۔

لڑائی شروع ہوئی' حمید بن قحطبہ شکست کھا کر بھاگا۔ عیسیٰ نے اس کو قسم دے کر روکنا چاہا مگر وہ نہ رکا۔ عیسیٰ بھی معہ لشکر مصروف جنگ ہوا اور اس کے اکثر ہمراہی تاب مقاومت نہ لا کر فرار ہونے لگے۔ عیسیٰ ابھی تک میدان میں مقابلہ پر ڈٹا رہا مگر اس کے شکست پانے یا مغلوب ہونے میں کوئی کسر باقی نہ رہی تھی کہ یکایک جعفر و محمد پسران سلیمان بن علی ایک لشکر لیے ہوئے لشکر ابراہیم کے عقب سے آپہنچے۔ ابراہیم کی فوج اس اچانک حملہ سے گھبرا کر ان تازہ حملہ آوروں کی طرف متوجہ ہو گئی۔ عیسیٰ نے فوراً اپنی جمعیت کو سنبھال کر حملہ کیا اور اس کی فوج کے فراری یہ حالت دیکھ کر سب کے سب لوٹ پڑے۔ حمید بن قحطبہ بھی اپنے ہمراہیوں کو لے کر حملہ آور ہوا۔ اس طرح ابراہیم کا لشکر بیچ میں گھر گیا اور حملہ آوروں نے اس کے لیے میدان کو تنگ کر

Marfat.com

دیا۔ جس کی وجہ سے ابراہیم کے بہت سے لشکری جی کھول کر مقابلہ بھی نہ کر سکے۔ آخر بے ترتیبی کے ساتھ نکل نکل کر بھاگنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ابراہیم کے ساتھ صرف ۴۰۰ چار سو آدمی باقی رہ گئے۔ ان لوگوں کو عیسیٰ' حمید' محمد اور جعفر نے چاروں طرف محیط ہو کر نقطہ پرکار بنالیا۔ آخر ابراہیم کے گلے میں ایک تیر آکر لگا جو بہت کاری تھا۔ ہمراہیوں نے گھوڑے سے اتار لیا اور چاروں طرف حلقہ کر کے مقابلہ اور مدافعت میں مصروف رہے۔ حمید بن قحطبہ نے اپنی رکابی فوج کو پوری طاقت سے حملہ کرنے کا حکم دیا اور ابراہیم کے ہمراہیوں کو مغلوب و منتشر کر کے ابراہیم کا سر اتار کر عیسیٰ کی خدمت میں پیش کیا۔ عیسیٰ نے منصور کی خدمت میں بھیج دیا۔ ۲۵/ ذیقعدہ سنہ۔ ۱۴۵ھ کو یہ حادثہ وقوع پذیر ہوا۔ اس کے بعد حسن بن ابراہیم بن عبداللہ کو بصرہ سے گرفتار کر کے قید کیا۔ اس کے ساتھ ہی یعقوب بن داؤد کو بھی قید کر دیا گیا۔

مختلف واقعات : محمد مہدی اور ان کے بھائی کے قتل سے فارغ ہو کر منصور نے بصرہ کی حکومت سالم بن قتیبہ باہلی کو دی اور موصل کی حکومت پر اپنے لڑکے جعفر کو بھیجا اور اس کے ساتھ حرث بن عبداللہ کو سپہ سالار بنا کر روانہ کیا۔

امام مالکؒ نے مدینہ میں محمد مہدی کی بیعت کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی تھی۔ ان کو کوڑوں سے پٹوایا گیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے عراق میں ابراہیم بن عبداللہ کی حمایت میں فتویٰ دیا تھا۔ اس لیے ان کو منصور نے گرفتار کرا کر بلوایا اور بغداد میں لے جا کر کہ اس کی تعمیر کا سلسلہ جاری تھا' قید کر دیا۔ اس قید میں اینٹوں کے گنوانے کی خدمت بطور مشقت ان سے لی جاتی تھی۔ یہ بھی روایت ہے کہ منصور نے ان کو عہدہ قضا سپرد کرنا چاہا۔ انہوں نے جب انکار کیا تو منصور نے خشت شماری کا کام ان کے سپرد کیا۔ اسی حالت میں سنہ۔ ۱۵۰ھ تک مصروف و مقید رہ کر وہ فوت ہو گئے۔ علاوہ ان کے اور علماء نے بھی مثلاً ابن عجلان اور عبدالحمید بن جعفر وغیرہ نے محمد مہدی اور ان کے بھائی ابراہیم کی بیعت کے لیے فتوے دیئے تھے' ان سب علماء کو بھی اسی قسم کی سزائیں دی گئیں۔

سنہ۔ ۱۴۶ھ میں علاقہ خزر کے ترکوں نے علم بغاوت بلند کیا اور باب الابواب سے آرمینیا تک مسلمانوں کو قتل و غارت کرتے ہوئے چلے آئے۔ اسی سال جزیرہ قبرص پر مسلمانوں نے بحری حملہ کیا۔ سیستان کے علاقہ میں خارجیوں نے شورش و بغاوت کی تو منصور نے یمن کی گورنری سے تبدیل کر کے معن بن زائدہ کو سیستان کی حکومت پر بھیج دیا۔ وہاں معن بن زائدہ نے تمام شورش و فساد کو فرو کیا' سنہ۔ ۱۵۱ھ تک وہاں رہا' آخر دھوکے سے خارجیوں نے اس کو قتل کر دیا۔

عبداللہ اشتر بن محمد مہدی : جب محمد مہدی نے خروج کیا تو منصور کی طرف سے سندھ کا گورنر عمر بن حفص بن عثمان بن قبیصہ بن ابی صفرہ ملقب بہ ہزار مرد تھا۔ محمد مہدی نے خروج کر کے اپنے بیٹے عبداللہ معروف بہ اشتر کو اس کے چچا ابراہیم کے پاس بصرہ کی طرف روانہ کر دیا تھا یہاں پہنچ کر عبداللہ اشتر نے اپنے چچا کے مشورے سے ایک تیز رفتار اونٹنی لے کر سندھ کا قصد کیا کیونکہ عمر بن حفص حاکم سندھ سے اعانت و

Marfat.com

ہمدردی کی توقع تھی۔ عبداللہ اشتر نے سندھ میں پہنچ کر عمر بن حفص کو دعوت دی اور اس نے اس دعوت کو قبول کر کے محمد مہدی کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور عباسیوں کے لباس اور نشانات کو چاک کر کے خطبہ میں محمد مہدی کا نام داخل کر دیا۔ اسی عرصہ میں عمر بن حفص کے پاس محمد مہدی کے مارے جانے کی خبر پہنچی۔ اس نے عبداللہ اشتر کو اس حادثہ سے اطلاع دے کر تعزیت کی۔ عبداللہ اشتر نے کہا کہ اب تو مجھ کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ میں کہاں جاؤں اور کیا کروں؟ سندھ کی حالت اس زمانہ میں یہ تھی کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے راجہ جو عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں مسلمان ہو گئے تھے' وہ اپنی اپنی ریاستوں پر فرماں روائی کرتے تھے اور خلیفہ وقت کی سیادت کو تسلیم کر کے تمام اسلامی شعائر کے پابند اور اپنے حقوق حکمرانی پر قائم تھے۔ عمر بن حفص نے عبداللہ اشتر کو مشورہ دیا کہ تم سندھ کے فلاں بادشاہ کی مملکت میں چلے جاؤ وہ آنحضرت ﷺ کے نام پر قربان ہوتا ہے اور ایفائے عہد میں مشہور ہے۔ یقین ہے کہ تمہارے ساتھ بڑی عزت و محبت سے پیش آئے گا۔ عبداللہ اشتر نے رضامندی ظاہر کی اور عمر بن حفص نے اس بادشاہ سے خط و کتابت کر کے عبداللہ اشتر کی نسبت عہد نامہ لکھا کر منگوالیا اور عبداللہ کو اس طرف روانہ کر دیا۔ سندھ کے اس بادشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی عبداللہ اشتر سے کر دی۔ سنہ ۱۵۱ھ تک عبداللہ اشتر اسی جگہ رہا اور اس عرصہ میں قریباً چار سو عرب اطراف و جوانب سے کھنچ کھنچ کر عبداللہ اشتر کے پاس آکر جمع ہو گئے۔ منصور کو اتفاقاً یہ حال معلوم ہو گیا کہ عبداللہ اشتر سندھ کے ایک بادشاہ کے یہاں مقیم ہے اور ایک چھوٹی سی جمعیت عربوں کی اس کے پاس موجود ہے۔ منصور نے سنہ ۱۵۱ھ میں عمر بن حفص کو سندھ کی گورنری سے بلا کر مصر کی حکومت پر بھیج دیا اور سندھ کی گورنری پر ہشام بن عمرو تغلبی کو روانہ کیا۔ رخصت کرتے وقت تاکید کی کہ عبداللہ اشتر کو جس طرح ممکن ہو گرفتار کر لینا۔ اگر سندھ کا بادشاہ اس کے دینے سے انکار کرے تو فوراً اس پر چڑھائی کر دینا۔ ہشام بن عمرو نے ہر چند کوشش کی مگر سندھ کا وہ بادشاہ عبداللہ اشتر کے دینے پر رضامند نہ ہوا۔ آخر طرفین سے لڑائی پر آمادگی ظاہر کی گئی۔ عبداللہ اشتر جس حصہ ملک میں مقیم تھا' اس طرف ہشام بن عمرو کے بھائی سفیح نے فوج کشی کی۔ اتفاقاً ایک روز عبداللہ اشتر صرف دس سواروں کے ساتھ دریائے سندھ کے کنارے سیر کرتا ہوا نکل گیا۔ وہاں سفیح کی فوج یکایک سامنے آگئی۔ سفیح نے عبداللہ کو گرفتار کرنا چاہا اور عبداللہ اشتر اور ان کے ہمراہیوں نے مقابلہ کیا' لڑائی ہونے لگی۔ آخر عبداللہ اشتر اور ان کے ہمراہی سب کے سب مارے گئے۔ ہشام بن عمرو نے اس کی اطلاع منصور کو دی۔ منصور نے لکھا کہ اس بادشاہ کے ملک کو ضرور پامال کر دیا جائے۔ چنانچہ لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ ہشام نے اس کے تمام ملک پر قبضہ کر لیا۔ عبداللہ اشتر کی بیوی معہ اپنے لڑکے کے گرفتار ہو کر منصور کے پاس بھیجی گئی۔ منصور نے عبداللہ اشتر کے لڑکے اور بیوی کو مدینہ بھیج دیا کہ ان کے خاندان والوں کے سپرد کر دیئے جائیں۔

مہدی بن منصور کی ولی عہدی : عبداللہ سفاح نے مرتے وقت منصور کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا اور منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنایا تھا۔ اب اس وصیت کے موافق منصور کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ خلیفہ ہونے والا تھا۔ منصور جب محمد مہدی اور ابراہیم کے خطرات سے مطمئن ہو گیا اور عیسیٰ بن موسیٰ کی امداد کا زیادہ

Marfat.com

محتاج نہ رہا تو اس نے چاہا کہ بجائے عیسیٰ کے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنائے۔ اول اس کا ذکر عیسیٰ سے کیا۔ عیسیٰ نے اس کے قبول و منظور کرنے سے انکار کیا۔ منصور نے خالد بن برمک اور دوسرے عجمی سرداروں کو شریک مشورہ اور اپنی رائے کا موید بنا کر سنہ۔ ۱۴۷ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ کو جو سفاح کے زمانے سے کوفہ کا گورنر چلا آتا تھا' کوفہ کی حکومت سے معزول کر کے محمد بن سلیمان کو کوفہ کا گورنر بنادیا۔ کوفہ کی گورنری سے معزول ہو کر عیسیٰ کی تمام قوت زائل ہو گئی اور اس کو منصور کی مرضی کے خلاف اظہار رائے کی غلطی محسوس ہوئی۔ غرض عیسیٰ کو بے دست وپا کر کے منصور نے چالاکی و فریب اور دل جوئی و منافقت سے کام لے کر لوگوں سے مہدی کی ولی عہدی کی بیعت لے لی اور مہدی کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ کو ولی عہد بنا کر اس کے بھی آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔ خالد بن برمک نے یہ شہرت دی کہ میرے سامنے عیسیٰ نے ولی عہدی سے دست برداری کا اظہار کیا تھا۔ اس لیے امیر المومنین نے اپنے بیٹے مہدی کو ولی عہد بنایا ہے۔ اس کام کے لیے منصور نے خلاف عادت روپیہ بھی بہت صرف کیا اور لوگوں کو اس تقریب میں انعام واکرام دے کر خوش کیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے منصور کی حکومت کے مضبوط و مستحکم بنانے اور قائم رکھنے میں سب سے زیادہ خدمات انجام دی تھیں۔ اسی نے محمد مہدی اور ابراہیم کو شکستیں دے کر قتل کرایا اور منصور کو ایک بہت بڑی مصیبت سے بچایا تھا۔ ان خدمات جلیلہ کا اس کو یہ الٹا صلہ ملا کہ وہ ولی عہدی سے بھی معزول کر دیا گیا اور مہدی بن منصور اس پر سابق۔۔۔ ہو گیا۔ عیسیٰ بن موسیٰ گورنری کوفہ سے معزول ہونے کے بعد موضع رحبہ علاقہ کوفہ میں سکونت پذیر ہو کر خاموش زندگی بسر کرنے لگا۔

رفتہ رفتہ منصور کے راستے کی تمام مشکلات دور ہو گئیں اور سوائے ایک ملک اندلس کے تمام ممالک اسلامیہ میں سنہ۔ ۱۴۸ھ کے اندر منصور کی حکومت مستحکم طور پر قائم ہو گئی۔ سنہ۔ ۱۴۹ھ میں شہر بغداد کی تعمیر بھی تکمیل کو پہنچ گئی۔ مذکورہ بالا واقعات و حادثات کے سبب رومیوں پر جہاد کرنے کا موقعہ مسلمانوں کو نہ ملا تھا۔ سنہ۔ ۱۴۹ھ میں عباس بن محمد حسن بن قحطبہ اور محمد بن اشعث نے رومیوں پر چڑھائی کی اور دور تک قتل و غارت کرتے ہوئے چلے گئے۔

خروج استاد سیس : سنہ۔ ۱۵۰ھ میں استاد سیس نامی ایک شخص خراسان میں مدعی نبوت ہوا۔ خراسان میں ہزارہا اشخاص نے فوراً اس کی نبوت کو تسلیم کر لیا۔ ہرات' بادغیس اور سیستان وغیرہ کے لوگ اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے اور خراسان کے اکثر حصہ پر اس نے قبضہ کر لیا۔ یہ خبر سن کر منصور بہت فکر مند ہوا۔ مرورود کا حاکم مسمی جثم یہ حالت دیکھ کر استاد سیس پر اپنے پورے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوا اور شکست فاش کھا کر مقتول ہوا۔ اس کے بعد خازم بن خزیمہ نے خدعہ حرب سے کام لے کر استاد سیس کی فوج کو بیچ میں لے کر دو طرف سے حملہ کیا۔ استاد سیس کے ستر ہزار ہمراہی میدان جنگ میں قتل ہوئے اور وہ ۱۴ ہزار ہمراہیوں کے ساتھ ایک پہاڑ میں محصور کر لیا گیا۔ عرصہ تک محاصرہ جاری رہنے کے بعد استاد سیس نے اپنے آپ کو معہ ہمراہیوں کے خازم بن خزیمہ کے سپرد کر دیا۔ استاد سیس کی گرفتاری کے بعد منصور کو اطلاع دی

Marfat.com

گئی۔

تعمیر رصافہ : جس زمانہ میں استاد سیس نے خروج کیا تو خراسان کا گورنر مہدی تھا۔ وہ مرو میں مقیم تھا۔ خازم بن خزیمہ اسی کے پاس مقیم تھا اور منصور کے حکم کے موافق حملہ آور ہوا تھا۔ اس فتنہ سے فارغ ہو کر مہدی منصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت تک فوج کا عنصر غالب عربی قبائل تھے اور ہر ایک معرکہ میں عربوں ہی کی شمشیر خاراشگاف کے ذریعہ فتح و فیروزی حاصل ہوتی تھی۔ عجمیوں اور خراسانیوں کو عربوں کی ہمسری کا دعویٰ نہ تھا۔ ان عربی قبائل سے ہمیشہ اندیشہ رہتا تھا کہ اگر یہ مخالفت پر متحد ہو گئے تو حکومت کو ذرا سی دیر میں الٹ دیں گے۔ امام ابراہیم نے سب سے پہلے اس بات کو قبل از وقت محسوس کر کے عجمیوں کو طاقتور بنانے اور ان سے کام لینے کی پالیسی ایجاد کی تھی۔ ان کے جانشین بھی اسی خیال پر قائم رہے۔ چنانچہ عبداللہ سفاح نے ابو سلمہ کو قتل کرا کر خالد بن برمک کو جو بلخ کے آتش کدہ نوبہار کا مغ زادہ نو مسلم اور ابو مسلم کا ایک فوجی سردار تھا' اپنا وزیر بنایا تھا۔ چند روز کے بعد خالد بن برمک کسی ولایت کا والی بن کر چلا گیا اور ابو ایوب اس کی جگہ وزیر ہوا۔ اب منصور نے دوبارہ اس کو وزارت کا عہدہ عطا کر دیا۔ فوجوں کی سرداریوں اور صوبوں کی حکومتوں پر بھی مجوسی النسل لوگ مامور ہوتے تھے اور بتدریج ان کا اقتدار ترقی کر رہا تھا لیکن عربوں کا فوجی عنصر ابھی تک غالب تھا۔

اس موقعہ پر بے اختیار اکبر بادشاہ ہند کی وہ پالیسی یاد آجاتی ہے جو اس نے پٹھانوں کی طاقتور اور بااقتدار قوم سے محفوظ رہنے کے لیے ہندوستان میں اختیار کی تھی کہ پٹھانوں کے خطرہ کو بے حقیقت بنانے کے لیے ہندوؤں کی مردہ قوم کو زندہ کرنا اور ان کو طاقتور بنانا ضروری سمجھا۔ حتیٰ کہ مان سنگھ کو ہندوستان کا سپہ سالار اعظم بنایا اور پٹھانوں کو ہر جگہ کمزور و ناتواں بنانے کی کوششوں کو جاری رکھا۔ عباسیوں نے بھی عربوں کی طاقت کو مٹا کر ان کی جگہ مجوسیوں اور ایرانیوں کو طاقتور بنایا کہ کوئی عربی قبیلہ اور عربی قبائل کی مدد سے کوئی علوی خروج پر آمادہ نہ ہو سکے۔

مہدی کے خراسان سے آنے کے اور منصور کی خدمت میں حاضر ہونے کے موقعہ پر فوج والوں کے طلب انعام میں بعض ایسی حرکات سرزد ہوئیں جس سے آزاد مزاجی اور خود سری کا اظہار ہوتا تھا۔ یہ فوج والے سب عربی قبائل پر مشتمل تھے اور مجوسیوں کی طرح ضرورت سے زیادہ اپنے بادشاہ یا خلیفہ کی تعظیم و تکریم کے عادی نہ تھے۔ ان کی یہی بات عباسیوں کو خائف و ترساں رکھتی تھی اور غالباً اسی آزاد مزاجی کی وجہ سے وہ ہر ایک نئی تحریک اور نئے مدعی خلافت کے ساتھ شامل ہو جانے میں شریک نہ ہوتے تھے۔ اس موقعہ پر لشکر کی یہ حالت دیکھ کر قیم بن عباس بن عبیداللہ بن عباس نے عربوں کے قبائل ربیعہ اور قبائل مضر کے درمیان ایک مناسب طریقے سے رقابت و مخالفت پیدا کر کے منصور کو مشورہ دیا کہ قبائل مضر اور قبائل ربیعہ میں چونکہ رقابت پیدا ہو گئی ہے' اس لیے مناسب یہ ہے کہ فوج کے دو حصے کر کے قبائل مضر کو تو مہدی کے ماتحت رکھو کیونکہ اہل خراسان قبائل مضر کے ہمدرد ہیں اور قبائل ربیعہ کو اپنے ماتحت رکھو' تمام یمنی ان کے ہوا خواہ ہیں۔

Marfat.com

س طرح دو جانب دو فوجی مرکز قائم ہو جائیں گے تو ایک کو دوسرے کا خوف رہے گا اور کوئی بغاوت کامیاب نہ ہونے پائے گی۔ منصور نے اس رائے کو پسند کیا اور اپنے بیٹے مہدی کے قیام کے واسطے بغداد کی مشرقی جانب رصافہ کی تعمیر کا حکم سنہ۔۱۵۱ھ میں دیا کہ وہاں الگ ایک فوجی چھاؤنی قائم ہو جائے۔ اسی سال یعنی سنہ۔۱۵۱ھ میں محمد اشعث نے بلاد روم کی طرف سے واپس آتے ہوئے راستے میں وفات پائی۔

سنہ۔۱۵۳ھ میں منصور نے حکم جاری کیا کہ میری تمام رعایا لمبی ٹوپیاں اوڑھا کرے۔ یہ ٹوپیاں بانس اور پتے سے بنائی جاتی تھیں۔ اس زمانہ میں حبشی ان ٹوپیوں کو اوڑھا کرتے تھے۔ سنہ۔۱۵۴ھ میں زفر بن عاصم نے بلاد روم پر حملہ کیا۔ سنہ۔۱۵۵ھ میں قیصر روم نے مسلمانوں کے آئے دن کے حملوں سے تنگ آکر صلح کی درخواست پیش کی اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔

وفات منصور : سنہ۔۱۵۸ھ میں منصور نے عامل مکہ کو لکھا کہ سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کر کے بھیج دو۔ لوگوں کو سخت اندیشہ تھا کہ کہیں ان کو قتل نہ کر دے۔ حج کے دن قریب آگئے تھے۔ منصور نے خود حج کا ارادہ کیا' اس سے اہل مکہ کو اور بھی تشویش ہوئی کہ یہاں آکر اللہ جانے کس کس کو گرفتار و قید اور قتل کرے مگر اہل مکہ کی دعائیں قبول ہوئیں اور منصور مکہ تک پہنچنے سے پہلے ہی فوت ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ منصور نے ماہ ذیقعدہ سنہ۔۱۵۸ھ میں بغداد سے بعزم حج کوچ کیا۔ بغداد سے رخصت ہوتے وقت اپنے بیٹے مہدی کو بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا اور وصیت کی کہ :

"میری بیاضوں کے صندوقچہ کی بہت حفاظت کرنا اور ضرورتوں کے وقت اپنی مشکلات کے حل کی تدبیریں ان بیاضوں میں تلاش کرنا۔ شہر بغداد کی خوب حفاظت کرنا اور میرے بعد کبھی دارالخلافہ کسی دوسری جگہ تبدیل نہ کرنا۔ میں نے اس قدر خزانہ جمع کر دیا ہے کہ دس برس تک خراج کی ایک پائی بھی خزانہ میں داخل نہ ہو تو فوج کی تنخواہیں اور دوسرے تمام مصارف سلطنت کے لیے یہ خزانہ کفایت کرے گا۔ اپنے خاندان والوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا' ان کی عزت بڑھانا اور ان کو بڑے بڑے عہدے دینا۔ میں تم کو خراسانیوں کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ وہ تمہارے قوت بازو اور ایسے مددگار ہیں کہ انہوں نے تمہارے خاندان میں حکومت و سلطنت قائم کرنے کے لیے اپنا جان و مال صرف کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ خراسانیوں کے دلوں سے تمہاری محبت کبھی نہ نکلے گی۔ ان کی لغزشوں سے درگزر کرنا' ان کے نمایاں کاموں پر ان کو انعام و اکرام سے خوش کرنا۔ خبردار قبیلہ بنو سلیم کے کسی شخص سے کبھی مدد طلب نہ کرنا۔ عورتوں کو اپنے کاموں میں دخیل نہ بنانا۔ امت رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنا' ناحق خونریزی نہ کرنا۔ حدود الٰہی کی پابندی کرنا' ملحدین پر حملہ آور بدعتوں کو مٹانا' عدل کو قائم کرنا' اعتدال سے آگے قدم نہ بڑھانا' مال غنیمت لشکریوں کے لیے چھوڑ دینا کیونکہ تمہارے لیے میں کافی خزانہ چھوڑے جاتا ہوں۔ سرحدوں کی پورے طور پر حفاظت کرنا۔ راستوں میں امن قائم کرنا' رعیت کے مال پر نظر رکھنا' جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا' سوار و پیادے جس قدر ممکن ہو تیار رکھنا۔ آج کا کام کل پر نہ اٹھا رکھنا۔ نزول حوادث کے وقت مستقل مزاج رہنا۔

Marfat.com

سستی و کاہلی کو مزاج میں دخیل نہ ہونے دینا۔ لوگوں پر حاضری دربار کو آسان کرنا۔ دربانوں سے خبردار رہنا کہ وہ لوگوں پر سختی نہ کرنے پائیں"۔

بغداد سے روانہ ہو کر منصور کوفہ میں آیا۔ حج و عمرے کا احرام باندھا۔ قربانی کے جانوروں کو آگے روانہ کیا۔ کوفہ سے دو تین منزل سفر کرنے پایا تھا کہ بیمار ہو گیا۔ اس بیماری کی حالت میں اپنے آزاد کردہ غلام ربیع کو جو اس کا حاجب اور افسر باڈی گارڈ تھا۔ اکثر اپنی مصاحبت میں رکھتا تھا۔ ۶/ذی الحجہ سنہ۔ ۱۵۸ھ بمقام بطن کہ یہاں سے مکہ تین چار میل رہ گیا تھا' فوت ہو گیا۔ وفات کے وقت اس کے خاص خدام اور ربیع کے اور کوئی اس کے پاس موجود نہ تھا۔ انہوں نے اس روز منصور کی وفات کو چھپایا۔ اگلے دن عیسیٰ بن علی' عیسیٰ بن موسیٰ بن محمد ولی عہد دوم' عباس بن محمد' محمد بن سلیمان' ابراہیم بن یحییٰ' قاسم بن منصور' حسن بن زید علوی' موسیٰ بن مہدی بن منصور' علی بن عیسیٰ بن ہامان وغیرہ جو اس سفر میں ساتھ تھے' دربار میں بلائے گئے۔ ربیع نے خلیفہ کی وفات کی خبر سنائی۔ ایک کاغذ جو منصور کا لکھا ہوا تھا پڑھ کر لوگوں کو سنایا' اس میں لکھا تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' عبداللہ منصور کی طرف سے پس ماندگان بنی ہاشم و اہل خراسان و عامتہ المسلمین کے نام امابعد! میں اس عہد نامہ کو اپنی زندگی یعنی دنیا کے دنوں میں سے آخری دن میں اور آخرت کے دنوں میں سے پہلے دن میں لکھ رہا ہوں۔ میں تم کو سلام کہتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈالے اور نہ میرے بعد تم کو کئی فرقوں میں متفرق کرے اور نہ تم کو خانہ جنگی کا مزہ چکھائے۔ میرے بیٹے مہدی کی اطاعت کا تم اقرار کر چکے ہو اس پر قائم رہو اور بدعہدی و بے وفائی سے بچو"۔

ربیع نے یہ کاغذ سنا کر موسیٰ بن مہدی بن منصور کو اپنے باپ مہدی کی طرف سے نیابتہً بیعت لینے کا اشارہ کیا اور سب سے پہلے حسن بن زید کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ اٹھو بیعت کرو۔ حسن بن زید نے بیعت کی' اس کے بعد یکے بعد دیگرے سب نے بیعت کی۔ عیسیٰ بن موسیٰ نے بیعت کرنے سے انکار کیا۔ یہ سن کر علی بن عیسیٰ بن ہامان نے کہا کہ اگر تم بیعت نہ کرو گے تو میں تمہاری گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ چنانچہ مجبوراً عیسیٰ بن موسیٰ نے بھی بیعت کر لی۔ اس کے بعد سرداران لشکر اور عوام الناس نے بیعت کی' پھر عباس بن محمد اور محمد بن سلیمان مکہ مکرمہ گئے اور انہوں نے رکن و مقام کے درمیان لوگوں سے خلافت مہدی کی بیعت لی۔ اس کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حجون و بیر میمون کے درمیان مقبرہ معلاۃ میں منصور کو دفن کر دیا گیا' پھر ربیع نے منصور کی خبر وفات اور آنحضرت ﷺ کی چادر و عصا اور خاتم خلافت مہدی کی خدمت میں روانہ کیا۔ یہ خبر ۱۵/ذی الحجہ سنہ۔ ۱۵۸ھ کو بغداد میں مہدی کے پاس پہنچی۔ اہل بغداد نے بھی حاضر ہو کر مہدی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ منصور نے ایک ہفتہ کم بائیس سال خلافت کی۔ سات بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی۔ بیٹوں کے نام یہ ہیں: محمد مہدی' جعفر اکبر' جعفر اصغر' سلیمان' عیسیٰ' یعقوب' سالم اور بیٹی کا نام عالیہ تھا۔ جس کی شادی اسحاق بن سلیمان بن علی کے ساتھ ہوئی تھی۔

خلیفہ منصور سے کسی نے پوچھا کہ کوئی ایسی تمنا بھی ہے جو آپ کی اب تک پوری نہ ہوئی ہو؟ منصور

Marfat.com

نے کہا صرف ایک تمنا باقی ہے وہ یہ ہے کہ میں ایک چبوترے پر بیٹھا ہوں اور اصحاب حدیث میرے گرد بیٹھے ہوں۔ دوسرے روز جب وزراء کاغذات اور معاملات کی مثلیں اور قلمدان لے کر اس کے پاس پہنچے تو اس وقت وہ دریافت کرنے والا مصاحب بھی موجود تھا۔ اس نے کہا لیجئے اب آپ کی یہ تمنا پوری ہو گئی۔ منصور نے کہا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن کی تمنا مجھے ہے۔ ان لوگوں کے تو کپڑے پھٹے ہوئے' پاؤں برہنہ اور بال بڑھے ہوئے ہوتے ہیں اور روایت حدیث ان کا کام ہوتا ہے۔

منصور نے امام مالکؒ کو موطا کی تالیف پر آمادہ کیا تو ان سے اس طرح مخاطب ہوا کہ "اے ابو عبداللہ! تم جانتے ہو کہ اب اسلام میں تم سے اور مجھ سے زیادہ شریعت کا جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا ہے۔ میں تو ان خلافت و سلطنت کے جھگڑوں میں مبتلا ہوں۔ تم کو فرصت حاصل ہے' لہذا تم لوگوں کے لیے ایک ایسی کتاب لکھو جس سے وہ فائدہ اٹھائیں۔ اس کتاب میں ابن عباس کے جواز اور ابن عمر کے تشدد و احتیاط کو نہ بھرو اور لوگوں کے لیے تصنیف و تالیف کا ایک نمونہ قائم کرو"۔ امام مالکؒ کہتے ہیں ماشاءاللہ منصور نے یہ باتیں کیا کہیں تصنیف ہی سکھادی۔

عبدالصمد بن محمد نے منصور سے کہا کہ آپ نے سزا دینے پر ایسی کمر باندھی ہے کہ کسی کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ آپ معاف کرنا بھی جانتے ہیں۔ منصور نے جواب دیا کہ ابھی تک آل مروان کا خون خشک نہیں ہوا اور آل ابی طالب کی تلواریں بھی ابھی تک برہنہ ہیں۔ یہ زمانہ ایسا ہے کہ ابھی تک خلفاء کا رعب ان کے دلوں میں نہیں قائم ہوا اور یہ رعب اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا' جب تک وہ عفو کے معنی نہ بھول جائیں اور سزا کے لیے ہر وقت تیار نہ رہیں۔ زیاد بن عبداللہ حارثی نے منصور کو لکھا کہ میری تنخواہ اور جاگیر میں کچھ اضافہ کر دیا جائے اور اس عرضداشت میں اپنی تمام بلاغت ختم کر دی۔ منصور نے جواب دیا کہ جب تونگری اور بلاغت کسی شخص میں جمع ہو جاتی ہے تو اس کو خود پسند بنا دیتی ہے۔ مجھ کو تمہارے متعلق یہی خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ مناسب یہ ہے کہ تم بلاغت چھوڑ دو۔ عبدالرحمٰن زیاد افریقی منصور کا طالب علمی کے زمانہ کا دوست تھا۔ وہ ایک مرتبہ منصور کی خلافت کے زمانہ میں اس سے ملنے آیا۔ منصور نے پوچھا کہ تم بنوامیہ کے مقابلہ میں میری خلافت کو کیسا پاتے ہو؟ عبدالرحمٰن نے کہا جس قدر ظلم و جور تمہارے زمانہ میں ہوتا ہے' اتنا بنوامیہ کے زمانے میں نہ تھا۔ منصور نے کہا کیا کروں مجھ کو مددگار نہیں ملتے۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے کہ اگر بادشاہ نیک ہو گا تو اس کو نیک لوگ ملیں گے اور فاجر ہو گا تو اس کے پاس فاجر ہوں گے۔ ایک مرتبہ منصور کو مکھیوں نے بہت تنگ کیا۔ اس نے مقاتل بن سلیمان کو بلایا اور کہا کہ ان مکھیوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں پیدا کیا ہے؟ مقاتل نے کہا کہ ظالموں کو ان کے ذریعہ ذلیل کرنے کے لیے۔

منصور کے زمانے میں سریانی اور عجمی زبانوں سے کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہونے لگا۔ چنانچہ اقلیدس اور کلیلہ ودمنہ کا ترجمہ اسی کے عہد میں ہوا۔ سب سے پہلے منصور نے منجموں کو اپنا جلیس و مقرب بنایا۔ اسی کے عہد میں عباسیوں اور علویوں میں تلوار چلی' ورنہ اس سے پہلے علوی و عباسی متحد و متفق تھے۔

Marfat.com

اپنے اخلاق وعادات اور اپنے اعمال وکارہائے نمایاں کے اعتبار سے منصور عباسی عبدالملک اموی سے بہت ہی مشابہ ہے۔ وہ بھی خاندان مروان میں دوسرا خلیفہ تھا اور منصور بھی خاندان عباسی کا دوسرا خلیفہ تھا۔ عبدالملک نے بھی خلافت امویہ کو برباد وفنا ہوتے ہوتے بچالیا۔ اسی طرح منصور نے بھی محمد وابراہیم کے مقابلہ میں خلافت عباسیہ کو برباد ہوتے ہوتے بچالیا۔ عبدالملک بھی عالم وفقیہہ اور محدث تھا۔ اسی طرح منصور بھی عالم وفقیہہ و محدث تھا۔ عبدالملک بھی کفایت شعار اور بخل سے متہم تھا' اسی طرح منصور بھی کفایت شعاری اور بخل کے ساتھ بدنام تھا۔ حکومت بھی دونوں نے قریبا مساوی مدت تک کی۔ دونوں میں فرق صرف اس قدر تھا کہ منصور نے لوگوں کو امان دینے کے بعد بھی قتل کیا اور بدعہدی کے ساتھ متہم ہوا لیکن عبدالملک اس معاملہ میں بدنام نہیں ہوا۔

مہدی بن منصور

محمد المہدی بن منصور کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ بمقام ایدج سنہ ۱۲۶ھ میں پیدا ہوا۔ اس کی ماں کا نام ام موسیٰ اردیٰ بنت منصور حمیری تھا۔ مہدی نہایت سخی' ہر دل عزیز' صادق الاعتقاد' محبوب رعایا اور وجیہہ شخص تھا۔ اس کے باپ منصور نے اس کو بہت سے علماء کی شاگردی اور صحبت میں رکھا۔ مہدی کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی کہ منصور نے اس کو عبدالجبار بن عبدالرحمٰن کی بغاوت فرو کرنے کے لیے سنہ ۱۴۱ھ میں خراسان کی طرف بھیجا۔ سنہ ۱۴۴ھ میں یہ خراسان سے واپس آیا تو منصور نے اس کی شادی سفاح کی لڑکی یعنی اپنی بھتیجی سے کی۔ سنہ ۱۴۴ھ میں اس کو ولی عہد اول بنایا اور خراسان کے جنوبی و مغربی حصہ کا عامل بنا کر رے کی طرف روانہ کیا۔ سنہ ۱۵۲ھ میں اس کو امیر الحج مقرر کیا۔ سنہ ۱۵۸ھ میں اپنے باپ کی وفات کے بعد بغداد میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ بغداد میں جب لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو اس نے منبر پر چڑھ کر خطبہ دیا کہ:

"تم لوگ جس کو امیر المومنین کہتے ہو وہ ایک بندہ ہوتا ہے۔ جب اسے کوئی آواز دیتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے اور جب اس کو حکم دیا جاتا ہے تو وہ بجالاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی امیر المومنین کا محافظ ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ ہی سے مسلمانوں کی خلافت کے کام انجام دینے کے لیے مدد طلب کرتا ہوں۔ جس طرح تم لوگ اپنی زبان سے میری اطاعت کا اظہار کرتے ہو' اسی طرح دل سے بھی موافقت کرو تاکہ دین ودنیا کی بہتری کے امیدوار بن سکو۔ جو شخص تم میں عدل پھیلائے' تم اس کی مخالفت کے لیے تیار نہ ہو۔ میں تم پر سے سختیاں اٹھادوں گا اور اپنی تمام عمر تم پر احسان کرنے اور جو تم میں مجرم ہو اس کو سزا دینے میں صرف کردوں گا"۔

مہدی نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلا کام یہ کیا کہ منصور کے قید خانہ میں جس قدر قیدی تھے سب کو رہا کر دیا۔ صرف وہ قیدی رہا نہیں ہوئے جو باغی غاصب یا خونی تھے۔ انہیں قیدیوں میں جو رہا ہوئے' یعقوب بن داؤد بھی تھا۔ جو قیدی رہا نہیں ہوئے ان میں حسن بن ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بھی تھا۔

Marfat.com

حسن اور یعقوب دونوں قتل ابراہیم کے بعد بصرہ سے گرفتار ہو کر ساتھ ہی قید ہوئے تھے' جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ یعقوب کا باپ داؤد بنی سلیم کے آزاد غلاموں میں سے تھا۔ وہ خراسان میں نصر بن سیار کا میر منشی تھا۔ داؤد کے دو بیٹے یعقوب اور علی تھے۔ یہ دونوں بڑے عالم و فاضل اور نہایت ہوشیار و عقلمند تھے۔ جب بنو عباس کی حکومت ہوئی تو بنی سلیم کی بے قدری ہوئی' ساتھ ہی یعقوب و علی کی بھی جو بنو سلیم میں شامل تھے۔ کسی نے بات نہ پوچھی حالانکہ اپنی قابلیت کے اعتبار سے وہ مستحق التفات تھے۔ جب محمد مہدی اور ابراہیم نے بنو عباس کے خلاف لوگوں کو دعوت دینی شروع کی تو یعقوب اس دعوت میں شریک ہو گیا اور لوگوں کو محمد مہدی و ابراہیم کی طرف متوجہ کرتا رہا۔ بالآخر حسن بن ابراہیم کے ساتھ قید کر دیا گیا۔ اب قید خانہ سے چھوٹ کر یعقوب کو معلوم ہوا کہ حسن بن ابراہیم قید خانہ سے نکل بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس نے اس کی اطلاع خلیفہ مہدی کو کی۔ مہدی نے حسن کو دوسرے قید خانہ میں تبدیل کر دیا مگر حسن وہاں سے بھی بھاگ نکلا۔ مہدی نے یعقوب کو بلا کر حسن کے متعلق مشورہ کیا۔ یعقوب نے کہا کہ آپ حسن کو امان عطا فرمائیں تو میں اس کو حاضر کر سکتا ہوں۔ مہدی نے حسن کو امان دے دی اور یعقوب نے حسن کو حاضر کر دیا اور اس بات کی اجازت مہدی سے حاصل کر لی کہ حسن وقت بے وقت خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہے گا۔ چنانچہ حسن مہدی کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ مہدی نے حسن کو اپنا دینی بھائی بنا کر ایک لاکھ درم مرحمت فرمائے۔ چند ہی روز کے بعد مہدی نے اپنے وزیر ابو عبداللہ کو جو عہد ولی عہدی سے وزیر چلا آتا تھا' معزول کر کے یعقوب بن داؤد کو اپنا وزیر بنا لیا۔ یعقوب اور حسن کی عزت افزائی سے مہدی نے اپنی منصف مزاجی اور قدر شناسی کا ثبوت پیش کیا اور اپنی محبت دشمنوں کے دلوں میں بھی قائم کر دی۔ خلافت عباسیہ کو سب سے زیادہ خطرہ محمد مہدی اور ابراہیم کی جماعت کے لوگوں سے تھا جو یحییٰ بن زید کی جماعت کے ساتھ مل کر زوال بنو عباس کے خواہاں تھے۔ مہدی نے یعقوب کو وزیر بنا کر ان تمام خطرات کا سدباب کر دیا کیونکہ یعقوب ان دونوں جماعتوں سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو سلطنت میں عہدے دے دے کر مخالفت سے باز رکھا اور ان کے جوش مخالفت کو کم کر دیا۔

حکیم مقنع کا ظہور : مہدی کی خلافت کے پہلے ہی سال یعنی سنہ ۱۵۹ھ میں مرو کا ایک باشندہ حکیم مقنع جس نے سونے کا ایک چہرہ بنا کر اپنے چہرہ پر لگا لیا تھا۔ معبود ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کر کے اس کے جسم میں خود حلول کیا۔ اس کے بعد نوح میں پھر ابو مسلم اور ہاشم میں۔ اس طرح یہ تناسخ کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ میرے اندر اللہ تعالیٰ کی روح ہے یعنی مجھ میں اللہ تعالیٰ نے حلول کیا ہے۔ اس کا یہ عقیدہ در حقیقت وہی تھا جو علاقہ راوند کے لوگوں کا تھا اور جنہوں نے منصور کے زمانہ میں ہاشمیہ کے اندر فساد برپا کیا تھا۔ یہ سب لوگ ابو مسلم کی جماعت کے لوگ تھے اور ابو مسلم ہی کی عجیب در عجیب دعوت و تبلیغ کے کرشمے تھے۔ وہ جس حیثیت اور جس قسم کے لوگ دیکھتا تھا' انہیں کے حسب حال وہ اپنی دعوت کا رنگ تبدیل کر کے ان کے سامنے پیش کرتا تھا۔ یہ تمام گمراہ فرقے دعوت اہل بیت کو مختلف سانچوں میں ڈھالنے کے مختلف

Marfat.com

نتائج تھے۔ حکیم مقنع کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ یحییٰ بن زید مارے نہیں گئے بلکہ روپوش ہو گئے ہیں اور کسی وقت اپنا بدلہ لینے کے لیے ظاہر ہوں گے اور دشمنوں کو ہلاک کریں گے۔ مقنع کے ظہور پر بہت سے خراسانی اس کے متبع ہو گئے اور اس کو سجدہ کرنے لگے۔ مقنع نے قلعہ بسام و سنجردہ (علاقہ ماوراءالنہر) میں قیام کیا۔ اہل بخارا' اہل صغد اور ترکوں نے عباسیوں کے خلاف اس کی شرکت و حمایت پر کمر باندھی اور مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ اس طرف کے عاملوں ابوالنعمان' جنید اور لیث بن نصر بن سیار نے مقابلہ کیا۔ لیث کا بھائی محمد بن نصر اور بھتیجا حسان بن تمیم اس لڑائی میں مارے گئے۔ مہدی کو جب یہ خبر پہنچی تو اس نے جبرئیل بن یحییٰ کو ان لوگوں کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جبرئیل کے بھائی یزید کو بخارا و صغد کے باغیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔ اول اہل بخارا و صغد پر حملہ کیا گیا۔ چار مہینے کی جنگ کے بعد بخارا وغیرہ کے قلعوں کو مسلمانوں نے فتح کیا۔ سات سو باغی مارے گئے' باقی مقنع کی طرف بھاگ گئے۔ مہدی نے ابو عون کو چند روز کے بعد جنگ مقنع کے لیے روانہ کیا تھا مگر ان سرداروں سے مقنع مغلوب نہ ہو سکا تو معاذ بن مسلم کو روانہ کیا گیا تھا۔ معاذ بن مسلم کے مقدمتہ الجیش کا افسر سعید حریشی تھا' پھر عقبہ بن مسلم کو بھی اس لشکر میں شریک ہونے کا حکم دیا گیا۔ ان سرداروں نے مقنع کی فوج پر سخت حملہ کر کے اس کو میدان سے بھگا دیا اور مقنع کا قلعہ بسام میں محاصرہ کر لیا۔ اثناء جنگ میں معاذ و سعید میں کچھ ان بن ہو گئی تھی۔ سعید نے مہدی کو لکھ کر تنہا اپنے آپ مقنع کے استیصال کا کام کرنے کی اجازت حاصل کی۔ مقنع بتیس ہزار آدمیوں کے ساتھ محصور تھا۔ سعید حریشی سے محصورین نے امان طلب کی۔ سعید نے امان دے دی۔ تیس ہزار آدمی قلعہ سے نکل آئے۔ صرف دو ہزار مقنع کے ساتھ باقی رہ گئے۔ مقنع کو جب اپنی ناکامی کا یقین ہو گیا تو اس نے آگ جلا کر اپنے تمام اہل و عیال کو اول آگ میں دھکا دے کر جلا دیا' پھر آپ بھی آگ میں کود پڑا اور مر گیا۔ مسلمانوں نے قلعہ میں داخل ہو کر مقنع کی لاش آگ سے نکال کر اس کا سر کاٹ کر مہدی کے پاس روانہ کیا۔

عمال کا تغیر و تبدل اور عزل و نصب : سنہ۔۱۵۵ھ میں مہدی نے اپنے چچا اسماعیل کو حکومت کوفہ سے معزول کر کے اسحاق بن صباح کندی اشعثی کو مامور کیا۔ بصرہ کی حکومت و امامت سے سعید و علج اور عبیداللہ بن حسن کو معزول کر کے عبدالملک بن ظبیان نمیری کو مامور کیا۔ اسی سال قثم بن عباس کو یمامہ کی حکومت سے معزول کر کے فضل بن صالح کو اور مطر (منصور کے آزاد کردہ غلام) کو مصر کی حکومت سے معزول کر کے ابو حمزہ محمد بن سلیمان کو اور عبدالصمد بن علی کو مدینہ کی حکومت سے معزول کر کے محمد بن عبداللہ کثیری کو مامور فرمایا۔ مدینہ کی حکومت سے محمد بن عبداللہ کو بھی جلد معزول کر کے زفر بن عاصم ہلالی کو مدینہ کی حکومت سپرد کی۔ اسی سال معبد بن خلیل کو سندھ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ حمید بن قحطبہ خراسان کا گورنر تھا' وہ بھی اسی سال سنہ۔۱۵۹ھ میں فوت ہوا تو خراسان کی حکومت ابو عون عبدالملک بن یزید کو دی گئی' پھر اسی سال کے آخر میں سعید بن خلیل کے فوت ہونے پر سندھ کی حکومت روح بن حاتم کو دی گئی۔

سنہ۔۱۶۰ھ میں ابو عون عبدالملک معتوب ہو کر معزول ہوا۔ اس جگہ خراسان کی حکومت پر معاذ

Marfat.com

بن مسلم کو اور سیستان کی حکومت پر حمزہ بن یحییٰ کو اور سمرقند کی حکومت پر جبرئیل بن یحییٰ کو بھیجا گیا۔ جبرئیل نے اپنے عہد حکومت میں سمرقند کا قلعہ اور شہر پناہ تعمیر کرایا۔ اسی سال سندھ کی حکومت پر بسطام بن عمرو کو بھیجا گیا۔ سنہ ۱۶۱ھ میں مہدی نے سندھ کی گورنری نصر بن محمد بن اشعث کو عطا کی۔ اسی سال عبدالصمد بن علی کو جزیرہ پر اور عیسیٰ بن لقمان کو مصر پر اور بسطام بن عمرو تغلبی کو سندھ سے معزول کر کے آذربائیجان پر مقرر کیا۔ اسی سال اپنے بیٹے ہارون کی اتالیقی پر یحییٰ بن خالد بن برمک کو متعین کیا۔ اسی سال سلیمان بن رجاء کو بجائے محمد بن سلیمان کے مصر کی حکومت پر روانہ کیا۔

مہم باربد : اپنی خلافت کے پہلے ہی سال خلیفہ مہدی نے ایک بحری مہم ہندوستان کی طرف روانہ کی۔ عبدالملک بن شہاب سمعی کو ایک لشکر لے کر خلیج فارس سے کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل ہند کی طرف روانہ ہوا۔ باربد میں ان لوگوں نے اتر کر لڑائی چھیڑ دی۔ اہل باربد بہت سے قتل و غارت ہوئے۔ مسلمانوں کے صرف بیس آدمی مارے گئے لیکن یہاں مسلمان فوج میں وبا پھیل گئی اور ایک ہزار آدمی وبا سے مرے۔ یہاں سے کشتیوں میں سوار ہو کر فارس کی طرف روانہ ہوئے۔ ساحل فارس کے قریب پہنچ کر طوفان باد سے کئی کشتیاں ٹوٹ گئیں اور ایک جماعت دریا میں غرق ہوئی۔

ہادی بن مہدی کی ولی عہدی : جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے عیسیٰ بن موسیٰ موضع رحبہ متصل کوفہ میں رہتا اور جمعہ یا عید کے روز کوفہ میں نماز پڑھتا تھا اور تمام وقت اپنے گاؤں میں خاموشی و بے تعلقی کے ساتھ بسر کرتا تھا۔ یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ منصور کے بعد عیسیٰ کو عبداللہ سفاح نے ولی عہد مقرر کیا تھا۔ منصور نے عیسیٰ کو موخر کر کے اپنے بیٹے مہدی کو مقدم کر دیا۔ اب مہدی کے بعد عیسیٰ بن موسیٰ ولی عہد تھا لیکن مہدی کو اس کے خلافت کے پہلے ہی سال میں اس کے ہمدردوں اور مشیروں نے ترغیب دی کہ عیسیٰ بن موسیٰ کی جگہ آپ اپنے بیٹے ہادی کو ولی عہد بنائیں۔ مہدی نے عیسیٰ کو اپنے پاس بغداد میں طلب کیا۔ عیسیٰ نے آنے سے انکار کیا۔ مہدی نے گورنر کوفہ کو تاکیدی حکم دیا کہ عیسیٰ کو تنگ کیا جائے مگر چونکہ عیسیٰ پہلے ہی سے خانہ نشین تھا اس لیے گورنر کوفہ کو کوئی موقعہ عیسیٰ کے پریشان کرنے کا نہ مل سکا' پھر مہدی نے ایک سخت خط عیسیٰ کو لکھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا' پھر مہدی نے اپنے چچا عباس کو عیسیٰ کے پاس بھیجا کہ اس کو بلا لائے۔ عیسیٰ نے پھر بھی انکار کیا۔ آخر مہدی نے دو سپہ سالاروں کو عیسیٰ کے لانے پر مامور کیا۔ مجبور ہو کر عیسیٰ بغداد میں آیا اور محمد بن سلیمان کے مکان پر فروکش ہوا۔ مہدی کے دربار میں آتا جاتا رہا مگر بالکل خاموش جاتا' خاموش رہتا اور خاموش چلا جاتا۔ آخر عیسیٰ پر تشدد شروع کیا گیا اور خود محمد بن سلیمان نے اس کو مجبور کرنا چاہا کہ وہ ولی عہدی سے دست بردار ہو جائے۔ عیسیٰ نے عہد و قسم کا عذر کیا جو اس سے ولی عہدی کے وقت لی گئی تھی۔ مہدی نے فقہاء کو طلب کیا' انہوں نے فتویٰ دیا کہ عیسیٰ قسم کا کفارہ دے کر ولی عہدی سے دست کش ہو سکتا ہے۔ مہدی نے اس کے عوض دس ہزار درم اور زاب و کسکر میں جاگیریں دیں اور عیسیٰ نے ۲۶/ محرم سنہ ۱۶۰ھ کو ولی عہدی سے خلع کیا اور ہادی کی ولی عہدی کی بیعت کر لی۔ اگلے دن مہدی نے دربار عام کیا۔ ارا کین سلطنت سے بیعت لی

Marfat.com

پھر جامع مسجد میں آیا' خطبہ دیا۔ عیسیٰ کے معزول اور ہادی کے ولی عہد ہونے کی لوگوں کو اطلاع دی۔ عیسیٰ نے اپنی ولی عہدی کے خلع کا اقرار کیا۔ لوگوں نے ہادی کی ولی عہدی کی بیعت کرلی۔

مہدی کا حج : سنہ۔۱۶۰ھ کے ماہ ذیقعدہ میں مہدی نے حج کی تیاری کی۔ اپنے بیٹے ہادی کو بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا۔ ہادی کے ماموں یزید بن منصور کو ہادی کے ساتھ مقرر کیا۔ دوسرے بیٹے ہارون کو مع چند اہل خاندان کے ہادی کی مصاحبت پر متعین کیا اور خود مع وزیر یعقوب بن داؤد بن طہمان کے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوا۔ مکہ میں پہنچ کر خانہ کعبہ کے پرانے تمام غلافوں کو جو تہہ بتہہ چڑھے ہوئے تھے' اتروایا اور ایک نیا قیمتی غلاف چڑھایا۔ ڈیڑھ لاکھ غرباء کو کپڑے تقسیم کئے۔ مسجد نبوی کو وسیع کرایا۔ واپسی میں انصار کے پانچ سو خاندان اپنے ہمراہ عراق میں لایا۔ ان کو یہاں آباد کر کے جاگیریں اور وظیفے مقرر کئے اور اپنی محافظت پر ان کو مامور کیا۔ مکہ کے راستے میں مکانات بنوائے۔ ہر مکان میں حوض اور کنویں بھی بنوائے۔ ان تمام کاموں کا اہتمام یقطین بن موسیٰ کے سپرد کیا۔ مسجد بصرہ کی بھی توسیع کرنے اور اس کے منبر کو چھوٹا کرنے کا حکم دیا۔

اندلس میں چھیڑ چھاڑ : مہدی کی طرف سے افریقہ کا گورنر عبدالرحمٰن بن حبیب فہری تھا۔ اس نے بربریوں کی ایک جماعت لے کر اندلس کے ساحل مرسیہ میں پہنچ کر اندلس کے صوبہ سرقسط کے گورنر سلیمان بن یقطن کو خلافت عباسیہ کی دعوت دی۔ سلیمان نے اس تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا۔ عبدالرحمٰن فہری نے سرقسطہ پر حملہ کیا۔ سلیمان نے شکست دے کر عبدالرحمٰن فہری کو پیچھے ہٹا دیا۔ اسی اثناء میں امیر عبدالرحمٰن فرمانروائے اندلس فوج لے کر آپہنچا۔ اس نے سب سے پہلے عبدالرحمٰن فہری کی کشتیوں کو جو ساحل پر کھڑی تھیں' جلوادیا تاکہ فرار ہو کر نکل نہ جائے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰن فہری کی طرف متوجہ ہوا۔ عبدالرحمٰن پریشان ہو کر بلنسیہ کے پہاڑ پر چڑھ گیا۔ امیر عبدالرحمٰن نے اعلان کر دیا کہ جو کوئی عبدالرحمٰن بن حبیب فہری کا سر کاٹ کر لائے گا' اس کو ایک ہزار دینار انعام میں دیا جائے گا۔ اس کی خبر کہیں عبدالرحمٰن فہری کے ہمراہی کسی بربری کو بھی ہو گئی۔ وہ غفلت کی حالت میں عبدالرحمٰن کا سر کاٹ کر امیر عبدالرحمٰن کے پاس لے آیا اور انعام لے کر چل دیا۔ امیر عبدالرحمٰن کو عباسیوں کی اس فوج کشی سے اشتعال پیدا ہوا۔ اس نے جواباً ارادہ کیا کہ لشکر لے کر ساحل شام پر حملہ آور اور خلیفہ عباسی کو اس گستاخی کا مزہ چکھائے مگر انہیں ایام میں حسین بن یحییٰ بن سعید بن عثمان انصاری نے سرقسطہ میں علم بغاوت بلند کیا۔ لہذا عبدالرحمٰن اموی فرمانروائے اندلس اس طرف متوجہ ہو گیا اور شام کا قصد ملتوی رہا۔

خلیفہ منصور عباسی کے زمانے سے اندلس میں خاندان بنو امیہ کی حکومت قائم ہو کر ایک الگ اسلامی حکومت کا دوسرا مرکز بن گیا تھا۔ اس وقت چونکہ سلسلہ عباسیہ شروع ہو چکا ہے۔ لہذا خلافت عباسیہ کے فرمانرواؤں کا حال جب تک کہ ان کی فرماں روائی اندلس کے سوا تمام عالم اسلامی پر قائم رہی اسی سلسلہ میں ختم کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ اندلس کی حکومت کا حال اس کے بعد شروع سے الگ بیان کیا جائے گا۔ قارئین کرام منتظر رہیں۔

Marfat.com

جنگ روم و حملہ ہارون : سنہ۔ ۱۶۳ھ میں مہدی نے خراسان اور دوسرے صوبوں سے لشکر فراہم کیا اور رومیوں پر جہاد کی غرض سے یکم رجب سنہ۔ ۱۶۳ھ کو بغداد سے کوچ کیا۔ ۳۰/ جمادی الثانی یعنی ایک دن پہلے مہدی کے چچا عیسیٰ بن علی کا انتقال ہو گیا تھا۔ بغداد میں ہادی کو اپنی نیابت پر چھوڑا اور اپنے دوسرے بیٹے ہارون کو اپنے ہمراہ لیا۔ دوران سفر میں موصل و جزیرہ ہو کر گزرا۔ اس صوبہ کے گورنر عبدالصمد بن علی کو معزول کر کے قید کر دیا اور اپنے بیٹے ہارون کو آذربائیجان' آرمینیا اور کل بلاد مغرب کا والی مقرر کیا اور جزیرہ کی حکومت عبداللہ بن صالح کو عطا کی۔ رومیوں پر چڑھائی کرنے کا سبب یہ تھا کہ سنہ۔ ۱۶۲ھ میں رومیوں نے بلاد اسلامیہ پر چڑھائی کر کے بعض شہروں کو ویران کر دیا تھا۔ اس لیے خلیفہ مہدی نے خود اس طرف لشکر کشی کی۔ اس سفر میں مہدی جب مسلمہ بن عبدالملک کے قصر کے مقابل پہنچا تو مہدی کے چچا عباس بن علی نے مہدی سے کہا کہ ایک مرتبہ آپ کے دادا محمد بن علی اس طرف کو ہو کر گزرے تھے تو مسلمہ نے ان کی دعوت کی تھی اور ایک ہزار دینار نذر کئے تھے۔ مہدی نے یہ سنتے ہی مسلمہ کے لڑکوں' غلاموں اور جملہ متعلقین کو طلب کر کے بیس ہزار دینار مرحمت کئے اور ان کے وظائف مقرر کر دیئے۔ مہدی خود حلب میں پہنچ کر ٹھہر گیا اور ہارون کو فوج اور فوجی سرداروں کے ساتھ آگے روانہ کیا۔ ہارون کے ساتھ عیسیٰ بن موسیٰ' عبدالملک بن صالح' حسن بن قحطبہ' ربیع بن یونس' یحییٰ بن خالد بن برمک تھے مگر تمام لشکر کی سرداری رسد و غلہ کا انتظام سب ہارون کے ہی سپرد تھا۔ ہارون نے آگے بڑھ کر رومیوں کے قلعوں پر محاصرہ کیا اور یکے بعد دیگرے کئی قلعے فتح کئے۔ اس عرصے میں مہدی نے اطراف حلب کے زندیقوں کو چن چن کر قتل کرنا شروع کیا۔ ہارون فتح و فیروزی کے ساتھ واپس آیا۔ مہدی ہارون کو لے کر بیت المقدس کی زیارت کو گیا۔ مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی' پھر بغداد کو واپس چلا آیا۔ مہدی نے جب ہارون کو آذربائیجان اور آرمینیا کا گورنر بنایا تھا تو حسن بن ثابت کو اس کا وزیر مال اور یحییٰ بن خالد بن برمک کو اس کا وزیر خارجہ مقرر کیا تھا۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۱۶۳ھ میں خالد بن برمک کا انتقال ہوا۔

رومیوں پر ہارون کی دوسری چڑھائی : سنہ۔ ۱۶۴ھ میں عبدالکبیر بن عبدالرحمٰن نے رومیوں پر فوج کشی کی تھی مگر بطریق میکائیل اور بطریق طارہ ارمنی نے نوے ہزار کی جمعیت سے مقابلہ کیا۔ عبدالکبیر بلا مقابلہ واپس چلا آیا۔ اس واقعہ سے وہ رعب جو سنہ۔ ۱۶۳ھ کی حملہ آوری سے رومیوں پر قائم ہوا تھا' زائل ہو گیا۔ مہدی نے سنا تو عبدالکبیر کو قید کر دیا اور سنہ۔ ۱۶۵ھ میں اپنے بیٹے ہارون کو جہاد روم پر روانہ کیا اور اپنے امیر' حاجب اور معتمد خاص ربیع کو ہارون کے ہمراہ کر دیا۔ ہارون قریباً ایک لاکھ فوج لے کر رومیوں کے ملک پر حملہ آور ہوا اور برابر شکستیں دیتا ہوا رومیوں کو قتل کرتا' ان کے شہروں کو غارت کرتا ہوا قسطنطنیہ تک پہنچ گیا۔ ان دنوں قسطنطنیہ کے تخت پر ایک عورت مسماۃ غسطہ حکمران تھی' جو قیصر الیوک کی بیگم تھی اور اپنے نابالغ بیٹے کی طرف سے حکومت کر رہی تھی۔ ستر ہزار دینار سالانہ جزیہ دینا منظور کر کے تین برس کے لیے رومیوں نے صلح کر لی اور یہ شرط قبول کر لی کہ قسطنطنیہ کے بازار میں مسلمانوں کی آمد و رفت اور خرید و فروخت کی ممانعت نہ

Marfat.com

کی جائے گی۔اس صلح نامہ سے پیشتر مسلمانوں نے رومیوں کے پانچ ہزار چھ سو آدمیوں کو گرفتار اور ۵۶ ہزار کو قتل کر دیا تھا۔اسی سال مہدی نے ہارون کو تمام ممالک مغربیہ کا حاکم و مہتمم مقرر کیا۔

سنہ۔۱۶۶ھ میں خلیفہ مہدی نے اپنے بیٹے ہارون کو ہادی کے بعد ولی عہد مقرر کیا اور لوگوں سے ہارون کی ولی عہدی کے لیے بیعت لی اور ہارون کو رشید کا خطاب دیا۔اسی سال مہدی نے بغداد سے مکہ' مدینہ اور یمن تک خچروں اور اونٹوں کی ڈاک بٹھائی تاکہ روزانہ ان مقامات سے اطلاعات آتی رہیں اور وہاں احکامات پہنچتے رہیں۔اسی سال مہدی نے ابو یوسف کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا۔

سنہ۔۱۶۷ھ میں عیسیٰ بن موسیٰ نے کوفے میں وفات پائی۔اسی سال زندیقوں کا جابجا ظہور ہوا اور مہدی نے اول ان کو بحث مباحثہ کے ذریعہ ساکت کیا پھر ان کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔جہاں زندیقوں کا پتہ سنا' وہیں ان کے استیصال کے درپے ہو گیا۔علاقہ بصرہ میں مابین یمامہ و بحرین زندیقوں نے بڑا زور باندھا۔مرتد ہو کر نمازیں چھوڑ بیٹھے اور محرمات شرعی کا پاس و لحاظ اٹھا دیا اور لوٹ مار پر آمادہ ہو کر راستہ بند کر دیا۔خلیفہ مہدی نے جابجا ان کا قتل عام کرایا اور اس طرح ان زندیقوں کے پیچھے پڑا کہ ان کی بیخ کنی ہی کر کے چھوڑی۔مہدی کے کارہائے نمایاں میں زندیقوں کا استیصال بھی خصوصیت سے قابل تذکرہ ہے۔اسی سال مہدی نے مسجد حرام میں توسیع کی اور اردگرد کے مکانات خرید کر مسجد کے احاطہ میں شامل کر دیئے۔

جرجان پر ہادی کی یورش : سنہ۔۱۶۷ھ میں خبر پہنچی کہ اہل طبرستان نے علم بغاوت بلند کیا ہے۔خلیفہ نے ان کی سرکوبی کے لیے اپنے ولی عہد ہادی کو روانہ کیا۔ہادی کے لشکر کا علم محمد بن جمیل کے ہاتھ میں تھا۔ہادی نے طبرستان اور اس کے بعد جرجان میں امن وامان قائم کیا اور باغیوں کو قرار واقعی سزائیں دیں۔

سنہ۔۱۶۸ھ میں رومیوں نے اس صلح کو جو مسلمانوں کے ساتھ کی تھی' میعاد صلح کے ختم ہونے سے چار مہینے پہلے توڑ ڈالا۔علی بن سلیمان والی جزیرہ و قنسرین نے یہ خبر پا کر یزید بن بدر بن بطال کو ایک زبردست فوج دے کر قسطنطنیہ کی طرف روانہ کیا۔یزید بن بدر وہاں سے بہت سامال غنیمت لے کر واپس آیا۔

وفات مہدی : خلیفہ مہدی کو تجربہ سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہادی کے مقابلہ میں دوسرا بیٹا ہارون زیادہ قابل اور امور سلطنت کے انصرام کی زیادہ اہلیت رکھتا ہے۔چنانچہ اس نے سنہ۔۱۶۸ھ میں اس خیال کے پختہ ہونے کے بعد ارادہ کیا کہ ولی عہدی میں ہارون کو ہادی پر مقدم کر دے اور ہادی کو ولی عہدی سے معزول کر کے ہارون کو اس کی جگہ ولی عہد بنا کر لوگوں سے بیعت لے۔ان دنوں ہادی جرجان ہی میں مقیم تھا۔مہدی نے اس کی طلبی کے لیے قاصد روانہ کیا۔اس نے یہ گستاخی و شوخ چشمی دکھائی کہ اس قاصد کو پٹوا کر نکلوا دیا اور باپ کے حکم کی تعمیل میں جرجان سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔یہ کیفیت دیکھ کر مہدی خود جرجان کی طرف روانہ ہوا۔راستہ میں مقام باسبذان میں پہنچا تھا کہ ۲۲/ محرم سنہ۔۱۶۹ھ مطابق اگست سنہ۔۷۸۵ء میں انتقال کیا۔ہارون رشید اس سفر میں باپ کے ساتھ تھا۔اس نے جنازے کی نماز پڑھائی اور بھائی کے پاس جرجان میں وفات پدر کی خبر بھیجی۔ہادی نے وہاں اہل لشکر سے اپنی خلافت کی بیعت لی۔ہارون رشید لشکر کو لیے ہوئے بغداد کی طرف

Marfat.com

لوٹ آیا۔ یہاں آکر اپنے بھائی ہادی کی خلافت کی لوگوں سے بیعت لی اور ایک گشتی اطلاع خلیفہ مہدی کے فوت ہونے اور ہادی کے خلیفہ ہونے کی تمام عمال کے پاس روانہ کر دی۔ بیس روز کے بعد ہادی جرجان سے روانہ ہو کر بغداد پہنچا اور تخت خلافت پر بیٹھ کر حاجب ربیع کو خلعت وزارت عطا کی۔ ربیع چند روز کے بعد فوت ہو گیا۔

خلیفہ مہدی عباسیوں میں نہایت نیک طینت' متقی' سخی' خوش مزاج' بہادر اور نیک دل خلیفہ تھا۔ اس نے اپنے باپ کے زمانے میں ان خون ریزیوں کو دیکھا جو علویوں کی ہوئی تھیں۔ وہ ان خون ریزیوں کو اچھا نہیں جانتا تھا۔ وہ اپنے نیک سلوک اور رفاہ رعایا کے کاموں میں کوشش کر کے لوگوں کے دل میں گھر کرنا قیام سلطنت کے لیے ضروری سمجھتا تھا اور خوف و جبر اور تشدد و قہر کو بالکل غیر ضروری جانتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنے ندیموں اور مصاحبوں کی مجلس میں بے تکلف بیٹھنا شروع کیا' ورنہ اس سے پہلے منصور کے عہد میں ندماء اور مصاحبین پردہ کی آڑ میں بیٹھتے تھے اور خلیفہ صرف ان کی آواز سنتا اور وہ خلیفہ کی آواز سنتے۔ آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھ نہیں سکتے تھے۔ خلیفہ مہدی نے اپنے دور حکومت میں اپنے حکم سے کسی ہاشمی کو قتل نہیں کرایا۔ اس نے قسم کھالی تھی کہ میں کسی ہاشمی کو قتل نہ کروں گا۔ وہ کشتنی و گردن زدنی ہاشمیوں کو بھی صرف قید کر دیا کرتا تھا۔ زنادقہ کا وہ جانی دشمن تھا اور کسی زندیق کو بغیر قتل کئے نہ چھوڑتا تھا۔

یعقوب بن فضل جو ہاشمی تھا' زندیق ہو گیا اور اس نے اپنے زندیق ہونے کا اقرار بھی کر لیا تھا۔ مہدی نے اس کو قید کر دیا اور اپنے ولی عہد ہادی سے کہا کہ جب تم خلیفہ ہو تو اس کو قتل کر دینا۔ میں اپنی قسم پر قائم رہنے کے سبب اس کو قتل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہادی نے خلیفہ ہوتے وقت اس کو قتل کیا۔ مہدی کو اتباع سنت رسول اللہ کا بہت خیال تھا۔ اس نے وہ مقصورے جو مساجد میں خلفاء کے لیے بنائے جاتے تھے' خلاف سنت سمجھ کر سب تڑوا دیئے۔ جن مسجدوں میں منبر آنحضرت ﷺ کے منبر سے زیادہ بلند تھے' ان کو پست کرا دیا۔ وہ عبادت بھی بہت کرتا تھا۔ حلیم الطبع اور خوش گفتار تھا۔ اس کے دربار میں ہر شخص بلا روک ٹوک جا سکتا تھا۔ سلطنت کے کاموں میں نہایت مستعد اور ہوشیار تھا۔ وہ اپنے غلاموں اور خادموں کی عیادت کو بھی چلا جاتا تھا۔ بعض اوقات اس پر لوگوں نے قاضی کی عدالت میں دعوے دائر کئے اور وہ قاضی کی عدالت کے حکم نامہ کی تعمیل میں فریق مقدمہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہوا اور عدالت کے فیصلے کو اپنے اوپر تعمیل کرایا۔ اس کے زمانہ کے مشہور عالم شریک اس کے پاس آئے۔ مہدی نے کہا کہ آپ کو تین باتوں میں سے ایک ضرور ماننی پڑے گی یا تو آپ قاضی کا عہدہ قبول کریں یا میرے لڑکے کو پڑھائیں یا میرے ساتھ کھانا کھائیں۔ قاضی شریک نے سوچ کر کہا کہ ان سب میں کھانا کھانا سب سے زیادہ آسان ہے۔ چنانچہ دستر خوان پر انواع و اقسام کے کھانے چنے گئے۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو شاہی باورچی نے کہا کہ بس آپ پھنس گئے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ انہوں نے عہدہ قضا بھی منظور کیا اور مہدی کے لڑکوں کو بھی پڑھایا۔ مہدی جب کبھی بصرہ میں آتا تو پانچوں وقت کی نماز جامع مسجد میں پڑھایا کرتا۔ ایک روز لوگ نماز کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس کے بعد ایک اعرابی آیا جس کو نماز باجماعت نہ ملی۔ اس نے مہدی سے کہا کہ میں نے ظہر کی نماز تیرے پیچھے پڑھنی

Marfat.com

چاہی تھی مگر ممکن نہ ہوا۔ مہدی نے حکم دیا کہ اس شخص کا ہر نماز میں انتظار کیا جائے۔ چنانچہ عصر کی نماز کے وقت مہدی محراب میں کھڑا ہو گیا اور جب تک وہ اعرابی نہ آگیا تکبیر اقامت کی اجازت نہ دی۔ لوگ یہ دیکھ کر اس کی وسیع الاخلاقی سے متعجب رہ گئے۔ سب سے پہلے مہدی نے بصرے میں اپنے ایک خطبہ کے اندر یہ آیت پڑھی ﴿ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ﴾ الخ' اس کے بعد خطیبوں نے اس آیت کو خطبوں کا جزو لا ینفک قرار دے لیا۔

ہادی بن مہدی

ہادی بن مہدی بن منصور سنہ۔ ۱۴۷ھ میں بمقام رے خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ خیزران بربر کی رہنے والی ایک پرستار تھی جو مہدی کی مملوکہ تھی۔ جب اس کے پیٹ سے ہادی اور ہارون پیدا ہوئے تو مہدی نے اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ سنہ۔ ۱۵۹ھ میں نکاح کر لیا تھا۔ خلیفہ ہادی نے تخت نشین ہو کر اپنے باپ کی وصیت کے موافق زنادقہ کی خوب خبر لی اور ان کے قتل واستیصال میں کمی نہیں کی۔ خلیفہ ہادی کی تخت نشینی کے وقت صوبوں اور ولایتوں کے حاکم اس طرح تھے کہ:

مدینہ منورہ میں عمر بن عبدالعزیز عبیداللہ بن عبداللہ بن عمر بن خطاب' یمن میں ابراہیم بن مسلم بن قتیبہ' مکہ وطائف میں عبداللہ بن قسم' یمامہ وبحرین میں سوید قائد خراسانی' عمان میں حسن بن سلیم حواری' کوفہ میں موسیٰ بن عیسیٰ' بصرہ میں ابن سلیمان' جرجان میں خلیفہ ہادی کا آزاد کردہ غلام حجاج' قومس میں زیاد بن حسان' طبرستان میں صالح بن شیخ بن عمیرہ اسدی' موصل میں ہاشم بن سعید بن خالد۔ ہاشم کو ہادی نے اس کی کج خلقی کے سبب معزول کر کے عبدالملک بن صالح بن علی ہاشمی کو موصل کی حکومت پر مامور کیا تھا۔

حسین بن علی کا خروج : حسین بن علی بن حسن مثلث بن حسن مثنیٰ بن علی بن ابی طالب اور حسن بن محمد بن عبداللہ بن حسن ان کے چچا یحییٰ بن عبداللہ بن حسن اور دوسرے آل ابی طالب نے مل کر حکومت عباسیہ کے خلاف خروج کی سازش کی تھی اور یہ بات قرار پائی تھی کہ سنہ۔ ۱۵۹ھ کے موسم حج میں خروج کرنا چاہیے مگر ایام حج سے پہلے ہی مدینہ کے عامل عمر بن عبدالعزیز بن عبداللہ سے ان لوگوں کی کچھ ان بن ہو گئی اور انہوں نے خروج کر کے عامل مدینہ کے مکان کا محاصرہ کر کے حسین بن علی بن حسین مثلث کے ہاتھ پر بیعت کرنی شروع کی اور اہل مدینہ اس بیعت میں شامل ہونے لگے۔ اسی اثنا میں خالد یزیدی دو سو آدمیوں کی جمعیت سے آپہنچا۔ دوسری جانب سے عمر بن عبدالعزیز بھی محاصرہ سے نکل کر اور ایک جماعت کو ہمراہ لے کر مسجد کی طرف جہاں حسین بن علی کے ہاتھ پر بیعت ہو رہی تھی' آپہنچا۔ جو لوگ مسجد میں موجود تھے' انہوں نے مقابلہ کیا۔ اس لڑائی میں خالد یزیدی یحییٰ اور ادریس پسران عبداللہ بن حسن کے ہاتھ سے مارا گیا۔ اس کے مارے جاتے ہی سب کو شکست ہوئی اور حسین بن علی کی جماعت نے بیت المال کا دروازہ توڑ کر سرکاری خزانہ

Marfat.com

لوٹ لیا۔ اگلے دن بنو عباس کے حامیوں نے جمع ہو کر پھر مقابلہ کیا۔ کئی روز تک مدینہ میں لڑائی کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آخر حسینؑ بن علی نے سب کو خارج کر کے مدینہ پر مکمل قبضہ حاصل کیا۔ اکیس روز تک مدینہ میں قیام کر کے مکہ کی جانب کوچ کیا۔ مکہ مکرمہ میں پہنچ کر منادی کرادی کہ جو غلام ہمارے پاس آئے گا ہم اس کو آزاد کردیں گے۔ یہ سن کر غلاموں کا ایک گروہ حسین بن علی کے گرد فراہم ہو گیا۔

اسی سال سلیمان بن منصور' محمد بن سلیمان بن علی' عباس بن محمد بن علی' موسیٰ و اسماعیل پسران عیسیٰ بن موسیٰ وغیرہ عباسیہ خاندان کے چند آدمی حج کے لیے آئے تھے۔ ان لوگوں کے روانہ ہونے کے بعد ہادی کے پاس حسین بن علی کے خروج کی خبر پہنچی۔ ہادی نے فوراً محمد بن سلیمان کو ایک خط لکھا کہ تم اپنے تمام ہمراہیوں کو لے کر حسین بن علی کا مقابلہ کرو۔ محمد بن سلیمان اپنے ساتھ کچھ فوج بھی لایا تھا۔ محمد بن سلیمان نے مقام ذی طویٰ میں سب کو فراہم کر کے لشکر کو باقاعدہ مرتب کیا اور مکہ مکرمہ میں پہنچ کر عمرہ ادا کیا۔ وہاں مختلف صوبوں اور ملکوں سے جو سرداران عباسیہ حج کے لیے آئے تھے' وہ سب محمد بن سلیمان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ یوم الترویہ کو مقام فخ میں صف آرائی و جنگ آزمائی کی نوبت پہنچی۔ بہت سے آدمی مارے گئے۔ آخر حسین بن علی کو شکست حاصل ہوئی اور ان کے ہمراہی فرار ہو گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص حسین بن علی کا سر لے کر آیا۔ ان کے ہمراہیوں کے قریباً ۱۰۰ سو سر جمع کئے گئے۔ انہیں میں سلیمان برادر محمد مہدی کا سر بھی تھا۔ ہزیمت یافتہ لوگ میدان سے بھاگ کر حجاج میں شامل ہو گئے۔ ادھر محمد بن سلیمان نے امان کی منادی کرادی تھی۔ حسن بن محمد بن عبداللہ امان کی منادی کے بعد گرفتار ہوا۔ اس کو موسیٰ بن عیسیٰ نے قتل کر دیا۔ محمد بن سلیمان نے اس پر اظہار ناراضگی کیا اور ہادی کو بھی جب یہ بات معلوم ہوئی تو موسیٰ بن عیسیٰ کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس لڑائی میں ادریس بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب برادر محمد مہدی بھی بچ کر نکل گیا تھا۔ وہ وہاں سے فرار ہو کر مصر پہنچا۔ وہاں صالح بن منصور کا آزاد کردہ غلام واضح محکمہ ڈاک کا افسر تھا۔ اس کو آل ابی طالب کے ساتھ ہمدردی تھی۔ اس نے ادریس کو تیز رفتار گھوڑے پر سوار کرا کر بلاد مغرب کی طرف روانہ کر دیا۔ وہاں ادریس شہر دلیلہ مضافات طنجہ میں پہنچا اور بربریوں کو دعوت دینی شروع کی۔ اس کی اولاد کا حال آئندہ جداگانہ بیان ہو گا۔ چند روز کے بعد خلیفہ ہادی کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ واضح نے ادریس کو مغرب کی طرف بھگا دیا ہے۔ چنانچہ ہادی نے واضح اور اس کے ہمراہیوں کو گرفتار کرا کر قتل کرا دیا۔ ادریس بن عبداللہ کا دوسرا بھائی یحییٰ بن عبداللہ مقام فخ سے فرار ہو کر دیلم پہنچا۔

ہادی کی وفات : ہادی نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی یہ کوشش شروع کی کہ اپنے بھائی ہارون کو ولی عہدی سے معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنائے۔ یحییٰ بن خالد بن برمک ہارون رشید کا اتالیق و مدار المہام تھا۔ اس نے خلیفہ ہادی کو سمجھانے اور اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ کئی مرتبہ یحییٰ اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر ہادی کو اس ارادے سے باز رکھ سکا لیکن ہادی کے دوسرے مصاحب اس کو بار بار اس بات پر آمادہ

Marfat.com

کرتے رہے کہ وہ ہارون کو معزول کر کے اپنے بیٹے جعفر کو ولی عہد بنائے۔ یحییٰ نے ہادی کو سمجھایا تھا کہ آپ کا بیٹا جعفر ابھی نابالغ ہے۔ اگر آپ آج فوت ہو جائیں تو امرائے سلطنت اس چھوٹے بچے کی خلافت و حکومت کو ہرگز تسلیم نہ کریں گے اور فسادات پیدا ہو جائیں گے۔ ہارون کو آپ کے باپ مہدی نے آپ کے بعد ولی عہد مقرر کیا تھا۔ آپ ہارون کے بعد جعفر کو ولی عہد بنادیں تو پھر کوئی اندیشہ اور خطرہ باقی نہ رہے گا۔ آپ کی زندگی میں جعفر جس وقت بالغ ہو جائے گا اور اپنی قابلیت کا اظہار کرے گا تو میں ہارون کو اس بات پر رضامند کر دوں گا کہ وہ اپنے حق ولی عہدی سے جعفر کے حق میں دست بردار ہو جائے۔ ان باتوں سے ہادی کی تشفی ہو گئی تھی مگر امرائے سلطنت جو ہارون کے مخالف تھے' ہادی کو بار بار آمادہ کرتے رہے۔ آخر ہارون پر تشدد کیا گیا۔ یحییٰ نے اس ارادے سے مطلع ہو کر ہارون کو مشورہ دیا کہ وہ شکار کے بہانے سے کہیں چلا جائے اور ہادی سے دور دور رہے۔

چنانچہ ہارون شکار کے لیے اجازت حاصل کر کے قصر مقاتل کی طرف چلا گیا۔ ہادی نے اس کو واپس بلوایا تو اس نے بیماری کا حیلہ کیا اور حاضر نہ ہوا۔ انہیں ایام میں ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ ہادی نے اپنی ماں خیزران کو امور سلطنت میں دخل دینے سے بالکل روک دیا اور اس کے ان اختیارات کو جو مہدی کے زمانے سے حاصل تھے' بالکل ضبط کر لیا۔ ماں بیٹوں کی اس کشیدگی نے ایسی ناگواری صورت اختیار کر لی کہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ خیزران کو جب یحییٰ کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ ہادی نے اپنے بیٹے جعفر کی ولی عہدی کے لیے ہارون کی جان کا دشمن ہو گیا ہے تو وہ ہارون کی محبت میں اور بھی زیادہ ہادی کی دشمن بن گئی اور اب بجائے ایک یحییٰ کے دوسری خیزران بھی ہارون کی حامی بن گئی۔ جب ہارون نے ہادی کی خدمت میں حاضر ہونے سے انکار کیا تو اس کے بعد ہادی خود بلاد موصل کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں سے واپسی میں ہارون بھی اس کے ساتھ تھا۔ راستے میں ہادی بیمار ہوا اور تین دن بیمار رہ کر شب یک شنبہ ۱۴/ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ مطابق سنہ ۷۸۶ء مقام عیسیٰ باد قریباً سوا برس حکومت کر کے وفات پائی۔ ہادی کے اس طرح یکایک فوت ہو جانے سے لوگوں کو یہ خیال کرنے کا موقع ملا کہ خیزران نے ہادی کو اپنی ایک لونڈی کے ذریعہ زہر دلوا کر مروا ڈالا تھا۔ چونکہ ہادی بیمار تھا' اس لیے زہر خورانی کا واقعہ افشانہ ہونے پایا۔ یحییٰ بن خالد اس کام میں خیزران کا مشیر اور شریک کار تھا' واللہ اعلم بالصواب۔

ہادی نے بغداد سے جرجان تک ڈاک بٹھائی تھی۔ ہادی سخی' خوش مزاج اور کسی قدر ظلم پسند تھا۔ سلطنت کے کاموں سے بے پرواہ نہ تھا۔ تنومند اور سپاہی منش تھا۔ اس کی عمر بہت کم اور خلافت کا زمانہ بہت ہی تھوڑا تھا۔ اس لیے اس کے اخلاق کا اچھی طرح اظہار نہیں ہو سکا۔

ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی

ابو جعفر ہارون الرشید بن مہدی بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس سنہ ۱۴۸ھ میں

Marfat.com

بمقام رے خیزران کے بطن سے پیدا ہوا۔ ایک ہفتہ پہلے یحییٰ بن خالد کا بیٹا فضل بن یحییٰ پیدا ہوا تھا۔ ہارون کی ماں خیزران نے فضل کو اور فضل کی ماں نے ہارون کو دودھ پلایا تھا۔ ہارون الرشید شب یک شنبہ ۱۴/ ربیع الاول سنہ ۱۷۰ھ کو اپنے بھائی کے مرنے پر تخت خلافت پر بیٹھا۔ اسی شب اس کا بیٹا مامون پیدا ہوا۔ یہ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ ایک ہی رات میں ایک خلیفہ فوت ہوا۔ دوسرا تخت نشین ہوا اور تیسرا خلیفہ پیدا ہوا۔ ہارون الرشید کی کنیت پہلے ابو موسیٰ تھی لیکن بعد میں ابو جعفر ہو گئی۔ ہارون الرشید کشیدہ قامت اور خوبصورت آدمی تھا۔

ہارون الرشید نے تخت نشین ہوتے ہی یحییٰ بن خالد برمک کو وزیر اعظم بنایا اور قلمدان وزارت کے ساتھ خاتم خلافت اس کے سپرد کر کے تمام مہمات سلطنت میں مختار کل بنا دیا۔ خیزران جو ہادی کے زمانے میں انتظامات سلطنت سے بے تعلق اور معطل کر دی گئی تھی، اب یحییٰ بن خالد کے ساتھ مل کر پھر سلطنت کے کام انجام دینے لگی۔ یحییٰ اور خیزران کے اختیارات کا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیے کہ ہارون الرشید خود سلطنت کے کاموں سے بے خبر اور بے تعلق تھا بلکہ ہارون الرشید کو یحییٰ اور خیزران کی عزت افزائی مقصود تھی اور وہ ان کو اپنا حقیقی خیر خواہ یقین کرتا اور ان کے ہر ایک مشورہ کو قابل اعتماد جانتا اور یحییٰ سے مشورہ لیے بغیر کوئی کام نہ کرتا تھا۔ ایک بائیس تیئیس سال کے نوجوان خلیفہ کی یہ انتہائی قابلیت اور دانائی سمجھنی چاہیے کہ اس نے وزارت کے لیے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو اس عہدہ جلیلہ کے لیے بے حد موزوں اور مناسب تھا۔

تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد ہارون الرشید کے عمال کے عزل و نصب اور تغیر و تبدل سے نظام حکومت کو پہلے سے زیادہ مستحکم و مضبوط بنانے کی کوشش کی۔ عمر بن عبدالعزیز عمری کو مدینہ منورہ کی گورنری سے معزول کر کے اسحاق بن سلیمان کو مقرر کیا۔ افریقہ کی گورنری پر روح بن حاتم کو بھیجا۔ سرحدی علاقے کو جزیرہ اور قنسرین سے جدا کر کے ایک الگ صوبہ عواصم کے نام سے بنایا۔ خلافت کے پہلے ہی سال جب حج کا موسم آیا تو حج کرنے کے لیے گیا۔ حرمین شریفین میں اس نے اپنی سخاوت اور دریا دلی کا خوب اظہار کیا۔

سنہ ۱۷۱ھ میں بنو تغلب کے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی پر روح بن صالح ہمدانی کو مامور کیا۔ روح اور بنی تغلب میں مخالفت ہو گئی۔ روح نے بنی تغلب کی سرکوبی کے لیے لشکر فراہم کیا۔ بنی تغلب نے روح پر شب خون مارا اور اس کو قتل کر دیا۔

ادریس بن عبداللہ کا ذکر اوپر آچکا ہے کہ وہ ہادی کے عہد خلافت میں جنگ فخ سے فرار ہو کر بلاد مغرب کی طرف فرار ہو گئے تھے۔ وہاں انہوں نے بربریوں میں اپنی امامت کی دعوت شروع کی اور سنہ ۱۷۲ھ میں شہر دلیلہ کے اندر خروج کر کے علانیہ لوگوں سے بیعت لی اور ملک مراقش میں اپنی سلطنت قائم کر لی۔ یہ علویوں کی سب سے پہلی حکومت تھی جو مراقش میں قائم ہوئی۔ عالم اسلامی میں اندلس کا ملک خلافت عباسیہ سے نکل گیا۔ ہارون الرشید نے اس خبر کو سن کر سلیمان بن جریر المعروف بہ تماخ کو جو اس کا غلام تھا، مراقش کی جانب تنہا روانہ کیا کہ ادریس بن عبداللہ کا کام تمام کر کے آئے۔ چنانچہ شماخ نے وہاں پہنچ کر ادریس بن

Marfat.com

عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہارون الرشید کی برائیاں بیان کر کے ادریس کی خدمت میں تقرب حاصل کر لیا اور موقع کا منتظر رہا۔ چنانچہ سنہ۔ ۱۷۷ھ میں زہر کے ذریعہ ادریس بن عبداللہ کا کام تمام کر کے واپس چلا آیا مگر اس سلطنت کا جو ادریس نے قائم کی تھی' سلسلہ اس طرح قائم رہا کہ ادریس بن عبداللہ کی وفات کے بعد ان کی کسی کنیز کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوا' اس کا نام بھی بربریوں نے ادریس ہی رکھا اور پھر اس کو اپنا امام بنایا۔ ادریسی سلطنت کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔ چند روز کے بعد علاقہ تونس میں بھی عباسیہ حکومت براہ راست قائم نہ رہی بلکہ وہاں بھی ایک جدا حکومت قائم ہو کر برائے نام خلافت عباسیہ کی سیادت باقی رہ گئی تھی۔ اس طرح کافی مغربی حصہ حکومت عباسیہ سے خارج ہو گیا۔

سنہ۔ ۱۷۳ھ میں محمد بن سلیمان گورنر بصرہ نے وفات پائی۔ ہارون الرشید نے اس کے مال و اسباب کو ضبط کر کے بیت المال میں داخل کر دیا۔ اس سے بیشتر محمد بن سلیمان کا حقیقی بھائی جعفر بن سلیمان نے مسلمانوں کے شوق اور مال غنیمت کو غصب کر کے بہت سامال جمع کر لیا ہے۔ اب جبکہ محمد بن سلیمان کی وفات کے بعد جعفر اس کے ترکہ کا مدعی ہوا تو ہارون الرشید نے اسحاق بن سلیمان کو سندھ و مکران کی حکومت پر مامور کیا اور یوسف بن امام ابو یوسف کی زندگی میں عہدہ قضا پر مامور کیا۔

امین کی ولی عہدی : ہارون الرشید کے بیٹے مامون الرشید کی پیدائش کا ذکر تو اوپر آچکا ہے کہ ہارون الرشید کی تخت نشینی کے وقت سنہ۔ ۷۰ھ میں پیدا ہوا تھا مگر مامون الرشید مراجل نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا جو مجوسی النسل تھی۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۷۰ھ میں اس کا دوسرا بیٹا محمد امین اس کی بیوی زبیدہ خاتون بنت جعفر بن منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ امین کا اتالیق فضل بن یحییٰ بن خالد بن برمک اور مامون کا اتالیق جعفر بن یحییٰ بن خالد بن برمک تھا۔ فضل کی خواہش یہ تھی کہ ہارون الرشید اپنے بیٹے امین کو ولی عہد بنائے اور جعفر اس کوشش میں تھا کہ مامون ولی عہد ہو۔ چونکہ امین ہاشمیہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا' نیز فضل کے ساتھ زبیدہ خاتون کی کوششیں بھی شامل تھیں جو ہارون الرشید کی بڑی چہیتی بیوی تھی۔ لہذا سنہ۔ ۷۵ھ میں جبکہ امین کی عمر صرف پانچ برس کی تھی' ہارون الرشید نے لوگوں سے امین کی ولی عہدی کی بیعت لی۔ اسی سنہ۔ ۷۵ھ میں ہارون الرشید نے عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث کو خراسان کی گورنری سے معزول کر کے خالد بن عطاء کندی کو مامور فرمایا۔

یحییٰ بن عبداللہ کا خروج : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ادریس اور یحییٰ پسران عبداللہ بن حسن برادران محمد مہدی نفس زکیہ جنگ فخ سے فرار ہو گئے تھے۔ ادریس نے بلاد مغرب میں جا کر مراقش پر قبضہ کیا۔ جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یحییٰ بن عبداللہ نے دیلم میں خلافت عباسیہ کے خلاف خروج کیا۔ لوگوں نے ہر چہار سمت سے آ آ کر بیعت کرنی شروع کی اور بہت بڑی زبردست طاقت ان کو حاصل ہو گئی۔ ہارون الرشید اس خبر کو سن کر بہت گھبرایا اور پچاس ہزار زبردست فوج کے ساتھ فضل بن یحییٰ کو اس فتنہ کے فرو کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ساتھ ہی فضل بن یحییٰ کو جرجان' طبرستان اور رے وغیرہ کی سند گورنری بھی دے دی۔ فضل بن یحییٰ نے

Marfat.com

بغداد سے روانہ ہو کر اور طالقان میں پہنچ کر یحییٰ بن عبداللہ کے نام ایک خط لکھا جس میں خلیفہ وقت کی طاعت و عظمت سے ڈرایا اور صلح کر لینے کی حالت میں انعام و جاگیر کی توقع دلائی۔ یحییٰ نے اس کے جواب میں لکھا کہ مجھ کو اس شرط سے صلح منظور ہے کہ ہارون الرشید اپنے قلم سے صلح نامہ لکھے اور اس پر فقہاء قضاۃ اور سرداران بنو ہاشم کے دستخط بطور گواہ ثبت ہوں۔ فضل بن یحییٰ نے ان تمام خالات سے ہارون الرشید کو اطلاع دی۔ ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور اپنے ہاتھ سے صلح نامہ لکھ کر اور اس پر مندرجہ شرط کے موافق دستخط کرا کر مع تحفہ و ہدایا فضل کے پاس بھیج دیا۔ فضل نے یحیی بن عبداللہ کے پاس یہ صلح نامہ بھیجا۔ چنانچہ یحییٰ اور فضل دونوں بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ اس صلح میں والی دیلم کو بھی جس نے اپنے قلعہ میں یحییٰ بن عبداللہ کو قیام پذیر ہونے کا موقع دیا تھا اور ہر طرح ان کا معین و مددگار تھا' دس لاکھ روپیہ اس شرط پر دینا طے کیا گیا تھا کہ وہ عبداللہ کو صلح پر آمادہ کر دے۔ چنانچہ وہ رقم اس کے پاس بھجوا دی گئی۔ یحییٰ اور فضل جب بغداد میں پہنچے تو ہارون الرشید نے نہایت عزت اور تپاک کے ساتھ یحییٰ بن عبداللہ سے ملاقات کی۔ جاگیر مقرر کی' انعامات دیئے اور اس کام کے صلہ میں فضل بن یحییٰ کے مرتبہ میں بھی اضافہ کیا گیا اور یحییٰ بن عبداللہ کو فضل بن یحییٰ کے سپرد کیا گیا کہ تم ہی ان کو اپنے پاس رکھو۔ چنانچہ یحییٰ بن عبداللہ آرام سے فضل بن یحییٰ کی نگرانی میں زندگی بسر کرنے لگے اور بغداد میں رہنے لگے۔

سنہ۔۱۷۶ھ میں ہارون الرشید کے پاس خبر پہنچی کہ مصر کا گورنر موسیٰ بن عیسیٰ دعوت علویہ سے متاثر ہے اور وہ انقلاب خلافت کی تدابیر میں مصروف ہے۔ ہارون الرشید نے ملک مصر کی گورنری کا انتظام جعفر بن یحییٰ برمکی کے سپرد کیا۔ جعفر نے عمر بن مہران کو جس کی کنیت ابو حفص تھی' مصر کی گورنری کے لیے تجویز کیا۔ اس نے اس شرط پر مصر کی گورنری منظور کی کہ میں جب ملک مصر کے کاموں کا انتظام کر چکوں اور خراج مصر کا بقایا سب وصول کر کے داخل خزانہ کر دوں تو پھر مصر سے واپسی میرے اختیار میں رہے کہ جب چاہوں واپس چلا آؤں' اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ رہے۔ ہارون الرشید نے اس شرط کو منظور کر کے سند گورنری عمر بن مہران کو لکھ دی۔ اس نے مصر میں جا کر موسیٰ بن عیسیٰ سے چارج لیا اور چند روز میں تمام بقایا وہاں کے لوگوں سے وصول کر کے بغداد واپس چلا آیا اور مصر کی گورنری پر ہارون نے اسحاق بن سلیمان کو روانہ کیا۔

ملک شام میں بدامنی : سنہ۔۱۷۶ھ میں ملک شام کے اندر صفریہ و یمانیہ قبائل کی خانہ جنگی نے ترقی کر کے خطرناک صورت اختیار کی۔ دمشق کا گورنر عبدالصمد بن علی اس خانہ جنگی کے فرو کرنے میں ناکام رہا تو ہارون الرشید نے عبدالصمد کو معزول کر کے ابراہیم بن صالح کو مصر کی گورنری پر مامور کیا مگر ابراہیم بن صالح نے یمانیہ قبائل کی در پردہ اعانت و حمایت کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عرصہ دراز تک یہ فتنہ فرو نہ ہوا اور قبائل مضر نے دمشق پر قبضہ کر کے کئی مرتبہ حاکم دمشق کو بے دخل اور معطل کیا۔ آخر مجبور ہو کر ہارون الرشید نے جعفر بن یحییٰ برمکی کو شام کی طرف روانہ کیا اور سنہ۔۱۸۰ھ میں جعفر برمکی اس فساد کو فرو کرنے کے بعد دارالخلافہ بغداد میں واپس آیا۔

Marfat.com

اسی سال یعنی سنہ۔۷۶ھ میں افواج صائفہ کے سردار عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح نے رومیوں کے شہر دیسہ کو فتح کیااور رومی لشکر کو کئی شکستیں دیں۔

عطاف بن سفیان کی بغاوت : سنہ۔۷۷ھ میں عطاف بن سفیان ازدی نے علم بغاوت بلند کر کے موصل اور اس کی نواحی ولایتوں پر قبضہ کر لیااور گورنر موصل کو دارالامارت میں محصور و محبوس کر کے چار ہزار جنگ آوروں کو لے کر خراج وصول کرنا شروع کر دیا۔ یہ حالات سن کر ہارون خود بغداد سے فوج لے کر اس طرف گیا۔ عطاف آرمینیا کی طرف بھاگ گیا۔ ہارون نے موصل کی شہر پناہ کو منہدم کرادیااور بغاوت مصر اور بغاوت خراسان کی خبر سن کر فوراً بغداد واپس چلا آیا۔ عطاف آرمینیا سے شہر رقہ میں واپس چلا آیااور یہیں سکونت اختیار کر کے خاموش زندگی بسر کرنے لگا۔ اسی سال عبدالرزاق بن حمید ثغلبی نے بلاد روم پر فوج کشی کی اور رومیوں کو سزا دے کر واپس آیا۔

بغاوت مصر : سنہ۔۷۷ھ کے آخر میں خبر پہنچی کہ مصر میں بعض قبائل سرکشی پر آمادہ ہیں۔ مصر کے گورنر اسحاق بن سلیمان نے اس بغاوت کے روکنے کی کوشش کی مگر سنہ۔۷۸ھ میں باغیوں نے علم بغاوت بلند کر کے میدان میں نکل کر اسحاق بن سلیمان کو شکست دی۔ اس زمانہ میں ہرثمہ بن امین فلسطین کا عامل تھا۔ ہارون الرشید نے ہرثمہ کو لکھا کہ تم فوج لے کر مصر کی بغاوت فرو کرنے کے لیے جاؤ۔ ہرثمہ بن امین نے مصر میں جا کر باغیوں کو مغلوب و منقاد کیا۔ ہارون الرشید نے مصر کی گورنری ہرثمہ بن امین کو عطا کی مگر پھر ایک ہی مہینہ کے بعد ہرثمہ بن امین کو مصر کی حکومت سے برطرف کر کے عبدالملک بن صالح کو مصر کی حکومت سپرد کی۔

فتنہ خوارج : جس زمانہ میں مصر، شام اور موصل وغیرہ میں بغاوتیں ہو رہی تھیں، اسی زمانے میں خراسان کے اندر قیس بن ثعلبہ کے آزاد غلام حصین خارجی نے علم بغاوت بلند کر کے بدامنی پھیلا رکھی تھی۔ خراسان کے گورنر خالد بن عطاء کندی نے داؤد بن یزید کو سیستان کا عامل بنایا تھا۔ اس نے عثمان بن عمارہ کو حصین خارجی کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ حصین نے اس کو شکست دے کر بھگادیا۔ اس کے بعد بادغیس کو بوسنج اور ہرات کو لوٹ مار سے غارت کیا۔ اس کے بعد خالد کندی نے بارہ ہزار کا لشکر حصین کی گرفتاری پر مامور کیا۔ حصین نے صرف چھ سو آدمیوں سے اس بارہ ہزار کے لشکر کو شکست فاش دی اور برابر فساد و بدامنی پھیلاتا رہا۔ بارہا لڑائیاں ہوئیں مگر ہر لڑائی میں حصین نے لشکر خراسان کو شکست دی۔ آخر سنہ۔۷۸ھ کے ابتدائی ایام میں حصین خارجی کے قتل ہونے سے خراسان میں امن وامان قائم ہوا۔ اسی سال یعنی سنہ۔۷۸ھ میں زفر بن عاصم نے بلاد روم پر فوج کشی کی۔

سنہ۔۷۹ھ کے ماہ رمضان میں خلیفہ ہارون الرشید نے عمرہ ادا کیااور اسی احرام سے حج کیا۔ مکہ مکرمہ سے عرفات تک پیادہ سفر کیا۔ اسی سال حضرت امام مالک بن انسؒ نے ۱۷ ربیع الثانی کو بعمر ۸۴ سال وفات پائی

Marfat.com

اور اسی سال یعنی ماہ ذیقعدہ سنہ۔۱۷۹ھ میں امام ابو حنیفہؒ کے بیٹے حماد نے وفات پائی۔

سنہ۔۱۸۰ھ میں ماوراء النہر کی طرف ترکوں اور مغلوں پر جہاد کرنے کے لیے فوجیں روانہ کی گئیں اور خراسان گورنری پر علی بن عیسیٰ بن ہامان کو مامور کیا گیا۔ اس تقرر کو ہارون الرشید کے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد بن برمک نے ناپسند کیا اور علی بن عیسیٰ کی سخت مزاجی کی طرف توجہ دلائی مگر ہارون نے یحییٰ کے مشورے کو نہیں مانا اور علی بن عیسیٰ کو خراسان روانہ کر دیا۔ یحییٰ بن خالد کو فطرتاً یہ بات پسند نہ تھی کہ اہل خراسان پر جو اس کا آبائی وطن تھا' ظلم و تشدد ہو۔ ادھر خراسان کی آئے دن کی بغاوتیں مجبور کرتی تھیں کہ ہارون کسی سخت گیر شخص کو خراسان کی حکومت سپرد کرے۔ اسی سال یعنی سنہ۔۱۸۰ھ میں سخت زلزلہ آیا' جس کے صدمہ سے اسکندریہ کے مینار گر پڑے۔ اسی سال ہشام بن عبدالرحمٰن سلطان اندلس کا انتقال ہوا اور اس کا بیٹا سلطان الحکم تخت نشین ہوا۔ اسی سال ابو بشر عمرو بن عثمان ملقب بہ سیبویہ جو علم نحو کا امام اور شہر بیضا (بلاد فارس) کا رہنے والا تھا' چالیس سال سے کچھ زیادہ کی عمر میں فوت ہوا۔

سنہ۔۱۸۱ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے بذات خود بلاد روم پر فوج کشی کی اور قلعہ صفصاف کو بزور شمشیر فتح کیا۔ اسی سال عبدالملک بن صالح نے انقرہ تک کا علاقہ فتح کر لیا۔ اسی سال رومیوں اور مسلمانوں میں اس بات کی تحریک ہوئی کہ رومی اپنے قیدیوں کو مسلمانوں کی قید سے آزاد کرالیں اور اس کے معاوضہ میں مسلمانوں کو جو ان کی قید میں ہیں آزاد کر دیں۔ یہ سب سے پہلی صلح دولت عباسیہ کی رومیوں کے ساتھ ہوئی۔ مقام لامس سے جو طراسوس سے بارہ فرسنگ کے فاصلے پر تھا' علماء داعیان سلطنت اور تیس ہزار فوج معہ باشندگان سرحد جمع ہوئے۔ والی طرسوس بھی آیا اور ہارون الرشید کے بیٹے قاسم المعروف بہ موتمن کے زیر اہتمام ایک بڑی شاندار مجلس منعقد ہوئی۔ رومی مسلمان قیدیوں کو جن کی تعداد تین ہزار سات سو تھی لے کر آئے' ان کے معاوضہ میں موتمن نے عیسائی قیدیوں کو ان کے سپرد کر دیا۔ اسی سال ہرثمہ بن اعین افریقہ کی گورنری سے مستعفی ہو کر بغداد آیا اور ہارون الرشید کے رکابی دستہ فوج کا افسر مقرر ہوا اور محمد بن مقاتل بن حکیم افریقہ کی گورنری پر بھیجا گیا۔

مامون کی ولی عہدی : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ہارون الرشید نے سنہ۔۱۷۵ھ میں اپنے بیٹے امین بن زبیدہ خاتون کو ولی عہد بنایا تھا۔ اس وقت امین اور مامون دونوں کی عمر پانچ پانچ سال کی تھی۔ ایسی چھوٹی عمر میں آج تک کوئی ولی عہد کسی مسلمان فرمانروا نے نہیں بنایا تھا۔ اب ہارون نے سنہ۔۱۸۲ھ میں اپنے بیٹے مامون بن مراجل کو جبکہ اس کی عمر بارہ سال کی تھی' ولی عہد بنایا یعنی لوگوں سے اس بات کی بیعت لی کہ امین کے بعد مامون تخت خلافت کا مالک ہوگا۔ مامون کا اصل نام عبداللہ اور امین کا اصل نام محمد تھا۔ جب محمد کو سنہ۔۱۷۵ھ میں ولی عہد بنایا تھا تو اس کو امین کا خطاب دیا تھا اور اب جب عبداللہ کو ولی عہد دوم مقرر کیا تو اس کو مامون کا خطاب دیا اور خراسان نیز اس کے ملحقہ علاقہ یعنی ہمدان تک کی سند گورنری مامون کو عطا کی۔ عیسیٰ بن علی گورنر خراسان کو طلب کیا۔ جب وہ آگیا تو مامون کی طرف سے اس کو خراسان کی حکومت کی سند دے کر خراسان کی جانب واپس کر دیا۔ اسی

Marfat.com

سال یعنی ۷ ۲/رجب سنہ۔ ۱۸۲ھ کو امام ابو یوسف نے جن کا نام یعقوب تھا اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور بغداد کے قاضی القضاۃ تھے' وفات پائی۔

وہب بن عبداللہ نسائی اور حمزہ خارجی کا خروج :جبکہ عیسیٰ بن علی مامون الرشید کی تقریب ولی عہدی کے سلسلہ میں بغداد کی طرف آیا تو ابو خصیب وہب بن عبداللہ نسائی نے علم بغاوت بلند کر کے خراسان میں لوٹ مار شروع کر دی۔ جب عیسیٰ بن علی نے واپس جا کر اس کا تعاقب کیا تو وہب نے خائف ہو کر امان طلب کی۔ چنانچہ اس کو امان دے دی گئی اور وہ خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔ اس واقعہ کے بعد ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ بلاد بادغیس میں حمزہ بن اترک خارجی نے خروج کیا ہے اور شہروں پر قبضہ کرتا جاتا ہے۔ ہرات میں ان دنوں عمرویہ بن یزید ازدی عامل تھا اس نے چھ ہزار سواروں کی جمعیت لے کر حمزہ پر حملہ کیا۔ حمزہ نے اس کو شکست دے کر اس کے بہت سے سواروں کو قتل کر ڈالا اور اسی ہنگامہ میں عمرویہ بھی کچل کر مر گیا۔ یہ سن کر علی بن عیسیٰ نے اپنے لڑکے حسن بن علی کو دس ہزار فوج دے کر حمزہ کے مقابلہ کو روانہ کیا مگر حسن نے حمزہ کا مقابلہ نہ کیا۔ تب علی بن عیسیٰ نے اپنے دوسرے بیٹے عیسیٰ بن علی کو مامور کیا۔ مقابلہ ہوا اور حمزہ نے عیسیٰ بن علی کو شکست دے کر بھگا دیا۔ علی بن عیسیٰ نے عیسیٰ بن علی کو دوبارہ تازہ دم فوج دے کر پھر حمزہ کے مقابلے پر بھیجا۔ مقام نیشاپور میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ اس معرکہ میں حمزہ شکست کھا کر قہستان کی طرف گئے۔ عیسیٰ بن علی نے ادق' جوین اور ان قصبات و دیہات کی طرف اپنے لشکریوں کو متعین کیا جو حمزہ کی مدد کر رہے تھے اور نہایت بے رحمی سے چن چن کر خوارج کو قتل کیا' یہاں تک کہ تیس ہزار آدمی اس طرح مارے گئے۔ اس کے بعد عیسیٰ نے مقام زرنج میں عبداللہ بن عباس نسفی کو مال غنیمت جمع کرنے کے لیے چھوڑ کر خود کابل وزابلستان تک بڑھتا چلا گیا۔ ابو خصیب وہب بن عبداللہ جو شہر نسا میں امان طلب کرنے کے بعد خاموش بیٹھا تھا' میدان خالی دیکھ کر عہد شکنی پر مستعد ہو گیا اور باغیوں کا ایک گروہ کثیر اپنے گرد جمع کر کے اجیورد' نسا' طوس اور نیشاپور پر قابض ہو گیا۔ ادھر حمزہ نے اپنی مختصر جمعیت سے گاؤں اور قصبوں پر چھاپے مارنے اور راستے لوٹنے شروع کر دیئے۔ غرض حمزہ اور وہب نے چار سال تک علی بن عیسیٰ اور اس کے ہمراہیوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔ اس عرصہ میں بعض اوقات ابو خصیب نے مرو کا بھی محاصرہ کیا۔ آخر سنہ۔ ۱۸۶ھ میں وہب کے مارے جانے سے خراسان میں امن وامان قائم ہوا اور علی بن عیسیٰ نے اہل خراسان پر سختی و تشدد شروع کیا۔

اسی سال سنہ۔ ۱۸۲ھ میں عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح صائفہ کے ساتھ بغرض جہاد بلاد روم کی طرف روانہ ہوا۔ اسی زمانہ میں رومیوں نے اپنے بادشاہ قسطنطین کے وفات کے بعد اس کی ماں ملکہ رویی کو عطشہ کے لقب سے تخت نشین کیا۔ ہارون الرشید کے رعب واقتدار کا جو دربار قسطنطنیہ پر چھایا ہوا تھا یہ نتیجہ ہوا کہ اس رومی ملکہ نے صلح کی سلسلہ جنبانی شروع کی اور اسلامی سرداروں کے پاس پیغامات بھیج کر ان کو صلح کی جانب مائل کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرانس کا بادشاہ شارلمین اٹلی کا ملک فتح کر چکا تھا اور مغربی روم پر قابض ہو کر مشرقی روم یعنی سلطنت قسطنطنیہ پر بھی دانت رکھتا تھا۔ اس لیے اس رومی ملکہ نے بڑی دانائی کے ساتھ ہارون

Marfat.com

الرشید کو جزیہ دینا منظور کر کے صلح کرلی اور اپنے آپ کو مغربی خطرہ سے مقابلہ کرنے کے قابل بنالیا۔

صوبہ آرمینیا کا فساد : سنہ۔ ۱۸۳ھ میں خاقان بادشاہ خزر کی لڑکی فضل بن یحییٰ کی طرف روانہ کی گئی۔ مقام بروعہ میں پہنچ کر اتفاقاً یہ لڑکی مر گئی۔ اس کے ہمراہیوں نے واپس ہو کر اس کے باپ سے کہا کہ مسلمانوں نے مکر و حیلہ سے اس کو مار دیا ہے۔ خاقان نے یہ سن کر لشکر عظیم فراہم کیا اور بلاد اسلامیہ پر حملہ آوری کی غرض سے باب الابواب سے خروج کیا۔ صوبہ آرمینیا کا عامل سعید بن مسلم تاب مقاومت نہ لا سکا۔ خاقان نے صوبہ آرمینیا میں ایک لاکھ مسلمانوں کو قتل کر دیا اور ہزارہا مسلمانوں اور ان کے عورتوں بچوں کو گرفتار کر کے ایسی ایسی اذیتیں پہنچائیں جن کے سننے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ عالم اسلامی میں یہ واقعہ ایک حادثہ عظیم سمجھا جاتا ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے یزید بن مزید کو صوبہ آرمینیا کی گورنری پر مامور کر کے روانہ کیا اور وہ اس سے پہلے صوبہ آذربائیجان کا عامل تھا۔ اب صوبہ آرمینیا بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیا۔ ادھر خزیمہ بن خازم کو نصیبین میں اہل آرمینیا کی امداد کے لیے متعین کیا۔ یزید و خزیمہ کی فوجوں کے حدود آرمینیا میں داخل ہوتے ہی اہل خزر آرمینیا کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اسلامی فوج نے دوبارہ اپنا قبضہ و تسلط قائم کیا۔

امام موسیٰ کاظم ابن امام جعفر صادق کو ہارون الرشید نے احتیاطاً بغداد ہی میں قیام رکھنے پر مجبور کیا تھا اور علویوں کے خروج سے خائف ہو کر ان کو بغداد سے نکلنے کی اجازت نہیں دیتا تھا۔ اسی سال یعنی ۲۵/ماہ رجب روز جمعہ سنہ۔ ۱۸۳ھ کو امام موسیٰ کاظم فوت ہو کر بغداد میں مدفون ہوئے۔ یہ شیعوں کے ساتویں امام مانے جاتے ہیں۔ ان کی اور امام محمد تقی کی قبر ایک گنبد کے نیچے بغداد میں موجود ہے جو کاظمین کے نام سے مشہور ہے۔

ابراہیم بن اغلب اور شہر عباسیہ : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ہارون الرشید نے صوبہ افریقیہ کی حکومت پر محمد بن مقاتل بن حکم کو ہرثمہ بن اعین کے مستعفی ہونے کے بعد بھیج دیا تھا۔ یہ محمد بن مقاتل ہارون الرشید کا رضاعی بھائی تھا۔ اس نے جا کر اہل افریقیہ کی بغاوت کو فرو کیا۔ یہ بغاوت ہرثمہ بن اعین کے افریقیہ سے جدا ہوتے ہی نمودار ہو گئی تھی۔ محمد بن مقاتل نے نہایت ہوشیاری اور قابلیت کے ساتھ اہل افریقیہ کو مطیع کیا لیکن وہ لوگ طاقت کے آگے مجبور ہو کر خاموش و مطیع تھے۔ دل سے وہ بغاوت پر آمادہ اور محمد بن مقاتل سے ناراض تھے۔ ان لوگوں کی بغاوت و سرکشی کا ایک خاص سبب یہ تھا کہ وہ ولایت زاب کے عامل ابراہیم بن اغلب سے ہمیشہ مشورے لیتے رہتے تھے اور ابراہیم بن اغلب باغیوں کے سرداروں سے مخفی طور پر ساز باز رکھتا اور ان کو امداد پہنچاتا رہتا تھا۔ صوبہ افریقیہ کی مسلسل بغاوتوں کے سبب یہ حالت تھی کہ خزانہ مصر یعنی خراج مصر سے ایک لاکھ دینار سالانہ صوبہ افریقیہ کے مصارف اور اس پر حکومت قائم رکھنے کے لیے دیا جاتا تھا۔ یعنی صوبہ افریقیہ بجائے اس کے کہ سالانہ خراج بھیجے اور ایک لاکھ روپے سالانہ خرچ کرا دیتا تھا۔ محمد بن مقاتل نے اگرچہ امن و امان قائم کر دیا لیکن مصر کے خزانہ سے جو روپیہ دیا جاتا تھا وہ بدستور دیا جاتا رہا۔ اب ابراہیم بن اغلب نے درخواست بھیجی کہ مجھ کو صوبہ افریقیہ کا گورنر بنا دیا جائے۔ میں نہ صرف یہ کہ ایک لاکھ سالانہ نہ لوں گا بلکہ چار

Marfat.com

لاکھ سالانہ خراج خزانہ خلافت میں بھجواتا رہوں گا۔ ہارون الرشید نے اس معاملہ میں مشیروں سے مشورہ کیا تو ہرثمہ بن اعین نے رائے دی کہ ابراہیم بن اغلب کو افریقیہ کی گورنری دے دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ ہارون الرشید نے محرم سنہ۔ ۱۸۴ھ میں ابراہیم کے پاس سند گورنری بھیج دی۔ ابراہیم نے افریقیہ پہنچتے ہی وہاں کے تمام باغی سرداروں کو جن سے ابراہیم خوب واقف تھا چن چن کر گرفتار کیا اور بغداد بھیج دیا۔ جس سے تمام شورش یکایک فرو ہو گئی۔ اس کے بعد ابراہیم بن اغلب نے قروان کے پاس ایک شہر آباد کیا اور اس کا نام عباسیہ رکھا۔ اسی عباسیہ کو اس نے دارالحکومت بنایا۔ اس کے بعد اس کی نسل میں عرصہ دراز تک یہاں کی مستقل حکومت رہی جس کا حال آئندہ بیان ہو گا۔

اسی سال سنہ۔ ۱۸۴ھ میں ہارون الرشید نے یمن اور مکہ کی بھی حکومت حماد بربری کو عطا کی اور سندھ کی حکومت پر داؤد بن یزید بن خاتم کو روانہ کیا۔ قہستان کی حکومت یحییٰ حریش کو اور طبرستان کی حکومت مہرویہ رازی کو دی۔

سنہ۔ ۱۸۵ھ میں اہل طبرستان نے یورش کر دی۔ مہرویہ کو مار ڈالا۔ تب بجائے اس کے عبداللہ بن سعید حریشی مامور کیا گیا۔ اسی سال یزید بن مزید شیبانی نے جو آذربائیجان اور آرمینیا کا گورنر تھا' وفات پائی۔ بجائے اس کے اس کا بیٹا اسد بن یزید مامور کیا گیا۔

سنہ۔ ۱۸۶ھ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے علی بن عیسیٰ خراسان کی تمام بغاوتوں پر غالب آکر وہاں امن و سکون قائم کر سکا اور وہب بن عبداللہ نسائی مارا گیا۔ علی بن عیسیٰ کو زیادہ دنوں چین سے بیٹھنا نصیب نہیں ہوا۔ خراسان میں اس کے خلاف ایک اور طوفان برپا ہو گیا۔ اہل خراسان نے علی بن عیسیٰ کی شکایت میں مسلسل دربار خلافت میں عرضیاں بھیجنی شروع کی۔ یحییٰ بن خالد بن عیسیٰ کی گورنری خراسان سے خوش نہ تھا۔ چنانچہ یحییٰ کے دونوں چھوٹے بیٹوں موسیٰ اور محمد نے جن کو اہل خراسان میں کافی رسوخ حاصل تھا وہب بن عبداللہ اور حمزہ خارجی کو بغاوت پر اکسا دیا تھا اور انہیں کی در پردہ کوششوں کا نتیجہ تھا کہ خراسان میں مسلسل کئی برس تک بدامنی و فساد کا بازار گرم رہا۔ اس عرصہ میں خلیفہ ہارون الرشید کو یحییٰ و جعفر کی طرف سے کئی مرتبہ توجہ دلائی گئی کہ علی بن عیسیٰ کو خراسان سے معزول کر دیا جائے مگر ہارون الرشید نے کوئی التفات نہیں کیا۔ اب جبکہ تیر و شمشیر کے ہنگامے خراسان میں فرو ہو گئے تو کاغذ کے گھوڑے دوڑنے شروع ہوئے یعنی برمکیوں کی تحریک کا نتیجہ تھا کہ خراسانیوں نے علی بن عیسیٰ کی شکایتوں میں عرضی پر عرضی بھیجنا شروع کر دی۔ جب ان شکایتی عرضیوں کا شمار حد سے متجاوز ہونے لگا اور یہ شکایتیں بھی آنے لگیں کہ علی بن عیسیٰ نہ صرف ظلم و تشدد میں حد سے گزر گیا ہے بلکہ وہ تخت خلافت کے الٹ دینے کی تدابیر میں مصروف ہے تو ہارون نے مجبوراً خود بغداد سے کوچ کیا اور مقام رے میں پہنچ کر قیام کیا۔ علی بن عیسیٰ خلیفہ کے آنے کا حال سن کر معہ تحفہ و ہدایا مرو سے چل کر رے میں آیا اور خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی فرماں برداری اور اخلاص کا ثبوت پیش کیا۔ ہارون نے خوش ہو کر اس کو خراسان کی گورنری پر مامور رکھا اور رے' طبرستان' نہاوند' تومس اور ہمدان کی

Marfat.com

ولایتوں کو بھی اس کی حکومت میں شامل کر دیا۔

موتمن کی ولی عہدی : اسی سال یعنی سنہ۔۱۸۶ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے تیسرے بیٹے قاسم کو بھی ولی عہد بنایا یعنی لوگوں سے اس بات کی بیعت لی کہ مامون کے بعد قاسم تخت خلافت کا مالک ہو گا۔ اسی موقعہ پر قاسم کو موتمن کا خطاب دیا گیا لیکن موتمن کو ولی عہد سوم بناتے ہوئے بیعت میں یہ شرط رکھ دی کہ اگر موتمن لائق ہو تو مامون کا جانشین بنے گا ورنہ مامون کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اس کو معزول کر کے کسی دوسرے کو اپنا ولی عہد بنائے۔ ولی عہد اول یعنی امین کو عراق' شام اور عرب کے ملکوں کی حکومت سپرد کی۔ مامون کو ممالک مشرقیہ دیئے تھے' موتمن کو جزیرہ ثغور اور عواصم کے صوبوں کی حکومت عطا کی' پھر امین سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں مامون کے ساتھ ایفائے عہد کروں گا۔ اسی طرح مامون سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں مامون کے ساتھ ایفائے عہد کروں گا۔ اسی طرح مامون سے ایک عہد نامہ لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں امین کے ساتھ ایفائے وعدہ کروں گا۔ ان عہد ناموں پر اکابر علماء' مشاہیر' مشائخ' سرداران لشکر' اراکین سلطنت' بزرگان مدینہ اور بزرگان مکہ کے دستخط کرا کر خانہ کعبہ میں آویزاں کرا دیا۔ جو ملک جس بیٹے کو دیا تھا' اسی پر اس کو قناعت کرنے اور کسی دوسرے بھائی کا ملک نہ لینے کا بھی اقرار لیا گیا تھا۔ صرف خلافت میں ترتیب رکھی تھی یعنی اول امین خلیفۃ المسلمین ہو گا اور مامون اس کی فرمانبرداری کا اقرار کرے گا لیکن امین کو یہ حق حاصل نہ ہو گا کہ وہ مامون کو ان ملکوں کی حکومت سے معزول کر سکے جن کو ہارون نے مامون کی حکومت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔ امین کے بعد مامون خلیفہ ہو گا' وغیرہ یہ سب کچھ اسی عہد نامہ میں تصریح تھی جس پر امین و مامون وغیرہ سب کے دستخط و اقرار تھے اور جو خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا۔ اس طرح ہارون الرشید نے اپنی سلطنت کو اپنے بیٹوں میں تقسیم کر کے آئندہ کے لیے ان میں لڑائی جھگڑے کے پیدا ہونے کا امکان مٹانا چاہا تھا لیکن یہ ہارون الرشید کی کوئی عاقلانہ حرکت نہ تھی۔ غالباً محبت پدری نے اس کو ایک ایسی حرکت اور ایسے کام پر آمادہ کر دیا جس کو کسی طرح بھی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہو سکتا تھا۔

ہارون الرشید کا قابل تذکرہ حج : خلیفہ ہارون الرشید کو حج کرنے کا بہت ہی شوق تھا۔ وہ کسی سخت مجبوری کے بغیر حج کو نہ چھوڑتا۔ اس کا دستور تھا کہ ایک سال کفار پر جہاد کرتا اور ایک سال حج کے لیے جاتا۔ کسی خلیفہ نے اس قدر حج نہیں کئے جس قدر ہارون الرشید نے کئے ہیں مگر سنہ۔۱۸۶ھ کا حج اس لیے خصوصیت کے ساتھ قابل تذکرہ ہے کہ اسی حج کے ایام میں خانہ کعبہ پر وہ عہد نامہ لٹکایا گیا جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور اسی حج سے فارغ ہو کر ہارون الرشید نے خاندان برامکہ کی طاقت کو توڑا۔ ہارون الرشید نے انبار سے بقصد حج مکہ مکرمہ کی طرف کوچ کیا۔ اس کے ہمراہ اس کے تینوں بیٹے امین' مامون اور موتمن تھے۔ جعفر بن یحییٰ بھی جو آج کل وزیر اعظم تھا' اس کے ساتھ تھا۔ مکہ مکرمہ میں حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ گیا۔ اہل مکہ اور اہل مدینہ کو اپنی داد و دہش اور انعامات سے مالا مال کر دیا۔ اپنی اور اپنے بیٹوں کی طرف سے ایک کروڑ پانچ لاکھ کی اشرفیاں خیرات میں

Marfat.com

تقسیم کیں۔ مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر واپس لوٹا اور مقام انبار میں قیام کیا۔ اسی مقام پر جعفر بن یحیٰی برمکی کو محرم سنہ۔۱۸۷ھ کی آخری تاریخ میں قتل کرایا۔

برامکہ اور ان کا زوال : خلیفہ ہارون الرشید کی خلافت کے حالات بیان کرتے ہوئے اس وقت ہم سنہ۔۱۸۷ھ تک پہنچ گئے ہیں۔ اس سال کے ابتدائی مہینہ میں ہارون الرشید نے اپنے وزیر جعفر برمکی کو قتل کرایا اور اس کے بھائی فضل اور باپ یحیٰی کو قید کر دیا۔ بادشاہوں اور خلیفوں کے حالات میں کسی وزیر کا قتل ہونا اور کسی وزیر کا قید ہونا کوئی غیر معمولی بات اور بہت ہی عظیم الشان واقعہ نہیں ہوا کرتا۔ فرماں رواؤں کی تاریخ اسی قسم کے واقعات سے لبریز ہوا کرتی ہے۔ بادشاہوں کے کارنامے عموماً خون کی روشنائی سے لکھے جاتے ہیں لیکن برامکہ کے زوال اور جعفر کے قتل کا معمولی واقعہ ہنگامہ پسند اور واقعہ پرست لوگوں اور دروغ بات قصہ گویوں' ناول نویسوں اور عجائب پرست جاہلوں کی بدولت ایسی بدنما صورت اختیار کر چکا ہے کہ جس طرح آج محمود غزنوی' اورنگ زیب عالمگیر کی نسبت بہت سے پڑھے لکھے جاہل اور عاقل نما احمق غلط فہمی میں مبتلا ہو کر دوسروں کو مبتلا کرتے اور مقصد اسلامی کو نقصان پہنچاتے ہیں اور محمود و عالمگیر کے متعلق ضرورت پیدا ہو گئی ہے کہ جھوٹ کو جھوٹ ثابت کر کے آئینہ حقیقت نما سامنے رکھ دیا جائے۔ اسی طرح ضرورت ہے کہ قتل جعفر اور زوال برامکہ پر بھی کسی قدر وسیع کلام کر کے دروغ کے فروغ کو مٹا دیا جائے۔ لہذا ضرور تاً سنہ۔۱۸۷ھ کے اس واقعہ کو کسی قدر تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے برمکی خاندان کی مختصر تاریخ اس کے بعد وہ غلط اور سراپا دروغ روایت جو جاہل احمقوں میں شہرت پا چکی اور بہت سے پڑھے لکھوں کی زبان سے ادا ہو چکی ہے' اس کے بعد حقیقت اصلیہ بیان ہو گی۔ وباللہ التوفیق۔

خاندان برمک

ایرانیوں میں سب سے قدیم مہ آبادی مذہب تھا۔ جس میں ستارہ پرستی زیادہ اور آتش پرستی کم تھی۔ مہ آباد کے بعد اس کے مذہب کی تجدید کے لیے یکے بعد دیگرے بہت سے پیغمبر بطور مجدد آئے۔ ان سب کے بعد شت و خشور زردشت کا ظہور ہوا۔ زردشت نے جس شریعت کو رواج دیا اللہ جانے اس کی اصلی صورت کیا ہو گی مگر آج کل جو کچھ پتہ چلتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زردشت کی شریعت میں آتش پرستی زیادہ اور ستارہ پرستی کم تھی۔ زردشت کی زندگی ہی میں اس کا مذہب شاہی مذہب ہو کر ایران کے اکثر حصہ میں پھیل گیا تھا۔ اسفندیار کی پہلوانی در و ئین تنی نے افغانستان و پنجاب تک اس مذہب کو پھیلایا اور ہندوستان کے اعلم العلماء و شمس الفضلاء سنگراچہ و بیاس جی نے زردشت کے پاس بلخ میں حاضر ہو کر بیعت کی اور ہندوستان میں واپس آکر آتش پرستی کی اشاعت شروع کی جس کی یادگار اب تک ہندوؤں کے ہون کی شکل میں نمودار ہے۔ زردشت اور اس کے مرید باخلاص تارک السلطنت بادشاہ لہراسپ کا آخری قیام گاہ بلخ ہی تھا۔ بلخ کو دین آتش پرستی کے ساتھ وہی تعلق ہے جو بیت المقدس یا یروشلم کو عیسویت کے ساتھ یا بودھ مذہب کو گیا جی کے ساتھ

Marfat.com

ہے۔ سکندر یونانی نے اصطخر' سمرقند' کانگڑہ' کراچی اور بابل کا درمیانی رقبہ اپنی تاخت و تاراج سے بالکل تہ و بالا کر دیا تھا۔ یہی رقبہ کیانی خاندان کی آتش پرست سلطنت کا محکوم و مغلوب رقبہ تھا۔ اسی رقبہ میں آتش پرستی رائج تھی۔ یونانیوں کے سیلاب نے کیانیوں کی حکومت کے ساتھ ہی آتش پرستی کو ٹھنڈا کر دیا۔ سینکڑوں برس کے بعد یونانیوں کے شکنجے سے ایرانیوں کی گردنیں چھوٹیں اور ساسان اول نے ایرانی طائف الملوکی کو پھر ایک شہنشاہی کی شکل میں تبدیل کر کے دین زردشتی کی خاکستری میں سے چنگاریاں نکال کر جابجا آتش کدے روشن کر دیئے۔ بلخ کو چینیوں نے زردشت ہی کے زمانے میں حملہ کر کے ویران کر دیا تھا لیکن بلخ چند روز ہی کے بعد پھر آباد اور آتش پرستوں کا قبلہ تھا۔ سکندری سیلاب نے بلخ کی گرم بازاری کو سرد کر دیا تھا لیکن راسخ العقیدت زردشتیوں کا وہ بدستور امید گاہ تھا۔ ساسانیوں کے عہد میں اس کی عظمت نے دوبارہ عہد شباب پایا۔ جب قادسیہ و نہاوند کے میدانوں میں ساسانی سلطنت کے سانس پورے ہو گئے تو بلخ کے آتش کدے کی رونق اور بھی زیادہ بڑھ گئی کیونکہ ایران کا شکست خوردہ شہنشاہ اور دربار ایران کے بقیہ مفرور سرداروں کا جمگھٹ بلخ ہی کی طرف متوجہ ہو کر بلخ کے آتش کدہ موسومہ نوبہار میں مصروف یزدان پرستی ہوا۔

اس زمانے میں نوبہار کے مغ اعظم کی شان و عظمت قابل دید ہو گی اور وہ دین آتش پرستی کے سرپرست اعظم شہنشاہ ایران کی بربادی و بے کسی دیکھ دیکھ کر سب سے زیادہ متاثر ہو گا۔ وہ سوچتا ہو گا کہ جس دین کے پیشواؤں میں میرا شمار ہے وہ دین ہی اب ذلیل و برباد ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ ہی میری اور میرے خاندان کی عظمت بھی رخصت ہوا چاہتی ہے۔ آتش کدے کے امام یا متولی کو مغ کہتے تھے۔ ان مغوں میں جو سب سے بڑا اور سب کا افسر اور اپنے صوبہ کے تمام آتش کدوں کا مہتمم اور مرکزی آتش کدہ کا مغ ہوتا تھا وہ برمغ کہلاتا تھا۔ ایران کے چار مرکزی آتش کدوں میں سے ایک آتش کدہ نوبہار تھا۔ اس آتش کدے کو سب سے زیادہ عظمت و شہرت حاصل تھی کیونکہ بلخ لہراسپ کا مقتل اور زردشت کا قیام گاہ اور دین زردشتی کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ اس لیے نوبہار کے برمغ کی عزت و عظمت آتش پرستوں اور ایرانیوں میں یقیناً بہت بلند ہو گی۔

سنہ ۳۱ھ میں مسلمان فتح مندوں کا سیلاب مرو کی طرف سے بڑھتا' میدانوں کو سمیٹتا اور پہاڑوں کو لپیٹتا ہوا بلخ تک پہنچا اور وہ آگ جس کی نسبت مشہور تھا کہ ہزاروں برس سے برابر روشن چلی آتی ہے' افسردہ ہو گئی۔ نہ آتش پرست رہے' نہ آتش کدہ کی ضرورت رہی۔ نہ برمغ صاحب کی عزت و توقیر کرنے والا کوئی بڑا گروہ تھا' نہ ان کی آمدنی و آسائش کے سامان رہے مگر وہ اپنے اسی خطاب یعنی برمغ کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ فتح مند اہل عرب اس نام کو برمک کہنے لگے۔

اس موقع پر یہ خیال کرنا غلطی ہو گی کہ اہل عرب نے نوبہار کو مسمار و منہدم کر کے آتش پرستوں کو عبادت سے روک دیا اور زبردستی مسلمان بنالیا تھا۔ مسلمان اگر زبردستی آتش پرستوں کو مسلمان بناتے تو سب سے پہلے برمک کو مسلمان بناتے لیکن انہوں نے برمک سے قطعاً کوئی تعرض نہیں کیا بلکہ آتش پرست خود ہی اسلام میں داخل ہوتے اور اپنے مذہب کو چھوڑتے جاتے تھے اور اسی تبدیلی مذہب کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کو

Marfat.com

حیرت انگیز سرعت کے ساتھ فتوحات حاصل ہوئیں۔ مسلمانوں کا بلخ تک پہنچنا گویا مذہب اسلام کا بلخ تک پہنچنا تھا۔ جس کا لازمی نتیجہ آتش کدہ نوبہار کی بربادی اور اس کے مغ کی تباہ حالی تھا۔ برمک چونکہ مذہبی پیشوا تھا' اس لیے اس نے مذہب اسلام قبول نہ کیا کیونکہ اسلام کے اس ملک میں آنے سے اس کو ہر قسم کا نقصان پہنچا تھا اور وہ مسلمانوں کو طیش و غضب کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ مسلمانوں کے آنے کے بعد سرحد چین کے مغل اور ترک قبائل جو ایرانیوں کی قوم اور مذہب سے کوئی تعلق نہ رکھتے مگر ایرانی شہنشاہی کے رعب سے بلخ پر حملہ آور نہ ہو سکتے تھے' اب بلخ پر چھاپے مارنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہی مغل سردار مسلمانوں کو جزیہ دینے کا اقرار کر کے بلخ پر حکمرانی کرنے لگے اور بعد میں قوت پا کر مسلمانوں کے لیے موجب مشکلات بھی ہونے لگے۔ ان مغلوں نے بلخ میں آتش پرستی کے تمام سامانوں کو مٹایا اور خاندان برمک کو ذلیل کر کے ادنیٰ طبقہ میں پہنچایا۔ عربوں نے پہلی مرتبہ اس طرف آکر زیادہ دنوں قیام نہیں کیا اور اندرونی جھگڑوں نے ان کو سرحدوں کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیا اور بلخ مغلوں کا تختہ مشق بنا رہا۔

وہ برمک جو نوبہار کا مغ اور مجوسی سلطنت کا زمانہ دیکھے ہوئے تھا' فوت ہو گیا۔ اس کا بیٹا بھی جو دین زردشتی کا پیرو تھا' اسی نام سے مشہور ہوا۔ اس دوسرے برمک نے نوبہار کی بہار کا زمانہ نہیں دیکھا تھا۔ سنہ ۸۶ھ میں جب قتیبہ بن مسلم گورنر خراسان نے بلخ پر چڑھائی کی تو وہاں سے کچھ لونڈیاں بھی گرفتار ہو کر آئیں۔ ان میں ایک اس برمک دوم کی بیوی بھی تھی جو قتیبہ بن مسلم کے بھائی عبداللہ بن مسلم کے حصے میں آئی تھی۔ چند روز کے بعد جب اہل بلخ سے صلح ہوئی تو یہ تمام لونڈیاں اور قیدی واپس کیے گئے۔ چنانچہ عبداللہ بن مسلم کو بھی یہ عورت واپس کرنی پڑی۔ اس عورت نے رخصت ہوتے وقت عبداللہ سے کہا کہ میں تجھ سے حاملہ ہو گئی ہوں۔ برمک کے یہاں پہنچ کر اس عورت کے پیٹ سے لڑکا پیدا ہوا۔ یہی لڑکا جعفر برمکی کا دادا تھا' جس کا نام خالد تھا۔ ممکن ہے کہ یہ روایت بھی اسی قسم کی فرضی کہانی ہو جیسی کہ عجائب پسند اور عجائب پرست لوگ تصنیف کر لیا کرتے ہیں۔ بہرحال برمک دوم کے یہاں سنہ ۸۶ھ یا سنہ ۸۷ھ میں خالد پیدا ہوا۔ سنہ ۱۶۴ھ میں امام ابراہیم عباسی نے ابو مسلم خراسانی کو خراسان کے دعاۃ کا افسر و مہتمم بنا کر بھیجا۔ ابو مسلم نے خالد بن برمک کو جبکہ اس کی عمر چالیس سال کے قریب تھی' اپنی جماعت میں شامل کیا۔ ابو مسلم کو خالد بن برمک کے ساتھ بہت محبت تھی اور اس کی خصوصی توجہ خالد کی تربیت اور افزائش مرتبت میں صرف ہوتی تھی۔

ابو مسلم نے جب خراسان سے ایک شخص کو بھیج کر ابو سلمہ خلال معروف بہ وزیر آل محمد کو قتل کرایا تو سفاح کو لکھا کہ آپ اب خالد بن برمک کو اپنا وزیر بنا لیں۔ چنانچہ عبداللہ سفاح پہلے عباسی خلیفہ نے خالد بن برمک کو اپنا وزیر بنا لیا اور سفاح کی وفات تک خالد بن برمک وزیر رہا۔ سفاح کے بعد منصور عباسی تخت نشین ہوا تو اس نے بھی خالد کو وزارت پر قائم رکھا۔ منصور نے اپنی خلافت کے پہلے سال ہی ابو مسلم کو جو خالد کا مربی' ہم خیال اور محسن تھا' قتل کرا دیا۔ خالد نے ابو مسلم کے قتل ہونے پر اپنے کسی عمل سے اپنی دلی ناراضی اور ملال

Marfat.com

کا اظہار نہ ہونے دیا مگر منصور نے پھر بھی احتیاطاً قتل ابو مسلم سے چار پانچ مہینے کے بعد خالد کو کسی بغاوت کے فرو کرنے کے بہانے سے روانہ کر کے ابوایوب کو اپنا وزیر بنالیا۔ چونکہ خالد سے کوئی علامت سرکشی اور بے وفائی کی ظاہر نہیں ہوئی تھی' اس لیے خلیفہ منصور نے ایک کارگزار اور قابل شخص سے کام لینے اور فائدہ اٹھانے میں کمی نہیں کی۔ خالد کے آئندہ طرز عمل نے منصور کو مطمئن کر دیا۔ چونکہ وہ ابو مسلم جیسے سازشی' باہمت اور اولوالعزم شخص کا شاگرد رشید اور سیاسی معاملات میں خوب تجربہ کار تھا' ایرانی عصبیت بھی اس کے دل میں موجود تھی۔ ابو مسلم کا انجام بھی وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اور اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا۔ لہذا وہ ابو مسلم سے بھی زیادہ گہرا بن گیا اور منصور جیسے چوکس رہنے والے اداشناس خلیفہ سے بھی اپنے اصلی رنگ کو چھپا لینے میں کامیاب ہو گیا۔ موصل کی ولایت کا والی اور منصور کے بیٹے مہدی کا اتالیق رہا اور اپنے وقار و مرتبہ کو آخر عمر تک قائم رکھا۔ وہ اس کے اور اس کے خاندان کے لیے بے حد مفید اور ضروری تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ اس نے خود اس بات کی کوشش کی ہو کہ مہدی کی اتالیقی اس کو مل جائے۔ مہدی کی تخت نشینی اور منصور کی وفات کے بعد بھی خالد زندہ تھا۔ اب اس کے عزت و مرتبہ میں اور بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ مہدی کے عہد خلافت یعنی سنہ ۱۶۳ھ میں قریباً ۷۷ سال کی عمر میں خالد کا انتقال ہوا۔ اس کی آخری آدھی عمر سلطنتوں کے بننے بگڑنے کا تماشہ دیکھنے میں صرف ہوئی تھی اور وہ خود سلطنتوں کو برباد کرنے اور نئی سلطنت قائم کرنے کے کام میں شریک غالب کی حیثیت سے کام کر چکا تھا۔

خالد کی وفات کے وقت اس کے بیٹے یحییٰ کی عمر ۴۵ یا ۵۰ سال کی تھی اور اس نے بھی ہوش سنبھالتے ہی یہ تمام تماشے اور ہنگامے دیکھے تھے۔ وہ اپنے باپ سے اس کے تمام عزائم' تمام خیالات' تمام خواہشات' تمام احتیاطیں ورثہ میں پا چکا تھا۔ وہ اپنے باپ دادا کی بربادی' اپنے خاندانی احترام' ایرانی شہنشاہی کے افسانے نہایت عقیدت و حسرت کے ساتھ سن چکا تھا۔ وہ اپنے آپ کو ایرانی قوم کا نمائندہ اور پیشوا سمجھتا اور اس بات کو بخوبی جانتا تھا کہ ایک ذرا سی لغزش پا اس رسوخ کو جو خلافت اسلامیہ میں حاصل ہے' ضائع کر کے تحت الثریٰ میں پہنچا سکتی ہے۔ دوسری طرف اس کو اور اس کے باپ کو خاندان خلافت کے اندرونی اور خاندانی معاملات میں بھی دخل تھا۔ صحبت مدام نے اس کے قلب کو رعب سلطنت کے بوجھ سے چور چور اور مرعوب ہونے سے بھی بچا لیا تھا۔ خالد بن برمک نے سب سے بڑا کام اور نہایت گہری تدبیر یہ کی تھی کہ سنہ ۱۶۱ھ میں مہدی کو مشورہ دیا کہ شہزادہ ہارون الرشید کا اتالیق یحییٰ کو بنا دیا جائے۔ مہدی چونکہ خود خالد کی اتالیقی میں رہ چکا تھا' لہذا اس نے اپنے بیٹے کو خالد کے بیٹے کی اتالیقی میں سپرد کرنا بالکل بے ساختہ چیز سمجھا۔ اس سے بھی پہلے جبکہ ہارون الرشید بمقام رے خیزران کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا تو خالد' مہدی کے ساتھ رے میں موجود تھا۔ خالد ہی نے ہارون الرشید کو یحییٰ کی بیوی کا اور اپنے پوتے یعنی یحییٰ کے بیٹے فضل کو خیزران کا دودھ پلوا کر فضل اور ہارون کو دودھ شریک بھائی بنوایا تھا۔ خالد کی ان تمام تدابیر کو اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو اس نے نہایت ہی خوبی کے ساتھ اپنے خاندان کی پوری پوری حفاظت کر لی تھی کیونکہ وہ ایک نہایت عظیم الشان کام انجام دینا یعنی ابو مسلم

Marfat.com

کا بدلہ لے کر ایرانیوں میں حکومت و سلطنت کو واپس لانا چاہتا تھا۔

یحییٰ بن خالد نے ہارون کی تعلیم و تربیت کی تھی۔ اس نے ہارون پر یہاں تک اپنا اثر قائم کر لیا تھا کہ ہارون تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد بھی یحییٰ کو پدر بزرگوار ہی کہہ کر مخاطب کرتا تھا اور اس کے سامنے بے تکلفانہ گفتگو کرتا ہوا شرماتا تھا۔ خلیفہ ہادی کا عہد خلافت کسی طرح بھی خاندان برمک کے منصوبوں کے موافق نہ تھا اور ہادی پر یحییٰ کا کوئی اثر بھی نہ تھا۔ اگر تھا تو صرف اسی قدر کہ وہ متوسلین میں سے ایک تھا لیکن یحییٰ نے وہ تدابیر اختیار کیں کہ ہادی کی حقیقی ماں خیزران اپنے بیٹے ہادی کی دشمن بن کر اس کی جان کی خواہاں بن گئی اور یحییٰ و خیزران نے مل کر جلد ہی اس کا کام تمام کر دیا اور سال بھر سے زیادہ اس کو حکومت کا موقعہ نہ مل سکا۔ ہارون کی تخت نشینی کے لیے یحییٰ کا کوشش کرنا ظاہر ہے کہ خود اپنی ہی ذات کے لیے کوشش کرنا تھا۔ ہارون نے خلیفہ ہوتے ہی جیسا کہ توقع تھی یحییٰ بن خالد کو وزیر اعظم اور مدار المہام خلافت بنا دیا۔ یحییٰ ایسا بیوقوف نہ تھا کہ ہارون کی ماں خیزران کو ناراض رکھتا۔ اس نے ہر ایک کام خیزران کے مشورہ سے کرنا شروع کر دیا یعنی اپنی ہر ایک تجویز کے لیے پہلے خیزران سے مشورہ لے لیتا تھا۔ چند روز کے بعد خیزران فوت ہو گئی اور یحییٰ کو اس تکلف کی بھی ضرورت باقی نہ رہی۔ یحییٰ نے امور خلافت اور مہمات سلطنت میں اس انہماک' دل سوزی اور خوبی سے کام کیا کہ ہارون الرشید کے دل میں یحییٰ کی عزت اور محبت بڑھتی چلی گئی۔ یحییٰ نے یہ بھی احتیاط رکھی کہ ہارون کی آزاد مرضی اور دلی خواہش میں کسی مقام پر بھی یحییٰ کا اختیار سد راہ محسوس نہ ہونے پائے۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ یحییٰ کا کام صرف ہارون کی خواہش اور منشاء کو کامیاب بنانے کی سعی بجالانا ہے اور بس لیکن یحییٰ نے جو سب سے بڑا کام کیا وہ یہ تھا کہ اس نے غیر محسوس طریقہ پر اپنے خاندان والوں' اپنے بھائیوں' بھتیجوں اور اپنے ہم خیال ایرانیوں کو ذمہ داری کے عہدوں' اہم ولایتوں کی حکومتوں' فوجوں کی سرداریوں پر مامور و مقرر کرنا شروع کیا۔ اپنے بیٹوں فضل اور جعفر وغیرہ کو اس نے ہارون الرشید کا بھائی بنا ہی دیا تھا۔ ہارون بھی یحییٰ کے بیٹوں کو اپنا بھائی کہتا اور انہیں سب سے زیادہ اپنا عزیز و رفیق جانتا تھا۔ اپنے بیٹوں کو ہارون نے فضل و جعفر کی اتالیقی میں دے دیا تھا۔ سنہ ۷۴ھ میں جبکہ یحییٰ بوڑھا اور ضعیف ہو گیا تھا' ہارون نے اس کے بیٹے فضل کو مہمات وزارت میں اس کا مددگار و شریک بنایا تھا۔

جب یحییٰ بن عبداللہ نے سنہ ۷۶ھ میں دیلم میں خروج کیا تو فضل بن یحییٰ ہی نے اس مہم کو طے کیا تھا اور یحییٰ بن عبداللہ کے لیے جاگیر مقرر کرائی تھی۔ چند روز کے بعد ہارون نے یحییٰ بن عبداللہ کو جعفر بن یحییٰ کے سپرد کیا کہ اپنے پاس نظر بند رکھو۔ فضل کو ہارون نے سنہ ۷۸ھ میں خراسان' طبرستان' رے اور ہمدان کا گورنر بھی بنا دیا تھا۔ فضل بن یحییٰ کو ہارون نے اپنے بیٹے امین کا اتالیق بنایا تھا۔ یحییٰ نے اپنی گورنری خراسان کے زمانہ میں پانچ لاکھ ایرانیوں کی ایک نہایت زبردست اور آراستہ فوج تیار کی مگر ایک ہی سال کے بعد سنہ ۷۹ھ میں ہارون نے اس کو خراسان سے بلا کر مستقل وزیر اعظم بنا دیا مگر یحییٰ سے اہم معاملات میں ضرور مشورہ لیا جاتا تھا یعنی وہ بھی بدستور مہمات سلطنت میں دخیل رہا۔

Marfat.com

یحییٰ کا دوسرا بیٹا جعفر ہارون الرشید کا مصاحب خاص اور نہایت بے تکلف دوست تھا۔ ہارون سفر وحضر میں اس کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ جعفر نہایت خوش مزاج اور سلیقہ شعار تھا۔ سنہ۔۱۷۶ھ میں جعفر کو محلات شاہی کی داروغگی کے علاوہ ملک مصر کی گورنری بھی عطا ہوئی تھی۔ جعفر نے اپنی طرف سے مصر کی حکومت پر عمران بن مہران کو روانہ کر دیا تھا اور خود ہارون کی خدمت میں رہتا تھا۔ سنہ۔۱۸۰ھ میں دمشق وشام میں فسادات پیدا ہوئے تو جعفر ہی نے جا کر ان کو فرو کیا' پھر ہارون نے جعفر کو خراسان کی گورنری عطا کی مگر ایک مہینہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ خاص بغداد کی حکومت و کوتوالی اس کے سپرد کی۔ جعفر نے یہ کام ہرثمہ بن اعین کے سپرد کیا اور خود بدستور ہارون الرشید کا مصاحب رہا۔ ہارون الرشید نے یحییٰ بن خالد کو بلا کر کہا کہ آپ فضل سے کہہ دیں کہ وہ قلمدان وزارت جعفر کے سپرد کر دیں کیونکہ مجھ کو فضل سے یہ کہتے ہوئے شرم آتی ہے کہ وہ وزارت کا کام جعفر کو سپرد کر دیں۔ چنانچہ یحییٰ نے فضل سے ہارون کا منشاء ظاہر کیا اور جعفر وزیر اعظم ہو گیا۔ اس بات سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس خاندان کا ہارون پر کسی قدر قوی اثر تھا۔

جعفر بن یحییٰ نے اپنے عہد وزارت میں سلطنت کے تمام عہدوں اور تمام صیغوں پر اس طرح تسلط جما لیا کہ حقیقتاً وہی سلطنت کا مالک اور اصل فرماں روا سمجھا جانے لگا۔ بغداد کی تمام پولیس' بغداد کے بڑے بڑے محلات سب اس کے قبضہ میں تھے۔ ولایتوں کے عامل' صوبوں کے گورنر' فوج کے افسر سب اسی کے آوردے تھے۔ خزانہ کا وہی مالک و مہتمم تھا۔ حتیٰ کہ ضرورت کے وقت ہارون الرشید کو جعفر ہی سے روپیہ مانگنا پڑتا تھا۔ یحییٰ بن خالد کے اور بھی کئی بیٹے تھے جو بڑی بڑی فوجوں کے افسر تھے۔ اپنے ان اختیارات اور اقتدار سے یحییٰ اور اس کے بیٹوں نے نہایت خوبی کے ساتھ فائدہ اٹھایا یعنی انہوں نے بڑی بڑی جاگیروں اور وظیفوں کی آمدنی کے علاوہ خزانہ سلطنت کے روپیہ کو بھی سخاوت اور داد و دہش میں بے دریغ خرچ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی سخاوت حاتم کی طرح مشہور ہو گئی۔ کوئی شخص ایسا نہ تھا جو خاندان برمک کا مداح اور ہوا خواہ نہ ہو۔ انہوں نے خوب روپیہ حاصل کیا اور اس کو بلا دریغ خرچ کیا۔ اپنی قبولیت و ناموری خریدی۔ یہاں تک کہ صرف خراسان و عراق ہی میں نہیں بلکہ شام' مصر' عرب' یمن اور دور دور کے ملکوں میں لوگ ان کی مدح سرائی کرتے اور ان کی سخاوت اور بذل مال کی تعریف میں قصائد لکھتے تھے۔

خاندان برمک کی عزت' قبولیت' اختیار' اقتدار قوت و طاقت' مال و دولت اور معراج کمال کو پہنچ چکی تھیں۔ بجز اس کے کہ وہ تخت خلافت پر نہیں بیٹھے تھے اور تمام چیزیں ان کو حاصل تھیں۔ وہ ان کے باوجود ہارون الرشید کے منشاء کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتے تھے۔ اس لیے ہارون الرشید کے کسی ہوا خواہ کو یہ موقعہ ہی حاصل نہ تھا کہ ان کے اس اقتدار و عظمت کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھے لیکن اگر اس اقتدار و قوت اور اس اختیار و تسلط کی تہ میں کوئی بدنیتی یا بغاوت پوشیدہ ہو تو پھر ہارون الرشید کے لیے ان سے بڑھ کر کوئی دوسرا دشمن نہیں ہو سکتا تھا۔ سنہ۔۱۸۷ھ کی ابتداء میں یکایک دیکھا گیا کہ ہارون الرشید نے خاندان برمک کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو دشمنوں سے کیا جاتا ہے۔ پس ہم کو اس وقت یہ دیکھنا اور تحقیق کرنا چاہیے کہ آیا برامکہ نے حقیقتاً

Marfat.com

ہارون الرشید کی سلطنت کے خلاف کوئی منصوبہ اور سازش شروع کر رکھی تھی یا نہیں اور ہارون ان کے اس مخالف منصوبے سے واقف ہو گیا تھا یا نہیں۔ اگر واقعی برامکہ ہارون اور عباسی خلافت کے خلاف کچھ کرنا چاہتے تھے تو ہارون نے ان کے ساتھ جو آخری سلوک کیا وہ سراسر جائز اور ہر طرح مناسب تھا لیکن اگر برامکہ کا ظاہر اور باطن یکساں تھا اور وہ خلوص کے ساتھ ہارون کے فرماں بردار تھے تو ہارون سے بڑھ کر کوئی ناقدر شناس اور ظالم نہیں ہو سکتا۔ سطحی نگاہ والوں کے لیے برامکہ کی بربادی کا مسئلہ ایک عقیدہ لاینحل کیا جاتا ہے اور انہوں نے چانڈوخانے کی بے سروپا باتوں کو اس عقدہ دشوار کے حل کرنے کے لیے ذریعہ بنا کر حقیقت کا جامہ پہنا دیا ہے۔

نادر شاہ ہندوستان میں

ہندوستان میں جب نادر شاہ ایرانی آیا اور صلح و آشتی کے ساتھ ہندوستان کا بادشاہ اس کو مہمان عزیز کی حیثیت سے دہلی میں لایا تو کسی چانڈوخانے میں کسی شخص نے نشہ کی حالت میں کہا کہ "واہ محمد شاہ پیا کیا کام کیا ہے کہ قزلباش کو قلعہ میں لا کر قلماقیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیا"۔ یہ بے پر کا کوا اڑا اور اس نے اڑتے ہی تمام دہلی میں ایرانیوں کے سر اڑوانے شروع کرا دیئے۔ آخر مجبور ہو کر نادر شاہ ایرانی نے قتل عام کا حکم دیا اور دہلی میں وہ قتل عام ہوا جس کی نظیر آج تک دہلی نے نہیں دیکھی۔ بس بالکل اسی قسم کی یہ بات ہے کہ کسی نے جعفر برمکی کے قتل کا سبب اس طرح تصنیف کر کے بیان کیا کہ:

"ہارون الرشید عباسی کی بہن اور مہدی کی ایک بیٹی عباسہ تھی۔ ہارون کو اپنی اس بہن سے بہت محبت تھی۔ اسی طرح جعفر بن یحییٰ اس کا وزیر اعظم بھی ہارون کا جلیس و ندیم اور ہمہ اوقات ساتھ رہتا تھا۔ ہارون جعفر اور عباسہ کے ساتھ مل کر شراب نوشی کیا کرتا تھا۔ ہارون شراب نوشی کے جلسہ میں جس طرح اپنی بہن کو شریک رکھنا چاہتا تھا اسی طرح اس کو اپنے وزیر اعظم جعفر کا شریک رکھنا بھی ضروری تھا۔ لہذا ہارون الرشید نے عباسہ کا نکاح جعفر سے کر دیا تھا کہ ایک دوسرے کا دیکھنا مباح ہو جائے لیکن جعفر و عباسہ دونوں کو یہ تاکید کر دی تھی کہ زن و شوہر کے تعلقات ہرگز نہ ہونے پائیں مگر جعفر و عباسہ اس امتناعی حکم کی حد میں نہ رہ سکے۔ ہارون کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے جعفر کو قتل کرا کر اس کے تمام خاندان کو برباد کیا"۔

یہ چانڈوخانے کی گپ جب ہمارے زمانے کے ناول نویسوں اور پڑھے لکھے جاہلوں کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے حسب عادت روغن قاز مل کر اس دروغ کو ایسا فروغ دیا کہ آج کل جس اردو دان کو دیکھئے اس نامعقول دروغ بافی پر آیت و حدیث سے بڑھ کر ایمان رکھتا ہے اور اس کے خلاف کچھ بھی سننا پسند نہیں کرتا۔

یہ افواہ قتل جعفر سے سو برس کے بعد تصنیف ہوئی اور طبری نے اس کا ذکر اپنی تاریخ میں کر دیا۔ بس پھر کیا تھا واقعہ کی شکل چونکہ عجیب و غریب بیان کی گئی ہے' جس کے اندر کافی ندرت موجود ہے۔ لہذا عجائب پسند طبیعتیں اسی طرف زیادہ جھکنے لگیں اور ہر شخص نے ہارون رشید کے حالات لکھتے ہوئے اس افواہ کو بھی ضرور نقل کیا اور آج مجبوراہم کو بھی اس ناگفتنی کہانی کا ذکر کرنا پڑا۔ طبری اور دوسرے مورخین نے قتل

Marfat.com

جعفر کے دوسرے اسباب بھی بیان کئے ہیں لیکن ان میں سے جھوٹے اور سچے کو الگ الگ انتخاب کرنے کے لیے عقل ودرایت سے کام لینے کی کوشش بہت کم لوگوں نے کرنی چاہی ہے۔

(۱) ہارون الرشید خلفاء عباسیہ میں پانچواں خلیفہ ہے۔ عباسیوں کو اپنے خاندان کی عظمت اور اہل عرب میں نسب کے اعتبار سے اشرف ہونے کا فخر تھا۔ تمام ملک عرب ان کی خاندانی سیادت و بزرگی تسلیم کرتا تھا۔ ان کی خاندانی عظمت ہی تھی جس کے سبب وہ بنوامیہ کے خلاف کوشش کرنے پر آمادہ اور پھر اس کوشش میں کامیاب بھی ہوئے۔ اب جبکہ ان کو قریبا تمام عالم اسلام کی خلافت و حکومت بھی حاصل تھی تو ان کا فخر نسبی اور بھی زیادہ بڑھ گیا تھا۔ عرب کی عصبیت اور ناموس کا پاس ولحاظ بھی عام طور پر سختی کے ساتھ موجود تھا۔ اندریں صورت یہ کیسے ممکن تھا کہ ہارون الرشید خلیفہ اپنی بہن کی شادی ایک ایسے شخص سے کردے جس کو وہ نسبا غلام زادہ مجوسی النسل اور ایک نطفہ نا تحقیق شخص کا پوتا سمجھتا تھا۔ یہ مانا کہ وہ جعفر کو اپنا بھائی کہتا تھا اور اس کے باپ کو اپنا اتالیق ہونے کے سبب ابا جان کہہ کر پکارتا تھا لیکن بہن کا نکاح کرتے وقت وہ قوم و خاندان اور نسب کو فراموش نہیں کر سکتا تھا اور اگر ہارون الرشید آج کل کے لوگوں کی طرح بیاہ شادی کے معاملہ میں بہت ہی زیادہ آزاد خیال ہو گیا تھا تو اس کے خاندان کے لوگ جو یک جدی اور تعداد میں بہت زیادہ موجود تھے' اس نکاح کو اپنی خاندانی بے عزتی سمجھ کر کسی طرح خاموش نہیں رہ سکتے تھے۔ اسی طرح خود عباسہ بھی اپنی ایسی بے عزتی گوارا نہیں کر سکتی تھی۔

(۲) ہارون الرشید جیسا مذہبی شخص جو ایک سال حج اور ایک سال جہاد کرتا تھا اور عالم اسلام کا سردار و خلیفہ تھا' شراب نوشی کی مجلسیں گرم کرے' کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ بنوامیہ میں کسی ایک خلیفہ نے اگر کہیں نبیذ یا شراب استعمال کر لی تو ساری دنیا میں شور مچ گیا اور آج تک مورخین اس کے اس فعل بد کو خصوصیت سے بیان کرتے چلے آئے ہیں لیکن ہارون الرشید جو علماء اور نیک لوگوں کی مجلسوں میں تنہا جا جا کر پھٹے ہوئے بوریئے پر بیٹھتا اور ان کی نصیحتیں سن کر زاروقطار روتا ہوا اٹھ کر آتا تھا' وہ بھلا شراب یعنی پیشاب جیسی پلید چیز سے کیا تعلق رکھ سکتا تھا۔ فضل بن عیاض' ابن سماک' سفیان ثوری رحمہم اللہ جیسے بزرگ اس کے دوست وہم نشین ہوں' پانچ وقت نماز نہایت پابندی اور خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھتا ہو' بالخصوص نماز فجر بہت ہی اول وقت پڑھنے کا عادی ہو اور علاوہ پانچ وقت کی نمازوں کے ۱۰۰ سو رکعت نفل روزانہ ادا کرتا ہو۔ ایسے شخص کو شراب خوار بتانا کس قدر بے حیائی اور ظلم ہے۔ جس شخص نے رات کو شراب پی کر مجلس گرم کی ہو وہ نماز فجر میں کیسے شامل ہو سکتا ہے۔ جس کو شراب پینے کی عادت ہو اس کی نمازوں میں خشوع و خضوع کہاں پایا جاسکتا ہے۔

(۳) علماء عراق نے نبیذ کے جواز کا فتویٰ دے دیا تھا اور بعض امراء نبیذ کا استعمال کرتے تھے لیکن اس کو شراب کی بدمستیوں سے کوئی نسبت نہیں۔ ہارون الرشید کی نسبت تو یقینی طور پر یہ بھی ثابت نہیں کہ اس نے کبھی نبیذ کے دور چلائے ہوں اور ایسی مجلسیں گرم کی ہوں جیسی کہ مذکورہ جھوٹی روایت میں مذکور ہے۔

Marfat.com

ہارون الرشید کے زمانے تک عرب کی وہ سادگی اور سپاہیانہ زندگی موجود تھی جس میں شراب خوری کو کوئی دخل نہیں مل سکتا تھا۔ عربی شرافت جس کا ہارون سب سے زیادہ مدعی تھا' ہمیشہ سے شراب خوری کو مذموم اور برا ٹھہراتی تھی۔ حتیٰ کہ شرفائے عرب عہد جاہلیت میں بھی شراب نہیں پیتے تھے لیکن اس کو شرفاء کا شیوہ نہیں جانتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور بہت سے شرفائے عرب عہد جاہلیت میں بھی کبھی اس پلید چیز کے پاس تک نہیں گئے۔ ہارون الرشید اس ذلت و پستی کو احکام اسلام سے قطع نظر کر کے بھی قبول نہیں کر سکتا تھا۔

(۴) اس بے دینی اور عام بے حمیتی کے زمانے میں بھی جبکہ ہندوستان میں حکومت اسلامی باقی نہیں ہے اور حکومت موجودہ کی طرف سے کوئی ممانعت نہیں ہے۔ کوئی بے غیرت سے بے غیرت اور ذلیل سے ذلیل شخص بھی گو وہ کیسا ہی علانیہ شراب کیوں نہ پیتا ہو' یہ کسی طرح پسند نہیں کر سکتا کہ اس کی بہن بھی اس کے ساتھ شراب خوری کرے۔ ہمارے ملک میں چمار اور بھنگی شراب زیادہ پیتے ہیں۔ غالباً ان بھنگیوں اور چماروں سے بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنی بہنوں کو لے کر غیر مردوں کے ساتھ شراب کے دور چلائیں۔ چہ جائیکہ ہارون الرشید عباسی جس کے دربار میں تابعین اور تبع تابعین موجود تھے' ایسی بے حیائی کا ارتکاب کرتا اور غیرت کے مارے مر نہ جانتا۔

(۵) جو لوگ زنا' چوری' شراب خواری کرتے ہیں وہ عموماً اپنے اہل خاندان کو ان کاموں سے ہمیشہ باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہارون کو یہ پلید عادت ہو ہی گئی تھی تو وہ اپنی بہن کو تو ہرگز شراب خوری پر آمادہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی چہیتی بیوی زبیدہ جس کے ساتھ اس کی محبت حد سے زیادہ بڑھی ہوئی تھی' غالباً سب سے پہلے اس شراب خواری میں اس کی شریک ہو سکتی تھی لیکن زبیدہ خاتون کی نسبت تو کسی نے اس قسم کا کوئی اشارہ تک بھی نہیں کیا اور اس کی زندگی کے دامن پر اس پلید چیز کی ذرا سی بھی کوئی چھینٹ نہیں پڑنے پائی۔ کیسے تعجب کی بات ہے کہ زبیدہ خاتون کے محل میں تو ہر وقت قرآن خوانی ہو رہی ہے اور اس کا عاشق زار خاوند جعفر و عباسہ کے ساتھ مصروف شراب نوشی ہے۔

(۶) مورخین نے یہ واقعہ باوثوق نقل کیا ہے کہ حکیم جبرئیل ایک یہودی طبیب ہارون الرشید کے دربار میں تھا۔ وہ دستر خوان پر خلیفہ کے ساتھ ہوتا اور جب کوئی مضر چیز دیکھتا تو خلیفہ کو اس کے کھانے سے روک دیتا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ کے لیے مچھلی خوان میں لگ کر آئی۔ خلیفہ نے اس کے کھانے کا ارادہ کیا۔ حکیم نے خلیفہ کو اس کے کھانے سے روک دیا اور خانساماں سے کہا کہ اس کو اٹھا کر لے جاؤ۔ اس کے بعد اتفاقاً خلیفہ کے کسی خادم نے دیکھا کہ اسی مچھلی کو حکیم جبرئیل اپنی قیام گاہ پر جا کر خود نوش فرما رہے ہیں۔ اس وقت یہ حقیقت کھلی کہ حکیم نے مچھلی کو اپنے کھانے کے لیے روکا اور ہارون کو اس کے کھانے سے باز رکھا تھا۔ خادم نے یہ خبر خلیفہ تک پہنچا دی۔ بات تو یہ محض ہنسی کی تھی اور ہارون بجز ہنسنے کے حکیم کو اور کچھ نہ کہتا لیکن حکیم کو جب معلوم ہوا کہ خلیفہ میری اس حرکت سے مطلع ہو چکا ہے تو اس نے مچھلی کے تین قتلے الگ الگ تین پیالوں

Marfat.com

میں رکھے۔ ایک پیالے میں گوشت اور دوسری کھانے کی چیزیں جو دستر خوان پر ہارون نے کھائی تھیں' ملادی تھیں۔ دوسرے قتلے پر برف کا پانی ڈالا تھا۔ تیسرے پیالے میں شراب ڈال دی تھی۔ یہ تینوں پیالے خلیفہ کی خدمت میں پیش کر کے کہا کہ ان دونوں پیالوں میں آپ کا کھانا ہے اور تیسرے پیالے میں میرا کھانا ہے۔ دیکھا تو وہ دونوں قتلے چند ہی گھنٹہ کے بعد سڑ کر بدبو دینے لگے تھے اور جس پیالے میں شراب تھی اس میں مچھلی کا گوشت پانی ہو کر شراب میں مل گیا تھا۔ اس طرح حکیم نے اپنی شرمندگی دور کی اور خلیفہ کو بتایا کہ میں چونکہ شراب پیتا ہوں لہذا میرے لیے یہ مچھلی نقصان رساں نہ تھی اور آپ چونکہ شراب نہیں پی سکتے۔ لہذا میں نے مچھلی کو روک دیا تھا۔ اس حکایت سے بھی صاف ثابت ہے کہ ہارون الرشید کو شراب سے کوئی تعلق نہ تھا۔

(۷) حقیقت یہ ہے کہ عباسہ کی شادی ہارون نے محمد بن سلیمان سے کر دی تھی۔ جب محمد بن سلیمان کے فوت ہونے پر عباسہ بیوہ ہو گئی تھی تو اس کی دوسری شادی ابراہیم بن صالح بن علی سے کر دی جو ہارون کے قریبی رشتہ دار اور آل عباس تھے۔ ایک ایسی شریف و پاکباز عورت کی نسبت ایسا سفید اور بے سروپا جھوٹ بولنا' جھوٹ بولنے والے کی انتہائی رذالت و کمینہ پن کا ثبوت ہے اور جو شخص اس جھوٹ کو سچ ثابت کرانے کی کوشش کرے اس کی افتاد فطرت بھی یقیناً بہت ہی پست و ذلیل ہو جاتی ہے' پھر سب سے عجیب بات اس سفید جھوٹ میں یہ ہے کہ جعفر و عباسہ کے ایک دوسرے کے چہرے پر نظر ڈالنے کو مباح کرنے میں تو ہارون کو شریعت کی پابندی کا اس قدر زیادہ خیال تھا مگر شراب خوری کرتے ہوئے وہ شریعت کو بھول جاتا تھا۔

استیصال برامکہ کی اصل حقیقت

حکومت و سلطنت ایسی چیز ہے کہ اس کے لیے بھائی بھائی کا اور باپ بیٹے کا دشمن بن جاتا ہے۔ سلطنتوں کی تاریخیں اس پر شاہد ہیں۔ عباسیوں نے بھی جس شخص کو اپنی حکومت و سلطنت کے لیے مضر محسوس کیا اس کو بلادریغ قتل کر دیا۔ خلیفہ منصور نے ابو مسلم کو جب دیکھا کہ وہ حکومت و سلطنت کو اپنے قبضہ میں لانا چاہتا ہے تو فوراً اس کا قصہ پاک کر دیا۔ بادشاہوں کی اس عادت اور روش خاص سے کبھی کبھی ان کے مصاحب اور اہل کار ناجائز فائدہ بھی اٹھا لیا کرتے ہیں یعنی جس شخص کو وہ بادشاہ کے ہاتھ سے نقصان پہنچوانا چاہتے ہیں' اس کی نسبت عموماً بغاوت ہی کا الزام ثابت کرنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ منصور کا حاجب یعنی افسر باڈی گارڈ ربیع بن یونس تھا جو حضرت عثمان غنیؓ کے غلام کیسان کی اولاد میں سے تھا اور منصور کا سب سے بڑا معتمد تھا۔ منصور نے اس کو اپنا مصاحب و مشیر بھی بنا رکھا تھا۔ منصور کے زمانے میں وہ بہت بڑا اختیار و اقتدار رکھتا تھا۔ ابو مسلم کے قتل کا مشورہ دینے والا ربیع ہی سمجھا جاتا تھا۔ خالد بن برمک کی جگہ منصور نے ابو ایوب کو وزیر بنایا تھا لیکن سنہ ۱۵۳ھ میں ربیع بن یونس کو وزیر بنایا مگر یہ حاجب ہی کے لقب سے مشہور رہا۔ منصور کی وفات کے وقت اسی نے خلافت مہدی کی بیعت کا اہتمام کیا۔ مہدی کے زمانے میں ربیع اپنے عہدہ وزارت پر قائم رہا مگر چونکہ وہ حاجب کے لقب سے مشہور تھا' اس لیے مہدی نے اس کے ساتھ ابو عبداللہ معاویہ بن یسار

Marfat.com

کو بھی وزارت کا عہدہ دے کر سلطنت کے اکثر صیغے اس کے سپرد کر دیئے۔ ربیع نے چند روز کے بعد ابو عبداللہ کو معزول و معتوب کرا کر قید کرادیا۔ ابو عبداللہ کی جگہ مہدی نے یعقوب بن داؤد کو مامور فرمایا۔ یعقوب بن داؤد بھی چند روز کے بعد معزول و معتوب ہوا۔ اس کے بعد مہدی نے فیض بن ابی صالح کو جو نیشاپور کے ایک عیسائی خاندان سے تعلق رکھتا تھا' وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ غرض مہدی کے زمانہ میں ربیع بن یونس نے کسی وزیر کو کامیاب و مطمئن نہ ہونے دیا۔ حقیقتاً وہی وزارت کا مالک رہا۔

مہدی کے بعد ہادی کا زمانہ شروع ہوا تو ربیع بن یونس کا اقتدار اور بھی ترقی کر گیا کیونکہ ہادی نے وزارت کے تمام اختیارات اس کو سپرد کر دیئے تھے۔ امور سلطنت سے خیزران کے دخل کو دور کرنا بھی ربیع کی تحریک کا نتیجہ تھا۔ ہادی اور ربیع کی وفات قریب ہی قریب واقع ہوئی۔ ربیع کے بیٹے فضل بن ربیع کو توقع تھی کہ مجھ کو ضرور کوئی بڑا عہدہ ملے گا لیکن ہارون نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی سلطنت کا تمام و کمال انتظام یحییٰ بن خالد کے سپرد کر دیا۔ یحییٰ بن خالد ابو مسلم کے گروہ کا آدمی تھا۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے وہ ربیع بن یونس سے سخت عداوت رکھتا تھا کیونکہ ربیع ایک طرف قتل ابو مسلم کا محرک تھا تو دوسری طرف یحییٰ کے باپ خالد بن برمک کو نفرت کی نظر سے دیکھنے اور وزارت سے معزول کرا کر اپنے دوست ابوایوب کو اس کی جگہ مقرر کرانے والا تھا۔ یحییٰ بن خالد نے فضل بن ربیع کو کوئی عہدہ نہ دلوایا اور حاجب کے عہدے پر قائم رکھ کر اس عہدے کے تمام اختیارات چھین کر فضل بن ربیع کو عضو معطل بنادیا۔ اب غالباً یہ بات بآسانی سمجھ میں آجائے گی کہ خاندان برمک اور فضل بن ربیع کی عداوت بہت پرانی اور مستحکم عداوت تھی۔ جوں جوں برمکیوں کا عروج ہوتا گیا اور ان کا اقتدار بڑھتا گیا۔ فضل بن ربیع کی عداوت اور حسد نے ضرور ترقی کی مگر وہ اس لیے کہ ہارون کو اس خاندان پر حد سے زیادہ اعتماد تھا' ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکا۔ ایسی حالت میں فضل بن ربیع کے لیے ایک ہی راہ عمل تھی کہ وہ برامکہ کی بے وفائی' غداری اور بغاوت کے ثبوت تلاش کرے اور اگر کوئی ایسی بات مل جائے تو خلیفہ کو ان سے بدگمان بنا کر اپنا مقصد دلی حاصل کرے۔

برمکی چونکہ تجربہ کار' ہوشیار اور بہت چوکس رہنے والے تھے' اس لیے فضل بن ربیع کو کوئی موقع نہیں مل سکتا تھا کہ وہ ان کو متہم کرے لیکن وہ ان کے تمام اعمال و افعال کو غور و تجسس کی نگاہ سے ضرور مطالعہ کرتا رہتا تھا۔ برمکیوں نے اپنی سخاوت اور زرپاشی کے ذریعہ سے اپنے اس قدر ہمدرد ہوا خواہ بنا لیے تھے کہ فضل بن ربیع اپنے لیے کوئی رازدار بھی تلاش نہیں کر سکتا تھا۔ ہارون الرشید اس کے قدیمی و خاندانی حقوق کو مد نظر رکھ کر کوئی عہدہ سپرد کرنا چاہتا بھی تھا مگر اس کی ماں خیزران بھی چونکہ فضل اور اس کے باپ ربیع سے ناراض تھی اور اس ناراضی میں یحییٰ اس کا شریک تھا۔ لہذا خیزران نے بیٹے کو اس ارادے سے باز رہنے کی تاکید کی۔ جب خیزران کا سنہ ۱۷۴ھ میں انتقال ہو گیا تو ہارون نے فضل بن ربیع کو حساب کتاب کے دفتر کا مہتمم بنادیا اور اب فضل بن ربیع کو کسی قدر پہلے سے زیادہ رسوخ حاصل ہو گیا۔

یحییٰ بن عبداللہ جب دیلم سے فضل بن جعفر کے ساتھ آئے تھے تو ہارون الرشید نے عہد نامہ لکھ

Marfat.com

دینے کے باوجود ان کو قید کرنا چاہا اور اس معاملہ میں اول بعض فقہاء سے فتویٰ حاصل کیا۔ یہ خبر سن کر برمکیوں نے یحییٰ بن عبداللہ کے موافق کوششیں اور خلیفہ کی خدمت میں سفارشیں کیں کیونکہ وہ ابو مسلم خراسانی کے عقیدے پر قائم اور اہل بیت کے در پردہ حامی و مددگار تھے۔ ہارون نے جعفر بن یحییٰ کی نگرانی میں یحییٰ بن عبداللہ کو دے دیا اور کہہ دیا کہ تم ہی ان کو اپنے پاس نظر بند رکھو۔ جعفر نے یحییٰ بن عبداللہ کو بڑی عزت و آرام سے اپنے یہاں رکھا۔

سنہ ۱۸۰ھ میں جب ہارون الرشید نے علی بن عیسیٰ کو خراسان کا گورنر بنا کر بھیجا تو یحییٰ بن خالد نے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ علی کے اس تقرر کی مخالفت کی۔ یہ غالباً ہارون الرشید کا پہلا کام تھا جو اس نے یحییٰ بن خالد کی منشاء اور خواہش کے خلاف کیا۔ یحییٰ اور اس کے بیٹے اور اس کے رشتہ دار چونکہ تمام ملکوں میں چھائے ہوئے تھے۔ لہذا برمکیوں نے علی بن عیسیٰ کو خراسان میں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ یحییٰ کے بیٹے موسیٰ بن یحییٰ نے اپنے میسر شدہ ذرائع کو کام میں لا کر بغاوت پر بغاوت اور سرکشی پر سرکشی کرانی شروع کر دی۔ علی بن عیسیٰ کو اتفاقاً اس کا حال معلوم ہو گیا کہ خراسان میں یہ بدامنی کس کے اشارے سے ہو رہی ہے۔ اس نے ہارون الرشید کی خدمت میں یحییٰ بن موسیٰ کی شکایت لکھ کر بھیجی۔ اس شکایت اور یحییٰ کی اس مذکورہ مخالفت نے مل کر ہارون الرشید کے دل میں ایک خیال اور شبہ پیدا کر دیا۔ جس کا نتیجہ تھا کہ جب برمکیوں کے اہتمام خاص سے علی بن عیسیٰ کی نسبت یہ خبریں دارالخلافت میں پہنچنی شروع ہوئیں کہ علی بن عیسیٰ بغاوت پر آمادہ ہے اور خلیفہ کے خلاف تیاریاں کر رہا ہے تو ہارون الرشید نے کسی امیر یا سپہ سالار کو اس طرف نہیں بھیجا بلکہ بذات خود فوج لے کر خراسان کی طرف روانہ ہوا اور رے میں پہنچ کر مقام کیا۔ یہ سنہ ۱۸۶ھ کا واقعہ ہے۔

ابھی تک ہارون الرشید کو محض شبہ ہی شبہ تھا اور وہ برمکیوں کی نسبت کوئی بدگمانی نہیں رکھتا تھا۔ اس کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ علی بن عیسیٰ کے خراسان میں رہنے کو برامکہ ناپسند کرتے ہیں۔ جب علی بن عیسیٰ نے موسیٰ بن یحییٰ اور یحییٰ بن خالد کے دوسرے بیٹوں اور رشتہ داروں کی شکایت لکھ کر بھیجی کہ یہی لوگ خراسان میں بدامنی پیدا کر رہے ہیں تو ہارون کی گہری توجہ مسئلہ خراسان کی طرف منعطف ہو گئی۔ اس نے برامکہ سے اس بات کو بالکل پوشیدہ رکھا اور برامکہ کو یہ نہ معلوم ہو سکا کہ خلیفہ ہماری طرف کن گہری متجسس نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ انہوں نے علی کی شکایتوں کی عرضیاں ہارون کے پاس بھجوائیں۔ اگر ان کو یہ بات محسوس ہو جاتی کہ ہماری طرف شبہ کی نگاہیں پڑ رہی ہیں تو وہ ہرگز عرضیاں نہ بھجواتے اور علی بن عیسیٰ کو بغاوت سے متہم نہ کراتے۔ اب جبکہ ہارون رے میں پہنچا اور علی بن عیسیٰ نیاز مندانہ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے تنہائی میں وہ تمام باتیں جو خراسان میں اس کو معلوم و محسوس ہوئی تھیں، ہارون کی خدمت میں گزارش کیں اور ظاہر کیا کہ تمام ملک خراسان اور اس کے متعلقہ و ہمسایہ صوبے درحقیقت برمکیوں کی مٹھیوں میں ہیں اور وہ نہایت اہتمام و احتیاط کے ساتھ ابو مسلم خراسانی کے خون کا بدلہ لینے کی تیاری کر چکے ہیں۔

ان باتوں کو سن کر ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ہارون کے دل پر کیا گزری ہو گی اور کس طرح اس

Marfat.com

کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو گی۔ ایک طرف برمکیوں کا اقتدار و اختیار اس کی آنکھوں کے سامنے تھا' دوسری طرف اس نے یہ باتیں سنیں۔ چنانچہ علی بن عیسیٰ کی اس نے ہمت افزائی کر کے مرو کی جانب رخصت کر دیا اور خود اپنے قلبی تاثرات کو احتیاط کے ساتھ پوشیدہ رکھ کر واپس ہوا۔ علی بن عیسیٰ کے رخصت ہونے کے بعد اب فضل بن ربیع کو موقعہ ملا اور اس نے یہ وحشت انگیز خبر ہارون کے گوش گزار کی کہ جعفر برمکی نے یحییٰ بن عبداللہ کو رہا کر دیا ہے اور وہ خروج کی تیاریوں کے لیے کہیں چلے گئے ہیں۔ ہارون نے جعفر سے بر سبیل تذکرہ یحییٰ بن عبداللہ کا حال دریافت کیا۔ جعفر نے کہا کہ وہ میرے پاس بدستور نظر بند ہیں۔ ہارون نے کہا کیا تم یہ بات قسمیہ کہہ سکتے ہو؟ یہ سنتے ہی جعفر حواس باختہ ہو گیا اور سمجھ گیا کہ راز افشا ہو چکا ہے۔ اس نے سنبھل کر کہا کہ یحییٰ بن عبداللہ کو میرے زیر نگرانی رہتے ہوئے عرصہ دراز گزر چکا تھا اور مجھ کو ان کی طرف سے کسی قسم کے خطرہ کا اندیشہ نہ تھا۔ اس لیے میں نے ان کے رہا کر دینے میں کوئی حرج نہیں دیکھا۔ ہارون کے لیے یہی سب سے نازک موقع تھا۔ اس وقت اگر وہ کسی ناراضی کا اظہار کرتا تو پھر برامکہ ہرگز ہرگز اس کے قابو میں نہیں آسکتے تھے اور وہ فوراً اپنی حفاظت کے لیے وہ تمام سامان کام میں لے آتے جو اب تک مادی اور معنوی اعتبار سے وہ فراہم کر چکے تھے۔

ہارون کے لیے برامکہ کا مقابلہ ہرگز آسان نہ تھا اور ممکن تھا کہ وہ ہارون کو سانس لینے اور اف کرنے کا بھی موقعہ نہ دیتے کیونکہ خاص یحییٰ بن خالد کے بیٹوں اور پوتوں میں پچیس آدمی جو صاحب سیف و قلم تھے' ہارون کے محل میں مختلف حیثیتوں اور مختلف بہانوں سے ہمہ وقت موجود رہتے تھے۔ تمام ملکوں کے انتظام و اہتمام کی کنجی برامکہ کے ہاتھ میں تھی۔ فوجوں کے سردار سب ان کے آوردے اور انہیں کے فرماں بردار تھے۔ انتظامی افسر اور دفتروں کے اعلیٰ عہدے دار سب انہیں کے رکھے ہوئے تھے۔ علماء و فقہاء و صوفیاء بھی ان کی گرفت سے باہر نہ تھے کیونکہ وہ ان لوگوں کی بڑی خدمت کرتے اور ان کو زیر بار احسان رکھتے تھے۔ شعراء سب انہیں کے قصیدہ خواں تھے۔ تمام رعایا میں ان کی سخاوت کی شہرت تھی اور اس لیے وہ مغرب سے لے کر مشرق تک محبوب خلائق بن چکے تھے۔ یہ وہ عظیم الشان تیاریاں تھیں کہ میدان میں نکل کر ایک ہارون کیا کئی ہارون بھی شاید کامیاب نہ ہوتے لیکن ہارون نے اپنے آپ کو سنبھالا اور جعفر سے یحییٰ بن عبداللہ کے رہا ہونے کا حال سن کر نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ میں نے اس وقت ویسے ہی اتفاقیہ دریافت کیا تھا۔ تم نے اس کو چھوڑ دیا' بہت ہی اچھا کیا۔ میں خود اس وقت تم سے یہی کہنے والا تھا کہ یحییٰ بن عبداللہ کو رہا کر دو۔

اب ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ یحییٰ بن عبداللہ جیسے شخص کا رہا ہونا ہارون الرشید کے لیے بجلی کے ٹوٹ پڑنے سے کم نہ تھا۔ علویوں کے خروج سے عباسی اب تک مطمئن نہ ہوئے تھے اور یحییٰ بن عبداللہ کوئی معمولی شخص نہ تھا جس کے آزاد ہونے کو ہارون معمولی واقعہ سمجھتا۔ بہر حال ہارون نے اس موقعہ پر فتح حاصل کی اور اپنی دلی حالت کو چھپایا۔ اسی زمانے میں یہ اتفاقی واقعہ پیش آیا کہ جعفر کے یہاں کسی ضیافت کے موقعہ پر اکثر اراکین سلطنت اور ایرانی النسل سردار موجود تھے۔ اسی جلسہ میں کسی شخص نے کہا کہ ابو مسلم نے کیسی

Marfat.com

قابلیت سے سلطنت کو ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں منتقل کر دیا۔ جعفر نے یہ سن کر کہا کہ یہ کوئی زیادہ قابل تعریف کام نہ تھا کیونکہ چھ لاکھ آدمیوں کا خون بہا کر ابو مسلم نے یہ کام انجام دیا۔ قابلیت اور خوبی کی بات تو یہ ہے کہ سلطنت ایک خاندان سے دوسرے خاندان میں تبدیل ہو جائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ اس جلسہ میں کوئی ایسا شخص بھی موجود تھا جس نے یہ تمام گفتگو ہارون الرشید کو سنائی اور اس کو یقین ہو گیا کہ جعفر برمکی خود ایسا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے بعد اس نے برامکہ کو غافل کرنے کے لیے اپنے بیٹے کی ولی عہدی اور تینوں بیٹوں کے درمیان ملکوں کے تقسیم کرنے کی دستاویز مرتب کرنے کا کام شروع کر دیا۔ یہ اس قسم کے کام تھے کہ کوئی خلیفہ اتنی بڑی سازش سے مطلع ہو کر ان کاموں کو ہرگز شروع نہیں کر سکتا تھا یہی ہارون کا سب سے بڑا دھوکہ تھا جو اس نے برامکہ کو دیا۔ ان سب باتوں میں وہ زیادہ وقت بھی صرف نہیں کر سکتا تھا اور تادیر برامکہ کو غافل بھی نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ سنہ ۱۸۶ھ کے آخری مہینوں میں وہ رے سے واپس ہوا۔ موتمن کی ولی عہدی کی بیعت لی' تقسیم نامہ لکھا' امین اور مامون سے عہدنامے لکھا کر دستخط کرائے' حج کے لیے گیا' خانہ کعبہ میں اس عہدنامہ کو لٹکایا' لوگوں میں خیرات کی۔ مدینہ منورہ میں آکر انعامات و خیرات تقسیم کر کے واپس ہوا اور مقام انبار میں پہنچ کر یکایک محرم سنہ ۱۸۷ھ کی آخری تاریخ وقت شب جس کی صبح کو یکم ماہ صفر تھی' جعفر کو قتل کر کے اس کے باپ اور بھائیوں کو قید کر لیا اور کسی کو کوئی حرکت کرنے کا مطلق موقعہ نہیں دیا۔

مقام انبار میں پہنچ کر ہارون الرشید نے ایک روز رات کے وقت اپنے حاجب مسرور کو بلوایا اور کہا کہ سرہنگوں کی ایک قابل اعتماد جماعت کو لے کر اسی وقت جعفر کے خیمہ میں جاؤ اور اس کو خیمہ کے دروازے پر طلب کر کے اس کا سر اتار لاؤ۔ مسرور اس حکم کو سن کر سہم گیا مگر ہارون نے سختی سے کہا کہ میرے اس حکم کی فوراً بلا توقف تعمیل ہونی چاہیے۔ مسرور اسی وقت رخصت ہوا اور جعفر کے خیمہ میں جا کر اس کا سر اتار لایا۔ اسی شب میں خلیفہ ہارون نے جعفر کے بھائی اور باپ فضل و یحییٰ کو بھی گرفتار کر کے قید کر دیا اور فوراً ایک حکم عام جاری کر کے کہا کہ جعفر' فضل اور یحییٰ کی تمام جائیداد جہاں کہیں ہو ضبط کر لی جائے۔ اس کے بعد برامکہ خاندان کے ہر ایک متنفس کو گرفتار و قید کر لیا گیا۔ برمکیوں کے تمام آوردوں کو ولایتوں کی حکومت اور ذمہ داری کے عہدوں سے معزول کر دیا گیا۔ اس طرح ہارون الرشید نے ایک ہی رات میں برمکیوں کے خطرہ کو مٹا کر اطمینان حاصل کیا اور اس کام کو اس خوبی اور اہتمام کے ساتھ کیا کہ کسی کو بھی کان ہلانے کا موقعہ نہ ملا۔ یحییٰ بن خالد کے بھائی محمد بن خالد برمکی وفاداری پر ہارون الرشید کو اعتماد تھا اور ممکن ہے کہ محمد بن خالد ہی نے محض راز کی باتوں سے ہارون الرشید کو آگاہ کیا ہو۔ اس لیے ہارون الرشید نے محمد بن خالد کو گرفتار و قید نہیں کیا۔ ادھر ہارون الرشید کے خاندان کا ایک معزز رکن عبدالملک بن صالح بن علی بن عبداللہ بن عباس جو رشتہ میں ہارون الرشید کا دادا تھا برمکیوں کی سازش میں شریک تھا۔ جس کو خلافت کی توقع دلائی گئی تھی' برمکیوں کو قید کرنے کے بعد ہارون الرشید نے عبدالملک بن صالح کو بھی قید کر دیا۔ عبدالملک بن صالح کے بیٹے عبدالرحمٰن نے اپنے باپ کے خلاف گواہی دی تھی۔ عبدالملک مامون الرشید کے زمانے تک قید رہا۔ مامون نے اپنے عہد حکومت میں اس کو

Marfat.com

قید سے آزاد کیا۔ ابراہیم بن عثمان بن نہیک بھی برمکیوں کا شریک تھا۔ لہذا اس کو بھی قتل کیا گیا۔ یحییٰ برمکی نے سنہ۔ ۱۹۰ھ میں اور فضل برمکی نے سنہ۔ ۱۹۳ھ میں بہ حالت قید وفات پائی۔

برامکہ چونکہ لوگوں کو روپیہ بے دریغ دیتے تھے اور شعراء کی خوب قدردانی کرتے تھے۔ لہذا ان کی بربادی کے بعد عام لوگوں کو جو اصلیت سے ناواقف تھے' ملال ہوا اور انہوں نے ہارون الرشید کو ظالم قرار دیا۔ شعراء نے ان کے مرثیے لکھے' قصہ گویوں نے ان کی سخاوت اور خوبیوں کو مبالغہ کے ساتھ بیان کیا۔ ہارون الرشید نے برامکہ کے حالات کو افشا نہیں ہونے دیا اور نہایت سختی کے ساتھ احکام جاری کئے کہ کوئی شخص برامکہ کا نام تک نہ لے۔ لہذا خود ہارون الرشید کے زمانے میں بھی عام لوگ قتل برامکہ کے صحیح اسباب کو معلوم نہ کر سکے۔ اگر برامکہ کی غداری اور سازش کا حال عوام کو معلوم ہو جاتا تو اس میں ہارون الرشید اور سلطنت عباسیہ کی ہواخیزی ہونے کے علاوہ فوراً نئی سازشوں کے پیدا اور سرسبز ہونے کا قوی احتمال تھا۔ ہارون الرشید کی یہ بھی کمال دور اندیشی تھی کہ اس نے برامکہ کے متعلق کوئی بیان شائع نہیں کیا۔ اس طرح ہارون کی ہیبت دلوں پر طاری اور لوگوں کی بدستور حیرت جاری رہی اور یہی سلطنت عباسیہ کے لیے مناسب بھی تھا۔ اگر برامکہ کی بربادی کے متعلق عام طور پر رائے زنی کا موقعہ دے دیا جاتا تو ظاہر ہے کہ برامکہ کے ہواخواہوں اور مداحوں کی تعداد ہر جگہ عوام میں زیادہ تھی۔ ان لوگوں کی زبانیں کھل جاتیں تو کرہ ہوائی یقیناً سلطنت عباسیہ کے خلاف پیدا ہو جاتا۔ اس موقعہ پر بجز اس تدبیر کے جو ہارون الرشید نے استعمال کی اور کوئی تدبیر مفید نہیں ہو سکتی تھی۔

برامکہ چونکہ محبت اہل بیت اور خیر خواہ آل ابی طالب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ لہذا ان کے قتل و تباہی کو آل ابی طالب نے اپنا نقصان و زیاں محسوس کیا اور آج تک بھی شیعان علی اور شیعان حسین برامکہ کے قتل و تباہی پر نوحہ زنی کرتے ہوئے پائے جاتے ہیں اور ان کی علم دوستی و عالم پروری بڑے مبالغہ اور رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس مجوسی النسل خاندان نے دین اسلام اور ملت اسلامیہ کی غیر معمولی اور اہم خدمت انجام نہیں دی۔ ان کے قتل و بربادی کے اسباب بالکل عیاں اور روشن ہیں۔ جس میں کسی شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اپنی سلطنت کے بچانے اور محفوظ رکھنے کے لیے ہارون الرشید نے برمکیوں کو تباہ کر دیا۔ جس طرح ہر ایک بادشاہ اپنی بادشاہت کے بچانے کے لیے دشمنوں کو برباد کر دیا کرتا ہے۔ اس نے جہاں برامکہ کو قید کیا ہے' اپنے دادا کو بھی قید کر دیا کیونکہ اس کا جرم بھی اسی قسم کا تھا۔ ایسی صاف بات میں دور از کار اور بے سروپا باتوں کو شامل کرنے کی مطلق ضرورت نہیں۔

عہد ہارون کے بقیہ حالات : عہد ہارون الرشید کے حالات اور قابل تذکرہ واقعات بیان کرتے ہوئے ہم سنہ۔ ۱۸۷ھ تک پہنچ گئے ہیں۔ واقعہ برامکہ کے بعد سنہ۔ ۱۸۷ھ میں خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے موتمن کو صوبہ عاصم کی طرف روانہ کیا۔ موتمن نے بلاد روم کی طرف فوج کشی شروع کی اور عباس بن جعفر بن اشعث کو قلعہ سنان کے محاصرہ کے لیے روانہ کیا۔ رومی تاب مقاومت نہ لا سکے اور تین سو بیس مسلمان قیدیوں کو واپس دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ انہیں ایام میں یہ واقعہ پیش آیا کہ رومیوں نے ملکہ ایرینی اپنی

Marfat.com

قیصرہ کو معزول کر کے اس کی جگہ نیسی فورس یا نقفور نامی ایک سردار کو اپنا قیصر بنالیا۔ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ رومیوں نے شارلمین بادشاہ فرانس کی فتوحات اطالیہ سے متاثر ہو کر ہارون الرشید سے دب کر صلح کرلی تھی' اب نقفور نے تخت نشین ہو کر سب سے پہلا کام یہ کیا کہ شارلمین سے صلح کی اور اس طرف سے اپنے حدود سلطنت متعین کرا کر اور مطمئن ہو کر ہارون الرشید کو ایک خط لکھا کہ:

"ملکہ نے اپنی فطری کمزوری کے سبب تم سے دب کر صلح کرلی تھی اور تم کو خراج بھی دیتی رہی لیکن یہ اس کی نادانی تھی۔ اب تم کو چاہیے کہ جس قدر خراج تم ہماری سلطنت سے وصول کر چکے ہو وہ سب واپس کرو اور جرمانہ میں ہم کو خراج دینا منظور کرو ورنہ پھر تلوار کے ذریعہ تم کو سزا دی جائے گی"۔

یہ خط جب ہارون الرشید کے پاس پہنچا تو اس کے چہرے سے اس قدر طیش و غضب کے آثار نمایاں ہوئے کہ امرا و وزراء اس کے سامنے دربار میں بیٹھنے کی تاب نہ لا سکے اور خاموشی و آہستگی کے ساتھ دربار سے کھسک آئے۔ ہارون نے اسی وقت قلم دوات لے کر اس خط کی پشت پر لکھا کہ:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' از جانب امیر المومنین ہارون الرشید بنام سگ روم' او کافر کے بچے۔ میں نے تیرا خط پڑھا۔ اس کا جواب تو آنکھوں سے دیکھے گا سننے کی ضرورت نہیں۔ فقط"۔

یہ جواب لکھ کر خط واپس بھیج دیا اور اسی روز لشکر لے کر بغداد سے بلاد روم کی طرف روانہ ہو گیا اور جاتے ہی رومیوں کے دارالسلطنت ہرقلہ کا محاصرہ کرلیا۔ نقفور حیران و پریشان ہو گیا اور تاب مقاومت نہ لا کر ہارون الرشید کی خدمت میں عفو تقصیرات کا خواہاں ہوا اور جزیہ دینے کا اقرار کیا۔ ہارون نقفور کو مغلوب و ذلیل کر کے پہلے سے زیادہ جزیہ ادا کرنے کا اقرار لے کر واپس ہوا۔ ابھی شہر رقہ تک ہی واپس آیا تھا کہ نقفور نے نقض عہد کیا اور پھر بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اس کو یقین تھا کہ موسم سرما کی شدت کے سبب مسلمانوں کی فوجیں فوراً حملہ آور نہیں ہو سکتیں مگر ہارون الرشید یہ سنتے ہی شہر رقہ سے پھر ہرقلہ کی جانب روانہ ہوا اور بلاد روم میں داخل ہو کر بہت سے قلعوں کو فتح کر کے مسمار کر دیا اور فتح کرتے ہوئے نقفور تک پہنچ گیا۔ اس نے پھر عاجزانہ معافی کی درخواست پیش کی۔ ہارون نے اس سے جزیہ کی رقم تمام و کمال وصول کی اور اکثر حصہ ملک پر اپنا قبضہ جما کر واپس ہوا۔

اسی سال یعنی سنہ ۱۸۷ھ میں حضرت ابراہیم ادہم نے وفات پائی۔

سنہ ۱۸۸ھ میں قیصر روم نقفور نے پھر سرکشی کے علامات ظاہر کئے۔ لہذا ابراہیم بن جبرئیل نے حدود صفصاف سے بلاد روم پر حملہ کیا۔ قیصر روم خود مقابلہ کے لیے نکلا لیکن تاب مقابلہ نہ لا سکا۔ شکست فاش کھا کر اور چالیس ہزار رومیوں کو قتل کرا کر فرار ہوا۔ اسلامی لشکر رومیوں کو شکست دے کر واپس چلا آیا۔

سنہ ۱۸۹ھ میں خلیفہ ہارون الرشید رے کی طرف گیا اور خراسان کی طرف کے صوبوں کے عمال کے عزل و نصب سے جدید انتظام کیا۔ مرزبان دیلم کے پاس امان نامہ بھیج کر اس کی دل جوئی کی۔ سرحدوں کے رؤسا اور فرماں روا اس کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی فرماں برداری کا یقین دلایا۔ طبرستان' رے' قومس

Marfat.com

اور ہمدان وغیرہ کی حکومت عبدالملک بن مالک کو مرحمت کی۔ اسی سال رومیوں اور مسلمانوں میں قیدیوں کا تبادلہ ہوا۔ اسی سال امام محمد بن حسن شیبانی شاگرد امام ابو حنیفہ نے رے کے قریب موضع زنبویہ میں وفات پائی۔ اسی روز کسائی نحوی بھی فوت ہوا۔ یہ دونوں ہارون الرشید کے ہمراہ تھے۔ ہارون الرشید دونوں کے جنازے میں شریک تھا۔ جب قبرستان سے واپس آئے تو ہارون الرشید نے کہا کہ آج ہم فقہ اور نحو دونوں کو دفن کر آئے۔

سنہ۔ ۱۹۰ھ میں ہارون الرشید نے اپنے بیٹے مامون کو اپنا نائب بنا کر رقہ میں مقیم کیا اور تمام انتظام سلطنت اس کے سپرد کر کے نقفور قیصر روم کی بدعہدی کی وجہ سے بلاد روم پر ایک لاکھ ۳۵ ہزار فوج سے حملہ کیا۔ ہرقلہ کا محاصرہ کیا اور ۳۰ تیس یوم کے محاصرہ کے بعد بزور تیغ فتح کر لیا اور رومیوں کو قتل و گرفتار کیا' پھر داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ کو ستر ہزار فوج کے ساتھ بلاد روم کے دوسرے قلعوں کو فتح کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس فوج نے تمام بلاد روم کو ہلا ڈالا۔ انہیں دنوں شرجیل بن معن بن زائدہ نے قلعہ سقالیہ و بسہ اور دوسرے قلعوں کو فتح کیا۔ یزید بن مخلد نے قونیہ کو فتح کیا۔ عبداللہ بن مالک نے قلعہ ذی الکلاع کو فتح کر لیا۔ حمید بن معیوف امیر البحر نے سواحل شام و مصر کی کشتیوں کو درست کر کے جزیرہ قبرص پر چڑھائی کر دی اور اہل قبرص کو شکست دے کر تمام جزیرہ کو لوٹ لیا اور سترہ ہزار آدمیوں کو گرفتار کر لایا۔ اس کے بعد ہارون نے طوانہ کا محاصرہ کیا۔ غرض رومی سلطنت کو مسلمانوں نے تہ و بالا کر کے اس کے مٹا ڈالنے اور روز کے جھگڑوں کو ایک ہی مرتبہ طے کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ نقفور نے سخت عاجزانہ اور مجبور ہو کر جزیہ دینا قبول کر کے ہارون الرشید کے پاس پچاس ہزار اشرفی کی رقم بطور جزیہ روانہ کی۔ جس میں اپنی ذات کا جزیہ چار دینار اور اپنے لڑکے اور بطریق کی طرف سے دو دینار روانہ کئے تھے اور خلیفہ ہارون کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ قیدیان ہرقلہ میں سے فلاں عورت مجھ کو واپس مرحمت فرما دی جائے کیونکہ اس سے میرے بیٹے کی منگنی ہو گئی ہے۔ خلیفہ نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور اس عورت کو روانہ کر دیا۔ نقفور کی الحاح وزاری پر رحم کر کے اس کا ملک اسی کو واپس کر کے تین لاکھ اشرفی سالانہ خراج اس پر مقرر کر کے ہارون واپس ہوا مگر واپسی کے بعد ہی رومیوں نے پھر بغاوت و سرکشی اختیار کر لی۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۱۹۰ھ میں موصل کی گورنری پر خالد بن یزید بن حاتم کو مامور کیا گیا۔ اسی سال ہرثمہ بن اعین قلعہ طرطوس کی تعمیر پر مامور کیا گیا۔ خراسان کی تین ہزار فوج اور مصیصہ وانطاکیہ کی ایک ہزار فوج قلعہ طرطوس کی تعمیر میں مصروف رہی اور سنہ۔ ۱۹۲ھ میں قلعہ کی تعمیر تکمیل کو پہنچی۔ اسی قسم کی فوج کو آج کل سفر یتا کی پلٹن کہا جاتا ہے۔ اسی سال آذربائیجان میں خرمیہ نے علم بغاوت بلند کیا۔ اس کی سرکوبی کے لیے عبداللہ بن مالک دس ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ عبداللہ نے باغیوں کو شکست فاش دے کر قیدیوں کو قتل کر ڈالا اور اس فتنہ کا سدباب ہوا۔ اسی سال یعنی ۱۳/ محرم سنہ۔ ۱۹۰ھ کو یحییٰ برمکی نے ستر برس کی عمر میں بمقام رقہ بحالت قید وفات پائی۔ اس کے بیٹے فضل بن یحییٰ نے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

سنہ۔ ۱۹۱ھ میں محمد بن فضل بن سلیمان کو خلیفہ ہارون الرشید نے موصل کی گورنری مرحمت فرمائی

Marfat.com

اور مکہ مکرمہ کی امارت پر فضل بن عباس کو مامور کیا گیا۔

خراسان میں بغاوت : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ علی بن عیسیٰ کے گورنر خراسان مقرر ہونے پر برامکہ نے وہب بن عبداللہ اور حمزہ بن اترک کو بغاوت پر آمادہ کر لیا تھا۔ وہب تو مارا گیا تھا لیکن حمزہ باقی تھا۔ وہ ابھی تک ہاتھ نہیں آیا تھا اور جا بجا ڈاکہ زنی کرتا پھرتا تھا۔ علی بن عیسیٰ خراسان نے سمرقند اور ماوراء النہر کی ولایت پر اپنی طرف سے یحییٰ بن اشعث کو عامل مقرر کر رکھا تھا۔ ماوراء النہر کی فوج میں رافع بن لیث بن نصر بن سیار مشہور سردار تھا۔ رافع بن لیث بھی برامکہ کی جماعت کا آدمی تھا اور علی بن عیسیٰ و خلیفہ ہارون سے متنفر تھا۔ اتفاقاً یحییٰ بن اشعث نے ایک عورت سے نکاح کیا۔ چند روز کے بعد رافع بن لیث نے اس عورت کو بہکایا۔ اس نے یحییٰ سے علیحدگی چاہی مگر یحییٰ نے اس کو طلاق نہ دی۔ رافع نے اس کو یہ تدبیر بتائی کہ تو اپنے مرتد ہونے کا اعلان کر اور دو گواہ مرتد ہونے کے پیش کر دے فوراً یحییٰ سے تیرا نکاح ٹوٹ جائے گا۔ اس کے بعد پھر اسلام قبول کر لینا۔ میں تجھ سے نکاح کر لوں گا۔ عورت نے یہی تدبیر کی اور رافع کے نکاح میں آ گئی۔ غالباً نکاح فسخ کرانے کی یہ تدبیر سب سے پہلے رافع نے ایجاد کی تھی۔ یحییٰ بن اشعث نے یہ تمام کیفیت خلیفہ ہارون الرشید کی خدمت میں لکھ کر بھیج دی۔ ہارون الرشید نے علی بن عیسیٰ گورنر خراسان کو لکھا کہ رافع اور اس عورت میں علیحدگی کرا کر رافع پر حد شرعی جاری کرو اور شہر سمرقند میں گدھے پر سوار کرا کر تشہیر کراؤ۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں رافع کو اس عورت سے جدا کرا کر سمرقند کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا۔ ایک روز موقعہ پا کر رافع قید خانہ سے نکل بھاگا اور گورنر خراسان علی بن عیسیٰ کے پاس بلخ میں پہنچا۔ علی بن عیسیٰ نے اس کو قتل کرنا چاہا مگر علی کے بیٹے عیسیٰ بن علی نے سفارش کی اور علی بن عیسیٰ نے اس کو حکم دیا کہ تم سمرقند میں یحییٰ بن اشعث کے پاس جاؤ۔ رافع نے سمرقند پہنچ کر عامل سمرقند کو دھوکے سے قتل کر دیا اور خود سمرقند پر قابض ہو گیا۔ یہ خبر سن کر علی بن عیسیٰ نے اپنے بیٹے عیسیٰ بن علی کو سمرقند کی طرف روانہ کیا۔ رافع سے لڑتا ہوا عیسیٰ بن علی لڑائی میں مارا گیا۔ یہ خبر سن کر علی بن عیسیٰ لشکر لے کر بلخ سے مرو کی طرف اس خیال سے آیا کہ کہیں رافع مرو پر قبضہ نہ کر لے۔ یہ سنہ ۱۹۱ھ کا واقعہ ہے۔ خلیفہ ہارون الرشید نے رافع کی چیرہ دستی کا حال سن کر علی بن عیسیٰ کو خراسان کی امارت و حکومت پر روانہ کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ رافع کے ساتھ لشکر خراسان کے تمام بڑے بڑے سردار اور برامکہ کی جماعت کے آدمی شامل ہو گئے تھے۔ ہرثمہ بن اعین نے سمرقند پہنچ کر رافع بن لیث کو محصور کر لیا۔ رافع نے سمرقند میں محصور ہو کر مدافعت شروع کی۔ یہ محاصرہ عرصہ دراز تک جاری رہا۔

ہارون الرشید کی وفات : رومیوں کی سرکوبی سے فارغ ہو کر اور نقفور کو مغلوب و ذلیل کر کے اور اس سے جزیہ کی رقم وصول کرنے کے بعد خلیفہ ہارون الرشید رقہ میں واپس آیا۔ یہاں آ کر اس کو رافع بن لیث کی چیرہ دستی اور بعض امرائے خراسان کی سرکشی کا حال معلوم ہوا۔ اس نے خود خراسان کا قصد کیا اور لشکر فراہم کر کے ماہ شعبان سنہ ۱۹۲ھ میں رقہ سے بغداد پھر خراسان سے بغداد کی جانب روانہ ہوا۔ ہارون نے روانگی کے وقت رقہ میں موتمن کو نائب السلطنت بنا کر خزیمہ بن خازم کو اس کے پاس چھوڑا۔ بغداد میں اپنے بیٹے امین کو

Marfat.com

اپنا قائم مقام بنا کر مامون کو بھی بغداد میں امین کے پاس رہنے کا حکم دیا۔ مامون کے کاتب فضل بن سہیل نے مامون سے کہا کہ آپ کا دارالخلافہ بغداد میں امین کے پاس رہنا مناسب نہیں ہے۔ آپ خلیفہ کے ہمراہ چلنے کی کوشش کریں۔ مامون نے خلیفہ ہارون الرشید سے ہم سفر و ہم رکاب رہنے کی التجا کی اور خلیفہ نے اس خواہش کو منظور کر لیا۔ ہارون الرشید بغداد سے روانہ ہونے کو تھا کہ رقہ میں فضل بن یحییٰ برمکی محرم سنہ۔ ۱۹۳ھ کو بحالت قید فوت ہوا۔ بغداد سے روانہ ہو کر ماہ صفر سنہ۔ ۱۹۳ھ میں خلیفہ جرجان میں پہنچا۔ جرجان میں پہنچ کر خلیفہ کی بیماری نے خطرناک صورت اختیار کی۔ ہارون جس زمانہ میں بلاد روم کے اندر مصروف قلعہ شکنی تھا' اسی زمانہ میں بیمار ہو گیا تھا۔ رقہ میں بیمار ہی پہنچا تھا۔ وہاں سے بغداد آیا۔ تب بھی علیل تھا اور اسی حالت علالت میں خراسان کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا تھا۔ خلیفہ نے جرجان میں تمام سرداران لشکر کے روبرو یہ اعلان کیا کہ میرے ساتھ اس وقت جس قدر فوج اور سامان ہے یہ سب ملک خراسان اور مامون سے متعلق رہے گا۔ اس تمام لشکر اور تمام سامان کا مالک مامون ہے اور یہ تمام سردار سپہ سالار بھی مامون ہی کے تابع فرمان رہیں گے۔ اس طرح مامون کا اطمینان کر کے جرجان سے مامون کو مرو کی طرف بھیج دیا اور اس کے ساتھ عبداللہ بن مالک' یحییٰ بن معاذ' اسد بن خزیمہ' عباس بن جعفر بن محمد بن اشعث اور نعیم بن حازم وغیرہ سرداروں کو بھیجا۔ مامون کو مرو کی جانب روانہ کرنے کے بعد خود جرجان سے روانہ ہو کر طوس چلا گیا۔ اس وقت اس کے ساتھ فضل بن ربیع' اسماعیل بن صبیح' مسرور حاجب' حسین' جبرئیل بن بختیشوع وغیرہ موجود تھے۔ طوس پہنچ کر علالت نے یہاں تک ترقی کی کہ ہارون الرشید صاحب فراش ہو گیا۔ ہرثمہ بن اعین اور رافع بن لیث کے مقابلہ کا حال اوپر پڑھ چکے ہیں۔ ہرثمہ نے ابھی تک رافع کو مغلوب نہیں کیا تھا لیکن بخارا فتح ہو کر رافع کا بھائی بشیر بن لیث گرفتار ہو چکا تھا۔ ہرثمہ نے بشیر کو خلیفہ کی خدمت میں روانہ کیا۔ جب ہارون الرشید طوس میں بستر علالت پر پڑا ہوا تھا' اس وقت بشیر اس کے پاس پہنچ کر حاضر کیا گیا۔ ہارون نے اس کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو بڑی بے رحمی کے ساتھ قتل کیا گیا۔ بشیر کے قتل کرنے کا حکم دے کر ہارون بے ہوش ہو گیا۔ جب اس کو ہوش آیا تو جس مکان میں ٹھہرا ہوا تھا' اسی مکان کے ایک گوشہ میں قبر کھودنے کا حکم دیا۔ جب قبر کھد کر تیار ہو گئی تو چند حافظوں نے قبر میں اتر کر ختم قرآن کیا۔ ہارون نے اپنی چارپائی قبر کے کنارے بچھوالی اور چارپائی پر پڑے پڑے قبر کو دیکھتا رہا۔ اسی حالت میں ۳/جمادی الثانی سنہ۔ ۱۹۳ھ مطابق ۲۴/مارچ سنہ۔ ۸۰۸ء بوقت شب انتقال کیا۔ اس کے بیٹے صالح نے نماز جنازہ کی نماز پڑھائی۔ ۲۳ سال ڈھائی مہینے ہارون الرشید نے خلافت کی۔ طوس میں اس کی قبر موجود ہے۔

ہارون الرشید کا نکاح زبیدہ بنت جعفر بن منصور سے ہوا تھا۔ زبیدہ کی کنیت ام جعفر تھی۔ محمد امین اسی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ علی' عبداللہ' مامون' قاسم' موتمن' محمد معتصم' صالح' محمد ابو موسیٰ' محمد ابو یعقوب' ابوالعباس' ابو سلیمان' ابو علی' ابواحمد یہ سب بیٹے امہات اولاد سے پیدا ہوئے تھے۔ ہارون الرشید کے ان بیٹوں میں امین' مامون' موتمن اور معتصم چار زیادہ مشہور ہیں۔ معتصم پڑھا لکھا نہ تھا۔ اسی لیے ولی عہدی

Marfat.com

کے قابل اس کو ہارون نے نہیں سمجھا مگر وہ خلیفہ ہوااور اسی کی اولاد سے بہت سے عباسی خلیفہ ہوئے اور اسی سے ہارون الرشید کی نسل چلی۔ ہارون الرشید نے مرتے وقت جس طرح بہت سے بیٹے چھوڑے اسی طرح بیٹیاں بھی بہت سی تھیں جو سب کنیزوں کے پیٹ سے پیدا ہوئی تھیں۔

ہارون الرشید کو خاندان عباسیہ میں آفتاب خاندان سمجھنا چاہیے۔اس کے زمانے میں خلافت عباسیہ نہایت مضبوط ہو کر اپنی معراج کمال کو پہنچ گئی تھی۔ ہارون الرشید کے عہد خلافت میں آل ابی طالب اور دوسرے سازشی گروہوں کی ہمتیں پست ہو چکی تھیں۔اس کو علم و فضل کا بے حد شوق اور پابندی مذہب کا بہت خیال تھا۔ زندیقوں کے فتنہ کا اس کے عہد میں بکلی استیصال ہو چکا تھا۔ روم و یونان کی عظیم الشان عیسائی سلطنت اس کی خراج گزار تھیں۔ ہارون الرشید نے مرتے وقت خزانہ میں نوے کروڑ دینار چھوڑے تھے۔ اندلس و مراکش کے علاوہ وہ تمام عالم اسلام کا فرمانروا تھا۔ منصور ہی کے زمانے سے تصنیف و تالیف کا کام شروع ہو چکا تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں یہودی اور عیسائی علماء کی بھی بڑی قدردانی دربار بغداد میں ہوتی تھی۔ عیسائیوں کو ہارون نے فوجی سرداریاں بھی عطا کیں اور اپنی مصاحبت میں بھی جگہ دی۔ اس کے زمانے میں ہندوستان کے علماء بھی گورنر سندھ کی معرفت اور براہ راست خود بھی بغداد میں پہنچے اور وہاں ان کی قدر و منزلت بڑھائی گئی۔ عبرانی زبان کی کتابوں کے ترجمے ہوئے۔ مختلف علوم وفنون کی تدوین کا سلسلہ جاری ہوا۔ بغداد میں راحت و آسائش اور دولت واطمینان لوگوں کو خوب حاصل تھا۔ اس لیے شاعری اور موسیقی کے چرچے بھی بغداد میں پائے جاتے تھے۔ قصہ گویوں نے ہارون کے متعلق بعض فرضی کہانیاں تصنیف کیں اور وہ کہانیاں دنیا میں مشہور ہو گئیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس خلیفہ کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں پھیل گئیں۔ ہارون الرشید بہادر اور سپاہی منش انسان تھا۔ وہ بڑی خوش دلی اور مسرت کے ساتھ گھوڑے کی زین پر مہینے اور برس صرف کر دیتا تھا لیکن جب صوفیوں کی مجلس میں بیٹھتا تو ایک تارک الدنیا صوفی و درویش نظر آتا تھا۔ جب فقہاء کی مجلس میں ہوتا تھا تو وہ اعلیٰ درجہ کا فقیہہ اور جب محدثین کی خدمت میں ہوتا تھا تو اعلیٰ درجہ کا محدث ثابت ہوتا تھا۔ صرف زندیقوں یعنی لامذہبوں کا وہ ضرور دشمن تھا۔ باقی غیر مذہب والوں کے ساتھ اس کا برتاؤ مدارات و مروت کا تھا۔ حج' جہاد اور خیرات تین چیزوں کا اس کو بہت شوق تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا رقیق القلب بھی تھا۔ جب کوئی شخص اس کو نصیحت کرتا اور دوزخ سے ڈراتا تو وہ زار و قطار رونے لگتا تھا۔

ایک روز ابن سماک ہارون کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہارون کو پیاس لگی' اس نے پانی مانگا' پانی آیا اور ہارون نے پینا چاہا تو ابن سماک نے کہا کہ امیر المومنین ذرا ٹھہر جائیے۔ ہارون الرشید نے کہا فرمائیے' ابن سماک نے کہا کہ اگر شدت پیاس میں پانی آپ کو نہ ملے تو ایک پیالہ پانی آپ کتنے تک خرید لیں گے؟ ہارون الرشید نے کہا نصف سلطنت دے کر مول لے لوں۔ ابن سماک نے کہا کہ اب آپ پی لیجئے۔ جب ہارون الرشید پانی پی چکا تو ابن سماک نے کہا کہ امیر المومنین اگر یہ پانی آپ کے پیٹ میں رہ جائے اور نہ نکلے تو اس کے پیٹ سے نکلوانے میں آپ کہاں تک خرچ کر سکتے ہیں؟ ہارون الرشید نے کہا کہ ضرورت پڑے تو میں نصف سلطنت دے

Marfat.com

ڈالوں۔ابن سماک نے کہا کہ بس آپ سمجھ لیجئے کہ آپ کا تمام ملک ایک پیالہ پانی اور پیشاب کی قیمت رکھتا ہے۔ آپ کو اس پر زیادہ غرور نہ ہونا چاہیے۔ہارون الرشید یہ سن کر رو پڑا اور بہت دیر تک روتا رہا۔

ایک مرتبہ ہارون الرشیدی نے ایک بزرگ سے کہا کہ آپ مجھے نصیحت کیجئے۔انہوں نے کہا کہ اگر آپ کا کوئی مصاحب ایسا ہو جو خوف دلاتا رہے اور اس کا نتیجہ بہتر ہو تو وہ اس مصاحب سے اچھا ہے جو آپ کو خوف سے آزاد کردے مگر نتیجہ اس کا برا ہو۔ہارون الرشید نے کہا ذرا کھول کر بیان فرمایئے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔انہوں نے کہا کہ اگر کوئی شخص آپ سے یہ کہے کہ قیامت کے دن آپ سے رعیت کے متعلق سوال ہونے والا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں تو وہ اس شخص سے بہتر ہے جو یہ کہے کہ آپ اہل بیت نبوی سے ہیں اور بوجہ قرابت نبوی ﷺ آپ کے تمام گناہ معاف ہو چکے ہیں۔یہ سن کر ہارون الرشید ایسا رویا کہ پاس بیٹھنے والوں کو اس پر رحم آنے لگا۔

قاضی فاضلی کہتے ہیں کہ دو بادشاہوں کے سوا کوئی ایسا نہیں ہوا جس نے طلب علم میں سفر کیا ہو۔ ایک تو ہارون الرشید کہ اس نے اپنے بیٹوں امین و مامون کو ہمراہ لے کر موطا امام مالک کی سماعت کے لیے سفر کیا۔ چنانچہ جس نسخہ میں اس نے پڑھا تھا وہ شاہان مصر کے پاس موجود تھا۔دوسرا سلطان صلاح الدین ایوبی جو موطا امام مالک کے سننے کی غرض سے اسکندریہ گیا تھا۔

ہارون الرشید چوگان کھیلتا اور تیر و کمان سے نشانہ بازی کرتا تھا۔ہارون الرشید کی عمر وفات کے وقت ۴۵ سال کے قریب تھی۔اس کے علاج میں حکیم جبرئیل بن بختیشوع سے غلطی ہوئی۔اس لیے مرض ترقی کر کے اس کی وفات کا باعث ہوا۔یہ حکیم ہارون الرشید کے ہمراہیوں میں اس کے بیٹے امین کا طرفدار تھا اور اس کا حاجب مسرور مامون کا ہوا خواہ تھا۔ جبکہ ہارون الرشید سفر ہی میں تھا اور اس کی علالت ترقی کر رہی تھی تو بغداد سے اس کے بیٹے امین نے بکر بن المعمر کی معرفت بعض خطوط ہارون الرشید کے ہمراہیوں کے نام لکھ کر بھیجے تھے جن میں ہارون الرشید کو فوت شدہ تصور کر کے اپنی بیعت کے لیے لکھا تھا۔ایک خط امین نے اپنے بھائی صالح کے نام لکھا تھا کہ لشکر و اسباب اور خزانے لے کر فضل بن ربیع کے مشورے سے فوراً میرے پاس چلے آؤ۔اسی مضمون کے خطوط اس نے ہارون الرشید کے دوسرے ہمراہیوں کو بھی لکھے تھے۔اسی مضمون کا ایک خط فضل بن ربیع کے نام تھا۔انہیں خطوط میں اس نے تمام سرداروں کو ان کے عہدوں پر قائم رکھنے کے لیے بھی وعدہ کیا تھا۔ بکر بن المعمر کے آنے کی اطلاع ہارون کو اتفاقاً ہو گئی۔اس نے بکر کو اپنے سامنے بلایا اور آنے کا سبب دریافت کیا۔اس نے کوئی معقول جواب نہ دیا تو ہارون نے اس کو قید کر دیا۔اس واقعہ کے بعد ہی ہارون الرشید کا انتقال ہو گیا۔ فضل بن ربیع نے بکر کو جیل خانے سے نکلوایا۔اس نے امین کے وہ خطوط دیئے' ان خطوط کو پڑھ کر سرداروں نے آپس میں مشورہ کیا۔چونکہ سب اپنے وطن بغداد کی طرف جانے کے آرزومند تھے۔ فضل بن ربیع سب کو لے کر بغداد کی طرف روانہ ہو گیا اور ہارون نے جو وصیت کی تھی اور مامون سے جو ان کے عہد و میثاق تھے' سب فراموش کر دیئے۔

Marfat.com

امین الرشید بن ہارون الرشید

محمد امین بن ہارون بن مہدی بن منصور عباسی زبیدہ خاتون کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ امین و مامون دونوں ہم عمر تھے۔ ہارون الرشید نے اپنے بعد امین کو تخت خلافت کا وارث مقرر کیا تھا لیکن ساتھ ہی مامون کو خراسان وغیرہ ممالک مشرقیہ کا مستقل حاکم بنا کر امین کو وصیت کی تھی کہ مامون کو خراسان کی حکومت سے معزول نہ کرے اور مامون کو نصیحت کی تھی کہ امین کی اطاعت و سیادت سے انکار نہ کرے۔ طوس میں جب ہارون الرشید کا انتقال ہوا تو مامون مرو میں تھا اور امین بغداد میں' صالح ہارون الرشید کے ہمراہ تھا۔ ہارون کی وفات سے اگلے دن یعنی ۴/ جمادی الثانی سنہ۔ ۱۹۳ھ کو طوس میں لشکر ہارون اور موجودہ سرداروں نے امین کی خلافت پر نیابتہ صالح کے ہاتھ پر بیعت کی اور محکمہ ڈاک کے افسر حمویہ نے فوراً اپنے نائب کو جو بغداد میں تھا' اس واقعہ کی اطلاع دی۔ چنانچہ اسی نے فوراً امین کو ہارون الرشید کے مرنے اور اس کے خلیفہ تسلیم ہونے کی خبر سنائی۔ صالح بن ہارون الرشید نے بھی اپنے بھائی امین کی خدمت میں اس واقعہ کو لکھا اور خلافت کی مبارکباد دی اور ساتھ ہی خاتم خلافت' عصا اور چادر بھیج دی۔

ان ایام میں ہارون الرشید کی بیوی اور امین کی ماں زبیدہ خاتون شہر رقہ میں اقامت گزین تھی اور خزانہ خلافت اسی کے قبضہ میں تھا۔ امین نے ان خبروں اور خطوں کے آنے پر جامع مسجد میں جا کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خلیفہ ہارون الرشید کی وفات کا حال سنایا اور لوگوں سے بیعت لی۔ زبیدہ خاتون اس خبر کو سن کر رقہ سے بغداد کی طرف معہ خزانہ شاہی روانہ ہوئی۔ اس کے آنے کی خبر سن کر امین نے مقام انبار میں اس کا استقبال کیا اور عزت و احترام کے ساتھ بغداد میں لایا۔ مامون نے مرو میں باپ کے مرنے کی خبر سنی تو امیروں اور سپہ سالاروں کو جو وہاں موجود تھے جمع کیا اور اپنے لیے مشورہ طلب کیا کہ مجھ کو اب کیا کرنا چاہیے؟ ان امیروں اور سپہ سالاروں میں عبداللہ بن مالک' یحییٰ بن معاذ' شبیب بن حمید بن قحطبہ' علاء حاجب عباس بن زہیر' ایوب بن ابی سمیر' عبدالرحمٰن بن عبدالملک بن صالح' فضل بن سہل قابل تذکرہ تھے۔ بغداد سے روانہ ہو کر جرجان تک مامون اور یہ تمام سردار بھی ہارون الرشید کے ہمراہ تھے۔ اس سفر میں فضل بن سہل نے سپہ سالاروں اور سرداروں کو مامون کی جانب مائل کرنے کی کوشش کی تھی اور بہت سے سرداروں نے وعدہ کیا تھا کہ ہم مامون کی طرفداری میں ضرور حصہ لیں گے لیکن فضل بن ربیع امین کا طرفدار تھا۔ اب بعد وفات ہارون فضل بن ربیع کی کوشش سے سب کے سب جو طوس میں موجود تھے' امین کی بیعت کر کے بغداد کی جانب روانہ ہو گئے اور اس بات کا مطلق خیال نہ کیا کہ ہارون کی وصیت کے موافق ہم کو مامون کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے کیونکہ اس تمام لشکر اور سامان کا مالک مامون ہے۔ یہ سردار جو مامون کے پاس تھے ہارون الرشید کی وصیت کے موافق ممالک مشرقیہ پر اس کی حکمرانی کے موید اور ہر طرح اسی کے ہوا خواہ تھے۔

ان میں سے بعض نے یہ مشورہ دیا کہ فضل بن ربیع ابھی راستہ میں ہے' یہاں سے فوج بھیج کر اس کو

Marfat.com

مرو کی جانب واپس لایا جائے مگر فضل بن سہل نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر اس طرح ان لوگوں کو واپس لایا گیا تو اندیشہ ہے کہ وہ دھوکا دیں گے اور موجب نقصان ثابت ہوں گے۔ ہاں مناسب یہ ہے کہ ان لوگوں کے پاس جنہوں نے فرمانبرداری کا اقرار کر کے اعانت و ہمدردی کے وعدے کئے تھے' پیغام بھیجا جائے اور ان کو ہارون الرشید کی وصیت اور ان کے وعدے یاد دلائے جائیں۔ چنانچہ دو قاصد روانہ ہوئے' وہ جب فضل وغیرہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے سب کو اپنا دشمن پایا۔ بعض نے تو علانیہ مامون کو گالیاں بھی دیں۔ یہ دونوں قاصد مشکل سے اپنی جان بچا کر واپس آئے اور حالات جو کچھ دیکھ کر آئے تھے' سنائے۔ مامون کو یقین تھا کہ مجھ کو ممالک مشرقیہ پر قابض نہ رہنے دیا جائے گا۔ اس لیے وہ بہت فکر مند اور پریشان تھا۔ ادھر فضل بن سہل نے اس بات کا بیڑہ اٹھایا کہ مامون کو خلیفہ بنا کر رہوں گا۔ مامون کے ہمراہیوں میں ایسے لوگ بھی تھے جو مامون کے خلیفہ ہونے کو ناپسند کرتے تھے مگر ممالک مشرقیہ پر اس کے قابض رہنے کے خواہاں تھے۔ فضل بن سہل اور اس کے ہم خیال لوگ امین کی خلافت کو ناپسند کرتے تھے اور مامون ہی کو خلیفہ بنانے کے خواہاں تھے۔ فضل بن سہل کا باپ سہل ایک نو مسلم مجوسی تھا جو ہارون الرشید کے زمانے میں مسلمان ہوا تھا۔ ہارون نے اس کے بیٹے فضل کو مامون کا کاتب مقرر کیا تھا۔ مجوسی النسل ہونے کی وجہ سے وہ مامون کو خلیفہ بنانا چاہتا تھا۔

حقیقت یہ تھی کہ امین کی ماں ہاشمیہ تھی اور وہ عربوں کی حمایت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ مامون کی ماں ایرانی النسل تھی۔ اس لیے ایرانی و خراسانی لوگ مامون کے ہواخواہ تھے۔ امین بغداد میں عربوں کے اندر موجود تھا اور مامون اپنے حامیوں یعنی ایرانیوں کے اندر مرو میں تھا۔ زبیدہ خاتون مامون سے متنفر تھی اور عربی سردار جو عباسیوں کے ہواخواہ تھے وہ علویوں کو ناپسند کرتے تھے لیکن خراسان میں علویوں کے حامی بکثرت موجود تھے۔ جعفر برمکی جو علویوں کا طرفدار تھا' مامون کا اتالیق تھا۔ لہذا مامون کی قبولیت خراسان وغیرہ ممالک مشرقیہ میں زیادہ تھی۔ فضل بن ربیع وغیرہ جو برامکہ سے متنفر تھے' مامون سے بھی ناخوش تھے۔ غرضکہ مامون و امین کے دل صاف نہ تھے اور ان دونوں کے گرد ایسے سردار جمع تھے جو دو گروہوں میں منقسم تھے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کا مخالف تھا۔ لہذا ہارون کے مرتے ہی ان دونوں گروہوں نے امین و مامون کی پیشوائی میں ایک دوسرے کے خلاف زور آزمائی کی تیاریاں شروع کر دی تھیں اور ایک دوسرے کی طرف سے مطمئن نہ تھے۔ مامون نے اہل خراسان کی استمالت قلوب کے لیے خراسان کا چوتھائی خراج معاف کر دیا اور خراسانی سرداروں سے ترقیات و قدردانی کے بڑے بڑے وعدے کئے۔ اہل ایران خوش ہو ہو کر کہتے تھے کہ مامون الرشید ہمارا ہمشیرزادہ ہے' وہ ضرور ہمارے مرتبہ اور اقتدار کو بڑھائے گا۔ ادھر مامون نے مرو کے علماء و فقہاء کو بلا کر کہا کہ آپ لوگ وعظ و پند کے ذریعہ لوگوں کے خیالات کی تربیت کریں اور حالات کو قابو میں رکھیں۔ ان تمام حالات کے موجود ہوتے ہوئے مامون الرشید نے سب سے بڑی عقلمندی یہ کی کہ امین الرشید کی خدمت میں مودبانہ عرضی لکھ کر بھیجی اور ہدایا و تحائف روانہ کر کے اپنی نیاز مندی و فرمانبرداری کا یقین دلانے کی کوشش کی۔

اگر خلیفہ امین الرشید کی طرف سے عزم و مآل اندیشی کے ساتھ کام لیا جاتا تو مامون الرشید ہی کی

Marfat.com

طرف سے ناجائز وناشدنی حرکات کا ظہور ہوتا اور وہی ملزم قرار پاکر اہل عالم کی نگاہ میں مطعون و بدنام ہوتا اور شاید اس کو کامیابی بھی حاصل نہ ہوتی لیکن فضل بن ربیع اور دوسرے مشیر امین کے لیے اچھے مشیر ثابت نہ ہوئے اور امین سے کسی دانائی ہوشیاری کا ظہور نہ ہوا بلکہ اس نے اپنے کاموں سے بہت جلد لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ ہارون الرشید کے تخت کو سنبھالنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اس نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی پہلی غلطی یہ کی کہ اپنے بھائی قاسم یعنی موتمن کو جزیرہ کی حکومت سے معزول کر کے اس کے پاس صرف قنسرین و عواصم کا صوبہ باقی رکھا اور جزیرہ کی حکومت پر اپنی طرف سے خزیمہ بن خازم کو مامور کر کے بھیج دیا۔ اسی سال یعنی اپنی خلافت کے ابتدائی ایام میں اس نے فضل بن ربیع کے مشورے سے اپنے بیٹے موسیٰ بن امین کو بجائے مامون کے ولی عہد بنانا چاہا اور مامون کو خود مخالفت کا موقعہ دے دیا۔ جس زمانہ میں ہارون الرشید خراسان کو جارہا تھا تو اس نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ یہ لشکر اور تمام سامان مامون الرشید کے پاس خراسان میں رہے گا اور مامون ہی اس کا مالک ہے لیکن فضل بن ربیع تمام سامان اور تمام لشکر کو جو وفات ہارون کے وقت طوس میں موجود تھا لے کر بغداد کی طرف چل دیا اور اس طرح مامون کو بہت کمزور کر گیا۔ اس لیے فضل بن ربیع کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر امین کے بعد مامون خلیفہ ہوگا اور جلدی اس کو تخت خلافت پہنچ گیا تو وہ میرے ساتھ ضرور برا سلوک کرے گا۔ لہذا اس نے یہ کوشش کی کہ مامون کو ولی عہدی سے معزول کروادیا جائے۔ یہی خطرہ علی بن عیسیٰ سابق گورنر خراسان کو بھی اپنی نسبت تھا۔ لہذا اس نے بھی فضل بن ربیع کے اس مشورہ کی تائید کی اور امین کو مامون کی معزولی پر آمادہ کر دیا مگر خزیمہ بن خازم کے روبرو جب یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو اس نے اس رائے کی سخت مخالفت کی اور خلیفہ کو سردست اس کام سے روک دیا۔ یہ خبریں مامون کے پاس پہنچ رہی تھیں مگر اس نے اس کے متعلق بالکل خاموشی اختیار کی اور نتیجہ کا منتظر رہا۔

رافع اور ہرثمہ مامون کی خدمت میں : اوپر بیان ہو چکا ہے کہ ہرثمہ بن اعین نے سمرقند میں رافع کا محاصرہ کر رکھا تھا اور رافع بن لیث ابھی مغلوب نہ ہوا تھا کہ طوس میں ہارون الرشید کا انتقال ہوا۔ رافع کا بھائی بشیر گرفتار ہو کر طوس میں ہارون کے پاس پہنچ کر اس کے حکم سے قتل ہو چکا تھا۔ ہارون کی وفات کے بعد ہرثمہ بن اعین نے بزور شمشیر سمرقند میں داخل ہو کر قبضہ کر لیا اور وہیں قیام بھی کر دیا۔ ہرثمہ بن اعین کے ساتھ طاہر بن حسین بھی تھا۔ رافع بن لیث نے سمرقند سے فرار ہو کر ترکوں میں جا کر پناہ لی اور ترکوں کا لشکر لے کر ہرثمہ کے مقابلہ کو آیا۔ اس لڑائی میں بھی اس کو ہزیمت ہوئی۔ اس کے بعد ترکوں اور رافع کے درمیان ناچاقی پیدا ہوئی اور اس کی حالت بہت کمزور ہو گئی۔ اس نے اپنا قاصد مامون کے پاس بھیج کر امان طلب کی۔ مامون نے اس کو امان دے دی اور وہ مامون کی خدمت میں مرو چلا آیا۔ یہاں اس کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ ہرثمہ بھی چند روز کے بعد مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مامون نے ہرثمہ کو اپنی رکابی فوج کا افسر بنالیا۔ انہیں ایام میں مامون نے عباس بن عبداللہ بن مالک کو ولایت دے کر حکومت سے معزول کر دیا۔

امین و مامون کی علانیہ مخالفت : امین کے پاس بغداد میں خبر پہنچی کہ مامون نے ہرثمہ کو اپنی رکابی

Marfat.com

فوج کا افسر بنالیا ہے اور رافع کو عزت کے ساتھ مصاحبت میں داخل کر لیا ہے اور ولایت رے سے عباس بن عبداللہ کو معزول کر دیا ہے۔ اس خبر کو سن کر وہ بلاوجہ ناراض ہوا اور خطبہ سے مامون کا نام نکال کر اپنے بیٹے کا نام بطور ولی عہد داخل کر دیا اور عباس بن موسیٰ بن عیسیٰ بن جعفر اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو پیام دے کر مامون کے پاس بھیجا کہ تم اس بات پر رضامند ہو جاؤ کہ میرا بیٹا موسیٰ ولی عہدی میں تم پر سابق رہے اور مجمع عام میں اس کا اعلان کر دو کہ بجائے میرے موسیٰ بن امین ولی عہد ہے۔ مامون نے اس بات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا مگر فضل بن سہل نے اس موقعہ پر یہ فائدہ اٹھایا کہ عباس بن موسیٰ کو ہم خیال بنا کر مخفی طور پر اس بات کے لیے آمادہ کر لیا کہ وہ بغداد میں رہ کر جاسوسی و مخبری کی خدمات انجام دے اور ضروری باتوں کی فوراً اطلاع بھجوادیا کرے۔ امین نے مامون سے خراسان کی بعض ولایات سے دست بردار ہو جانے کی بھی فرمائش کی تھی۔ مامون نے اس سے بھی صاف انکار کر دیا تھا۔ مامون کو جب معلوم ہوا کہ بغداد میں خطبوں سے میرے نام کو خارج کر دیا گیا ہے تو اس نے جواباً خراسان میں امین کے نام کو خطبوں سے خارج کر دیا۔ انہیں ایام میں امین نے خانہ کعبہ سے اس دستاویز کو جو ہارون نے لٹکائی تھی' اتروا کر چاک کرادیا۔ یہ واقعہ شروع سنہ ۱۹۴ھ کا ہے اور یہیں سے مامون الرشید کو امین کی علانیہ مخالفت کرنے کا حق پیدا ہو گیا۔ مامون نے خراسان کی ناکہ بندی بڑی احتیاط کے ساتھ کرادی تاکہ امین کا کوئی خط اور کوئی قاصد حدود خراسان میں داخل نہ ہو سکے اور خراسان میں کسی بغاوت کے پیدا کرنے کی کوشش امین نہ کر سکے۔

صوبوں میں بدامنی : جب دونوں بھائیوں میں مخالفت' عہدنامہ کے خانہ کعبہ سے اتروا کر چاک کر دینے اور خطبوں سے ایک دوسرے کے ناموں کو خارج کرا دینے کا حال مشہور ہوا تو جہاں جہاں کوئی مواد فاسد موجود تھا وہ ابھرنے اور پھوٹ پڑنے پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ خاقان' تبت ملوک' ترک' بادشاہ کابل نے جو حکومت اسلامیہ کے باج گزار و فرماں بردار تھے' بغاوت و سرکشی پر آمادگی ظاہر کی اور بلاد اسلامیہ کے لوٹنے' شب خون مارنے اور حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگے۔ یہ خبریں سن کر مامون پریشان ہوا مگر فضل بن سہل کے مشورے سے اس نے ان ملوک کو نرمی و استمالت کے خطوط لکھے اور بعض کا خراج معاف کر کے بعض کو اسی قسم کی اور رعایتیں دے کر صلح و آشتی کے تعلقات کو مضبوط کر لیا۔ مامون کی یہ پریشانی جلد ہی رفع ہو گئی اور اندرونی ملک میں کسی قسم کا کوئی فتنہ برپا نہ ہونے دیا کیونکہ اہل خراسان تمام مامون کے بہ دل حامی و مددگار تھے اور امین کو جو اہل عرب کا حامی تھا شکست دینا چاہتے تھے۔ ادھر ممالک مغربیہ یعنی امین کے ماتحت صوبوں میں جو شورشیں برپا ہوئیں وہ امین کے لیے زیادہ خطرناک ثابت ہوئیں۔ ملک شام میں خاندان بنوامیہ کا صرف ایک ہی شخص باقی رہ گیا تھا جس کا نام علی بن عبداللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ تھا۔ اس کی ماں کا نام نفیسہ بنت عبیداللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب تھا۔ یہ منصیانی کے نام سے مشہور تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں صفین کے سرداروں یعنی معاویہ و علی کا بیٹا ہوں۔ یہ ذی علم و صاحب شعور شخص تھا۔ امین و مامون کو آمادہ مقابلہ دیکھ کر اس نے ملک شام میں خروج کیا اور شام کے وہ قبائل جو بنوامیہ سے تعلق رکھتے تھے' اس کے ساتھ ہو گئے۔ امین نے فوجیں شام کی

Marfat.com

طرف روانہ کیں لیکن ان کو شکست ہوئی۔ کئی برس تک ملک شام میں ہنگامہ برپا رہا۔ آخر سنہ۔۱۹۸ھ میں سفیانی بعض شامی قبائل سے مغلوب ہو کر شام سے فرار ہو گیا اور شامیوں نے دمشق پر قبضہ کر لیا۔ امین نے جب خانہ کعبہ سے دستاویز عہد نامہ کو اتار کر چاک کرادیا اور داؤد بن عیسیٰ نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر کے مکہ و مدینہ اور حجاز کے باشندوں کو سمجھایا کہ امین نے مامون پر ظلم کیا ہے۔ ہم نے خلیفہ ہارون الرشید کے سامنے جو عہد کیا ہے اس پر قائم رہنا چاہیے اور موسیٰ کی جو ایک شیر خوار بچہ ہے ہر گز بیعت ولی عہدی نہیں کرنی چاہیے۔ داؤد بن عیسیٰ کی اس کوشش کا یہ نتیجہ ہوا کہ تمام اہل حجاز کے مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے امین کا نام خطبہ سے نکال دیا اور مامون ہی کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور داؤد بن عیسیٰ نے مکہ سے براہ بصرہ' فارس اور کرمان جا کر مرو میں مامون الرشید کو حجاز کی حالت سے آگاہ کیا۔ مامون نے خوش ہو کر اسی کو اپنی طرف سے مکہ کا گورنر مقرر کر کے بھیج دیا۔ یہ واقعہ سنہ۔۱۹۶ھ کا ہے۔ غرض بغاوتوں اور سرکشیوں سے امین کو زیادہ نقصان پہنچا۔ مامون کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا جو دلیل اس بات کی ہے کہ امین کے اندر قابلیت ملک داری نہ تھی۔

رومی

ہارون الرشید کے انتقال سے چند روز بعد قیصر روم نقفور بھی جنگ برجان میں مارا گیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا تخت نشین ہوا۔ دو مہینے کے بعد وہ بھی مر گیا تو اس کی بہن کا داماد میکائیل بن جرجیس تخت نشین ہوا اور دوسرے سال سنہ۔ ۱۹۴ھ میں رومیوں نے اس کے خلاف بغاوت کی تو وہ دارالسلطنت چھوڑ کر درویشوں اور رہبانوں میں جا شامل ہوا۔ تب رومیوں نے اپنے سپہ سالار الیون نامی کو تخت پر بٹھایا۔ غرض جس زمانے میں ہارون کو سلطنت میں اندرونی فسادات رونما ہو رہے تھے' اس زمانے میں رومیوں کی سلطنت بھی اسی قسم کی پیچیدگیوں میں مبتلا تھی۔

امین و مامون کی زور آزمائی : سنہ۔ ۱۹۴ھ کے آخری ایام میں امین نے مامون کو ولی عہدی سے معزول کیا اور مامون نے امین کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ اس کے بعد امین نے یہی نہیں کہ اپنے بیٹے کو مامون کی جگہ ولی عہد بنایا بلکہ اپنے بھائی موتمن کو بھی معزول کر کے اس کی جگہ اپنے دوسرے بیٹے عبداللہ کو ولی عہد بنایا اور خطبوں میں موسیٰ و عبداللہ کا نام لیا جانے لگا۔ اب لڑائی اور زور آزمائی کے لیے امین و مامون کو کسی چیز کے انتظار کی ضرورت نہ تھی۔ فضل بن سہل کو مامون نے ذوالریاستین یعنی صاحب السیف والقلم کا خطاب دے کر اپنا مدارالمہام سلطنت بنایا۔ طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن اسد خزاعی کو فوج کی سپہ سالاری سپرد کی گئی۔ فضل بن سہل نے سرحدی ولایت رے میں جا کر وہاں کے جنگ آزمودہ سپاہیوں کو فراہم کیا اور اس سرحدی علاقے کے لوگوں کی ایک فوج بھرتی کر کے سپہ سالار کو سپرد کی۔ طاہر بن حسین نے ابوالعباس خزاعی کو لشکر رے کا امیر مقرر کیا۔ ابوالعباس نے رے میں اپنے لشکر کو کیل کانٹے سے درست کیا۔

ادھر امین الرشید نے عصمت بن حماد بن سالم کو ایک ہزار پیادوں کی جمعیت سے ہمدان کی طرف

Marfat.com

روانہ کر کے حکم دیا کہ تم ہمدان میں مقیم رہ کر اپنے مقدمتہ الجیش کو سادہ کی طرف روانہ کرنا۔ اس کے بعد امین نے ایک بڑا لشکر مرتب کر کے فضل بن ربیع کے مشورے سے علی بن عیسیٰ بن ہامان کی سپہ سالاری میں مامون کے مقابلہ کو خراسان کی طرف روانہ کیا۔ امین اور اس کے وزیر فضل بن ربیع کی یہ سخت غلطی تھی کہ علی بن عیسیٰ کو سپہ سالار بنا کر خراسان کی طرف روانہ کیا۔ اہل خراسان علی بن عیسیٰ سے اس کے عہد گورنری سے ناخوش تھے۔ اس کے آنے کی خبر سن کر اہل خراسان اور بھی زیادہ لڑنے اور مارنے پر آمادہ ہو گئے۔ امین نے علی بن عیسیٰ کو نہاوند' ہمدان' رقم' اصفہان اور بلاد جبل بطور جاگیر عطا کئے اور خزانہ خلافت سے ہر قسم کا سامان اور روپیہ ضرورت سے زیادہ دے کر پچاس ہزار سواروں کے ساتھ رخصت کیا اور عمال کے نام فرامین جاری کئے کہ علی بن عیسیٰ کی کمک کے لیے لشکر روانہ کریں اور ہر قسم کی امداد اس کو پہنچائیں۔ علی بن عیسیٰ امین کی ماں زبیدہ خاتون سے رخصت ہونے کے لیے حاضر ہوا تو اس نے مامون کے متعلق علی کو نصیحت کی کہ اس کو گرفتار کر کے کوئی بے ادبی کا برتاؤ نہ کرنا۔ شعبان سنہ ۱۹۵ھ میں علی بن عیسیٰ بغداد سے روانہ ہوا۔ خود خلیفہ امین اور ارکان سلطنت بطریق مشایعت اس لشکر کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہ اس شان و شکوہ کا لشکر تھا کہ اہل بغداد نے اب تک ایسا عظیم الشان لشکر نہیں دیکھا تھا۔ علی بن عیسیٰ خلیفہ امین سے رخصت ہو کر رے کے قریب پہنچا تو اس کے ہمراہیوں نے رائے دی کہ ہراول اور مورچے قائم کرنے چاہئیں مگر علی نے کہا کہ طاہر جیسے شخص کے مقابلے میں مورچے قائم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ طاہر بھی علی کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر رے سے نکلا اور رے سے پانچ فرسنگ کے فاصلے پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ علی بن عیسیٰ کے ہمراہ پچاس ہزار سے زیادہ فوج تھی اور طاہر بن حسین کے لشکر کی کل تعداد چار ہزار فوج تھی۔ دونوں کی قوتوں کا یہ ایسا نمایاں فرق تھا کہ علی بن عیسیٰ نے صف آرائی کے وقت اپنی فوج سے کہا کہ ان لوگوں کو قتل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو گھیر کر گرفتار کر لینا چاہیے۔

علی بن عیسیٰ کے عظیم الشان لشکر کو دیکھ کر طاہر بن حسین کے لشکر سے عین صف آرائی کے وقت کچھ لوگ فرار ہو کر علی بن عیسیٰ کے پاس چلے گئے تاکہ فتح مند ہونے والے گروہ کی شرکت سے فائدہ اٹھائیں اور ہر قسم کے نقصان سے محفوظ رہیں مگر علی بن عیسیٰ نے ان لوگوں کو پٹوا کر نکال دیا اور بعض کو قید کر لیا۔ اس سے طاہر بن حسین کو بہت فائدہ پہنچا یعنی اس کے لشکر کا ہر متنفس لڑنے اور مارنے مرنے پر آمادہ ہو گیا۔ آخر لڑائی شروع ہوئی' طاہر بن حسین نے میمنہ اور میسرہ کو علی بن عیسیٰ کے میسرہ اور میمنہ نے شکست دے کر بھگایا مگر طاہر نے قلب لشکر کو لے کر علی کے قلب پر ایسا حملہ کیا کہ علی کا قلب شکست کھا کر پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوا۔ یہ حالت دیکھ کر طاہر کے میمنہ اور میسرہ کے شکست خوردہ سپاہی لوٹے اور ہمت کر کے طاہر سے آملے۔ نہایت سخت معرکہ آرائی ہوئی اور اسی دار و گیر میں علی بن عیسیٰ کے گلے میں ایک تیر نے ترازو ہو کر اس کا کام تمام کر دیا۔ علی بن عیسیٰ کے گرتے ہی تمام لشکر فرار ہوا اور طاہر کے تمام ہمراہیوں نے علی بن عیسیٰ کا سر کاٹ لیا۔ طاہر کے فتح مند لشکر نے دو فرسنگ تک فراریوں کا تعاقب کیا اور لشکر بغداد قتل و گرفتار ہوتے ہوئے چلے گئے۔

Marfat.com

رات کی تاریکی نے حائل ہو کر بقیہ فراریوں کو قتل وگرفتاری سے بچایا۔ طاہر بن حسین رے میں واپس آیا اور فتح نامہ مامون کی خدمت میں روانہ کیا کہ:

بخدمت امیر المومنین گزارش ہے کہ یہ عریضہ ایسی حالت میں لکھ رہا ہوں کہ علی بن عیسیٰ کا سر میرے روبرو ہے۔ اس کی انگوٹھی میری انگلی میں ہے اور اس کا لشکر میرے زیر فرمان ہے"۔

تین دن کے عرصہ میں یہ خط مرو میں فضل بن سہل کے پاس پہنچا۔ وہ لیے ہوئے مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فتح کی مبارکبادی' اراکین دولت نے بطور امیر المومنین سلام کیا۔ دو دن کے بعد علی کا سر بھی پہنچا جس کو تمام ملک خراسان میں تشہیر کیا گیا۔

بغداد میں علی بن عیسیٰ بن ہامان کے مقتول ہونے کی خبر پہنچی تو امین نے عبدالرحمٰن بن جبلہ انباری کو بیس ہزار سواروں کی جمعیت سے طاہر کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن جبلہ کو ہمدان اور بلاد خراسان کی سند گورنری بھی دی گئی کہ ان ملکوں کو فتح کر کے اپنی حکومت قائم کرلو۔ عبدالرحمٰن بن جبلہ نے ہمدان پہنچ کر قلعہ بندی کی۔ اس کا حال طاہر بن حسین کو معلوم ہوا تو وہ فوج لے کر ہمدان کی طرف گیا۔ عبدالرحمٰن بن جبلہ نے ہمدان سے نکل کر مقابلہ کیا۔ طاہر نے پہلے ہی حملہ میں شکست دے کر بھگادیا۔ عبدالرحمٰن نے ہمدان میں جا کر پھر تیاری کر کے شہر سے باہر نکل کر دوبارہ مقابلہ کیا۔ اس مرتبہ بھی شکست کھا کر ہمدان میں داخل ہو کر پناہ گزین ہوا۔ طاہر نے فوراً بڑھ کر شہر کا محاصرہ کرلیا۔ محاصرہ نے طول کھینچا' اس وقفہ میں طاہر نے قزوین کو فتح کر لیا۔ عامل قزوین فرار ہو گیا۔ طویل محاصرہ سے اہل شہر کو اذیت ہوئی اور عبدالرحمٰن کو اندیشہ ہوا کہ کہیں اہل شہر ہی شب خون نہ ماریں۔ اس لیے اس نے طاہر سے امان طلب کی۔ طاہر نے اس کو امان دے دی اور ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ طاہر کے امان دینے کی وجہ سے عبدالرحمٰن بلا روک ٹوک ہمدان میں رہتا تھا۔ ایک روز موقعہ پا کر عبدالرحمٰن نے اپنے ہمراہیوں کو مجتمع کر کے بحالت غفلت طاہر کے لشکر پر حملہ کیا۔ اس حملہ میں طاہر نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر قتل کیا۔ عبدالرحمٰن کے ہمراہی جو قتل ہونے سے بچ گئے وہ بھاگ کر عبداللہ واحمد پسران حریشی سے جو بغداد سے عبدالرحمٰن کی مدد کے لیے آرہے تھے' ان دونوں پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ بلا مقابلہ راستے ہی سے بغداد کی جانب واپس چلے گئے۔ طاہر نے یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ حلوان پہنچ کر مورچے قائم کئے اور خندقیں کھدوا کر خوب مضبوطی کرلیں۔ ان فتوحات کے بعد مامون نے حکم جاری کیا کہ ہر شہر میں بیعت خلافت لی جائے اور منبروں پر ہمارے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ فضل بن سہل کو مامون نے ذوالریاستین (صاحب السیف والقلم) کا خطاب دے کر اپنا وزیر اعظم اور مدار المہام خلافت بنایا۔ فضل بن سہل کی نیابت وماتحتی میں علی بن ہشام کو وزیر جنگ اور نعیم بن خازم کو وزیر مال اور دفتر انشاء کا مہتمم مقرر کیا۔ فضل بن سہل کے بھائی حسن بن سہل کو دیوان الخراج کی افسری سپرد کی گئی۔

خلیفہ امین کی حکومت میں اختلال : بغداد میں جب خبر پہنچی کہ عبدالرحمٰن بن جبلہ بھی طاہر کے مقابلہ میں مارا گیا تو تمام شہر میں ہلچل مچ گئی۔ خلیفہ امین نے اسد بن یزید بن مزید کو طلب کر کے طاہر کے مقابلہ

Marfat.com

کے لیے روانگی کا حکم دیا۔ اسد بن یزید نے کہا کہ میرے لشکر کو ایک سال کا وظیفہ پیشگی دیا جائے۔ سامان حرب عطا فرمایا جائے۔ اس بات کا وعدہ کیا جائے کہ جس قدر شہر میں فتح کروں ان کا کوئی حساب مجھ سے نہ لیا جائے گا۔ تجربہ کار بہادر سپاہی میرے ہمراہ کئے جائیں۔ کمزوروں اور ناتوانوں کو الگ کیا جائے۔ ان شرطوں کو سن کر امین برہم ہوا اور اسد بن یزید کو قید کر دیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن حمید بن قحطبہ کو طلب کر کے طاہر کے مقابلہ پر جانے کا حکم دیا۔ عبداللہ بن حمید بن قحطبہ نے بھی اسی قسم کی شرطیں پیش کیں۔ وہ بھی معتوب ہوا۔ اس کے بعد اسد بن یزید کے چچا احمد بن مزید کو طلب کر کے اسد کے قید کر دینے کی معذرت کی اور جنگ طاہر پر جانے کا حکم دیا اور احمد بن مزید بیس ہزار فوج لے کر بغداد سے روانہ ہوا۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن حمید بن قحطبہ بھی دوسری بیس ہزار فوج لے جانے پر آمادہ ہو گیا اور دونوں ساتھ ہی ساتھ حلوان کی طرف روانہ ہوئے۔ حلوان کے قریب مقام فانقین میں دونوں سردار یہ چالیس ہزار کا لشکر لیے ہوئے خیمہ زن ہوئے۔ طاہر بھی یہ خبر سن کر اپنا لشکر لیے ہوئے ان کے مقابلہ پر آ پہنچا اور جاسوسوں کو بہ تبدیل لباس لشکر بغداد میں پھیلا دیا۔ ان جاسوسوں نے پہنچ کر خبر اڑائی کہ بغداد میں خزانہ خالی ہو چکا ہے اور لشکر کو تنخواہیں ملنی بند ہو گئی ہیں۔ لشکری پریشان پھر رہے ہیں اور جہاں جو کچھ پاتے ہیں اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ یہ خبر مشہور ہوتے ہی لشکر میں ہلچل مچ گئی۔ کوئی اس کی تردید کرتا تھا کوئی تصویب۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپس ہی میں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے اور طاہر کا مقابلہ کئے بغیر ہی بغداد کی طرف روانہ ہو گئے۔ طاہر نے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا۔ اسی اثناء میں ہرثمہ بن اعین ایک لشکر جرار کے ساتھ مرو سے مامون کا فرمان لیے ہوئے طاہر کے پاس حلوان میں پہنچا۔ اس فرمان میں لکھا تھا کہ تم نے اب تک جس قدر ملک فتح کر لیا ہے وہ سب ہرثمہ کے سپرد کر دو اور تم اہواز کی جانب پیش قدمی کرو۔ طاہر نے اس حکم کی تعمیل کی اور خود اہواز کی طرف فوج لے کر بڑھا۔

خلیفہ امین کی معزولی و بحالی : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ خلیفہ ہارون الرشید نے عبدالمالک بن صالح کو قید کر دیا تھا۔ امین نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اس کو آزاد کیا۔ جب طاہر کے مقابلہ میں بغداد کی فوجوں کو شکستیں ہونے لگیں تو عبدالمالک بن صالح نے دربار خلافت میں حاضر ہو کر کہا کہ خراسانیوں کے مقابلہ پر اہل عراق کی بجائے شامیوں کو بھیجنا چاہیے۔ وہ خراسانیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور میں ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ یہ سن کر خلیفہ امین نے عبدالمالک کو شام و جزیرہ کی سند گورنری مرحمت فرما کر روانہ کیا۔ عبدالمالک نے رقہ میں پہنچ کر رؤساء شام سے خط و کتابت شروع کی اور تھوڑے ہی دنوں میں شام کا ایک بڑا لشکر فراہم کر لیا۔ حسین بن علی بن عیسیٰ بھی عبدالمالک کے ساتھ تھا اور عبدالمالک کی فوج میں اس حصہ فوج کا سردار تھا جو خراسانیوں پر مشتمل تھا۔ عبدالمالک اسی عرصہ میں بیمار ہو کر فوت ہوا اور شامیوں اور خراسانیوں میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ شام کے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چل دیئے۔ حسین بن علی تمام خراسانی لشکر کو لیے ہوئے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ اہل شہر اور رؤساء بغداد نے اس کا استقبال کیا۔ رات کے وقت خلیفہ امین نے حسین بن علی کو اپنے دربار میں طلب کیا۔ حسین نے جانے سے انکار کیا اور صبح ہوتے ہی اپنے ہمراہیوں کو خلیفہ امین کی معزولی

Marfat.com

پر آمادہ کیا اور بغداد کے پل پر آیا۔ یہاں امین کی فوج نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ حسین بن علی نے قصر خلافت پر حملہ کر کے امین اور اس کی والدہ زبیدہ خاتون کو گرفتار کر کے قصر منصور میں لا کر قید کر دیا اور خلافت مامون کی لوگوں سے بیعت لی۔

اگلے دن لوگوں نے حسین بن علی سے اپنے روزینے طلب کئے مگر حسب منشاء نہ پائے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ رفتہ رفتہ اہل بغداد امین کی معزولی اور گرفتاری پر افسوس کرنے لگے اور متحد ہو کر حسین بن علی کے مقابلہ پر آمادہ ہو گئے۔ حسین بن علی نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔ بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں حسین بن علی شکست کھا کر گرفتار ہوا۔ اہل شہر نے قصر منصور میں جا کر امین اور زبیدہ کو آزاد کیا۔ امین کو لا کر تخت خلافت پر بٹھایا اور دوبارہ بیعت کی۔ حسین پابہ زنجیر امین کے روبرو پیش کیا گیا۔ امین نے ملامت کر کے اس کو آزاد کر دیا اور کہا کہ تم اب اپنی خطا کی تلافی اس طرح کرو کہ طاہر بن حسین کے مقابلے پر جاؤ اور اس کو شکست دے کر ناموری حاصل کرو۔ حسین کو خلعت گراں بہا عطا ہوا اور نہایت عزت واحترام کے ساتھ رخصت کیا گیا۔ اہل بغداد اس کو مبارکباد دیتے ہوئے پل تک آئے۔ جب لوگوں کا مجمع کم ہو گیا تو حسین بن علی پل کو عبور کر کے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی بغاوت کا اعلان کرتا گیا۔ امین نے اس کے تعاقب میں سواروں کو بھیجا۔ بغداد سے تین میل کے فاصلے پر سواروں نے حسین کو جالیا۔ خفیف سی لڑائی کے بعد حسین بن علی مارا گیا۔ اس کا سر اتار کر لوگ امین کے سامنے لائے۔ یہ واقعہ ۱۵/رجب سنہ ۱۹۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ اسی روز حسین بن علی کے قتل ہونے پر فضل بن ربیع جو امین کا وزیر اعظم تھا' ایسا روپوش ہوا کہ کسی کو اس کی اطلاع نہ ملی۔ فضل بن ربیع کے اس طرح غائب ہونے اور دھوکا دیئے جانے سے امین کو اور بھی زیادہ پریشانی کا سامنا ہوا۔

طاہر کی ملک گیری : بغداد میں مذکورہ بالا حالات رونما ہو رہے تھے۔ ادھر طاہر بن حسین حلوان میں ہرثمہ بن اعین کو مفتوحہ ممالک کی حکومت سپرد کر کے مامون کے حکم کے موافق اہواز کی جانب بڑھا۔ اپنی روانگی سے پیشتر اس نے حسین بن عمر رستمی کو روانہ کر دیا تھا۔ ادھر بغداد سے خلیفہ امین نے عبداللہ واحمد کے واپس آنے پر محمد بن یزید بن حاتم کو اہواز کے بچانے کے لیے روانہ کیا تھا۔ طاہر نے یہ سن کر کہ محمد بن یزید بغداد سے فوج لیے ہوئے آرہا ہے۔ چند دستے حسین بن عمر رستمی کی کمک کے لیے روانہ کر دیئے اور حکم دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یلغار کر کے حسین بن عمر رستمی سے جاملو۔ مقام مکرم میں محمد بن یزید پہنچا تھا کہ طاہر کی فرستادہ فوج کے قریب آجانے کا حال معلوم ہوا۔ محمد بن یزید نے یہاں مقابلہ مناسب نہ سمجھ کر اہواز پر اول قابض ہو جانا ضروری سمجھا اور اہواز تک پہنچ گیا۔ وہاں طاہر کا لشکر بھی مقابلہ پر آیا۔ سخت لڑائی کے بعد محمد بن یزید مارا گیا۔ طاہر نے اہواز پر قبضہ کر لیا اور اپنی طرف سے یمامہ' بحرین اور عمان پر والی مقرر کر کے بھیجے۔ اس کے بعد واسطہ کا قصد کیا۔ واسطہ کا عامل بھاگ گیا اور طاہر نے بہ آسانی واسط پر قبضہ کرنے کے بعد کوفہ کی طرف فوج بھیجی۔ کوفہ میں عباس بن ہادی حاکم تھا۔ اس نے فوراً خلیفہ امین کی معزولی کا اعلان کر کے خلافت مامون کی بیعت کر لی اور طاہر کے پاس اس اطلاع کا ایک خط بھیج دیا۔ منصور بن مہدی گورنر بصرہ نے بھی ایسا ہی

Marfat.com

کیا۔ کوفہ اور بصرہ دونوں عراق کے مرکزی مقام تھے۔ ان دونوں صوبوں کے گورنر خاندان خلافت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دونوں نے مامون کو امین پر ترجیح دے کر امین کی معزولی اور مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے دوسروں کے لیے قابل تقلید مثال قائم کر دی۔ ادھر داؤد بن عیسیٰ گورنر حجاز نے بھی جو خاندان خلافت سے تھا' حجاز میں مامون کی خلافت کی بیعت لوگوں سے لے لی جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ گورنر موصل مطلب بن عبداللہ بن مالک نے بھی امین کی معزولی کا اعلان کر کے مامون کی خلافت کو تسلیم کر کے بیعت کر لی۔ طاہر نے ان سب کو ان کے عہدوں پر بحال رکھا۔ طاہر نے خود مقام جرجرایا میں خیمہ زن ہو کر حرث بن ہشام اور داؤد بن موسیٰ کو قصر ابن ہبیرہ کی جانب روانگی کا حکم دیا۔ یہ واقعہ رجب سنہ ۱۹۶ھ کا ہے جبکہ بعد میں خلیفہ امین کی معزولی اور بحالی کا واقعہ پیش آ رہا تھا۔

خلیفہ امین نے معزولی کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہو کر محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد بربری کو قصر ابن ہبیرہ کی جانب اور فضل بن موسیٰ کو کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ حرث اور داؤد نے محمد بن سلیمان اور محمد بن حماد کا مقابلہ کیا اور سخت معرکہ آرائی کے بعد دونوں کو بغداد کی طرف بھگا دیا۔ فضل بن موسیٰ کے کوفہ کی طرف روانہ ہونے کا حال سن کر طاہر نے محمد بن علاء کو فضل کے مقابلہ پر مامور کیا۔ اثناء راہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی تو فضل نے محمد بن علاء سے کہا کہ تم ناحق میرے مقابلے پر لشکر لے کر آئے ہو۔ میں تو خلیفہ مامون کا مطیع ہو کر آیا ہوں۔ جب رات ہوئی تو فضل نے محمد بن علاء کے لشکر پر شب خون مارا مگر چونکہ محمد بن علاء پہلے ہی سے اس کے فریب کو تاڑ گیا تھا۔ لہذا وہ شب خون سے بے فکر نہ تھا۔ اس نے خوب جم کر مقابلہ کیا اور فضل کو شکست دے کر بغداد کی طرف بھگا دیا۔ اس کے بعد طاہر نے مدائن کا رخ کیا۔ مدائن میں خلیفہ امین کی کافی فوج متعین تھی اور بغداد سے برابر سامان رسد اور کمک مدائن میں پہنچ رہی تھی مگر طاہر کے پہنچتے ہی وہ تمام بغداد کی طرف بھاگ گئی۔ طاہر نے مدائن پر قبضہ کر کے نہر صرصر پر ڈیرہ جاڈالا اور وہیں ایک پل بندھوایا۔ خلیفہ امین نے جب قصر ابن ہبیرہ اور کوفہ کی طرف فوجیں روانہ کیں تو اسی عرصہ میں علی بن محمد بن عیسیٰ بن نہیک کو ہرثمہ بن اعین کی طرف روانہ کیا تھا۔ نہروان کے قریب لڑائی ہوئی' ہرثمہ نے علی بن محمد کی فوج کو شکست دے کر بھگا دیا اور علی بن محمد کو گرفتار کر کے مامون کے پاس مرو بھیج دیا اور خود بجائے حلوان کے نہروان میں آکر مقیم ہوا۔

قتل امین : امین کے ہر ایک لشکر کو مامون کے سپہ سالاروں کے مقابلے میں شکست پر شکست ہوتی رہی اور مامون کے دو زبردست سپہ سالار طاہر بن حسین اور ہرثمہ بن اعین بغداد کی طرف دو سمتوں سے بڑھتے چلے آ رہے تھے۔ ادھر موصل' واسط' کوفہ' بصرہ' حجاز' یمن' حیرہ وغیرہ صوبے بھی سب قبضہ سے نکل چکے تھے۔ امین کی خلافت و حکومت صرف بغداد اور نواح بغداد تک محدود رہ گئی تھی۔ مسلسل ناکامیوں کے بعد اب رمضان سنہ ۱۹۶ھ سے امین کے لیے نہایت ہی نازک اور خطرناک زمانہ شروع ہو گیا تھا۔ امین نے مجبور ہو کر طاہر کی فوج میں لشکریوں کے پاس خفیہ پیغامات بھیجے اور مال و اسباب و انعامات کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملانے

Marfat.com

کی سازش کی۔ چنانچہ طاہر کے لشکر سے جو نہر صرصر کے کنارے مقیم تھا' پانچ ہزار آدمی امین کے پاس بغداد میں چلے گئے۔ اس کے بعد بعض فوجی سردار بھی امین سے جاملے۔ امین نے ان لوگوں کو جو طاہر کی فوج سے کٹ کر آگئے تھے' حسب لیاقت انعام واکرام سے معزز کیا اور ایک زبردست فوج مرتب کر کے طاہر کے مقابلہ کو روانہ کیا۔ صبح سے شام تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر امین کے لشکر کو ہزیمت ہوئی اور مفرور بھاگ کر بغداد میں امین کے پاس پہنچے۔ امین نے ایک اور لشکر نئے آدمیوں کا جن میں شکست یافتوں میں سے ایک شخص بھی نہ تھا مرتب کر کے دوبارہ صرصر کی طرف روانہ کی۔ ان کو بھی شکست حاصل ہوئی۔

اب طاہر اپنی فوج لے کر صرصر سے اور ہرثمہ اپنا لشکر لے کر نہروان سے بغداد کی طرف روانہ ہوئے۔ طاہر نے باب انبار پر ڈیرہ ڈالا۔ ہرثمہ نے نہر یمن پر مورچہ جمادیا۔ عبداللہ بن وضاح نے شاسیہ کی جانب اور مسیّب بن زہیر نے قصر کلواذی کی جانب پڑاؤ ڈالا۔ اس طرح مامون کے سرداران فوج نے بغداد کا محاصرہ کر کے اہل بغداد پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ ادھر امین نے بھی اپنے طلائی و نقرئی زیورات و ظروف اور قیمتی سامان فروخت کر کے فوج کے روزینے تقسیم کئے اور مدافعت پر پوری کوشش صرف کی۔ یہ محاصرہ قریبا سوا برس تک جاری رہا۔ اس عرصہ میں اہل بغداد اور امین کے سپہ سالاروں نے جو جو مصائب برداشت کئے اور جس پامردی سے مقابلہ کیا وہ ضرور قابل تعریف ہے مگر یہ سب کچھ بے نتیجہ اور خلاف عقل کام تھے۔ سعد بن مالک بن قادم امن حاصل کر کے طاہر کے پاس چلا آیا۔ طاہر نے اس کو خندقیں کھدوانے اور مورچوں کو آگے بڑھانے کا کام سپرد کیا۔ محاصرین میں ہرثمہ اور طاہر دونوں بڑے سردار تھے مگر طاہر اپنی فتوحات اور معرکہ آرائیوں میں بکثرت کامیاب ہونے کے سبب زیادہ شہرت حاصل کر چکا تھا اور اس لیے وہی اس تمام فوج کا افسر اور سپہ سالار اعظم سمجھا جاتا تھا۔ امین کی طرف سے قصر صالح اور قصر سلیمان بن منصور میں جو بغداد سے باہر دجلہ کے کنارے پر تھے چند سردار متعین تھے جو محاصرہ فوج کے دمدموں اور مورچوں کو توڑنے کے لیے منجنیقوں سے آتش باری اور سنگ باری میں مصروف تھے۔ طاہر کی طرف سے بھی ترکی بہ ترکی سنگ باری اور آتش زنی کا کام ہو رہا تھا۔ رال کے جلتے ہوئے گولے اور پتھر طرفین سے پھینکے جاتے تھے۔ محاصر فوج جس قدر آگے بڑھ آتی تھی' خندقیں کھود کر مورچے بنا لیتی تھی۔ اس طرح بیرون شہر سے دائرہ کو تنگ کرتے ہوئے فصیل شہر تک پہنچ کر اور دروازوں کے ذریعہ یا فصیل کو توڑ کر اندر داخل ہوئے پھر ہر محلّہ اور ہر حصہ میں قدم قدم پر مقابلہ کرنا پڑا۔ حتیٰ کہ مدینۃ المنصور میں امین کو محصور کر لیا۔

غلہ اور ضروریات زندگی کا باہر سے شہر میں آنا بند ہو گیا تھا۔ جیل خانے سے قیدی چھوڑ دیئے گئے تھے۔ شہر کے اوباشوں اور بدمعاشوں کو فوج میں بھرتی کر لیا گیا تھا۔ لوٹ مار' چوری' ڈاکہ زنی کا بازار بھی شہر میں گرم تھا۔ بااثر سردار اور بہادر سپہ سالار طاہر کی ریشہ دوانیوں اور لالچوں کے ذریعہ بتدریج امین کے پاس سے جدا ہو کر طاہر کے پاس آتے جاتے تھے۔ شرفاء شہر موقعہ پا کر شہر سے نکلتے جاتے تھے۔ بہت سے محلے ویران ہو گئے تھے۔ بنو قحطبہ' محمد بن عیسیٰ' یحییٰ بن علی بن عیسیٰ بن ہامان' محمد بن ابی عباس طائی یکے بعد دیگرے طاہر

Marfat.com

سے جاملے۔ جن مقاموں پر یہ لوگ مدافعت پر مامور تھے' وہ مقامات بھی طاہر کے سپرد کرتے گئے۔ امین نے مدافعت میں خوب استقلال دکھایا۔ آخر میں اس نے محمد بن عیسیٰ بن نہیک کے سپرد تمام جنگ کا اہتمام کر دیا تھا۔ جس طرف عبداللہ بن وضاح کی فوج تھی' اس طرف اہل بغداد کی نئی بھرتی کی ہوئی فوج نے حملہ کر کے عبداللہ بن وضاح کو شکست دے کر شماسیہ پر قبضہ کر لیا۔ ہرثمہ یہ خبر سن کر اس طرف کمک کے لیے پہنچا۔ اتفاق سے ہرثمہ کو بھی شکست ہوئی اور گرفتار ہو گیا مگر اس کے ہمراہیوں نے دھوکہ دے کر اس کو رہا کرا لیا۔ یہ حالت سن کر طاہر خود اس طرف پہنچا اور ایک زبردست حملہ کر کے امین کے لشکر کو پسپا کیا اور عبداللہ بن وضاح کو پھر اس کے مورچہ پر قابض کرا دیا۔ طاہر نے بتدریج اپنے لشکر کو تمام شہر میں پھیلا دیا اور مدینۃ المنصور میں امین کو محصور کر لیا۔

امین نہایت صبر و استقلال سے محاصرہ کی سختیاں برداشت کرنے لگا۔ اراکین سلطنت میں سے صرف حاتم بن صفرہ حسن حریثی اور محمد بن ابراہیم بن اغلب افریقی اس کے ہمراہ تھے۔ محمد بن ابراہیم نے امین سے کہا کہ اس گئی گزری حالت میں بھی سات ہزار سوار امیر المومنین کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو موجود ہیں۔ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ امرا و اراکین کے لڑکوں کو منتخب کر کے ان کا افسر مقرر کریں اور کسی دروازے سے بحالت غفلت نکل کر جزیرہ و شام کی طرف چلے جائیں اور ایک جدید سلطنت کی بنیاد ڈالیں۔ ممکن ہے کہ چند روز کے بعد عوام کا میلان طبع آپ کی جانب ہو جائے اور پھر کوئی اچھی صورت حصول مقصد کی پیدا ہو سکے۔ امین اس ارادے کے موافق عمل درآمد کر لیتا تو یقیناً اس کا انجام اس انجام سے بہتر ہوتا جو ہوا۔ طاہر کو جب امین کے اس ارادے کی اطلاع ہوئی تو اس نے سلیمان بن منصور اور محمد بن عیسیٰ بن نہیک کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تم نے امین کو اس ارادے سے باز نہ رکھا تو تمہارے لیے اچھا نہ ہو گا۔ ان لوگوں نے طاہر سے خائف ہو کر امین کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا کہ امیر المومنین کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اپنے آپ کو ابن اغلب اور ابن اصفر کے قبضہ میں دے دیں۔ یہ لوگ خائن اور غیر معتبر ہیں۔ مناسب یہ ہے کہ آپ ہرثمہ بن اعین سے امن طلب کر کے اس کے پاس چلے جائیں۔ ابن اصفر کو جب یہ بات معلوم ہوئی کہ خلیفہ امین ہرثمہ بن اعین سے امن طلب کر کے اپنے آپ کو اس کے سپرد کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے تو اس نے کہا کہ امیر المومنین آپ اگر امان ہی طلب کرتے ہیں تو طاہر سے طلب کریں۔ ہرثمہ کی امان میں نہ جائیں مگر امین نے کہا کہ میں طاہر سے امان طلب نہیں کروں گا۔ چنانچہ ہرثمہ کے پاس پیام بھیجا گیا۔ اس نے بخوشی منظور کر لیا مگر طاہر کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو اس کو بے حد ناگوار گزرا کہ آخری فتح یابی کا سہرا ہرثمہ کے سر پر بندھے گا۔ اس نے نہایت سخت پہرہ مقرر کر دیا کہ امین محل سرائے سے نہ نکل سکے۔ ہرثمہ نے یہ تجویز کی تھی کہ رات کے وقت امین نکل کر اس کشتی میں جو اس کی محل سرائے کے نیچے ہرثمہ لیے موجود ہو گا' سوار ہو جائے اور ہرثمہ کی پناہ میں آ جائے۔ طاہر کی طرف سے اس قسم کی تیاریاں دیکھ کر اس نے امین کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ آج رات اور صبر کریں کیونکہ آج صبح دریا کے کنارے مجھے کچھ ایسی علامات نظر آئے ہیں جن سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے۔ امین نے جواباً

Marfat.com

کہلا بھیجا کہ میرے جس قدر ہواخواہ اور ہمدرد تھے وہ سب مجھ سے جدا ہو چکے ہیں۔ میں ایک ساعت بھی یہاں قیام نہیں کر سکتا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں طاہر کو اس کا علم نہ ہو جائے اور وہ مجھ کو گرفتار کر کے قتل نہ کر دے۔

آخر ۲۵/ محرم سنہ۱۹۸ھ کو وقت شب امین نے اپنے دونوں لڑکوں کو گلے لگایا' پیار کیا اور ان سے رخصت ہو کر روتا ہوا دریا کے کنارے آیا اور ہرثمہ کی جنگی کشتی پر سوار ہو گیا۔ ہرثمہ نے جو کشتی پر موجود تھا' نہایت عزت واحترام سے کشتی میں سوار کرایا اور امین کے ہاتھ پر بوسہ دیا اور کشتی چلانے والوں کو روانگی کا حکم دیا۔ جوں ہی کشتی روانہ ہوئی۔ سامنے سے طاہر کی جنگی کشتیوں کا بیڑا سامنے آگیا اور ہرثمہ کی کشتی کا محاصرہ کر کے لڑائی شروع کر دی۔ غوطہ زنوں نے کشتی میں سوراخ کر دیا اور حملہ آوروں نے ہر طرف سے تیر باری کی۔ آخر کشتی میں پانی بھر آیا اور وہ ڈوب گئی۔ ہرثمہ کے بال پکڑ کر ملاح نے نکالا اور ڈوبنے سے بچالیا۔ امین پانی میں تیرنے لگے۔ اس کو طاہر کے آدمیوں نے پکڑ لیا۔ احمد بن سالم تیر کر کنارے تک پہنچ گیا۔ جب دریا سے باہر نکلا تو وہ بھی طاہر کے آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار ہوا۔ احمد بن سالم کا بیان ہے کہ مجھ کو گرفتار کر کے طاہر کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس نے مجھ کو قید خانہ میں بھجوادیا۔ تھوڑی رات گزری ہو گی کہ طاہر کے سپاہیوں نے قید خانہ کا دروازہ کھولا اور امین کو اندر داخل کر کے پھر دروازہ بند کر دیا۔ اس وقت امین صرف پاجامہ پہنے ہوئے تھا۔ سر پر عمامہ اور شانوں پر ایک بوسیدہ کپڑا تھا۔ میں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر رونے لگا۔ امین نے مجھ کو پہچان کر کہا کہ تم مجھ کو اپنے گلے لگالو میری طبیعت سخت متوحش ہو رہی ہے۔ میں نے اس کو گلے لگایا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب ذرا اس کے ہوش وحواس بجا ہوئے تو مجھ سے مامون کا حال دریافت کیا۔ میں نے کہا وہ زندہ سلامت موجود ہے۔ امین نے کہا اس کا وکیل تو مجھ سے کہتا تھا کہ مامون مر گیا۔ غالبا اس سے اس کا مدعا یہ ہو گا کہ میں اس کی جنگ سے غافل ہو جاؤں۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کے وزیروں سے سمجھے کہ انہوں نے آپ کو دھوکا دیا' پھر امین نے آہ سرد کھینچ کر کہا کہ کیوں بھائی؟ کیا یہ لوگ وعدہ امان کو ایفا نہ کریں گے؟ میں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پورا کریں گے۔ ہم دونوں یہی باتیں کر رہے تھے کہ محمد بن حمید آیا دور سے کھڑا ہوا دیکھتا رہا اور امین کو پہچان کر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد آدھی رات کے وقت چند عجمی ننگی تلواریں لیے ہوئے قید خانہ میں آئے۔ امین ان کو دیکھ کر آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگا۔ ان میں سے ایک نے لپک کر امین کو پکڑ کر زمین پر گرا دیا اور ذبح کر کے سر اتار لیا۔ سر لے کر چلے گئے۔ صبح ہوئی تو لاش کو بھی اٹھا کر لے گئے۔

طاہر نے امین کا سر منظر عام پر لٹکا دیا۔ جب لوگوں نے اچھی طرح دیکھ لیا تو اپنے چچازاد بھائی محمد بن حسن بن زریق بن مصعب کے ہاتھ خاتم خلافت' عصا' چادر کے ہمراہ مامون کے پاس بھیج دیا اور شہر میں امن کی منادی کرادی۔ جمعہ کے دن مسجد جامع میں مامون کے نام کا خطبہ پڑھا اور امین کی برائیاں بیان کیں۔ موسیٰ و عبداللہ پسران امین کو مامون کے پاس بھیج دیا۔ اس کے بعد طاہر کے لشکر نے اپنے روزینے طلب کئے مگر جب وصول نہ ہوئے تو سرکشی اور بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ طاہر کو بغداد سے اپنی جان بچا کر بھاگنا پڑا' پھر اپنے خاص سرداروں کو بلا کر اور ایک جمعیت فراہم کر کے بغداد میں داخل ہوا اور اہل شہر اور اہل لشکر کو اطاعت پر مجبور کیا۔

Marfat.com

خلافت امین کا جائزہ : خلیفہ امین نے ۲۷ یا ۲۸ برس کی عمر پائی۔ چار برس اور ساڑھے سات مہینے خلافت کی۔ یہ تمام زمانہ فتنہ و فساد اور خونریزی میں گزارا۔ ہزارہا مسلمانوں کا خون بلاوجہ بہایا گیا۔ امین کا عہد خلافت عالم اسلام کے لیے مصیبت و نحوست کا زمانہ تھا۔ امین اگرچہ نحو وادب میں دست گاہ کامل رکھتا تھا اور اچھے شعر کہتا تھا۔ اہل علم کا قدردان بھی تھا مگر لہو ولعب کی طرف مائل اور مہمات سلطنت کے سرانجام کے ناقابل تھا۔ تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی قصر منصور کے قریب میدان چوگان کے بنانے کا حکم دیا۔ زیب وزینت اور آرائش کے کاموں میں اس کی خصوصی توجہ صرف ہوتی تھی۔ گانے بجانے کا شائق اور حسن پرستی کی لعنت میں گرفتار تھا' پھر سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ خود غرض وزراء میں ایسا کوئی نہ تھا کہ جو کہتا کہ:

توئی مرد میدان ایں کارواں چہ کارت بعشق پری پیکراں

غرض امین اپنی نوجوانی کے جذبات کا پورے طور پر مغلوب اور ملک گیری و ملک داری کی صفات سے معرا تھے۔ فضل بن ربیع جو اس کا وزیر اعظم تھا' خاندان عباسیہ کے لیے اچھا وزیر ثابت نہ ہوا۔ فضل بن ربیع نے ہی طوس اور اس لشکر اور اس سامان کو جو مامون کے پاس ہارون کی وصیت کے موافق رہنا چاہیے تھا' بغداد لانے اور مامون کو نقصان پہنچانے کی نامناسب حرکت سے امین و مامون دونوں بھائیوں میں عداوت و دشمنی کا بیج بویا۔ اتنی سی بات کو غالباً مامون برداشت کر لیتا اور امین اپنی عیش پرستی کے سبب مامون کے درپے نہ ہوتا لیکن دوسرا نازیبا کام فضل بن ربیع نے امین سے کرایا کہ مامون کو ولی عہدی سے معزول کرا کر امین کے شیر خوار بچے کو مامون کی جگہ ولی عہد بنوایا اور اس ملک میں سے جو ہارون کی وصیت اور تقسیم کے موافق مامون کا تھا' ایک حصہ کتر لینا چاہا۔ عہد نامے کو خانہ کعبہ سے منگوا کر چاک کر دینے کی حرکت بھی امین نے فضل بن ربیع کے مشورے سے کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان عباسیہ کے تمام بااثر اراکین امین سے بدگمان و بددل ہو گئے۔

اگر ذرا غور سے دیکھا جائے تو ان تمام مصائب اور تمام نقصانات کا جو کہ عالم اسلام کو پہنچے' سبب ہارون الرشید تھا۔ ہارون الرشید کے غلط اور قابل ملامت کاموں میں سب سے زیادہ اور قابل ملامت کام یہی تھا کہ اس نے اپنے جانشین کے انتخاب میں غلط رویہ اختیار کیا اور یہ جانتے ہوئے کہ امین کے مقابلہ میں مامون زیادہ لائق اور مستحق خلافت ہے' امین کو مامون پر مقدم رکھا۔ ہارون کی طرف سے یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ امین نجیب الطرفین اور خالص ہاشمی تھا لیکن مامون کی ماں مجوسی النسل تھی۔ اس لیے مامون سے اندیشہ تھا کہ وہ عربی عنصر کو زیادہ کمزور کر کے ایرانیوں کے اقتدار و قوت کو اور زیادہ بڑھا دے گا۔

امین کو اس لیے اپنا جانشین منتخب کیا تھا کہ وہ خالص ہاشمی اور عربی ہونے کی وجہ سے ہارون الرشید کی اس پالیسی کو جو اس نے آخر عمر میں اختیار کی تھی کہ ایرانیوں کے زور کو توڑ دیا جائے' کامیاب بنا سکے گا مگر اس پالیسی کو کامیاب بنانے کے لیے امین کا دل و دماغ موزوں نہ تھا اور ہارون کو اس کا اندازہ بخوبی تھا کیونکہ اپنے آخر ایام میں وہ مامون کی قابلیت اور امین کی نااہلیت سے بخوبی واقف ہو چکا تھا۔ اگر اور بھی زیادہ گہری نظر سے دیکھا جائے تو ہارون الرشید کی بھی کوئی خطا نہیں تھی بلکہ شروع ہی سے عباسیوں نے جو طرز عمل اختیار کیا اس کا

Marfat.com

لازمی نتیجہ یہی تھا جو ظہور میں آیا۔ عباسیوں نے اول اہل خراسان کو حصول مقصد کا ذریعہ بنا کر عربوں کی مخالفت کی اور عربوں کے اثرواقتدار کے مٹانے میں ساری طاقت صرف کر کے خراسانیوں کو جو نو مسلم تھے' طاقتور بنادیا۔ ابو مسلم کو جو حکم عباسی مقتداء کی طرف سے دیا گیا تھا اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ چھوڑا جائے۔ چنانچہ ابو مسلم نے چھ لاکھ عربوں کو خراسان وایران میں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ علویوں اور عباسیوں کی متفقہ کوششیں جو بنو امیہ کے خلاف جاری تھیں وہ شروع ہی سے اہل عرب کے اثروقوت کو اور خراسانیوں' فارسیوں اور عراقیوں کو طاقتور بنانے والی تھیں۔ ہر ایک سازش جو بنو امیہ کے خلاف کامیاب ہوئی اس میں عراقیوں اور خراسانیوں ہی سے امداد لی گئی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بنو امیہ کی بربادی عمل میں آئی تو علوی دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے اور عباسی خلافت و حکومت کے مالک ہو گئے۔ اب علویوں نے عباسیوں کی مخالفت شروع کی اور سازشوں کا سلسلہ برابر جاری رہا تو علویوں کو بھی عراقیوں اور خراسانیوں ہی سے امداد ملی۔

جن لوگوں کو شروع میں بنو امیہ کے خلاف عربوں کے قتل کرنے پر آمادہ کیا گیا تھا وہی اب عباسیوں کے لیے موجب مشکلات بن گئے۔ منصور عباسی کے زمانے تک خراسانیوں کا عروج برابر ترقی پذیر رہا۔ صرف مہدی کے چند سالہ عہد حکومت میں مجوسی النسل لوگوں کی ترقی رکی رہی اور عربوں کی کچھ کچھ قدردانی ہوئی۔ ہادی و ہارون کے زمانے میں مجوسی النسل لوگ برابر ترقی کرتے اور اپنی قوت بڑھاتے رہے۔ ہارون نے اپنے آخر ایام حکومت میں اس بات کو محسوس کیا کہ عربوں کے کمزور کر دینے سے ہم نے خود اپنا بھی بہت سا نقصان کر لیا ہے۔ وہ اس کی تلافی کے درپے ہوا مگر اس کو موت نے زیادہ مہلت نہ دی۔ امین کی خلافت میں عربوں کا مرکز قوت امین اور خراسانیوں کا مرکز قوت مامون بن گیا یعنی امین و مامون کے ذریعہ عربی النسل گروہوں کا مقابلہ ہوا۔ امین چونکہ ذاتی طور پر نا قابل اور مامون اس کی نسبت زیادہ سمجھدار تھا' لہذا عربی گروہ کو شکست ہوئی اور مجوسی النسل لوگ حکومت اسلامیہ کے مالک بن گئے۔ انہیں خراسانیوں اور مجوسی النسل لوگوں نے مامون کو اپنا بنا کر اور سلطنت کی مشین کو اپنے قبضے میں لے کر چاہا کہ مامون کے بعد حکومت علویوں کے سپرد کر دیں مگر قدرتی طور پر ایسے اسباب پیش آگئے کہ وہ کامیاب نہ ہو سکے اور حکومت و خلافت عباسیہ خاندان ہی میں رہی۔ آخر انہیں خراسانیوں اور نو مسلم ترکوں نے زیادہ حوصلہ مند بن کر خود خلافت اسلامیہ کے تکے بوٹی کر کے الگ الگ اپنی حکومتیں قائم کیں' جس کی تفصیل آئندہ ابواب میں آنے والی ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خلافت اسلامیہ میں باپ کے بعد بیٹے کے ولی عہد ہونے اور وراثت کے قائم ہونے کی لعنت تمام مفاسد' تمام مصائب' تمام معائب کی بنیاد ہے اور اسی بدعت نے مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا اور حکومت اسلامیہ کے روشن خوبصورت چہرے کو ہمیشہ گرد آلود رکھا۔ امین کی خلافت کے زمانہ کی بدتمیزیاں بھی اسی وراثت خلافت کی لعنت کا نتیجہ تھیں۔ عجیب اتفاق کی بات ہے کہ حضرت علیؓ' حضرت حسنؓ' امین الرشید تین خلیفہ ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ہاشمی تھے یعنی ان ہر سہ خلفاء کی مائیں بھی ہاشمیہ تھیں اور تینوں کے

Marfat.com

لیے خلافت بہ حسب ظاہر راس نہ آئی یعنی حضرت علیؓ کا تمام عہد خلافت اندرونی جھگڑوں اور مسلمانوں کی آپس کی لڑائیوں میں گزرااور انجام کارایک شقی نے ان کو شہید کردیا۔ حضرت حسنؓ نے خلافت کوخود چھوڑدیا' تاہم وہ بھی زہر سے شہید ہوئے۔امین کا بھی تمام زمانہ خلافت لڑائی جھگڑوں میں بسر ہوااوروہ بھی قتل کیا گیا۔

☆+++++++++☆

Marfat.com

﴿چوتھاباب﴾

مامون الرشید

مامون الرشید بن ہارون الرشید کا اصل نام عبداللہ تھا' باپ نے مامون کا خطاب دیا۔ کنیت ابوالعباس تھی۔ بروز جمعہ نصف ربیع الاول سنہ۔ ۱۷۰ھ میں پیدا ہوا۔ جس رات مامون الرشید پیدا ہوا' اسی رات ہادی کا انتقال ہوا۔ اس کی ماں کا نام مراجل تھا جو مجوسی النسل ام ولد تھی اور چلہ (ایام نفاس) ہی میں مر گئی تھی۔ مراجل بادغیس علاقہ ہرات میں پیدا ہوئی تھی۔ علی بن عیسیٰ گورنر خراسان نے اس کو ہارون الرشید کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ مامون الرشید کو آغوش مادر میں پرورش پانے کا موقع نہیں ملا۔ ہارون الرشید نے اس کی پرورش اور تربیت میں خصوصی توجہ مبذول رکھی۔ پانچ برس کی عمر میں کسائی' نحوی اور یزیدی کی شاگردی میں دیا گیا۔ ان دونوں استادوں نے اس کو قرآن مجید اور ادب عربی کی تعلیم دی۔

بارہ برس کی عمر میں جبکہ مامون اپنی ذہانت اور اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ذکاوت کی بدولت اچھی دست گاہ پیدا کر چکا تھا' جعفر برمکی کی اتالیقی میں سپرد کیا گیا۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۱۸۲ھ میں اس کو ہارون نے امین کے بعد ولی عہد مقرر کیا۔ مندرجہ بالا اساتذہ کے علاوہ دربار ہارون میں علماء و فضلاء کی کمی نہ تھی اور وہ سب بھی وقتاً فوقتاً مامون کی استادی پر مامور ہوتے رہے۔ مامون قرآن کریم کا حافظ اور عالم متبحر تھا۔ فصاحت کلام اور برجستہ گوئی میں اس کو کمال حاصل تھا۔ اپنے بھائی امین سے عمر میں کسی قدر بڑا تھا۔ فقہ اور حدیث اس نے بڑے بڑے ائمہ فن سے پڑھی تھی۔ ہارون الرشید نے امین و مامون دونوں کو بڑی ہی توجہ کے ساتھ تعلیم دلائی تھی لیکن مامون پر اس تعلیم اور توجہ کا جو اثر ہوا وہ امین پر نہ ہوا۔

اگرچہ جمادی الثانی سنہ۔ ۱۹۳ھ سے جبکہ ہارون الرشید کا انتقال ہوا تھا' مامون الرشید خراسان وغیرہ ممالک مشرقیہ کا خود مختار فرماں روا تھا لیکن اس کی خلافت کا زمانہ محرم سنہ۔ ۱۹۸ھ سے جبکہ امین مقتول ہوا' شروع ہوتا ہے۔ امین ۲۵/ محرم کو بوقت شب مقتول ہوا اور مامون کی بیعت ۲۶/ محرم سنہ۔ ۱۹۸ھ بروز ہفتہ بغداد میں ہوئی۔

جب مامون کو امین کے مقتول ہونے کا حال معلوم ہوا اور بغداد میں اس کی فوج کا تسلط قائم ہو کر اہل بغداد نے مامون کو خلیفہ تسلیم کر لیا تو مامون نے اپنے وزیر فضل بن سہل کے حقیقی بھائی حسن بن سہل کو جہال' فارس' اہواز' بصرہ' کوفہ' حجاز' یمن وغیرہ نو مفتوحہ ممالک کی حکومت عطا کر کے بغداد کی جانب روانہ کیا۔ ہرثمہ بن اعین اور طاہر بن حسین نے یہ تمام علاقہ فتح کیا تھا اور انہی ہر دو سپہ سالاروں کی پامردی سے یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ مامون کو اہل بغداد نے خلیفہ تسلیم کیا اور امین مقتول ہوا۔

طاہر جس نے سب سے زیادہ کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے' اس بات کا متوقع تھا کہ اس کو ان

Marfat.com

نو مفتوحہ صوبوں کی حکومت عطا ہو گی مگر خلاف توقع حسن بن سہل کو یہ حکومت ملی اور طاہر بن حسین کو حسن بن سہل نے جزیرہ' موصل اور شام کا گورنر مقرر کر کے نصر بن شیث بن عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر کے مقابلہ پر روانہ کیا' جس نے امین کی بیعت کے ایفاء کا اظہار کر کے خلافت مامون کے خلاف موصل و شام میں گروہ کثیر جمع کر لیا تھا اور عراق کے شہروں پر قبضہ و تصرف کرتا جاتا تھا۔ حسن بن سہل کے حاکم اور نائب سلطنت مقرر ہو کر آنے سے لوگوں کو یقین ہو گیا کہ فضل بن سہل مامون پر پورے طور پر مستولی ہے اور اب ہر طرف ایرانیوں ہی کا دور دورہ ہو گا۔ عرب سرداروں کو اس تصور سے سخت اندیشہ ہوا اور ان میں عام طور پر بے دلی پھیل گئی۔ ساتھ ہی یہ بھی یقین ہو گیا کہ مامون اب فضل بن سہل کی خواہش کے موافق مرو ہی کو دارالخلافہ رکھے گا اور بغداد میں نہ آئے گا۔

طاہر کو حسن بن سہل نے نصر بن شیث کے مقابلے پر بھیجا تو وہاں اس کو کوئی نمایاں کامیابی حاصل نہ ہوئی اور طاہر نے شہر رقہ میں قیام کر کے نصر بن شیث کے ساتھ معمولی چھیڑ چھاڑ جاری رکھی۔ رقہ ہی میں طاہر کے پاس خبر پہنچی کہ خراسان میں اس کے باپ حسین بن زریق بن مصعب نے انتقال کیا اور خلیفہ مامون اس کے جنازہ میں خود شریک ہوا۔ ہرثمہ بن اعین کو حسن بن سہل نے خراسان کی طرف چلے جانے کا حکم دیا۔ نصر بن شیث کی بغاوت چونکہ محض اس وجہ سے تھی کہ اہل عرب پر اہل عجم کو کیوں مقدم کیا جاتا ہے۔ اس لیے طاہر نے اس کے مقابلے میں زیادہ توجہ سے کام نہیں لیا کیونکہ طاہر خود اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ اہل عجم اہل عرب پر مستولی ہوتے جاتے ہیں۔ ہرثمہ بن اعین بھی جو خاندان عباسیہ کے قدیمی متوسلین میں سے تھا' اہل عجم کے اقتدار کو اندیشہ ناک نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

ابن طباطبا اور ابوالسریٰ کا خروج : ابوالسرایا سری بن منصور قبیلہ بنو شیبان سے تعلق رکھتا تھا۔ خلافت امین کے زمانہ میں وہ عامل جزیرہ کی فوج میں تھا۔ وہاں اس نے بنو تمیم کے ایک شخص کو قتل کر ڈالا۔ عامل جزیرہ نے قصاص کی غرض سے اس کی گرفتاری کا حکم دیا تو وہ فرار ہو کر رہزنی کرنے لگا۔ آخر تیس آدمی اس کے ساتھ اس رہزنی میں شریک ہو گئے۔ چند روز کے بعد وہ معہ اپنے گروہ یزید بن مزید کے پاس آرمینیا چلا گیا۔ یزید بن مزید نے اس کو سپہ سالاری کا عہدہ عطا کر دیا۔ یزید بن مزید فوت ہو گیا تو اس کے لڑکے اسد بن یزید کے پاس رہنے لگا۔ جب اسد آرمینیا کی حکومت سے معزول ہوا تو ابوالسرایا احمد بن مزید کے پاس چلا گیا۔ امین نے احمد بن مزید کو جنگ ہرثمہ پر مامور کیا تو احمد بن مزید نے ابوالسرایا کو اپنے لشکر کے مقدمتہ الجیش کی سرداری عطا کی۔ ہرثمہ نے اس سے سازش کر لی اور ہرثمہ کے پاس چلا گیا۔

ہرثمہ کے پاس جا کر اس نے جزیرہ سے اپنے قبیلہ بنو شیبان کے آدمیوں کو بلایا۔ وہ دو ہزار کی تعداد میں جزیرہ سے آ کر ہرثمہ کے لشکر میں بھرتی ہو گئے۔ ابوالسرایا نے ہرثمہ سے کہہ کر ان کے بڑے بڑے روزینے مقرر کرائے۔ جب امین مقتول ہوا تو ہرثمہ نے بنو شیبان کے روزینے دینے سے انکار کیا۔ ابوالسرایا ناراض ہو کر ہرثمہ سے حج کی اجازت چاہی۔ ہرثمہ نے اجازت دے دی اور بیس ہزار درہم سفر خرچ عطا کیا۔ ابو

Marfat.com

السرایانے یہ بیس ہزار درہم اپنے ہمراہیوں کو تقسیم کر دیئے اور کہا کہ تم لوگ بھی ایک ایک دو دو کر کے میرے پاس چلے آنا۔ چنانچہ ابوالسرایا ہرثمہ سے رخصت ہو کر بظاہر حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ راستے میں قیام کر دیا اور وہیں دو سو آدمی آ آ کر اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ان لوگوں کو مرتب کر کے ابوالسرایا نے عین التمر پر حملہ کیا اور وہاں کے عاملوں کو گرفتار کر کے عین التمر کو خوب لوٹا۔ مال غنیمت اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا' پھر اس نے اپنی لوٹ مار کے سلسلے کو جاری رکھ کر کئی مقامات سے سرکاری خزانے لوٹے۔

ہرثمہ نے اس کی سرکوبی و گرفتاری کے لیے فوج بھیجی۔ ابوالسرایا نے اس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ اس کے بقیہ ہمراہی بھی اس سے آملے اور اس کی جمعیت بڑھ گئی۔ اس کے بعد ابوالسرایا نے وقوقا کے عامل کو شکست دے کر وہاں کا خزانہ لوٹا پھر انبار کا قصد کیا۔ وہاں کے عامل ابراہیم شروی کو قتل کر کے انبار کو خوب لوٹا اور مال غنیمت اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر کے چل دیا۔ انبار سے روانہ ہو کر طوق بن مالک تغلبی کے پاس گیا۔ وہاں سے رقہ کی جانب روانہ ہوا۔ وہاں اتفاقاً محمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن ابراہیم بن حسن مثنیٰ بن علی سے ملاقات ہو گئی جو مدعی خلافت بن کر اٹھے اور اپنے گروہ کو لے کر رقہ سے نکلے تھے۔ ان کے باپ ابراہیم طباطبا کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے' اس لیے یہ ابن طباطبا مشہور تھے۔

اب یہ وہ زمانہ تھا کہ حسن بن سہل عراق' حجاز اور یمن وغیرہ کا حاکم مقرر ہو کر بغداد میں آ چکا تھا اور عام طور پر اہل عرب کے اقتدار کو خطرے اور نفرت کی نظر سے دیکھ رہے تھے اور مامون کی خلافت کو اپنے لیے مضر سمجھنے لگے تھے۔ علوی لوگ جابجا اس حالت سے فائدہ اٹھانے کے لیے تیاریوں میں مصروف تھے۔ ادھر نصر بن شبیث نے اعلان کر دیا تھا کہ میں خاندان عباسیہ کا مخالف اور دشمن نہیں ہوں بلکہ موجودہ حکومت کی اس لیے مخالفت کر رہا ہوں کہ اس حکومت نے اہل عجم کو اہل عرب پر مقدم کر دیا ہے۔ اس اعلان کا یہ اثر تھا کہ نصر بن شبیث کے مقابلہ میں مامون کے عرب سرداران فوج کی سرگرمیاں سست پڑ گئی تھیں۔

ہرثمہ کو بھی اسی زمانے میں حسن بن سہل نے ناخوش ہو کر خراسان کی جانب رخصت کیا تھا۔ ابوالسرایا نے محمد بن ابراہیم (ابن طباطبا) کے وجود کو بہت غنیمت سمجھا اور فوراً ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابن طباطبا نے ابوالسرایا کو براہ دریا کوفہ کی جانب روانہ کیا اور خود براہ خشکی کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔ قرارداد کے موافق ۱۵/ جمادی الثانی سنہ ۱۹۹ھ کو ایک طرف سے ابوالسرایا اور دوسری طرف سے ابن طباطبا کوفہ میں داخل ہوئے اور قصر عباس جو موسیٰ بن عیسیٰ کو' کہ یہی گورنر کوفہ کی قیام گاہ تھا اور یہیں شاہی خزانہ بھی تھا' لوٹ لیا۔ تمام شہر پر قبضہ حاصل ہو گیا اور اہل کوفہ نے ابن طباطبا کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

حسن بن سہل نے کوفہ پر ابوالسرایا اور ابن طباطبا کے قبضہ کا حال سن کر زہیر بن مسیّب کو دس ہزار کی جمعیت سے کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ ابوالسرایا اور ابن طباطبا نے کوفہ سے نکل کر زہیر بن مسیّب کا مقابلہ کیا' زہیر کی فوج کو شکست ہوئی۔ ابوالسرایا نے زہیر کے لشکر گاہ کو لوٹا اور قتل و غارت میں بے رحمی سے کام لیا۔ ابن طباطبا نے ابوالسرایا کو بے رحمی اور قتل و غارت سے منع کیا۔ ابوالسرایا جو شروع سے قتل و غارت اور آزادی کا

Marfat.com

عادی تھا' اس روک تھام اور دخل غیر کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے ابن طباطبا کو زہر دلوادیا۔ اگلے دن وہ مردہ پائے گئے اور ان کی حکومت وملک گیری کا زمانہ بہت ہی جلد ختم ہو گیا۔ ابوالسرایا نے فوراً ایک نو عمر لڑکے محمد بن جعفر بن محمد بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کو ابن طباطبا کا قائم مقام بنا کر بیعت کی اور خود تمام کاموں کو خود مختارانہ طور پر انجام دینے لگا۔

ابوالسرایا کی حکمرانی اور اس کا انجام : زہیر بن مسیّب شکست کھا کر قصر ابن ہبیرہ میں آکر مقیم ہو گیا۔ حسن بن سہل نے عبدوس بن محمد بن خالد مردوزی کو چار ہزار فوج کے ساتھ زہیر کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ زہیر و عبدوس نے کوفہ کی طرف حملہ آوری کی مگر ۱۵/ رجب سنہ۔۱۹۹ھ کو ابوالسرایا کے مقابلہ میں شکست پا کر مقتول ہوئے۔ اس فتح کے بعد ابوالسرایا نے کوفہ میں اپنے نام کا سکہ جاری کیا اور متعدد علویوں کو صوبوں کی حکومت پر مامور کر کے روانہ کیا۔ اہواز کی حکومت پر عباس بن محمد بن عیسیٰ بن محمد کو' مکہ کی حکومت پر حسین بن حسن بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب المعروف بہ افطس کو' یمن کی حکومت پر ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر صادق کو' بصرہ کی حکومت پر زید بن موسیٰ بن جعفر صادق کو روانہ کیا۔ عباس نے بصرہ پر وہاں کے عامل کو شکست دے کر قبضہ کر لیا اور اسی طرح ابوالسرایا کے ہر ایک عامل کو کامیابی حاصل ہوئی۔ ابوالسرایا نے عباس بن محمد کو لکھا کہ تم اہواز سے فوج لے کر بغداد پر مشرقی جانب سے حملہ کرو اور خود فوج لے کر قصر ابن ہبیرہ میں آ ٹھہرا۔ حسن بن سہل نے بغداد سے علی بن سعید کو مدائن اور واسط کی حفاظت کے لیے مدائن کی طرف روانہ کیا تھا۔ ابوالسرایا کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے فوراً قصر ابن ہبیرہ سے ایک فوج بھیج دی۔ جس نے علی بن سعید کے پہنچنے سے پہلے ہی ماہ رمضان سنہ۔۱۹۹ھ میں مدائن پر قبضہ کر لیا۔ خود ابو السرایا قصر ابن ہبیرہ سے روانہ ہو کر نہر صرصر پر آکر مقیم ہوا۔ علی بن ابی سعید نے مدائن پہنچ کر ماہ شوال سنہ۔۱۹۹ھ میں ابوالسرایا کے لشکر پر محاصرہ ڈال دیا۔ ابوالسرایا یہ سن کر کہ مدائن میں اس کی فرستادہ فوج محصور ہو گئی ہے' نہر صرصر سے قصر ابن ہبیرہ کی جانب روانہ ہوا۔

ماہ رجب سنہ۔۱۹۹ھ میں جب حسن بن سہل کی فرستادہ فوجیں ابوالسرایا سے شکست پا چکیں اور حسن بن سہل کے سردار مقتول وگرفتار ہو گئے تو حسن بن سہل کو بڑی فکر پیدا ہوئی۔ طاہر اس زمانہ میں شہر رقہ میں مقیم تھا اور نصر بن شیث کی وجہ سے وہ واپس نہیں آسکتا تھا۔ ہرثمہ بغداد سے رخصت ہو کر خراسان کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ ان دونوں سرداروں کے سوا اور کوئی ایسا سردار حسن بن سہل کے پاس نہ تھا جو ابوالسرایا کے مقابلہ پر بھیجا جا سکے۔ ادھر ابوالسرایا نے بغداد کے فتح کرنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ بصرہ' کوفہ' واسط اور مدائن وغیرہ پر اس کا قبضہ ہو چکا تھا۔ حسن بن سہل ہرثمہ سے اور ہرثمہ حسن سے ناراض تھا۔ حسن ہرثمہ سے کوئی امداد نہ لینا چاہتا تھا مگر نہایت مجبور ہو کر اس نے تیز رفتار قاصد ہرثمہ کے پاس بھیجا اور خط میں لکھا کہ تم فوراً راستہ ہی سے واپس لوٹ آؤ اور ابوالسرایا کے قصے کو چکاؤ۔ ہرثمہ یہ چاہتا تھا کہ حسن بن سہل کے کاموں میں سہولت پیدا ہو مگر چونکہ حسن نے خود امداد واعانت طلب کی تھی' اس لیے ہرثمہ نے انکار مناسب

Marfat.com

نہ سمجھا اور فوراً بغداد کی جانب لوٹ پڑا۔ ہرثمہ بغداد میں اس وقت داخل ہوا جبکہ ابوالسرایا نہر صرصر سے قصر ابن ہبیرہ کی جانب مدائن کے محاصرے کی خبر سن کر روانہ ہوا تھا۔ ہرثمہ نے بغداد سے بلا توقف ابوالسرایا کے تعاقب میں کوچ کر دیا۔ راستے میں اول ابوالسرایا کے ہمراہیوں کی ایک جماعت ملی۔ اس کو ہرثمہ نے گھیر کر قتل کر دیا' پھر تیزی سے آگے بڑھ کر ابوالسرایا کو جالیا۔ ابوالسرایا نے لوٹ کر مقابلہ کیا۔ اس معرکہ میں ابو السرایا کے بہت سے ہمراہی مارے گئے۔ ابوالسرایا اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگ نکلا اور کوفہ میں پہنچ کر بنو عباس اور ان کے ہواخواہوں کے مکانات کو چن چن کر خوب لوٹا اور سب کو مسمار و ویران کر دیا۔ ان کا مال و اسباب اور امانتیں جو لوگوں کے پاس تھیں' سب پر قبضہ کیا۔ ہرثمہ نے بڑھ کر کوفہ کا محاصرہ کر لیا۔ ابوالسرایا نے کوفہ میں محصور ہو کر قریباً دو مہینے تک مدافعت میں استقامت دکھائی لیکن محاصرہ کی شدت سے مایوس و مجبور ہو کر محمد بن جعفر بن محمد کو ہمراہ لے کر آٹھ سو سواروں کے ساتھ کوفہ سے بھاگ نکلا۔ ۱۵/ محرم سنہ۔ ۲۰۰ھ کو ہرثمہ نے کوفہ میں داخل ہو کر وہاں ایک عامل مقرر کیا اور ایک روزہ قیام کے بعد بغداد کی طرف روانہ ہو گیا۔

ابوالسرایا کوفہ سے قادسیہ اور قادسیہ سے طوس کی جانب روانہ ہوا۔ مقام خوزستان میں ایک قافلہ مل گیا جو اہواز سے بہت سا مال و اسباب لیے ہوئے جا رہا تھا۔ ابوالسرایا نے اس کو لوٹ کر مال و اسباب اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

انہیں ایام میں حسن بن علی مامونی نے اہواز سے ابوالسرایا کے عامل کو بھگا کر قبضہ کر لیا تھا۔ جب حسن بن علی نے ابوالسرایا کی اس زیادتی کا حال سنا تو وہ اہواز سے فوج لے کر ابوالسرایا کے تعاقب میں روانہ ہوا۔ دونوں کا مقابلہ ہوا اور ابوالسرایا کو شکست فاش حاصل ہوئی۔ ابوالسرایا شکست یا کر موضع راس عین علاقہ جلولا میں آیا۔ حسن بن علی نے خبر پا کر فوراً ابوالسرایا کو جا گھیرا اور ابوالسرایا کو قتل کرا کر اس کی لاش کو بغداد کے پل پر لٹکا دیا اور اس کے سر کو معہ محمد بن جعفر بن محمد کے' مامون کی خدمت میں روانہ کیا۔ علی بن سعید نے مدائن کو فتح اور ابوالسرایا کی فوج کو قتل کر کے حسن بن سہل کے حکم کے موافق اول واسط کی طرف جا کر اس پر قبضہ کیا' پھر واسط سے بصرہ کی طرف کوچ کیا اور وہاں زید بن موسیٰ بن جعفر صادق کو بے دخل کر کے بصرہ پر قبضہ کیا۔

زید بن موسیٰ نے بصرہ میں تمام بنو عباس اور ان کے ہواخواہوں کے مکانات آگ لگوا کر خاک سیاہ کر دیئے تھے۔ اس لیے زید النار کے نام سے شہرت پائی تھی۔ علی بن سعید نے زید النار کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا۔ اس طرح محرم سنہ۔ ۲۰۰ھ میں ابوالسرایا اور ملک عراق کے فتنوں کا خاتمہ ہوا لیکن حجاز و یمن میں ابھی تک شورش و بدامنی بدستور باقی تھی۔

حجاز و یمن میں بدامنی : جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ ابوالسرایا نے آل ابی طالب ہی کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومت پر مقرر کیا تھا۔ ہر جگہ حکومت عباسیہ کے خلاف علوی ہی مصروف عمل تھے۔ یہ ابوالسرایا کی دانائی ہی تھی کہ اس نے علویوں کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومتیں دے کر بظاہر اپنی حکومت کو علوی حکومت بنا

Marfat.com

دیا تھا۔ ابوالسرایا کا خاتمہ ہو گیا لیکن اکثر علوی جو صوبوں پر قابض و متصرف ہو چکے تھے' انہوں نے ہمت نہیں ہاری اور اپنی خلافت قائم کرنے کی جدوجہد میں برابر مصروف رہے۔ قتل امین کے بعد علویوں کو نہایت ہی زریں موقعہ ہاتھ آگیا تھا کیونکہ خود مامون پر جن لوگوں نے قبضہ حاصل کر لیا تھا یعنی فضل و حسن ابنان سہل بھی ایرانی النسل ہونے کے سبب آل ابی طالب کو آل عباس سے بہتر سمجھتے تھے اور ان کا میلان خاطر علویوں کی طرف زیادہ تھا۔

مامون نے خود جعفر برمکی سے تربیت پائی تھی۔ اس لیے اس کے دل میں بھی سادات کی عزت و توقیر بہت زیادہ تھی اور اس کے وزیر اعظم کو بہترین موقع حاصل تھا کہ وہ امین کے قتل سے فارغ ہونے کے بعد سلطنت کا رخ علویوں کی جانب پھیر دے مگر ہرثمہ بن اعین کی فوجی قابلیت نے ابوالسرایا کا خاتمہ کر کے عراق کو صاف کر دیا اور علویوں کے طرز حکومت نے ان کو حجاز و یمن میں ناکام رکھا۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب ابوالسرایا نے حسین افطس یعنی حسین بن حسن بن علی بن حسین کو مکہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا تو اتفاقاً مکہ میں ہارون الرشید کا مشہور خادم مسرور معہ ہمراہیوں کے گیا ہوا تھا۔ اس زمانہ میں مامون کی طرف سے مکہ کا عامل داؤد بن عیسیٰ بن موسیٰ عباسی تھا۔ مسرور اور داؤد نے مکہ میں حسین افطس کے آنے کی خبر سن کر آل عباس اور ہمدردان آل عباس کا ایک جلسہ منعقد کر کے مشورہ کیا کہ اب ہم کو کیا کرنا چاہیے۔ مسرور اور دوسرے لوگوں نے مقابلہ اور جنگ کرنے کی رائے دی مگر داؤد نے کہا کہ میں حرم شریف میں قتل و خون ریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اگر حسین افطس مکہ میں ایک طرف سے داخل ہوا تو میں دوسری طرف سے نکل جاؤں گا۔

مسرور یہ سن کر خاموش ہو گیا اور داؤد نے حسین افطس کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر عراق کی طرف کوچ کر دیا۔ یہ دیکھ کر مسرور بھی مکہ سے چل دیا۔ حسین افطس مکہ سے باہر مقیم اور داخل ہونے میں متامل تھا۔ اس نے جب یہ سنا کہ مکہ آل عباس سے خالی ہو گیا ہے تو وہ صرف دس آدمیوں کے ساتھ مکہ میں داخل ہوا' طواف کیا اور ایک شب مکہ میں مقیم رہ کر اپنے ہمراہیوں کو بھی بلا کر مکہ پر قبضہ کر لیا اور حکومت کرنے لگا۔

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر صادق نے یمن میں پہنچ کر مامون کے عامل اسحاق بن موسیٰ بن عیسیٰ کو یمن سے بھگا دیا اور یمن پر قابض و متصرف ہو کر حکومت شروع کی۔ حسین افطس نے خانہ کعبہ کا غلاف اتار کر دوسرا غلاف جو ابوالسرایا نے کوفہ سے بھیجا تھا' چڑھایا۔ بنو عباس کے مال و اسباب اور گھروں کو لوٹ لیا۔ ان کی امانتوں کو بجبر لوگوں سے چھین لیا پھر عام مکہ والوں کے مال و اسباب پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ کعبہ شریف کے ستونوں پر جس قدر سونا چڑھا ہوا تھا' اس کو اتار لیا۔ خانہ کعبہ کے خزانہ میں جس قدر نقد و جنس تھا' سب کو نکال کر اپنے ہمراہیوں میں تقسیم کر دیا۔

حسین افطس کے ہمراہیوں نے حرم شریف کی جالیوں کو توڑ ڈالا۔ ادھر ابراہیم نے یمن میں پہنچ کر قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا اور بے گناہوں کو بکثرت قتل کرنے کی وجہ سے قصاب کا خطاب پایا۔ چنانچہ ابراہیم

Marfat.com

قصاب کے نام سے اب تک تعبیر کیا جاتا ہے۔ علویوں کے دوسرے سرداروں نے بھی جو ابراہیم بن موسیٰ اور حسین افطس کی طرف سے فوجوں اور علاقوں کی طرف سے سرداریاں رکھتے تھے' لوٹ مار اور قتل وغارت میں کمی نہیں کی۔ زید بن موسیٰ کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بصرہ میں ظلم وستم کا بازار گرم کر کے زید النار کا خطاب پایا تھا۔ غرض علویوں نے ابوالسرایا کی طرف سے حکومتیں پاکر اپنی چند روزہ حکمرانی میں ایک اودھم مچادی اور غالبا ان کا یہ ظالمانہ وسفاکانہ طرز عمل ہی ان کی ناکامی ونامرادی کا باعث ہوا۔ جب مکہ میں ابوالسرایا کے قتل کی خبر پہنچی تو اہل مکہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔ حسین افطس نے محمد بن جعفر صادق بن محمد باقر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب کے پاس جاکر کہا کہ یہ موقعہ بہت مناسب ہے۔ لوگوں کے قلوب آپ کی طرف بہت مائل ہیں۔ ابوالسرایا مارا جاچکا ہے' آپ اپنی خلافت کی لوگوں سے بیعت لیں۔ میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کئے لیتا ہوں' پھر کوئی شخص آپ کی مخالفت نہ کرے گا۔ محمد بن جعفر ملقب بہ دیباچہ عالم نے انکار کیا مگر حسین افطس اور محمد بن جعفر کا لڑکا علی' دونوں برابر اصرار کرتے رہے۔ آخر محمد بن جعفر بیعت لینے پر آمادہ ہو گئے۔ لوگوں نے ان کی بیعت کرلی اور وہ امیر المومنین کے لقب سے پکارے جانے لگے مگر اس کے بعد حسین افطس اور محمد بن جعفر کے بیٹے علی نے بداعمالیوں پر کمر باندھی۔ دونوں نے یہاں تک زناکاری میں ترقی کی کہ مکہ کی عورتوں کو اپنی عصمت کا بچانا دشوار ہو گیا۔ سربازار عورتوں اور مردوں کو بے عزت کرنے لگے۔ اوباش لوگوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہو گئی اور یہ رات دن ان افعال شنیعہ میں مصروف رہنے لگے۔

مکہ کے قاضی محمد نامی کا لڑکا اسحاق بن محمد ایک روز بازار میں جارہا تھا' علی بن محمد بن جعفر یعنی امیر المومنین کے صاحبزادے نے اس کو پکڑوا کر بلوالیا اور اپنے گھر میں بند کرلیا۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر ایسا جلسہ کیا اور سب اس بات پر متفق و آمادہ ہو گئے کہ محمد بن جعفر صادق کو معزول کیا جائے اور قاضی مکہ کے لڑکے کو علی بن محمد کے پاس سے واپس چھڑایا جائے۔ لوگوں نے شوروغل مچاتے ہوئے محمد بن جعفر امیر المومنین کا گھر جا گھیرا تو انہوں نے لوگوں سے امان طلب کی اور خود اپنے بیٹے علی کے گھر میں گئے تو وہاں اس لڑکے کو موجود پایا اور علی سے لے کر لوگوں کے حوالے کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ ابراہیم بن موسیٰ کا ظلم المعروف بہ ابراہیم قصاب نے یمن کے عامل اسحاق بن موسیٰ بن عیسیٰ کو بھگادیا تھا۔

اسحاق بن موسیٰ یمن ہی میں موقعہ کا منتظر روپوش رہا۔ اب علویوں کی اس ظالمانہ حکومت اور لوگوں کی نفرت کو دیکھ کر اس نے ایک لشکر بآسانی فراہم کرلیا۔ ابراہیم بھی یمن سے مکہ آیا ہوا تھا۔ اسحاق نے یمن سے روانہ ہو کر مکہ پر حملہ کیا۔ علویوں نے اردگرد کے بدوؤں کو جمع کیا اور خندقیں کھود کر اسحاق کے مقابلے پر مستعد ہو گئے۔ اسحاق نے اول توصف آرائی کی مگر پھر کچھ سوچ کر وہاں سے سیدھا عراق کی جانب چل دیا۔ ادھر حسن بن سہل نے عراق سے فارغ ہو کر ہرثمہ بن اعین کو حجاز ویمن کے فسادات مٹانے کی طرف توجہ دلائی۔ ہرثمہ نے رجاء بن جمیل اور جلووی کو ایک فوج دے کر مکہ کی جانب روانہ کیا۔ ہرثمہ کا فرستادہ یہ لشکر ادھر سے جارہا تھا' ادھر سے اسحاق آرہا تھا۔ راستے میں دونوں سے ملاقات ہوئی۔ اسحاق بھی ان لوگوں کے ساتھ مکہ کی

Marfat.com

جانب لوٹ پڑا' وہاں پہنچ کر علویوں کو مقابلہ پر مستعد پایا۔ سخت معرکہ آرائی کے بعد علویوں کو شکست ہوئی اور عباسی لشکر فتح مند ہو کر مکہ میں داخل ہوا۔

محمد بن جعفر نے امان طلب کی' ان کو امان دی گئی۔ محمد بن جعفر مکہ سے جحفہ اور جحفہ سے بلاد جہنیہ کی طرف چلے گئے۔ وہاں انہوں نے لشکر جمع کرنا شروع کیا۔ جب ایک بڑا لشکر جمع ہو گیا تو مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ مدینہ کے عامل ہارون بن مسیّب نے مقابلہ کیا' متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر دیباچہ عالم محمد بن جعفر صادق نے شکست فاش کھائی اور بلاد جہنیہ کی طرف سے واپس آئے۔ اسی لڑائی میں ایک آنکھ بھی جاتی رہی اور ہمراہی ان کے بہت زیادہ مارے گئے۔ اگلے سال موسم حج میں رجاء بن جمیل اور جلووی سے' جو ابھی تک مکہ کی حکومت پر مامور تھے' امان حاصل کر کے مکہ میں آئے اور لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ میں جانتا تھا کہ مامون الرشید فوت ہو چکا ہے۔ اسی لیے میں نے لوگوں سے بیعت لی تھی۔ اب صحیح خبر پہنچ گئی ہے کہ مامون زندہ ہے' لہذا میں تم لوگوں کو اپنی بیعت سے سبکدوش کرتا ہوں۔ حج ادا کرنے کے بعد سنہ ۲۰۱ھ میں حسن بن سہل کے پاس بغداد چلے گئے۔ اس نے مامون کے پاس بھیج دیا۔ مامون نے ان کو عزت سے رکھا۔ جب مامون مرو سے عراق کی جانب روانہ ہوا تو راستے میں بمقام جرجان میں فوت ہوئے۔

ہرثمہ بن اعین کا قتل : فضل بن سہل نے ہارون الرشید کی وفات کے بعد مامون الرشید کی خوب ہمت بندھائی تھی اور اسی نے امین کے مقابلے کے لیے ساز و سامان کیے تھے۔ مامون نے اس کو وزیر اعظم اور صاحب السیف والقلم بنا دیا تھا۔ ایرانی مامون کی طرف اس لیے مائل تھے کہ اس کی ماں ایرانی تھی۔ اس نے جعفر سے تربیت پائی تھی۔ ایرانیوں کو چوتھائی خراج معاف کر دیا تھا۔ لہذا فضل کو اپنی وزارت اور خلیفہ پر قابو حاصل کرنے کے لیے ہر قسم کی سہولت حاصل تھی۔ اس نے مامون کو اس بات پر آمادہ کر لیا تھا کہ وہ مرو ہی کو دارالخلافہ رکھے جو خراسان کا دارالصدر تھا۔ یہاں اہل عرب کو کوئی زور و قوت حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر مامون الرشید بغداد چلا جاتا تو فضل بن سہل کا یہ زور قائم نہیں رہ سکتا تھا اور ہاں اہل عرب خلیفہ کو اس طرح فضل کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح نہیں چھوڑ سکتے تھے۔ فضل بن سہل نے اپنے بھائی محسن بن سہل کو عراق و حجاز وغیرہ ممالک کا حاکم و وائسرائے بنا کر اہل عرب کے زور کو کم کرنے کا سامان کر دیا تھا۔ ہرثمہ اور طاہر دو زبردست سپہ سالار تھے' جنہوں نے مامون کی خلافت قائم کرنے کے لیے بڑے بڑے جنگی کارنامے دکھائے تھے۔ طاہر کی شہرت اگرچہ ہرثمہ سے بڑھ گئی تھی مگر ہرثمہ کی قدامت نے اس کمی کو پورا کر دیا تھا اور دونوں کو دربار خلافت سے برابر کے داعیے تھے۔

طاہر کو یہ محسوس ہو چکا تھا کہ امین کے قتل کرنے میں اس نے مامون کی اس فطری محبت کو جو بھائی کو بھائی کے ساتھ ہوتی ہے' صدمہ پہنچایا ہے۔ اسی لیے اس کو اس کے مفتوحہ علاقہ کی حکومت نہ ملی بلکہ اس کی جگہ حسن بن سہل کو فضل بن سہل بآسانی مامون کے حسب منشاء ممالک مغربیہ کا وائسرائے مقرر کر سکا۔ پس طاہر تو اہل عجم کا زور توڑنے اور مامون کو مرو سے بغداد کی طرف لانے کے لیے کوشش و حرکت نہیں کر سکتا

Marfat.com

تھا۔ صرف ہرثمہ بن اعین ہی یہ جرات کر سکتا تھا کہ وہ خلیفہ کو اہل عرب کے حسب منشاء توجہ دلائے۔ ہرثمہ کو یہ بات بھی معلوم ہو چکی تھی کہ مامون الرشید کے پاس کوئی خط' کوئی درخواست' کوئی عرض داشت براہ راست بلا توسط فضل بن سہل ہرگز نہیں پہنچ سکتی۔ اس کو یہ بھی معلوم ہو چکا تھا کہ خلیفہ کسی شخص سے بلا توسط فضل کے ملاقات نہیں کر سکتا یعنی کوئی شخص فضل کی اجازت کے بغیر خلیفہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس حالت میں مامون الرشید کی حالت قریباویسی ہی تھی جیسی کہ ہندوستان کے بادشاہ جہانگیر کی مہابت خاں کی قید میں۔

تاریخ اسلامیہ میں یہ سب سے پہلی مثال تھی کہ خلیفہ کو اس کے وزیر نے گویا نظر بند کر رکھا تھا اور خلیفہ اپنے آپ کو شاید نظر بند نہیں سمجھتا تھا۔ اب ابوالسرایا کے قتل اور مکہ کی طرف فوج بھیجنے کے بعد ہرثمہ کو معلوم ہوا کہ مامون الرشید کو اب تک عراق و حجاز کی بغاوتوں کا کوئی حال معلوم نہیں ہوا اور وہ ملک کی عام حالت سے بالکل بے خبر ہے۔ چنانچہ ہرثمہ فوراً خراسان کی طرف اس ارادے سے روانہ ہوا کہ میں خود دربار میں حاضر ہو کر تمام حالات سے خلیفہ کو واقف کروں گا اور فضل بن سہل کی ان کارروائیوں کو' کہ اس نے اب تک خلیفہ کو بے خبر رکھا ہے' افشا کروں گا۔ ہرثمہ حسن بن سہل سے رخصت ہوئے بغیر خراسان کی طرف روانہ ہو گیا۔ فضل بن سہل کو جب اس کی اطلاع ہوئی کہ ہرثمہ دربار خلافت کی طرف آرہا ہے تو اس نے مامون الرشید سے یہ حکم لکھوا کر بھجوادیا کہ تم راستے ہی سے شام و حجاز کی طرف چلے جاؤ وہاں تمہاری سخت ضرورت ہے' ہمارے پاس خراسان میں آنے کی ابھی ضرورت نہیں۔

ہرثمہ چونکہ حقیقت سے پہلے ہی آگاہ تھا۔ اس نے مامون کے اس فرمان کی کوئی پرواہ نہ کی اور اپنی خدمات جلیلہ اور حقوق قدامت پر بھروسہ کئے ہوئے مرو کی جانب گرم سفر رہا۔ حتیٰ کہ جب مرو کے قریب پہنچا تو اس کو خیال آیا کہ مبادا فضل بن سہل مجھ کو دربار میں باریاب ہی نہ ہونے دے اور میرے آنے کا حال ہی مامون الرشید کو معلوم نہ ہو۔ لہذا اس نے شہر میں داخل ہوتے ہوئے نقارہ بجانے کا حکم دیا تاکہ خلیفہ کو معلوم ہو جائے کہ کوئی بڑا سردار شہر میں داخل ہو رہا ہے۔ ادھر جب فضل کو معلوم ہوا کہ ہرثمہ نے حکم کی تعمیل نہیں کی اور برابر مرو کی طرف بڑھتا چلا آتا ہے اور میری شکایت کرنے کا قصد رکھتا ہے تو اس نے مامون الرشید سے کہا کہ مجھ کو معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ ابوالسرایا کو ہرثمہ نے بغاوت پر آمادہ کیا تھا اور جب ہرثمہ کو اس کی سرکوبی پر مامور کیا گیا تو اس نے ابوالسرایا کو صاف بچ کر نکل جانے دیا اور حسن بن علی نے اس کا کام تمام کیا۔ اب اس کی نیت کا حال تو اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے مگر اس کی شوخ چشمی اور گستاخی کی انتہا ہو گئی ہے کہ آپ نے اس کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس نے اس حکم کو پڑھ کر ذرا بھی پرواہ نہ کی اور خود سرانہ طور پر مرو کی طرف آرہا ہے۔

جب ہرثمہ مرو میں داخل ہوا اور شور و غل اور نقارے کی آواز مامون کے کانوں تک پہنچی تو اس نے دریافت کیا کہ یہ کیسا شور ہے؟ فضل نے کہا کہ ہرثمہ آپہنچا ہے اور وہی گستاخانہ اور فاتحانہ انداز میں داخل ہو رہا ہے۔ ان باتوں سے مامون کو سخت غصہ آیا' آخر ہرثمہ دربار میں آپہنچا۔ قبل اس کے کہ وہ اپنا مقصود اصلی اظہار

Marfat.com

وبیان میں لائے' مامون نے اس سے جواب طلب کیا کہ حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی؟

ہرثمہ اس کے متعلق معذرت کرنے لگا لیکن مامون کا طیش و غضب اس درجہ بڑھ چکا تھا کہ اس نے فوراً اس کو نہایت بے عزتی کے ساتھ دربار سے نکلوا کر جیل خانہ میں بھجوادیا۔ غالباً اس کی کارگزاریاں خود سفارشی بنتیں اور غصہ فرو ہونے کے بعد مامون جلد ہی یاد یر میں اس کی طرف ملتفت ہوتا مگر فضل بن سہل نے اس موقعہ کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور جیل خانہ میں اس کو قتل کرا کر اطلاع دے دی کہ ہرثمہ جیل میں فوت ہو گیا۔ مامون کو ہرثمہ کے فوت ہونے کی خبر سن کر کوئی ملال نہیں ہوا اور اس کی وہ حالت جو پہلے سے قائم تھی اور جس کے تبدیل کرنے کے لیے ہرثمہ نے بیڑا اٹھایا تھا' بدستور قائم رہی۔ اب بظاہر کوئی طاقت اور کوئی تدبیر ایسی نہ تھی جو اس کام کا بیڑا اٹھائے مگر قدرت نے خود ایسے سامان فراہم کر دیئے کہ فضل کو حسرت ناک موت کا سامنا کرنا پڑا۔

شورش بغداد : ہرثمہ جب مرو کے جیل خانہ میں مقتول ہوا تو حسن بن سہل اس زمانہ میں بجائے بغداد کے نہروان میں مقیم تھا۔ بغداد میں جب ہرثمہ کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو یہاں ایک تلاطم برپا ہو گیا اور عام طور پر لوگوں کی زبان پر یہی تذکرہ آنے لگا کہ فضل بن سہل نے خلیفہ اور خلافت پر قبضہ کر لیا ہے اور وہ چونکہ مجوسی ابن مجوسی ہے اس لیے اب اہل عرب کو ذلتیں اٹھانی پڑیں گی۔ چنانچہ محمد بن ابی خالد نے اہل بغداد کو یقین دلایا کہ میں حسن بن سہل کو عراق سے خارج کر دوں گا۔ اہل بغداد نے اس کی اطاعت اختیار کی۔ محمد بن خالد نے فوج ترتیب دے کر بغداد کے عامل علی بن ہشام کو جو حسن بن سہل کی طرف سے بغداد میں مامور تھا' نکال دیا۔ حسن بن سہل نے نہروان سے بغداد کی طرف فوجیں بھیجیں۔ محمد نے سب کو شکست دے دے کر بھگا دیا۔ حسن بن سہل واسط میں پہنچا' وہاں پہنچے ہوئے اس کو زیادہ دن نہ ہوئے تھے کہ محمد بن ابی خالد بغداد سے واسط کی طرف فوج لے کر روانہ ہوا۔

حسن بن سہل یہ خبر پا کر واسط سے چل دیا۔ محمد بن ابی خالد نے واسط میں داخل ہو کر قبضہ کیا اور حسن بن سہل کے تعاقب میں فوراً روانہ ہو گیا۔ حسن بن سہل نے لوٹ کر مقابلہ کیا۔ اتفاقاً محمد بن ابی خالد کو شکست ہوئی۔ محمد بن ابی خالد نے جرجرایا میں آکر قیام کیا اور اپنی حالت درست کر کے پھر حسن بن سہل کا مقابلہ کیا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں' ایک لڑائی میں محمد بن ابی خالد سخت زخمی ہو گیا۔ اس کا بیٹا اس کو لے کر بغداد میں آیا۔ یہاں آتے ہی محمد بن ابی خالد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اہل بغداد نے منصور بن مہدی بن منصور عباسی کو خلیفہ بنانا چاہا مگر منصور نے انکار کیا۔ آخر بڑے اصرار کے بعد منصور کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ خلیفہ مامون ہی رہے' اسی کا نام خطبہ میں لیا جائے مگر بجائے حسن بن سہل کے نائب السلطنت منصور بن مہدی رہے۔ چنانچہ ماہ ربیع الاول سنہ ۲۰۱ھ میں منصور بن مہدی نے بغداد کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد سپہ سالار لشکر مقرر ہوا۔

حسن بن سہل نے اب اپنی حالت کو درست کر کے منصور بن مہدی کے مقابلہ پر فوجیں بھیجیں اور

Marfat.com

لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ یہاں یہ ہنگامہ آرائیاں ہو رہی تھیں' ادھر مرو میں مامون الرشید بالکل بے خبر اور مطمئن تھا کیونکہ فضل بن سہل نے اس کے پاس براہ راست خبر پہنچنے کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رکھا تھا۔ منصور بن مہدی اور حسن بن سہل کی معرکہ آرائیوں کے زمانے میں بغداد کے اوباشوں اور بدمعاشوں کو آزادی کے ساتھ بدمعاشیوں کے ارتکاب کا خوب موقعہ مل گیا۔ لوٹ کھسوٹ' ڈاکہ زنی' چوری' زنا' ظلم و تعدی کی وارداتیں بکثرت ہونے لگیں اور منہیات شرعیہ کی علانیہ ارتکاب میں کوئی حجاب و تامل باقی نہ رہا۔ یہ بدعنوانیاں جب بڑھتے بڑھتے حد سے زیادہ بڑھ گئیں اور شرفائے بغداد کی زندگیاں وبال جان ہو گئیں تو بغداد میں خالد مدریوش اور سہل بن سلامہ دو شخصوں نے لوگوں کو وعظ و پند کے ذریعہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام شروع کیا۔ ان دونوں کی اس کوشش سے ان بدعنوانیوں میں بہت کچھ کمی واقع ہوئی مگر سہل بن سلامہ کی طرف سے منصور بن مہدی اور عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو بغاوت و سرکشی کا خطرہ پیدا ہوا۔ آخر منصور و عیسیٰ دونوں نے حسن بن سہل سے اس شرط پر مصالحت کرلی کہ حسن بن سہل خلیفہ مامون کا دستخطی امان نامہ منگوادے اور بغداد کی حکومت پر ان دونوں کو اپنی طرف سے مامور رکھے۔

چنانچہ حسن بن سہل بغداد میں داخل ہوا اور دونوں کی حکومت بغداد پر اپنی طرف سے مامور کر کے نہروان کی طرف واپس چلا گیا۔ یہ واقعہ رمضان سنہ۔۲۰۱ھ کا ہے۔ یہاں یہ واقعات رونما ہو رہے تھے' ادھر مرو میں اسی ماہ رمضان سنہ۔۲۰۱ھ میں مامون الرشید علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولی عہد مقرر کر رہا تھا اور بغداد کے واقعات سے قطعاً بے خبر تھا۔

امام علی رضا کی ولی عہدی :مامون الرشید اگرچہ فضل بن سہل کے ہاتھ میں حالات سلطنت سے بالکل بے خبر تھا اور فضل بن سہل جس طرح چاہتا تھا انتظام سلطنت کرتا تھا مگر ساتھ ہی اس کو یہ محسوس نہیں ہونے پایا تھا کہ میں نظر بندوں کی طرح زندگی بسر کر رہا ہوں۔ مامون کو شروع ہی سے سادات و اہل بیت نبوی کے ساتھ بڑی محبت و عقیدت تھی' جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے۔

مامون نے سنہ۔۲۰۰ھ میں آل عباس کے اکثر افراد کو اپنے پاس مرو میں طلب کیا اور مہینوں اپنے پاس مہمان رکھا مگر مامون کی نظر انتخاب میں کوئی کامل المعیار نہ نکلا آخر فضل بن سہل اور دوسرے محبان اہل بیت نے اس کی توجہ علی رضا بن موسیٰ کی طرف منعطف کی اور حقیقت یہ ہے کہ علی رضا اپنی قابلیت کے اعتبار سے بنی ہاشم میں سب پر فائق تھے۔ چنانچہ مامون الرشید نے بلا تامل اپنی لڑکی کی شادی علی رضا سے کر دی اور ماہ رمضان المبارک سنہ۔۲۰۱ھ میں علی رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو اپنا ولی عہد مقرر کر کے موتمن اپنے بھائی کو جو ہارون الرشید کی وصیت کے موافق مامون کا ولی عہد تھا' ولی عہدی سے معزول کر دیا۔ موتمن کے معزول کر دینے کا اختیار خود ہارون نے مامون کو دے دیا تھا۔ لہذا موتمن کی معزولی کا کوئی الزام مامون پر نہیں لگایا جاسکتا۔ اس کے بعد مامون نے سیاہ لباس جو عباسیوں کا شعار تھا ترک کر کے سبز لباس جو علویوں کا شعار تھا' پہننا شروع کیا۔ اسی کی تقلید تمام اہل دربار نے کی۔

Marfat.com

اس کے بعد مامون نے احکام جاری کئے کہ تمام سلطنت میں بجائے سیاہ لباس کے سبز لباس عمال و حکام لشکری استعمال کریں۔ عمال کے نام یہ حکم بھی بھیجا گیا کہ لوگوں سے علی رضا بن موسیٰ کاظم کی ولی عہدی کی بیعت لے لیں۔ یہ حکم جب فضل بن سہل کے توسط سے عمال سلطنت کے پاس پہنچا تو بعض نے خوشی سے اور بعض نے کراہت سے اس کی تعمیل کی۔ اسی حکم کو جب حسن بن سہل نے بغداد میں عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد اور منصور بن مہدی کے پاس بھیجا تو بغداد میں از سر نو ہلچل برپا ہو گئی اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ فضل بن سہل نے خلافت عباسیوں سے نکال کر علویوں کے اندر پہنچانے میں کامیابی حاصل کرلی۔ آل عباس اور ہمدردان آل عباس اس بات کو کسی طرح برداشت ہی نہیں کر سکتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ عباسیوں سے خلافت کے نکالنے اور علویوں میں پہنچانے کی کوشش سب سے پہلے ابو مسلم نے کی پھر یہی کوشش خاندان برامکہ نے کی جو مجوسی النسل تھے مگر وہ ناکام و نامراد رہے۔ اب ایک اور مجوسی النسل نے اس کوشش میں کامیابی حاصل کرلی۔ چونکہ اب اہل عرب اور اہل عجم کی تفریق بہت نمایاں ہو چکی تھی اور عام اہل عرب فضل بن سہل کو اپنا مخالف اور اہل عجم کا مربی یقین کرتے تھے۔ لہذا ہر ایک عربی النسل شخص نے علی رضا کی ولی عہدی کو اہل عجم کی کامیابی اور اپنی شکست تصور کیا۔

بغداد میں عربی عنصر زیادہ تھا اور آل عباس کا یہ خاص مقام تھا۔ یہاں اس خبر نے لوگوں کا اضطراب و بے چینی میں مبتلا کر کے غور و فکر اور مشوروں کی طرف متوجہ کر دیا۔ ایک طرف وہ ابھی تازہ تجربہ کر چکے تھے کہ بغاوت و سرکشی میں کیسے کیسے مصائب برداشت کرنے پڑے۔ دوسری طرف ان کے حزم و احتیاط نے عالم اسلام یعنی دوسرے اسلامی صوبوں اور ملکوں کی خبریں سننی ضروری سمجھیں کہ لوگوں پر علی رضا کی ولی عہدی کا کیا اثر ہوا ہے؟ بغداد میں یہ خبر ماہ رمضان سنہ ۲۰۱ھ میں پہنچی تھی اور پورے تین مہینے تک اہل بغداد نے کوئی اقدام نہیں کیا۔ اس عرصہ میں اس خیال کے اندر کہ خاندان عباسیہ سے نکل کر علویوں میں خلاف نہیں جا سکتی، ایک طاقت پیدا ہوتی گئی۔

ابراہیم بن مہدی کی خلافت : ۲۵/ذوالحجہ سنہ ۲۰۱ھ کو آل عباس اور ہواخواہان آل عباس نے ابراہیم بن مہدی کو خلافت کے لیے منتخب کر کے خفیہ طور پر اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور یکم محرم سنہ ۲۰۲ھ کو علانیہ تمام اہل بغداد نے بیعت کر کے ابراہیم بن مہدی کو خلیفہ بنایا اور مامون کو خلافت سے معزول کر دیا۔ ابراہیم نے خلیفہ بنتے ہی چھ چھ مہینے کی تنخواہیں لشکریوں کو بطور انعام دینے کا وعدہ کیا اور کوفہ و سواد پر قبضہ کر کے مدائن کی طرف بڑھا اور لشکر کی آراستگی میں مصروف ہوا۔ بغداد کی جانب غربی پر عباس بنو موسیٰ کو اور جانب شرقی پر اسحاق بن موسیٰ کو مامور کیا۔

حمید بن عبدالحمید حسن بن سہل کی طرف سے قصر ابن [nsk1]f ہبیرہ میں مقیم تھا۔ وہ وہاں سے حسن بن سہل کے پاس گیا اور ابراہیم نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو قصر ابن ہبیرہ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ عیسیٰ بن محمد نے قصر ابن ہبیرہ پر قبضہ کر کے حمید کے لشکر گاہ کو لوٹ لیا۔ حسن بن سہل نے

Marfat.com

عباس بن موسیٰ کاظم برادر علی رضا کو سند گورنری عطا کر کے کوفہ کی جانب روانہ کیا۔ عباس بن موسیٰ کاظم نے کوفہ میں پہنچ کر اعلان کیا کہ میرا بھائی علی رضا مامون کے بعد تخت خلافت کا مالک ہوگا۔ اس لیے اب تم لوگوں کو کہ محبان اہل بیت ہو' ابراہیم بن مہدی کی خلافت تسلیم نہیں کرنی چاہیے اور خلافت مامون الرشید کے خلاف کوئی حرکت مناسب نہیں ہے۔

اہل کوفہ نے عباس بن موسیٰ کاظم کی گورنری کو تسلیم کر لیا اور خالی شیعوں نے یہ کہہ کر کہ ہم تمہارے بھائی علی رضا کے معاون ہیں' مامون سے ہم کو کوئی واسطہ نہیں بے تعلقی اور خاموشی اختیار کی۔ ابراہیم بن مہدی نے عباس بن موسیٰ کاظم کے مقابلہ پر سعید اور ابوالبط اپنے دو سپہ سالاروں کو مامور کیا۔ عباس نے علی بن محمد بن جعفر اپنے چچازاد بھائی کو ان کے مقابلہ پر بھیجا۔ دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا اور علی بن محمد کو شکست ہوئی۔ سعید نے حیرہ میں قیام کیا اور فوج کو کوفہ کی طرف بڑھایا۔ اہل کوفہ اور عباس نے مقابلہ کیا' متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ آخر اہل کوفہ اور عباس نے امان طلب کی۔ عباس بن موسیٰ کاظم مکان سے باہر آئے اور فتح مند لشکر کوفہ میں داخل ہونے لگا۔ اسی اثناء میں عباس کے ہمراہیوں کو پھر کچھ جوش آیا اور لڑائی پر مستعد ہو گئے۔ سعید کے لشکر نے عباس کے ہمراہیوں کو پھر شکست دی اور کوفہ پر قبضہ کر کے عباس کو قید کر لیا۔

سعید یہ خبر سن کو خود حیرہ سے کوفہ میں آیا اور یہ تحقیق کر کے کہ عباس نے امان طلب کرنے کے بعد خود کوئی بدعہدی نہیں کی' عباس کو آزاد کر دیا اور کوفہ میں بعض لوگوں کو قتل کرایا اور کوفہ میں عامل مقرر کر کے بغداد کی طرف چلا آیا۔ حسن بن سہل نے حمید بن عبدالحمید کو کوفہ کی طرف روانہ کیا۔ عامل کوفہ بلا مقابلہ کوفہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ابراہیم بن مہدی نے عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو حسن بن سہل پر حملہ کرنے کے لیے واسط کی طرف روانہ کیا کیونکہ حسن بن سہل ان دنوں واسط میں مقیم تھا۔ عیسیٰ بن محمد کو حسن بن سہل نے شکست دے کر بغداد کی طرف بھگا دیا۔ غرض اسی قسم کے ہنگاموں میں سنہ ۲۰۲ھ ختم ہو گیا اور سنہ ۲۰۳ھ شروع ہوا۔

ابراہیم نے اپنی خلافت کے مستحکم و مضبوط بنانے کی امکانی کوشش میں کمی نہیں کی مگر سنہ ۲۰۳ھ کی ابتدائی تاریخوں میں بغداد کے اندر ایک ایسا ہنگامہ وقوع پذیر ہوا جس سے اس کی حکومت و خلافت معرض خطر میں پڑ گئی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حمید بن عبدالحمید نے کوفہ پر قبضہ حاصل کرنے کے بعد ابراہیم بن مہدی سے لڑنے کے لیے بغداد کا قصد کیا۔ ابراہیم بن مہدی کا سپہ سالار عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد تھا۔ حمید نے خفیہ پیغامات کے ذریعہ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو اپنی طرف متوجہ کر کے سازش کر لی۔ عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد نے حمید کی مدافعت و مقابلے میں پہلو تہی اختیار کی۔ اس سازش کا حال عیسیٰ کے بھائی ہارون بن محمد کو معلوم ہوا۔ اس نے ابراہیم بن مہدی کو اطلاع کر دی۔ ابراہیم بن مہدی خلیفہ نے عیسیٰ کو بلا کر دربار میں ذلیل کیا اور قید کر دیا۔ عیسیٰ کے قید ہونے کا حال معلوم ہوا تو لشکر میں بے چینی پیدا ہوئی اور عیسیٰ کے نائب عباس نے ابراہیم بن مہدی کے خلاف اہل لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر ابراہیم بن مہدی کے معزول کر دینے کی تجویز کی۔ اہل

Marfat.com

بغداد میں سے بہت سے آدمی اس تجویز میں شریک ہو گئے اور ابراہیم کے اہل کاروں کو قید کر لیا۔ اس کے بعد عباس نے حمید کو لکھا کہ تم فوراً بغداد چلے آؤ' میں بغداد تمہارے حوالے کر دوں گا۔ چنانچہ حمید معہ لشکر بغداد میں پہنچ کر شہر کے ایک حصہ پر قابض ہو گیا' دوسرے حصہ پر ابراہیم قابض تھا۔ شہر میں چند لڑائیاں ہوئیں' آخر مایوس ہو کر ابراہیم بن مہدی روپوش ہو گیا اور تمام شہر پر حمید بن عبدالحمید اور علی بن ہشام وغیرہ سرداران حسن بن سہل نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح ۱۷/ماہ ذی الحجہ سنہ۔ ۲۰۳ھ کو ابراہیم بن مہدی کی خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔

فضل بن سہل کا قتل : اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ فضل بن سہل جو خبر چاہتا تھا مامون کے گوش گزار کرتا تھا اور جس واقعہ کو چاہتا تھا چھپا لیتا تھا۔ چنانچہ اس نے ابراہیم بن مہدی کے بغداد میں خلیفہ ہو جانے کی خبر کو بھی مامون الرشید سے پوشیدہ رکھا اور کسی کی مجال نہ ہوئی کہ مامون الرشید کو ملک عراق کی حالت سے واقف کر سکے۔ طاہر بن حسین کو فضل نے رقہ میں بطور والی متعین کر رکھا تھا۔ طاہر ایک نامور سپہ سالار تھا اور اس قابل تھا کہ اس سے عراق کی بدامنی رفع کرنے میں امداد لی جاتی مگر فضل بن سہل طاہر کو ہرثمہ کا ثنیٰ سمجھتا تھا۔ اس لیے اس کو ایک معمولی ولایت کی حکومت پر مامور و متعین رکھ کر معطل بنا رکھا تھا۔

ابراہیم بن مہدی کی نسبت مامون سے یہ کہہ دیا تھا کہ اہل بغداد نے اپنی خوشی اسی میں ظاہر کی کہ ان کے معاملات مذہبی کی نگرانی و انصرام کے لیے ابراہیم بن مہدی کو بغداد کا امیر و عامل بنایا جائے۔ لہٰذا ابراہیم کو بغداد کی حکومت سپرد کر دی گئی۔ ادھر عراق میں بدامنی اور بے چینی دم بدم ترقی کرتی گئی اور لوگ حسن بن سہل سے زیادہ متنفر ہوتے گئے تو بعض اشخاص نے ہمت کر کے اور اپنی جان پر کھیل کر مرو کا قصد کیا اور وہاں علی رضا بن موسیٰ کاظم ولی عہد خلافت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ سوائے آپ کے اور کوئی شخص حالات اصلیہ سے مامون کو واقف و آگاہ نہیں کر سکتا۔ آپ اس کام کا بیڑا اٹھائیں اور اس مرحلے کو طے کریں۔

علی رضا اگرچہ فضل بن سہل کو اپنا مخالف نہیں پاتے تھے بلکہ ہمدرد و معاون دیکھتے تھے لیکن یہ ان کی پاک باطنی اور نیک طینتی تھی کہ وہ جرات کر کے فوراً اس کام پر آمادہ ہو گئے اور مامون الرشید کو فضل بن سہل اور حسن بن سہل کی نامناسب حرکات' قتل ہرثمہ' طاہر کی معطلی' عراق کے فساد اور ابراہیم بن مہدی کی خلافت کے متعلق مفصل اطلاع دے کر کہا کہ لوگ عام طور پر بددل ہو رہے ہیں اور آپ کی خلافت معرض خطر میں ہے۔ امام علی رضا نے ان حالات سے مطلع کرنے میں یہ بھی صفائی کے ساتھ کہہ دیا کہ آپ نے جو مجھ کو ولی عہد بنایا ہے' اس سے بھی بنو عباس اور ان کے ہواخواہ ناراض ہیں۔

ان تمام باتوں کو سن کر مامون چونک پڑا اور اس نے کہا کہ آپ کے سوا کوئی اور بھی ان باتوں سے باخبر ہے؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے فلاں فلاں سردار و مصاحب بھی واقف ہیں لیکن وہ سب فضل بن سہل کے خوف کی وجہ سے دم بخود ہیں اور آپ سے کہنے کی جرات نہیں کر سکتے۔ مامون نے ان افسروں کو تنہائی میں اپنے پاس طلب کر کے اول دریافت کیا تو سب نے انکار کیا لیکن جب مامون نے ان کو یقین دلایا کہ فضل تم کو کچھ

Marfat.com

نہ کہہ سکے گا تو انہوں نے صاف صاف تمام باتیں بیان کر دیں اور علی رضا کے بیان کی پورے طور پر تصدیق کی۔ یہ سن کر مامون نے مرو سے عراق کی جانب روانگی کا قصد کیا۔ فضل کو جب یہ کیفیت معلوم ہوئی تو اس نے ان سرداروں کو جنہوں نے مامون کو حالات اصلیہ سے واقف کر کے علی رضا کے بیان کی تصدیق کی تھی، تکلیفیں پہنچائیں۔ کسی کو قید کر دیا، کسی کو بے عزت کر کے کوڑے لگوائے مگر اب کیا ہو سکتا تھا جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ مامون نے یہ دانائی کی کہ فضل بن سہل کو اپنی طرف سے خائف و مایوس نہیں ہونے دیا اور فضل بن سہل کے چچازاد بھائی غسان بن عباد کو خراسان کا گورنر بنا کر خود خراسان سے عراق کی جانب روانہ ہوا۔ مقام سرخس میں وارد ہوا، یہاں فضل بن سہل کو حمام میں چار شخصوں نے حملہ کر کے قتل کر ڈالا اور خود فرار ہو گئے۔

مامون نے اعلان کرا دیا جو شخص قاتلین فضل کو گرفتار کر کے لائے گا، اس کو دس ہزار دینار انعام دیا جائے گا۔ قاتلین گرفتار ہو کر حاضر ہوئے، مامون نے ان کے قتل کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ قتل کئے گئے اور ان کے سر حسن بن سہل کے پاس بھیج دیئے گئے۔

مامون نے حسن بن سہل کو تعزیت کا خط لکھا اور بجائے فضل بن سہل کے اس کو اپنا وزیر بنایا۔ فضل بن سہل کی ماں کے پاس خود برسم تعزیت گیا اور کہا کہ جس طرح فضل آپ کا فرزند تھا، اسی طرح میں بھی آپ کا فرزند ہوں۔ چند روز کے بعد حسن بن سہل کی بیٹی بوران سے شادی کر کے حسن کے مرتبے کو مامون نے اور بھی زیادہ بڑھا دیا تھا۔ غرض فضل بن سہل کا قتل بالکل اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس طرح جعفر برمکی کا قتل ظہور میں آیا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فضل بن سہل کو مامون الرشید نے قتل کرایا اور وہ چاروں شخص مامون الرشید کے مامور کردہ تھے، جنہوں نے فضل کو حمام میں قتل کیا۔ فضل اپنے آپ کو کشتنی و گردن زدنی ثابت کر چکا تھا۔ مامون نے اس معاملہ میں اپنے باپ ہارون الرشید کے نقش قدم پر عمل کیا لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ ہارون الرشید نے جعفر برمکی کو قتل کرا کر برامکہ کے تمام خاندان کو معتوب بنایا اور قتل جعفر کا الزام اپنے اوپر لے لیا مگر مامون الرشید نے فضل کو قتل کرا کر اس کے خاندان پر اس قدر عنایتیں کیں کہ کسی کو جرات نہ ہو سکی کہ مامون کو بدنام کر سکے اور ملزم ٹھہرا سکے۔ حتیٰ کہ فضل کا بھائی اور ماں باپ بھی مامون کی شکایت زبان پر نہ لا سکے۔ فضل بن سہل مقام سرخس میں ۲/ شعبان سنہ۔ ۲۰۳ھ کو قتل ہوا۔

امام علی رضا بن موسیٰ کاظم کی وفات : خلیفہ مامون الرشید اپنی بیٹی ام حبیب کا عقد علی رضا سے پہلے کر چکا تھا۔ اس سفر میں اس نے اپنی دوسری بیٹی ام فضل کا جو بہت ہی کم سن تھی، عقد علی رضا کے بیٹے محمد بن علی سے کر دیا مگر رخصتی آئندہ زمانہ پر جبکہ لڑکی بالغ ہو جائے ملتوی رکھی گئی۔ چنانچہ یہ رخصتی سنہ۔ ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

مامون الرشید ماہ رجب سنہ۔ ۲۰۲ھ میں مرو سے روانہ ہوا اور ۱۵/ صفر سنہ۔ ۲۰۴ھ کو بغداد پہنچا۔ یہ سفر مامون نے قریباً ڈیڑھ برس میں طے کیا اور راستے میں ہر ایک مقام پر ہفتوں اور مہینوں ٹھہرتا ہوا بغداد کی طرف آیا۔ اس سفر میں ملک کے حالات سے اس کو خوب واقفیت حاصل ہوتی رہی اور بغداد میں اس کے پہنچنے

Marfat.com

سے پہلے ہی حالات اس کے موافق ہوگئے۔ اسی سفر میں مامون الرشید نے بماہ ذیقعدہ علی رضا کے بھائی ابراہیم بن موسیٰ کاظم کو امیر الحج مقرر کر کے بھیجا اور صوبہ یمن کی سند گورنری بھی ان کو عطا کر دی۔ طوس میں پہنچ کر قیام کیا اور اپنے باپ ہارون الرشید کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔

طوس میں ایک مہینے سے زیادہ قیام رہا۔ یہیں ایسا اتفاق پیش آیا کہ ولی عہد خلافت امام علی رضا نے انگور کھانے کی وجہ سے انتقال کیا۔ مامون کو ان کی وفات کا سخت صدمہ ہوا۔ جنازہ کے ساتھ ننگے سر گیا اور رو رو کر کہنے لگا کہ "اے ابوالحسن تیرے بعد اب میں کہاں جاؤں اور کیا کروں"۔ تین دن تک قبر پر مجاور رہا ایک روٹی اور نمک اس کی غذا تھی۔ اپنے باپ ہارون الرشید کی قبر اس نے اکھڑوا کر اسی قبر میں علی رضا کو بھی اپنے باپ کے پاس دفن کیا تاکہ علی رضا کی برکت سے ہارون الرشید کو بھی فائدہ پہنچے۔ علی رضا کے ساتھ مامون الرشید کو بڑی عقیدت تھی۔ لوگوں کا یہ کہنا کہ مامون الرشید نے خود علی رضا کو انگوروں میں زہر دلوایا' سراسر غلط اور نادرست معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ علی رضا کی ولی عہدی کے لیے مامون الرشید کو مجبور نہیں کیا گیا تھا۔ اس نے اپنی خوشی سے ان کو ولی عہد بنایا۔ اپنی خوشی سے اپنی دو بیٹیوں کی شادی علی رضا اور علی رضا کے بیٹے محمد کے ساتھ کی۔ بلا کسی دوسرے کی تحریک کے علی رضا کے بھائی کو یمن کی گورنری دی اور امیر الحج مقرر کیا۔ جس شخص کو وہ زہر دے کر مروا ڈالنا چاہتا تھا اس کے ساتھ یہ احسانات نہیں کر سکتا تھا' پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جس شخص کو اس نے خود زہر دے کر مروا ڈالا تھا اس کو اپنے باپ کی قبر میں دفن نہیں کر سکتا تھا۔ ہارون الرشید کی قبر میں ان کو دفن کرنا مامون کی سچی عقیدت کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ جس میں کسی منافقت اور بناوٹ کو دخل نہیں ہو سکتا۔ ان کی وفات پر مامون کا اظہار ملال بھی اس بات کا ایک ثبوت ہے۔ اس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مامون الرشید نے آئندہ اپنی حکومت و خلافت میں علویوں کے ساتھ ہمیشہ نیک سلوک کیا اور ان کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کرتا رہا جو دلیل اس بات کی ہے کہ مامون الرشید کو علویوں سے کوئی نفرت نہ تھی اور علویوں کو بہتر حالت میں لانا اور ان پر احسان کرنا چاہتا تھا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ بنو عباس یا ان کے ہواخواہوں میں سے کسی نے امام علی رضا کو انگوروں میں زہر دیا ہو کیونکہ بنو عباس علی رضا کی ولی عہدی کے معاملے میں مامون الرشید سے ناراض تھے۔ امام علی رضا نے بعمر ۵۵ سال ماہ صفر سنہ ۲۰۳ھ میں وفات پائی۔ سنہ ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے تھے۔

طاہر بن حسین کی بازیابی : طاہر بن حسین بن مصعب بن زریق بن ہامان کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ زریق حضرت طلحہ بن عبیداللہ کا غلام تھا۔ یہ وہی طلحہ بن عبیداللہ خزاعی تھے جو طلحۃ الطلحات کے نام سے مشہور تھے۔ زریق کا بیٹا مصعب بن زریق بنو عباس کے نقیب سلیمان بن کثیر کا کاتب اور آخر میں ہرات کا امیر تھا۔

مصعب کا بیٹا طاہر بن حسین سنہ ۱۵۹ھ میں علاقہ مرو میں پیدا ہوا تھا۔ طاہر کو فضل بن سہل نے رقہ کی حکومت دے کر نصر بن شیث کے مقابلہ پر مامور کیا تھا۔ نصر بن شیث نے حلب اور اس کے شمالی علاقوں پر خود مختارانہ قبضہ کر رکھا تھا۔ طاہر کو قتل امین اور فتح بغداد کے بعد چونکہ کوئی صلہ حسب توقع نہ ملا اور

Marfat.com

فضل بن سہل نے اس کی کوئی ہمت افزائی نہ ہونے دی۔ اس لیے وہ رقہ میں مقیم رہ کر نہایت بے دلی کے ساتھ نصر بن شیث کے مقابلہ میں مصروف رہا مگر کوئی توجہ اور سرگرمی نہیں دکھائی۔ نصر بن شیث خود اعلان کر چکا تھا کہ میں صرف اس لیے مامون کی اطاعت نہیں کرنا چاہتا کہ اس نے عربوں پر عجمیوں کو ترجیح دی ہے۔ اس لیے بھی طاہر نصر بن شیث کو زیادہ برا نہیں جانتا تھا۔ اب جبکہ مامون کو حالات سے واقفیت حاصل ہوئی اور وہ بغداد کی طرف روانہ ہوا تو اس نے طاہر بن حسین کو بھی لکھا کہ بغداد پہنچنے سے پہلے مقام نہروان میں تم ہم سے آکر ملو۔

مامون طوس سے روانہ ہو کر جرجان پہنچا۔ یہاں بھی ایک مہینے سے زیادہ مقیم رہا۔ اسی طرح کوچ مقام کرتا ہوا نہروان پہنچا۔ یہاں طاہر بن حسین بھی رقہ میں اپنے بھتیجے اسحاق بن ابراہیم بن حسین کو اپنا قائم مقام بنا کر آیا اور مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جوں جوں مامون بغداد سے قریب ہوتا گیا' ابراہیم بن مہدی کی حکومت و خلافت کو زوال آتا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے بغداد میں داخل ہونے سے پہلے ہی ابراہیم بن مہدی کی خلافت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور وہ روپوش ہو کر بغداد میں چھپتا پھرتا تھا۔

نہروان سے روانہ ہو کر مامون بغداد میں ۱۵/ صفر سنہ۔ ۲۰۴ھ کو داخل ہوا۔ یہاں اس نے دربار کیا اور طاہر کی فتوحات اور جانفشانیوں پر نظر کر کے اس سے کہا کہ تیری جو خواہش ہو اس کو ظاہر کر؟ طاہر نے کہا کہ آپ سبز لباس کو ترک کر کے وہی قدیمی سیاہ لباس پہننے کی اجازت دیں اور عباسیوں کا شعار خود بھی اختیار کریں۔ مامون نے سبز شعار کی جگہ سیاہ شعار کو اختیار کر لیا۔ اس سے بغداد میں عام طور پر خوشی کا اظہار کیا گیا اور بنو عباس کی شکایات تمام دور ہو گئیں۔ یہ واقعہ ۲۳/ صفر سنہ۔ ۲۰۴ھ کو وقوع پذیر ہوا۔

عمال سلطنت کا تقرر اور قابل تذکرہ واقعات : سنہ۔ ۲۰۴ھ کے ماہ صفر میں مامون الرشید بغداد میں داخل ہو کر انتظام سلطنت کی طرف متوجہ ہوا۔ طاہر بن حسین کو صیغہ پولیس کی افسری اور بغداد کی کوتوالی جو اس زمانہ میں بہت بڑا عہدہ تھا' سپرد کی۔ ساتھ ہی جزیرہ و سواد کی حکومت و گورنری عطا کی۔ کوفہ کی گورنری اپنے بھائی ابو عیسیٰ کو اور بصرہ کی حکومت اپنے دوسرے بھائی صالح کو دی۔ حجاز کی گورنری عبداللہ بن حسین بن عباس بن علی بن ابی طالب کو عطا کی۔ موصل کی حکومت پر سید بن انس ازدی کو مامور کیا۔ عبداللہ بن طاہر بن حسین کو رقہ کی حکومت دی گئی۔ جزیرہ کی حکومت پر یحییٰ بن معاذ کو بھیجا گیا۔ آرمینیا و آذربائیجان کی حکومت عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو عطا ہوئی۔

اسی سال سری بن محمد بن حکم والی مصر کا انتقال ہوا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا عبداللہ بن سری مقرر ہوا۔ اسی سال داؤد بن یزید گورنر سندھ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کی جگہ بشر بن داؤد کو حکومت سندھ عطا کی گئی اور بشر سے یہ شرط کی گئی کہ ہر سال ملک سندھ سے دس ہزار درہم بطور خراج بھیجا کرے۔ اسی سال حسن بن سہل کے دماغ میں خلل پیدا ہوا اور دیوانگی کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اس کو زنجیروں سے باندھنا پڑا۔ مامون الرشید نے اس کی جگہ احمد بن ابی خالد احول کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ خلیج فارس کے ساحل پر ایک گروہ قوم زط کے نام سے

Marfat.com

سکونت پذیر تھا جن کی تعداد پندرہ بیس ہزار کے قریب قریب تھی۔ انہوں نے ڈاکہ زنی شروع کر کے بصرہ کے راستے کو مخدوش بنادیا تھا۔ مامون الرشید کے جزیرہ کے عامل یحییٰ بن معاذ کو ان کی سرکوبی کا حکم دیا مگر ان لوگوں کا قرار واقعی علاج نہ ہوا۔

طاہر گورنر خراسان : سنہ۲۰۵ھ میں مامون الرشید نے عیسیٰ بن یزید جلودی کو مہم زط پر مامور فرمایا۔ اسی سال یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز مامون کے پاس بے تکلف صحبت میں طاہر بن حسین حاضر ہوا۔ طاہر کی صورت دیکھ کر مامون کو اس وقت اپنا بھائی امین یاد آگیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے' ساتھ ہی اس کو طاہر کی وہ تمام ظالمانہ کارروائیاں یاد آگئیں جو اس نے امین کے گرفتار و ذلیل اور قتل کرنے میں روا رکھی تھیں۔ طاہر نے خلیفہ مامون کو چشم پر آب دیکھ کر وجہ پوچھی۔ مامون نے کہا کہ کچھ ایسی ہی بات ہے جس کے ظاہر کرنے میں ذلت اور پوشیدہ رکھنے میں اذیت محسوس ہوتی ہے مگر دنیا میں ایسا کون شخص ہے جو اذیت و رنج سے محفوظ ہو' میں بھی اس اذیت کو برداشت کرتا ہوں۔

طاہر اس وقت تو کچھ نہ بولا مگر بعد میں اس نے مامون کے ندیم حسین سے جو اس صحبت میں موجود تھا' فرمائش کی کہ مامون سے اس بات کو کسی طرح معلوم کرے اور حسین کے پاس اس کے کاتب محمد بن ہارون کی معرفت ایک لاکھ درم بھجوائے کہ یہ اس بات کے معلوم کرنے کا صلہ ہے۔ حسین نے موقعہ پا کر مامون سے دریافت کیا اور مامون نے راش افشانہ کرنے کا وعدہ لے کر کہا کہ میں اس روز طاہر کو دیکھ کر اس لیے آبدیدہ ہو گیا تھا کہ یہی طاہر ہے جس نے میرے بھائی امین کو کس طرح ذلیل کر کے قتل کیا اور آج میری کس قدر تعظیم و تکریم بجالاتا ہے۔ حسین نے جب طاہر کو اس بات کی اطلاع دی تو وہ بہت پریشان ہوا اور اس کو اپنی موت نظر آنے لگی کہ کسی نہ کسی دن مامون مجھ کو ضرور نقصان پہنچائے گا۔ اس نے اس بات کو اپنے دل میں رکھ کر وزیر اعظم احمد بن ابی خالد سے کہا کہ میں اب بغداد سے دور رہنا چاہتا ہوں۔ آپ مجھ کو کسی صوبہ کی حکومت پر بھجوا دیجئے۔ میں آپ کے اس احسان کو فراموش کرنے والا نہیں ہوں۔

مامون جب خراسان سے بغداد کی طرف روانہ ہوا تو غسان بن عباد کو خراسان کا گورنر بنا آیا تھا۔ احمد بن ابی خالد مامون کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ کو آج غسان بن عباد اور خراسان کے تصورات نے رات بھر نہیں سونے دیا کیونکہ اتراک سرحد کی نسبت ایسی خبریں سننے میں آئی ہیں کہ وہ علم بغاوت بلند کرنے والے ہیں۔ اگر ایسا ہوا تو غسان بن عباد خراسان کو ہرگز نہیں بچا سکے گا۔ وہاں کسی زیادہ قابل اور تجربہ کار شخص کی ضرورت ہے۔ مامون نے کہا کہ ہاں یہ بات ضرور قابل تشویش ہے۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ وہاں کس کو بھیجا جائے؟ احمد بن ابی خالد نے کہا کہ طاہر بن حسین سے بہتر اور کوئی شخص میری نگاہوں میں نہیں ہے۔ مامون نے کہا کہ طاہر بن حسین کی طرف سے بھی بغاوت کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ احمد بن ابی خالد نے کہا کہ طاہر کی طرف سے میں ضامن بنتا ہوں وہ ہرگز بغاوت نہ کرے گا۔

مامون نے اسی وقت طاہر کو بلا کر بغداد سے مشرق کی جانب کے تمام صوبوں کا نائب السلطنت بنا کر

Marfat.com

اور سندھ، بلخ و بخارا تک تمام خراسان کی حکومت دے کر مرو کی جانب رخصت کر دیا اور طاہر کے بیٹے عبداللہ کو بغداد کی کوتوالی اور انتظام پولیس سپرد کیا۔ رخصت کرتے وقت طاہر کو دس لاکھ درم عطا فرمائے اور ایک غلام بطور انعام اس کو دیا کہ یہ تمہارے حسن خدمات کا صلہ ہے۔ اس غلام کو مامون نے یہ سمجھا دیا تھا کہ اگر طاہر کو بغاوت پر آمادہ دیکھے تو فوراً کسی ترکیب سے اس کو زہر دے کر مار دے۔ طاہر آخر ذیقعدہ سنہ ۲۰۵ھ کو بغداد سے خراسان کی جانب روانہ ہوا۔

عبداللہ بن طاہر کی گورنری : سنہ ۲۰۶ھ میں خبر پہنچی کہ یحییٰ بن معاذ عامل جزیرہ اور سری بن محمد حکم والی مصر فوت ہو گئے اور مرتے وقت یحییٰ نے اپنے بیٹے احمد کو جزیرہ کا اور سری نے اپنے بیٹے عبید اللہ کو مصر کا حاکم بنا دیا ہے۔ نصر بن شیث نے جزیرہ کی طرف پیش قدمی شروع کر دی ہے اور عبید اللہ نے مصر میں علم بغاوت بلند کر دیا ہے۔ مامون نے بغداد کے محکمہ پولیس کی افسری و کوتوالی پر بجائے عبداللہ بن طاہر کے اسحاق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب کو مقرر کر کے عبداللہ بن طاہر کو جزیرہ کا حاکم مقرر کر کے روانہ کیا اور حکم دیا کہ رقہ و مصر کے درمیان کسی مقام پر قیام کر کے اول نصر بن شیث کا مقابلہ کرو اور ادھر سے اطمینان حاصل ہو تو مصر کی طرف فوج روانہ کرو۔

عبداللہ بن طاہر فوج لے کر روانہ ہوا اور رقہ و مصر کے درمیان مقیم ہو کر نصر بن شیث کو مجبور و محصور کرنے کے لیے فوجی دستے پھیلا دیئے۔ طاہر بن حسین کو خراسان میں جب یہ خبر پہنچی کہ عبداللہ کو جزیرہ کا گورنر اور اس طرف کے تمام صوبوں کا نگران بنا کر خلیفہ نے روانہ کیا ہے تو اس نے عبداللہ نے نام ایک خط لکھا کر روانہ کیا۔ اس خط میں آداب ملک داری، اخلاق فاضلہ اور سیاست مدن کے وہ اصول بیان کئے گئے تھے کہ آج تک یہ خط علم اخلاق اور اصول ملک داری کے متعلق ایک بہترین تصنیف سمجھی جاتی ہے۔

مامون الرشید نے اس خط کے مضامین عالیہ سے واقف ہو کر اس کی نقلیں کرائیں اور ایک ایک نقل تمام عمال سلطنت کے پاس بھجوائی۔ امام ابن خلدون نے اپنے مقدمہ تاریخ میں اور ابن اثیر نے اپنی تاریخ کامل میں اس کو نقل کیا ہے۔ لوگوں نے اس خط کو علم اخلاق کے نصاب میں شامل کرنا ضروری سمجھا ہے۔ اسی سال فضل بن ربیع جو مامون کے خوف سے چھپا چھپا پھرتا اور آخر میں ابراہیم بن مہدی کے پاس حاضر ہو کر اس کی مصاحبت میں داخل ہو گیا اور ابراہیم کے روپوش ہونے پر روپوش ہو گیا تھا، عفو تقصیرات کا خواہاں ہوا اور مامون نے اس کی خطا کو معاف کر کے جاں بخشی فرما دی۔

عبداللہ بن طاہر اور نصر بن شیث کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ کئی برس تک جاری رہا اور مصر کی طرف کوئی فوجی مہم روانہ نہیں ہو سکی۔ اسی سال یمن میں عبدالرحمٰن بن احمد نے علم بغاوت بلند کیا مگر یہ بغاوت اسی سال فرو ہو گئی یعنی مامون نے دینار بن عبداللہ کو یمن کی طرف روانہ کیا تو عبدالرحمٰن بن احمد نے دینار سے امن طلب کر کے یمن سے بغداد کی حاضری کا قصد کیا اور یمن کی حکومت دینار بن عبداللہ کے قبضہ میں آئی۔

Marfat.com

طاہر بن حسین گورنر خراسان کی وفات : طاہر بن حسین نے خراسان پہنچ کر اپنی حکومت و اقتدار کے قائم کرنے میں بآسانی کامیابی حاصل کر کے وہاں کے تمام فتنوں کو فرو کر دیا اور حقیقت یہ ہے کہ وہ خراسان کی گورنری و حکومت کے لیے بہت موزوں شخص تھا۔ جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ طاہر کو مامون الرشید کی طرف سے اطمینان حاصل نہ تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے مامون سے دور ہو کر اور ایک وسیع ملک پر قابض و متصرف ہو کر اپنی حفاظت کے لیے ایسے سامان کئے کہ مامون کی گرفت میں نہ آسکے۔ وہ فضل بن سہل کا انجام دیکھ چکا تھا۔ اس کو برامکہ کا انجام معلوم تھا۔ وہ ابو مسلم خراسانی کا حال سن چکا تھا۔ وہ اپنی نسبت مامون کی اس رائے کو بھی جانتا تھا جو اس کو حسین ندیم کے ذریعہ معلوم ہوئی تھی۔ غرض سنہ ۲۰۷ھ کے ماہ جمادی الثانی میں طاہر نے جامع مسجد مرو میں جمعہ کے روز خطبہ دیا اور اس خطبہ میں خلیفہ مامون الرشید کا نام نہیں لیا۔ نہ اس کے لیے دعا کی' صرف اصلاح امت کی دعا کر کے منبر سے اتر آیا۔

کلثوم بن ثابت خراسان کا پرچہ نویس موجود تھا۔ اس نے فوراً اس واقعہ کی اطلاع لکھ کر مامون کے پاس بغداد روانہ کی۔ مامون نے جب اس عرضداشت کو پڑھا تو احمد بن ابی خالد وزیر اعظم کو طلب کر کے اطلاع دی اور حکم دیا کہ فوراً فوج لے کر خراسان کی طرف روانہ ہو اور چونکہ تم ہی طاہر کے ضامن بنے تھے' لہذا اب تم ہی جا کر خراسان کو اس کے فتنے سے بچاؤ اور طاہر کو گرفتار کر کے لاؤ۔ احمد بن ابی خالد نے سفر خراسان کے لیے تیاری شروع کر دی۔ اگلے دن بغداد میں مامون الرشید کے پاس دوسرا پرچہ پہنچا کہ طاہر نے ہفتہ کے روز انتقال کیا۔

طاہر کا انتقال دفعتہً ہوا' جمعہ کے دن ہی اس کو بخار چڑھا اور شنبہ کے روز جب دیر تک خواب گاہ سے برآمد نہ ہوا تو لوگ اندر گئے اور دیکھا کہ طاہر چادر اوڑھے ہوئے مردہ پڑا ہے۔ غالباً اسی غلام نے جو مامون الرشید نے رخصت کرتے وقت طاہر کو عطا کیا تھا' طاہر کی نیت بدلی ہوئی دیکھ کر اس کو زہر دے دیا۔

مامون الرشید نے طاہر کے مرنے کی خبر سن کر کہا کہ ﴿ **الحمد لله الذی قدمه واخرنا** ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے طاہر کو مجھ سے پہلے ہی وفات دی۔ اس کے بعد مامون نے طاہر کے بیٹے طلحہ بن طاہر کو خراسان کی سند حکومت عطا فرمائی اور احمد بن ابی خالد کو خراسان اس لیے روانہ کیا کہ وہ جا کر طلحہ بن طاہر کو اچھی طرح خراسان پر قابض و متصرف کرے اور کسی بغاوت و سرکشی کے امکان کو باقی نہ رہنے دے۔ مامون کی یہ خصلت خاص طور پر قابل تذکرہ ہے کہ وہ ہر ایک باغی یا سرکش کو اس کی بداعمالی کی سزا دیتا اور قتل کرا دینے میں دریغ نہ کرتا تھا مگر اس مجرم کے خاندان اور متعلقین کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا بلکہ اور زیادہ احسان کر کے اپنا لیتا تھا۔ احمد بن ابی خالد نے خراسان جا کر اور ماوراء النہر کے علاقہ میں پہنچ کر وہاں کے سرکش لوگوں کو قرار واقعی سزائیں دیں اور جب یہ خبر سنی کہ طاہر کے بھائی حسن بن حسین بن مصعب نے کرمان میں علم بغاوت بلند کیا ہے تو کرمان پہنچ کر اس کو گرفتار کیا اور مامون کی خدمت میں لا کر اس کو پیش کیا۔ مامون نے حسین بن حسین کی خطا معاف کر دی۔ احمد بن ابی خالد جب خراسان سے دار الخلافہ بغداد کی طرف واپس آنے لگا تو طلحہ بن طاہر نے

Marfat.com

تیس لاکھ درم نقداور ایک لاکھ کا اسباب بطور نذر احمد بن ابی خالد کی خدمت میں پیش کیااور اس کے کاتب کو پانچ لاکھ درم دیئے۔

اسی سال مامون نے عیسیٰ بن یزید جلودی کو معزول کر کے داؤد بن منجور کو مہم زط پر مامور فرمایااور مضافات بصرہ و دجلہ اور یمامہ و بحرین اس کو حکومت میں دیئے۔ اسی سال محمد بن حفظ کو طبرستان وغیرہ کی حکومت سپرد کی۔ اسی سال بنو شیبان نے علم بغاوت بلند کیا۔ مامون الرشید نے سید بن انس کو ان کی سرکوبی پر مامور کیا۔ مقام وسکرہ میں بنو شیبان سے لڑائی ہوئی اور وہ اچھی طرح سے پامال وخستہ حال کر دیئے گئے۔

اسی سال مامون الرشید نے محمد بن جعفر عامری کو نصر بن شیث کے پاس جس کو عبداللہ بن طاہر متواتر لڑائیوں کے بعد دباتا اور ہٹاتا جاتا تھا۔ بطور سفیر روانہ کیااور اطاعت قبول کر لینے کی ترغیب دی۔ نصر بن شیث نے کہا کہ میں مامون الرشید سے صلح کر لینے پر آمادہ ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ میں مامون کے دربار میں حاضر نہ ہوں گا۔ مامون کے پاس واپس آکر محمد بن جعفر نے یہ شرط نصر کی طرف سے سنائی تو اس نے قسم کھائی کہ میں جب تک نصر کو اپنے دربار میں حاضری کے لیے مجبور نہ کرلوں گا' چین سے نہ بیٹھوں گا۔ نصر نے اپنے ہمراہیوں سے جو سب کے سب عرب تھے' کہا کہ مامون الرشید جو قوم زط کے مینڈکوں کو ابھی تک مغلوب نہ کر سکا' بھلا ہم عربوں پر کہاں غلبہ پا سکتا ہے۔ چنانچہ وہ پہلے سے زیادہ مستعدی کے ساتھ لڑائی اور زور آزمائی پر مستعد ہو گیا۔

بغاوت افریقہ : افریقہ یعنی وہ صوبہ جس میں تونس و قیروان بڑے بڑے مرکزی مقام تھے اور جو مصر و مراکش کے درمیان واقع تھا۔ ہارون الرشید کے زمانے میں ابراہیم بن اغلب کو سنہ۔ ۱۸۴ھ میں چالیس ہزار دینار سالانہ خراج پر بطور ٹھیکہ کے دے دیا گیا تھا۔ ابراہیم نے نہایت عمدگی سے افریقہ پر حکومت کی۔ آج کل مامون الرشید کے زمانہ میں افریقہ کا حکمران ابراہیم کا بیٹا زیادۃ اللہ بن ابراہیم بن اغلب تھا۔ سنہ۔ ۲۰۸ھ میں تونس کے اندر بغاوت نمودار ہوئی۔ اس بغاوت کا بانی منصور بن نصیر تھا۔ منصور بن نصیر نے افریقہ کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا۔ دارالحکومت قیروان میں زیادۃ اللہ کو محصور کر لیا۔ زیادۃ اللہ نے منصور کو شکست دے کر بھگا دیا مگر منصور بن نصیر پھر لشکر فراہم کر کے مقابلہ پر آیااور دونوں کی زور آزمائیوں کا سلسلہ سنہ۔ ۲۰۸ھ سے شروع ہو کر سنہ۔ ۲۱۱ھ تک جاری رہا۔ آخر سنہ۔ ۲۱۱ھ میں منصور بن نصیر اپنے ایک ہمراہی کے ہاتھ سے مارا گیا اور زیادۃ اللہ نے اطمینان سے افریقہ پر حکومت شروع کی۔

نصر بن شیث کی بغاوت کا خاتمہ : نصر بن شیث کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ یہ امین بن ہارون سے دوستی و محبت رکھتا تھا۔ قتل امین کی خبر سنی اور عربی عنصر کو مغلوب اور عجمیوں کو خلافت اسلامیہ پر حاوی دیکھ کر بغاوت و سرکشی پر آمادہ ہو گیا تھا۔ اس کو علویوں سے کوئی ہمدردی نہ تھی مگر عجمیوں کی مخالفت و نفرت نے اس کو مامون کے مقابلہ پر آمادہ کر دیا تھا۔ عبداللہ بن طاہر سے پہلے طاہر بن حسین اس کے مقابلے پر بے دلی کے ساتھ کام کرتا رہا۔ لہذا نصر بن شیث عقیلی کا تادیر مقابلوں میں ثابت قدم و محفوظ رہنا اس کی شہرت و حوصلہ کی

Marfat.com

ترقی کا سبب بن گیا۔ صوبہ جزیرہ کے قریباً تمام اضلاع پر اس نے قبضہ کر لیا تھا اور حلب کے شمال مقام کیسوم میں مقیم تھا۔ آخر سنہ۔۲۰۹ھ میں عبداللہ بن طاہر نے ہر طرف سے اس کو گھیر کر کیسوم میں محصور کر لیا اور نصر نے شدت محاصرہ اور اپنی سخت مجبوری کے عالم میں بلاشرط ہتھیار رکھ کر اپنے آپ کو عبداللہ بن طاہر کے سپرد کر دیا۔ عبداللہ نے اس کو مامون کے پاس بغداد کی طرف روانہ کیا۔ مامون کے دربار میں حاضر ہوا اور مامون نے صفر سنہ۔۲۱۰ھ میں اس کو مدینۃ المنصور میں نظر بند کر دیا۔

ابن عائشہ کا قتل اور ابراہیم کی گرفتاری : ابراہیم بن محمد بن عبدالوہاب بن ابراہیم امام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب معروف بہ ابن عائشہ نے ابراہیم بن مہدی کی بیعت کی تھی۔ ابراہیم بن مہدی کے روپوش ہو جانے کے بعد ابراہیم ابن عائشہ بھی روپوش ہو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ابراہیم بن اغلب اور مالک بن شاہین بھی تھے۔ جس زمانے میں نصر بن شیث کو عبداللہ بن طاہر نے گرفتار کر کے بغداد کی طرف روانہ کیا تو جاسوسوں نے یہ خبر مامون کو پہنچائی کہ جس روز نصر بن شیث بغداد میں داخل ہو گا' اسی روز بغداد میں ابن عائشہ اور ابراہیم اور مالک بن شاہین خروج کر کے علم بغاوت بلند کریں گے اور فتنہ عظیم برپا ہو گا۔ اس سے پہلے بھی مامون کو یہ معلوم ہو چکا تھا کہ ابراہیم بن مہدی' ابراہیم بن عائشہ' ابراہیم بن اغلب اور مالک بن شاہین بغداد میں روپوش ہیں اور لوگوں کو اپنی سازش میں شریک کر رہے ہیں۔

اس خبر کے سننے کے بعد بغداد کی پولیس کو حکم دیا گیا کہ ان بغاوت کے سرغنوں کو جس طرح ممکن ہو گرفتار اور اسیر کرو۔ چنانچہ پولیس کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور یہ تینوں شخص یعنی ابراہیم بن مہدی کے سوا باقی تینوں شخص گرفتار ہو گئے۔ ان کو قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔ انہوں نے قید خانہ کا دروازہ بند ہونے پر دیوار میں نقب لگانا شروع کیا اور وہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرنے لگے۔ یہ حال معلوم ہونے پر مامون خود قید خانہ میں پہنچا۔ باقی دونوں کو قتل کرا کر ابن عائشہ کو صلیب پر لٹکا دیا۔ اسی حالت میں اس کی جان نکل گئی۔ یہ پہلا عباسی تھا جو خلافت عباسیہ میں قتل کیا گیا۔ یہ قتل کا واقعہ ماہ صفر سنہ۔۲۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ چند روز کے بعد ابراہیم بن مہدی عورتوں کا لباس پہنے ہوئے راستے پر جاتا ہوا گرفتار ہوا اور اسی طرح زنانہ لباس میں حاضر دربار کیا گیا۔

مامون نے حاضرین دربار سے اس کی نسبت مشورہ طلب کیا۔ سب نے قتل کا مشورہ دیا مگر مامون کے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد نے کہا کہ آپ اس کو معاف کر دیں اور اس کے جرم بغاوت سے درگزر فرمائیں۔ مامون نے ابراہیم بن مہدی کو معاف کر دیا اور سجدہ شکر بجالایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو عفو و درگزر کی توفیق عطا فرمائی۔ ابراہیم بن مہدی نے مامون کی تعریف میں اشعار سنائے اور مامون نے اس کے ساتھ عزت اور محبت کا برتاؤ کیا۔ ابراہیم کی گرفتاری ماہ ربیع الاول سنہ۔۲۱۰ھ میں ہوئی تھی۔

مصر اور اسکندریہ کی بغاوت : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مصر کے حاکم سری بن محمد بن حکم نے فوت ہوتے وقت اپنے بیٹے عبیداللہ کو اپنا جانشین بنا دیا تھا۔ عبیداللہ نے حکومت ہاتھ میں لیتے ہی علم بغاوت بلند کر

Marfat.com

دیا۔ نصر بن شیث کی لڑائیوں کے سبب عبداللہ بن طاہر مصر کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور مامون بھی اپنی سلطنت کے دوسرے حصوں کی طرف سے مطمئن نہ ہونے کے سبب کوئی نئی مہم مصر کی طرف روانہ نہ کر سکا۔ اس عرصہ میں مصر کے صوبہ کا ایک بڑا حصہ عبیداللہ کے قبضے سے بھی نکل گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ امام مالک بن انس کے معتقدین نے جو قرطبہ دارالخلافہ اندلس میں رہتے تھے' اموی خلیفہ الحکم بن ہشام کے خلاف ایک بغاوت کی سازش کی۔ حکم بن ہشام نے عین وقت پر مطلع ہو کر شہر قرطبہ کے مغربی حصہ کو جہاں سے یہ بغاوت شروع ہونے والی تھی' برباد اور نیست ونابود کر دیا۔

مالکیوں کو گرفتار کر کے سخت سزائیں دیں اور پھر ان سب کو اندلس یعنی اپنی حدود سلطنت سے خارج کر دیا۔ ان جلاوطن ہونے والوں کے ایک حصہ نے تو مراکش میں سکونت اختیار کی اور ایک حصہ براہ دریا مصر کی طرف متوجہ ہو کر اسکندریہ میں داخل ہوا۔ اسکندریہ میں عبیداللہ بن سری کی طرف سے ایک عامل رہتا تھا۔ ان نووارد مالکیوں نے موقع پا کر یہاں بھی بغاوت کی تیاری کی اور عامل اسکندریہ کو حملہ کر کے نکال دیا اور خود اسکندریہ اور اس کے اردگرد کے علاقہ پر قابض و متصرف ہو کر ابو حفص عمر بلوطی کو اپنا امیر بنالیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ عبداللہ بن طاہر جنگ نصر بن شیث میں مصروف تھا۔

عبیداللہ بن سری اس علاقہ کو ان نووارد مالکیوں سے واپس نہیں لے سکا۔ عبداللہ بن طاہر نصر سے فارغ ہوتے ہی مصر کی طرف متوجہ ہوا۔ عبیداللہ بن سری نے مقابلہ کیا مگر عبداللہ بن طاہر نے شکست دے کر اس کو محصور کر لیا۔ شدت محاصرہ سے تنگ آ کر عبیداللہ نے امان طلب کی اور اپنے آپ کو عبداللہ کے حوالے کر دیا۔ یہاں سے فارغ ہو کر عبداللہ نے اسکندریہ کا رخ کیا۔ ابو حفص عمر بلوطی نے اپنے اندر مقابلہ کی طاقت نہ دیکھ کر امان طلب کی۔ عبداللہ بن طاہر نے اس شرط پر اس درخواست کو منظور کیا کہ اسکندریہ اور ملک مصر کو خالی کر کے بحر روم کے کسی جزیرہ میں چلے جاؤ۔

چنانچہ عمر نے معہ اپنے ہمراہیوں کے جہازوں میں سوار ہو کر جزیرہ اقریطش (کریٹ) کا رخ کیا اور وہاں جا کر اس جزیرہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ وہیں ان لوگوں نے مکانات بنائے اور مستقل سکونت اختیار کر کے حکومت قائم کی۔ یہ واقعہ سنہ ۲۱۰ھ میں وقوع پذیر ہوا۔ سنہ ۲۱۰ھ سے قریبا ایک سو ساٹھ برس تک ابو حفص عمر بلوطی کے خاندان میں جزیرہ کریٹ کی حکومت قائم رہی۔ آخر خاندان ابو حفص کے آخری فرماں روا عبدالعزیز سے آرمیٹاس پسر قسطنطین نے اس جزیرہ کو فتح کر کے حکومت یونان سے ملحق کر لیا۔

زریق وبابک خرمی : زریق جس کا اصل نام علی بن صدقہ تھا' ایک عربی النسل شخص تھا۔ جس کو خلیفہ مامون الرشید نے سنہ ۲۰۹ھ میں آرمینیاو آذربائیجان کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ اس نے سنہ ۲۱۱ھ میں چالیس ہزار کے قریب فوج جمع کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور مامون الرشید سے باغی ہو گیا۔ مامون الرشید نے ابراہیم بن لیث بن فضل کو آذربائیجان کی حکومت پر بھیجا۔ صوبہ فارس کے شمال اور آذربائیجان کی سرحد کے قریب ہارون الرشید کے زمانے سے ایک جدید مذہب کی بنیاد مستحکم ہو رہی تھی یعنی جاویدان نامی مجوسی نے ایک

Marfat.com

نیا مذہب جاری کیا تھا۔ اس مذہب میں قتال و خونریزی اور زنا کوئی جرم نہ تھا۔ یہ مذہب مزدکی مذہب سے بہت مشابہ تھا۔ جب جاویدان فوت ہوا تو اس کے ایک مرید بابک خرمی نے جاویدان کی بیوی پر خود قبضہ کر کے اپنے پیر کے تمام مریدوں کی سرداری حاصل کی۔ بابک خرمی کے زمانے میں ان لوگوں نے جلد جلد قوت حاصل کی اور ان کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ ان کی ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ سے اس طرف کے صوبوں کا امن وامان جاتا رہا۔

سنہ۔ ۲۰۱ھ میں انہوں نے شاہی فوجوں کا مقابلہ شروع کر دیا۔ صوبہ آذربائیجان کے گورنروں کو کئی مرتبہ بابک خرمی کے مقابلے میں ہزیمت حاصل ہوئی اور اس کا رعب واقتدار خوب ترقی کر گیا۔ سنہ۔ ۲۰۹ھ میں بابک نے آذربائیجان کے عامل کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔ اس کے بعد زریق کو سند گورنری دے کر بھیجا گیا تھا۔

سنہ۔ ۲۱۰ھ میں زریق نے بغاوت اختیار کی تو بجائے ایک کے دو زبردست دشمن اس طرف پیدا ہو گئے۔ مامون الرشید نے سید بن انس حاکم موصل کو زریق کے مقابلہ کا حکم دیا۔ سید بن انس نے ایک زبردست فوج لے کر زریق پر حملہ کیا مگر لڑائی میں مارا گیا اور فوج شکست کھا کر بھاگ آئی۔ مامون کو اس خبر کے سننے سے سخت صدمہ ہوا اور سنہ۔ ۲۱۱ھ کے آخری ایام میں محمد بن حمید طوسی کو موصل کی سند گورنری دے کر زریق و بابک دونوں کی سرکوبی کا حکم دیا۔ محمد بن حمید طوسی بغداد سے فوج لے کر روانہ ہوا تو موصل پر زریق قابض و متصرف ہو چکا تھا۔ چنانچہ موصل کے قریب دونوں کی لڑائی ہوئی۔ زریق شکست کھا کر بھاگا اور محمد بن حمید موصل میں داخل ہوا۔

موصل کے عرب باشندوں کو فوج میں بھرتی کیا اور سامان لشکر کو درست کر کے زریق کی طرف بڑھا۔ نہر زاب پر زریق کے ساتھ صف آرائی اور زور آزمائی کی دوبارہ نوبت آئی۔ اس لڑائی میں بھی زریق نے شکست کھائی اور قید و گرفتاری کی ذلت اٹھائی۔ محمد بن حمید نے آگے بڑھ کر زریق کے تمام عاملوں اور اہل کاروں کو بے دخل کر کے تمام صوبہ آذربائیجان پر قبضہ کیا۔ اس کے بعد محمد بن حمید بابک خرمی کی طرف متوجہ ہوا۔ متعدد لڑائیاں ہوئیں' محمد بن حمید خرمیوں کو شکست دیتا اور پیچھے ہٹاتا ہوا دامن کوہ تک چلا گیا۔ خرمی لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے۔ محمد بن حمید بھی ان کے تعاقب میں پہاڑ پر چڑھا۔ وہاں خرمیوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا تو محمد بن حمید کی فوج کو شکست ہوئی' کمین گاہوں سے نکل نکل کر خرمیوں نے قتل عام شروع کر دیا۔ اسی معرکہ میں محمد بن حمید مارا گیا اور بابک خرمی کے حوصلے پہلے سے زیادہ بلند ہو گئے۔ یہ واقعہ سنہ۔ ۲۱۲ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

اسی سال موسیٰ بن حفص حاکم طبرستان فوت ہوا۔ اس کی جگہ مامون الرشید نے اس کے بیٹے کو حاکم طبرستان مقرر کیا۔ اسی سال خلیفہ مامون نے حاجب بن صالح کو سندھ کی حکومت پر مامور فرما کر روانہ کیا۔ سندھ کے پہلے حاکم بشر بن داؤد نے سندھ کی حکومت سپرد کرنے سے انکار کیا۔ دونوں میں معرکہ آرائی کی نوبت پہنچی' آخر بشر بن داؤد شکست کھا کر کرمان کی طرف بھاگ گیا۔

اسی سال یعنی سنہ۔ ۲۱۲ھ میں مامون الرشید نے عبداللہ بن طاہر کو مصر سے واپس بلا کر حکم دیا کہ

Marfat.com

بابک خرمی کے فتنہ کو فرو کرو۔ عبداللہ بن طاہر مقام دینور میں اپنے لشکر کو ترتیب دے کر بابک خرمی کی طرف بڑھنا چاہتا تھا کہ خبر پہنچی کی نیشاپور میں خوارج نے خروج کیا ہے کیونکہ طلحہ بن طاہر گورنر خراسان فوت ہو گیا ہے۔ مامون الرشید نے فوراً عبداللہ بن طاہر برادر طلحہ کے پاس خراسان کی سند گورنری بھیج کر حکم دیا کہ تم خراسان پہنچ کر فتنہ خوارج کو فرو کرو۔ عبداللہ بن طاہر مقام دینور سے نیشاپور کی طرف متوجہ ہوا اور بابک خرمی عبداللہ بن طاہر کے حملے سے بچ گیا۔ اس کے بعد بابک خرمی پر خلیفہ کی طرف سے کوئی سپہ سالار حملہ آور نہ ہوا اور مامون الرشید کی وفات کے بعد اس فتنہ کا استیصال ہوا۔ عبداللہ بن طاہر نے خراسان پہنچ کر وہاں کی بغاوت فرو کرنے میں کامیابی حاصل کی۔

متفرق حالات : مامون الرشید کے وزیر اعظم احمد بن ابی خالد نے' جو نہایت عقلمند' نیک طینت اور پاک طبیعت شخص تھا' اسی سال وفات پائی اور اس کی جگہ مامون الرشید نے احمد بن یوسف کو خلعت وزارت عطا کیا۔ احمد بن ابی خالد بنی عامر کا ایک شامی غلام تھا جو اعلیٰ درجہ کا ادیب اور منشی تھا۔

احمد بن یوسف ایک معمولی دفتر میں کاتب تھا۔ مامون چونکہ اس کی قابلیت سے واقف تھا' لہذا اس کو یک لخت وزارت عظمیٰ کا عہدہ عطا کر دیا۔ سنہ۔ ۲۱۲ھ میں احمد بن محمد عمری معروف بہ احمر العین نے یمن میں علم بغاوت بلند کیا۔ خلیفہ مامون الرشید نے محمد بن عبدالحمید معروف بہ ابو الرازی کو یمن پر مامور فرمایا۔ سنہ۔ ۲۱۳ھ میں مامون الرشید نے اپنے بیٹے عباس کو جزیرہ' ثغور و عواصم پر اور اپنے بھائی ابو اسحاق معتصم کو شام و مصر پر مقرر کیا۔ ابو اسحاق معتصم نے اپنی جانب سے ابن عمیرہ باذ عیسیٰ کو مصر کا والی مقرر کر کے روانہ کیا۔ قیسیہ اور یمانیہ کے ایک گروہ نے ہنگامہ کر کے سنہ۔ ۲۱۴ھ میں ابن عمیرہ کو مار ڈالنا چاہا اور علم بغاوت بلند کیا تو معتصم خود مصر میں گیا اور بہ زور تیغ باغیوں کو زیر کر کے مصر میں قیام کیا اور اپنی طرف سے عمال مقرر کئے۔ اس طرح مصر میں امن و امان قائم ہو گیا۔

سنہ۔ ۲۱۳ھ میں مامون الرشید نے غسان بن عباس کو سندھ کی گورنری پر مامور فرمایا۔ اسی سال ابو الرازی والی یمن باغیوں کے ہاتھ سے یمن میں مقتول ہوا۔ مجبور ہو کر مامون الرشید نے محمد بن ابراہیم ریاوی کو جو زیاد بن ابی سفیان کی اولاد میں سے تھا' یمن کی ولایت سپرد کی۔ اس نے وہاں پہنچ کر شہر زبید کی بنیاد ڈالی اور اسی شہر کو اپنا مستقر قرار دے کر یمن پر حکومت شروع کی۔ خلیفہ کو وہ تحفہ و ہدایا بھیجتا رہتا تھا اور خطبہ میں اس کا نام لیتا تھا۔ سنہ۔ ۲۴۵ھ یعنی اپنی وفات تک یمن میں آزادی سے حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد یمن کی حکومت اس کی اولاد اور غلاموں میں سنہ۔ ۵۳۲ھ تک قائم رہی۔

سنہ۔ ۲۱۳ھ میں مامون الرشید نے غسان بن عباس کو سندھ کی گورنری پر مامور فرمایا۔ اسی سال ابو الرازی والی یمن باغیوں کے ہاتھ سے یمن میں مقتول ہوا۔ مجبور ہو کر مامون الرشید نے محمد بن ابراہیم ریاوی کو جو زیاد بن ابی سفیان کی اولاد میں سے تھا' یمن کی ولایت سپرد کی۔ اس نے وہاں پہنچ کر شہر زبید کی بنیاد ڈالی اور اسی شہر کو اپنا مستقر قرار دے کر یمن پر حکومت شروع کی۔ خلیفہ کو وہ تحفہ وہدایا بھیجتا رہتا تھا اور خطبہ میں اس کا نام لیتا تھا۔ سنہ۔ ۲۴۵ھ یعنی اپنی وفات تک یمن میں آزادی سے حکومت کرتا رہا۔ اس کے بعد یمن کی حکومت اس کی اولاد اور غلاموں میں سنہ۔ ۵۳۲ھ تک قائم رہی۔

سنہ۔ ۲۱۴ھ میں خلیفہ مامون نے علی بن ہشام کو جیل' قم' اصفہان اور آذربائیجان کی حکومت عطا فرمائی۔ سنہ۔ ۲۱۴ھ میں ابو بلال صابی شاری نے خروج کیا۔ مامون الرشید نے اپنے بیٹے عباس کو معہ سپہ سالاروں کے اس کی سرکوبی پر مامور فرمایا۔ ابو بلال لڑائی میں مارا گیا اور یہ فتنہ فرو ہوا۔ سنہ۔ ۲۱۵ھ میں قیصر میخائیل فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا نوفل تخت نشین ہوا۔ رومیوں کی طرف سے علامات سرکشی و دشمنی

Marfat.com

نمایاں ہونے پر مامون الرشید نے اسحاق بن ابراہیم بن مصعب کو سواد' حلوان اور دجلہ کی گورنری عطا کر کے بغداد میں اپنا نائب بنا کر چھوڑا اور خود فوج لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوا۔ موصل' انطاکیہ' مصیصہ اور طرسوس ہوتا ہوا بلاد روم میں داخل ہوا۔ قلعہ قرہ کو فتح کر کے شہر پناہ کو منہدم کر دیا' پھر اشناس کو قلعہ سندس کی جانب اور عجیف و جعفر کو قلعہ سنان کی طرف فوجی دستوں کے ساتھ روانہ کیا۔ چنانچہ یہ دونوں قلعے فتح ہو گئے۔ عباس بن مامون الرشید نے شہر ملطیہ پر قبضہ کیا۔

معتصم جو مصر میں مقیم تھا' مصر سے واپس ہو کر مامون کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رومیوں نے اظہار عجز کر کے معافی طلب کی اور خلیفہ مامون مراجعت کر کے دمشق کی جانب روانہ ہوا۔ ابھی خلیفہ راستے ہی میں تھا کہ رومیوں نے اپنی طاقت کو مجتمع کر کے یکایک طرسوس و مصیصہ پر حملہ کر دیا۔ ابھی دونوں شہروں کے باشندے اس خیال سے کہ رومیوں نے مصالحت کر لی ہے' بے خبر تھے۔ لہذا نہایت بے رحمی سے قتل و غارت کئے گئے۔ مامون یہ سنتے ہی فوراً لوٹ پڑا اور بلاد روم میں ایک کھلبلی سی مچ گئی۔ لشکر اسلام نے قلعوں پر قلعے اور شہروں پر شہر فتح کرنے شروع کئے۔ ایک طرف خلیفہ مامون فتح کرتا ہوا بڑھ رہا تھا' دوسری طرف معتصم حملہ آور تھا' جس نے تیس قلعے فتح کر لیے تھے۔ تیسری طرف یحییٰ بن اکثم شہروں کے فتح کرنے اور رومیوں کے گرفتار کرنے میں مصروف تھا۔ آخر قیصر روم نے اپنی گستاخی کی معافی مانگی اور خلیفہ مامون نے واپسی کا حکم دے کر دمشق کی طرف مراجعت کی اور یہاں سے مصر کی طرف متوجہ ہوا۔ مصر میں باغیوں کو خوب سزائیں دے کر وہاں کے حالات کو درست کیا۔ مصر سے پھر شام کی طرف واپس آیا۔ اس حملہ آوری و مراجعت میں پورا ایک سال صرف ہو گیا۔

سنہ ۲۱۷ھ میں رومیوں نے پھر متمردانہ حرکات کا اظہار کیا اور مامون الرشید نے پھر اس طرف فوج کشی کی۔ اس مرتبہ بھی رومیوں سے بہت سی لڑائیاں ہوئیں اور نوفل قیصر روم نے پھر عاجزانہ طور پر درخواست صلح پیش کی۔ مامون نے اس مرتبہ بھی اس کی درخواست منظور کر لی اور بلاد روم سے واپس ہوا۔

سنہ ۲۱۸ھ میں مامون الرشید کو پھر رومیوں کی گوشمالی کے لیے جانا پڑا۔ وہاں سے واپسی میں اپنے بیٹے عباس کو بطور یادگار فتح شہر طوانہ کی تعمیر کا حکم دیا۔ اس نے ایک میل مربع کا قلعہ بنایا اور چار کوس کے محیط کی شہر پناہ تعمیر کرا کر مختلف شہروں کے لوگوں کو وہاں آباد کیا۔

مامون الرشید کی وفات : سفر روم سے واپسی میں نہر بذندون کے کنارے ایک روز مقام ہوا۔ ۱۳/ جمادی الثانی سنہ ۲۱۸ھ کو یہیں بخار میں مبتلا ہوا اور یہیں ۱۸/ رجب سنہ ۲۱۸ھ بروز پنج شنبہ فوت ہوا۔ مرنے سے پہلے امراوارا کین اور علماء و فقہا کو اپنے روبرو بلا کر وصیت کی اور اپنے کفن دفن کے متعلق ہدایات کیں۔ اپنے مرنے کے بعد لوگوں کو رونے اور ہائے وائے کرنے سے منع کیا' پھر اپنے بھائی ابو اسحاق معتصم کو جس کو ولی عہد سلطنت بنا چکا تھا' بلا کر نصیحتیں کیں اور اصول جہانبانی کی طرف توجہ دلائی' پھر قرآن کریم کی آیات پڑھتا رہا۔ ایک مرتبہ بول اٹھا کہ اے وہ جس کی سلطنت کبھی زائل نہ ہو گی' اس پر رحم کر جس کی سلطنت زائل

Marfat.com

ہورہی ہے۔اس کے بعد جاں بحق تسلیم ہو گیا۔اس کا بھائی ابو اسحاق معتصم اور اس کا بیٹا عباس بذندون علاقہ رقہ سے مقام طرطوس میں لائے اور دفن کیا۔مامون نے ۴۸ سال کی عمر پائی اور ساڑھے بیس سال حکومت کی۔

مامون کا تمام عہد خلافت لڑائیوں اور بغاوتوں کے فرو کرنے میں گزرا۔ مہم زط اور بابک خرمی کو اس نے ناتمام چھوڑا یعنی دونوں فتنے اس کے عہد خلافت میں فرو نہ ہو سکے۔در حقیقت مامون کی جگہ حکومت وملک گیری کا زمانہ اب شروع ہوا تھا کہ اس کی موت آگئی۔اس نے اپنے آخر ایام حیات میں اپنی بہادری وسپہ سالاری کی قابلیت کا ثبوت بھی دے دیا۔رومیوں کے مقابلے میں اس نے پیہم کئی سال تک جہاد کئے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ حالت جہاد اور میدان جنگ ہی میں فوت ہوا۔

صوبوں اور ملکوں کی خود مختاری : خاندان بنوامیہ کے خلفاء جب تک حکمران رہے' دمشق تمام عالم اسلام کا ایک ہی مرکز اور دارالخلافہ تھا۔بنوامیہ کی خلافت کے وارث عباسی ہوئے تو عبداللہ سفاح پہلا عباسی خلیفہ سنہ۔۱۳۲ھ میں خلفاء بنوامیہ کا قائم مقام اور تمام عالم کا فرماں روا بنا لیکن صرف چھ سال بعد یعنی سنہ۔۱۳۸ھ میں اندلس کا ملک خلافت بنوعباس سے جدا ہو گیا اور وہاں ایک جداگانہ خلافت بنوامیہ قائم ہو گئی۔ سنہ۔۱۷۲ھ میں مراکش کے اندر ایک اور خود مختار سلطنت قائم ہو گئی جو سلسطنت ادریسہ کے نام سے مشہور ہے۔اس طرح مراکش کا ملک بھی بنوعباس کی حکومت کے دائرے سے ہمیشہ کے لیے خارج ہو گیا۔چند روز کے بعد یعنی سنہ۔۱۸۴ھ میں ٹیونس اور الجیریا کا علاقہ جس کو صوبہ افریقہ کہا جاتا تھا' برائے نام حکومت عباس کا ماتحت رہ گیا۔ورنہ وہاں بھی ابراہیم بن اغلب کی خود مختار حکومت قائم ہو کر عرصہ دراز تک اس کی اولاد میں قائم رہی۔ سنہ۔۲۰۵ھ میں مامون الرشید نے طاہر بن حسین کو خراسان کی صوبہ داری پر مامور کر کے بھیجا۔اسی تاریخ سے خراسان کی حکومت طاہر کے خاندان میں رہی۔جس طرح افریقہ برائے نام دولت عباسیہ سے تعلق رکھتا تھا' اسی طرح خراسان کی دولت طاہریہ کا بھی برائے نام تعلق تھا یعنی معمولی خراج وہاں سے آجاتا تھا اور خطبہ میں عباسی خلیفہ کا نام لیا جاتا تھا۔باقی امور میں طاہریہ سلاطین خود مختار تھے۔

سنہ۔۲۱۳ھ میں محمد بن ابراہیم زیادی کو یمن کی حکومت سپرد کی گئی اور اس کے بعد یمن کی حکومت اسی کے خاندان میں رہی۔ یمن بھی خراسان وافریقہ کی طرح آزاد ہو گیا۔ غرض سنہ۔۱۲۸ھ سے سنہ۔۲۱۳ھ تک صرف پچھتر سال کے عرصہ میں دولت امویہ اندلس' دولت ادریسہ مراقش' دولت اغلبیہ افریقہ' دولت طاہریہ خراسان' دولت زیادیہ یمن یعنی پانچ آزاد سلطنتوں کی بنیاد مامون الرشید عباسی کے زمانے تک کہ اس وقت تک بنوعباس کی دولت وحکومت ترقی پذیر سمجھی جاتی تھی' قائم ہوئی۔

ترقیات علمیہ : مامون الرشید کے عہد حکومت کا کوئی ایک سال بھی ایسا نہیں جو جنگ وپیکار اور زدوخورد کے ہنگاموں سے خالی ہو اور مامون الرشید کو ملکوں اور صوبوں کے انتظامات اور باغیوں کی سرکوبی کے اہتمام سے فراغت حاصل ہوئی ہو۔لہذا توقع نہیں کی جاسکتی کہ ایک ایسا مصروف افکار اور حالات سلطنت سے ہمہ اوقات باخبر رہنے والا خلیفہ علوم وفنون کی طرف بھی توجہ کر سکا ہو گا لیکن حیرت ہوتی ہے کہ مامون الرشید عباسی کے

Marfat.com

عہد خلافت میں علوم وفنون کے جس قدر دریا بہے اور مامون نے اس طرف توجہ کر کے جو جو کارہائے نمایاں علمی دنیا کے لیے انجام دیئے اس کی نظیر دوسری جگہ دستیاب نہیں ہو سکتی اور یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرت و عظمت نے غیر معمولی رتبہ بلند حاصل کر لیا ہے۔ ہارون الرشید نے بغداد میں بیت الحکمت کے نام سے ایک دارالترجمہ اور دارالتصنیف قائم کیا تھا۔ جس میں مختلف ملکوں کے رہنے والے مختلف مذاہب کے پیرو اور مختلف زبانیں جاننے والے علماء مصروف کار رہتے تھے۔

مامون کو ارسطو کی کتابوں کے ترجمہ کرانے کا شوق ہوا تو اس نے قیصر روم کو لکھا کہ ارسطو کی تمام تصانیف جہاں تک دستیاب ہو سکیں' فراہم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ قیصر کو اس حکم کی تعمیل میں کچھ تامل ہوا اور اس نے اپنے عیسائی علماء سے مشورہ لیا تو انہوں نے کہا کہ فلسفہ کی کتابیں ہمارے ملک میں مقفل و محفوظ ہیں اور ان کو پڑھنے پڑھانے کی کسی کو اجازت نہیں کیونکہ اس سے مذہبی احترام لوگوں کے دلوں میں باقی نہیں رہ سکتا۔ ان کتابوں کو آپ ضرور خلیفہ اسلام کے پاس بھجوادیں تاکہ وہاں فلسفہ کی اشاعت ہو اور مسلمانوں کا مذہبی جوش سرد پڑ جائے۔ قیصر نے پانچ اونٹ ان کتابوں سے لاد کر مامون الرشید کے پاس بھجوادیئے۔ مامون الرشید نے یعقوب بن اسحاق کندی کو ان کے ترجمہ پر مامور کیا' پھر مامون نے خود اپنی طرف سے عیسائی علماء کو جو اس کے یہاں نوکر تھے' بلاد روم ویونان کی طرف روانہ کیا کہ وہاں سے علوم وفنون کی کتابیں تلاش کر کے لائیں۔ قسطا بن لوقا ایک عیسائی فلاسفر خود اپنے شوق سے روم کے ملک میں گیا اور وہاں سے کتابیں تلاش کر کے لایا۔ مامون الرشید نے اس کو دارالترجمہ میں نوکر رکھ لیا۔

اسی طرح اس نے مجوسی علماء کو بڑی بڑی بیش قرار تنخواہوں پر نوکر رکھ کر مجوسیوں کے علوم وفنون کے ترجمہ کی خدمت سپرد کی۔ ہندوستان کے راجاؤں کو معلوم ہوا تو انہوں نے مامون الرشید کی خدمت میں سنسکرت کے عالموں اور بڑے بڑے پنڈتوں کو بطور تحفہ بھیج کر خلیفہ کی خوشنودی حاصل کی۔ بیت الحکمت کے مترجموں کی تنخواہیں ڈھائی ڈھائی ہزار تک تھیں اور ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی تھی۔

جن میں یعقوب کندی' حنین بن اسحاق' قسطا بن لوقا بعلبکی' ابو جعفر یحییٰ بن عدی جبرئیل بن بختیشوع وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ علاوہ تنخواہوں کے مترجموں کو ہر ایک کتاب کے ترجمہ کی برابر سونا یا چاندی تول کر دی جاتی تھی۔ فلسطین' مصر' اسکندریہ' سسلی' روم' ایران' ہندوستان وغیرہ ملکوں سے علوم وفنون کی کتابیں منگوا کر عربی میں ترجمہ کرائی جاتی تھیں اور بہت سے مترجمیں ترجموں کی اصلاح اور نظر ثانی پر مامور تھے۔

مامون الرشید کے ہی عہد میں ایک مشہور عالم محمد بن موسیٰ خوارزمی نے مامون الرشید کی فرمائش سے علم جبر و مقابلہ پر ایک کتاب لکھی اور وہ اصول قائم کئے کہ ان اصولوں پر آج تک نہ ترمیم ہو سکی نہ اضافہ ممکن ہوا۔ زمین کے گول ہونے کا حال جب یونانی کتابوں میں دیکھا تو مامون الرشید نے جغرافیہ وہیئت کے علماء کو بلا کر حکم دیا کہ زمین کے محیط کی پیدائش معلوم کرنے کے لیے کوئی وسیع وہموار میدان انتخاب کر کے ایک درجہ

Marfat.com

کی پیائش کریں۔ چنانچہ سنجار کا مسطح میدان انتخاب کیا گیا۔ ایک مقام پر قطب شمالی کی بلندی کے ساتھ زاویہ قائم کر کے ٹھیک شمال کی جانب جریب ڈالتے اور ناپتے ہوئے بڑھے۔ ۶۹۲۱۳ میل شمال کی جانب جانے سے قطب شمالی کی بلندی کے زاویہ میں پورا ایک درجہ بڑھ گیا اور معلوم ہو گیا کہ جب ایک درجہ کی مسافت سطح زمین پر ۶۹۲۱۳ میل ہے تو زمین کا کل محیط ۲۴ ہزار میل ہونا چاہیے کیونکہ ہر نقطہ پر تمام زاویوں کا مجموعہ ۳۶۰ درجہ ہوتا ہے اور ۳۶۰ کو ۶۹۲۱۳ میں ضرب دینے سے ۲۴ ہزار میل کے قریب فاصلہ بر آمد ہوتا ہے۔ دوبارہ یہی تجربہ صحرائے کوفہ میں بھی کیا گیا اور وہی نتیجہ بر آمد ہوا۔

خالد بن عبدالملک مرورزی اور یحییٰ بن ابی منصور وغیرہ کے ذریعہ شماسیہ کی رسدگاہ تعمیر و مکمل کرائی اور اجرام سماویہ کے مطالعہ پر علماء ہیئت مامور کئے۔ فرامین بھیج کر ہر ایک شہر اور ہر ایک علاقے سے علماء و فضلا طلب کئے گئے۔ علمی مجلسیں اور مناظرے منعقد ہوتے۔ مامون الرشید اس میں شریک ہو کر حصہ لیتا۔ ادیب، شاعر، متکلم، طبیب غرض ہر علم و فن کے باکمال بغداد میں ایسے بلند پایہ موجود تھے جن میں سے کسی کا جواب دنیا میں ملنا دشوار تھا۔ اصمعی جو لغات عرب اور نحو و ادب کا امام تھا، پیرانہ سالی کی وجہ سے کوفہ چھوڑ کر بغداد نہ آسکا۔ اس کو وہیں وظیفہ ملتا تھا اور اہم مسائل حل کرنے کے لیے وہیں بھیجے جاتے تھے۔ فراء نحوی نے بغداد میں علم نحو کی تدوین کی اور کتابیں لکھوائیں۔ اس کے لیے ایوان شاہی کا ایک کمرہ خالی کر دیا گیا تھا جس میں علماء طالب علمانہ حیثیت سے استفادہ کرنے آتے تھے۔ فن خوشنویسی پر مامون ہی کے زمانے میں کتابیں لکھی گئیں اور اس فن کے اصول و قواعد مدون و مرتب ہوئے۔ غرض مامون الرشید کی توجہ اور سرپرستی علوم کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں کے سامنے یونانیوں، ایرانیوں، مصریوں اور ہندیوں کے علوم و فنون سب یکجا و بے نقاب ہو گئے۔

اگرچہ مسلمانوں کو قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے کسی علم و فن کی ضرورت نہ تھی۔ تاہم ان قدیم فلسفوں اور متفرق علوم کی طرف مسلمانوں کی توجہ نے مبذول ہو کر سب کو اس طرح مرتب و مہذب کر دیا کہ گویا نئے سرے سے ایجاد کیا۔ کامل آزادی سے کام لیا گیا اور بظاہر یہ مختلف قوموں کے حکمیہ علوم فلسفہ قرآن کے مقابلہ پر آئے اور خدام اسلام کو موقعہ ملا کہ انہوں نے ان تمام فلسفوں اور تمام مخالف قرآن کے اصولوں کو غلط اور نادرست ثابت کیا۔ اس طرح مذاہب و علوم کی معرکہ آرائیاں کا سلسلہ جاری ہو کر اسلام کو جو علمی فتوحات حاصل ہوئیں وہ ان ملکی فتوحات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں جو عہد بنو امیہ میں حاصل ہوئیں اور یہی علمی فتوحات ہیں جنہوں نے خلافت عباسیہ کے مرتبے کو خلافت بنو امیہ کا ہمسر بنا دیا ورنہ فتوحات ملکی کے اعتبار سے خلافت عباسیہ ہرگز خلافت بنو امیہ کی حریف و ہمسر نہیں ہو سکتی بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ فتوحات ملکی کے اعتبار سے بنو عباس کی خلافت سخت ناکام ثابت ہوئی کیونکہ وہ بنو امیہ کے فتح کئے ہوئے ملکوں کو سنبھال بھی نہ سکی۔

ایک بہتان کی تردید : ہندوستان کی تاریخوں نے نہایت ہی ناقص و ناتمام خلاصے جن کو تاریخ کہنا بھی

Marfat.com

غلطی میں شامل ہے۔ سرکاری مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ یہ کتابیں غالباً سیاسی اغراض کے مدنظر رکھ کر لکھی جاسکتی ہیں اور ان کے مصنفین بعض اوقات ایسی بے بنیاد باتیں ان میں درج کر دیتے ہیں جس سے ہندوستانی بچے غلط فہمی میں مبتلا ہو کر حقیقت کے خلاف غلط عقیدہ قائم کر لیتے ہیں۔ اسی قسم کی غلط بیانی کے ایک تیر کا مجروح مامون الرشید کو بھی بنایا گیا ہے۔ غالباً تیس چالیس سال ہوئے' جب راجہ شیوپرشاد ستارہ ہند کی لکھی ہوئی ایک کتاب سرکاری مدارس میں پڑھائی جاتی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ "راجپوتانہ کے ایک راجہ مسمی باپا راول پر مامون الرشید عباسی نے بائیس مرتبہ حملے کئے اور ہر مرتبہ باپا نے مامون کو شکست دے دے کر بھگا دیا۔ سنا گیا ہے کہ یہی سفید جھوٹ بعض اور کتابوں میں بھی نقل کیا گیا ہے جو داخل نصاب تھیں یا اب مدارس میں پڑھائی جاتی ہیں۔ جن لوگوں نے لڑکپن میں یہ پڑھا ہے کہ مامون نے باپا سے بائیس مرتبہ شکست کھائی' وہ اپنے دل میں مامون الرشید عباسی کے متعلق کیسا حقیر تصور رکھتے ہوں گے کہ ایک معمولی زمیندار کو زیر کرنے کے لیے اس نے اپنی پوری قوت اور تمام عہد خلافت صرف کر دیا اور ناکام رہا۔ اوپر کے صفحات میں مامون الرشید عباسی کے حکومت کا حال درج ہو چکا ہے۔ وہ خلیفہ ہونے سے پہلے جن جن مشاغل میں مصروف رہا' اس کا بھی اجمالی ذکر آچکا ہے۔ خراسان کی حکومت پر فائز ہو کر وہ مرو میں مقیم تھا کہ ہارون الرشید کا طوس میں انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد قریباً چھ سال تک وہ مرو میں مقیم رہا۔ اس نے مرو سے باہر قدم نہیں نکالا۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ اس کی فوجوں نے کابل و قندھار کے باغیوں کو زیر کیا اور اس ملک میں سنہ ۲۰۰ھ کے قریب عام طور پر اسلام شائع و مروج ہو گیا۔

اسی زمانے میں تبت کا بادشاہ مسلمان ہوا اور اس نے اپنے سونے چاندی کے بت خلیفہ مامون کے پاس مرو میں بھیج دیئے۔ سندھ اس کی حکومت میں شامل تھا اور وہاں دربار خلافت سے عامل مقرر و مامور ہو کر آتے اور حکومت کرتے تھے لیکن مامون خود کبھی اس طرف نہیں آیا۔ اس نے مرو سے روانہ ہو کر بغداد کا سفر اختیار کیا۔ اس سفر کے تفصیلی حالات تاریخوں میں درج ہیں لیکن سندھ کی طرف یا ہندوستان پر حملہ آور ہونے کا ذکر نہیں۔ بغداد پہنچ کر عرصہ دراز تک وہ بغداد میں مقیم رہا۔ آخر ایام حیات میں وہ بغداد سے نکلا تو بلاد روم پر حملے کرتا رہا' شام و مصر بھی گیا۔

ان مغربی بلاد کے سفر سے واپسی میں وہ فوت ہوا۔ سمجھ میں نہیں آتا اور عقل کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتی کہ مامون الرشید کی زندگی میں آخر وہ کون سا زمانہ ہے جس میں حملات ہند کو درج کیا جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ کسی گورنر سندھ نے کبھی کوئی دستہ فوج راجپوتانہ کے زمینداروں کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا ہو مگر یہ ایسی بے حقیقت اور ناقابل تذکرہ مہم ہو گی کہ اس کا ذکر کرنا کسی نے بھی ضروری نہ سمجھا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عامل سندھ کی بھیجی ہوئی فوج نے چونکہ باپا سے شکست کھائی۔ لہذا مسلمانوں نے اس کا ذکر نہیں کیا مگر ایسا کہنے میں معترض کی پست ہمتی اور بددیانتی کا پردہ فاش ہو جاتا ہے کیونکہ وہ خود تاریخ نویسی اور واقعہ نگاری میں ایسے دروغ و کذب کو جائز سمجھتا ہے ورنہ مسلمان مورخوں نے مامون کی فوجوں کے شکست کھانے' اس کے سپہ

Marfat.com

سالاروں کے ناکام رہنے کو کہیں بھی نہیں چھپایا۔

قوم زط کی غارت گری کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے اس طعنہ کو بھی درج کر دیا جو نصر بن شیث نے دیا تھا کہ زط کے چند مینڈکوں پر فتح نہ پا سکا' بھلا ان مور خین کو اگر وہ مامون کی حمایت و طرفداری میں ایسے ہی مجرمانہ حقیقت پوشی پر اتر آئے تھے تو زط کا تذکرہ بڑی آسانی سے ہضم کر سکتے تھے کیونکہ چند ہی روز کے بعد یہ قوم رومیوں کی بدولت صفحہ ہستی سے فنا ہو گئی تھی۔ بہر حال باپا کی بہادری کا مبالغہ آمیز تذکرہ کرتے ہوئے یہ سفید جھوٹ جس کی کوئی بھی اصلیت نہیں ہے' تراشا گیا ہے۔ یہ اسی قسم کا تمسخر انگیز جھوٹ ہے جیسا کہ بکرماجیت کی نسبت ہندو مورخوں نے بلا کسی شرم و لحاظ کے لکھ دیا ہے کہ اس نے ہندوستان سے ملک اٹلی کے شہر روما میں پہنچ کر جولیس سیر ز شہنشاہ روم کو شکست دی تھی۔ یہ شاید انہوں نے اپنے زعم میں اسکندر یونانی کے حملہ ہند کا جواب دے دیا ہے۔ دل خوش کرنے کے لیے اس قسم کی باتیں گاؤں کی چوپال میں بیٹھ کر تو شاید تھوڑی دیر کے لیے لطف صحبت کا موجب ہو سکتی ہوں لیکن اس کا نام تاریخ اور واقعہ نگاری ہر گز نہیں ہے۔

اخلاق و عادات : خلیفہ مامون الرشید تمام خاندان بنو عباس میں باعتبار حزم' عزم' حلم' عقل و شجاعت سب سے بڑھ کر تھا۔ وہ خود کہا کرتا تھا کہ امیر معاویہ ؓ کو عمرو بن العاص ؓ کی اور عبدالملک کو حجاج کی ضرورت تھی مگر مجھ کو کسی کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر شیعیت غالب تھی یعنی علویوں کو بہت قابل تکریم اور مستحق خلافت سمجھتا تھا۔ اسی لیے اس نے اپنے بھائی موتمن کو معزول کر کے علی رضا کو ولی عہد بنایا اور اپنی بیٹی کی شادی کی۔ اس کا یہ بھی خیال تھا کہ وہ خود خلع خلافت کر کے علی رضا کو اپنے سامنے خلیفہ بنا دے مگر ابتدائی دس برس گزر جانے کے بعد آخر عہد خلافت میں علویوں کے خروج اور سرکشیوں سے تنگ آ کر اس کے خیالات میں تغیر آ گیا تھا۔ اس نے یہ بھی حکم جاری کرنا چاہا کہ کوئی شخص حضرت امیر معاویہ ؓ کو بھلائی کے ساتھ یاد نہ کرے ورنہ مجرم قرار دیا جائے گا مگر پھر اس حکم کو لوگوں کے سمجھانے سے جاری نہیں کیا۔

قرآن مجید کے پڑھنے کا بھی اس کو بہت شوق تھا۔ بعض رمضانوں میں اس نے روزانہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ مامون نے جب علی رضا کو ولی عہد بنایا تو بعض بنو عباس نے اس سے کہا کہ آپ امر خلافت علویوں کے سپرد نہ کریں۔ مامون نے جواب دیا کہ حضرت علی ؓ نے اپنے عہد خلافت میں بنو عباس کو اکثر صوبوں کی حکومت پر مامور فرمایا تھا۔ میں اس کا عوض کرنا چاہتا ہوں اور ان کی اولاد کو حکومت و خلافت سپرد کرتا ہوں۔

مامون نے دارالمناظرہ میں جب ہر عقیدہ اور ہر مذہب کے لوگوں کو آزادانہ گفتگو کرنے کا موقعہ دیا اور علمی مباحث آزادی کے ساتھ ہونے لگیں تو اس کی توجہ متکلمین اور معتزلہ کی طرف زیادہ مبذول ہو گئی۔ انہیں آزادانہ مذہبی بحث و مباحثے کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلق قرآن کا مسئلہ جو در حقیقت بالکل غیر ضروری اور نا قابل توجہ مسئلہ تھا' زیر بحث آیا اور مامون خلق قرآن کا قائل ہو کر ان لوگوں پر جو خلق قرآن کے قائل نہ تھے' تشدد کرنے لگا۔ اس تشدد و سختی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف عقیدہ کے علماء نے اور بھی زیادہ سختی سے مخالفت شروع کی اور طرفین کی اس مخالفت و عصبیت کا نتیجہ یہ ہوا کہ مامون کے بعد تک بھی علماء دین کو اس بے حقیقت اور غیر

Marfat.com

ضروری مسئلہ کی وجہ سے بڑی بڑی اذیتیں برداشت کرنی پڑیں۔

ابو محمد یزیدی کا بیان ہے کہ میں مامون کو بچپن میں پڑھایا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ خدام نے مجھ سے شکایت کی کہ جب تم چلے جاتے ہو تو یہ نوکروں کو مارتا پیٹتا اور شوخی کرتا ہے۔ میں نے اس کے سات تھپڑیاں ماریں اور مامون روتا اور آنسو پونچھتا جاتا تھا۔ اتنے میں وزیر اعظم جعفر برمکی آگیا۔ میں اٹھ کر باہر چلا گیا اور جعفر مامون سے بات چیت کر کے اور اس کو ہنسا کر چلا گیا۔ میں پھر مامون کے پاس آیا اور کہا کہ میں تو اتنی دیر ڈرتا ہی رہا کہ کہیں تم جعفر سے شکایت نہ کر دو۔ مامون نے کہا کہ جعفر تو کیا میں اپنے باپ سے بھی آپ کی شکایت نہیں کر سکتا کیونکہ آپ نے تو میرے ہی فائدے کے لیے مجھ کو مارا تھا۔

یحییٰ بن اکثم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مامون الرشید کے کمرہ میں سو رہا تھا۔ مامون بھی قریب ہی مصروف خواب تھا۔ مامون نے مجھ کو جگا کر کہا کہ دیکھنا میرے پاؤں کے قریب کوئی چیز ہے۔ میں نے دیکھ کر کہا کہ کچھ نہیں ہے لیکن مامون کو اطمینان نہ ہوا۔ اس نے فراشوں کو آواز دی۔ انہوں نے شمع جلا کر روشنی سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ اس کے بچھونے کے نیچے ایک سانپ بیٹھا ہے۔ میں نے مامون سے کہا کہ آپ کے کمالوں کے ساتھ آپ کو عالم الغیب بھی کہنا چاہیے۔ مامون نے کہا معاذ اللہ یہ آپ کیا کہتے ہیں۔ بات صرف یہ تھی کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا ہے کہ کوئی شخص مجھ سے کہتا ہے کہ اپنے آپ کو ننگی تلوار سے بچاؤ۔ میری فوراً آنکھ کھل گئی اور میں نے سوچا کہ کوئی حادثہ قریب ہی ہونے والا ہے۔ سب سے قریب بچھونا ہی تھا' لہذا میں نے بچھونے کو دیکھا اور سانپ نکلا۔

محمد بن منصور کا قول ہے کہ مامون کہا کرتا تھا کہ شریف آدمی کی ایک یہ علامت ہے کہ اپنے آپ سے برتر کے مظالم سہے اور اپنے آپ سے کمتر پر ظلم نہ کرے۔ سعید بن مسلم کہتے ہیں کہ مامون نے ایک مرتبہ کہا کہ اگر مجرموں کو یہ معلوم ہو جائے کہ میں عفو کو کس قدر دوست رکھتا ہوں تو ان سے خوف دور ہو جائے اور ان کے دل خوش ہو جائیں۔

ایک مجرم سے مامون نے کہا کہ واللہ میں تجھ کو قتل کر ڈالوں گا۔ اس نے کہا کہ آپ ذرا تحمل کو کام میں لائیں۔ نرمی کرنا بھی نصف عفو ہے۔ مامون نے کہا کہ اب تو میں قسم کھا چکا۔ اس نے کہا کہ اگر آپ اللہ تعالیٰ کے سامنے قسم توڑنے والے کی حیثیت سے پیش ہوں تو اس سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ ایک خونی کی حیثیت سے پیش ہوں۔ یہ سن کر مامون نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ عبدالسلام بن صلاح کہتے ہیں کہ ایک روز میں مامون کے کمرے میں سویا' چراغ گل ہونے لگا۔ دیکھا تو مشعلچی سو رہا ہے۔ مامون خود اٹھا اور چراغ کی بتی درست کر کے لیٹ گیا اور کہنے لگا کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میں غسل خانے میں ہوتا ہوں اور یہ خدمت گار مجھ کو گالیاں دیتے اور طرح طرح کی تہمتیں مجھ پر لگاتے رہتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے سنا نہیں لیکن میں سنتا ہوں اور معاف کرتا رہتا ہوں اور کبھی یہ بھی ظاہر نہیں کرتا کہ میں نے تمہاری باتیں سنی ہیں۔

ایک روز مامون الرشید دجلہ کی سیر کر رہا تھا' ایک پردہ پڑا ہوا تھا۔ اس کے دوسری طرف کنارے پر

Marfat.com

ملاح بیٹھے ہوئے تھے۔ جن کو مامون کی موجودگی کا علم نہ تھا۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ مامون یہ سمجھتا ہو گا کہ میرے دل میں اس کی قدر ہے مگر وہ اتنا نہیں سمجھتا کہ جو شخص اپنے بھائی کا قاتل ہو اس کی ذرا بھی قدر میرے دل میں نہیں ہو سکتی۔ مامون مسکرا کر کہنے لگا کہ یارو تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ کہ اس جلیل القدر شخص کے دل میں میری قدر ہو جائے۔

یحییٰ بن اکثم کا بیان ہے کہ میں مامون کے کمرہ میں لیٹا ہوا تھا' ابھی سویا نہ تھا۔ مامون کو کھانسی اٹھی' اس نے اپنی قمیص کے دامن سے اپنا منہ دبا لیا تاکہ کوئی جاگ نہ اٹھے۔ مامون کا قول ہے کہ مجھ کو غلبہ حجت' غلبہ قدرت سے اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ غلبہ قدرت زوال قدرت کے وقت زائل ہو جائے گا مگر غلبہ حجت کو کسی وقت زوال نہیں۔ مامون کہا کرتا تھا کہ بادشاہ کی خوشامد پسندی بہت بری ہے۔ اس سے بھی بری قاضیوں کی تنگ دلی ہے جبکہ وہ معاملہ سمجھنے سے پہلے سرزد ہو۔ اس سے بھی بدتر معاملات دین میں فقہاء کی کم عقلی ہے۔ اس سے بدتر مال دار لوگوں کی کنجوسی' بوڑھے آدمیوں کا مذاق کرنا' جوانوں کا سستی کرنا اور جنگ میں بزدلی دکھانا ہے۔

علی بن عبدالرحیم مرورودی کہتے ہیں کہ مامون کا قول ہے کہ وہ شخص اپنی جان کا دشمن ہے جو ایسے شخص کی مقاربت کا خواہاں ہو جو اس سے دوری اختیار کرنا چاہتا ہے اور ایسے شخص کی تواضع کرے جو اس کا اکرام نہ کرتا ہو اور ایسے شخص کی تعریف کرنے سے خوش ہو جو اسے جانتا ہی نہ ہو۔ ہدبہ بن مالد کہتے ہیں کہ میں ایک روز مامون کے ساتھ کھانا کھانے میں شریک تھا۔ جب دستر خوان اٹھایا گیا تو میں فرش پر سے کھانے کے ریزے چن کر کھانے لگا۔ مامون نے پوچھا کہ کیا تمہارا پیٹ نہیں بھرا ہے؟ میں نے کہا پیٹ تو بھر گیا ہے لیکن حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص دستر خوان اٹھانے کے بعد کھانے کے بچے ہوئے ریزے اٹھا کر کھائے وہ مفلسی سے امن میں رہے گا۔ مامون نے یہ سن کر مجھے ایک ہزار دینار عطا کئے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید حج کرنے کے بعد کوفہ میں آیا اور وہاں کے محدثین کو بلا بھیجا۔ تمام لوگ حاضر ہو گئے مگر عبداللہ بن ادریس اور عیسیٰ بن یونس دو شخصوں نے حاضری سے انکار کیا۔ ہارون الرشید نے اپنے بیٹے امین و مامون کو ان کی خدمت میں بھیجا۔ یہ دونوں جب عبداللہ بن ادریس کے پاس گئے تو انہوں نے امین کو مخاطب کر کے سو احادیث پڑھ دیں۔ مامون بھی بیٹھا ہوا سنتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوئے تو مامون نے کہا اگر آپ اجازت دیں تو میں ان احادیث کو سنا دوں۔ چنانچہ انہوں نے اجازت دی اور مامون نے بلا کم و کاست تمام احادیث سنا دیں۔ ابن ادریس مامون کی قوت حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔

مامون الرشید نے ایک مرتبہ ذکر کیا کہ میں کسی شخص کے جواب سے ایسا بند نہیں ہوا جیسا ایک مرتبہ اہل کوفہ نے مجھ کو لاجواب کر دیا۔ بات یہ تھی کہ انہوں نے آکر کوفہ کے عامل کی شکایت کی۔ میں نے کہا کہ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو' وہ عامل نہایت عادل ہے۔ انہوں نے کہا بے شک ہم جھوٹے اور امیر المومنین سچے ہیں لیکن اس عامل کے عدل کے لئے ہمارا ہی شہر کیوں مخصوص کیا گیا ہے۔ اس کو کسی دوسرے شہر میں بھیج

Marfat.com

دیجئے تاکہ وہ شہر بھی اس کے عدل سے ویسا ہی فائدہ اٹھائے جیسا ہمارا شہر اٹھا چکا ہے۔ مجبوراً مجھے کہنا پڑا کہ اچھا جاؤ میں نے اسے معزول کیا۔

یحییٰ بن اکثم کا قول ہے کہ میں ایک رات مامون الرشید کے کمرے میں سویا۔ آدھی رات کے وقت مجھے پیاس لگی' میں کروٹیں بدلنے لگا۔ مامون نے پوچھا کیا حال ہے؟ میں نے کہا پیاس لگی ہے۔ مامون اپنے بستر سے اٹھا اور پانی لایا اور مجھے پلایا۔ میں نے کہا آپ نے کسی خادم کو آواز کیوں نہ دی؟ مامون نے کہا کہ میرے باپ نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا سے اور انہوں نے عقبہ بن عامر سے سنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے۔

خلیفہ مامون الرشید کے کاموں اور کارناموں میں سب سے زیادہ قابل تعریف اور قابل تذکرہ یہ بات ہے کہ اس نے ولی عہد بنانے میں نہایت نیک نیتی اور بلند ہمتی کا ثبوت دیا اور محبت پدری کے فریب میں نہیں آیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے خلفاء ولی عہدی کے معاملے میں غلطی کا ارتکاب کرتے اور حکومت اسلامیہ کے لیے ولی عہدی کے متعلق وراثت کی لعنت کو مضبوط و استوار بناتے رہے۔ مامون الرشید نے امام علی رضا کو ولی عہد خلافت بنا کر خاندان عباسیہ کو بالکل محروم رکھ کر نہایت آزادی کے ساتھ ایک بہترین شخص کا انتخاب اسی نمونہ پر کیا تھا جیسا کہ صدیق اکبرؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا مگر مامون الرشید کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ عباسی لوگ اس پر کسی طرح بھی رضامند نہ ہوں گے اور فتنہ و فساد پر آمادہ ہو کر عالم اسلامی کو مبتلائے مصیبت کر دیں گے۔ امام علی رضا کی وفات نے مامون کے اس منشاء کو پورا نہ ہونے دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنے خاندان میں سے اپنے بھائی ابو اسحاق معتصم کو ولی عہد بنایا اور اپنے بیٹے عباس کو جو ہر طرح حکومت و خلافت کی قابلیت رکھتا تھا' محروم رکھا۔ معتصم چونکہ عباس سے بھی زیادہ حکومت و سلطنت کی اہلیت رکھتا تھا۔ لہذا اس نے معتصم ہی کو انتخاب کیا اور اپنے بیٹے کی مطلق پرواہ نہ کی۔ مامون کے پیش رو خلفاء صرف ایک ہی ولی عہد نہیں بلکہ دو دو ولی عہدوں کے تعین کی بدعت کے مرتکب ہوتے رہے تھے۔ مامون اگر ان کی تقلید کرتا تو معتصم کے بعد اپنے بیٹے عباس کو نامزد کر سکتا تھا اور اس طرح اس کو اطمینان ہو سکتا تھا کہ معتصم کے بعد میرا بیٹا خلیفہ ہو گا لیکن اس نے اس نامعقول حرکت کو بھی پسند نہیں کیا۔ اس معاملے میں مامون الرشید کی جس قدر تعریف کی جائے کم ہے۔

معتصم باللہ

ابو اسحاق معتصم بن ہارون الرشید سنہ ۱۸۰ھ میں جبکہ ہارون الرشید خود بلاد روم کی طرف عازم ہوا' مقام زبطرہ علاقہ سرحد میں باردہ نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ ہارون الرشید کو اس کے ساتھ بہت محبت تھی۔ وہ اپنی اولاد میں جب کوئی چیز تقسیم کرتا تو سب سے زیادہ حصہ معتصم کو دیا کرتا تھا۔ معتصم کو پڑھنے مطلق لکھنے کا شوق نہ تھا۔ لڑکپن میں اس نے کھیل کود کے اندر اپنا تمام وقت صرف کیا۔ ہارون الرشید نے ایک غلام کو

Marfat.com

متعین کر دیا تھا کہ وہ معتصم کے ساتھ ساتھ رہے اور جب موقعہ ملے اس کو پڑھائے۔ جب وہ غلام مر گیا تو ہارون الرشید نے کہا اب تو تمہارا غلام بھی مر گیا۔ بتاؤ اب کیا ارادہ ہے؟ معتصم نے کہا کہ امیر المومنین یاں غلام مر گیا اور میں کتاب کے جھگڑے سے چھوٹ گیا۔ معتصم کی نسبت مشہور ہے کہ وہ بالکل امی تھا مگر صحیح یہ ہے کہ وہ بہت ہی کم پڑھنا جانتا تھا اور اپنا نام وغیرہ لکھ سکتا تھا مگر چونکہ شاہی خاندان اور علماء کی صحبت میں پرورش پائی تھی اور ہارون و مامون کے زمانے کی علمی مجلسوں کے تماشے خوب دیکھے تھے۔ اس لیے اس کی واقفیت بہت وسیع تھی۔ معتصم نہایت تنومند پہلوان اور بہادر شخص تھا۔ ساتھ ہی وہ سپہ سالاری کی قابلیت اعلیٰ درجہ کی رکھتا تھا۔ ابن ابی داؤد کا قول ہے کہ معتصم اکثر اپنا بازو میری طرف پھیلا کر کہا کرتا تھا کہ اس میں خوب زور سے کاٹو۔ میں دانتوں سے کاٹتا اور معتصم کہتا کہ مجھ کو کچھ بھی معلوم نہیں ہوا۔ میں پھر کاٹتا اور پھر بھی کوئی اثر نہ ہوتا۔ میرے دانتوں کا کیا اثر ہوتا' اس پر تو نیزہ کا بھی اثر نہیں ہو سکتا تھا۔ معتصم اکثر اپنی دو انگلیوں سے آدمی کے پہنچے کی ہڈی دبا کر توڑ ڈالا کرتا تھا۔

معتصم کبھی کبھی خود بھی شعر کہتا اور شعراء کی خوب قدردانی کرتا تھا۔ مسئلہ خلق قرآن کے خبط میں وہ اپنے بھائی مامون الرشید کی طرح مبتلا تھا۔ جس طرح مامون نے علماء کو اس مسئلہ کے متعلق اذیتیں پہنچائیں' اسی طرح معتصم باللہ عباسی نے بھی علماء کو تنگ کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کو اسی مسئلہ خلق قرآن کے متعلق نہایت بے رحمی و بے دردی سے تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں۔

مامون الرشید کے عہد خلافت میں معتصم باللہ شام و مصر کا گورنر تھا۔ مامون الرشید نے جب بلاد روم پر چڑھائی کی تو معتصم باللہ نے اپنی شجاعت کے جوہر خوب دکھائے۔ اسی لیے مامون الرشید نے خوش ہو کر اس کو اپنا ولی عہد بنایا اور اپنے بیٹے عباس کو محروم رکھا۔ معتصم باللہ کی بیعت خلافت مامون کی وفات کے دوسرے دن ۱۹/رجب سنہ ۲۱۰ھ مطابق ۱۰/اگست سنہ ۸۳۳ء مقام طرطوس میں ہوئی۔

فضل بن مروان ایک عیسائی اس کا کارپرداز اور نائب تھا۔ جب بغداد میں مامون الرشید کی وفات کی اطلاع پہنچی تو فضل بن مروان نے اہل بغداد سے معتصم کی خلافت کی بیعت لی۔ معتصم نے بغداد میں پہنچ کر فضل بن مروان ہی کو اپنا وزیر اعظم بنایا۔ مقام طرسوس میں جب معتصم کے ہاتھ پر بیعت ہوئی تو فوج کے اکثر اراکین نے عباس بن مامون کا نام لیا کہ وہ خلافت کا زیادہ مستحق ہے۔ معتصم نے عباس کو طلب کیا اور اس نے معتصم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ عباس کی بیعت کے بعد یہ شورش و مخالفت خود بخود فرو ہو گئی۔ معتصم نے یا تو عباس کے اثر کو مٹانے کے لیے کہ اس کے زیر اہتمام شہر طوانہ کی تعمیر آبادی عمل میں آئی تھی یا اس لیے کہ سرحد روم پر ایک ایسا مضبوط مقام جس میں مسلمانوں کی آبادی تھی رومیوں کو ہر وقت اپنی طرف متوجہ رکھے گا یا اللہ جانے کس لیے تخت خلافت پر متمکن ہوتے ہی حکم دیا کہ طوانہ کو مسمار و ویران کر دیا جائے اور اس کے باشندوں کو حکم دیا کہ اپنے اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں اور جہاں سے آئے تھے وہیں جا کر آباد ہوں۔ اس شہر کو ویران کرا کر جو سامان ساتھ لا سکتا تھا' اپنے ہمراہ بغداد لے آیا اور جو نہیں لا سکتا تھا' اس کو وہیں آگ لگا کر جلا

Marfat.com

دیا۔

محمد بن قاسم کا خروج : محمد بن قاسم بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب مدینہ منورہ کی مسجد میں رہا کرتے اور زہد و عبادت میں اپنے اوقات بسر کرتے تھے۔ ایک خراسانی نے ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ترغیب دینی شروع کی کہ آپ خلافت کے مستحق ہیں۔ آپ کو لوگوں سے خفیہ طور پر بیعت لینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے ان لوگوں کو جو خراسان سے حج کرنے آتے اور مدینہ منورہ رہ جاتے لالا کر ان کی خدمت میں پیش کرنا شروع کیا اور انہوں نے محمد بن قاسم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح جب ان لوگوں کی ایک معقول تعداد خراسان میں موجود ہو گئی تو محمد بن قاسم معہ اس خراسانی کے جرجان چلے گئے اور مصلحتاً چند روز روپوش رہے۔ وہاں بیعت کا سلسلہ خوب مخفی طور پر جاری رہا اور رؤساء و امراء آ آ کر ملاقات کرتے رہے۔ بالآخر محمد بن قاسم علوی نے خروج کیا اور خراسان کے گورنر عبداللہ بن طاہر نے اس فساد کے مٹانے کی غرض سے فوج بھیجی۔ نواح طالقان میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ ہر لڑائی میں محمد بن قاسم علوی کو شکست ہوئی۔ آخر محمد بن قاسم تنہا اپنی جان بچا کر وہاں سے بھاگے۔ مقام نساء میں پہنچ کر گرفتار ہوئے اور عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ عبداللہ بن طاہر نے معتصم باللہ کی خدمت میں بغداد بھیج دیا۔ معتصم باللہ نے مسرور الکبیر کے زیر نگرانی قید کر دیا۔ ۱۵/ ربیع الاول سنہ۔ ۲۱۹ھ کو محمد بن قاسم بغداد پہنچے تھے۔ شوال سنہ۔ ۲۱۹ھ کو پہلی شب یعنی شب عید الفطر کو وہ موقعہ پا کر قید سے نکل بھاگے اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔

گروہ زط کا خاتمہ : جمادی الاخر سنہ۔ ۲۱۹ھ کو خلیفہ معتصم نے اپنے ایک سالار عجیف بن عنبہ کو گروہ زط کی جنگ پر مامور کیا۔ عجیف نے سات مہینے تک اس غار تگر گروہ کے ساتھ ہنگامہ کارزار گرم رکھا۔ آخر ان کو مجبور کر دیا کہ انہوں نے خود ماہ ذی الحجہ سنہ۔ ۲۱۹ھ میں امان کی درخواست کی اور اپنے آپ کو عجیف کے سپرد کر دیا۔ عجیف ان سب کو جن کی تعداد معہ عورتوں' بچوں کے سترہ ہزار تھی' لے کر بغداد کی طرف آیا۔ ان سترہ ہزار میں بارہ ہزار لڑنے کے قابل مرد تھے۔ ۱۰/ محرم سنہ۔ ۲۲۰ھ کو عجیف بغداد میں داخل ہوا اور معتصم خود کشتی میں سوار ہو کر شماسہ کی طرف آیا اور گروہ زط کے اسیروں کا معائنہ کر کے حکم دیا کہ ان کو سرحد روم کی طرف مقام چشمہ زربہ کے قریب آباد کر دو۔ چنانچہ یہ اس طرف پہنچا دیئے گئے۔ وہاں یہ اتفاق پیش آیا کہ رومیوں نے موقعہ پا کر ان پر شب خون مارا اور سب کو قتل کر کے چلے گئے۔ ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ اس طرح اس غار تگر گروہ زط کا خاتمہ ہو گیا۔

شہر سامرا : خلیفہ معتصم ایک فوجی آدمی تھا۔ اس کی توجہ فوج کی طرف زیادہ مبذول ہوئی۔ اس کے پیش رو خلفاء عباسیہ عام طور پر خراسانیوں کے زیادہ قدردان تھے اور انہوں نے عربی فوج پر بہت ہی کم اعتماد کیا تھا۔ اگرچہ خراسانیوں کی طرف سے بھی ان کو بار بار خطرے پیش آئے لیکن پھر بھی بحیثیت مجموعی انہوں نے اہل عرب کے مقابلے میں خراسانیوں اور ایرانیوں ہی پر زیادہ اعتماد کیا۔ لہذا فوج میں سے عربی عنصر کم ہوتے ہوتے

Marfat.com

بہت ہی کم ہو گیا تھا۔ معتصم باللہ نے فوج کی تربیت و تنظیم کی جانب شروع ہی میں توجہ مبذول کی۔ اس نے فرغانہ واشروسنہ کے علاقوں سے ترکوں کو بھرتی کرلیا۔

ان ترکوں کی جنگ جوئی وصعوبت کشی اس کو بہت پسند تھی۔ اب تک فوج میں عربی وایرانی دو ہی قسم کے لوگ ہوتے تھے اور ترکوں سے برابر سرحد پر لڑائی جھگڑے برپا رہتے' کبھی ترک سردار باج گزار بن جاتے' کبھی باغی ہو کر مقابلہ پر آتے اور فوجی طاقت سے مغلوب و محکوم بنائے جاتے۔ ان پر یہ اعتماد نہیں کیا گیا تھا کہ ان کو فوج میں بھرتی کیا جاتا۔ معتصم نے ان کو اپنی فوج میں اس کثرت سے بھرتی کیا اور ترکوں کو اس قدر فوجی عہدے دیئے کہ تعداد کے اعتبار سے بھی ترکی فوج ایرانی فوج کے مدمقابل بن گئی۔ عربی قبائل کم ہوتے صرف مصر و یمن کے قبائل خلیفہ کی فوج میں باقی رہ گئے تھے۔ خلیفہ نے تمام عربی النسل دستوں کو ملا کر ایک فوج الگ تیار کی اور اس کا نام مغاربہ رکھا۔

سمرقند' فرغانہ اور اشروسنہ کے ترکوں کی فوج جو سب سے زیادہ زبردست اور بڑی فوج تھی' اس کا نام فراغنہ تجویز کیا۔ خراسانی لشکر کو لشکر فراغنہ سے رقابت پیدا ہوئی۔ خلیفہ معتصم نے چونکہ بڑے شوق سے ترکوں کی جدید فوج قائم کی تھی۔ ان کے گھوڑے بھی زیادہ اچھے تھے' ان کی تنخواہیں اور وظیفے بھی دوسروں سے زیادہ تھے۔ اس لیے خراسانیوں نے بغداد میں ان سے لڑائی جھگڑے شروع کر دیئے۔ معتصم باللہ نے یہ رنگ دیکھ کر بغداد سے نوے (۹۰) میل کے فاصلے پر دجلہ کے کنارے نہر قاطون کے مخرج کے قریب لشکر فراغنہ کی چھاؤنی قائم کی۔ وہیں اس نے ایک قصر اپنے رہنے کے لیے تعمیر کیا۔ فوج کے لیے مکانات بنوائے' بازار و جامع مسجد وغیرہ تمام ضروری عمارات بنوا کر ترکوں کو آباد کر کے خود بھی اس نو تعمیر شہر میں چلا گیا۔

اس کا نام سر من رائے رکھا جو کثرت استعمال سے سامرا مشہور ہو گیا۔ اس شہر کی تعمیر سنہ ۲۲۰ھ میں ہوئی اور اسی سال بجائے بغداد کے سامرا دارالخلافہ بن گیا۔ دارالخلافہ ہونے کی وجہ سے چند ہی روز میں سامرا کی رونق و آبادی بغداد کے مدمقابل بن گئی اور عربی و خراسانی عنصر کی بجائے ترکی عنصر دارالخلافہ اور خلیفہ پر مستولی ہو گیا۔ اسی سال محمد بن علی رضا بن موسیٰ بن کاظم بن جعفر صادق فوت ہو کر بغداد میں مدفون ہوئے۔

فضل بن مروان کی معزولی : اسی سال یعنی سنہ ۲۲۰ھ میں وزیر اعظم فضل بن مروان کی نسبت خلیفہ کے کانوں میں بددیانتی کی شکایات پہنچیں۔ خلیفہ نے حسابات کی جانچ پڑتال کے لیے اہلکار مامور فرمائے تو دس لاکھ دینار کا غبن نکلا۔ خلیفہ نے یہ روپیہ فضل کے مال واسباب سے وصول کیا اور اس کو موصل کے قریب کسی گاؤں میں نظر بند کر دیا اور فضل کی جگہ محمد بن عبدالملک بن ابان بن حمزہ کو وزیر اعظم مقرر کیا۔ محمد بن عبدالملک ابن زیات کے نام سے مشہور ہے کیونکہ اس کا دادا ابان ایک گاؤں میں رہتا اور وہاں سے تیل لا کر بغداد میں بیچا کرتا تھا۔ محمد بن عبدالملک نے بغداد میں تعلیم و پرورش پائی تھی اور اعلیٰ قابلیت کو پہنچ گیا تھا۔ اس کی وزارت کا زمانہ معتصم' واثق اور متوکل تک ممتد ہوا۔ خلیفہ مامون الرشید کے زمانے میں جس طرح قاضی یحییٰ

Marfat.com

بن اثیم اگرچہ وزیر نہ تھے مگر وزیر اعظم سے زیادہ اختیارات واثر رکھتے اور ہر وقت مامون کے ساتھ رہتے تھے' اسی طرح معتصم کے پاس قاضی یحییٰ بن اکثم کے ایک شاگرد احمد بن ابی داؤد رہتے تھے۔ وہ بھی اگرچہ وزیر اعظم نہ تھے مگر وزیر اعظم کے برابر ہی اثر واقتدار رکھتے تھے۔ یہ دونوں استاد شاگرد متکلم و معتزلی تھے۔ مسئلہ خلق قرآن کی نسبت جو مامون و معتصم نے علماء پر زیادتیاں کیں تھیں وہ انہیں دونوں بزرگوں کی تحریک وخواہش کا نتیجہ بیان کی جاتی ہیں۔ مگر صرف ابن ابی داؤد ہی ایک شخص معتصم کے دربار میں تھے جو اہل عرب کے حامی وہواخواہ تھے اور انہیں کی وجہ سے عرب تھوڑی بہت عزت دارالخلافہ میں رکھتے تھے۔ ورنہ ہر طرف ترکوں یا ان کے بعد ایرانیوں کا غلبہ نظر آتا تھا۔

بابک خرمی اور افشین حیدر : بابک خرمی کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کہ مامون الرشید کے ہر ایک سپہ سالار کو جو اس کے مقابلہ پر گیا' بابک نے شکست دی اور کسی سے زیر نہ ہوا۔ شہر ہذا کو اس نے اپنا مستقر بنا رکھا تھا اور اردگرد کے تمام علاقہ پر اس کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ قرب وجوار کے عمال ورؤساء سب اس سے ڈرتے اور اس کی خوشنودی کے لیے اس کے آدمیوں کی خاطر مدارات کرتے رہتے تھے۔ خلیفہ معتصم نے ابو سعید محمد بن یوسف کو بابک کی سرکوبی پر مامور کیا۔ ابو سعید نے اول اردبیل و آذربائیجان کے درمیان ان تمام قلعوں کی مرمت کرائی جو بابک نے خراب ومسمار کر دیئے تھے' پھر سامان رسد اور آلات حرب کی فراہمی کے بعد بابک کی طرف بڑھنے کی تیاری کی۔ بابک خرمی کے ایک دستہ فوج نے انہیں بلاد میں سے کسی ایک مقام پر شب خون مارا۔

ابو سعید کو اس شب خون کا حال معلوم ہوا تو وہ فوراً اپنی فوج لے کر تعاقب میں روانہ ہو گیا اور بابک کی اس فوج کے قریب پہنچ کر معرکہ آراء ہوا۔ اس لڑائی میں بابک کو شکست ہوئی۔ بہت سے آدمی اس کے ابو سعید نے گرفتار اور بہت سے قتل کیے اور وہ تمام سامان جو شب خون مار کر لے گئے تھے' چھین لیا۔ یہ پہلی ہزیمت تھی جو بابک خرمی کی فوج کو حاصل ہوئی۔ اس شکست کا یہ اثر ہوا کہ بعض سردار جو بابک کے خوف سے اس کی حمایت کا دم بھرتے تھے مگر بدل اس سے ناراض تھے' لشکر اسلام کی ہمدردی پر آمادہ ہو گئے۔ بابک خرمی کا ایک سپہ سالار عصمت نامی علاقہ آذربائیجان کے ایک قلعہ دار محمد بن بعیث کے قلعہ میں آکر ٹھہرا۔ محمد بن بعیث نے حسب معمول اس کی ضیافت اور اس کے ہمراہیوں کے قیام وطعام کا انتظام کیا اور عصمت کو حسب معمول عزت واحترام کے ساتھ ٹھہرایا اور رات کے وقت عصمت کو گرفتار کر کے خلیفہ معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا اور اس کے ہمراہیوں کو تیغ کے گھاٹ اتار دیا۔ خلیفہ معتصم نے عصمت سے بابک کے شہروں اور قلعوں کے اسرار دریافت کیے۔ عصمت نے بامید رہائی تمام اسرار معتصم کو بتا دیئے۔ معتصم نے عصمت کو تو قید کر دیا اور بابک کے مقابلے پر کسی بڑے اور زبردست سپہ سالار کو بھیجنا ضروری سمجھا کہ اس فتنہ کا ایکا ایکی استیصال ہو سکے۔

معتصم کے سپہ سالاروں میں حیدر بن کاؤس نامی سب سے بڑا سپہ سالار تھا۔ یہ اشروسنہ کے بادشاہ کا

Marfat.com

بیٹا تھا' جس کا خاندانی لقب افشین تھا۔ یہ مسلمان ہو گیا تھا اور حیدر اس کا اسلامی نامی رکھا گیا تھا۔ اس لیے یہ افشین حیدر کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ تمام لشکر فراغنہ یعنی ترکی فوج کا سپہ سالار اعظم تھا۔ یہ مامون الرشید کے عہد خلافت میں معتصم کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر معتصم کی خدمت میں رہتا تھا۔ معتصم نے اپنی گورنری شام و مصر کے زمانے میں افشین حیدر سے فوجی خدمات لی تھیں اور اس کو جوہر قابل پایا تھا۔ لہذا اب تخت خلافت پر بیٹھ کر اس نے لشکر فراغنہ کو مرتب کیا تو افشین حیدر' اتیاخ' اشناس' عجیف' وصیف' بغا کبیر وغیرہ کو' جو سب ترک تھے اس ترکی لشکر کی سرداریاں عطا کیں۔ افشین حیدر کو سپہ سالار اعظم بنایا۔

ان سب سرداروں کے لیے سامرا میں محلات تعمیر کرائے۔ خلیفہ معتصم نے بابک کی قوت اور اس ملک کے پہاڑوں کی دشوار گزاری کا اندازہ کر کے افشین حیدر کو اس طرف روانہ کیا۔ اس کی ماتحتی میں علاوہ ترکی فوج کے خراسانی اور عربی فوجوں کے دستے بھی بھیجے گئے۔ ایک معقول تعداد عام مجاہدین کی بھی بغرض جہاد روانہ ہوئی۔ افشین نے وہاں پہنچ کر نہایت ہوشیاری اور قابلیت کے ساتھ سلسلہ جنگ شروع کیا۔ معتصم نے افشین کو اس ساز و سامان اور لاؤ لشکر کے ساتھ روانہ کر کے بعد میں ایتاخ کو اور تازہ دم فوج دے کر بطور کمکی روانہ کیا۔ چند روز کے بعد بغا کبیر کو سامان حرب اور ضروری سامان کے ساتھ روانہ کیا۔ فوج کے تمام مصارف و سامان رسد اور ہر قسم کی ضروریات کے علاوہ دس ہزار درم روزانہ افشین کے مقرر تھے یعنی ایام محاصرہ اور ایام جنگ میں روزانہ دس ہزار درم اور جن ایام میں محاصرہ و جنگ نہ ہوا افشین اپنے خیمہ میں رہے۔ اس روز پانچ ہزار درم افشین کو خزانہ خلافت سے علاوہ تنخواہ و وظیفہ کے اس جنگ بابک میں دیئے جاتے تھے۔ جنگ بابک کا سلسلہ قریباً ڈیڑھ سال تک جاری رہا۔

افشین اردبیل پہنچ کر ایک جنگی چوکی قائم کر کے پھر آگے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اسی طرح چوکیاں قائم کرتا گیا تاکہ سامان رسد کے پہنچنے' خطوط و پیغامات کے آنے جانے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو' پھر ان پہاڑوں میں جو بابک کے تصرف میں تھے اور اس کی حفاظت کر رہے تھے' داخل ہو کر فوجوں کو مناسب مقامات پر تقسیم کر کے کہیں جھنڈیوں کے ذریعہ' کہیں قاصدوں کے ذریعہ ایک دوسرے کی نقل و حرکت سے باخبر رہنے کا بندوبست کر کے بابک کی فوج کو ہٹاتے اور قلعہ بذ کی طرف پسپا کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ شب خون اور کمین گاہوں کا بڑا اندیشہ تھا۔ اس کا بھی افشین نے کافی خیال رکھا' آب و ہوا اور موسم سرما کی شدت نے عربی و عراقی لوگوں کو زیادہ خراسانیوں اور ترکوں کو کسی قدر کم ستایا۔

جعفر بن دینار خیاط رضاکاروں اور مجاہدوں کا سپہ سالار تھا۔ اس نے اور بغا و اتیخ نے خوب خوب داد جواں مردی دی۔ بابک اور اس کے سپہ سالاروں اذین و طرہ خان وغیرہ نے بھی قابلیت جنگ جوئی خوب دکھائی۔ ابو سعید جو افشین کے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں بابک کی فوجوں سے برسر مقابلہ تھا معہ اپنے ہمراہیوں کے افشین کی ماتحتی میں کام کرنے لگا تھا۔ اس سلسلہ جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ بابک خرمی مغلوب و مجبور ہو کر گرفتار ہوا اور خلیفہ معتصم کی خدمت میں سامرہ کی طرف روانہ کیا گیا۔ بابک اور اس کے بھائی [illegible] دیہ کی گرفتاری ماہ شوال

Marfat.com

سنہ۔ ۲۲۳ھ کو عمل میں آئی اور افشین ماہ صفر سنہ۔ ۲۲۳ھ میں سامرہ واپس پہنچا۔ خلیفہ معتصم نے فتح اور بابک کی گرفتاری کا حال سن کر فرمان جاری کر دیا کہ ہر منزل پر مقام برزند (آذربائیجان) سے سامرہ تک افشین کے لیے خلیفہ کی طرف سے ایک خلعت اور ایک گھوڑا معہ سازو براق پیش کیا جائے اور اس کا استقبال شاہانہ شان و شوکت کے ساتھ ہو۔ جب افشین دارالخلافہ سامرہ کے قریب پہنچا تو معتصم نے اپنے بیٹے واثق کو شہر سے باہر استقبال کے لیے بھیجا۔

جب افشین خلیفہ کے سامنے دربار میں حاضر ہوا تو کرسی زر پر بٹھا کر اس کے سر پر تاج رکھا گیا۔ نہایت قیمتی خلعت اور بیس لاکھ درم بطور انعام اس کو دیئے گئے۔ دس لاکھ درم اس کے علاوہ اس فوج میں تقسیم کرنے کے لیے عطا ہوئے۔ بابک کو خلیفہ معتصم کے حکم سے سامرہ میں قتل کیا گیا اور اس کے بھائی کو بغداد میں بھیج دیا گیا' وہ وہاں قتل ہوئے۔ دونوں کی لاشوں کو صلیب پر لٹکایا گیا۔ بابک کا دور دورہ قریبا بیس سال تک رہا۔ اس عرصہ میں اس نے ایک لاکھ پچپن ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ سات ہزار چھ سو مسلمان عورت و مرد اس کی قید سے چھڑائے گئے۔ بابک کے اہل و عیال سے سترہ مرد اور تیس عورتیں افشین نے گرفتار کیں۔

فتح عموریہ اور جنگ روم : بابک خرمی جب اسلامی لشکر کے محاصرہ میں آکر بہت تنگ اور مجبور ہوا تو اس نے ایک خط نوفل بن میکائیل قیصر روم کے نام روانہ کیا۔ اس میں لکھا کہ معتصم نے اپنی تمام و کمال فوجیں میرے مقابلہ پر روانہ کر دی ہیں۔ بغداد و سامرہ اور تمام صوبے اس وقت فوجوں سے خالی ہیں اور تمام سرداران لشکر میرے مقابلہ پر مصروف پیکار ہیں۔ آپ کو اس سے بہتر کوئی دوسرا موقعہ نہیں مل سکتا۔ آپ اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ جانیں دیں اور اسلامی مدقہ کو فتح کرتے ہوئے بغداد تک چلے جائیں"۔ بابک کا مدعا یہ تھا کہ اگر قیصر روم نے حملہ کر دیا تو اسلامی فوج کے دو طرف تقسیم ہونے سے میرے اوپر کا دباؤ کم ہو جائے گا۔ قیصر اس خط کو پڑھ کر ایک لاکھ فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا مگر اس وقت بابک کی جنگ کا خاتمہ ہو چکا تھا اور اسلامی لشکر پوری طاقت سے اس کے سد راہ ہو سکتا تھا۔ چنانچہ نوفل نے سب سے پہلے زبطرہ پر شب خون مارا اور وہاں کے مردوں کو جو مقابلہ پر آئے' قتل کر ڈالا اور عورتوں' بچوں کو گرفتار کر کے لے گیا۔ اس کے بعد ملطیہ کی طرف متوجہ ہوا اور وہاں بھی یہی طرز عمل اختیار کیا۔

معتصم کے پاس ۲۹/ ربیع الثانی سنہ۔ ۲۲۳ھ کو زبطرہ اور ملطیہ کے مفتوح و برباد ہونے کی خبر پہنچی۔ اس خبر کو بیان کرنے والے نے یہ بھی کہا کہ ایک ہاشمیہ عورت کو رومی کشاں کشاں لیے جاتے تھے اور وہ معتصم معتصم پکارتی جاتی تھی۔ یہ سنتے ہی معتصم لبیک لبیک کہتا ہوا تخت خلافت سے اٹھ کھڑا ہوا اور فوراً گھوڑے پر سوار ہو کر کوچ کا نقارہ بجوا دیا۔ لشکر اور سرداران لشکر اور مجاہدین کا ایک گروہ کثیر معتصم کے ہمرکاب تھا۔ معتصم نے عجیف بن عنبسہ اور عمر فرخانی کو تیز رو سواروں کے دستے دے کر آگے روانہ کر دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو زبطرہ پہنچ کر وہاں کے لوگوں کو اطمینان دلائیں اور رومیوں کو مار بھگائیں۔ یہ دونوں سردار زبطرہ میں پہنچے تو رومی ان کے پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو چکے تھے۔

Marfat.com

ان کے بعد خلیفہ معتصم بھی معہ لشکر پہنچ گیا۔ وہاں خلیفہ نے معلوم کیا کہ رومیوں کا سب سے زیادہ مشہور و مضبوط اور اہم شہر کون سا ہے۔ وہاں لوگوں نے کہا کہ آج کل شہر عموریہ سے زیادہ مضبوط و مستحکم قلعہ و شہر دوسرا نہیں ہے اور وہ اس لیے بھی زیادہ اہم شہر ہے کہ قیصر روم نوفل کی جائے پیدائش ہے۔ معتصم نے کہا کہ زبطرہ میری جائے پیدائش ہے' اس کو قیصر نے غارت کیا ہے تو میں اس کے جواب میں اس کی جائے پیدائش یعنی عموریہ کو برباد کروں گا۔ چنانچہ اس نے اس قدر آلات جنگ اور سامان حرب فراہم کیا کہ اس سے پہلے کبھی فراہم نہ ہوا تھا' پھر اس نے مقدمتہ الجیش کی افسری اشناس کو دی۔ محمد بن ابراہیم بن مصعب کو اس کا کمکی مقرر کیا۔ میمنہ پر ایتاخ کو اور میسرہ پر جعفر بن دینار خیاط کو مقرر کیا۔ قلب کی افسری عجیف بن عنبسہ کو دی۔ اس انتظام کے بعد بلاد روم میں داخل ہوا۔ ان تمام افواج کی اعلیٰ سپہ سالاری عجیف بن عنبسہ کو سپرد کی۔ مقام سلوقیہ پہنچ کر نہرس کے کنارے ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ مقام طرطوس سے ایک دن کی مسافت کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں یہ بات بھی ذکر کے قابل ہے کہ خلیفہ معتصم باللہ نے افشین کو آرمینیا و آذربائیجان کا گورنر بنا کر آرمینیا کی جانب بھیج دیا تھا۔ افشین آرمینیا سے اپنا لشکر لے کر بلاد روم میں داخل ہوا۔ لشکر اسلام کے ایک دستے نے آگے بڑھ کر مقام انگورہ کو فتح کیا اور وہاں سے غلہ کا بہت بڑا ذخیرہ ان کے ہاتھ آیا' جس کی مسلمانوں کو سخت ضرورت تھی۔ قیصر روم نے لشکر اسلام کے آنے کی خبر سن کر مقام انگورہ پر ہی مقابلہ کرنا چاہا تھا اور یہیں ہر قسم کا سامان و غلہ فراہم تھا لیکن یہاں کی متعینہ فوج میں اس کے افسر میں اتفاقاً چاقی ہوئی اور فوج ناراض ہو کر پیچھے واپس چلی گئی۔ اس عرصہ میں قیصر خود سرحد آرمینیا کی طرف افشین کو روکنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہاں سے شکست کھا کر انگورہ کی طرف لوٹا تو یہاں مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔ اس حالت میں وہ مجبوراً عموریہ کی طرف متوجہ ہوا اور وہیں ہر قسم کی تیاری اور معرکہ آرائی کا سامان فراہم کیا۔ چاروں طرف سے فوجوں کو فراہم کر کے ہر قسم کے آلات حرب و سامان جنگ کی فراہمی میں مصروف ہو گیا۔ ادھر خلیفہ معتصم نے انگورہ میں قیام کر کے افشین کا انتظار کیا۔ یہیں افشین نے حاضر ہو کر ہمرکابی کا فخر حاصل کیا۔

ماہ شعبان سنہ ۲۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں خلیفہ معتصم نے معہ فوج مقام انگورہ سے کوچ کیا۔ یہاں سے بقصد جنگ روانہ ہوا تو افشین کو میمنہ پر' اشناس کو میسرہ پر مامور کیا اور خود قلب میں رہا۔ غرض لشکر اسلام نے آگے بڑھ کر شہر عموریہ کا محاصرہ کر لیا اور مورچے قائم کر کے ساباط اور دبابوں کے ذریعہ فصیل کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ غرض ۶/ رمضان سنہ ۲۲۳ھ سے آخر شوال سنہ ۲۲۳ھ تک یعنی ۵۵ روز عموریہ کا محاصرہ رہا۔ بالآخر مسلمانوں نے عموریہ کو فتح کر کے وہاں کے لوگوں کو گرفتار و قتل کیا۔ مال غنیمت کو معتصم نے پانچ روز تک فروخت کر لیا' پھر جو باقی بچا سب کو جلا دیا' پھر فوج کو حکم دیا کہ عموریہ کو مسمار کر کے زمین کے برابر کر دو۔ چنانچہ فوج نے اس کام کو انجام دے کر عموریہ کو برباد کر دیا۔ قیصر نوفل بھاگ کر قسطنطنیہ چلا گیا اور خلیفہ معتصم نے قیدیوں کو اپنے سپہ سالاروں میں تقسیم کر کے طرطوس کی جانب کوچ کیا۔

عباس بن مامون کا قتل : عجیف و افشین دونوں سپہ سالاروں میں رقابت تھی۔ خلیفہ معتصم عجیف

Marfat.com

کے کاموں پر اکثر نکتہ چینی کیا کرتا تھا اور افشین کے مقابلہ میں اس کی بے قدری و بے عزتی ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عجیف کی وفاداری میں فرق آگیا اور وہ خلیفہ معتصم کے خلاف منصوبے گانٹھنے لگا۔ چنانچہ بلاد روم پر چڑھائی کے وقت اس نے عباس بن مامون سے جو اس سفر میں ساتھ تھا' کہا کہ آپ نے بڑی غلطی کی کہ معتصم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اگر آپ خود خلیفہ بننے کی خواہش کرتے تو تمام سرداران فوج آپ کی حمایت پر آمادہ تھے۔ عباس کو اس تحریک و ترغیب سے کچھ خیال پیدا ہوا اور عجیف نے اسی قسم کے تذکرے بار بار کر کے عباس کو خروج پر آمادہ کر لیا۔ تجویز یہ ہوئی کہ پوشیدہ طور پر اول سرداران لشکر کو ہم خیال بنالیا جائے اور پھر بیک وقت معتصم' افشین اور اشناس کو قتل کر کے عباس کی خلافت کا اعلان کر دیا جائے۔ اس تجویز پر کاربند ہو کر اول بہت سے لشکر کو عباس کی خلافت پر آمادہ کر لیا گیا مگر فتح عموریہ کے بعد وہاں سے واپس ہوتے ہوئے راستے میں معتصم کو اس سازش کا حال معلوم ہو گیا۔

معتصم نے اول عباس کو بلا کر قید کر لیا اور افشین کے سپرد کر دیا' پھر مشاء بن سہل عمر فرغانی اور عجیف کو بھی یکے بعد دیگرے گرفتار کر کے قید کر لیا۔ اول مشاء بن سہل کو قتل کیا' پھر مقام بنج میں پہنچ کر عباس بن مامون کو ایک بورہ میں بھر کر سی دیا۔ اسی حالت میں دم گھٹ کر وہ مر گیا' پھر مقام نصیبین میں پہنچ کر ایک گڑھا کھدوایا اور عمر فرغانی کو اس میں زندہ دفن کر دیا' پھر موصل میں پہنچ کر عجیف کو بھی ایک بورہ میں بھر کر سی دیا جس سے دم گھٹ کر وہ مر گیا۔ سامرہ میں داخل ہو کر خلیفہ مامون الرشید کی بقیہ اولاد کو گرفتار کرا کر سب کو ایک مکان میں قید کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ سب وہیں مر گئے۔ غرض اس سفر میں خلیفہ معتصم نے چن چن کر ہر ایک اس شخص کو جس پر ذرا بھی بغاوت کا شبہ ہوا' قتل کر کے قصہ پاک کیا۔

بغاوت طبرستان : مازیار بن قارن رئیس طبرستان عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان کا ماتحت اور خراج گزار تھا۔ اس کے اور عبداللہ بن طاہر کے درمیان کسی بات پر ناراضی پیدا ہوئی۔ مازیار نے کہا کہ میں براہ راست خراج دارالخلافہ میں بھیج دیا کروں گا لیکن عبداللہ بن طاہر کو ادا نہ کروں گا۔ عبداللہ بن طاہر اس بات کو اپنے وقار گورنری کے خلاف سمجھ کر ناپسند کرتا تھا۔ چند روز تک یہی جھگڑا رہا اور مازیار خراج براہ راست دارالخلافہ میں بھیجتا اور وہاں سے عبداللہ بن طاہر کے وکیل کو وصول ہوتا رہا۔

جنگ بابک کے زمانے میں افشین کو آزادانہ خرچ کرنے کا اختیار تھا اور اس کے پاس برابر معتصم ہر قسم کا سامان اور روپیہ بھجواتا رہتا تھا۔ افشین اپنی فوج کے لیے نہایت کفایت شعاری کے ساتھ سامان اور روپیہ خرچ کرتا تھا۔ باقی تمام روپیہ اور سامان اپنے وطن اشروسنہ (علاقہ ترکستان) کو روانہ کر دیتا تھا۔

یہ سامان جو آذربائیجان سے بھیجا جاتا تھا' خراسان سے ہو کر گزرتا تھا۔ عبداللہ بن طاہر کو جب یہ معلوم ہوا کہ افشین برابر اپنے وطن کو سامان رسد' سامان حرب اور روپیہ بھجوا رہا ہے تو اس کو شبہ پیدا ہوا۔ اس نے ان سامان لے جانے والوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا اور تمام سامان و روپیہ چھین کر اپنے قبضے میں رکھا اور افشین کو لکھ بھیجا کہ آپ کے لشکر سے کچھ لوگ اس قدر سامان لیے ہوئے جا رہے تھے' میں نے ان کو گرفتار کر

Marfat.com

کے قید کر دیا ہے اور سامان اپنی فوج میں تقسیم کر دیا ہے کیونکہ میں ترکستان پر چڑھائی کی تیاری کر رہا ہوں۔ اگر چہ ان لوگوں نے یہ کہا کہ ہم چور نہیں ہیں اور اپنے آپ کو آپ کا فرستادہ بتایا لیکن ان کا یہ بیان قطعا غلط اور جھوٹ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ چور نہ ہوتے تو آپ مجھ کو ضرور اطلاع دیتے۔ اس خط کو دیکھ کر افشین بہت شرمندہ ہوا اور عبداللہ بن طاہر کو لکھا کہ وہ لوگ چور نہیں ہیں بلکہ میرے ہی فرستادہ تھے۔ عبداللہ بن طاہر نے افشین کے اس خط کو دیکھ کر ان لوگوں کو چھوڑ دیا مگر سامان جو ان سے چھینا تھا وہ نہیں دیا۔

اس امر کی ایک خفیہ رپورٹ عبداللہ بن طاہر نے خلیفہ معتصم کے پاس بھی بھیج دی' جس پر بظاہر خلیفہ معتصم نے کوئی التفات نہیں کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ افشین اپنی ریاست و سلطنت اشروسنہ میں قائم کرنا چاہتا تھا اور اسی لیے وہ پیشتر سے تیاری کر رہا تھا۔ جب افشین جنگ بابک سے فارغ ہو کر سامرا میں واپس آیا تو اس کو توقع تھی کہ خلیفہ معتصم مجھ کو خراسان کی گورنری عطا کرے گا اور اس طرح مجھ کو بخوبی موقعہ مل جائے گا کہ میں اپنی سلطنت و حکومت کے لیے بخوبی تیاری کر سکوں لیکن خلیفہ معتصم نے اس کو آرمینیا و آذربائیجان کی حکومت پر مامور کیا اور امید خراسان کا خون ہو گیا۔

اس کے بعد ہی جنگ روم پیش آ گئی۔ افشین کو اس لڑائی میں بھی شریک ہونا پڑا مگر اس جنگ میں معتصم خود موجود تھا اور اس نے ابتدا میں اگر کسی کو سپہ سالار اعظم بنایا تھا تو وہ عجیف تھا جو اپنے آپ کو افشین کا مد مقابل اور رقیب سمجھتا تھا۔ عجیف کا جو انجام ہوا وہ اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ اب افشین نے ایک اور تدبیر سوچی وہ یہ کہ مازیار حاکم طبرستان کو پوشیدہ طور پر ایک خط بھیجا اور عبداللہ بن طاہر کے مقابلہ پر ابھارا' اس خط کا مضمون یہ تھا۔

"دین زردشتی کا کوئی ناصر و مددگار میرے اور تمہارے سوا نہیں ہے۔ بابک بھی اسی دین کی حمایت میں کوشاں تھا لیکن وہ محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہلاک و برباد ہوا اور اس نے میری نصیحتوں پر مطلق توجہ نہ کی۔ اس وقت بھی ایک زریں موقعہ حاصل ہے وہ یہ کہ تم علم بغاوت بلند کر دو۔ یہ لوگ تمہارے مقابلے کے لیے میرے سوا یقیناً کسی دوسرے کو مامور نہ کریں گے۔ اس وقت میرے پاس سب سے زیادہ طاقتور اور زبردست فوج ہے۔ میں تم سے سازش کر لوں گا اور ہم دونوں متفق ہو جائیں گے۔ اس کے بعد ہمارے مقابلہ پر مغاربہ' عرب اور خراسانیوں کے سوا اور کوئی نہ آئے گا۔ مغاربہ کی تعداد بہت ہی قلیل ہے' ان کے مقابلہ کے لیے ہماری فوج کا ایک معمولی دستہ کافی ہو گا۔ عربوں کی حالت یہ ہے کہ ایک لقمہ ان کو دے دو اور خوب پتھروں سے ان کا سر کچلو۔ خراسانیوں کا جوش دودھ کا سا ابال ہے' اٹھا اور فرو ہو گیا۔ تھوڑے سے استقلال میں ان کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ تم اگر ذرا ہمت کرو تو وہی دین مذہب جو ملوک عجم کے زمانے میں تھا پھر قائم و جاری ہو سکتا ہے"۔

مازیار اس خط کو پڑھ کر خوش ہوا اور اس نے علم بغاوت بلند کر دیا۔ رعایا سے ایک سال کا پیشگی خراج وصول کر کے سامان حرب کی فراہمی اور قلعوں کی مرمت و درستی سے فارغ ہو کر بڑی سے بڑی فوج کا مقابلہ

Marfat.com

کرنے کے لیے تیار ہو بیٹھا۔ عبداللہ بن طاہر کو جب مازیار کی بغاوت و سرکشی کا حال معلوم ہوا تو اس نے اپنے چچا حسن بن حسین کو ایک لشکر کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ ادھر معتصم کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا تو اس نے دارالخلافہ اور دوسرے مقامات سے عبداللہ بن طاہر کی امداد کے لیے فوجوں کی روانگی کا حکم صادر کیا مگر افشین کو اس طرف جانے کا حکم نہیں دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مازیار گرفتار ہو کر عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ عبداللہ بن طاہر نے اس کو معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا اور معتصم نے اس کو جیل خانے بھیج دیا۔ حسن بن حسین نے جب مازیار کو گرفتار کیا تو اتفاق سے افشین کا مذکورہ اور اس کے علاوہ اسی مضمون کے اور بھی خطوط جو افشین نے مازیار کے پاس بھیجے تھے' مازیار کے پاس سے برآمد ہوئے۔ عبداللہ بن طاہر نے یہ خطوط بھی خلیفہ معتصم کے پاس بھیج دیئے مگر خلیفہ معتصم نے ان خطوط کو لے کر اپنے پاس بحفاظت رکھ تو لیا اور بظاہر کوئی التفات اس طرف نہیں کیا۔ یہ واقعہ سنہ ۲۲۴ھ کا ہے۔

بغاوت کردستان : ادھر طبرستان کی بغاوت ابھی فرو نہ ہونے پائی تھی کہ نواح موصل میں جعفر بن فہر نامی ایک کرد نے کردوں کا ایک گروہ کثیر اپنے گرد جمع کر کے علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس صوبہ کی سرحد اگرچہ صوبہ آذربائیجان و آرمینیا سے ملتی تھی مگر معتصم نے عبداللہ بن سعید بن انس کو جعفر کی سرکوبی پر مامور کیا اور افشین کو اس مہم پر نہیں بھیجا۔ عبداللہ بن سعید نے پہنچ کر صف آرائی شروع کی۔ ان لڑائیوں کا سلسلہ سنہ ۲۲۴ھ کے ختم ہونے پر بھی ختم نہ ہوا۔ آخر معتصم نے اپنے ایک سپہ سالار ایتاخ کو نہایت زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا اور جعفر بن فہر لڑائی میں مارا گیا۔ اس کے ہمراہی گرفتار و مقتول ہوئے۔ یہ بغاوت بھی غالبا افشین کے اشارے سے ظہور میں آئی جو سنہ ۲۲۵ھ میں ختم ہوئی۔

بغاوت آرمینیا و آذربائیجان : افشین اپنے ایک رشتہ دار کو جس کا نام منکجور تھا' اپنا قائم مقام بنا کر اور آذربائیجان کی حکومت سپرد کر کے خود دارالخلافہ میں سکونت پذیر تھا۔ منکجور کو آذربائیجان کے کسی قصبہ میں ایک خرمی کا بہت سا خزانہ مل گیا۔ منکجور نے اس کی اطلاع خلیفہ کو نہیں کی اور خود اپنا قبضہ کر لیا۔ معتصم کے پرچہ نویس نے اس کی اطلاع معتصم کو دی۔ منکجور کو اس کا حال معلوم ہوا تو وہ پرچہ نویس کے قتل پر آمادہ ہو گیا۔ پرچہ نویس نے باشندگان اردبیل سے پناہ طلب کی۔ اہل اردبیل نے منکجور کو اس حرکت سے باز رکھنا چاہا تو وہ ان کے بھی درپے قتل ہو گیا۔ معتصم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اس نے منکجور کی معزولی کا فرمان افشین کے پاس بھیج دیا اور بغاکبیر کو بجائے منکجور کے معہ فوج آذربائیجان کی طرف روانہ کر دیا۔ منکجور یہ سن کر کہ میں معزول ہو گیا ہوں اور میری بجائے بغاکبیر آرہا ہے' بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اردبیل سے نکل کر معرکہ آرا ہوا۔ اس لڑائی میں منکجور کو شکست ہوئی اور بغا نے آگے بڑھ کر اردبیل پر قبضہ کیا۔ منکجور فرار ہو کر آذربائیجان کے کسی ایک قلعہ میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ رہا۔ قریبا ایک مہینہ قلعہ بند رہا۔ آخر اس کے ہمراہیوں میں سے ایک شخص نے بحالت غفلت اس کو گرفتار کر کے بغاکبیر کے سپرد کر دیا۔ بغاکبیر اس کو لیے ہوئے سامرا میں واپس آیا اور خلیفہ معتصم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ خلیفہ نے اس کو جیل خانے بھجوا دیا۔

Marfat.com

افشین کی ہلاکت : مندرجہ بالا واقعہ سے افشین کے متعلق خلیفہ معتصم کا شبہ اور بھی زیادہ یقین سے بدل گیا اور افشین کو بھی اس بات کا احساس ہو گیا کہ خلیفہ مجھ سے بد گمان ہو گیا ہے۔ چنانچہ افشین نے دار الخلافہ سے نکلنے اور بھاگ جانے کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ اول اس نے ارادہ کیا کہ میں خود اپنے صوبہ آذربائیجان و آرمینیا کی طرف جا کر وہاں سے بلاد خزر کی طرف ہوتا ہوا اپنے وطن اشروسنہ (ماوراء النہر) چلا جاؤں لیکن اس ارادے میں اس لیے کامیابی نہ ہوئی کہ خلیفہ معتصم نے منکجور کی جگہ خود اپنی طرف سے افشین کا قائم مقام تجویز کر کے بھیج دیا تھا اور افشین جانتا تھا کہ آذربائیجان میں محفوظ نہیں رہ سکتا۔

آخر اس نے ارادہ کیا کہ میں خلیفہ اور تمام ارا کین و سر داران سلطنت کی ضیافت کروں۔ تمام دن ان لوگوں کو کھانے پینے میں مصروف رکھوں' شام ہوتے ہی یہ سب لوگ دن بھر مصروف و مشغول رہنے کے سبب سو جائیں گے اور میں موقعہ پا کر شام ہوتے ہی نکل جاؤں گا اور پھر کسی کے ہاتھ نہ آؤں گا۔ ابھی وہ کوئی مستقل رائے قائم نہ کرنے پایا تھا کہ اتفاقاً اس کو اپنے رازدار خادم پر کسی وجہ سے غصہ آیا اور اس کو سخت سست کہا۔ اس خادم نے فوراً ایتاخ کے پاس آ کر افشین کے تمام ارادوں کی اطلاع کر دی۔ ایتاخ اسی وقت اس خادم کو لے خلیفہ معتصم کے پاس آیا اور کہا کہ افشین فرار ہونے کی تیاری کر رہا ہے۔ معتصم نے اسی وقت افشین کو طلب کیا اور درباری لباس اتروا کر قید خانہ میں بھجوا دیا اور کسی قسم کی کوئی بے تابی ظاہر نہیں کی۔ اس کے بعد خلیفہ معتصم نے فوراً عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان کو لکھا کہ تم فوراً افشین کے بیٹے حسن بن افشین کو جو ماوراء النہر کے علاقے کاوالی اور اشروسنہ میں مقیم ہے' گرفتار کر کے بھیج دو۔ حسن بن افشین اکثر نوح بن اسد والی بخارا کی شکایت کیا کرتا تھا۔

عبداللہ بن طاہر نے حسن بن افشین کو لکھا کہ ہم نے بخارا کی حکومت بھی تم کو سپرد کی' تم بخارا میں جا کر اور ہمارا یہ حکم دکھا کر نوح بن اسد سے بخارا کی حکومت کا چارج لے لو۔ حسن بن افشین اس تحریر کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور فوراً بخارا کی طرف چل دیا۔ عبداللہ بن طاہر نے نوح بن اسد والی بخارا کو پہلے ہی لکھ دیا تھا کہ ہم نے اس بہانے سے حسن بن افشین کو تمہارے پاس بھیجا ہے تم اس کو بخارا میں داخل ہوتے ہی گرفتار کر لینا اور گرفتار کر کے ہمارے پاس بھیج دینا۔ چنانچہ اس ترکیب سے حسن بن افشین گرفتار ہو کر مرو میں عبداللہ بن طاہر کے پاس آیا۔

عبداللہ بن طاہر نے اس کو معتصم کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ جب حسن بن افشین گرفتار ہو کر آ گیا تو خلیفہ معتصم نے اپنے وزیر اعظم محمد بن عبدالملک' قاضی احمد بن ابی داؤد' اسحاق بن ابراہیم اور دوسرے ارا کین سلطنت کی ایک جماعت مرتب کر کے حکم دیا کہ تم سب مل کر افشین کے معاملہ کی تحقیقات کرو اور وہ جس سزا کا مستحق ہو وہی سزا اس کو دو۔ اگرچہ خلیفہ معتصم اپنے حکم سے اسے فوراً قتل کرا سکتا تھا لیکن اس میں اندیشہ تھا کہ کہیں در پردہ بعض سر دار اس کے شریک سازش نہ ہوں۔ لہذا اس نے یہ نہایت ہی عاقلانہ روش اختیار کی۔ اس طرح افشین کے قتل پر فوج میں کسی قسم کا جوش معتصم کے خلاف پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

Marfat.com

معتصم افشین کی بدنیتی سے خوب واقف ہو چکا تھا اور جنگ بابک کے دوران ہی میں اس کو اس بات کی اطلاع ہو چکی تھی کہ افشین اپنے بیٹے کے پاس جس کو وہ پہلے سے اپن وطن اشروسنہ کا عامل مقرر کرا چکا تھا' شاہی مال واسباب چرا کر اور چھپا کر بھجوا رہا ہے لیکن اس وقت افشین ایک ایسے دشمن کے مقابلہ پر معرکہ آراء تھا جو بیس سال سے مغلوب نہ ہو سکا تھا۔ لہذا معتصم بالکل خاموش رہا۔ جنگ بابک کی کامیابی کوئی معمولی کارنامہ نہ تھا۔ لہذا جنگ بابک کے بعد افشین کو انعام واکرام سے محروم رکھنا اور اس کی بددیانتی کا مواخذہ کرنا خود معتصم کے لیے زہر ہلاہل کا حکم رکھتا تھا اور اس کی بدنامی وقدردانی کی شہرت کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔ نیز یہ کہ افشین کی نسبت اصلاح کی بھی توقع تھی مگر جب افشین کے خطوط اور طرز عمل نے اس کی غداری کو ثابت کر دیا تو معتصم کے لیے یہی مناسب تھا جو اس نے کیا۔

وزیر اعظم اور دوسرے سرداروں کی مجلس نے افشین کے مقدمہ کو بڑی احتیاط اور باقاعدگی کے ساتھ سننا اور تحقیق کرنا شروع کیا۔ قید خانے سے روزانہ افشین اس کچہری میں لایا جاتا اور اس کی موجودگی میں گواہوں کے بیانات وثبوت کے کاغذات پیش کئے جاتے تھے۔ مازیار جواب تک قید میں تھا' افشین کے سامنے لایا گیا۔ افشین کے خطوط افشین کو دکھائے اور سنائے گئے۔ افشین نے سب کا اقرار کیا اور مازیار نے بھی صاف صاف حقیقت بیان کر دی' پھر افشین کے متعلق وہ باتیں پیش ہوئیں جن سے اس کا منافق ہونا ثابت ہوا۔ مثلاً اس کا قرآن' مساجد اور ائمہ مساجد کی بے حرمتی کرنا' زردشتی صحیفوں کی روزانہ تلاوت کرنا اور ان کو ہمہ اوقات اپنے ساتھ رکھنا' اسلام اور آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا اور بظاہر مسلمانوں میں شامل رہ کر نمازیں بھی ادا کرنا' شعائر اسلامی پر عامل رہنا۔ غرض نہایت پختہ' قطعی اور یقینی طور پر یہ بات ثابت ہو گئی کہ افشین دل سے مسلمان نہیں ہوا تھا بلکہ وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور حکومت اسلامیہ کا تختہ الٹ کر مجوسی سلطنت قائم کرنے کی تدابیر میں مصروف ومنہمک تھا۔ اس مقدمہ کی سماعت نہایت اطمینان کے ساتھ ختم ہوئی اور آخری فیصلہ یہ ہوا کہ مازیار کے چار سو درے لگائے جائیں اور افشین کو سزائے موت دی جائے۔ چنانچہ مازیار چار سو درے برداشت نہ کر سکا اور اسی سزا سے مر گیا۔ افشین کو سولی دے دی گئی اور اس کی لاش عبرت دلانے کے لیے منظر عام پر لٹکائی گئی۔ یہ واقعہ ماہ شعبان سنہ ۲۲۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ افشین کی جگہ اسحاق بن یحییٰ بن معاذ کو سپہ سالاری کی خدمت سپرد کی گئی۔

معتصم کی وفات : افشین کے خطرے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد خلیفہ معتصم باللہ نے اپنے ممالک مقبوضہ کی سرحدات کی جانب سے اطمینان حاصل کیا اور جب تحقیق ہو گیا کہ اب کسی قسم کا خطرہ بدامنی وبغاوت کا خطرہ باقی نہیں تو اس نے کہا کہ جب تک بنو امیہ بادشاہ اور خلیفہ رہے' ہم کو مطلق بادشاہی اور حکومت سے حصہ حاصل نہ ہوا لیکن ہم کو خلافت حاصل ہوئی تو بنو امیہ کی حکومت وسلطنت پھر بھی اندلس میں قائم ہے۔ لہذا اب مجھ کو دیار مغرب کی طرف فوج کشی کر کے اندلس کی حکومت بنو امیہ سے چھین لینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے اپنے خزانہ اور اخراجات جنگ اور خرچ سفر کا اندازہ کر لیا اور اندلس پر فوج کشی کی تیاری

Marfat.com

شروع کی۔ انہیں ایام میں خبر پہنچی کہ ابو حرب یمانی نے جو فلسطین میں سکونت پذیر تھا اور اپنے آپ کو بنوامیہ کے خاندان سے بتاتا تھا' اس نے اپنے گرد ایک لاکھ آدمی جمع کر لیے ہیں اور علم بغاوت بلند کرنا چاہتا ہے۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ ابو حرب جو فلسطین میں رہتا تھا۔ ایک روز کہیں باہر گیا ہوا تھا کہ ایک لشکری اس کے مکان میں اترنے اور قیام کرنے پر آمادہ ہوا۔ عورتوں نے اس کو منع کیا۔ لشکری نے عورتوں کو مارا اور زبردستی مکان کے مردانہ حصہ میں قیام کر دیا۔ ابو حرب جب باہر آیا اور لشکری کی اس زیادتی کا حال سنا تو لشکری پر حملہ آور ہو کر اسے قتل کر دیا اور خود حکام وقت کے خوف سے بھاگ کر علاقہ اردن کے پہاڑوں میں چلا گیا۔ اپنے چہرہ پر ایک نقاب ڈال لیا اور دیہاتیوں میں وعظ و پند کا سلسلہ جاری کیا۔ لوگ اس کے معتقد ہو گئے۔ اس نے اپنے وعظ و نصیحت میں خلیفہ وقت کے معائب بھی بیان کر دیئے۔ اس طرح ایک لاکھ آدمی اس کے معتقد ہو گئے اور اس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو کر خلیفہ وقت کے خلاف جنگ کرنے پر مستعد ہو گئے۔ معتصم نے رجاء بن ایوب کو ایک ہزار سوار دے کر اس کی سرکوبی پر مامور کیا لیکن رجاء بن ایوب نے ابو حرب کے ہمراہیوں کی کثرت سے مرعوب ہو کر لڑائی کے چھیڑنے میں تامل کیا اور اس بات کا انتظار کرنا مناسب سمجھا کہ کاشت کاری و زراعت کے کاموں کا زمانہ آجائے اور ابو حرب کے ہمراہی جو عموماً زراعت پیشہ لوگ ہیں' اپنے کھیتوں کی طرف متوجہ ہو کر منتشر ہو جائیں تو پھر حملہ کروں۔ اسی حالت میں ۲۰/ ربیع الاول سنہ ۲۲۷ھ کو خلیفہ معتصم باللہ نے وفات پائی اور بنوامیہ کے ساتھ زور آزمائی کا ارادہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ خلیفہ معتصم کے بعد اس کا بیٹا واثق باللہ عباسی سریر آرائے سلطنت ہوا اور لوگوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت کی۔ معتصم کے جنازے کی نماز واثق باللہ نے پڑھائی اور سامرا میں اس کو دفن کیا۔

خلافت معتصم کی خصوصیات : خلیفہ معتصم چونکہ خود پڑھا لکھا آدمی نہ تھا۔ اس لیے اس کے عہد خلافت میں وہ علمی سرگرمیاں جو ہارون و مامون کے زمانے میں زور شور سے شروع ہو کر ترقی پذیر تھیں' مدھم پڑ گئیں۔ معتصم کو فتوحات ملکی اور جنگ و پیکار کا زیادہ شوق تھا۔ اس کے زمانے میں روم بلاد خزر' ماوراءالنہر' کابل اور سیستان وغیرہ کی طرف خوب فتوحات حاصل ہوئیں۔ قیصر روم پر اس نے ایسی کاری اور زبردست ضرب لگائی کہ اب تک مسلمانوں کی طرف سے ایسی ضرب نہیں لگائی گئی تھی۔ جنگ روم اور فتح عموریہ میں معتصم نے تیس ہزار رومیوں کو قتل اور تیس ہزار کو گرفتار کر کے رومیوں کو بے حد خوف زدہ بنا دیا تھا۔ جتنے بادشاہ معتصم کے دروازے پر جمع ہوئے' اس قدر کسی خلیفہ کے دروازے پر جمع نہ ہوئے تھے۔ معتصم کو عمارت بنانے کا بھی شوق تھا۔ ایک ہزار دینار روزانہ اس کے باورچی خانہ کا خرچ تھا۔

معتصم کو ترکی غلاموں کے خریدنے اور ان کی جمعیت بڑھانے کا خاص شوق تھا۔ اس نے اپنے خاص خاص ترکی غلاموں کو بڑی بڑی سپہ سالاریاں سپرد کر رکھی تھیں۔ اس کے زمانے میں ترکوں نے بہت ترقی کی اور وہ بہت جلد شائستہ و ذی حوصلہ بن کر اولوالعزمی دکھانے لگے۔ بظاہر معتصم نے ترکی فوجوں کے بڑھانے اور ترکوں کو ترقی دینے میں خراسانیوں کا زور گھٹانا چاہا تھا جو اس سے پہلے عربوں کے زور کو گھٹا اور مٹا چکے تھے لیکن

Marfat.com

بعد میں یہی ترک خلافت عباسیہ کی بربادی کا موجب ہوئے۔ معتصم سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے ایک تیسری قوم کو زندہ وطاقتور بنالیا۔ حالانکہ اس کو چاہیے تھا کہ وہ عربوں کو کسی قدر سہارا دے کر پھر خراسانیوں کا مدمقابل بنا دیتا لیکن چونکہ اس کے باپ دادا شروع ہی سے عربوں کو اپنا دشمن سمجھتے اور خراسانیوں کو قابل اعتماد سمجھ کر عربوں کو ناقابل اعتماد سمجھتے رہے تھے' لہذا اس کو جرات نہ ہوئی کہ وہ اپنے خاندان کی قدیمی راہ عمل کو بکلی درہم برہم کردے۔

معتصم خراسانیوں کی بغاوتوں اور سازشوں کے حالات بھی سن چکا تھا اور جانتا تھا کہ اس کے باپ دادا کو کس طرح خراسانیوں کی سازش کا بلد بار مقابلہ کرنا پڑا ہے' نیز یہ بھی جانتا تھا کہ علویوں کو جو ہمارے قدیمی رقیب ہیں خراسانیوں اور عربوں دونوں میں رسوخ حاصل ہے اور دونوں سے وہ ہمارے خلاف قوت و امداد حاصل کر لیتے ہیں۔ اس لیے معتصم نے اگر ایک قوم کو جس پر علویوں کا اثر نہ تھا' طاقتور بنایا تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا لیکن اس تیسری قوم یعنی ترکوں کو ابھی تک اسلام سے بوجہ اپنی جہالت و وحشت کے کوئی انس اور قومی تعلق پیدا نہ ہوا تھا۔ ترکوں کو اگرچہ مغلوب و محکوم تو عرصہ دراز سے بنایا جا چکا تھا لیکن ان میں اسلام کی اشاعت کماحقہ نہیں کی گئی تھی' جس کا ایک سبب یہ تھا کہ ترکوں کے علاقے پر جس کو ماوراء النہر کہا جاتا تھا' عموماً ترک سردار ہی بااختیار رئیسوں کی طرح حکومت کرتے اور حکومت اسلامیہ کو خراج ادا کرتے تھے۔

ان نو مسلم ترکوں نے یکایک ترقی کر کے جب دیکھا کہ خلافت اسلامیہ کی سب سے زبردست فوج ہم ہی ہیں تو وہ خلافت اسلامیہ کا تختہ الٹ دینے کے خواب دیکھنے لگے۔ جیسا کہ افشین کے حالات سے ثابت ہے کہ خلیفہ معتصم اگرچہ جاہل تھا مگر عاقل تھا۔ اس نے ترکوں کو فوج میں بھرتی کرنے اور طاقتور بنانے کا جو طرز عمل اختیار کیا تھا اس کی خرابی کو دور کرنے اور خرابی کو مٹا دینے کی اس میں پوری قابلیت موجود تھی۔ اسی لیے اس کے سامنے ترکوں کے ہاتھ سے حکومت اسلامیہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکا۔ اگر اس کے جانشین بھی اسی قابلیت کے ہوتے یا معتصم کو زیادہ مدت تک خلافت و حکومت کا موقعہ ملتا تو یہ خرابیاں جو بعد میں پیدا ہوئیں' پیدا نہ ہو سکتیں۔

اگر سچ پوچھا جائے تو یہ سب وہی اور خیالی باتیں ہیں۔ اصل خرابی اور سب سے بڑی غلطی یہ تھی کہ مسلمانوں میں حکومت اسلامیہ کے لیے وراثت کی لعنت کو تسلیم کر لیا گیا تھا اور باپ کے بعد بیٹے کا حقدار خلافت ہونا مانا جاتا تھا۔ اس بدعت سیئہ نے اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ نقصان پہنچایا اور صدیق و فاروقؓ کی سنت کے بھلا دینے نے مسلمانوں کو یہ دن دکھایا' ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾ بہرحال معتصم کی خلافت کے زمانے سے ترکوں کا دور زندگی شروع ہو جاتا ہے۔

معتصم کو خلیفہ مثمن بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ آٹھ کے عدد کو خصوصی تعلق تھا۔ معتصم خلیفہ ہارون الرشید کی آٹھویں اولاد تھا۔ وہ سنہ ۱۸۰ھ یا بقول دیگر ۱۷۸ھ میں پیدا ہوا۔ ان دونوں سنوں میں آٹھ کا عدد موجود ہے۔ وہ سنہ ۲۱۸ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہاں بھی آٹھ کا عدد موجود ہے۔ معتصم خلفاء

Marfat.com

عباسیہ میں آٹھواں خلیفہ ہے۔اس نے ۴۸ سال کی عمرپائی۔ آٹھ لڑکے اور آٹھ لڑکیاں چھوڑیں۔اس کا طالع پیدائش برج عقرب تھاجو آٹھواں برج ہے۔اس نے آٹھ برس آٹھ مہینے اور آٹھ دن خلافت کی۔اس نے آٹھ گھر تعمیر کرائے۔ آٹھ بڑی بڑی لڑائیاں فتح کیں۔ آٹھ بادشاہ اس کے سامنے دربار میں حاضر کئے گئے۔افشین' عجیف' عباس' بابک اور مازیار وغیرہ آٹھ بڑے بڑے دشمنوں کو اس نے قتل کرایا۔ آٹھ لاکھ دینار' آٹھ لاکھ درہم' آٹھ ہزار گھوڑے' آٹھ ہزار غلام' آٹھ ہزار لونڈیاں اس نے ترکہ میں چھوڑیں۔ماہ ربیع الاول کے آٹھ دن باقی تھے کہ فوت ہوا۔

مسئلہ خلق قرآن کا خبط اس کو بھی مثل مامون الرشید کے تھااور اس غیر ضروری مسئلہ کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ رہنے سے اکثر علماء کو اس کے ہاتھ سے تکلیفیں پہنچیں۔ یہ عیب اس میں نہ ہوتا تو اس کو خاندان عباسیہ کا سب سے بڑا خلیفہ کہا جاسکتا تھا۔اس کے زمانے میں خلافت عباسیہ کی شوکت اپنے معراج کمال کو پہنچ گئی تھی' جس کے بعد اس میں زوال واضمحلال کے علامات نمایاں ہوتے گئے۔

واثق باللہ

واثق باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید بن مہدی بن منصور عباسی کی کنیت ابو جعفر یا ابو القاسم تھی۔اس کا اصل نام ہارون تھا۔ یہ مکہ کے راستے میں قراطیس نامی ام ولد کے پیٹ سے ۲۰/ شعبان سنہ۔۱۹۶ھ میں پیدا تھا۔اس کو اس کے باپ معتصم باللہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ معتصم کی وفات کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ نہایت خوبصورت' گوری چٹی رنگت کا آدمی تھا۔داڑھی گھنی اور خوبصورت تھی۔اس کی رنگت میں سفیدی کے ساتھ زردی بھی جھلکتی تھی۔ آنکھوں کی سفیدی میں سیاہ تل بھی نمودار ہوتا تھا۔ یہ بہت بڑا شاعر اور ادیب تھا۔ عربی ادب میں وہ مامون کا ہم پلہ بلکہ اس سے بھی فائق تھا مگر فلسفہ اور علوم حکمیہ میں مامون سے کمتر تھا۔اس نے مامون الرشید کی علمی مجلسیں دیکھی تھیں۔اس کو علم وفضل کا شوق تھا' اسی لیے اس کو مامون صغیر یا مامون ثانی کہتے تھے۔

واثق کو عربی اشعار اس قدر یاد تھے کہ خلفاء عباسیہ میں کسی کو اتنے اشعار یاد نہ تھے۔اپنے باپ کی طرح کھانے پینے کا اس کو بھی بہت شوق تھا۔بہت پرخوار' خوش خور تھا شاعروں اور ادیبوں کو بڑے بڑے انعام وصلے دیتا تھا۔اہل علم کی قدر کرتا تھااور ان کے ساتھ تعظیم وتکریم کا برتاؤ ضروری سمجھتا تھا مگر خلق قرآن کے مسئلہ کا خبط اپنے باپ سے وراثت میں پایا تھااور اس معاملہ میں یہاں تک غلو اختیار کیا تھا کہ اکثر بڑے بڑے علماء کو ثواب سمجھ کر اس نے اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔

آخر عمر میں ایک ایسا واقعہ پیش آیا کہ مسئلہ خلق قرآن کے متعلق اس نے اپنی سرگرمی کم یا بالکل موقوف کردی تھی۔ یہ وہ واقعہ تھا کہ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی جو امام ابوداؤد اور نسائی کے استاد تھے۔ مسئلہ خلق قرآن کے متعلق مخالف عقیدہ رکھنے کے سبب گرفتار ہو کر آئے اور دربار میں پیش ہوئے۔ وہاں

Marfat.com

قاضی احمد بن ابی داؤد سے جو معتصم کے زمانے سے دربار میں وزیر اعظم کے برابر مرتبہ رکھتے اور خلق قرآن کے قائل تھے' ابو عبدالرحمٰن نے ان سے سوال کیا کہ تم پہلے مجھ کو یہ بتاؤ کہ آنحضرت ﷺ کو بھی اس کا علم تھا یا نہیں کہ قرآن خلق ہے؟ قاضی احمد نے کہا کہ ہاں آنحضرت ﷺ کو اس کا علم تھا۔ ابو عبدالرحمٰن نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو قرآن کے مخلوق ہونے کے عقیدہ کی تعلیم دی یا نہیں؟ قاضی احمد نے کہا کہ آنحضرت ﷺ نے تو اس کے متعلق کوئی حکم نہیں فرمایا۔

ابو عبدالرحمٰن نے کہا کہ جس عقیدہ کی آنحضرت ﷺ نے لوگوں کو تعلیم نہیں دی اور باوجود علم رکھنے کے لوگوں کو اس کے ماننے پر مجبور نہیں کیا' تم اس کے متعلق لوگوں کی خاموشی کو کیوں کافی نہیں سمجھتے اور ان کو کیوں اس کے ماننے اور اقرار کرنے پر مجبور کرتے ہو؟ یہ سنتے ہی واثق باللہ چونک پڑا اور دربار سے اٹھ کر اپنی محل سرا میں چلا گیا اور چارپائی پر لیٹ کر بار بار یہ کہتا رہا کہ "جس معاملے میں آنحضرت ﷺ نے خاموشی اختیار کی' ہم اس میں سختی کر رہے ہیں"۔ پھر حکم دیا کہ ابو عبدالرحمٰن کو آزاد کر کے اس کے وطن میں بہ آرام واپس پہنچا دو اور تین سو دینار سرخ بطور انعام دے دو۔

ابو حرب واہل دمشق : خلیفہ معتصم کے حالات میں اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ رجاء بن ایوب کو معتصم نے ابو حرب یمانی کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا تھا۔ رجاء بن ایوب نے کچھ دنوں انتظار کرنے کے بعد ابو حرب سے لڑائی کا سلسلہ جاری کیا۔ اسی اثناء میں معتصم باللہ نے وفات پائی اور واثق باللہ تخت نشین ہوا۔ وفات معتصم کی خبر سنتے ہی اہل دمشق باغی ہو گئے۔ انہوں نے اپنے امیر کو دارالامارت میں محصور کر لیا اور لشکر کی فراہمی و تربیت میں مصروف ہو کر جمعیت کثیر فراہم کر لی۔

یہ خبر سنتے ہی واثق باللہ نے رجاء بن ایوب کے پاس حکم بھیجا کہ پہلے اہل دمشق کی خبر لو۔ اس وقت رجاء بن ایوب مقام رملہ میں ابو حرب کے مقابل معرکہ آرائی میں مصروف تھا۔ اس حکم کی تعمیل میں اس نے بہت تھوڑی سی فوج ابو حرب کے مقابلہ پر چھوڑی اور باقی فوج لے کر دمشق کی جانب متوجہ ہوا۔ یہاں اہل دمشق نے مقابلہ کیا اور بڑی خونریز جنگ ہوئی' جس میں ڈیڑھ ہزار آدمی اہل دمشق کے اور تین سو آدمی رجاء کی فوج کے مقتول ہوئے۔ اہل دمشق نے ہزیمت پا کر امن کی درخواست کی اور یہ بغاوت بالکل فرو ہو گئی۔ یہاں سے فارغ ہو کر رجاء رملہ کی جانب گیا اور ابو حرب کو شکست دے کر گرفتار کر لیا۔ ابو حرب کے ہمراہیوں میں سے بیس ہزار آدمی ان لڑائیوں میں مقتول ہوئے تھے۔

اشناس کا عروج و زوال : خلیفہ واثق باللہ نے تخت نشین ہو کر اشناس کو جو ترکی غلام تھا' اپنا نائب السلطنت بنا کر تمام ممالک محروسہ اسلامیہ کے سیاہ و سفید کا اختیار کامل دے دیا۔ وزیر اعظم محمد بن عبدالملک بن زیات جو معتصم کے زمانے سے وزیر اعظم چلا آتا تھا' واثق کے زمانے میں بھی وزیر اعظم رہا۔ یہ عہدہ جو اشناس کے سپرد کیا گیا اس کا نام نائب السلطنت تھا جو واثق باللہ نے نیا ایجاد کیا تھا۔

نائب السلطنت خلیفہ کے تمام اختیارات کا استعمال کرتا اور وزیر اعظم کا اسی طرح افسر و حاکم تھا'

Marfat.com

جیسے خلیفہ۔اب تک کسی خلیفہ نے ایسے وسیع اختیارات کسی دوسرے کو نہیں دیئے تھے۔ترکوں کواگرچہ افشین کے قتل سے ایک قسم کا نقصان وصدمہ پہنچا تھا لیکن ان کی فوجیں' پلٹنیں' رسالے بدستور موجود تھے۔ان کی قدر ومنزلت بدستور موجود تھی۔اب واثق باللہ کے تخت نشین ہونے پر اشناس کو جب حکومت اسلامیہ میں سیاہ وسفید کے کامل اختیارات عطا ہوئے تو یوں سمجھنا چاہیے کہ تمام عالم اسلامی میں ترکوں ہی کی حکومت قائم ہو گئی۔اشناس کو یہ حکومت زیادہ دنوں راس نہ آئی اور جلد ہی اس کے اختیارات پر بھی حد بندی قائم ہو گئی مگر یہ ایک ایسی نظیر قائم ہوئی جو بعد میں دولت عباسیہ کے زوال وبربادی کا باعث ہوئی۔

واثق باللہ چونکہ مجالس علمیہ کا بھی شوقین تھا' اس لیے وہ علماء وارا کین سلطنت کی مجلسوں میں بیٹھ کر گھنٹوں مذاکرات علمیہ اور روایات قدیمہ سنا کرتا تھا۔علماء چونکہ اکثر عربی النسل لوگ تھے' انہوں نے ہارون الرشید کے زمانے کے واقعات بھی موقعہ پاکر سنانے شروع کئے۔برامکہ کے علمی ذوق اور سخاوت کی حکایتوں کے ساتھ ہی ان کے اقتدار واختیار کے قصے اور پھر خاندان خلافت کے خلاف ان کی سازشوں کی کیفیت اور بربادی کے تمام واقعات مناسب اور موزوں انداز میں واثق باللہ کے گوش گزار کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ واثق باللہ کی کچھ آنکھیں سی کھل گئیں اور اس نے ترکی وخراسانی امراء کی نگرانی ودیکھ بھال شروع کر دی۔اکثر لوگوں پر غبن کے الزامات پایہ ثبوت کو پہنچے اور واثق باللہ نے ان سے جرمانے وصول کرنے شروع کر دیئے۔اسی سلسلہ میں اشناس ترکی کے اختیارات بھی محدود کر دیئے گئے اور وہ سنہ۲۳۰ھ میں فوت ہو گیا۔

اہل عرب کے وقار کا خاتمہ : اب تک برابر سلطنت عباسیہ اہل عرب کی سیادت وعزت کے کم کرنے میں مصروف رہی تھی اور عجمیوں کو برابر فروغ حاصل ہوتا رہا تھا۔تاہم ملک عرب کے گہوارۂ اسلام ہونے کے سبب ایک خاص عزت اور دین اسلام کے اولین خادم ہونے کی وجہ سے عربوں کا ایک خصوصی احترام ہر ایک قلب میں موجود تھا۔خود خاندان خلافت ایک عربی خاندان تھا۔اس لیے عجمیوں کو یہ خواہش کبھی نہ ہوئی تھی کہ ہم عربوں کو ذلیل کرنے کا موقع پائیں۔نہ خلفاء نے اب تک خراسانی وترکی سپاہیوں کے دستوں کو عربی قبائل کی سرکوبی کے لیے حجاز ویمن وغیرہ میں بھیجا تھا بلکہ جب کبھی حجاز ویمن وغیرہ کے خالص عربی صوبوں کے انتظام کے لیے ضرورت پیش آتی تھی تو عربی یا عراقی یا شامی سپاہی بھیجے جاتے تھے۔

اس احتیاط اور اس التزام کا نتیجہ یہ تھا کہ عربوں کا گو وہ بہت ہی کمزور کر دیئے گئے تھے' ایک احترام دلوں میں باقی تھا اور عربی وقار سے کسی کو انکار نہ تھا۔اب خلیفہ واثق باللہ کے زمانے میں عربوں سے یہ چیز بھی چھن گئی۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نواح مدینہ میں قبیلہ بنو سلیم کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی' انہوں نے بنو کنانہ پر حملہ کیا اور ان کا مال واسباب لوٹ لیا۔

اس قسم کی لوٹ مار کے واقعات عربوں میں اس وجہ سے شروع ہو گئے تھے کہ وہ اب ملک گیریوں اور فوجی خدمتوں سے برطرف ومعزول کر دیئے گئے تھے اور خلفاء عباسیہ نے ان کو اپنی فوجوں سے بتدریج خارج کر دیا تھا۔اس حالت میں عربوں کا جنگی جذبہ لوٹ مار اور ڈاکہ زنی میں تبدیل ہونے لگا تھا۔مدینہ کے عامل محمد بن

Marfat.com

صالح نے جب بنو سلیم کی اس زیادتی کا حال سنا تو ان کی سرکوبی کے لیے فوج بھیجی۔ اس فوج کو بھی بنو سلیم نے شکست فاش دے دی اور مکہ و مدینہ کے درمیان تمام علاقے میں بدامنی پیدا ہو گئی اور قافلوں کی آمدورفت بند ہو گئی۔ خلیفہ واثق باللہ کو جب ان حالات سے آگاہی ہوئی تو اس نے بغا کبیر اپنے ایک ترکی سپہ سالار کو ترکی فوج کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ بغا کبیر شعبان سنہ۔ ۲۰ھ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ بنو سلیم سے لڑائیاں ہوئیں۔ ان کو شکست دی' ایک ہزار بنو سلیم گرفتار کر کے مدینہ منورہ میں قید کر دیا اور بہت سوں کو قتل کیا۔

بغا کبیر قریباً چار مہینے تک معہ اپنی ترکی فوج کے مدینہ میں مقیم رہا اور عربی قبائل کو طرح طرح ذلیل و مغلوب و خوف زدہ کرتا رہا۔ حج سے فارغ ہو کر بغا کبیر نے بنو بلال کی طرف توجہ کی اور ان کو بھی بنو سلیم کی طرح سزائیں دیں اور تین سو آدمیوں کو گرفتار کر کے قید کر دیا' پھر بنو مرہ کی طرف متوجہ ہوا اور مقام فدک میں جا کر چالیس روز تک مقیم رہا اور فزارہ و بنو مرہ کے بہت سے آدمیوں کو گرفتار کر کے لایا اور مدینہ میں قید کیا' پھر بنو غفار' ثعلبہ اور اشجع کے رؤسا کو طلب کر کے ان سے اطاعت و فرماں برداری کے لیے حلف لیے' پھر بنو کلاب کے تین ہزار آدمیوں کو گرفتار کر کے دو ہزار کو رہا اور ایک ہزار کو قید کر دیا' پھر یمامہ میں جا کر بنو نمیر کے ۵۰ پچاس آدمیوں کو قتل کیا اور ۴۰ چالیس کو قید کیا۔

اہل یمامہ مقابلہ پر مستعد ہوئے۔ بغا کبیر نے کئی لڑائیوں اور معرکہ آرائیوں میں ڈیڑھ ہزار اہل یمامہ کو قتل کیا۔ ابھی یمامہ میں لڑائی کے شعلے فرو نہ ہوئے کہ واثق باللہ نے ایک اور ترک سردار کو تازہ دم ترکی فوج کے ساتھ یمامہ کی طرف بغا کبیر کی مدد کے لیے بھیج دیا۔ بغا کبیر نے تمام ملک یمامہ میں قتل عام شروع کرا دیا۔ اہل یمامہ وہاں سے بھاگے تو یمن تک ان کا تعاقب کیا اور ہزارہا آدمیوں کو قتل کیا۔ غرض عربی قبائل کو اچھی طرح پامال و ذلیل کر کے اور دو سو شرفائے عرب کو قید کر کے اپنے ہمراہ بغداد کی طرف لے کر آیا۔

جو قیدی مدینہ میں پہلے قید کر آیا تھا وہ ان کے علاوہ تھے۔ بغداد آ کر محمد بن صالح کو لکھا کہ مدینہ کے تمام قیدیوں کو لے کر بغداد آؤ۔ چنانچہ محمد بن صالح ان کو بغداد لے کر آیا اور وہ بھی سب جیل خانے میں ڈال دیئے گئے۔ بغا کبیر نے عرب میں دو برس تک ترکوں کے ہاتھ سے عربوں کو بے دریغ قتل کرایا اور طرح طرح سے ان کو ذلیل و مغلوب کیا۔

سنہ۔ ۲۳۰ھ میں عبداللہ بن طاہر حاکم خراسان نے وفات پائی۔ خلیفہ واثق باللہ نے اس کے بیٹے طاہر بن عبداللہ بن طاہر کو خراسان' کرمان' طبرستان اور رے کی حکومت پر عبداللہ بن طاہر کی وصیت کے موافق بحال رکھا۔

احمد بن نصر کا خروج و قتل : احمد بن نصر بن مالک بن ہیثم خزاعی کا دادا مالک بن ہیثم خزاعی دعوت عباسیہ کے نقیبوں میں سے تھا۔ احمد بن نصر اصحاب حدیث کی صحبتوں میں اکثر رہتا تھا اور اسی لیے اس کا شمار محدثین میں تھا۔ وہ مسئلہ خلق قرآن کا مخالف تھا۔ اسی وجہ سے ایک گروہ کثیر نے خلافت عباسیہ کے خلاف اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور شہر بغداد میں شب پنج شنبہ ۳/ شعبان سنہ۔ ۲۳۱ھ کو احمد بن نصر نے خروج کیا اور علم

Marfat.com

بغاوت بلند کر کے نقارہ بجادیا۔ بغداد کی پولیس کے افسر نے نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے کام لے کر احمد بن نصر کو گرفتار کر لیا۔

احمد بن نصر اور اس کے ہمراہی جو گرفتار ہوئے تھے' واثق باللہ کے پاس مقام سامرا میں بھیجے گئے۔ واثق نے نصر کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اور اس کا سر اور جسم جدا کر کے بغداد بھیجا گیا۔ جسم کو بغداد کے دروازہ پر لٹکایا گیا اور سر کو جسر بغداد پر لٹکا کر ایک چوکیدار کو متعین کیا گیا کہ وہ نیزہ کی نوک سے منہ کو قبلہ کی طرف نہ ہونے دے اور کان میں ایک پرچہ دھاگے سے باندھ کر لٹکا دیا گیا جس پر لکھا تھا کہ یہ "سر" احمد بن نصر بن مالک کا ہے جس کو خلیفہ نے عقیدہ خلق قرآن کی طرف بلایا مگر اس نے انکار کیا لہذا اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس کو آتش دوزخ کی طرف بلا لیا"۔ احمد بن نصر کے قتل کا واقعہ ابو عبدالرحمٰن عبداللہ بن محمد ازدی کے واقعہ سے (جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے) پہلے کا ہے۔

رومیوں سے اسیران جنگ کا تبادلہ : رومیوں کے ساتھ جنگ کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری چلا آتا تھا۔ مسلمانوں نے ہمیشہ رومیوں کو شکست دی اور کبھی کبھی قسطنطنیہ تک بھی پہنچ گئے مگر رومیوں کی حکومت و سلطنت کا بکلی استیصال نہیں ہو سکا۔ اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ خلافت راشدہ کے عہد میں ایرانی شہنشاہی برباد ہو چکی تھی مگر رومی شہنشاہی ابھی باقی رہ گئی تھی۔ اگرچہ شام و فلسطین و مصر وغیرہ رومیوں سے چھین لیے گئے تھے۔ مسلمانوں کے قسطنطنیہ پر قابض ہو کر یورپ کے اندر داخل ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی کہ اسی حالت میں اندرونی فسادات کھڑے ہو گئے اور قسطنطنیہ و یورپ مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوتے ہوتے بچ گیا۔ ان اندرونی جھگڑوں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ کبھی بند ہی ہونے میں نہ آیا اور کسی خلیفہ کو بھی ایسا موقعہ اور کامل اطمینان میسر نہ ہوا کہ وہ اپنی تمام طاقت وسیع مدت کے لیے یورپ کی طرف متوجہ کر دے اور اپنے مقبوضہ ممالک میں بغاوت کا اندیشہ اور خروج کا خطرہ نہ ہو۔

غرض مسلمانوں کی آپس کی مخالفتوں نے قسطنطنیہ کے قیصر اور یورپ کے ملکوں کی حفاظت کی اور سرحدات پر عیسائیوں اور مسلمانوں کی لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی کوئی خلیفہ فوج لے کر رومیوں پر حملہ آور ہوا تو ان کو ڈرا دھمکا کر اور سزا دے کر فوراً دارالخلافہ کی طرف واپس چلا آیا۔ یہ کبھی ممکن نہ ہوا کہ زیادہ مدت اور کئی برس کے لیے وہ مستقر خلافت سے جدا رہ سکے۔ واثق باللہ کے زمانے میں بھی رومیوں سے چھیڑ چھاڑ جاری رہی۔ خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں دو مرتبہ عیسائی اور مسلمان قیدیوں کا تبادلہ ہو چکا تھا یعنی مسلمانوں نے عیسائیوں کو جو ان کی قید میں تھے' چھوڑ دیا اور اس کے معاوضہ میں عیسائیوں نے ان مسلمان قیدیوں کو جو ان کی قید میں تھے' آزاد کر دیا۔ یہ تبادلہ پہلے بھی دریائے لامس کے کنارے ہوا تھا اور اب ۱۰/ محرم سنہ ۲۳۱ھ کو تیسری مرتبہ واثق باللہ کے عہد میں اسی دریا کے کنارے ہوا جس کی صورت یہ تھی کہ دریائے لامس پر دو پل ایک دوسرے کے متوازی بنائے گئے۔ ایک پل سے عیسائی قیدی اس طرف جاتا اور دوسرے پل سے مسلمان قیدی اس طرف سے آتا تھا۔ اس تبادلہ کے لیے واثق باللہ نے خاقان کو اپنی طرف سے عیسائی

Marfat.com

قیدیوں کے ساتھ دریائے لامس کے کنارے بھیج دیا تھا۔ برابر تعداد کے قیدیوں کا تبادلہ ہو چکا اور سب مسلمان قیدی جن کی تعداد چار ہزار چھ سو تھی' اس طرف آ چکے تو رومی قیدی پھر بھی بہت سے مسلمانوں کے پاس بچ گئے۔

خاقان نے ان بچے ہوئے قیدیوں کو بلا معاوضہ رومیوں کے پاس یہ کہہ کر بھیج دیا کہ اس تبادلہ میں بھی ہمارا درجہ بڑھا ہوا رہنا چاہیے۔ یہ ہماری طرف سے رومیوں پر احسان ہے۔

واثق باللہ کی وفات : واثق باللہ مرض استسقا میں مبتلا ہوا۔ اس کے تمام جسم پر ورم آ گیا تھا۔ علاج کی غرض سے اس کو گرم تنور میں بٹھایا گیا۔ اس سے مرض میں کچھ کمی محسوس ہوئی۔ اگلے دن تنور کو کسی قدر زیادہ گرم کیا گیا اور پہلے دن کی نسبت زیادہ دیر تک تنور میں بیٹھا رہا' جس کی وجہ سے بخار ہو گیا۔ تنور سے نکل کر محافے میں سوار کر کے سیر و تفریح کے لیے لے چلے۔ جب محافہ کو زمین پر رکھ کر دیکھا گیا تو واثق باللہ فوت ہو چکا تھا۔ اسی وقت قاضی احمد بن داؤد' محمد بن عبدالملک وزیر اعظم' ایتاخ وصیف' عمر بن فرح وغیرہ اراکین سلطنت قصر خلافت میں جمع ہوئے اور محمد بن واثق باللہ کو جو نو عمر لڑکا تھا' تخت خلافت پر بٹھانے لگے۔ اس وقت وصیف نے حاضرین سے مخاطب ہو کر کہا کہ:

"کیا تم لوگ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے کہ ایسے نو عمر لڑکے کو خلیفہ بناتے ہو"

یہ الفاظ سن کر سب کو خیال ہوا اور اس کام سے رک کر مستحق خلافت شخص کے متعلق گفتگو ہونے لگی۔ آخر واثق باللہ کے بھائی جعفر بن معتصم کو طلب کیا اور خلعت پہنا کر تخت خلافت پر بٹھایا اور متوکل علی اللہ کا خطاب دیا۔ متوکل علی اللہ نے سب سے پہلے بیعت خلافت لے کر واثق باللہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کرنے کا حکم دیا۔

واثق باللہ مکہ کی سڑک پر مقام ہارونی میں دفن کیا گیا۔ پانچ برس نو مہینے خلافت کی اور ۳۶ برس چار مہینے کی عمر میں ۲۴/ذی الحجہ سنہ ۲۳۲ھ بروز چہار شنبہ فوت ہوا۔ بہت مستقل مزاج اور برداشت کرنے والا شخص تھا مگر مسئلہ خلق قرآن کے متعلق اس سے بہت زیادتیاں ہوئی۔ آخر عمر میں یہ خبط اس سے دور ہو گیا۔

عبرت : مرنے کے بعد خلیفہ واثق باللہ کو تنہا چھوڑ دیا گیا اور تمام لوگ متوکل علی اللہ سے بیعت کرنے میں مصروف ہو گئے۔ اس عرصہ میں ایک سوسمار آیا اور واثق باللہ کی آنکھیں نکال کر کھا گیا۔

متوکل علی اللہ

متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام جعفر اور کنیت ابوالفضل تھی۔ سنہ ۲۰۷ھ میں شجاع نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا اور واثق باللہ کی وفات کے بعد ۲۴/ ماہ ذی الحجہ سنہ ۲۳۲ھ کو تخت نشین ہوا۔ تخت نشین ہوتے ہی اس نے لشکر کو آٹھ مہینے کی تنخواہ مرحمت فرمائی۔ اپنے بیٹے منتصر کو حرمین' یمن اور طائف کی حکومت عطا فرمائی۔

Marfat.com

محمد بن عبدالملک کی معزولی مرگ : محمد بن عبدالملک بن زیات معتصم کے عہد خلافت سے وزیر اعظم چلا آتا تھا۔ واثق باللہ کے زمانے میں بھی وہ اسی عہدے پر فائز رہا۔ متوکل علی اللہ کے عہد خلافت میں ایک مہینے تک وزیر اعظم رہنے کے بعد معزول و معتوب ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ واثق باللہ اپنے عہد خلافت میں کسی بات پر اپنے بھائی متوکل سے ناراض ہو گیا۔

متوکل وزیر اعظم محمد بن عبدالملک کے پاس گیا اور عرض کیا کہ آپ میری سفارش کر کے امیر المومنین کو خوش کر دیں۔ محمد بن عبدالملک عرصہ دراز تک وزیر اعظم رہنے کے سبب کسی قدر مغرور اور بدمزاج و غیر متواضع ہو گیا تھا۔ وہ نہایت کم التفاتی اور بداخلاقی سے پیش آیا اور متوکل سے کہا کہ تم اپنی اصلاح کرو تو امیر المومنین خود ہی تم سے خوش ہو جائیں گے۔ کسی کی سفارش کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے بعد واثق باللہ سے متوکل کی شکایت بھی کر دی کہ وہ میرے پاس سفارش کی غرض سے آیا تھا' میں نے اس کے بال عورتوں کی طرح بڑھے ہوئے دیکھ کر منہ نہیں لگایا۔ واثق نے متوکل کو دربار میں طلب کر کے وہیں سر دربار حجام سے بال کٹوا دیئے اور دربار سے نکال دیا۔ چونکہ اس تمام بے عزتی کا باعث بھی محمد بن عبدالملک ہی ہوا تھا' لہذا متوکل نے تخت نشین ہو کر ایک مہینے کے بعد ایتاخ کو حکم دیا کہ محمد بن عبدالملک کو اپنے مکان میں گرفتار کر لو اور تمام ممالک محروسہ میں گشتی فرمان بھیج دو کہ محمد بن عبدالملک کا تمام مال و اسباب جہاں کہیں ہو ضبط کر لیا جائے۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں ایتاخ نے اس کو قید کر لیا اور اس کا مال و اسباب سب بغداد میں منگوا کر بیت المال شاہی میں داخل کر دیا۔ محمد بن عبدالملک کے بعد عمر بن فرح کو بھی ماہ رمضان سنہ۔ ۲۳۳ھ میں اسی طرح گرفتار کر کے قید کر دیا' مگر پھر گیارہ لاکھ درہم زر جرمانہ وصول کر کے رہا کر دیا۔

ایتاخ کی گرفتاری و موت : ایتاخ ایک ترکی غلام تھا۔ اول یہ سلام بن ابرص کے پاس تھا اور باورچی کا کام کرتا تھا۔ اسی لیے وہ آخر تک ایتاخ طباخ کے نام سے مشہور ہوا۔ خلیفہ معتصم نے اس کی دانائی و سلیقہ شعاری اور جسم کی مضبوطی و خوبصورتی دیکھ کر سلام ابرص سے سنہ۔ ۱۹۹ھ میں خرید لیا تھا۔ آدمی چونکہ ادا شناس اور ہوشیار تھا۔ اس لیے جلد ترقی کرتا ہوا معتصم ہی کے زمانے میں اس کی عزت و تکریم اور اختیار و اقتدار میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ شاہی معتوب عموماً اسی مکان میں قید کئے جاتے اور اسی کی نگرانی میں رکھے جاتے تھے۔ عجیف' اولاد مامون الرشید' محمد بن عبدالملک' عمر بن فرح وغیرہ سب اسی کی نگرانی میں قید رکھے اور مقتول کئے گئے۔ محکمہ جنگ بھی اسی کی ماتحتی میں تھا۔ حجابت و سفارت کے عہدے بھی اسی کو حاصل تھے۔ ایتاخ ماہ ذیقعدہ سنہ۔ ۲۳۴ھ میں [nskf]1 بقصد حج روانہ ہوا۔ اس کی روانگی کے بعد خلیفہ متوکل نے حجابت کے عہدے پر اپنے خادم وصیف کو مامور کیا۔ حج سے واپس ہو کر جب ایتاخ بغداد کے قریب پہنچا تو خلیفہ متوکل کے حکم کے موافق اسحاق بن ابراہیم نے اس کو بغداد میں دعوت دے کر بلایا اور قید کر دیا اور اس کے دونوں لڑکوں منصور و مظفر کو بھی قید کر لیا۔ ایتاخ اسی حالت قید میں مر گیا اور اس کے دونوں لڑکے متوکل کے آخر زمانہ خلافت تک قید رہے۔ جب منتصر تخت نشین ہوا تو اس نے دونوں کو رہا کر دیا۔

Marfat.com

بیعت ولی عہدی : سنہ۔۲۳۵ھ میں آذربائیجان میں محمد بن بعیث بن جلیس نے علم بغاوت بلند کیا مگر یہ بغاوت بغاصیر نے فوج کشی کر کے جلد فرو کر دی۔ اس کے بعد اسی سال خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹوں محمد' طلحہ اور ابراہیم کی ولی عہدی کے لیے لوگوں سے بیعت لی اور یہ قرار دیا کہ میرے بعد اول محمد تخت و تاج کا مالک ہو گا' بعد اس کے طلحہ تخت نشین خلافت ہو گا۔ محمد کو منتصر کا اور طلحہ کو معتز کا خطاب دیا۔ محمد کو ممالک مغربیہ اور معتز کو ممالک مشرقیہ بطور جاگیر عطا کئے۔ ان دونوں کو بعد میں تاج و تخت کا وارث قرار دیا اور شام کا ملک ان کی جاگیر میں مقرر فرمایا۔

اسی سال یعنی سنہ۔۲۳۵ھ میں خلیفہ متوکل نے فوج کی وردی تبدیل کی اور کمبلوں کے جبے پہنا کر بجائے پیٹی کے ڈوری باندھنے کا حکم دیا۔ ذمیوں کو جدید عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت کی۔ ممالک محروسہ میں حکم جاری کیا کہ کوئی شخص کسی حاکم کی دہائی نہ دے۔ عیسائی ذمیوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے جلوسوں میں صلیب نہ نکالیں۔ اسی سال حسن بن سہل اور اسحاق بن ابراہیم بن حسین بن مصعب برادر زادہ طاہر بن حسین جو بغداد کا افسر پولیس مامون الرشید کے زمانے سے چلا آتا تھا' فوت ہوا۔ متوکل نے محمد بن اسحاق کو محکمہ پولیس کی افسری عطا کی' ساتھ ہی صوبہ فارس کی گورنری بھی دی۔ یہ یاد رہے کہ صوبہ فارس خراسان سے جدا تھا۔ خراسان کی حکومت معہ طبرستان وغیرہ طاہر بن عبداللہ بن حسین کے قبضہ میں تھی۔ اسی سال خلیفہ متوکل نے حکم جاری کیا کہ تمام عیسائی گلوبند باندھا کریں۔ غالباً کالر' نکٹائی اسی کی یادگار ہے۔ سنہ۔۲۳۶ھ میں متوکل نے حسینؓ کے مزار پر لوگوں کو زیارت کے لیے جانے سے منع کیا اور قبر کے گرد جو مکانات بنائے گئے تھے' ان کو مسمار کرا دیا۔ اسی سال عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو عہدہ وزارت عطا ہوا۔

بغاوت آرمینیا : صوبہ آرمینیا کی حکومت پر یوسف بن محمد مامور تھا۔ بقراط بن اسواط نامی بطریق نے جو بطریقوں کا سردار تھا' دارالامارت میں حاضر ہو کر یوسف بن محمد سے امن طلب کی۔ یوسف نے اس کو معہ اس کے بیٹے کے گرفتار کر کے خلیفہ متوکل کے پاس بھیج دیا۔ آرمینیا کے بطریقوں میں یوسف کے خلاف سخت اشتعال پیدا ہوا تھا۔ بقراط بن اسواط کے داماد موسیٰ بن زرارہ نے بطریقوں کو جمع کر کے اس مسئلہ میں مشورہ طلب کیا۔ سب نے قسمیں کھائیں کہ یوسف بن محمد کو قتل کر دیں گے۔ چنانچہ موسیٰ بن زرارہ کی سرکردگی میں عیسائیوں نے خروج کیا۔ یوسف بن محمد مقابلہ کو نکلا۔ رمضان سنہ۔۲۳۷ھ میں یوسف بن محمد اور اس کے ہمراہیوں کو باغیوں نے قتل کر ڈالا۔ یہ خبر سن کر متوکل نے بغا کبیر کو آرمینیا کی طرف بھیجا۔ بغا کبیر نے موصل اور جزیرہ میں ہوتے ہوئے مقام ارزن کے قریب جا کر قیام کیا۔ ارزن کو فتح کر کے موسیٰ بن زرارہ کے ہمراہیوں میں سے قریباً ۳۰۰۰۰ تیس ہزار آدمی مارے گئے اور ایک گروہ کثیر گرفتار ہوا۔ اس کے بعد سنہ۔۲۳۸ھ تک بغا کبیر نے آرمینیا کے باغی بطریقوں کو چن چن کر سزائیں دیں اور گرفتار کر کے بغداد کی جانب سب کو بھیج دیا۔

قاضی احمد بن ابی داؤد کی معزولی و وفات : قاضی احمد بن ابی داؤد واثق باللہ کے عہد خلافت میں

Marfat.com

وزیراعظم سے بھی بڑھ کر رسوخ واقتدار رکھتا تھا۔ متوکل کے ابتدائی زمانے میں بھی اس کی یہی حالت قائم رہی۔ خلیفہ متوکل سنہ۔ ۲۳۷ھ میں قاضی احمد بن داؤد سے ناخوش ہو گیا اور اس کے مال واسباب اور جاگیروں کے ضبط کرنے کا حکم دیا۔ قاضی احمد کے بیٹے ابوالولید نے ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم اپنا مال واسباب بیچ کر خلیفہ کی خدمت میں پیش کئے۔ متوکل نے قاضی احمد کو معزول کر کے قید کر دیا اور اس کی جگہ یحییٰ بن اکثم کو قاضی القضات کا عہدہ سپرد کیا۔ قاضی احمد ان دنوں عارضہ فالج میں مبتلا تھا۔ قاضی اکثم کو بھی متوکل نے سنہ۔ ۲۴۰ھ میں معزول کر دیا تھا اور اس کی جگہ جعفر بن عبدالواحد کو یہ عہدہ ملا تھا۔ قاضی احمد بن ابی داؤد نے اسی سال یعنی سنہ۔ ۲۳۷ھ میں اپنے بیٹے ابوالولید کی وفات کے بیس روز بعد وفات پائی۔ اسی سال حمص میں عیسائیوں نے علم بغاوت بلند کیا اور عامل حمص کو نکال کر خود قابض ہو گئے۔ خلیفہ متوکل نے دمشق و دجلہ کی فوجوں کو حمص کی طرف جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ ان فوجوں نے عیسائیوں کی اس بغاوت کو فرو کیا اور بہت سے عیسائیوں کو شہر بدر کر دیا۔ اسی سال متوکل نے مصر کے قاضی ابو بکر بن محمد بن ابواللیث کو معزول کر کے کوڑوں سے پٹوانے کا حکم دیا اور اس کی جگہ حارث بن مسکین شاگرد امام مالک کو قاضی القضاۃ مصر مقرر کیا۔ اسی سال محمد بن عبداللہ بن عبداللہ بن طاہر بن حسین بن مصعب کو خلیفہ نے پولیس بغداد کی افسری عطا فرمائی۔ اس کا بھائی طاہر بن عبداللہ بن طاہر خراسان کا گورنر تھا۔

رومیوں کا حملہ : سنہ۔ ۲۳۸ھ میں رومیوں کا ایک بیڑہ جس میں سو جہاز تھے' ساحل دمیاط کی متعینہ فوج کو عنبسہ بن اسحاق والی مصر نے کسی ضرورت سے مصر میں طلب کیا تھا' رومیوں نے میدان کو خالی پا کر دمیاط کو خوب لوٹا۔ وہاں کی جامع مسجد کو جلا دیا اور مال واسباب اور قیدیوں کو اپنے جہازوں میں سوار کر کے ٹیونس کی طرف گئے' وہاں بھی یہی برتاؤ کیا۔ علی بن یحییٰ ارمنی لشکر صائفہ کے ساتھ ممالک روم پر حملہ آور ہوا اور بہت سے عیسائیوں کو قید کر لایا۔ سنہ۔ ۲۴۱ھ میں ملکہ ندورہ قیصرہ روم نے مسلمان قیدیوں کو عیسائی بنانے کی کوشش کی' جس نے عیسائی ہونے سے انکار کیا اس کو قتل کر دیا۔ بہت سے بخوف جان عیسائی ہو گئے' پھر کچھ سوچ کر ملکہ نے درخواست کی کہ قیدیوں کا تبادلہ کر لیا جائے۔ چنانچہ متوکل نے اپنے خادم سیف نامی کو بغداد کے قاضی جعفر بن عبدالواحد کے ہمراہ عیسائی قیدیوں کے ساتھ روانہ کیا اور نہر لامس پر ان قیدیوں کا تبادلہ مسلمان قیدیوں کے ساتھ عمل میں آیا۔

بلاد روم پر حملہ : مذکورہ بالا تبادلہ اسیران کے بعد رومیوں نے پھر بد عہدی کی اور اسلامی شہروں پر اچانک حملہ کر کے بہت سے مسلمانوں کو گرفتار کر کے لے گئے۔ مسلمان سرداروں نے رومیوں کا تعاقب کیا مگر ناکام واپس آئے۔ اس کے بعد خلیفہ متوکل نے علی بن یحییٰ کو لشکر صائفہ کے ساتھ بلاد روم پر جہاد کرنے کو روانہ کیا اور سنہ۔ ۲۴۴ھ میں خود دارالخلافہ کو چھوڑ کر دمشق میں آیا اور دمشق میں قیام کر کے بلاد روم پر فوجیں بھیجنے اور حملہ روم کو کامیاب بنانے میں مصروف رہا۔ خلیفہ کے ہمراہ دمشق میں تمام ارا کین سلطنت آ گئے اور دفاتر شاہی بھی دمشق میں آ گئے کیونکہ خلیفہ کا ارادہ مستقل طور پر دمشق ہی میں قیام کرنے کا تھا۔ ابھی خلیفہ کو دمشق میں

Marfat.com

آئے ہوئے صرف دو ہی مہینے گزرے تھے کہ وہاں وبا پھوٹ نکلی اور خلیفہ کو مجبوراً دمشق سے بغداد آنا پڑا۔ دمشق سے روانگی کے وقت متوکل علی اللہ بغاکبیر کو ایک لشکر عظیم کے ساتھ بلاد روم پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کر آیا۔ بغاکبیر نے بلاد روم میں داخل ہو کر ہر طرف قتل کا بازار گرم کر دیا۔ بہت سے قلعے فتح کئے اور رومیوں کو بے دریغ تہ تیغ کرنے اور اسیر بنانے میں کمی نہیں کی۔

جب رومیوں نے الامان الامان کی آوازیں بلند کیں اور اپنی خطاؤں کی معافی چاہی تو بغاکبیر خلیفہ کے حکم سے واپس آیا۔ سنہ۔۲۴۵ھ میں رومیوں نے پھر بد عہدی کی اور موقعہ پا کر مسلمانوں کے شہروں کو لوٹ کر بھاگ گئے۔ اس کے جواب میں علی بن یحییٰ نے بلاد روم پر حملہ کیا اور خوب لوٹ مار کر کے واپس ہوا۔ سنہ۔۲۴۶ھ میں رومیوں نے پھر مسلمانوں کو تنگ کیا اور سرحدی مقامات کو لوٹ کر ویران کر دیا۔

اب کی مرتبہ خلیفہ متوکل نے خشکی اور ترکی کی راہوں سے مختلف مقامات اور مختلف سمتوں سے بلاد روم پر حملہ آوری کے لیے فوجیں متعین کیں۔ ان بحری و بری فوجوں نے بلاد روم میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ رومیوں نے پھر معافی چاہی اور صلح کے خواہشمند ہوئے۔ مسلمانوں نے بخوشی اس درخواست صلح کو منظور کر لیا اور نہر لامس پر پھر قیدیوں کا تبادلہ عمل میں آیا۔ اس مرتبہ دو ہزار تین سو قیدی سنہ۔۲۴۶ھ میں چھڑائے گئے۔

تعمیر جعفریہ : سنہ۔۲۴۵ھ میں متوکل نے ایک جدید شہر موسوم بہ جعفریہ آباد تعمیر کرایا۔ اس کی تعمیر میں دو لاکھ دینار صرف ہوئے۔ وسط شہر میں ایک بہت بڑا محل جس کا نام لولوہ رکھا تھا' تعمیر کرایا۔ اس کی بلندی تمام شاہی محل سراؤں سے زیادہ تھی۔ اس شہر کو کوئی جعفریہ کوئی متوکلیہ کا ماخورہ کہتا تھا۔ اسی سال جعفر بن دینار خیاط نے وفات پائی۔ اسی سال نجاح بن سلمہ کو متوکل نے اس قدر پٹوایا کہ وہ مر گیا۔ نجاح بن سلمہ بڑے رعب کا آدمی تھا اور متوکل کے دفتر فرامین کا افسر تھا۔ اس کی نسبت رشوت کا الزام ثابت ہو گیا تھا' اسی لیے اس کو ایسی سخت سزا دی گئی۔

قتل متوکل : خلیفہ متوکل نے اپنے بیٹے منتصر کو ولی عہد اول بنایا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ منتصر پر شیعیت غالب تھی اور اعتزال میں وہ واثق و معتصم کا ہم عقیدہ تھا لیکن متوکل پابند سنت اور علمائے اہل سنت کا بڑا قدردان' وہ خلق قرآن کے مسئلہ کا سخت مخالف تھا اور شرک و بدعت کے مٹانے میں ہمت کے ساتھ مصروف رہتا تھا۔ باپ بیٹوں یعنی متوکل و منتصر کے عقائد کا یہ اختلاف آپس کی کشیدگی کا باعث ہوا۔ متوکل نے ارادہ کیا کہ بجائے منتصر کے اپنے دوسرے بیٹے معتز کو ولی عہد اول بنا دے۔ منتصر اور معتز چونکہ دو جدا جدا عورتوں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے' اس لیے دونوں میں رقابت پہلے ہی سے موجود تھی۔ اب جبکہ خلیفہ متوکل نے معتز کو منتصر پر ترجیح دینی چاہی تو منتصر اپنے باپ متوکل کا دشمن بن گیا۔

اس سے چند روز پہلے خلیفہ متوکل نے بغاکبیر' وصیف کبیر' وصیف صغیر اور دواجن اشروسنی وغیرہ ترک سپہ سالاروں کی بعض حرکات کے سبب ان سے ناراض ہو کر بعض کی جاگیریں ضبط کر لی تھیں۔ اس لیے ترک متوکل سے ناراض تھے۔ منتصر اور ترکوں نے مل کر متوکل کے قتل کرنے کی سازش کی۔ بغاکبیر

Marfat.com

اگرچہ بلاد روم کی طرف رخصت کر دیا گیا تھا مگر اس کا بیٹا موسیٰ بن بغا محل سرائے شاہی کی حفاظت وپاسبانی پر مامور تھا۔

بغا صغیر نے منتصر کو اپنا ہم خیال پا کر اپنے چاروں بیٹوں کے ساتھ چند ترکوں کی ایک جماعت کو متوکل کے قتل پر مامور کیا۔ ایک روز رات کو منتصر اور تمام درباری ایک ایک کر کے جب اٹھ آئے اور خلیفہ مع فتح بن خاقان اور چار دوسرے مصاحبوں کے رہ گیا تو دجلہ کی سمت کے دروازے سے قاتلوں کی مذکورہ جماعت شاہی دربار میں داخل ہو کر خلیفہ پر حملہ آور ہوئی۔ فتح بن خاقان بھی متوکل کے ساتھ مارا گیا۔ ان دونوں لاشوں کو وہیں چھوڑ کر قاتل اپنی خون آلود تلواریں لیے ہوئے رات ہی کو منتصر کے پاس پہنچے اور خلافت کی مبارکباد دی۔ اسی وقت منتصر سوار ہو کر محل سرائے شاہی میں داخل ہوا اور لوگوں سے بیعت لی۔ وصیف اور دوسرے ترکی سرداروں نے حاضر ہو کر بیعت کی۔ یہ خبر عبیداللہ بن یحییٰ خاقان وزیر تک پہنچی تو وہ رات ہی کو معتز کے مکان پر آیا مگر معتز کو اس سے ذرا دیر پہلے منتصر اپنے پاس طلب کر کے بیعت لے چکا تھا اور معتز مکان پر موجود نہ تھا۔ عبیداللہ وزیر جب معتز کے مکان پر پہنچا تو فوراً دس ہزار آدمی جمع ہو گئے۔ جن میں از روی ارمنی اور عجمی تھے۔ ان لوگوں نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ آپ ہم کو اجازت دیں تو ابھی منتصر اور اس کے ہمراہیوں کا خاتمہ کر دیں۔ عبیداللہ نے ان لوگوں کو روک دیا اور کچھ سوچ کر خاموش ہو گیا۔ صبح ہوئی تو منتصر نے متوکل اور فتح کے دفن کرنے کا حکم دیا۔ یہ واقعہ ۴/ شوال سنہ ۲۴۷ھ کو وقوع پذیر ہوا۔

خلیفہ متوکل چالیس سال کی عمر میں چودہ برس دس مہینے تین دن خلافت کر کے مقتول ہوا۔

متوکل کے بعض ضروری حالات واخلاق : متوکل علی اللہ نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اپنا میلان احیاء سنت کی طرف ظاہر کیا۔ سنہ ۲۳۴ھ میں تمام محدثین کو دارالخلافہ سامرہ میں مدعو کیا اور بے حد تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اس سے پیشتر واثق و معتصم کے عہد میں محدثین علانیہ درس نہیں دے سکتے اور رویت الٰہی کے متعلق احادیث نہیں بیان کر سکتے تھے۔ متوکل نے حکم دیا کہ محدثین مساجد میں آزادانہ حدیث کا درس دیں اور صفات باری تعالیٰ کے متعلق احادیث بیان کریں۔ متوکل کے اس طرز عمل سے مسلمان متوکل سے بہت ہی خوش ہوئے۔ مساجد میں درس حدیث جاری ہوئے۔ متوکل نے گور پرستی کو مٹایا۔ اس لیے شیعہ اس کے دشمن ہو گئے کیونکہ حضرت حسینؓ کی قبر پر جو شرکیہ مراسم لوگوں نے شروع کر دیئے تھے' ان کو اس نے موقوف کرا دیا۔

سنہ ۲۴۰ھ میں اہل خلاط نے ایک ایسی آواز تند آسمان سے سنی کہ بہت سے آدمی اس کے صدمہ سے مر گئے۔ عراق میں بیضہ مرغ کے برابر اولے پڑے اور مغرب میں تیرہ گاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سنہ ۲۴۳ھ میں شمالی افریقہ' خراسان' طبرستان' اصفہان میں سخت زلزلہ آیا۔ اکثر پہاڑ پھٹ گئے' اکثر آدمی زمین میں سما گئے۔ مصر کے گاؤں میں پانچ پانچ سیر وزنی پتھر برسے۔ حلب میں بماہ رمضان سنہ ۲۴۳ھ لوگوں نے ایک پرند کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ لوگو! اللہ سے ڈرو' پھر اللہ اللہ چالیس مرتبہ کہا اور اڑ گیا۔ دوسرے

Marfat.com

روز بھی ایسا ہی ہوا۔ اس کی اطلاع حلب والوں نے دارالخلافہ میں کی اور پانچ سو آدمیوں نے اس کی شہادت دی۔ سنہ ۲۴۵ھ میں تمام دنیا میں سخت زلزلے آئے۔ بہت سے شہر و قلعے مسمار ہو گئے۔ انطاکیہ میں ایک پہاڑ سمندر میں گر پڑا۔ مکہ مکرمہ کے چشموں کا پانی غائب ہو گیا۔ متوکل نے عرفات سے پانی لانے کے لیے ایک لاکھ دینار دیئے۔ آسمان سے ہولناک آوازیں سنائی دیں۔

متوکل نہایت سخی تھا۔ شعراء کو اس نے اس قدر انعام دیا کہ اب تک کسی خلیفہ نے نہ دیا تھا۔ اسی کے زمانے میں حضرت ذوالنون مصری نے احوال و مقامات اہل ولایت ظاہر کیا تو عبداللہ بن عبدالحکیم شاگرد امام مالک نے ان سے انکار کیا اور ذوالنون مصری کو اس لیے زندیق کہا کہ انہوں نے وہ علم ایجاد کیا جو سلف صالحین نے نہ کیا تھا۔ حاکم مصر نے ذوالنون مصری کو طلب کر کے ان کے عقائد دریافت کئے تو وہ مطمئن ہو گیا اور متوکل کو ان کا حال لکھ کر بھیجا۔ متوکل نے ذوالنون کو دارالخلافہ میں طلب کیا اور ان کی باتیں سن کر بہت خوش ہوا اور بڑی عزت و تکریم سے پیش آیا۔ متوکل کے مقتول ہونے کے بعد کسی نے اس کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟ متوکل نے جواب دیا کہ میں نے جو تھوڑا سا احیاء سنت کیا ہے' اس کے صلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ ابن عساکر کا قول ہے کہ متوکل نے ایک روز خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک شکر پارہ گرا ہے' اس پر لکھا ہے کہ ﴿ **جعفر المتوکل علی اللہ** ﴾ جب وہ تخت نشین ہوا تو لوگوں نے اس کے لیے خطاب سوچا' کسی نے منتصر تجویز کیا' کسی نے اور کچھ لیکن جب متوکل نے علماء کو اپنا خواب بیان کیا تو سب نے متوکل علی اللہ ہی خطاب پسند کیا۔

ایک مرتبہ متوکل نے علماء کو اپنے یہاں طلب کیا' جن میں احمد بن معدل بھی تھے۔ جب سب علماء آکر جمع ہو گئے تو اس جگہ متوکل بھی آیا۔ متوکل کو آتا ہوا دیکھ کر سب علماء تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے مگر ایک احمد بن معدل بدستور بیٹھے رہے اور کھڑے نہیں ہوئے۔ متوکل نے اپنے وزیر عبیداللہ سے دریافت کیا کہ کیا اس شخص نے بیعت نہیں کی ہے؟ عبیداللہ نے کہا کہ بیعت تو کی ہے مگر ان کو کم نظر آتا ہے۔ احمد بن معدل نے فوراً کہا کہ میری آنکھوں میں کوئی نقصان نہیں ہے مگر میں آپ کو عذاب الٰہی سے بچانا چاہتا ہوں کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص لوگوں سے یہ امید رکھے کہ وہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

متوکل یہ سن کر احمد بن معدل کے برابر آبیٹھا۔ یزید مہلبی کہتے ہیں کہ ایک روز مجھ سے متوکل نے کہا کہ خلفاء رعایا پر محض اپنا رعب قائم کرنے کے لیے سختی کرتے تھے مگر میں رعایا کے ساتھ اس لیے نرمی کا برتاؤ کرتا ہوں کہ وہ بہ کشادہ پیشانی میری خلافت کو قبول کر کے میری اطاعت کریں۔ عمرو شیبان کہتے ہیں کہ میں نے متوکل کے مقتول ہونے سے دو مہینے بعد متوکل کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیسا معاملہ کیا؟ متوکل نے کہا کہ میں نے احیاء سنت کی جو خدمت انجام دی تھی' اس کے صلے میں مجھ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے' پھر میں نے پوچھا کہ آپ کے قاتلوں کے ساتھ کیا ہوگا؟ تو متوکل نے کہا کہ میں

Marfat.com

اپنے بیٹے محمد (منتصر) کا انتظار کر رہا ہوں' جب وہ یہاں پہنچے گا تو میں اللہ کے سامنے فریادی ہوں گا۔ خلیفہ متوکل علی اللہ شافعی تھا اور یہ سب سے پہلا خلیفہ تھا جس نے شافعی مذہب اختیار کیا تھا۔

منتصر باللہ

منتصر باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام محمد اور کنیت ابو جعفر یا ابو عبداللہ تھی۔ سنہ۔ ۲۲۳ھ میں بمقام سامرہ رومیہ حبشیہ نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ اپنے باپ متوکل کو قتل کرا کر ۴/ شوال سنہ۔ ۲۴۷ھ کو تخت خلافت پر متمکن ہوا۔ اپنے دونوں بھائیوں معتز اور موید کو جو اس کے باپ متوکل کے ولی عہد مقرر کئے ہوئے تھے' ولی عہدی سے معزول کیا۔

ترک دربار خلافت پر قابو پائے ہوئے تھے اور روز بروز ان کی طاقت ترقی پذیر تھی۔ منتصر کو تو ترکوں ہی نے تخت خلافت پر بٹھایا تھا۔ اس لیے وہ اور بھی زیادہ آزادی سے سب پر مستولی ہو گئے تھے۔ منتصر کو یہ دیکھ کر کہ ترکوں کی طاقت حد سے زیادہ بڑھتی جاتی ہے اور یہی کسی دن میرے لیے موجب اذیت ہوں گے' ان کی طاقت واقتدار کے مٹانے پر مستعد ہو گیا۔

اس نے اپنی شش ماہہ خلافت کے مختصر زمانے میں شیعوں پر بہت احسانات کئے۔ حسین ؓ کی قبر پر لوگوں کو زیارت کے لیے جانے کی اجازت دے دی اور علویوں کو ہر قسم کی آزادی عطا کر دی۔ اس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی احمد بن خصیب کو خلعت وزارت عطا کیا اور بغا کبیر کو سپہ سالار اعظم بنایا۔ بغا کبیر اور دوسرے ترکوں کی ترغیب ہی سے اس نے اپنے بھائیوں کو ولی عہدی سے معزول کیا تھا۔ ترکوں کے استیلا کو دیکھ کر جب ان کا زور کم کرنے کی طرف متوجہ ہوا تو ترک اس لیے کہ خلیفہ منتصر عقلمند بھی تھا اور بہادر بھی' اس سے خائف ہوئے اور سمجھے کہ وہ اپنے ارادے میں ضرور کامیاب ہو جائے گا۔ لہذا انہوں نے اس کے طبیب ابن طیفور کو تیس ہزار دینار رشوت دی کہ زہر آلود نشتر سے اس کی فصد کھولے۔ چنانچہ مسموم نشتر سے اس کی فصد طبیب مذکور نے کسی بیماری کا علاج کرتے ہوئے کھول دی۔

۵/ ربیع الاخر سنہ۔ ۲۸۴ھ کو چھ مہینے سے بھی کم خلافت کر کے فوت ہوا۔ مرتے وقت کہتا تھا کہ اے میری ماں مجھ سے دین ودنیا جاتے رہے ہیں۔ میں اپنے باپ کی موت کا باعث ہوا ہوں اور اب میں اس کے پیچھے جاتا ہوں۔ خاندان کسریٰ میں ایک شخص شیرویہ نامی نے اپنے باپ کو قتل کیا تھا' وہ بھی چند مہینے سے زیادہ زندہ نہ رہا تھا۔

مستعین باللہ

مستعین باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام اور کنیت ابو العباس تھی۔ خوبصورت گورے رنگ کا آدمی تھا۔ چہرے پر چیچک کے داغ اور توتلا تھا۔ مخارق نامی ام ولد کے پیٹ سے سنہ۔ ۲۲۱ھ میں پیدا ہوا

Marfat.com

تھا۔جب متصر فوت ہو گیا تو ارکان سلطنت جمع ہوئے کہ اب کس کو خلیفہ بنایا جائے۔اولاد متوکل میں معتز اور موید موجود تھے لیکن ترک ان کی جانب سے اندیشہ مند تھے کہ انہوں ہی نے ان کو ولی عہدی سے معزول بھی کرایا تھا۔لہذا معتصم باللہ کے بیٹے احمد کو تخت پر بٹھایا گیا اور مستعین باللہ اس کا خطاب تجویز ہوا۔ مستعین باللہ نہایت نیک' فاضل ادیب اور فصیح و بلیغ شخص تھا۔۶/ربیع الاخر سنہ۔۲۴۸ھ کو تخت نشین ہوا۔جب مستعین باللہ کو تخت نشین کرنے کے لیے قصر خلافت کی طرف چلے تو محمد عبداللہ بن طاہر اور اس کے ہمراہ اور عام لوگوں نے شور و غوغا مچا کر خروج کیا اور معتز کی خلافت کا مطالبہ پیش کیا۔ آخر ترکوں نے ان لوگوں کا مقابلہ کیا۔

لڑائی میں بہت سے غوغائی مارے گئے۔بہت سے ہزیمت خوردہ اپنی جان بچا کر لے گئے۔ادھر لڑائی ہو رہی تھی' ادھر ترک مستعین باللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ہنگامہ فرو ہوا اور انعام و عہدے تقسیم ہونے لگے۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کے پاس بیعت کے لیے پیغام بھیجا گیا۔اس نے بھی آکر بیعت کر لی۔ تکمیل بیعت کے بعد خبر پہنچی کہ طاہر بن عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان کا انتقال ہو گیا۔ خلیفہ مستعین باللہ نے محمد بن طاہر بن عبداللہ کو گورنر خراسان مقرر کیا۔

اسی عرصہ میں حسین بن طاہر بن حسین کا بھی انتقال ہو گیا جو خراسان کے شرقی حصہ کا حکمران تھا۔اس کی جگہ محمد بن عبداللہ بن طاہر کو مامور کیا۔اس کے چچا طلحہ کو نیشاپور کی اور اس کے بیٹے منصور کو سرخس اور خوارزم کی حکومت سپرد کی۔ حسین بن عبداللہ کو ہرات کی حکومت عطا کی اور اس کے چچا سلیمان بن عبداللہ کو طبرستان کی اور اس کے چچازاد بھائی عباس کو جرجان و طالقان کی حکومت پر روانہ کیا۔

سنہ۔۲۴۸ھ میں عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان نے ادائے حج کی اجازت چاہی۔ خلیفہ نے اجازت مرحمت فرمائی مگر اس کے روانہ ہونے کے بعد ہی ایک سردار کو عبداللہ بن یحییٰ کے گرفتار و جلاوطن کرنے پر مامور کیا' جس نے اسے گرفتار کر کے رقہ میں جلاوطن کر دیا۔انہیں ایام میں ترکوں نے معتز اور موید کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔احمد بن خصیب نے ان کو اس فعل ناروا سے منع کیا۔ خلیفہ مستعین نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی ترکوں کے ایک سردار تامش نامی کو وزارت کا عہدہ عطا کیا تھا اور احمد بن خصیب کو نائب وزیر بنایا تھا۔ معتز اور موید کو خلیفہ مستعین نے مقام جوسق میں نظر بند کر دیا۔ تامش کو وزارت کے علاوہ مصر و مغرب کی حکومت و نیابت بھی سپرد کی۔ بغاصغیر کو حلوان و ماسبذان کی سند حکومت دی' اشناس کو سپہ سالاری اور عمال سلطنت کی نگرانی کا کام سپرد ہوا۔ غرض تمام بڑے بڑے عہدے ترکوں کو دیئے گئے۔

سنہ۔۲۴۹ھ میں رومیوں نے ممالک اسلامیہ پر حملہ کیا۔رومیوں کے مقابلہ میں عمر بن عبداللہ اور علی بن یحییٰ دو مشہور سردار معہ بہت سے مسلمانوں کے شہید ہوئے۔ان دونوں سرداروں کی شہادت کا حال سن کر بغداد میں لوگوں کو سخت ملال و افسوس ہوا اور ترکوں کی نسبت شکایات زبان پر آنے لگیں کہ انہوں نے طاقت پا کر خلفا کو قتل اور شرفاء کو ذلیل کرنے کا کام تو کیا لیکن کفار کے مقابلے میں جہاد کرنے کی طرف سے غفلت برتی۔اس لیے دو خادم اسلام سردار شہید ہو گئے اور رومیوں کی جرات مسلمانوں کے مقابلے میں بڑھ

Marfat.com

گئی۔

اس قسم کی باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں ایک قسم کی شورش سی برپا ہو گئی اور لوگوں نے جہاد کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ اطراف وجوانب سے بھی مسلمان بعزم جہاد آ آ کر شریک ہونے لگے۔ مسلمان امرا نے روپیہ بھی جمع کر دیا۔ ایک جم غفیر بغداد سے بغرض جہاد نکل کر کھڑا ہوا۔ مستعین نے سامرہ پہنچ کر بھی اسی قسم کی شورش برپا کر دی اور جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد ترکی سردار بغا' وصیف اور اتامش ترکی فوج لے کر ان مسلمانوں کے مقابلے پر آئے۔ عوام الناس کا ایک گروہ کثیر مقتول ہوا اور جوش وخروش فرو ہو گیا۔ اتامش چونکہ زیادہ قابو یافتہ اور خزانہ شاہی میں تصرف کرنے کا بھی اختیار رکھتا تھا۔ لہذا بغا اور وصیت اس سے رقابت رکھتے تھے۔ انہوں نے اتامش کے بعد عبداللہ بن محمد بن علی کو عہدہ وزارت عطا کیا۔ چند روز کے بعد بغا صغیر اور ابو صالح عبداللہ بن محمد بن علی وزیر دونوں میں ناراضی پیدا ہوئی۔

ابو صالح عبداللہ بغا صغیر کے خوف سے سامرہ چھوڑ کر بغداد بھاگ گیا اور خلیفہ مستعین نے محمد بن فضل جرجانی کو وزیر بنایا۔ غرض خلیفہ مستعین بالکل ترکوں کے ہاتھ میں تھا۔ سامرہ میں سب ترک ہی آباد تھے۔ اس لیے ترکوں کے قبضہ سے نکلنے کی کوئی کوشش بھی خلیفہ نہیں کر سکتا تھا۔ انہیں حالات میں یحییٰ بن عامر بن یحییٰ بن حسین بن زید شہید نے جن کی کنیت ابوالحسین تھی' کوفہ میں خروج کیا۔ کوفہ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر کی جانب سے ایوب بن حسین بن موسیٰ بن جعفر بن سلیمان بن علی والی کوفہ تھا۔ ابوالحسین نے ایوب کو کوفہ سے نکال دیا اور شاہی بیت المال لوٹ لیا اور کوفہ پر قابض و متصرف ہو گئے۔

ابوالحسین نے کوفہ سے واسط کی طرف کوچ کیا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر نے حسین بن اسماعیل بن ابراہیم بن مصعب کو روانہ کیا۔ راستے میں لڑائی ہوئی۔ ابوالحسن حسین بن اسماعیل کو شکست دے کر کوفہ میں واپس آ گئے اور اہل بغداد بھی ان کی امداد پر آمادہ ہو گئے۔ حسین بن اسماعیل اپنا لشکر مرتب کر کے دوبارہ ابو الحسین یحییٰ بن عمیر پر حملہ آور ہوا۔ کوفہ سے نکل کر یحییٰ نے مقابلہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد ابوالحسین یحییٰ بن عمر مارے گئے۔ ان کا سر کاٹ کر سامرہ میں خلیفہ مستعین کے پاس بھیجا گیا۔ جس کو مستعین نے ایک صندوق میں بند کرا کر اسلحہ خانہ میں رکھوا دیا۔ ابوالحسین یحییٰ ۱۵/رجب سنہ ۲۵۰ھ کو مقتول ہوئے۔

ابوالحسین پر فتح پانے کے صلہ میں خلیفہ مستعین نے عبداللہ بن طاہر کو طبرستان میں جاگیریں عطا فرمائیں جن میں ایک جاگیر حدود دیلم کے قریب تھی۔ اس جاگیر پر قبضہ کرنے کے لیے جب محمد بن عبداللہ کا عامل گیا تو رستم نامی ایک شخص نے مخالفت کی۔ آخر دیلم والے اس مخالفت میں رستم اور اس کے دونوں بیٹوں محمد و جعفر کے طرفدار ہو گئے۔ طبرستان میں اس زمانہ میں محمد بن ابراہیم علوی موجود تھے۔ محمد و جعفر دونوں بھائیوں نے اس کے پاس آ کر کہا کہ آپ امارت کا دعویٰ کیجئے' ہم آپ کے حامی ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ تم رے میں جا کر حسن بن زید بن محمد بن اسماعیل بن حسن بن زید بن حسن سبط کی خدمت میں درخواست پیش کرو' وہ ہمارے سردار اور مقتدا ہیں۔

Marfat.com

محمد و جعفر نے اپنے باپ رستم سے آکر کہا۔ اس نے ایک آدمی رے بھیجا۔ وہاں سے حسن بن زید طبرستان چلے آئے۔ یہاں دیلم وریان وغیرہ سے لوگ آآکر بیعت ہونے شروع ہوئے۔ ایک جم غفیر فراہم ہو گیااور حسن بن زید نے علاقہ طبرستان پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد رے بھی قبضہ میں آگیا۔ یہ خبر سن کر مستعین نے ہمدان کے بچانے کوایک لشکر بھیجا' جس کو شکست ہوئی۔ اس کے بعد موسیٰ بن بغاکبیر کودارالخلافہ سے مع فوج روانہ کیا گیا۔ اس نے طبرستان کو توحسن بن زید کے قبضہ سے نکال لیا مگر دیلم پر حسن بن زید کا قبضہ رہا۔ موسیٰ وہاں سے رے کی طرف واپس چلا آیا۔ انہیں ایام میں خلیفہ مستعین نے دلیل بن یعقوب نصرانی کواپناوزیر بنایا۔ چندروز کے بعد باغرنامی ایک ترک کو دلیل نصرانی وزیر سے کوئی شکایت پیدا ہوئی۔ اس معاملہ میں بغاصغیر اور وصیف نے باغر کو مجرم بتایا۔ خلیفہ نے اس کو قید کردیا۔ ترکوں نے شورش برپاکی۔ ترکوں کی اس شورش کو دیکھ کر بغاصغیر نے باغر کو قتل کرادیا۔ اس سے بجائے فرو ہونے کے شورش اور بھی ترقی کر گئی۔ تمام سامرا باغی ہو گیااور ہر طرف بلوائیوں کے جھنڈے نظر آنے لگے۔ مجبوراً خلیفہ مستعین بغا' وصیف' شابک اور احمد بن صالح شیرزاو سامرا سے نکل کر بغداد چلے آئےاور محرم سنہ۔ ۲۵۱ھ میں بغداد کے اندر محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مکان میں فروکش ہوئے۔ خلیفہ کے آنے کے بعد دفتر کے آدمی بھی دفاتر لے کر بغداد ہی آگئے۔

خلیفہ کے بغداد چلے جانے کے بعد ترکوں کو پشیمانی ہوئی اور سامرا سے چھ ترک سردار بغداد میں خلیفہ کے پاس آکر ملتجی ہوئے کہ آپ سامرا ہی تشریف لے چلیں' ہم سب اپنی حرکات ناشائستہ سے پشیمان اور معافی کے خواہاں ہیں۔ خلیفہ مستعین نے ترکوں کوان کی بے وفائیاں اور گستاخیاں یاد دلا کر سامرہ جانے سے انکار کیا۔ ترکوں نے سامرہ واپس جاکر معتز بن متوکل کو جیل سے نکالااور اس کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرلی۔ ابو احمد بن ہارون الرشید بھی اس زمانے میں سامرہ میں موجود تھا۔ ابواحمد سے جب بیعت کے لیے کہا گیاتواس نے کہاکہ میں چونکہ مستعین کے ہاتھ پر بیعت کرچکا ہوں اور معتز اپنی معزولی ولی عہدی سے خود تسلیم کرچکا ہے' لہذا میں بیعت نہیں کروں گا۔ معتز نے ابواحمد کواس کے حال پر چھوڑ دیااور زیادہ اصرار نہیں کیا۔

بغاکبیر کے دونوں بیٹوں موسیٰ و عبداللہ نے بھی معتز کی بیعت کرلی۔ اسی طرح جو لوگ معتز کی خلافت کو پسند کرتے تھے' وہ معتز کے پاس سامرا چلے گئے' جو مستعین کو پسند کرتے تھے وہ سامرا سے بغداد چلے آئے۔ یہی حالت صوبوں کے عاملوں اور گورنروں کی ہوئی۔ کچھ اس طرف ہو گئے' کچھ اس طرف۔ بغداد و سامرہ دونوں جگہ دو الگ الگ خلیفہ تھے۔ مستعین کی طرف خاندان طاہریہ اور خراسانی لوگ زیادہ تھے۔ معتز کی جانب قریباً تمام ترک اور بعض دوسرے سردار بھی تھے۔ گیارہ مہینے تک جنگ و پیکار کا ہنگامہ دونوں خلیفوں میں برپا رہا۔ باہر کے صوبہ داروں سے دونوں خط و کتابت کرتے اور اپنی اپنی طرف ان کو مائل کرتے تھے۔ یہ جنگ سامرا و بغداد تک ہی محدود نہ رہی بلکہ باہر کے صوبوں میں بھی اس کے شعلے مشتعل ہونے لگے مگر زیادہ زور بغداد کے نواح میں رہا کیونکہ باہر والے دارالسلطنت کے نتائج کا انتظار کرتے تھے۔

آخر ماہ ذی قعدہ سنہ۔ ۲۵۱ھ میں محمد بن عبداللہ بن طاہر نے جو بغداد میں مستعین کی فوجوں کا سپہ

Marfat.com

سالار تھا' ترکوں پر جو بغداد کا محاصرہ کئے ہوئے تھے' ایسا سخت وشدید حملہ کیا کہ وہ ہزیمت پاکر فرار ہوگئے۔ بغا اور وصیف بغداد میں مستعین کے ساتھ تھے۔ اس حملہ میں یہ بھی محمد بن عبداللہ بن طاہر کے ساتھ اپنے چھوٹے چھوٹے دستوں کو لیے ہوئے تھے یعنی ترکوں کی بہت ہی قلیل تعداد جو ان دونوں ترک سرداروں کے مخصوص آدمیوں پر مشتمل تھی' مستعین کی فوج میں شامل تھی۔ بغااور وصیف نے جب ترکوں کو شکست پاکر خراسانیوں اور عراقیوں کے مقابلے میں بھاگتا ہوا دیکھا تو ان کی قومی عصبیت میں حرکت پیدا ہوئی اور فوراً جدا ہو کر ترکوں کی منہزم فوج سے جاملے' ان کے پہنچنے سے ترکوں کی ہمت بندھ گئی اور اپنی جمعیت کو درست کر کے پھر لوٹ پڑے اور دوبارہ بغداد کا محاصرہ کرلیا۔

ادھر شہر والوں نے محمد بن عبداللہ بن طاہر کے متعلق خبریں اڑانی شروع کردیں کہ یہ دیدہ ودانستہ خلیفہ مستعین کو مشکلات میں مبتلا کر رہا ہے' جس سے محمد بن عبداللہ بھی کچھ سست ہو گیا۔ آخر ۱۶/ محرم سنہ۔ ۲۵۲ھ کو مستعین باللہ نے معتز باللہ کے پاس ایک تحریر بھیج دی جس میں معتز باللہ کی خلافت کو تسلیم کر کے خود خلافت سے دست برداری ظاہر کی تھی۔ خلیفہ معتز نے بغداد میں داخل ہو کر معزول خلیفہ مستعین کو واسط کی طرف نظر بند کر کے بھیج دیا۔ وہاں مستعین نو مہینے تک ایک امیر کی حراست میں رہا' پھر سامرہ میں واپس چلاآیا اور ۳/ شوال سنہ۔ ۲۵۲ھ کو خلیفہ معتز کے اشارے سے قتل کیا گیا۔

معتز باللہ

معتز باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید سنہ۔ ۲۳۲ھ میں بمقام سامرہ ایک رومیہ ام ولد فتحیہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ محرم سنہ۔ ۲۵۱ھ سامرا میں خلیفہ بنایا گیا۔ ایک سال مستعین باللہ سے جنگ آزمارہ کر مستعین کو خلع خلافت پر مجبور کرنے میں کامیاب ہوا۔ نہایت خوبصورت شخص تھا۔ جس سال یہ تخت نشین ہوا' اسی سال اشناس ترکی مرا تھا۔ اس نے پچاس ہزار دینار چھوڑے تھے جو معتز نے ضبط کر کے اپنا کاروبار چلایا۔ معتز جب تخت خلافت پر بیٹھا تو اس کی عمر انیس سال کی تھی۔ اس نے احمد بن اسرائیل کو وزیر بنایا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر کو بغداد کی پولیس پر مامور رکھا۔ محمد بن عبداللہ بن طاہر خراسان کا گورنر تھا مگر خراسان میں اس کا نائب رہتا تھا اور وہ خود بغداد میں مقیم تھا۔ معتز کو ترکوں ہی نے تخت خلافت پر بٹھایا تھا۔ وہ بالکل ترکوں سے دبا ہوا تھا۔ بغداد میں جو لشکر رہتا تھا' اس میں خراسانی اور عراقی لوگ تھے۔ اس لشکر کو وظیفے اور تنخواہیں محمد بن عبداللہ تقسیم کیا کرتا تھا۔ معتز نے اس تمام لشکر کو تنخواہیں اور وظیفے دینے بند کردیئے۔

ماہ رجب سنہ۔ ۲۵۲ھ میں خلیفہ معتز نے اپنے بھائی موید کو ولی عہدی سے معزول کر دیا اور جیل خانے بھجوا کر قتل کرادیا۔ رمضان سنہ۔ ۲۵۲ھ میں لشکر بغداد نے تنخواہ و وظائف نہ ملنے کے سبب بغاوت کی اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے مقابلہ پر آمادہ ہوگئے۔ بڑی مشکل سے یہ فساد محمد بن عبداللہ نے فرو کیا۔ اسی سال فوج کے ترکوں اور عربوں میں فساد ہوا۔ طرفین میں خوب خانہ جنگی برپا رہی۔ عربوں کا ساتھ اہل بغداد

Marfat.com

نے دیا مگر ترکوں نے آخر دھوکے سے عربوں اور ان کے سرداروں کو قتل اور جلاوطن کیا۔ اسی سال خلیفہ معتز نے حسین بن ابی شوارب کو قاضی القضاۃ کا عہدہ عطا کیا۔ چونکہ رعب خلافت اب اٹھ چکا تھا۔ اس لیے جابجا صوبہ داروں نے اپنے آپ کو خود مختار سمجھنا شروع کر دیا اور خارجیوں اور علویوں نے خروج شروع کر دیئے۔ مساور بن عبداللہ بن مساور بجلی خارجی نے ولایت موصل پر قبضہ کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور جو سردار خلیفہ کی طرف سے اس کے مقابلہ کو گیا' شکست دے کر بھگا دیا۔

سنہ۔ ۲۵۳ھ میں ترکوں نے وصیف و بغا اور سیما طویل اپنے سپہ سالاروں سے کہا کہ ہم کو چار چار مہینے کی پیشگی تنخواہیں دلوادو۔ انہوں نے کہا کہ خزانہ خالی پڑا ہے۔ تم کو تنخواہیں کہاں سے دی جائیں۔ ترکوں نے شورش برپا کی۔ ان سرداروں نے خلیفہ معتز سے عرض کیا' معتز خود مجبور تھا کیا کر سکتا تھا۔ ترکوں نے وصیف کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ چند روز کے بعد بابکیال اور بغا صغیر میں رقابت پیدا ہو گئی۔ خلیفہ معتز بابکیال کے حال پر زیادہ مہربان رہنے لگا۔ بغا نے خلیفہ کے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس ارادے کی اطلاع معتز کو ہو گئی اور بابکیال کے آدمیوں نے بغا صغیر کو قتل کر دیا۔

محمد بن عبداللہ بن طاہر کی وفات : محمد بن عبداللہ بن طاہر گورنر خراسان نے سنہ۔ ۲۵۳ھ میں بغداد کے اندر وفات پائی۔ محمد بن عبداللہ نے مرنے سے پیشتر اپنی قائم مقامی اور گورنری خراسان کے لیے اپنے بیٹے عبداللہ کی نسبت وصیت کی تھی مگر عبیداللہ کے دوسرے بھائی طاہر بن محمد بن عبداللہ بن طاہر نے بھائی کی مخالفت کی۔ محمد بن عبداللہ کی نماز جنازہ پڑھانے پر ہی آپس میں لڑ پڑے۔ آخر وصیت کے موافق عبیداللہ ہی باپ کا قائم مقام تسلیم کیا گیا لیکن خلیفہ معتز نے پھر سلیمان بن عبداللہ بن طاہر کو محمد بن عبداللہ بن طاہر کا قائم مقام بنایا اور اس نے بغداد میں قیام کر کے مہمات متعلقہ کو انجام دینا شروع کیا۔

احمد بن طولون : ترکی سرداروں میں بابکیال نامی سردار بھی بغا' وصیف اور سیما طویل کی طرح ایک سربرآوردہ اور نامی سردار تھا۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۲۵۳ء میں معتز باللہ نے بابکیال کو مصر کی سند گورنری عطا کی۔ بابکیال نے اپنی طرف سے احمد بن طولون کو بطور نائب حکومت مصر پر مقرر کر کے بھیجا۔

طولون ایک ترک تھا جو لڑکپن میں فرغانہ کی لڑائی میں گرفتار ہو کر آیا تھا۔ اس نے خاندان خلافت میں پرورش پائی تھی اور غلامان شاہی میں شامل تھا۔ اس کے بیٹے احمد نے بھی دارالخلافہ میں پرورش پا کر امور سلطنت سے واقفیت حاصل کی تھی۔ بابکیال کو جب مصر کی سند گورنری ملی تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ اپنی طرف سے کسی کو مصر کی حکومت پر مامور کر کے بھیجوں۔ اس کے مشیروں نے احمد بن طولون کا نام لیا۔ چنانچہ اس نے احمد بن طولون کو مصر بھیج دیا اور احمد نے مصر پر قبضہ کر کے وہاں کا انتظام کیا۔ جب معتز کے بعد خلیفہ مہدی نے بابکیال کو قتل کر کے یارکوج ترکی کو مصر کی گورنری عطا کی تو یارکوج نے بھی اپنی طرف سے احمد بن طولون کو مصر کی حکومت پر مامور رکھا۔ اس طرح احمد بن طولون حکومت مصر پر خوب مضبوطی سے قائم ہو گیا اور پھر اس کی اولاد ورا ثتا مصر پر قائم رہی اور اپنا سکہ مصر میں چلایا۔ غرض سنہ۔ ۲۵۳ھ سے مصر کو بھی خلافت عباسیہ سے خارج ہی سمجھنا

Marfat.com

چاہیے' یا کم از کم یہ سمجھنا چاہیے کہ سنہ۔ ۲۵۳ھ سے مصر میں حکومت طولونیہ کی ابتدا ہوئی۔

یعقوب بن لیث صفار : یعقوب بن لیث اور اس کا بھائی عمرو بن لیث دونوں سجستان میں تانبے اور پیتل کے برتنوں کی دکان کرتے تھے۔ چونکہ اس زمانے میں خلافت کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے جا بجا بغاوتیں اور سرکشیاں نمودار ہو رہی تھیں۔ اس لیے خوارج نے بھی خروج شروع کیا۔ ان کے مقابلے میں اہل بیعت یعنی علویوں کے طرفدار بھی نکل کھڑے ہوئے۔ انہیں میں ایک شخص صالح بن نضر کنعانی بھی ہوا خواہی اہل بیت کا دعویٰ کر کے خروج پر آمادہ ہوا۔ اس کے گرد امرا اور رؤسا اور عوام الناس کا ایک گروہ جمع ہو گیا۔ یعقوب بن لیث بھی اسی گروہ میں شامل ہو گیا۔ صالح نے لڑ بھڑ کر سجستان پر قبضہ کر لیا اور خاندان طاہریہ کے ارکان کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کامیابی کے بعد ہی صالح کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد درہم بن حسن ایک شخص صالح کا جانشین و قائم مقام ہوا مگر گورنر خراسان نے اس کو کسی حیلہ سے گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا۔ صالح کی جماعت نے یعقوب بن لیث کو اپنا امیر بنالیا۔ یعقوب نے نہایت ہوشیاری اور شجاعت سے کام لے کر سجستان پر اپنا قبضہ مکمل کیا اور محمد بن عبداللہ بن طاہر کے عامل محمد بن اوس انباری کو جو ہرات کی حکومت پر متعین تھا' نکال دیا اور ہرات پر قبضہ کر کے خراسان کے علاقوں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔

اسی اثنا میں فارس کے گورنر علی بن حسین بن شبل نے کرمان پر قبضہ کرنا چاہا۔ ادھر سے یعقوب بن لیث نے بھی کرمان کو اپنے تصرف میں لانا چاہا۔ علی بن حسین کے سپہ سالاروں کو یعقوب بن لیث نے شکست دے کر بھگادیا اور آخر فارس کے دارالسلطنت شیراز پر حملہ آور ہو کر سنہ۔ ۲۵۵ھ میں شیراز پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد فوراً سجستان کی طرف واپس چلا گیا اور دربار خلافت میں ایک درخواست اس مضمون کی بھیج دی کہ اس علاقہ میں بڑی بدامنی پھیل رہی تھی' یہاں کے لوگوں نے مجھ کو اپنا امیر بنالیا ہے۔ میں امیر المومنین کا فرماں بردار ہوں۔ اس کے بعد خاندان طاہریہ سے یعقوب بن لیث نے بتدریج تمام خراسان کو خالی کرالیا اور خود قابض و متصرف ہو کر اپنی مستقل حکومت قائم کی۔ طاہر بن حسین کی اولاد نے خراسان پر اب تک مسلسل حکومت کی تھی۔ اس لیے خراسان کی مستقل اسلامی سلطنتوں کے سلسلہ میں سب سے پہلے خاندان طاہریہ کا نام لیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ خاندان طاہریہ کا تعلق برابر دربار خلافت سے رہا اور اس خاندان کا کوئی نہ کوئی شخص بغداد کا افسر پولیس بھی ضرور رہا۔

خلفاء عباسیہ میں کسی کو یہ جرات نہ ہوئی کہ خاندان طاہریہ کی حکومت سے خراسان کو نکال لے مگر طاہریہ خاندان ہمیشہ اپنے آپ کو خلفاء عباسیہ کا نوکر اور محکوم سمجھتا اور خلفاء عباسیہ سے سند گورنری حاصل کرتا اور خراج مقررہ بھی بھیجتا رہا لیکن یعقوب بن لیث نے جو حکومت قائم کی' یہ اپنی نوعیت میں طاہریہ سلطنت سے جداگانہ اور خود مختارانہ تھی جو دولت صفاریہ کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے تفصیلی حالات آئندہ اپنے مقام پر بیان ہوں گے۔

معتز باللہ کی معزولی اور موت : خلیفہ معتز ترک سرداروں کے قبضہ میں تھا۔ وہ جو چاہتے تھے کرتے

Marfat.com

تھے۔ خزانہ بالکل خالی ہو گیا تھا۔ بڑے بڑے سرداروں نے خزانہ پر خوب تصرف کر لیا تھا۔ فوج کے آدمی خلیفہ پر اپنے وظائف کا تقاضا کرتے تھے۔ خلیفہ سخت مجبور تھا۔ آخر ایک روز ترکوں نے جمع ہو کر امیر المومنین کے دروازے پر جا کر شور وغل مچایا اور کہا کہ ہم کو کچھ دلوایئے ورنہ ہم صالح بن وصیف کو جو آج کل آپ پر قبضہ کئے ہوئے ہے' قتل کر ڈالیں گے۔

صالح بن وصیف ایک ترک سردار تھا' خلیفہ اس سے بہت ہی ڈرتا تھا۔ اس شورش کو دیکھ کر معتز اپنی ماں فتحیہ رومی کے پاس گیا کہ کچھ مال ہو تو اس ہنگامہ کو فرو کر دوں۔ فتحیہ کے قبضے میں بہت سامال تھا مگر اس نے دینے سے انکار اور ناداری کا عذر کیا۔ ترکوں نے صالح بن وصیف اور محمد بن بغا صغیر اور بابکیال کو اپنا شریک بنا لیا اور ان سرداروں کی بیعت میں مسلح ہو کر قصر خلافت کے دروازے پر آئے اور معتز کو بلایا۔ خلیفہ معتز نے کہلا بھیجا کہ میں نے دوا پی ہے' بیمار اور بہت کمزور ہوں' باہر نہیں آسکتا۔ یہ سن کر ترک قصر خلافت میں زبردستی گھس گئے اور خلیفہ معتز کی ٹانگ پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے باہر لائے۔ اس کو مارا' گالیاں دیں اور صحن مکان میں برہنہ سر دھوپ میں کھڑا کر دیا' پھر ہر ایک شخص جو گزرتا تھا اس کے منہ پر طمانچہ مارتا تھا۔ یہاں تک کہ جب خلیفہ کی بے عزتی حد کو پہنچ گئی تو اس سے کہا کہ اب اپنی خلافت سے دست برداری لکھ دو۔ معتز نے اس سے انکار کیا تو قاضی القضاۃ حسین بن ابی شوراب کو بلایا اور اراکین سلطنت طلب کئے گئے۔ ایک محضر لکھا اس پر قاضی صاحب اور تمام اراکین سلطنت سے دستخط کرائے اور معتز کو معزول کر کے ایک تہ خانہ میں بے آب ودانہ بند کر دیا' وہیں اس کا دم نکل گیا۔

یہ واقعہ ماہ رجب سنہ ۲۵۵ھ کا ہے اور معتز کی موت ۸/ شعبان سنہ ۲۵۵ھ کو واقع ہوئی۔ اس کے بعد لوگوں نے بغداد سے معتز کے چچازاد بھائی محمد بن واثق کو بلا کر تخت سلطنت پر بٹھایا اور مہتدی باللہ کا خطاب دیا۔ خلیفہ معتز کی ماں اپنے بیٹے کی گرفتاری وبے حرمتی کا حال دیکھ کر ایک سرنگ کے راستے فرار ہو گئی اور سامرا میں کسی جگہ چھپ گئی تھی۔ جب مہتدی خلیفہ ہو گیا تو ماہ رمضان سنہ ۲۵۵ھ میں صالح بن وصیف سے جو خلیفہ مہتدی کا نائب السلطنت بنا ہوا تھا' امان طلب کر کے ظاہر ہوئی۔ صالح نے اس کے مال ودولت کا سراغ لگایا تو اس کے پاس سے ایک کروڑ تین لاکھ دینار اور اس سے بہت زیادہ کے جواہرات نکلے' حالانکہ پچاس ہزار دینار معتز مانگتا تھا اور اتنے ہی میں فوج کی شورش اس وقت فرو ہو سکتی تھی۔ صالح نے فتحیہ کے تمام مال واسباب پر قبضہ کر کے کہا کہ اس کمبخت عورت نے پچاس ہزار دینار کے عوض اپنے بیٹے کو قتل کرا دیا۔ حالانکہ اس کے قبضے میں کروڑوں دینار تھے۔ اس کے بعد صالح نے فتحیہ کو مکہ کی طرف بھیج دیا۔ وہ معتمد کے تخت نشین ہونے تک مکہ میں رہی پھر سامرہ میں چلی آئی اور سنہ ۲۶۴ھ میں مر گئی۔

مہتدی باللہ

مہتدی باللہ بن واثق باللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصل نام محمد اور کنیت ابو اسحاق تھی۔

Marfat.com

اپنے دادا کے عہد خلافت سنہ۔۲۱۸ھ میں پیدا ہوا اور ۳۷ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۹/رجب سنہ۔۲۵۵ھ تخت نشین ہوا۔ گندم گون' دبلا پتلا' خوبصورت' عابد زاہد' عادل اور بہادر شخص تھا۔ احکام الٰہی کی پابندی کے رواج دینے میں بہت کوشاں تھا۔ تخت نشین ہونے کی تاریخ سے مقتول ہونے تک برابر روزہ رکھتا رہا مگر اس کو کوئی مددگار نہ ملا۔ اس نے ایسا خراب زمانہ پایا کہ خلافت اسلامیہ کے عزت و وقار کو دوبارہ واپس لانا سخت دشوار تھا۔ ہاشم بن قاسم کہتے ہیں کہ میں رمضان میں شام کے وقت مہتدی کے پاس بیٹھا تھا۔ جب میں چلنے لگا تو مہتدی نے کہا کہ بیٹھ جاؤ' میں بیٹھ گیا' پھر ہم نے افطار کیا' نماز پڑھی اور مہتدی نے کھانا طلب کیا تو ایک بید کی ڈلیا میں کھانا آیا۔ اس میں پتلی پتلی روٹیاں تھیں۔ ایک پیالی میں تھوڑا سا نمک' دوسری میں سرکہ اور تیسرے برتن میں زیتون کا تیل تھا۔ مجھ سے بھی کھانے کو کہا۔ میں نے کھانا شروع کیا اور دل میں سوچا کہ کھانا ابھی اور آتا ہو گا۔ اس لیے بہت آہستہ آہستہ کھانا شروع کیا۔ مہتدی نے میری طرف دیکھ کر کہا کہ کیا تمہارا روزہ نہ تھا؟ میں نے کہا' تھا' پھر پوچھا کہ کیا کل روزہ نہ رکھو گے؟ میں نے کہا رمضان کا مہینہ ہے' روزہ کیوں نہ رکھوں گا۔ کہا پھر اچھی طرح کھاؤ اور یہ امید نہ رکھو کہ اور کھانا آتا ہو گا کیونکہ اس کے سوا اور کھانا ہمارے یہاں نہیں ہے۔

میں نے تعجب سے کہا کہ امیر المومنین یہ کیا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو تمام نعمتیں عطا کی ہیں۔ مہتدی نے کہا "ہاں یہ سچ ہے مگر میں نے غور کیا تو بنو امیہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیز کو پایا کہ وہ کم کھانے اور رعایا کی راحت رسانی کی فکر سے بہت ہی لاغر ہو گئے تھے' پھر میں نے اپنے خاندان پر غور کیا تو مجھ کو بڑی شرم آئی کہ ہم لوگ بنی ہاشم ہو کر ان کی مانند بھی نہ ہوں۔ اسی لیے میں نے یہ طرز اختیار کیا جو تم دیکھ رہے ہو"۔ مہتدی نے لہو ولعب کو سختی سے روک دیا تھا۔ گانے بجانے کو حرام قرار دیا تھا۔ عاملان سلطانی کو ظلم کرنے سے سخت ممانعت کر دی تھی۔ دفتر کے معاملات میں سختی سے کام لیتا تھا۔ خود روزانہ اجلاس کرتا اور دربار عام میں انفصال مقدمات کا کام کرتا' منشیوں کو اپنے پاس بٹھا کر حساب کتاب کرتا تھا۔

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے مہتدی باللہ کو بھی ترکوں ہی نے خلافت پر بٹھایا تھا۔ صالح بن وصیف نے جو ترکوں میں سب سے زیادہ قابو یافتہ ہو رہا تھا' مہتدی باللہ کو تخت نشین کرنے کے بعد ہی احمد بن اسرائیل' زید بن معتز باللہ' ابو نوح کو گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ان کے مال واسباب کو ضبط کر لیا' پھر حسن بن مخلد کو بھی گرفتار کر کے اس کا مال واسباب ضبط کر لیا۔ خلیفہ مہتدی باللہ کو جب ان حالات کی اطلاع ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوا اور کہا کہ ان لوگوں کے لیے قید ہی مصیبت کیا کم تھی جو ان کو ناحق قتل کیا گیا۔ اس کے بعد خلیفہ مہتدی باللہ نے سامرا سے تمام لونڈیوں اور مغنیوں کو نکلوا دیا۔ محل سرائے شاہی میں جس قدر درندے پلے ہوئے تھے' سب کے مار ڈالنے اور کتوں کے نکلوا دینے کا حکم دیا۔ قلم دان وزارت سلیمان بن وہب کے سپرد کیا مگر صالح بن وصیف نے اپنی حکمت عملی اور خوش تدبیری سے سلیمان بن وہب کو بھی اپنے قابو میں کر لیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ معتز کی معزولی اور مہتدی کی تخت نشینی کے وقت موسیٰ بن بغا دارالخلافہ میں موجود نہ تھا۔ وہ رے کی طرف گیا ہوا تھا۔ اس نے جب یہ سنا کہ صالح نے معتز کو معزول کر کے مہتدی کو خلیفہ بنا دیا ہے تو وہ معتز کے

Marfat.com

خون کا بدلہ لینے کا اعلان کر کے دار الخلافہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں آکر دربار خلافت میں حاضری کی درخواست بھجوائی۔ صالح موسیٰ کے آنے کی خبر سن کر روپوش ہو گیا تھا۔

موسیٰ کو خلیفہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے آتے ہی خلیفہ کو گرفتار کر کے اور ایک خچر پر سوار کرا کر قید خانہ میں لے جانا چاہا۔ مہتدی نے کہا کہ موسیٰ اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ آخر تیری نیت کیا ہے؟ موسیٰ نے کہا کہ میری نیت بخیر ہے۔ آپ یہ حلف لیجئے کہ صالح کی طرفداری نہ کریں گے۔ خلیفہ نے یہ حلف کر لیا۔ موسیٰ نے اسی وقت خلیفہ کی بیعت کر لی۔ اس کے بعد موسیٰ نے صالح کی تلاش شروع کی۔ خلیفہ نے یہ کوشش کی کہ موسیٰ اور صالح میں صلح ہو جائے۔ اس کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ موسیٰ اور اس کے ہمراہیوں کو یہ شبہ گزرا کہ صالح کا پتہ خلیفہ کو معلوم ہے اور اسی نے صالح کو چھپا رکھا ہے۔ چنانچہ موسیٰ بن بغا کے مکان پر ترکوں کا جلسہ مشورت منعقد ہوا اور خلیفہ مہتدی کے قتل یا معزولی کی تدبیریں سوچی گئیں۔ اس مجلس کا حال خلیفہ کو معلوم ہو گیا۔ اگلے دن سب کو دربار عام میں بلوایا اور مسلح ہو کر دربار میں غضب آلود چہرہ کے ساتھ آیا۔ ترکوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ "مجھ کو تمہارے مشوروں کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ تم مجھ کو دوسرے خلفاء کی طرح نہ سمجھنا۔ جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے تم میں سے بہت سوں کی جان لے لوں گا۔ میں وصیتیں کر آیا ہوں اور مارنے مرنے پر آمادہ ہوں۔ تم یاد رکھو میری دشمنی تمہارے لیے باعث وبال ہو گی۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ مجھ کو صالح کا کوئی حال معلوم نہیں کہ کہاں روپوش ہے؟"

یہ سن کر لوگ خاموش رہے اور اس شورش میں سکون پیدا ہو گیا۔ اس کے بعد موسیٰ نے منادی کرا دی کہ جو شخص صالح کو گرفتار کر کے لائے گا۔ وہ دس ہزار انعام پائے گا۔ اتفاقاً ایک جگہ صالح کا پتہ چل گیا۔ موسیٰ نے اس کو قتل کرا کر اس کا سر نیزہ پر رکھ کر شہر میں تشہیر کرایا۔ مہتدی کو یہ حرکت ناگوار گزری مگر ترکوں کی طاقت کے مقابلہ میں خلیفہ کچھ نہ کر سکتا تھا' سخت مجبور تھا۔ آخر خلیفہ نے بابکیال نامی ترک سردار کو لکھا کہ موقعہ پا کر موسیٰ کو قتل کر دو۔ بابکیال نے یہ خط موسیٰ کو دکھا دیا۔ موسیٰ فوج لے کر قصر خلافت پر چڑھ آیا۔ ادھر اہل مغرب اور اہل فرغانہ نے خلیفہ مہتدی کی طرف سے مدافعت کی' متعدد لڑائیاں ہوئیں۔

بابکیال اس عرصہ میں مقید ہو کر خلیفہ مہتدی کی قید میں آچکا تھا۔ خلیفہ مہتدی نے بابکیال کو قتل کرا کر اس کا سر ترکوں کی طرف پھینک دیا۔ اس سے مخالف ترکوں کا جوش اور بھی بڑھ گیا اور وہ ترک جو فرغانہ وغیرہ کے خلیفہ کی فوج میں شامل تھے' بابکیال کے قتل سے ناراض ہو کر موسیٰ کی فوج میں جا ملے۔ جس زمانے میں ترکوں نے خلیفہ مہتدی کا محاصرہ کر رکھا تھا' بغداد و سامرا اور دوسرے مقامات کی رعایا خلیفہ مہتدی کے لیے دعائیں مانگ رہی تھی کیونکہ رعایا اس خلیفہ کے عدل و انصاف سے بہت خوش تھی اور خلیفہ صالح کے لقب سے یاد کرتی تھی مگر نتیجہ اس کا مہتدی کے خلاف نکلا۔ خلیفہ کو شکست ہوئی اور ترکوں نے اس کو گرفتار کر کے خصیتین دبا کر مار ڈالا۔ یہ حادثہ ۱۴/رجب سنہ ۲۵۶ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ خلیفہ مہتدی نے پندرہ دن کم ایک سال خلافت کی اور ۳۸ سال کی عمر میں مقتول ہوا۔ اس کے بعد ترکوں نے ابوالعباس احمد بن متوکل کو جو مقام جوسق

Marfat.com

میں قید تھا' قید سے نکال کر تخت نشین کیا۔اس کے ہاتھ پر بیعت کی اور معتمد علی اللہ کالقب تجویز کیا۔

معتمد علی اللہ

معتمد علی اللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید سنہ۔۲۲۹ھ میں ایک رومیہ ام ولد قتیان نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خلیفہ معتمد نے عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان کو وزارت کا عہدہ عطا کیا۔ یہ عبیداللہ سنہ۔ ۲۶۳ھ میں گھوڑے سے گر کر مرااور قلمدان وزارت محمد بن مخلد کو ملا۔

علویوں کا خروج : سنہ۔۲۵۶ھ میں ابراہیم بن محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن محمد بن حنفیہ بن علی بن ابی طالب معروف بہ ابن صوفی نے مصر میں اور علی بن زید علوی نے کوفہ میں دولت عباسیہ کے خلاف خروج کیا۔ ابن صوفی کو مصر میں کئی ہنگاموں اور لڑائیوں کے بعد ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مصر سے بھاگ کر مکہ میں آیا۔ وہاں کے عامل مکہ نے گرفتار کر کے احمد بن طولون کے پاس مصر بھیج دیا' اس نے قید کر دیا۔ کچھ مدت کے بعد قید سے رہا کر دیا۔ ابن صوفی مصر سے چھوٹ کر مدینہ میں آیااور یہیں وفات پائی۔ علی بن زید نے کوفہ میں خروج کر کے وہاں کے عامل کو نکال دیااور خود کوفہ پر متصرف ہو گیا۔ خلیفہ معتمد نے شاہ بن میکال نامی سردار کو کوفہ کی طرف بھیجا مگر اس نے علی بن زید کے مقابلے میں شکست کھائی۔ تب خلیفہ نے کیجور نامی سردار کو بھیجا۔ اس نے علی بن زید کو شکست دے کر شوال سنہ۔۲۵۶ھ میں علی بن زید پر دوبارہ چڑھائی کی' لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی میں علی بن زید شکست کھا کر گرفتار ہوااور کیجور اس کو دارالخلافہ کی طرف لے آیا۔ حسین بن زید علوی نے رے پر قبضہ کر لیااور موسیٰ بن بغا اس کے مقابلہ کو روانہ ہوا۔

علی نامی ایک شخص نے اپنے آپ کو اس سے چند روز پیشتر علوی ظاہر کر کے اول بحرین میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا' پھر احسا چلا آیا۔ وہاں بھی اپنے آپ کو علوی بتایا مگر سلسلہ نسب جو پہلے بتایا تھا' اس کو تبدیل کر دیا۔ چونکہ جابجا علوی لوگ خروج کر رہے تھے' اس کے دل میں بھی امنگ پیدا ہوئی اور اپنے آپ کو علوی بتا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے میں مصروف رہا۔ مگر ہر جگہ اس کے نسب کا راز فاش ہوتا رہا۔ یہ علوی نہ تھا۔ آخر بغداد میں اس نے چند غلاموں کو اپنے ساتھ ملایااور ان کو ہمراہ لے کر بصرہ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اعلان کیا کہ جو زنگی غلام ہمارے پاس چلا آئے گا وہ آزاد ہے۔ اس اعلان کو سن کر زنگی غلاموں کا انبوہ کثیر اس کے گرد جمع ہو گیا۔

ان غلاموں کے آقا جب علی کے پاس آئے اور اپنے غلاموں کی نسبت اسے سے گفتگو کرنی چاہی تو علی نے اشارہ کر دیا۔ زنگیوں نے اپنے آقاؤں کو گرفتار کر لیا' پھر علی نے ان کو چھوڑ دیا۔ علی کے جھنڈے کے نیچے زنگی غلاموں کی جمعیت ہر روز ترقی کرتی رہی اور علی ان کو ملک گیری اور تیغ زنی کی ترغیب اپنی پرجوش تقریروں سے دیتا رہا' پھر قادسیہ اور اس کے نواح کو لوٹ کر بصرہ کی طرف آیا۔ اہل بصرہ نے مقابلہ کیا مگر شکست کھائی۔ اس کے بعد بصرہ والوں نے بار بار مقابلہ کی تیاری کی اور ہر مرتبہ شکست ہی کھائی۔

Marfat.com

زنگیوں کی فوج نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ دربار خلافت سے ابو ہلال ترکی چار ہزار کی جمعیت سے مامور ہوا۔ نہر ریان پر مقابلہ ہوا۔ زنگیوں نے اس کو بھی شکست دے کر بھگادیا۔ غرض زنگیوں نے نہ صرف بصرہ بلکہ ایلہ واہواز اور دوسرے مقامات پر تصرف کر لیا۔ بار بار دربار خلافت سے ترکی سردار فوجیں لے کر آئے اور ہر مرتبہ شکست کھا کر واپس گئے۔ آخر سعید بن صالح نے شکست دے کر زنگیوں کو بصرہ سے نکالا مگر زنگیوں نے ۱۵/ شوال سنہ۔ ۲۵۷ھ کو بزور تیغ بصرہ پر قبضہ حاصل کر کے تمام بصرہ کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ بڑی بڑی قیمتی اور خوبصورت عمارتیں جل کر خاکستر اور مٹی کا ڈھیر بن گئیں۔ لوٹ مار کی انتہا نہ تھی' جو سامنے آیا وہ قتل کیا گیا۔

یہ حالات سن کر خلیفہ معتمد نے محمد معروف بہ مولد کو ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اس کا مقابلہ زنگیوں نے بصرہ سے نکل کر نہر معقل پر کیا۔ لشکر مولد کو شکست دے کر بھگادیا اور تمام مال واسباب لوٹ کر بھاگتے ہوؤں کو قتل کیا پھر نہر معقل کی طرف واپس آگئے۔ اس کے بعد خلیفہ معتمد نے منصور بن جعفر خیاط کو زنگیوں کے مقابلہ پر مامور کیا۔ زنگی اپنے سردار علی بن ابان کی ماتحتی میں مقابلہ پر آئے' سخت معرکہ ہوا۔ صبح سے دوپہر تک برابر تلوار چلی۔ آخر منصور بن جعفر کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ اس خبر کو سن کر خلیفہ معتمد باللہ نے اپنے بھائی ابو احمد موفق کو جسے وہ مکہ مکرمہ کی گورنری پر مامور کر چکا تھا مکہ مکرمہ سے بلایا اور اس کو مصر' قنسرین وعواصم کی سند گورنری دے کر زنگیوں کے مقابلہ پر مامور کیا اور اس کے ساتھ ہی مفلح کو بھی ایک فوج دے کر بھیجا۔ یہ دونوں زنگیوں کے مقابلہ کو روانہ ہوئے۔

زنگیوں سے لڑائی ہوئی اور مفلح مارا گیا اور اس کے ہمراہی فرار ہونے لگے۔ اس سے موفق کے ہمراہیوں میں بھی پریشانی اور بے ترتیبی نمودار ہوئی۔ آخر موفق نے طرح دے کر اپنے لشکر کو بچایا اور ترتیب دے کر نہر ابو خصیب کے کنارے آکر زنگیوں سے نبرد آزما ہوا۔ زنگیوں کو شکست دی اور ان کی جمعیت کو پریشان کر کے بہت سوں کو گرفتار و قید کر کے اور بہت سے قیدیوں کو ان کی قید سے چھڑا کر واپس سامرا میں آیا مگر اس شکست سے زنگیوں کا فتنہ فرو نہیں ہوا۔ انہوں نے اپنی جمعیت فراہم کر کے پھر قتل وغارت کا بازار گرم رکھا اور سنہ۔ ۲۷۰ تک اسی طرح بصرہ اور عراق کے اکثر حصہ پر مستولی رہے۔

یعقوب بن لیث کی گورنری : معتمد کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال یعنی سنہ۔ ۲۵۶ھ میں محمد بن واصل بن ابراہیم تمیمی نے جو اصل میں عراق عرب کا باشند تھا اور بہت دنوں سے فارس میں رہتا تھا' بعض کردوں کو اپنے ساتھ شامل کر کے فارس کے گورنر حرث بن سیما کو قتل کیا اور صوبہ فارس پر قابض و متصرف ہو گیا۔ ادھر یعقوب بن لیث صفار کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو وہ فارس پر حملہ آور ہوا۔ موفق نے اس وقت فارس کو یعقوب صفار کے پنجے سے بچانا ضروری سمجھ کر یعقوب بن لیث کے پاس طخارستان و بلخ کی سند گورنری معتمد سے لکھوا کر بھجوادی اور کہلا بھیجا کہ تم فارس کا خیال ترک کر دو اور بلخ و طخارستان میں اپنی حکومت قائم کرو۔ یعقوب بن لیث نے اس کو بہت غنیمت سمجھا اور بلخ و طخارستان کا بخوبی انتظام کر کے کابل پہنچا اور رتبیل کو گرفتار کیا۔ اس کے بعد خلیفہ کی خدمت میں تحف وہدایہ روانہ کئے۔

Marfat.com

پھر سجستان آیا' سجستان سے ہرات اور ہرات سے خراسان کے شہروں کو قبضہ میں لانے لگا۔ سنہ۔۲۵۹ھ میں یعقوب بن لیث نے خراسان پر قبضہ کر کے وہاں سے خاندان طاہریہ کے افراد کو خارج کر دیا۔ خلیفہ معتمد نے ایک تہدید آمیز فرمان بھیجا کہ تم انہیں شہروں پر قانع رہو جن کی سند گورنری تم کو دی گئی ہے۔ خراسان پر تصرف نہ کرو مگر معقوب نے اس فرمان پر کوئی التفات نہ کیا۔ سنہ۔۲۶۰ھ میں حسن بن زید علوی نے دیلم سے فوج لے کر یعقوب پر حملہ کیا۔ سخت لڑائی کے بعد حسن بن زید ہزیمت پا کر دیلم کی طرف واپس گیا اور یعقوب نے ساریہ اور آمل پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد سجستان کی طرف چلا گیا۔

بغاوت موصل : معتمد نے موصل کی گورنری پر ایک سردار اساتگین کو مامور کیا۔ ترکوں نے اہل موصل پر ظلم وزیادتی شروع کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اہل موصل نے یحییٰ بن سلیمان کو اپنا امیر وحاکم بنالیا اور ترکوں کو مار کر نکال دیا۔ خلیفہ کو اس بغاوت کا حال معلوم ہوا۔ ترکوں کی فوج بھیجی گئی' سخت سخت معرکے ہوئے مگر انجام یہ ہوا کہ خلیفہ کی فوج یعنی ترکوں کو ناکامی ہوئی اور موصل میں یحییٰ بن سلیمان کی حکومت قائم ہو گئی۔ یہ واقعہ سنہ۔۲۶۰ھ اور سنہ۔۲۶۱ھ کا ہے۔

ابن مصلح' ابن واصل اور ابن لیث صفار : سنہ۔۲۵۶ھ میں جب یعقوب بن لیث نے محمد بن واصل سے صوبہ فارس کے چھین لینے کے لیے چڑھائی کی تو خلیفہ نے بلخ وطخارستان کی گورنری اس کو دے کر واپس کر دیا تھا کہ یعقوب کا قبضہ فارس کے صوبہ پر نہ ہوا اور خود عبدالرحمٰن بن مفلح کو فوج دے کر روانہ کیا کہ محمد بن واصل سے صوبہ فارس چھین کر قبضہ کرو۔ عبدالرحمٰن اور محمد کی لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ عبدالرحمٰن بن مفلح کی کمک پر خلیفہ نے طاشتمر ترکی کو بھی مامور کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طاشتمر ترکی میدان جنگ میں مارا گیا اور سنہ ۲۶۲ھ میں محمد بن واصل نے عبدالرحمٰن بن مفلح کو گرفتار کر لیا۔ اب خلیفہ معتمد نے محمد بن واصل سے خط وکتاب شروع کی اور عبدالرحمٰن بن مفلح کی رہائی کے متعلق تحریک کی۔ محمد بن واصل نے خلیفہ کے خطوں کا تو کوئی جواب نہ دیا مگر عبدالرحمٰن بن مفلح کو قتل کر کے شہر واسط پر حملہ کی تیاری کر دی' جہاں موسیٰ بن بغا بمعہ فوج مقیم تھا۔ محمد بن واصل واسط کی طرف چلا تو راستے میں ابراہیم بن سیما اہواز میں سد راہ ہوا۔

ادھر سے ابوالساج نے جس کو خلیفہ نے صوبہ فارس کی سند گورنری انہیں ایام میں دی تھی۔ اپنے داماد عبدالرحمٰن کو محمد بن واصل کے مقابلہ اور صوبہ فارس پر قبضہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ابوالساج خود زنگیوں کی جنگ میں مصروف تھا' جنہوں نے بصرہ اور اس کے نواح میں قیامت برپا کر رکھی تھی۔ ابوالساج کا داماد عبدالرحمٰن جب فوج لے کر چلا تو راستے میں زنگیوں کے سردار علی بن ابان سے اتفاقاً مڈبھیڑ ہو گئی۔ علی بن ابان نے عبدالرحمٰن کو شکست دے کر مار ڈالا۔ محمد بن واصل اہواز میں ابراہیم سیما کے مقابلہ میں صف آراء ہوا۔ اسی اثناء میں خبر پہنچی کہ یعقوب بن لیث صفار سجستان سے فوج لے کر حملہ آور ہوا ہے۔ محمد بن واصل تمیمی ابراہیم بن سیما مقابلہ سے منہ موڑ کر فارس کی طرف لوٹا۔ آخر صفار اور محمد بن واصل کا مقابلہ ہوا۔ ابن واصل کو شکست ہوئی۔ وہ میدان جنگ سے اپنی جان بچا کر بھاگا اور یعقوب صفار نے تمام صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

خراسان پہلے ہی اس کے قبضہ میں آچکا تھا۔اب سنہ۔۲۶۱ھ میں فارس پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا۔

دولت سامانیہ کی ابتدا : سامانی خاندان کا حال تو تفصیلی طور پر آگے بیان کیا جائے گا لیکن محض یاد دہانی اور سلسلہ کے مربوط رکھنے کے لیے اس جگہ اس کی ابتدا کا حال بیان کر دینا ضروری ہے۔اسد بن سامان خراسان کے ایک نامور اور ذی عزت خاندان کا شخص تھا۔اسد بن سامان کے چار بیٹے تھے۔نوح' احمد' یحییٰ اور الیاس۔ جس زمانہ میں مامون الرشید خراسان کے دارالسلطنت مرو میں مقیم تھا۔اسی زمانہ میں یہ چاروں بھائی مامون الرشید کی خدمت میں حاضر ہوئے۔مامون الرشید نے اپنے وزیر اعظم فضل بن سہل کی تجویز کے موافق ان چاروں کو اچھے اچھے عہدوں پر مامور فرمایا۔جب مامون الرشید خراسان میں غسان بن عباد کو اپنا نائب السلطنت اور حاکم خراسان بنا کر بغداد کی جانب روانہ ہوا تو غسان بن عباد نے نوح کو سمرقند کی' احمد کو فرغانہ کی' یحییٰ کو شاش واشر وسنہ کی اور الیاس کو ہرات کی حکومت پر مامور کیا۔

جب مامون الرشید نے طاہر بن حسین اپنے مشہور سپہ سالار کو خراسان کی حکومت پر مامور کر کے بھیجا تو طاہر بن حسین نے بھی ان چاروں بھائیوں کو بدستور مامور رکھا۔اس کے بعد نوح بن اسد کا جب انتقال ہوا تو طاہر بن حسین نے سمرقند کے علاقے کو یحییٰ اور احمد کے علاقوں میں شامل کر دیا۔اس کے چند روز بعد الیاس نے عبداللہ بن طاہر کے عہد گورنری میں وفات پائی تو عبداللہ بن طاہر نے الیاس کے بیٹے ابو اسحاق محمد کو اس کے باپ کی جگہ ہرات کی حکومت عطا کی۔احمد بن اسد کے سات بیٹے تھے۔نصر' یعقوب' یحییٰ' اسماعیل' ابو الاشعث' ابو خانم حمید اور اسد۔جب احمد بن اسد کا انتقال ہوا تو سمرقند کے صوبہ کی حکومت اس کے بڑے بیٹے نصر کو ملی۔

نصر اس صوبہ پر خاندان طاہریہ کے خراسان سے بے دخل ہونے اور یعقوب بن لیث صفار کے قابض و متصرف ہونے تک حکومت کرتا رہا اور قابض و متصرف رہا۔سنہ۔۲۶۱ھ میں خلیفہ معتمد علی اللہ نے نصر کے پاس صوبہ سمرقند کی سند گورنری بھیج دی۔اب تک اس صوبہ کے حاکم کو حاکم خراسان ہی کے یہاں سے سند حکومت ملا کرتی تھی لیکن ملک خراسان کے قبضہ سے نکل جانے اور یعقوب صفار کے قبضہ میں چلے جانے کے باعث خلیفہ نے مناسب سمجھا کہ کم از کم علاقہ ماوراء النہر ہی میں ہماری سیادت قائم رہے۔اس لیے براہ راست دربار خلافت سے نصر کے پاس سند حکومت بھیجی گئی اور لکھا گیا کہ یعقوب صفار سے اس ملک کی حفاظت کرو۔نصر نے اپنے بھائی اسماعیل کو بخارا کی امارت عطا کی اور خود سمرقند میں حکومت کرتا رہا۔سنہ۔۲۷۵ھ میں ان دونوں بھائیوں میں ناراضی پیدا ہوئی' لڑائی تک نوبت پہنچی۔اسماعیل نے فتح پائی۔نصر گرفتار ہو کر اسماعیل کے سامنے آیا تو اسماعیل نے دوڑ کر بھائی کی قدم بوسی کی اور اس کو تخت پر بٹھا کر خود اس کی فرماں برداری کا اقرار کیا اور پھر بدستور سابق دونوں بھائی حکومت کرنے لگے۔اسی اسماعیل نے دولت سامانیہ کی بنیاد قائم کی' جس کا ذکر بعد میں آئے گا۔

ولی عہدی کی بیعت : ماہ شوال سنہ۔۲۶۱ھ میں خلیفہ معتمد نے ایک دربار عام کیا اور تمام ارا کین دربار

Marfat.com

کے روبرو اس بات کا اعلان کیا کہ میرے بعد میرا بیٹا جعفر ولی عہد سلطنت ہے اور اس کے بعد میرا بھائی احمد موفق مستحق خلافت ہے لیکن اگر میری وفات تک جعفر بالغ نہ ہو تو پھر موفق ہی تخت خلافت کا مالک ہو گا اور اس کے بعد جعفر مستحق خلافت سمجھا جائے گا۔ چنانچہ اسی قرارداد پر سب سے بیعت لی گئی۔ جعفر کو مفوض الی اللہ کا خطاب دیا گیا اور افریقہ' مصر' شام' جزیرہ' موصل و آرمینیا کی حکومت اس کو دی گئی اور موسیٰ بن بغا کو اس کا نائب مقرر کیا گیا۔ ابو احمد کو الناصر لدین اللہ الموفق کا خطاب دے کر بلاد شرقیہ بغداد' کوفہ' طریق مکہ' یمن' کسکر' اہواز' فارس' اصفہان' رے' زنجان اور سندھ کی حکومت عطا کی۔ ان دونوں ولی عہدوں کے لیے دو سفید جھنڈے بنائے گئے۔ اس بیعت ولی عہدی کے بعد خلیفہ معتمد نے اپنے بھائی موفق کو زنگیوں کی سرکوبی پر مامور کیا۔

جنگ صفار : موفق ابھی زنگیوں کی جانب روانہ نہیں ہونے پایا تھا کہ خلیفہ کے پاس خبر پہنچی کہ یعقوب صفار خراسان کے قبضہ وانتظام سے فارغ دارالخلافہ کی طرف فوجیں لیے ہوئے بڑھ رہا ہے۔ یہ سن کر سب پریشان ہو گئے۔ موفق برادر خلیفہ کا ارادہ بھی زنگیوں کی طرف جانے کا ملتوی ہو گیا۔ خلیفہ نے خود دارالخلافہ سے کوچ کر کے مقام زعفرانیہ میں قیام کیا اور اپنے بھائی موفق کو صفار کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ موفق کے میمنہ میں موسیٰ بن بغا اور میسرہ میں مسرور بلخی افسر تھا۔ قلب کی سرداری خود موفق کے ہاتھ میں تھی۔ صبح سے عصر کے وقت تک نہایت خونریز جنگ ہوئی۔ کبھی صفار کی فوج پیچھے ہٹ جاتی تھی' کبھی موفق کی۔ فتح و شکست کا کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا تھا کہ اتنے میں خلیفہ نے موفق کی کمک کے لیے ایک اور فوج بھیج دی۔ اس تازہ دم امداد کے آجانے سے یعقوب بن لیث کی فوج پر آثار ہزیمت نمودار ہو گئے۔ یعقوب صفار اور اس کی فوج میدان جنگ سے فرار ہو گئی۔ موفق کی فوج نے اس کے لشکر گاہ کو خوب لوٹا۔ صفار میدان جنگ سے شکست کھا کر خوزستان کی طرف روانہ ہوا اور مقام جندی سابور میں جا کر قیام کیا۔ موفق صفار کا تعاقب نہیں کر سکا بلکہ واسط میں آکر مقیم ہوا اور وہاں سے بیمار ہو کر بغداد چلا آیا۔

ادھر موفق اور صفار مصروف جنگ تھے' ادھر محمد بن واصل نے جو پہلے صفار سے شکست کھا کر اور صوبہ فارس چھنوا کر بھاگا ہوا تھا۔ موقعہ مناسب سمجھا اور اس نے خروج کر کے میدان خالی پا کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ صفار جب شکست کھا کر جندی سابور میں گیا تو زنگیوں نے صفار کے پاس خط بھیجا اور اس کو خلیفہ کے خلاف جنگ کرنے کی ترغیب دے کر اپنی امداد کا وعدہ کیا۔ صفار نے اس خط کے جواب میں ﴿ قُلْ يَاأَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَاتَعْبُدُوْنَ وَلَا اَنْتُمْ ﴾ آخر سورۃ تک لکھ کر بھیج دی اور ایک لشکر عمر بن سری کی افسری میں محمد بن واصل کے مقابلہ پر روانہ کر دیا۔ عمر بن سری نے محمد بن واصل کو فارس سے نکال کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ معتمد نے یعقوب صفار کی لڑائی کے بعد موسیٰ بن بغا کو زنگیوں کے مقابلہ پر روانہ کیا۔ ادھر صفار نے ایک سردار کو اہواز کی طرف روانہ کیا۔ مقام اہواز پر خلیفہ بغداد' صفار اور زنگیوں کے تینوں لشکر آپس میں معرکہ آرا ہوئے۔ کوئی کسی کا طرفدار نہ تھا۔ یعقوب صفار جندی سابور سے سجستان کی طرف روانہ ہوا اور نیشاپور پر عزیز بن سری کو اور

Marfat.com

ہرات پر اپنے بھائی عمر بن لیث کو حاکم مقرر کر گیا۔ یہ سب سنہ۔ ۲۶۱ھ کے واقعات ہیں۔

واسط پر زنگیوں کا قبضہ : یعقوب صفار جندی سابور پر قبضہ کر کے اور اپنا ایک عامل مقرر کر کے بجستان کی جانب گیا تھا۔ ایک سردار کو اہواز کی جانب بھیج گیا تھا۔ آخر اہواز پر زنگیوں نے صفار کا قبضہ تسلیم کر لیا اور صفار کے لشکر سے صلح کر کے وہ واسط کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں خلیفہ کی طرف سے ایک ترک سردار مامور تھا' زنگیوں نے اس کو شکست دے کر واسط پر قبضہ کر لیا اور شاہی فوجیں زنگیوں کے مقابلہ پر نہ ٹھہر سکیں۔ یہ واقعہ سنہ۔ ۲۶۳ھ کا ہے۔

شام پر احمد بن طولون کا قبضہ : سنہ۔ ۲۶۴ھ میں ماجور نامی ایک ترک شام کی حکومت پر مامور تھا۔ اس کا انتقال ہوا تو اس کے بیٹے نے شام کی حکومت اپنے ہاتھ میں لی۔ احمد طولون یہ خبر سن کر مصر میں اپنے بیٹے عباس کو اپنا قائم مقام بنا کر خود دمشق کی طرف متوجہ ہوا۔ ترک زادے نے اطاعت اختیار کی اور ابن طولون نے سنہ۔ ۲۶۴ھ میں دمشق اور اس کے تمام علاقے پر قبضہ کر لیا اور دو برس تک ملک شام میں قیام کر کے اس ملک کا ہر طرح اطمینان بخش انتظام کیا اور سنہ۔ ۲۶۶ھ میں شام سے مصر کی طرف روانہ ہوا۔ اس طرح احمد بن طولون کی حکومت میں مصر و شام دونوں ملک آ گئے۔

یقعوب بن لیث صفار کی وفات : یعقوب بن لیث صفار کی طاقت بہت بڑھ چکی تھی۔ اگرچہ خراسان' طبرستان اور فارس میں احمد بن عبداللہ خجستانی' سعید بن طاہر' علی بن یحییٰ خارجی' حسن بن زید علوی' رافع بن ہرثمہ وغیرہ کئی دعویداران حکومت مصروف زور آزمائی تھے اور ہر ایک دوسرے سے بازی لے جانا چاہتا تھا اور نہیں کہا جا سکتا تھا کہ کون غالب اور کون مغلوب ہو گا مگر بظاہر یعقوب بن لیث صفار ان میں سب سے زیادہ لائق' عالی حوصلہ اور طاقتور تھا' یعقوب بن لیث کے قبضہ میں ملک بھی بہت وسیع تھا۔ خلیفہ معتمد نے یہ دیکھ کر کہ شام کا ملک بھی نکل گیا' عراق کے بھی ایک بڑے حصے پر زنگیوں نے قبضہ کر رکھا ہے اور کسی طرح زیر ہونے میں نہیں آتے۔ ادھر خراسان و فارس وغیرہ کے مشرقی صوبے بھی قبضے سے نکل گئے۔ یہ مناسب سمجھا کہ یعقوب بن لیث کو خراسان وغیرہ صوبوں کی باقاعدہ سند حکومت دربار خلافت سے بھیج دی جائے تاکہ وہ اطاعت و فرماں برداری کے اقرار سے منحرف نہ ہو اور ملک میں انتظام قائم ہو جائے۔ اس کے متعلق بذریعہ خط و کتابت سلسلہ جنبانی شروع ہو چکی تھی کہ ۱۹ شوال سنہ۔ ۲۶۵ھ کو یعقوب بن لیث صفار نے بعارضہ قولنج وفات پائی۔ یعقوب صفار کے پاس صوبہ فارس کی گورنری خلیفہ نے روانہ کر دی تھی' جو اس وقت پہنچی جب یعقوب صفار کا دم نکل رہا تھا۔ یعقوب کے بعد اس کا بھائی عمرو بن لیث صفار تخت نشین ہوا اور اس نے خلیفہ کی خدمت میں اطاعت و فرماں برداری کے اقرار کی عرضی روانہ کی۔ خلیفہ اس عرضی کو پڑھ کر بہت خوش ہوا اور عمرو بن لیث کے نام خراسان' اصفہان' سندھ' بجستان کی سند گورنری روانہ کر کے پولیس بغداد و سامرا کی افسری بھی عطا کی۔ ساتھ ہی خلعت بھی روانہ کیا۔ اس فرمان اور خلعت کا اثر یہ ہوا کہ عام طور پر لوگوں نے

Marfat.com

بطیّب خاطر عمرو بن لیث کی حکومت کو تسلیم کر لیا اور اس کی طاقت بڑھ گئی۔

موفق و معتضد کے ہاتھوں زنگیوں کا استیصال : زنگیوں کی چیرہ دستی اور لشکر خلافت کا بار بار ان کے مقابلہ میں شکست پانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ قریباً دس سال ہو گئے تھے کہ زنگی برابر شاہی لشکر اور نامور سرداروں کو نیچا دکھا رہے تھے اور شہروں کے امن و امان کو غارت کر چکے تھے۔ ایک ایک زنگی نے دس دس اور پندرہ پندرہ علوی و ہاشمی عورتیں اپنے تصرف میں رکھ چھوڑی تھیں۔ بہبود اور غبیث نامی ان کے سردار منبروں پر چڑھ کر خلفاء راشدین' اہل بیت اور ازواج مطہرات سب کو گالیاں دیتے تھے۔ بہبود نے عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کیا تھا' رسالت کا بھی مدعی تھا۔ قریباً ایک کروڑ مسلمانوں کو قتل کر چکے تھے۔ پیہم فتح مندی نے ان کی ہیبت دلوں پر طاری کر دی تھی۔ ترکوں کے غرور بہادری کو بھی انہوں نے خاک میں ملا دیا تھا۔

ترک ان کے نام سے لرزتے تھے۔ آخر خلیفہ معتمد کے بھائی موفق نے اپنے بیٹے ابو العباس معتضد کو جو کہ بعد میں معتضد باللہ کے لقب سے خلیفہ ہوا' زنگیوں کی جنگ پر ماہ ربیع الثانی سنہ ۲۶۶ھ میں مامور کیا۔ ابو العباس معتضد نے واسط کے قریب ایک سخت لڑائی کے بعد زنگیوں کو شکست فاش دی۔ یہ پہلی قابل تذکرہ شکست تھی جو زنگیوں نے لشکر خلافت کے مقابلہ میں کھائی۔ اس کے بعد موفق خود بھی بیٹے سے جا ملا اور باپ بیٹے نے مل کر زنگیوں کو پیہم شکستیں دینی شروع کیں۔ حتیٰ کہ چار سال تک برابر مصروف جنگ رہنے کے بعد سنہ ۲۷۰ھ کے ماہ صفر کی پہلی تاریخ کو زنگیوں کا سردار غبیث مارا گیا اور فتنہ کا بکلی استیصال ہو گیا تو شہر میں چراغاں کیا گیا اور بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ ادھر موفق اور معتضد دونوں باپ بیٹے زنگیوں کے مقابلہ میں مصروف تھے' ادھر موصل میں خوارج نے اودھم مچا رکھی تھی۔ مساور خارجی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے' سنہ ۲۶۳ھ میں مارا جا چکا تھا۔ اس کے بعد اس کے مریدین و متبعین نے جمعیت فراہم کی اور ان کے دو گروہ ہو گئے۔ یہ دونوں گروہ آپس میں سنہ ۲۷۶ھ تک مصروف جنگ رہے مگر دربار خلافت سے اس علاقہ میں امن و امان قائم کرنے کی کوشش عمل میں نہیں آئی۔ اسی سے تمام ممالک محروسہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

خراسان کی طائف الملوکی : یعقوب صفار کا جب انتقال ہوا تو خلیفہ معتمد نے اس کے بھائی عمرو بن لیث کو سند حکومت عطا کر دی مگر خراسان میں خاندان طاہریہ کے ہمدرد و ہوا خواہ موجود تھے۔ انہیں میں ایک شخص ابو طلحہ اور دوسرا رافع بن ہرثمہ تھا۔ یہ حسین بن طاہر کے نام سے جمعیت فراہم کر کے شہروں پر قبضہ کرنا اپنی حکومت کی بنیاد قائم کرنا چاہتے تھے۔ یہ کبھی عمرو بن لیث کے عاملوں کو نکال کر شہروں پر قبضہ کرتے اور کبھی آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے۔ ان معرکوں اور لڑائیوں میں اسماعیل بن احمد بن اسد بن سامان حاکم بخارا سے بھی مدد طلب کرتے تھے۔

اسماعیل سامانی کبھی ایک کا مددگار ہوتا' کبھی دوسرے کا اور کبھی عمرو بن لیث صفار کی مدد کے لیے موجود ہو جاتا۔ غرض ان ممالک میں ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ انہیں حالات میں سنہ ۲۷۱ھ میں موفق نے اپنی طرف سے صوبہ خراسان کی گورنری پر محمد بن طاہر کو مقرر کیا۔ خلیفہ معتمد جو اس سے پہلے عمرو بن لیث

Marfat.com

صفار کو خراسان کی گورنری دے چکا تھا۔ اس نے عمرو بن صفار کو خراسان کی حکومت سے معزول کر دیا۔ محمد بن طاہر خود تو بغداد ہی میں رہا۔ اپنی طرف سے رافع بن ہرثمہ کو جو پہلے ہی سے مصروف زور آزمائی تھا' حکومت خراسان عطا کر کے اپنا نائب بنا دیا مگر اس سے خراسان اور اس سے ملحقہ صوبوں کی بدامنی اور طوائف الملوکی میں کوئی فرق نہ آیا۔

ابن طولون کی وفات : احمد بن طولون کا ذکر اوپر ہو چکا ہے کہ اس کے قبضہ میں مصر و شام کے ملک تھے۔ خلیفہ معتضد برائے نام خلیفہ تھا۔ اس کا بھائی موفق اپنی عقلمندی اور شجاعت کے سبب تمام کاروبار خلافت پر حاوی تھا۔ معتمد نے ابن طولون سے خط و کتابت کر کے یہ چاہا کہ اس کی حمایت میں مصر چلا جائے۔ یہ سنہ ۲۶۹ھ کا واقعہ ہے جبکہ موفق زنگیوں کی جنگ میں مصروف تھا۔ موفق نے دوسرے سرداروں کی معرفت معتمد کو سمجھایا اور اس ارادے سے باز رکھا مگر ابن طولون سے ناراض ہو گیا۔

سنہ ۲۷۰ھ میں جب موفق زنگیوں سے فارغ ہوا تو اسی سال احمد بن طولون انطاکیہ میں علیل ہو کر فوت ہو گیا اور اس کا بیٹا خمارویہ بجائے اپنے باپ کے شام و مصر کا حکم ہوا۔ موفق نے اسحاق بن کنداج اور محمد بن ابوالساج کو ملک شام پر قبضہ کرنے کے لیے بھیج دیا۔ چنانچہ ان دونوں سرداروں نے ملک شام کے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ خمارویہ نے مقابلہ کے لیے فوج بھیجی۔ ان دونوں سرداروں نے لڑائی چھیڑنے میں تامل کیا اور مدافعت پر آمادہ رہے۔ یہ حال معلوم کر کے موفق نے اپنے بیٹے ابوالعباس معتضد کو شام کی طرف روانہ کیا۔ معتضد مصری فوج کو پیچھے ہٹاتا دمشق کو فتح کرتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ خمارویہ خود مقابلہ پر آیا۔ ابوالعباس معتضد کو شکست ہوئی اور لوٹ کر دمشق آیا تو اہل دمشق نے شہر کا دروازہ نہ کھولا۔ مجبوراً طرسوس کی طرف گیا۔ خمارویہ دمشق میں آیا اور شام کے شہروں میں پھر اس کا سکہ و خطبہ جاری ہو گیا۔ اہل طرسوس نے ابوالعباس معتضد کو بغاوت کر کے نکال دیا اور خمارویہ کا خطبہ جاری کیا۔ ابوالعباس بحالت پریشان و تباہ بغداد میں واپس آیا۔

طبرستان کے حالات (علوی' رافع اور صفار) : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اہل دیلم کی امداد و اعانت سے طبرستان میں حسن بن زید علوی کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ ماہ رجب سنہ ۲۷۰ھ میں حسن بن زید کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد محمد بن زید اس کا بھائی حاکم طبرستان ہوا۔ سنہ ۲۷۲ھ میں قزوین کے ایک ترکی عامل نے چار ہزار فوج کے ساتھ طبرستان پر چڑھائی کی۔ محمد بن زید نے آٹھ ہزار فوج لے کر مقابلہ کیا مگر شکست کھائی اور جرجان میں جا کر پناہ گزین ہوا اور فتح مند فوجوں کے واپس جانے پر پھر طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ سنہ ۲۷۵ھ میں رافع بن ہرثمہ نے جرجان پر فوج کشی کی۔ محمد بن زید نے مقابلہ کیا اور ایک طویل مدت کے مقابلہ اور معرکہ آرائی کے بعد سنہ ۲۷۷ھ میں طبرستان سے بالکل بے دخل ہو گیا۔ آخر سنہ ۲۸۳ھ میں رافع بن ہرثمہ عمرو بن لیث کے مقابلہ میں مقتول ہوا تو محمد بن زید نے پھر طبرستان پر قبضہ کیا مگر عمرو بن لیث صفار نے اس کو طبرستان سے بے دخل کر دیا۔ سنہ ۲۸۸ھ میں اسماعیل سامانی نے عمرو بن لیث صفار کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیا تو محمد بن زید نے پھر دیلم سے خروج کر کے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد اسماعیل سامانی نے محمد بن

Marfat.com

ہارون کو طبرستان کی طرف روانہ کیااور محمد بن زید مقابلہ کر کے مارا گیا۔اس کا بیٹازید بن محمد بن زید گرفتار ہو کر بخارا کے قید خانے میں بھیج دیا گیا۔

عمرو بن لیث صفار : عمرو بن لیث صفار کو دربار خلافت سے خراسان اور سجستان وغیرہ کی سند گورنری مل چکی تھی۔ جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔اس کے علاوہ فارس بھی اس کے قبضہ میں آچکا تھا۔ سنہ۔۲۷۱ھ میں دربار خلافت سے عمرو بن لیث کی معزولی کا فرمان جاری ہوااور احمد بن عبدالعزیز بن ابی دلف حاکم اصفہان کو حکم دیا گیا کہ عمرو بن لیث کا مقابلہ کر کے فارس کا صوبہ آزاد کرالو۔ چنانچہ دونوں کی لڑائی ہوئی اور عمرو بن لیث صفار کو شکست حاصل ہو گئی مگر صوبہ فارس پر عمرو بن لیث کا قبضہ ہوا۔

آخر سنہ۔۲۷۴ھ میں موفق نے خود فارس پر فوج کشی کی اور اس صوبہ کو عمرو بن لیث کے قبضے سے نکال کر بغداد کی جانب واپس آیا۔ عمرو بن لیث کرمان و سجستان کی طرف چلا گیااور سجستان و خراسان پر کامیابی کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ عمرو بن لیث نے دربار خلافت میں تحفہ و ہدایا بھیج کر پھر اپنا رسوخ بڑھایا اور سنہ۔۲۷۸ھ میں دربار خلافت سے علاقہ ماوراءالنہر یعنی بخاراو سمرقند وغیرہ کی سند حکومت حاصل کرلی۔

ماوراءالنہر میں اسماعیل بن احمد سامانی کامیابی کے ساتھ حکومت کر رہا تھا۔ عمرو بن لیث سند ماوراءالنہر حاصل کرنے کے بعد لشکر اور سامان حرب کی فراہمی میں مصروف ہوا۔ جب اسماعیل بن احمد سامانی کو یہ حال معلوم ہوا تو اس نے عمرو بن لیث کو لکھا کہ "میں ایک گوشہ میں سرحدی مقام پر پڑا ہوں۔ آپ کے پاس بہت وسیع ملک ہے' مجھ کو آپ یہاں پڑا رہنے دیں اور اس ملک سے میرے بے دخل کرنے کے درپے نہ ہوں"۔ عمرو بن لیث نے کوئی التفات نہیں کیااور فوج لے کر ماوراءالنہر پر حملہ کیا۔ اسماعیل سامانی مقابلہ پر آیا' لڑائی ہوئی۔ عمرو بن لیث گرفتار ہوااور سمرقند کے جیل خانے میں قید کیا گیا۔ سنہ۔۲۸۸ھ میں اسماعیل سامانی نے اس کو خلیفہ کے پاس بغداد بھیج دیا۔ خلیفہ معتضد کی وفات تک بغداد کے جیل خانے میں رہا۔ اس کے بعد مکتفی باللہ نے تخت نشین ہو کر اس کو قتل کرادیا۔

مکہ و مدینہ کے حالات : مدینہ میں محمد بن حسن بن جعفر بن موسیٰ کاظم اور ان کے بھائی علی بن حسن نے ایک دوسرے کے خلاف رقیبانہ خروج کیا۔ حکومت کا رعب اٹھ چکا تھا۔ ہر جگہ خانہ جنگیوں کا بازار گرم تھا۔ اسی سلسلے میں مدینہ منورہ کے اندر ان دونوں بھائیوں نے ایک ہنگامہ برپا کر دیا۔ بہت سے آدمی طرفین سے مقتول ہوئے۔ ایک مہینہ تک سنہ۔۲۷۷ھ میں مدینہ منورہ کے اندر نماز جمعہ ادا نہیں ہو سکی۔ اس قسم کی حالت مکہ مکرمہ کی بھی تھی۔ مکہ مکرمہ میں یوسف بن ابی الساج عامل تھا۔ اس کی جگہ دربار خلافت سے احمد بن محمد طائی کو سند حکومت مل گئی۔ احمد طائی نے اپنی طرف سے اپنے غلام بدر کو امیر حجاج بنا کر بھیج دیا۔ یوسف نے مقابلہ کیا' مسجد بیت الحرام کے دروازے پر جنگ ہوئی۔ یوسف نے بدر کو گرفتار کر لیا۔ بدر کے لشکریوں اور حاجیوں نے مل کر حملہ کیااور یوسف کو گرفتار کر کے بغداد بھیج دیااور بدر کو آزاد کرالیا۔ غرض جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا مضمون تھا۔

Marfat.com

موفق کی وفات : خلیفہ معتمد باللہ برائے نام خلیفہ تھا۔اس کا بھائی موفق اپنی بہادری اور دانائی کے سبب تمام امور سلطنت پر حاوی و قابض و متصرف ہو گیا تھا اور یوں سمجھنا چاہیے کہ موفق ہی خلافت کر رہا تھا۔اگرچہ وہ باقاعدہ خلیفہ نہ تھا' موفق ولی عہد بھی تھا' جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔اس سے پیشتر ترک سردار دربار خلافت پر قابض و متصرف اور عرصہ دراز سے سیاہ و سفید کے مالک چلے آتے تھے۔ موفق نے قابو پا کر ان ترک فوجی سرداروں کے زور کو توڑ دیا اور خود قابض و متصرف ہو گیا۔چونکہ موفق نے زنگیوں کا زور توڑ کر ان کو نیست و نابود کر دیا تھا۔اس لیے اس کی اور اس کے بیٹے معتضد کی قبولیت عام مسلمانوں میں بہت بڑھ گئی تھی۔ ترک سردار زنگیوں کے مقابلہ میں ہمیشہ ناکام و مغلوب ہوتے رہے تھے۔اس لیے ان کو بھی موفق کی مخالفت کا حوصلہ نہ رہا تھا مگر چونکہ سلطنت کی چول چال پہلے ہی ڈھلی ہو چکی تھی اور آب و ہوا بگڑ چکی تھی۔لہذا طوائف الملوکی کا بازار زیادہ ہی گرم ہوتا گیا اور ان طاقتوں کو جو عرصہ سے پرورش پا رہی تھیں اور اب اپنی جگہ خود مختاری کا اعلان کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں' دبایا نہ جا سکا۔ تاہم موفق کا وجود دارالخلافہ میں بہت غنیمت تھا اور کسی کو اتنی جرات نہ ہو سکی تھی کہ خود خلیفہ کی قیادت سے انکار کر سکے یا خطبہ میں خلیفہ کا نام نہ لے۔ موفق جب فارس و اصفہان سے بغداد واپس آیا تو درد نقرس میں مبتلا ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا' آرام نہ ہوا۔ ۲۲/صفر سنہ۔۲۷۸ھ کو فوت ہو کر رصافہ میں مدفون ہوا۔اگرچہ خلیفہ معتمد موجود تھا مگر اس کی حیثیت ایک قیدی سے زیادہ نہ تھی۔ اصل خلیفہ موفق ہی تھا۔اب موفق کے فوت ہونے کے بعد اراکین سلطنت اور سپہ سالار لشکر نے متفق ہو کر موفق کے بیٹے ابوالعباس معتضد کو موفق کی جگہ ولی عہد بنایا۔ معتضد چونکہ خوب تجربہ کار اور بہادر شخص تھا۔ لہذا وہ تمام امور سلطنت پر حاوی ہو گیا اور خلیفہ معتمد پھر اپنی اسی حالت میں مجبور و معطل رہا۔

قرامطہ : سنہ۔۲۷۸ھ میں سرزمین کوفہ میں ایک شخص حمدان نامی عرف قرامطہ نے ایک نیا مذہب جاری کیا۔یہ ایک غالی شیعہ تھا۔اس کا عقیدہ تھا کہ امام صرف سات ہیں۔اول حسین' دوم علی زین العابدین' سوم باقر بن علی' چہارم صادق' پنجم اسماعیل بن جعفر' ششم محمد بن اسماعیل اور ہفتم عبیداللہ بن محمد۔اپنے آپ کو وہ عبیداللہ بن محمد کا نائب کہتا تھا۔ حالانکہ عبیداللہ نامی کوئی بیٹا محمد بن اسماعیل کا نہیں تھا۔ محمد بن الحنفیہ بن علی بن ابی طالب کو وہ رسول کہتا تھا۔ چنانچہ اذان میں یہ الفاظ بڑھا دیئے تھے کہ ﴿ **اشهد ان محمد بن الحنفية رسول الله** ﴾ بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا تھا۔دن رات میں صرف دو نمازیں رکھی تھیں یعنی دو رکعت قبل طلوع آفتاب اور دو رکعت بعد غروب آفتاب۔وہ کہتا تھا کہ بعض سورتیں محمد بن الحنفیہ پر نازل ہوئی ہیں۔ جمعہ کے بجائے دوشنبہ کے دن کو ہفتہ میں وہ بابرکت سمجھتا تھا اور اس دن کوئی کام نہ کرتا تھا۔ سال بھر میں دو روزے فرض سمجھتا تھا۔ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال کہتا تھا۔ غسل جنابت کو غیر ضروری سمجھتا تھا۔ بعض جانوروں کو اس نے حلال اور بعض کو حرام قرار دیا تھا۔جو شخص قرامطہ کا مخالف ہوا' اس کا قتل کرنا واجب ٹھہرایا تھا۔اپنا لقب اس نے قائم بالحق رکھا تھا۔

زنگیوں کے سردار غبیث اور بہبود سے بھی اس نے اپنے اس نئے مذہب کے متعلق گفتگو کی تھی اور

Marfat.com

ان کواپناہم خیال بناناچاہاتھامگرانہوں نے اس طرف کوئی التفات نہیں کیا۔ان کی بربادی کے آٹھ برس کے بعد اس نے کوفہ میں اپنے عقائد کی اشاعت شروع کی اور بہت سے لوگ اس کے معتقد ہونے لگے۔یہ رنگ دیکھ کر کوفہ کے عامل نے اس کوگرفتار کر کے جیل خانے بھیج دیا۔

اتفاقاجیل خانے کے محافظوں نے غفلت کی اور قرمط وہاں سے نکل بھاگا۔اس کے متبعین نے یہ مشہور کردیاکہ قرمط کو جیل خانہ آنے جانے سے نہیں روک سکتا۔غرض رفتہ رفتہ اس مذہب کاچرچادور دراز تک ہونے لگااورلوگ اس میں شریک ہوتے گئے۔آج کل ہم اپنے زمانہ کے گورپرستوں' پیرپرستوں کودیکھ دیکھ کر تعجب کرتے ہیں کہ کس طرح وہ جاہل بے نماز' چانڈوبازلوگوں کواللہ تعالیٰ کابرگزیدہ بندہ اور ولی کامل سمجھ کران کے پیچھے پیچھے پھرتے ہیں اوران کے ہرایک حکم کی تعمیل کوضروری سمجھتے ہیں لیکن معلوم ہوتاہے کہ اس قسم کے احمقوں کی ایک جماعت ہرایک زمانے میں موجودرہتی ہے۔ہمارے شہر نجیب آباد میں ایک شخص رہتاہے۔شہر کی پیشہ ورفاحشہ عورتیں جوناچنے گانے کاپیشہ کرتی ہیں' ہرجمعرات کواس مکان میں آکراپنا گاناسناتی ہیں اور آوارہ مزاج ناہموارنوجوانوں کووہاں اس حیاسوزواخلاق کش جلسہ میں بدچلنی کی تحریک کاموقعہ ملتارہتاہے۔اللہ اوررسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شان میں گستاخانہ الفاظ علانیہ وہ زبان سے نکالتارہتاہے۔نماز' روزہ کاتو بھلاذکرہی کہاں ہوسکتاہے۔اس شخص کوکثیرالتعدادلوگوں نے معبود کامرتبہ دے رکھاہے۔اس کی خدمت میں مودبانہ اپنی حاجات عرض کرتے ہیں اور قیمتی تحائف وہدایاسے اس کوخوش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔لذیذ کھانے اورنایاب چیزیں پیش کرتے رہتے ہیں۔

ان معتقدین کے زمرہ میں بڑے بڑے اہل کار' ڈاکٹر' تاجر اور تعلیم یافتہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں۔ہرچند کوشش کی گئی کہ کوئی ایسی بات معلوم ہوجس کواس عقیدت کاسبب قراردیاجاسکے مگرکوئی بات ثابت نہ ہوئی۔لہذامجبوراتسلیم کرناپڑتاہے کہ انسانوں میں کچھ تعداداللہ تعالیٰ ایسی بھی پیداکرتاہے کہ آنکھیں رکھتے ہوئے نابینائی کے شیدااوردماغ ہوتے ہوئے تہی مغزی پر مفتون ہوتے ہیں۔یہی لوگ جوآج کل بھی ہر جگہ موجود نظر آتے ہیں اور یہی لوگ تھے جنہوں نے قرط کے نوایجاد مذہب کو قبول کیااورانہیں لوگوں کی موجودگی نے ہمیشہ سیاہ قلب لوگوں کواپنی اپنی دکانداریاں چلانے کی جرات دلائی اور دین اسلام کے مقابلہ میں ہمیشہ مشکلات پیداکرکے سچے مسلمانوں کے لیے جہادسیفی ولسانی کاموقعہ بہم پہنچایا۔لہذاان لوگوں کے وجود کو بھی حکمت الٰہی کے خلاف ہرگز نہیں سمجھناچاہیے۔اگریہ لوگ نہ ہوتے توسچے مومنوں کووہ مراتب کس طرح میسر ہوتے جوان کے خلاف کوشش کرنے سے ان کو میسر ہوئے۔اگر نفس امارہ اور شیطان رجیم نہ ہوتا تو طاعت الٰہی پراجرکیسے مرتب ہوتا۔

معتضد کی ولی عہدی : جیساکہ اوپرذکرہوچکاہے کہ موفق کی وفات کے بعد معتضد کوولی عہد بنایاگیاتھا لیکن یہ ولی عہدی جعفربن معتمد کے بعد تھی۔جعفربن معتمد ولی عہداول اور معتضد ولی عہد دوم تھا۔جیساکہ اس کاباپ موفق بھی ولی عہد دوم تھالیکن سنہ۲۷۹ھ میں معتمد نے معتضد کے اقتداراوراثر سے مرعوب ہوکر

Marfat.com

بجائے اپنے بیٹے جعفر کے معتضد اپنے بھتیجے کو ولی عہدی میں مقدم کر دیا اور اس مضمون کا فرمان ممالک محروسہ میں عاملوں کے نام جاری کرادیا کہ میرے بعد معتضد تخت خلافت پر بیٹھے گا۔

جنگ روم : خلیفہ معتضد کے عہد خلافت کے حالات پریشان میں ابھی تک رومیوں کا ذکر نہیں آیا۔ سنہ۔۲۵۷ھ میں میخائیل بن روفیل قیصر قسطنطنیہ کو اس کے ایک رشتہ دار نے جو صقلبی کے نام سے مشہور تھا' قتل کر کے خود تخت سلطنت پر جلوس کیا۔ سنہ۔۲۵۹ھ میں رومیوں نے ملطیہ پر فوج کشی کی مگر شکست کھا کر واپس گئے۔ سنہ۔ ۲۶۳ھ میں رومیوں نے قلعہ کرکرہ متصل طرطوس کو مسلمانوں سے چھین لیا۔ سنہ۔ ۲۶۴ھ میں عبداللہ رشید بن کاؤس نے چالیس ہزار سرحدی شامی فوجوں کے ساتھ بلاد روم پر چڑھائی کی۔ اول فتح حاصل ہوئی مگر بعد میں عبداللہ بن رشید گرفتار ہو کر قسطنطنیہ پہنچا۔

سنہ۔۲۶۵ھ میں رومیوں نے عام اذفہ پر حملہ کیا۔ چار سو مسلمان شہید اور چار سو گرفتار ہوئے۔ اسی سال قیصر روم نے عبداللہ بن رشید کو معہ چند جلد قرآن مجید کے احمد بن طولون کے پاس بطور ہدیہ روانہ کیا۔ سنہ۔۲۶۶ھ میں جزیرہ صقلیہ کے متصل رومیوں اور مسلمانوں کے جنگی بیڑوں میں لڑائی ہوئی۔ مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کی کئی جنگی کشتیاں رومیوں نے گرفتار کرلیں۔ باقی ماندہ نے ساحل صقلیہ میں جا کر قیام کیا۔

احمد بن طولون کے نائب شام نے اسی بلاد روم پر ایک کامیاب حملہ کر کے بہت سامال غنیمت حاصل کیا۔ سنہ۔۲۷۰ھ میں رومیوں نے ایک لاکھ فوج کے ساتھ مقام قلمیہ پر جو طرسوس سے چھ میل کے فاصلے پر ہے' حملہ کیا۔ مازیار والی طرسوس نے رومیوں پر شب خون مارا۔ ستر ہزار رومی مقتول ہوئے۔ بطریق اعظم گرفتار ہوا اور صلیب اعظم بھی مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔ سنہ۔ ۲۷۳ھ میں مازیار والی طرسوس اور احمد جعفی نے مل کر بلاد روم پر حملہ کیا۔ حالت جنگ میں منجنیق کا ایک پتھر مازیار کے لگا وہ زخمی ہو کر لڑائی موقوف کر کے واپس ہوا' راستے میں مر گیا۔ مسلمانوں نے طرسوس میں لا کر دفن کیا۔ اگرچہ عالم اسلام میں سخت ہلچل مچی ہوئی تھی اور جابجا خانہ جنگی برپا تھی۔ تاہم رومیوں کو مسلمانوں کے مقابلے میں کوئی عظیم کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

وفات معتمد : خلیفہ معتمد علی اللہ بن متوکل علی اللہ نے ۲۰/رجب سنہ۔۲۷۹ھ میں وفات پائی۔ سامرا میں مدفون ہوا۔ معتصم باللہ بن ہارون الرشید کے وقت سے خلفاء عباسیہ کا دارالخلافہ سامرا چلا آتا تھا۔ معتمد علی اللہ نے سامرا کو چھوڑ کر بغداد میں رہنا اختیار کیا اور پھر بغداد ہی دارالخلافہ ہو گیا۔ سامرا کو چھوڑنے اور بغداد کو دارالخلافہ بنانے ہی کا نتیجہ تھا کہ ترک سردار جو خلافت اور دربار خلافت پر حاوی و مسلط تھے' ان کا زور یک لخت ٹوٹ گیا۔ دارالخلافہ کی تبدیلی بھی معتمد کے بھائی موفق کی عقل و تدبیر کا نتیجہ تھا۔

معتمد کے زمانے میں دولت و حکومت کی قوتیں بالکل کمزور ہو چکی تھیں۔ امرائے سلطنت میں جیسا کہ ایسی حالت میں ہونا چاہیے تھا' نااتفاقی' عداوت اور ایک دوسرے کی مخالفت خوب زوروں پر تھی' ممالک محروسہ کے ہر حصے اور ہر سمت میں فتنہ و فساد کا بازار گرم تھا۔ لوگوں کے دلوں سے خلیفہ کا رعب بالکل مٹ چکا

Marfat.com

تھا۔ جہاں جس کو موقعہ ملا' اس نے ملک دبالیا۔ صوبہ داروں نے خراج بھیجنا بند کر دیا۔ کوئی آئین اور کوئی قانون تمام ملک میں رائج نہ رہا۔ ہر شخص نے جس ملک پر قبضہ کیا' اپنا ہی قانون جاری کیا۔ رعایا پر بڑے بڑے ظلم ہونے لگے۔ عاملوں نے جس طرح آزادانہ چاہا رعایا کو تختہ مشق ظلم بنایا۔ بنو سامان نے ماوراء النہر پر' بنو صفار نے سجستان و کرمان' خراسان اور ملک فارس پر' حسن بن زید نے طبرستان و جرجان پر' زنگیوں نے بصرہ' ایلہ و واسط پر' خوارج نے موصل و جزیرہ پر' ابن طولون نے مصر و شام پر' ابن اغلب نے افریقہ پر قبضہ کر کے اپنی اپنی حکومت قائم کرلی تھی۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے چھوٹے چھوٹے سردار تھے جو اسی طرح ملکوں اور ولایتوں پر قبضہ کرنے کی فکر میں مصروف اور ایک دوسرے سے نبرد آزما تھے۔ خلیفہ کی حکومت و سیادت کا صرف یہ نشان تھا کہ سب جمعہ کے خطبوں میں خلیفہ کا نام لیتے تھے۔ باقی کوئی حکم خلیفہ کا کوئی نہیں مانا جاتا تھا۔ موفق نے اپنی تمام طاقت اور ساری عمر فتنہ و فساد کے فرو کرنے میں صرف کر دی مگر بجز زنگیوں کا استیصال کرنے کے اور کوئی کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

اسی زمانے میں قرامطہ وغیرہ کے آئندہ فتنوں کی بنیاد رکھی گئی۔ اسی زمانے میں عبیداللہ بن عبید نے جو سلاطین مصر اور شیعان یمن کا مورث ہے' مہدویت کا دعویٰ کیا اور قبیلہ بنو کنانہ کے اکثر افراد کو ہمراہ لے کر ملک مغرب کی طرف گیا اور وہیں ترقی کر کے رفتہ رفتہ مصر و افریقہ میں ایک خود مختار سلطنت کی بنیاد قائم کر سکا۔ اسی زمانہ میں علم حدیث کے مشہور نامور اماموں نے مثلاً امام بخاری' امام مسلم' ابوداؤد' ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے وفات پائی۔ غرض معتمد کی خلافت کے ۲۳ سال اسی انتشار و پریشانی اور بدنصیبی و ناکامی کے عالم میں بسر ہو گئے۔

ہدایت و بصرہ

خاندان بنو عباس کی حکومت و خلافت کو اب تک ڈیڑھ سو برس گزر چکے ہیں۔ خلافت عباسیہ کی شان و شوکت اور عروج کا زمانہ پورے سو برس تک رہا اور معتصم باللہ کی وفات یعنی سنہ ۲۲۷ھ سے زوال کے علامات شروع ہو گئے اور خلافت پر کجولت کا زمانہ طاری رہا۔ اس بیس سال کے عرصہ میں یہ توقع رہی کہ خلافت عباسیہ پھر اپنی اسی صد سالہ شان و شوکت اور قوت و عظمت کو واپس لا سکتی ہے لیکن سنہ ۲۴۷ھ میں متوکل علی اللہ کے قتل ہونے پر یک لخت اس کے تمام اعضاء مضمحل ہو گئے اور اس پر اس طرح بڑھاپا چھا گیا کہ عظمت رفتہ کے واپس آنے کی کوئی توقع نہ رہی۔ اس ضعیفی و پیری کے ۳۲ سال بھی ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ ابھی یہ ضعیف و ناتوان خلافت کئی سو برس تک زندہ رہنے والی ہے۔ حکومت اسلامیہ کے بہت سے مرکز الگ الگ قائم ہو چکے ہیں اور بہت سے قائم ہونے والے ہیں۔ بہت جلد ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ خلافت بغداد یا خلافت عباسیہ میں نام کی ایک عظمت باقی رہ جائے گی اور وہ خود کوئی طاقت نہ ہو گی۔

Marfat.com

اندرین صورت اگر آئندہ خلافت خلفاء عباسیہ کے حالات اسی تناسب اور اسی مذکورہ وسعت کے ساتھ بیان ہوئے تو تاریخ کی دلچسپی غائب ہو جائے گی اور پڑھنے والوں کے دماغ پر ایک نامناسب بوجھ پڑ جائے گا۔ لہذا باوجود اس کے کہ اب تک جو کچھ لکھا جاچکا ہے اس میں اختصار کو بہت مد نظر رکھا گیا ہے۔ آئندہ اس سے بھی زیادہ اختصار و ایجاز سے کام لیا جائے گا۔ خلیفہ معتمد باللہ کے عہد خلافت کا جو حال اوپر لکھا جاچکا ہے' اس کی بے ترتیبی خود اس امر کی شاہد ہے کہ ان خلفاء کے ذاتی حالات میں قابل تذکرہ اور اہم واقعات بہت ہی کم ہو سکتے ہیں۔ ہاں ان کے عہد خلافت میں دوسروں کے واقعات اور کارنامے لاتعداد ہیں کیونکہ نئے نئے سلسلے اور نئے نئے خاندان حکومت نمایاں ہو رہے ہیں۔ ان تمام خاندانوں اور تمام سلسلوں کا متوازی لے چلنا محال اور غیر ممکن ہے مگر اس کی ابتداء کا کہ کس طرح خاندان عباسیہ کے تعلق سے وہ برسر اقتدار آئے۔ تذکرہ اشارتا دینا ضروری تھا تاکہ جب ان کا حال مستقل طور پر الگ شروع کیا جائے تو اس ابتدائی تذکرہ کی طرف اشارہ کیا جا سکے۔ آئندہ بھی جو جو نئے خاندان حکومت خلافت عباسیہ کے تعلق سے پیدا ہوں گے' ان کا تذکرہ انشاء اللہ تعالیٰ حسب موقعہ کیا جائے گا۔

خاندان بنو امیہ کی سب سے بڑی خطا یہ ہے کہ اس نے ولی عہدی کو وراثت میں داخل کر کے حکومت اسلامیہ کی بربادی کا سامان کیا اور رسم بد کا مسلمانوں کو عادی بنایا۔ خاندان بنو عباس کی خطا بھی ان سے کسی طرح کم نہیں ہے کہ انہوں نے بنو امیہ کی ہر ایک چیز کو مٹایا اور ان کی یادگاروں کو فنا کیا مگر اس رسم بد کی خوب حفاظت کی اور مسلمانوں کی بربادی کے اس سامان کو مضبوط سے مضبوط تر بناتے رہے۔ دوسری غلطی ان کی یہ تھی کہ شروع ہی سے اہل عرب کے مخالف اور نو مسلم ایرانیوں کے ہمدرد رہے۔ سفاح سے لے کر مامون الرشید تک بجز ایک مہدی کے ہر ایک خلیفہ نے عربوں کی طاقت کو گھٹایا اور مجوسی النسل لوگوں کو ابھارا اور آگے بڑھایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان عباسیہ کو بنو امیہ کے فتوحات کے دائرے سے آگے قدم رکھنا نصیب نہ ہوا اور دم بدم ان کی حکومت و سلطنت کا رقبہ محدود ہی ہوتا چلا گیا۔ اسلام کی حقیقی شان اور اسلامی اخلاق پر مجوسیت کا ایک ہلکا سا غبار چھا گیا۔ یہی مجوسی النسل لوگ خلیفہ عباسیہ کے لیے باعث مشکلات رہے مگر ذی حوصلہ عباسی خلفاء ان مشکلات پر غالب آتے رہے۔ معتصم باللہ نے مجوسیوں کی قابو یافتہ اور زبردست جماعت کے مقابلہ میں ماوراء النہر کے ترکوں کی جن کا آبائی مذہب تو مجوسیت ہی تھا مگر قوم اور نسل کے اعتبار سے جدا اور خراسانیوں کے غیر تھے' ایک نئی جماعت تیار کی۔ معتصم باللہ کی یہ تدبیر ضرور مفید ثابت ہوتی' اگر وہ ترکوں کی نئی جماعت کو خراسانیوں سے زیادہ طاقتور نہ بناتا اور عربوں کو بھی ترقی دے کر ان دونوں جماعتوں کا ہمسر بنا دیتا مگر عربوں کا تعلق خاندان خلافت سے بدستور کم اور منقطع ہوتا رہا اور معتصم باللہ کا سامرہ یعنی ترکی بستی میں سکونت پذیر ہونا ترکوں کی حد سے زیادہ ترقی کا موجب ہوا۔ معتصم باللہ نے غالباً ترکوں کو اس لیے پسند کیا تھا کہ وہ علویوں کے اثر سے پاک تھے۔ عربوں سے اسی لیے اس خاندان نے نفرت کی تھی کہ علوی بھی عرب تھے مگر علویوں کا اثر مجوسی النسل یعنی ایرانیوں پر جن سے بنو عباس نے کام کیا تھا' عربوں کی نسبت بھی زیادہ تھا۔ اسی

Marfat.com

لیے مشکلات کا سامنا رہنا تھا۔ معتصم نے دونوں گروہوں کو چھوڑ کر ایک خالی الذہن تیسرے گروہ کو منتخب کیا مگر ترک ایرانیوں کی طرح شائستہ اور انتظام سلطنت سے واقف نہ تھے۔ ان کے لیے ضرورت تھی کہ ایک زبردست اور چوکس ہاتھ ان سے کام لے اور اپنے کام کا بنائے۔ معتصم کے جانشینوں میں اگر ہارون ومامون کا دل ودماغ رکھنے والے چند شخص اور ہوتے تو خلافت عباسیہ کی عظمت وشوکت اور بھی ترقی کر جاتی اور معتصم کا سامرہ کو دارالسلطنت بنانا بڑی ہی غیر عاقلانہ تدبیر سمجھی جاتی مگر معتصم کے جانشینوں کی کمزوری اور عربی عنصر کے ضعیف تر ہو جانے اور سامرہ کے دارالسلطنت ہونے نے ایک طوفان بے تمیزی برپا کر دیا اور معتصم کے جانشینوں کی کمزوری ونالائقی کا کوئی علاج کسی سے ممکن نہ ہوا۔ ترک ایک خالص فوجی قوم تھی۔ جس کے پاس دماغ نہ تھا۔ لہذا وہ نہ تو اپنی حکومت وسلطنت قائم کر سکے' نہ علویوں کی خلافت قائم کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ علوی لوگ اب تھک کر اور مایوس ہو کر بیٹھ چکے تھے اور بظاہر کسی ایسے ہی عظیم الشان خطرے کا کوئی اندیشہ خلافت عباسیہ کے لیے باقی نہ رہا تھا۔ جب معتصم کے بعد خود دارالخلافہ میں ہنگاموں اور بد تمیزیوں کا طوفان برپا ہوا تو مرکز خلافت کی اس حالت کا اثر تمام صوبوں پر ہوا اور جہاں جو عامل یا والی تھا' وہ اپنی خود مختاری اور جداگانہ سلطنت قائم کرنے کی تدبیروں میں مصروف ہو گیا۔ اندلس' مراکش اور افریقہ کی مثالیں ان کے سامنے موجود تھیں۔ قلب کے ماؤف ہوتے ہی تمام اعضاء کا دوران خون بند ہو گیا اور ان صوبہ داروں اور عاملوں کی خود مختاری وافراتفری دیکھ کر علوی' خارجی' زنگی' قرمطی وغیرہ بھی قسمت آزمائی کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اب وہ حالت پیدا ہو گئی کہ منصور' ہارون ومامون بھی اگر ہوتے تو شاید کامیاب نہ ہو سکتے تھے۔ متوکل کا قتل خلافت عباسیہ کے لئے نہایت منحوس واقعہ تھا۔ متوکل کے بعد ہی اگر موفق تخت نشین ہو جاتا تو ممکن تھا کہ وہ حالات کو سنبھال لیتا مگر موفق کو بحیثیت خلیفہ کام کرنے کا موقعہ نہ ملا اور اس کے بیٹے معتضد کو جو اپنے باپ ہی کی طرح ذی حوصلہ وباہمت تھا۔ اس وقت خلافت ملی جبکہ مرض لاعلاج ہو چکا تھا۔

☆✦✦✦✦✦✦✦✦✦☆

Marfat.com

﴿پانچواں باب﴾

معتضد باللہ

معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید کا اصلی نام اور کنیت ابو العباس تھی۔ ربیع الاول سنہ۔ ۴۳ھ میں صوآب نامی ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اپنے چچا معتمد باللہ کے بعد ماہ رجب سنہ۔ ۲۷۹ھ میں تخت نشین ہوا۔ خوبصورت' بہادر اور عقلمند شخص تھا۔ سخت گیری و خونریزی سے بھی اگر ضرورت ہوتی تھی تو درگزر نہیں کرتا تھا۔ باہیبت اور معاملہ فہم تھا۔ منجموں اور افسانہ گولوگوں کا دشمن تھا۔ مامون کے زمانہ سے فلسفہ کا بہت چرچا ہو گیا تھا۔ معتضد نے فلسفہ اور مناظرہ کی کتابوں کو اشاعت سے روک دیا تھا تاکہ مذہبی فتنوں اور لڑائی جھگڑوں کا سدباب ہو۔ رعایا کے خراج میں اس نے کمی کر دی تھی۔ عدل کا شائق تھا' رعایا پر سے ظلم و ستم کو دور کرنے کی کوشش کرتا تھا۔

مکہ میں دارالندوہ کی عمارت ابھی تک موجود تھی۔ معتضد نے اس کو گرا کر مسجد بیت الحرام کے پاس ایک مسجد بنادی۔ مجوسی النسل لوگوں کی کثرت نے بغداد میں نوروز کے دن عید منانے اور آگ جلانے کی رسم بھی جاری کر دی تھی۔ معتضد نے اس مجوسی رسم کو حکما بند کر دیا۔ حمار دیہ بن احمد طولون حاکم مصر کی لڑکی سے اس نے عقد کیا۔ اس نے دفتر میراث قائم کیا اور ذوی الارحام کو بھی میراث میں سے حصہ دلانے کا التزام کیا۔ اس سے لوگوں نے اس کو بہت دعائیں دیں اور اس کی قبولیت رعایا میں بڑھ گئی۔

معتضد نے ایک مرتبہ قاضی ابو حازم کے پاس کہلا کر بھجوایا کہ آپ نے فلاں شخص سے لوگوں کا مال دلوایا ہے۔ میرا بھی کچھ مال اس کے پاس ہے' مجھ کو بھی دلواؤ۔ قاضی نے جواباً کہلا بھجوایا کہ آپ گواہ پیش کریں تو آپ کو بھی ڈگری دی جائے گی۔ معتضد کے گواہوں نے قاضی ابو حازم کے سامنے پیش ہونے سے انکار کر دیا کہ کہیں قاضی ہم کو ناقابل شہادت نہ ٹھہرائے۔ اس لیے معتضد کو اس کا مال نہیں ملا۔ معتضد نے خلافت عباسیہ کا بہت نازک اور خراب زمانہ پایا تھا مگر اس نے بہت کوشش کی کہ خلافت عباسیہ کی حالت سقیم درست ہو جائے۔ چنانچہ اس کی وجہ سے کچھ ترقی کے آثار نمایاں بھی ہوئے مگر اس کے جانشینوں میں یہ قابلیت نہ تھی کہ رفتار ترقی کو قائم رکھ سکے۔

معتضد کے تخت نشین ہونے کے چند روز بعد ہی نصر بن احمد سامانی فوت ہو گیا تھا۔ اس کی جگہ اس کا بھائی اسماعیل بن سامانی ماوراء النہر کا حکمران ہوا۔ موصل کے علاقہ میں خوارج کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے تھے۔ ایک گروہ کا سردار ابو جوزہ سنہ۔ ۲۸۰ھ میں گرفتار ہو کر بغداد میں آیا۔ معتضد نے اس کو بڑی تکلیفوں سے قتل کرایا۔ دوسرے گروہ کا سردار ہارون شاری بدستور مصروف بغاوت و سرکشی رہا۔ سنہ۔ ۲۸۰ھ میں معتضد نے جزیرے پر خود فوج کشی کی اور قبائل بنی شیبان کو قرار واقعی سزا دے کر اور بہت سا مال غنیمت لے کر بغداد واپس

Marfat.com

آیا۔ معتضد نے اپنے غلام بدر نامی کو پولیس افسری اور عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کو قلمدان وزارت عطا کیا۔ سنہ۔۲۸۱ھ میں حمدان بن حمدون کو جو قلعہ ماردین پر قابض اور ہارون شاری خارجی سے دوستی پیدا کر چکا تھا' خلیفہ معتضد نے گرفتار کیااور قلعہ ماردین کو مسمار کرا کر زمین کے برابر کر دیا۔

سنہ۔۲۸۱ھ میں خلیفہ معتضد نے اپنے بیٹے علی المعروف بہ مکتفی کو رے' قزوین' زنجان' قم' جد آن کی حکومت پر مامور فرمایا۔ ماہ ربیع الاول سنہ۔ ۲۸۳ھ میں خلیفہ معتضد نے اطراف موصل میں پہنچ کر ہارون شاری خارجی کے استیصال کی کوشش میں کامیابی حاصل کی۔ ہارون کو گرفتار کر کے قید کر دیااور بغداد کی طرف واپس آیا۔ بغداد میں ہارون کو تشہیر کر کے قتل کرادیا۔ سنہ۔۲۸۵ھ میں معتضد نے آذربائیجان پر چڑھائی کی' قلعہ آمد کو فتح کر کے احمد بن عیسیٰ بن شیخ کو گرفتار کیااور ماہ ربیع الثانی سنہ۔۲۸۶ھ میں بغداد واپس آیا۔

قرامطہ کا خروج : سنہ۔۲۸۱ھ میں قرامطہ کے معتقدین میں سے ایک شخص یحییٰ بن مہدی نامی نے مقام قطیف رمن مضافات بحرین میں وارد ہو کر علی بن معلیٰ بن حمدان کے مکان میں قیام کیااور کہا کہ مجھ کو مہدی زمان نے بھیجا ہے اور وہ بھی عنقریب خروج کرنے والے ہیں۔ علی شیعہ تھا' اس نے تمام شیعوں کو فراہم کیااور امام زمان کا خط جو یحییٰ نے پیش کیا تھا' پڑھ کر سنایا۔ شیعوں نے نہایت خلوص کے ساتھ بوقت ظہور مہدی خروج کا وعدہ کیا۔ تھوڑے دنوں بعد یحییٰ چند روز کو غائب ہو گیااور پھر آکر امام زمان کا ایک دوسرا خط پیش کیا' جس میں لکھا تھا کہ ہر شخص یحییٰ کو چھتیس چھتیس دینار نذر کرے۔ شیعوں نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔ چند روز کے بعد یحییٰ پھر آیااور تیسرا خط لایا' جس میں لکھا تھا کہ تم لوگ اپنے مال کا پانچواں حصہ امام زمان کے لیے یحییٰ کے حوالہ کرو۔

سنہ۔۲۸۶ھ میں ابوسعید جنانی نے بحرین میں آکر مذہب قرامطہ کی لوگوں کو علانیہ دعوت دی۔ اس نواح میں جو لوگ پہلے سے خفیہ طور پر اس مذہب میں شامل ہو چکے تھے' وہ اب علانیہ آآکر جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ ابوسعید نے سب کو لے کر مقام قطیف میں قیام کیااور ساز وسامان سے درست ہو کر بصرہ کا قصد کیا۔ بحرین کے یہ تمام حالات خلیفہ معتضد کو معلوم ہوئے تو اس نے بصرہ کے عامل احمد بن محمد بن یحییٰ واثقی کو لکھا کہ بصرہ کی شہر پناہ تعمیر کرالو۔ چنانچہ چودہ ہزار دینار کے صرفہ سے شہر پناہ تیار ہو گئی۔

جس وقت ابوسعید بصرہ کے قریب پہنچا تو دارالخلافہ بغداد سے عباس بن عمر قنوی دو ہزار سواروں کے ساتھ بصرہ کی حفاظت کے لیے آپہنچا۔ بصرہ سے باہر ہی عباس اور ابوسعید کی لڑائی ہوئی۔ دو روز کی سخت لڑائی کے بعد ابوسعید نے عباس کو گرفتار کر لیااور جس قدر آدمی عباس کے ہمراہیوں میں سے گرفتار ہوئے' سب کو ابوسعید نے آگ میں ڈال ڈال کر جلادیا۔ یہ واقعہ سنہ۔۲۸۷ھ کے شعبان مہینہ کا ہے۔ ابوسعید قرمطی نے اس کو فتح کرنے کے بعد بصرہ کو چھوڑ کر علاقہ ہجر کا قصد کیا۔ اہل ہجر کو امن دے کر ہجر پر قبضہ کر لیااور پھر بصرہ کی طرف آیا۔

اہل بصرہ پر بہت خوف طاری ہوا مگر بصرہ کے عامل احمد بن محمد واثقی نے سب کو تسکین و تشفی دی۔

Marfat.com

ابو سعید اس مرتبہ بھی بصرہ کو چھوڑ کر اور عباس کو قید سے آزاد کر کے مضافات بحرین کی طرف چلا گیا۔
سنہ۔۲۸۸ھ میں ایک شخص ابو قاسم یحییٰ المعروف بہ ذکرویہ بن مہرویہ کوفہ میں گیا اور قبیلہ قلیص بن ضمضم بن عدی اس مذہب قرامطہ کی جانب مائل ہو گیا۔ رفتہ رفتہ یہ جمعیت بڑھنے لگی تو شبل نامی ایک سردار نے ان پر حملہ کیا۔ اس لڑائی میں قرامطہ کا ایک سردار ابوالفوارس نامی گرفتار ہوا۔ باقی بھاگ کر دمشق کی جانب چلے گئے۔ ابوالفوارس کو شبل نے خلیفہ معتضد کے پاس بغداد بھیج دیا۔ معتضد نے اس کو قتل کرادیا۔ قرامطہ نے دمشق میں جا کر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کی۔ اس وقت دمشق کا حاکم بلخ تھا۔ اس نے قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ کئی مرتبہ لڑائی ہوئی' ہر لڑائی میں قرامطہ نے فتح پائی۔ یہ سنہ۔۲۸۹ھ کا واقعہ ہے یعنی اس زمانہ میں معتضد باللہ کا عہد حکومت ختم ہو جاتا ہے۔ قرامطہ کا باقی حال بعد میں ذکر کیا جائے گا۔

سنہ۔۲۸۶ھ میں خلیفہ معتضد نے اپنے بیٹے علی کو جس کا آئندہ لقب مکتفی ہوا' جزیرہ اور عواصم کی سند گورنری عطا کی اور حسن بن عمرو نصرانی کو رقہ سے طلب کر کے مکتفی کا میر منشی یا وزیر مقرر کیا۔

سنہ۔۲۸۸ھ میں طاہر بن محمد بن عمرو بن لیث صغار نے ایک لشکر فراہم کر کے فارس کے صوبہ پر قبضہ کرنا چاہا مگر اسماعیل سامانی نے اس کو ٹوکا کہ اس صوبہ پر اگر تم نے تصرف کا ارادہ کیا تو میں آتا ہوں۔ طاہر تو رک گیا مگر خلیفہ معتضد کے غلام بدر نے جا کر فارس پر قبضہ کر لیا۔ وزیر عبیداللہ بن سلیمان بن وہب کے انتقال پر خلیفہ معتضد نے اس کے بیٹے ابو القاسم کو وزیر اعظم بنایا تھا۔ خلیفہ معتضد کے زمانہ میں رومیوں پر سنہ۔۲۸۵ھ' سنہ۔۲۸۷ھ اور سنہ۔۲۸۸ھ میں مسلمانوں نے چڑھائیاں کیں۔ کبھی رومیوں کا زیادہ نقصان ہوا' کبھی مسلمانوں کا۔

وفات معتضد باللہ : سنہ۔۲۸۹ھ میں خلیفہ معتضد باللہ کثرت جماع کی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ مختلف امراض اس پر مستولی ہو گئے تھے۔ نزع کی حالت میں ایک طبیب اس کی نبض دیکھ رہا تھا کہ معتضد نے اس کے ایک لات ماری۔ ادھر طبیب گرتے ہی مر گیا اور ادھر معتضد کی جان نکل گئی۔ معتضد نے چار لڑکے اور گیارہ لڑکیاں چھوڑیں۔ معتضد کی وفات آخر ماہ ربیع الثانی سنہ۔۲۸۹ھ میں ہوئی۔

مکتفی باللہ

مکتفی باللہ بن معتضد باللہ بن موفق باللہ بن متوکل علی اللہ بن معتصم باللہ بن ہارون الرشید اصل نام علی اور کنیت ابو محمد تھی۔ ایک ترکیہ ام ولد جیجک نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ علی نام کے صرف دو ہی خلیفہ ہوئے۔ ایک حضرت علیؓ اور دوسرا مکتفی باللہ۔ معتضد باللہ نے اس کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ جب معتضد کا انتقال ہوا تو مکتفی رقہ میں تھا اور بدر غلام فارس میں وزیر اعظم قاسم بن عبیداللہ نے مکتفی کے نام پر لوگوں سے بیعت لی اور مکتفی کے پاس رقہ میں خبر بھیجی۔ مکتفی ۷/ جمادی الاول کو بغداد میں داخل ہوا اور قاسم وزیر کو سات خلعت

Marfat.com

عطا کئے۔ مکتفی عادل' خوش خلق اور خوبصورت شخص تھا۔ وزیر قاسم بن عبیداللہ بھی یہ چاہتا تھا کہ معتضد کی اولاد میں سے کوئی خلیفہ نہ ہو بلکہ اس خاندان کے کسی اور شخص کو خلیفہ بنایا جائے۔

بدر بن عبیداللہ اس کے ارادے میں سدراہ ہوا اور وزیر کو مجبوراً اپنے اس ارادے سے باز رہنا پڑا۔ اب مکتفی کے تخت نشین ہونے کے بعد وزیر کو یہ فکر ہوئی کہ اگر بدر نے حاضر دربار ہو کر خلیفہ سے میرے اس ارادے کا تذکرہ کر دیا تو خلیفہ میرا دشمن ہو جائے گا۔ اس لیے وہ اس کوشش میں مصروف ہوا کہ بدر کے آنے سے پہلے خلیفہ کو بدر کی جانب سے بدگمان کر دے۔ چنانچہ جو بڑے بڑے سردار بدر کے ساتھ فارس میں تھے' ان کو بلا لیا گیا۔ بدر فارس سے واسط میں آیا تو واسط کی طرف ایک فوج روانہ کر دی۔ بدر چاہتا تھا کہ میں خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بے گناہی کا ثبوت پیش کروں۔ وزیر نے خلیفہ کو بدر کی طرف سے اور بھی برہم کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کو بغداد پہنچنے سے پہلے ہی قتل کر دیا گیا۔

بدر نہایت عقلمند' بہادر اور مدبر شخص تھا۔ اس کا قتل بالکل اسی قسم کا قتل تھا' جیسا ہرثمہ بن اعین کا قتل مامون الرشید کے ابتدائی دور خلافت میں ہوا۔ ماہ رجب سنہ ۲۸۹ھ میں محمد بن ہارون نے جو اسماعیل سامانی کا ایک باغی سردار تھا' رے پر قبضہ کیا۔ خلیفہ مکتفی نے فوج بھیجی۔ اس کو محمد بن ہارون نے شکست دے کر بھگا دیا' تب خلیفہ مکتفی نے رے کا علاقہ بھی اسماعیل سامانی کو دے دیا۔ اسماعیل سامانی نے آکر رے پر قبضہ کیا۔ محمد بن ہارون شکست کھا کر بھاگا' پھر گرفتار ہو کر آیا۔ اس کو اسماعیل سامانی نے جیل خانہ میں قید کر دیا۔ جہاں وہ شعبان سنہ ۲۹۰ھ میں مر گیا۔

قرامطہ کا ہنگامہ شام میں : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ صوبہ بحرین پر قرامطہ نے تسلط کر لیا تھا۔ اس کے بعد وہ کوفہ میں نمودار ہوئے مگر وہاں شکست کھائی تو دمشق میں پہنچ کر طغج نامی عامل دمشق کو بار بار شکستیں دے کر اس کا محاصرہ کر لیا۔ مکتفی باللہ نے دمشق میں قرامطہ کی یہ چیرہ دستی دیکھ کر بغداد سے کوچ کیا اور سنہ ۲۹۰ھ میں رقہ پہنچ کر قیام کیا اور محمد بن سلیمان کو ایک زبردست لشکر دے کر دمشق کی جانب قرامطہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ محمد بن سلیمان نے بڑی ہوشیاری اور بہادری کے ساتھ قرامطہ کا مقابلہ کیا۔ قرامطہ کا سردار ابوالقاسم یحییٰ المعروف بہ ذکرویہ ۱۶ محرم سنہ ۲۹۱ھ کو گرفتار ہوا۔ بہت سے قرامطہ مقتول' بہت سے مقید اور بہت سے مفرور ہوئے۔ ذکرویہ گرفتار ہو کر رقہ میں مکتفی کے سامنے پیش ہوا۔ اس نے اس کو قتل کر دیا۔ ذکرویہ کے بعد اس کے بھائی حسین نے قرامطہ کو فراہم کر کے بدامنی پیدا کی' وہ بھی مقتول ہوا۔ اس حسین قرمطی نے اپنا خطاب امیرالمومنین مہدی رکھا تھا۔ اس کے چچیرے بھائی عیسیٰ نے اپنا لقب مدثر رکھا اور یہ ظاہر کیا کہ سورہ مدثر میں میرا ہی نام آیا ہے۔ اس نے اپنے غلام کا نام مطوق بالنور رکھا تھا۔ غرض سنہ ۲۹۱ھ میں سب کے سب یکے بعد دیگرے مقتول ہوئے اور ملک شام میں یہ فتنہ فرو ہوا مگر یہاں سے قرامطہ نے یمن میں جا کر فتنہ برپا کر دیا۔

مصر میں بنی طولون کا خاتمہ : جب قرامطہ کی جنگ سے فراغت حاصل ہو گئی تو مکتفی رقہ سے بغداد

Marfat.com

آیااور محمد بن سلیمان بھی دمشق سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ شام کا اکثر حصہ ہارون بن خمارویہ بن احمد بن طولون کی حکومت میں شامل تھااور اس سے لڑائی کرنے کا نہ خلیفہ ارادہ رکھتا تھا' نہ محمد بن سلیمان بلکہ قرامطہ کے استیصال کے واسطے خلیفہ کو خود حرکت کرنااور اپنی فوجوں کو بھیجنا' جہاں اپنی سلطنت کی حفاظت تھی وہاں ہارون شاہ مصر کی حمایت تھی۔ محمد بن سلیمان پہلے خاندان طولون کے یہاں ایک کارگزار سردار تھا' پھر کسی بات پر ناراض ہو کر خلیفہ کے پاس آکر متوسلین خلافت میں شامل ہو گیا تھا۔ بغداد کی طرف آتے ہوئے راستے میں محمد بن سلیمان کو بدر حمامی کا جو ہارون بن خمارویہ کا غلام تھا' ایک خط ملا۔ بدر حمامی نے لکھا تھا کہ آج کل بنی طولون کی سلطنت کا شیرازہ کمزور اور قوائے حکمرانی کمزور ہو گئے ہیں۔ اگر اس وقت آپ معہ فوج کے اس طرف چلے آئیں اور مصر پر حملہ آور ہوں تو میں بھی اپنے ہمراہیوں کے خلاف آپ کی مدد کو تیار ہوں۔

محمد بن سلیمان یہ خط لیے ہوئے بغداد آیااور خلیفہ مکتفی کی خدمت میں پیش کیا۔ خلیفہ مکتفی نے محمد بن سلیمان کو ایک زبردست فوج دے کر فوراً مصر کی جانب روانہ کر دیا۔ محمد سلیمان نے مصر پہنچ کر لڑائیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ بدر حامی محمد بن سلیمان کے پاس چلا آیا۔ ہارون بن خمارویہ مارا گیا۔ مصر پر محمد بن سلیمان کا قبضہ ہوا۔ خاندان طولون کے تمام افراد گرفتار کر کے بغداد بھیج دیئے گئے۔ یہ واقعہ ماہ صفر سنہ ۲۹۲ھ کا ہے۔ دربار خلافت سے عیسیٰ نوشری کو مصر کا گورنر بنا کر بھیجا گیا۔ محمد بن سلیمان حکومت مصر اس کے سپرد کر کے بغداد چلا آیا۔ وہاں بنی طولون کے حامی سرداروں میں سے ایک سپہ سالار ابراہیم خلجی نامی نے عیسیٰ نوشری کو بے دخل کر کے خود مصر پر قبضہ کر لیا۔ بغداد سے فوج بھیجی گئی۔ اول اس کو شکست فاش ہوئی مگر بعد میں ابراہیم شکست پا کر گرفتار ہو گیااور بغداد کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا۔ اسی سال خلیفہ نے مظفر بن حاج کو یمن کی شورش فرو کرنے کے لیے جو قرامطہ نے وہاں پر مچا رکھی تھی' سند گورنری دے کر روانہ کیا۔

بنی حمدان : سنہ۔ ۲۹۲ھ میں خلیفہ مکتفی نے ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون عددی تغلبی کو صوبہ موصل کی گورنری عطا کی۔ یکم محرم سنہ۔ ۲۹۳ھ کو وہ وارد موصل ہوا۔ اس کے موصل پہنچتے ہی کردوں نے علم بغاوت بلند کیا۔ ابوالہیجا مصر سے فوج لے کر کردوں کے مقابلہ کو نکلا مگر شکست کھائی۔ موصل میں آکر خلیفہ سے مدد طلب کی۔ یہاں سے فوج گئی اور ماہ ربیع الاول سنہ۔ ۲۹۴ھ میں ابوالہیجا نے کردوں پر فوج کشی کی۔ وہ خوفزدہ ہو کر کوہ سیق میں جا کر پناہ گزین ہوئے۔ بہت دنوں تک محاصرہ اور لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر کردوں کے سردار محمد بن بلال نے امن کی درخواست کی' جو قبول ہوئی۔ ابوالہیجا کا تمام صوبہ میں سکہ بیٹھ گیااور تمام کرد مطیع و منقاد ہو گئے۔ سنہ ۳۰۱ھ میں ابوالہیجا نے خلیفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ خلیفہ مقتدر نے مونس نامی اپنے خادم کو بھیجا۔ وہ ابوالہیجا کو گرفتار کر کے بغداد لایا۔ اس کا قصور معاف ہوااور بغداد میں رہنے لگا۔ ابوالہیجا کے بھائی حسین وابوالہیجا دونوں بھائیوں کو معہ دوسرے رشتہ داروں کے جیل خانہ میں قید کر دیا گیا جو سنہ۔ ۳۰۵ھ میں رہا ہوئے۔

ترکوں اور رومیوں کے حملے : سنہ۔ ۲۹۱ھ میں رومیوں نے ایک لاکھ فوج سے بلاد اسلامیہ پر حملہ کر

Marfat.com

مگر اس حملہ میں ان کو کوئی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ سرحدی سرداروں نے مار کر بھگادیا۔ سنہ۔ ۲۹۳ھ میں ایک ئے حملہ آور گروہ کا ظہور ہوا یعنی ترکوں نے جو ماوراءالنہر کے شمالی پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے تھے' ماوراءالنہر حملہ کیا۔ اس طرف سے یہ سب سے پہلا حملہ تھا جو ماوراءالنہر پر ہوا۔ ان وحشی اور جنگلی حملہ آوروں کی تعداد بے شمار تھی اور ایک سیلاب تھا جو اُمڈ آیا تھا مگر اسماعیل سامانی حاکم ماوراءالنہر نے بڑی ہمت واستقلال کے ساتھ م فوجوں کو یکجا فراہم کر کے ان حملہ آوروں کو اچھی طرح سبق دیا۔ ہزارہا گرفتار اور ہزارہا مقتول ہوئے' باقی اگ گئے۔ اسی سال رومیوں نے مسلمانوں سے صلح کی درخواست کی اور حسب دستور سابق قیدیوں کا تبادلہ ل میں آیا مگر اس صلح کے بعد ہی رومیوں نے شہر فورس پر شب خون مارا۔ ہزارہا مسلمان بے خبری میں شہید ر گرفتار ہوئے۔ جامع مسجد کو رومیوں نے جلادیا اور واپس چلے گئے۔ اسی سال اسماعیل سامانی کے بلاد دیلم اور کوں کے بعض علاقوں پر بزور شمشیر قبضہ کیا۔ سنہ۔ ۲۹۴ھ میں مسلمانوں نے طرطوس کی طرف سے بلاد رمیہ پر حملہ کیا اور بہت سے رومیوں کو گرفتار کیا' جن میں ایک بطریق بھی تھا۔ اسی بطریق نے بطیب خاطر سلام قبول کیا۔

مکتفی باللہ کی وفات : ماہ جمادی الاول سنہ۔ ۲۹۵ھ میں ساڑھے چھ برس حکومت کر کے مکتفی باللہ بغداد ں فوت ہو کر محمد بن طاہر کے مکان میں مدفون ہوا۔ وفات سے پہلے اپنے بھائی جعفر کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ مکتفی نے مرتے وقت بیت المال میں ڈیڑھ کروڑ دینار چھوڑے۔ جعفر بن معتضد کی عمر اس وقت تیرہ برس کی تھی۔ ں نے تخت نشین ہو کر اپنا لقب مقتدر باللہ تجویز کیا۔

مقتدر باللہ

مقتدر باللہ بن معتضد باللہ کا اصلی نام جعفر اور کنیت ابوالفضل تھی۔ ماہ رمضان سنہ۔ ۲۸۲ھ میں یک رومیہ ام ولد غریب نامی کے بطن سے پیدا ہوا۔ مکتفی باللہ نے مرنے سے قبل جب اپنے ولی عہد کی نسبت وگوں سے مشورہ کیا تو لوگوں نے اس کو یقین دلایا کہ مقتدر باللہ بالغ ہو گیا ہے۔ تب اس نے مقتدر کو اپنا ولی عہد مقرر کیا تھا۔ اس سے پہلے ایسی چھوٹی عمر میں کوئی خلیفہ تخت نشین نہیں ہوا تھا۔ مقتدر کی تخت نشینی کے بعد وگوں میں اس کے خلع کی نسبت چرچا ہونے لگا۔ وزیر اعظم عباس بن حسن کے اختیارات چونکہ بہت وسیع ہو گئے تھے اور خزانہ پر تصرف کرنے کا بھی اختیار چونکہ وزیر اعظم ہی کو تھا اس لیے اور بھی ارا کین سلطنت کو مقتدر کی خلافت ناگوار تھی۔ ادھر وزیر اعظم بھی اس لڑکے کی خلافت سے خوش نہ تھا۔ چنانچہ ابو عبداللہ بن محمد بن معتز کو خلافت پر آمادہ کیا۔ ابھی مقتدر کے معزول اور محمد بن معتز کے تخت نشین کرنے کے مشورے اور تیاریاں ہو رہی تھیں کہ ابو عبداللہ محمد بن معتز کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد ابوالحسین بن متوکل کو تخت نشین کرنے کا انتظام کیا گیا۔ اتفاق کی بات کہ ابوالحسین بھی فوت ہو گیا۔ اس کے اور ابو عبداللہ محمد بن معتز کی وفات کی وجہ سے خلیفہ مقتدر کی حکومت کو ایک قسم کا استحکام حاصل ہو گیا۔ چند روز کے بعد پھر سرگوشیاں شروع

Marfat.com

ہوئیں اور اراکین سلطنت نے عبداللہ بن معتز کو تخت خلافت کے لیے آمادہ کیا۔ عبداللہ بن معتز نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ خونریزی نہ ہو اور تمام اراکین سلطنت اس تجویز میں شریک تھے مگر وزیر اعظم عباس بن حسین اس میں شریک نہ تھا۔ ۲۰/ربیع الاول سنہ۔۲۹۶ھ کو سب سے پہلے وزیر اعظم کو جبکہ وہ اپنے باغ کو جارہا تھا' دفعتا حملہ کر کے قتل کر دیا گیا۔ اگلے دن ۲۱/ربیع الاول سنہ۔۲۹۶ھ کو مقتدر کی معزولی کا اعلان کر کے عبداللہ بن معتز کی بیعت سب نے کرلی۔ اس وقت خلیفہ مقتدر چوگان کھیل رہا تھا۔ اپنی معزولی کا حال سنتے ہی فوراً محل سرائے چلا گیا اور دروازے بند کر لیے۔ عبیداللہ بن معتز نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنا لقب المرتضیٰ باللہ تجویز کیا اور مقتدر کو لکھ بھیجا کہ تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ دارالخلافہ چھوڑ کر باہر آجاؤ اور خلافت کی ہوس ترک کردو۔ مقتدر نے لکھا کہ مجھ کو آپ کے ارشاد کی تعمیل بسر و چشم منظور ہے مگر شام تک مہلت عطا کردو۔ رات کو مونس خادم سے دوسرے خدام نے مشورہ کیا کہ کوئی ہنگامہ برپا کرنا چاہیے۔ حسین بن حمدان قصر خلافت کے دروازے پر پہنچا تو انہوں نے تیروں کا مینہ برسایا۔ شام تک مقتدر کے غلاموں نے یہی سلسلہ جاری رکھا۔ رات کو بتدریج اور لوگ بھی مقتدر کی جمعیت میں شامل ہوتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عبداللہ بن معتز جدید خلیفہ کو معہ اپنے چند ہواخواہوں کے روپوش ہونا پڑا۔ مقتدر نے مونس خادم کو پولیس کی افسری عطا کر کے فتنہ کو فرو کرنے کا حکم دیا۔ ابوالحسن بن فرات کو وزیر اعظم بنایا۔ عبداللہ بن معتز گرفتار ہو کر مقتول ہوا۔ اسی سال یعنی ربیع الثانی سنہ۔۲۹۶ھ میں عبیداللہ مہدی کی بیعت افریقہ میں ہوئی اور دولت عبیدیہ شیعیہ امامیہ کی ابتدا ہو کر افریقہ میں دولت اغالبہ کا خاتمہ ہوا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دولت عبیدیہ کے آغاز اور دولت اغالبہ کے اختتام کا حال اس جگہ بیان کر دیا جائے۔

دولت عبیدیہ کا آغاز

عبیداللہ مہدی سب سے پہلا بادشاہ اپنے آپ کو محمد بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن جعفر صادق کا بیٹا بتاتا تھا لیکن اس کے نسب میں لوگوں نے سخت اختلاف کیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ مجوسی تھا۔ بعض نے اس کو نصرانی کہا ہے۔ شیخ المناظرین قاضی ابوبکر باقلانی نے بھی عبیداللہ مہدی کے سید یعنی عالی نسب ہونے سے انکار کیا ہے۔ مشاہیر علماء نے خلیفہ قادر باللہ کے عہد میں جبکہ اس کے نسب کا مسئلہ زیر غور تھا' صاف طور پر عبیداللہ مہدی کو اپنے دعوئے علویت میں کاذب قرار دیا تھا۔ ان علماء میں ابوالعباس ابیوذرہ' ابوحامد اسفرائنی ابوجعفر نسفی' قدوری وغیرہ شامل ہیں۔ علویہ میں سے مرتضیٰ بن بطحاوی' ابن ارزق نے بھی عبیداللہ مہدی کو دعویٰ نسبت میں دروغ گو اور مفتری قرار دیا ہے۔

عبیداللہ مہدی غالی شیعہ تھا مگر علمائے شیعہ نے بھی اس کے علوی ہونے سے انکار کیا ہے۔ مثلاً ابو عبداللہ بن نعمان نے بھی عبیداللہ مہدی کو علویت کے دعوے میں کاذب قرار دیا ہے۔ امام المورخین حضرت علامہ شیخ جلال الدین سیوطی نے بڑے زور کے ساتھ عبیداللہ مہدی کو اپنے نسب کے دعوے میں جھوٹا اور

Marfat.com

وی النسل ثابت کیا ہے۔

مگر علم تاریخ کے ایک اور بہت بڑے امام یعنی ابن خلدون نے عبیداللہ کو علوی ثابت کرنے کی شش کی ہے۔ انہوں نے مقدمہ ابن خلدون میں بھی اور اپنی تاریخ میں بھی عبیداللہ کو نسب کے دعویٰ میں ا تسلیم کیا ہے لیکن ابن خلدون نے اس معاملے میں جو دلائل پیش کئے ہیں وہ نہایت ہی کمزور اور امام ابن لدون کے مرتبے کا تصور کرتے ہوئے تو بہت ہی مضحکہ خیز معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں کہ عبیداللہ ے خاندان میں ایک زبردست سلطنت قائم ہو گئی۔ اگر وہ علوی نہ ہوتا تو لوگ اس کی بادشاہت کو تسلیم نہ کرتے اس کے جھنڈے کے نیچے اپنے سر نہ کٹاتے۔ کسی کے نسب کی نسبت ثبوت پیش کرتے ہوئے اس قسم کی ل کا پیش کرنا یقیناً ایک تمسخر انگیز چیز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ امام ابن خلدون کے پاس اس معاملہ میں دلیل ب بھی نہیں ہے۔ وہ چونکہ خود مغربی ہیں۔ اس لیے ایک مغربی حکمران خاندان کے نسب کا مجہول ہونا ان کو لبع ناپسند ہے۔ اسی طرح وہ مراکش کی سلطنت ادریسیہ کو بھی علوی ہی ثابت کرنے میں پورا زور لگاتے ہیں ادریس ثانی کو ادریس اول کا بیٹا ثابت کرنے اور ایک بربری عورت کی عصمت و عفت کو بلاضرورت زیر بحث نے میں پورا زور صرف کرتے ہیں کیونکہ وہ ہی ایک مغربی سلطنت تھی۔ ممکن ہے کہ یہ بدگمانی امام موصوف نسبت ایک معصیت ہو۔ استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ بہرحال ان سلطنتوں کی تاریخ مسلسل ر پر جس مقام سے شروع ہو گی' وہاں پورے طور پر یہ نسبت کی بحث درج کی جائے گی۔

ابن حوشب نجار ایک کوفی ثم یمنی نے جو قرمطی اور شیعہ تھا' حلوانی و سفیانی نام کے دو مناد ملک یقہ میں بھیجے کہ وہاں جا کر محبت اہل بیت کی دعوت لوگوں کو دیں اور بتدریج اپنی تحریک کو پھیلائیں۔ ان وں نے افریقہ کے ایک مقام کتامہ نامی میں قیام کر کے لوگوں کو اس طرف بلایا اور ایک معقول تعداد کو اپنا ہم ل بنالیا اور اس بات کا یقین دلایا کہ شیخین رضوان اللہ علیہما غاصب خلافت تھے۔ اس لیے ان سے تبرا کرنا ب ہے اور خلافت و امامت صرف اولاد علیؓ کا حق ہے۔ مقام کتامہ اس تحریک کا مرکز بن گیا۔ وہاں سے جب خبر آئی کہ حلوانی و سفیانی دونوں مر گئے تو عبیداللہ مذکور نے ایک شخص ابو عبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن ریا شیعی کو جو صنعاء کا رہنے والا تھا' یہ یقین دلا کر کہ میں امام جعفر صادق کی اولاد سے ہوں۔ اپنا داعی بنا کر یقہ کی طرف روانہ کیا اور سمجھا دیا کہ اسماعیل بن جعفر صادق کے بیٹے محمد معروف بہ محمد مکتوم میرے پردادا ے۔ اس لیے تم کتامہ میں جا کر قیام کرنا کیونکہ کتامہ اور مکتوم دونوں کتمان سے مشتق ہیں۔

ابو عبداللہ اول یمن میں ابن حوشب کے پاس گیا۔ وہاں سے حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ مکہ مہ میں آیا۔ یہاں اس نے کتامہ کے حاجیوں کا قافلہ تلاش کر کے ان کے ساتھ خلاملا پیدا کیا۔ انہوں نے اس ے زہد و ورع کو دیکھ کر خوب خدمت و تعظیم کی۔ حج سے فارغ ہو کر جب وہ لوگ افریقہ کی جانب روانہ ہوئے تو عبداللہ بھی ان ہی کے ساتھ ہو لیا۔ انہوں نے بہت ہی غنیمت سمجھا۔ کتامہ میں جا کر انہوں نے اس کے قیام ے لیے کوہ انکجان پر ایک مکان بنادیا' جس کا نام فج الاخیار رکھا۔ وہاں ابو عبداللہ مصروف عبادت رہنے لگا اور

Marfat.com

لوگ اس کے پاس بڑی گرویدگی کے ساتھ آنے جانے لگے۔ابو عبداللہ نے وہاں ظاہر کیا کہ مہدی عنقریب ظاہر ہونے والے ہیں اور انہوں نے ہم کو اسی مقام پر قیام کرنے کی ہدایت کی تھی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ہمارے انصار کا نام مشتق ہے۔ کتمان سے وہ اہل کتامہ ہی ہوں گے۔ رفتہ رفتہ ابو عبداللہ کی حکومت وسیادت کتامہ میں قائم ہو گئی۔

یہ خبر ابراہیم بن احمد بن اغلب والی افریقہ کے پاس دارالسلطنت قیروان میں پہنچی تو اس نے ولایت میلہ کے عامل کو لکھا کہ ابو عبداللہ جو کتامہ میں مقیم ہے' اس کے حالات سے اطلاع دو۔ عامل نے لکھ کر بھیج دیا کہ وہ ایک تارک الدنیا شخص ہے' لوگوں کو نماز روزہ کی نصیحت کرتا رہتا ہے۔ ابراہیم یہ سن کر خاموش ہو گیا۔ چند ہی روز کے بعد ابو عبداللہ نے اپنی جمعیت کو مضبوط کر کے شہر میلہ پر حملہ کر دیا اور بعد محاصرہ وہاں کے عامل کو بے دخل کر کے میلہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ یہ سن کر ابراہیم بن احمد اغلبی نے اپنے بیٹے احول کو ایک لشکر کے ساتھ اس طرف روانہ کیا۔ ابو عبداللہ شہر میلہ سے شکست کھا کر کتامہ کی جانب فرار ہوا اور کوہ انکجان میں جا کر دم لیا۔ احول وہاں سے قیروان کو لوٹ گیا۔ اسی عرصہ میں ابراہیم بن احمد بادشاہ افریقہ نے وفات پائی۔ اس کا بیٹا ابوالعباس تخت نشین ہوا۔

ابو عبداللہ نے انکجان میں ایک شہر آباد کیا' جس کا نام دارالہجرۃ رکھا۔ احول اس کی سرکوبی کے لئے انکجان کی طرف آیا۔ ادھر ابوالعباس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا زیادۃ اللہ تخت نشین ہوا۔ زیادۃ اللہ نے احول کو بلا کر کسی وجہ سے قتل کر دیا۔ ابو عبداللہ کو دم بدم طاقت حاصل ہوتی چلی گئی۔ اس نے اہل کتامہ کا ایک وفد عبیداللہ مہدی کے پاس علاقہ حمص کی طرف' جہاں عبیداللہ مقیم تھا' روانہ کیا اور اپنی کامیابی اور فتوحات سے اطلاع دے کر لکھا کہ اب آپ اس طرف تشریف لائیں۔ اس وفد کے آنے اور اس کے خبر لانے کا حال جاسوسوں کے ذریعہ خلیفہ مکتفی باللہ کو معلوم ہوا۔ اس نے فوراً عبیداللہ کی گرفتاری کا حکم جاری کر دیا اور مصر کے گورنر عیسیٰ نوشری کو بھی (اس زمانہ میں عیسیٰ نوشری بنی طولون کی بربادی کے بعد مصر کا گورنر تھا) لکھا کہ عبیداللہ کو جو مصر میں ہو کر گزرے گا' گرفتار کر لو۔ خلیفہ مکتفی کے اس حکم کو بھی ابن خلدون نے عبیداللہ کے سید ہونے کی دلیل ٹھہرایا ہے یعنی اگر عبیداللہ خاندان اہل بیت سے نہ ہوتا تو مکتفی اس کی گرفتاری کا حکم جاری نہ کرتا۔ حالانکہ یہ بہت ہی کمزور دلیل ہے۔ اس لیے کہ ہر ایک ہنگامہ پسند اور خواہان سلطنت شخص کو جو خفیہ طور پر کوششوں میں مصروف ہو' گرفتار کرنا' ہر ایک سلطنت کا فرض ہوتا ہے۔ چاہے اس کی سازش اور ریشہ دوانی کا مقام اس سلطنت کے حدود سے باہر ہی کیوں نہ ہو اور ظاہر ہے کہ شاہان افریقہ یعنی خاندان اغلب کے فرماں روا عباسیہ خلافت کی سیادت کو تسلیم کرتے اور خطبوں میں عباسی خلیفہ کا نام لیتے تھے۔ نیز یہ کہ افریقہ کی سرحد مصر سے ملی ہوئی تھی۔ لہذا مکتفی یہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ افریقہ میں کوئی فتنہ برپا ہو۔

عبیداللہ حمص سے اپنے لڑکے اور متعلقین کو لے کر چلا۔ اس نے سوداگروں کی وضع اختیار کر رکھی تھی اور بھیس بدلے ہوئے سوداگروں کے قافلہ کے ساتھ تھا۔ وہ مصر میں گرفتار ہوا مگر پھر اس کو نوشری نے

Marfat.com

دھوکا کھا کر چھوڑ دیا۔ مصر سے گزر کر وہ افریقہ کی حدود میں داخل ہوا' یہاں بھی زیادۃ اللہ کے جاسوس اس کی فکر میں تھے مگر وہ سب سے بچتا بچاتا ریاست سلجماسہ میں پہنچا۔ وہاں کے حاکم نے اس کو پکڑ کر معہ اس کے لڑکے کے قید کر دیا۔ زیادۃ اللہ عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ سلطنت کے کاموں کی طرف اس کو مطلق توجہ نہ تھی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابو عبداللہ شیعی کی طاقت دم بدم ترقی کرتی گئی اور اس کی کوئی روک تھام نہ کی گئی۔ جب زیادۃ اللہ نے دیکھا کہ ابو عبداللہ شیعی نے افریقہ کے بہت سے علاقہ پر قبضہ کر لیا ہے اور دم بدم ملک کو دباتا چلا آتا ہے تو اس نے ایک زبردست لشکر فراہم کر کے ابو عبداللہ کی سرکوبی کے لیے مامور کیا۔

ابو عبداللہ تاب مقاومت نہ لا کر ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ چھ مہینے اس پہاڑ پر محصور رہا۔ ساتویں مہینے ایک کامیاب شب خون مار کر لشکر افریقہ کو بھگا دیا اور پھر یکے بعد دیگرے شہروں پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ زیادۃ اللہ نے ایک دوسرے سردار کو پھر مقابلہ پر بھیجا' اس کو شکست ہوئی۔ تب سنہ ۲۹۵ھ میں زیادۃ اللہ نے خاص اہتمام کے ساتھ فوجوں اور سپہ سالاروں کو ابو عبداللہ کی سرکوبی پر مامور کیا مگر اب ابو عبداللہ کا رعب قائم ہو چکا تھا۔ سال بھر تک برابر لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی ابو عبداللہ کو شکست ہوئی' کبھی لشکر افریقہ کو۔ اس عرصہ میں ابو عبداللہ کی جمعیت بڑھتی چلی گئی اور لوگ آ کر اس کی فوج میں شامل ہوتے گئے۔ زیادۃ اللہ کی فوج کم ہو رہی تھی۔ ایک کے بعد دوسرا شہر ابو عبداللہ کے قبضہ میں آتا گیا۔ یہاں تک کہ زیادۃ اللہ کے سرداران فوج بھی یکے بعد دیگرے ابو عبداللہ کے پاس آ آ کر حاضر ہونے لگے۔

عروبہ بن یوسف اور حسن بن ابی خزیر نے حاضر ہو کر ملازمت حاصل کی۔ ماہ رجب سنہ ۲۹۱ھ میں ابو عبداللہ نے دارالسلطنت قیروان پر قبضہ کر کے زیادۃ اللہ کو بھگا دیا اور شاہی محلات میں اہل کتامہ کو قیام کا موقعہ دیا' پھر سلجماسہ پر چڑھائی کر کے وہاں کے حاکم الیسع بن مدرار کو شکست دے کر گرفتار و قتل کیا اور عبید اللہ مہدی مذکور کو جیل خانہ سے نکال کر گھوڑے پر سوار کیا اور اس کے پیچھے یہ کہتا ہوا ﴿ **هذا مولا كم هذا مولا كم لشكر** ﴾ گاہ میں آیا۔ وہاں سے کوچ کر کے شہر رفادہ میں آیا۔ عبید اللہ کے ہاتھ پر ابو عبداللہ اور تمام لوگوں نے بیعت خلافت کی اور "المہدی امیر المومنین" کے لقب سے ملقب کیا۔ یہ بیعت آخر عشرہ ماہ ربیع الثانی سنہ ۲۹۶ھ میں ہوئی اور اسی روز سے دولت عبیدیہ کی ابتدا ہوئی۔

مہدی عبید اللہ نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے داعیوں اور واعظوں کو تمام ملک میں پھیلا دیا۔ لوگوں نے اس کے مذہب کو قبول کرنے سے انکار کیا تو ان کے قتل کرنے کا حکم دیا اور اہل کتامہ کو بڑی بڑی جاگیریں اور مناصب عطا کئے۔ جزیرۂ صقلیہ کی حکومت پر حسن بن احمد بن ابی خزیر کو مامور کر کے بھیجا جو ۱۰/ ذی الحجہ سنہ ۲۹۷ھ کو اس جزیرہ میں پہنچا اور ظلم و تعدی سے جزیرہ کی تمام رعایا کا ناک میں دم کر دیا۔ اسی طرح تمام ملک افریقہ میں عامل و والی مقرر کر کے باقاعدہ حکومت شروع کر دی۔

سنہ ۲۹۹ھ میں اہل صقلیہ نے حسن بن احمد بن ابی خزیر کی شکایت عبید اللہ مہدی کو لکھ کر بھیجی۔ اس نے اس کی جگہ علی بن عمر کو صقلیہ کا گورنر بنا کر بھیجا۔ اہل صقلیہ اس سے بھی ناخوش ہوئے اور اس کو معزول

Marfat.com

کر کے انہوں نے خود ہی احمد بن مبوہب کو اپنا امیر منتخب کر لیا۔ احمد بن موہب نے لوگوں کو مقتدر باللہ عباسی خلیفہ کی اطاعت پر آمادہ کیا اور مہدی کا نام خطبہ سے نکال کر مقتدر باللہ کا نام خطبہ میں داخل کر دیا اور جنگی جہازوں کا بیڑہ مرتب کر کے ساحل افریقہ کی طرف روانہ کیا۔

عبیداللہ مہدی نے مقابلے کے لیے ایک جنگی بیڑہ حسین بن علی بن خزیر کی ماتحتی میں مقابلہ پر روانہ کیا۔ دونوں بیڑوں میں بحری جنگ ہوئی۔ ابن خزیر مارا گیا اور عبیداللہ مہدی کے بیڑے کو اہل صقلیہ نے جلا کر ڈبو دیا۔ ان حالات کی خبر جب بغداد میں پہنچی تو خلیفہ مقتدر نے احمد بن موہب کے پاس سیاہ خلعت اور جھنڈے روانہ کئے اور اس طرح تقریباً ایک سال کے لیے جزیرہ صقلیہ میں عباسی خلیفہ کا خطبہ پڑھا گیا۔ عبیداللہ مہدی نے ایک زبردست جنگی بیڑہ تیار کر کے صقلیہ کی طرف روانہ کیا' جس سے احمد بن موہب کی طاقت ٹوٹ گئی اور اہل صقلیہ نے اس کو اپنے سپاہیوں کے ہمراہیوں کے عبیداللہ مہدی کے پاس بھیج کر خود عفو تقصیرات کی درخواست کی۔ عبیداللہ مہدی نے حکم دیا کہ احمد بن موہب اور اس کے ہمراہیوں کو ابن خزیر کی قبر پر لے جا کر قتل کر دو۔ یہ واقعہ سنہ۔ ۳۰۰ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

بیعت ولی عہدی : سنہ۔ ۳۰۱ھ میں مقتدر نے اپنے چہار سالہ بیٹے ابوالعباس کو' جو بعد میں قاہر باللہ کے بعد راضی باللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بیٹھا تھا' اپنا ولی عہد بنایا اور مصر و مغرب کی گورنری اس کے نام کر کے مونس خادم کو اس کی نیابت میں مصر کی طرف روانہ کیا۔

اسی سال حسن بن علی بن حسین بن علی بن عمر بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے جو اطروش کے نام سے مشہور ہیں' صوبہ طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ اطروش نے طبرستان و دیلم میں اسلام کی خوب اشاعت کی اور اس علاقے کے رہنے والوں کو اپنے وعظ و پند سے دائرہ اسلام میں داخل کر کے قوت حاصل کی اور طبرستان پر قبضہ کیا۔ اطروش مذہبا زیدی شیعہ تھا۔ اس لیے ان لوگوں کا' جو اطروش کی کوشش سے مسلمان ہوئے تھے' یہی مذہب ہوا۔ اطروش کے تمام سرداران لشکر دیلمی تھے۔ سنہ۔ ۳۰۴ھ میں والی خراسان نے طبرستان پر حملہ کر کے اطروش کو قتل کر دیا۔

سنہ۔ ۳۰۲ھ میں عبیداللہ مہدی نے اپنے سپہ سالار خفاشہ کتامی کو اسکندریہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ مونس خادم نے جو مصر پہنچ چکا تھا' مقابلہ کیا۔ سخت معرکہ آرائیوں کے بعد مہدوی فوج سات ہزار آدمیوں کو مقتول کرا کر افریقہ کی طرف بھاگ گئی۔

سنہ۔ ۳۰۷ھ میں عبیداللہ نے اپنے بیٹے ابوالقاسم کو ایک عظیم الشان لشکر دے کر مصر پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا' جو مونس کے مقابلہ میں شکست کھا کر اور بہت سے سرداروں کو گرفتار کرا کر واپس گیا۔ اسی سال قیصر روم نے مقتدر باللہ سے صلح کی اور دوستی و محبت کے تعلقات قائم کرنے کے لیے اپنے سفیر بغداد میں روانہ کئے جن کے استقبال میں بڑی شان و شوکت کا اظہار کیا گیا۔ سنہ۔ ۳۰۸ھ میں عبیدی لشکر نے مصر کے ایک حصہ پر قبضہ کر لیا۔

Marfat.com

عراق میں قرامطہ کی شورش : قرامطہ کاایک گروہ صوبہ بحرین پر قابض و متصرف تھا۔ جیساکہ اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سنہ۔۳۱۱ھ میں قرامطہ کے سردار ابو طاہر سلیمان بن ابی سعید جنانی نے ایک روز رات کے وقت ایک ہزار سات سو آدمیوں کے ساتھ بصرہ پر حملہ کیا۔ شہر پناہ کی دیواروں پر سیڑھیاں لگا کر چڑھ گئے اور محافظوں کو قتل کر کے شہر پناہ کے دروازے کھول دیئے اور قتل عام شروع کر دیا۔ بصرہ کا عامل سبا مفلحی مطلع ہو کر مقابلہ پر آیااور قرامطہ کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ ابو طاہر نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ سترہ روز تک بصرہ میں قیام کیا۔ مال واسباب اور عورتوں و بچوں کو گرفتار کر کے اٹھارہویں روز ہجر کی طرف کوچ کر گیا۔ خلیفہ مقتدر نے اس حادثہ کی خبر سن کر محمد بن عبداللہ فاروقی کو بصرہ کی سند گورنری دے کر بصرہ کی جانب روانہ کیا۔ محمد بن عبداللہ اس وقت بصرہ میں پہنچا' جب ابو طاہر وہاں سے روانہ ہو چکا تھا۔

سنہ۔ ۳۱۲ھ میں ابو طاہر قرمطی نے فوج لے کر مکہ سے واپس آنے والے حاجیوں کے قافلوں کو لوٹا اور ابوالہیجا حمدانی اور مقتدر باللہ کے ماموں احمد بن بدر کو' جو انہیں قافلوں میں تھے' گرفتار کر کے لے گیا۔ چند روز کے بعد ان دونوں کو رہا کر دیا اور خلیفہ مقتدر سے اہواز کو طلب کیا۔ خلیفہ نے انکار کیا تو ابو طاہر نے پھر قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔ خلیفہ نے فوج بھیجی۔ ابو طاہر نے اس شاہی فوج کو شکست دے کر کوفہ تک اس کا تعاقب کیااور کوفہ پر قبضہ کر کے چھ روز تک کوفہ میں قیام کیااور وہاں سے بے حد مال واسباب لے کر ہجر کی طرف روانہ ہوا۔

سنہ۔ ۳۱۳ھ میں قرامطہ کے خوف سے کسی نے حج نہیں کیا۔ سنہ۔ ۳۱۴ھ میں خلیفہ مقتدر نے یوسف بن ابی الساج کو آذربائیجان سے طلب کر کے بلاد شرقیہ کی حکومت سپرد کی اور ابو طاہر قرمطی کے مقابلہ کا حکم دیا۔ اس سال کوئی مقابلہ نہ ہوا' رمضان سنہ۔ ۳۱۵ھ میں ابو طاہر فوج لے کر کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ ادھر واسط سے کوفہ کے بچانے کو یوسف چلا مگر ابو طاہر نے یوسف سے ایک روز پہلے پہنچ کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ یوسف نے آکر لڑائی شروع کی۔ یوسف کی فوج ابو طاہر سے شکست کھا کر فرار ہوئی اور یوسف زخمی ہو کر گرفتار ہو گیا۔ ابو طاہر نے یوسف کے علاج پر ایک طبیب مقرر کیا۔ بغداد میں یہ خبر پہنچی تو وہاں سے خلیفہ نے مونس کو روانہ کیا۔ مونس کے پہنچنے سے پہلے ابو طاہر کوفہ چھوڑ کر عین التمر کی جانب روانہ ہو چکا تھا۔ ابو طاہر نے کوفہ سے روانہ ہو کر انبار پر قبضہ کیااور وہاں کی فوج کو شکست دے کر بھگادیا۔ آخر نصر حاجب بغداد سے چلااور مونس کے ساتھ مل کر دونوں نے چالیس ہزار فوج سے قرامطہ پر حملہ کیا مگر شکست کھائی۔ ابو طاہر نے یوسف کو جو اس کی قید میں تھا قتل کر دیا۔ اس شکست کا حال سن کر اہل بغداد سخت پریشان ہوئے اور بغداد چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ شروع سنہ۔ ۳۱۶ھ میں ابو طاہر نے انبار سے کوچ کر کے مقام رحبہ کو لوٹا اور ایک شب و روز اپنے لشکریوں کے لیے اہل رحبہ کا خون مباح کر دیا۔

اہل قرقیسا نے اس قتل عام کا ہیبت ناک منظر دیکھ کر امن کی درخواست کی' جس کو ابو طاہر نے منظور کر لیا' پھر فوجی دستے شب خون مارنے کے لیے ادھر ادھر روانہ کئے۔ تین روز کی مسلسل جنگ کے بعد

Marfat.com

رقہ کو فتح کر لیا اور صوبہ جزیرہ پر قابض و متصرف ہو گیا۔ بغداد سے فوجیں روانہ ہوئیں مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ سنہ۔۳۱۶ھ ماہ شوال میں قرامطہ ہجر کی طرف چلے گئے' پھر چند روز کے بعد انہوں نے سواد واسط' عین التمر میں مختلف جماعتوں کی شکل میں ہنگامہ آرائیاں برپا کیں۔ خلیفہ مقتدر نے ہارون بن غریب' صافی بصری اور ابن قیس وغیرہ سرداروں کو قرامطہ کی سرکوبی پر مامور کیا۔ قرامطہ کی جماعتیں شکست کھا کھا کر اور اپنے علم چھنوا کر فرار ہوئیں اور ان علاقوں میں امن وامان قائم ہوا۔ اسی سال ابو طاہر نے ایک مکان بنوایا' اس کا نام دارالہجرت رکھا۔

رومیوں کی چیرہ دستی : سنہ۔۳۱۴ھ میں اہل روم نے ملطیہ کو فتح کر لیا۔ سنہ۔۳۱۵ھ میں ومیاط پر قابض ہو گئے اور شہر کو غارت کر کے جامع مسجد میں ناقوس بجوایا۔ اسی سال اہل دیلم نے رے اور جبال کے علاقہ پر حملہ کر کے ہزارہا آدمی قتل کئے۔ اسی سال رومیوں نے خلاط پر قبضہ کیا اور وہاں کی جامع مسجد میں سے منبر نکال کر اس کی جگہ صلیب قائم کر کے گرجا بنالیا۔

مقتدر کا معزول و بحال ہونا : سنہ۔۳۱۷ھ میں مونس المعروف بہ مظفر نے مقتدر کو معزول کیا۔ بات یہ تھی کہ مقتدر مونس کی بجائے ہارون بن غریب کو عرض بیگی یعنی حاجب بنانا چاہتا تھا۔ مونس کو اس کا حال معلوم ہوا تو فوج اور اکثر اراکین کو ہمراہ لے کر قصر خلافت پر چڑھ آیا اور مقتدر کو گرفتار کر کے محمد بن معتضد کو القاہر باللہ کے لقب سے تخت نشین کیا۔ سب نے اس کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی اور عاملوں کے پاس اطلاعی فرامین بھیج دیئے گئے۔ اگلے روز فوج نے آکر انعام واکرام کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کے پورا ہونے میں توقف ہوا تو لوگوں نے غل مچادیا اور مقتدر کی تلاش میں مونس کے گھر گئے۔ وہاں سے مقتدر کو کندھوں پر اٹھا کر قصر خلافت میں لے آئے' پھر اس کے سامنے قاہر باللہ کو پکڑ کر لے آئے۔ مقتدر نے قاہر باللہ کو دیکھ کر کہا کہ تم ذرا خوف نہ کرو۔ اس میں تمہاری کوئی خطا نہ تھی۔ لوگوں میں سکون پیدا ہوا اور پھر عاملوں کے پاس اطلاعی فرامین بھیجے گئے کہ مقتدر باللہ بدستور خلیفہ ہے۔ مقتدر نے لوگوں کو انعام واکرام دلے کر خوش کیا۔

مکہ میں قرامطہ کی تعدی : قرامطہ کی حکومت بحرین میں مضبوط و مستقل ہو چکی تھی۔ قرامطہ کا سردار ابو طاہر تھا مگر خطبہ میں یہ لوگ عبیداللہ مہدی والی افریقہ کا نام لیتے اور اس کو اپنا خلیفہ مانتے تھے۔ سنہ۔۳۱۸ھ میں ابو طاہر قرمطی فوج لے کر مکہ مکرمہ کی طرف گیا' یہ حج کا زمانہ تھا۔ بغداد سے خلیفہ کی جانب سے منصور دیلمی امیر حجاج بن کر روانہ ہوا تھا۔ وہ ۸/ذوالحجہ کو بخیریت مکہ میں پہنچ گیا۔ ۹/ذوالحجہ کو ابو طاہر پہنچا اور مکہ میں جاتے ہی حاجیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ سب کا مال واسباب لوٹ لیا۔ خانہ کعبہ کے اندر بھی لوگوں کو قتل کرنے سے باز نہ رہا۔ مقتولوں کی لاشیں چاہ زم زم میں ڈال دیں۔ حجر اسود کو گرز مار کر توڑ ڈالا اور دیوار کعبہ سے جدا کر کے گیارہ روز تک یوں ہی پڑا رہنے دیا۔ خانہ کعبہ کا دروازہ توڑ ڈالا۔ محمد بن ربیع بن سلیمان کا قول ہے کہ

Marfat.com

میں اس ہنگامہ میں مکہ کے اندر موجود تھا۔ میرے سامنے ایک شخص خانہ کعبہ کی چھت پر محراب کعبہ اکھیڑنے کے لیے چڑھا۔ میں نے کہاالٰہی یہ ظلم مجھ سے نہیں دیکھا جاتا۔ اس شخص کا پاؤں پھسلا' سر کے بل گرااور گرتے ہی مر گیا۔ ابو طاہر نے گیارہ روز تک مکہ کے باشندوں کو خوب لوٹا پھر حجر اسود کو اونٹ پر لاد کر ہجر (دارالسلطنت بحرین) کی طرف لے چلا۔ مکہ سے ہجر تک سنگ اسود کے نیچے چالیس اونٹ ہلاک ہوئے۔ بیس برس تک ہجر اسود قرامطہ کے قبضہ میں رہا۔ پچاس ہزار دینار اس کے عوض قرامطہ کو دینے منظور کئے لیکن انہوں نے نہیں دیا۔ آخر زمانہ خلافت مطیع اللہ میں حجر اسود ان سے واپس لے کر خانہ کعبہ میں نصب کیا گیا۔ واپسی کے وقت ہجر سے مکہ تک اس کو صرف ایک اونٹ لے آیا تھا۔ اس ظلم وزیادتی کا حال عبید اللہ حاکم افریقہ کو معلوم ہوا تو اس نے ابو طاہر کو بڑی لعنت وملامت کا خط لکھا اور اہل مکہ کے مال واسباب کو واپس کر دینے کی تاکید کی۔ ابو طاہر نے کچھ حصہ اہل مکہ کے مال واسباب کا واپس کر دیا مگر حجر اسود کو واپس نہیں کیا۔ وہ سنہ ۳۳۹ھ میں واپس مکہ آکر اپنی جگہ پر نصب ہوا۔

مقتدر باللہ کا قتل : مونس خادم نے ماہ صفر سنہ ۳۲۰ھ میں وصل پر قبضہ کر لیا اور سعید وداؤد ابنان عبداللہ بن حمدان اور ان کے بھتیجے ناصر الدولہ حسین بن عبداللہ بن حمدان کو' جو خلیفہ کی طرف سے موصل کی حفاظت پر مامور تھے' شکست دے کر بھگادیا۔ اس کے بعد بغداد' شام اور مصر کی فوجیں بھی مونس کے پاس چلی آئیں کیونکہ مونس کی داد ودہش سے لشکری خوش تھے۔ ناصر الدولہ بن عبداللہ بن حمدان بھی مونس کے پاس چلا آیا اور اس کے ساتھ ہی موصل میں قیام پذیر ہوا۔ فتح موصل سے نوروز کے بعد مونس نے بغداد پر چڑھائی کا قصد کیا۔ مونس اور وزرائے خلافت میں سخت ناچاقی پیدا ہو گئی تھی' اسی لیے یہ تمام واقعات ظہور پذیر ہوئے۔

سعید بن عبداللہ شکست کھا کر بغداد چلا آیا۔ مونس کے حملہ کی خبر سن کر بغداد سے سعید بن عبداللہ بن حمدان' ابو بکر محمد بن یاقوت اور دوسرے سرداروں کی ماتحتی میں فوجیں روانہ ہوئیں۔ جب مونس کا لشکر قریب پہنچا تو لشکری بغداد کی طرف بھاگ آئے۔ مجبوراً سرداروں کو بھی بغداد آنا پڑا۔ مونس نے بغداد پہنچ کر باب شماسیہ پر قیام کیا۔ یہاں طرفین کے مورچے قائم ہوئے' لڑائی شروع ہوئی۔ مقتدر قصر خلافت سے نکل کر ایک ٹیلہ پر کھڑا تھا اور آگے فوج لڑ رہی تھی۔ بغداد والوں کو شکست ہوئی' خلیفہ کے ہمراہیوں نے عرض کیا کہ اب آپ یہاں نہ کھڑے ہوں' واپس چلیں' خلیفہ وہاں سے چلا۔ راستے میں بربریوں کے ایک دستہ فوج نے آلیا' جو مونس کی فوج میں شامل تھا۔ ایک بربری نے تیر چلایا جو مقتدر کے لگا اور وہ گھوڑے سے گرا۔ اسی بربری نے آگے بڑھ کر مقتدر کا سر اتار لیا۔ جسم کو ننگا کر کے اور تمام کپڑے اتار کر وہیں چھوڑ دیا۔ سر کو نیزے پر رکھ کر مونس کے پاس لے گئے۔

یہ واقعہ روز چہار شنبہ ۲۷/ شوال سنہ ۳۳۰ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ مونس نے ابو منصور محمد بن معتضد کو تخت سلطنت پر بٹھا کر قاہر باللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ علی بن مقلہ کو قلمدان وزارت سپرد ہوا اور

Marfat.com

عہدہ حجابت پر علی بن بلیق مامور ہوا۔ مقتدر کی ماں کو گرفتار کر کے اس سے روپیہ طلب کیا گیا اور اتنا پٹوایا کہ وہ مر گئی۔ اسی طرح لوگوں کو زبردستی پکڑ پکڑ کر روپیہ فراہم ہوا۔

قاہر باللہ

قاہر باللہ بن معتضد باللہ بن مرفوع باللہ بن متوکل ایک ام ولد متنہ نامی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ ان کا نام محمد اور کنیت ابو منصور تھی۔

خلیفہ مقتدر کے قتل کے بعد اس کا بیٹا عبدالواحد معہ ہارون بن غریب محمد بن یاقوت اور ابراہیم بن رائق کے مدائن کی طرف چلا گیا تھا۔ وہاں سے واسط اور سوس ہوتا ہوا اہواز پہنچا۔ قاہر باللہ نے علی بن بلیق اپنے حاجب کو فوج دے کر عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں کی گرفتاری کے لیے روانہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سرداران لشکر کی کوشش اور خط و کتابت کے ذریعہ عبدالواحد اور اس کے ہمراہیوں نے مونس اور خلیفہ قاہر باللہ سے امن طلب کی' جو فوراً دی گئی اور یہ سب لوگ بغداد چلے آئے۔ محمد بن یاقوت کو مصاحب ہونا داخل کر لیا۔ وزیر السلطنت علی بن مقلہ کو محمد بن یاقوت کا مصاحب ہونا سخت ناگوار تھا۔ اس نے مونس کو بہکایا کہ تمہاری مخالفت و بربادی کے لیے محمد بن یاقوت کوشاں ہیں۔ مونس نے بلیق اور اس کے بیٹے علی بن بلیق حاجب کو خلیفہ کی نگرانی کا حکم دیا۔ خلیفہ کے پاس محل سرائے میں آنے جانے والی عورتوں کی بھی تلاشی لی جانے لگی اور کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ خلیفہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ مجھ کو نظر بند اور معطل کیا جا رہا ہے تو اس نے بھی بعض فوجی سرداروں سے خفیہ سازش مونس وغیرہ کے خلاف شروع کر دی۔ ادھر مونس اور اس کے ہمراہیوں نے خلیفہ کو معزول کرنے اور ابواحمد بن مکتفی کے خلیفہ بنانے کی تیاری شروع کی۔ ان کوششوں میں قاہر باللہ کو کامیابی ہوئی۔ علی بن بلیق حاجب بلیق مونس دھوکے سے گرفتار ہو کر قاہر باللہ کے حکم سے قتل کیے گئے۔ محمد بن یاقوت کو حاجب اور ابو جعفر محمد بن قاسم بن عبیداللہ کو وزیر بنایا گیا۔ یہ واقعہ شعبان سنہ ۳۲۱ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ انہیں ایام میں احمد بن مکتفی کی تلاش شروع ہوئی' وہ روپوش ہو گیا تھا۔ آخر گرفتار ہوا اور قاہر باللہ نے اس کو دیوار میں چنوا دیا۔ ان تمام مقتولوں کے مکانات مسمار کرا دیئے گئے۔ مال و اسباب خلیفہ نے ضبط کر لیا۔ ساڑھے تین مہینے وزارت کرنے کے بعد ابو جعفر وزیر بھی معتوب و مقید ہوا اور اٹھارہ روز قید رہ کر بحالت قید فوت ہو گیا۔

خاندان بویہ دیلمی کا آغاز

چونکہ اب تاریخ میں خاندان بویہ کے افراد کا تذکرہ خلفائے عباسیہ کے حالات میں بار بار آنے والا ہے۔ لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ اس خاندان کی ابتدائی تاریخ بیان کر دی جائے۔ اطروش یعنی حسن بن علی بن حسین بن علی زین العابدین کا ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے کہ محمد بن زید علوی کے مقتول ہونے کے بعد

Marfat.com

اطروش نے دیلم میں جاکر لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور تیرہ برس تک برابر دیلم وطبرستان میں مصروف تبلیغ اسلام رہ کر اس علاقہ کے لوگوں کو مسلمان بنالیا۔

اس زمانے میں دیلم کا حکمران حسان نامی ایک شخص تھا۔ حسان نے اطروش کے بڑھتے ہوئے اثر کو روکنے کی کوشش کی مگر اطروش کا اثر ترقی پذیر ہی رہا۔ اس نے مسجدیں بنوائیں اور لوگوں کو اسلام پر عامل بنا کر عشر بھی وصول کرنا شروع کر دیا۔ آخر اطروش نے ان نو مسلموں کی ایک جمعیت مرتب و مسلح کر کے قزوین و سالوس وغیرہ سرحدی شہروں پر حملہ کیا اور ان سب کو اسلام کی دعوت دے کر اسلام میں داخل کر لیا۔ طبرستان کی ولایت سامانی حکمران کے علاقہ مین شامل تھی۔ طبرستان کے سامانی عامل نے ظلم و ستم پر کمر باندھی۔ اطروش نے اہل دیلم کو ترغیب دی کہ طبرستان پر حملہ کرو۔ چنانچہ سنہ ۳۰۱ھ میں اطروش نے اہل دیلم کی ایک فوج مرتب کر کے طبرستان پر حملہ کیا اور محمد بن ابراہیم بن صعلوک حاکم طبرستان کو شکست دے کر بھگا دیا اور خود طبرستان پر قابض ہو گیا۔ اطروش کے بعد اس کا داماد حسن بن قاسم اور اس کی اولاد طبرستان' جرجان' ساریہ' آمد اور استر آباد پر قابض و متصرف ہوئی مگر ان سب کے فوجی سردار سپہ سالار دیلمی لوگ تھے۔ ان دیلمیوں میں ایک شخص لیلیٰ بن نعمان تھا' جس کو حسن بن قاسم نے جرجان کی حکومت سپرد کی تھی۔ یہ لیلیٰ بن نعمان سنہ ۳۰۹ھ میں سامانیوں سے لڑتا ہوا مارا گیا۔ اس کے بعد سامانیوں نے بنی اطروش پر متعدد حملے کئے۔ ان حملوں کی مدافعت بنی اطروش کی طرف سے سرخاب نامی ایک دیلمی سپہ سالار نے کی اور اسی میں وہ مارا گیا۔ سرخاب کا چچا ماکان بن کانی دیلمی بنی اطروش کی طرف سے استر آباد کی حکومت پر مامور تھا۔

ماکان نے اپنے ہم وطن دیلمیوں کو اپنے گرد جمع کر کے ایک فوج مرتب کی اور جرجان پر قبضہ کر لیا۔ ان دیلمیوں میں جو ماکان کے معاون ہوئے تھے' ایک نامور سردار اسفار بن شیرویہ دیلمی تھا۔ ماکان نے اپنی خود مختار حکومت قائم کر کے طبرستان کے اکثر حصہ پر قبضہ کر لیا اور اسفار بن شیرویہ کو کسی بات پر ناراض ہو کر نکال دیا۔ اسفار ماکان سے جدا ہو کر بکر بن محمد بن الیسع کے پاس نیشاپور چلا گیا جو سامانیوں کی طرف سے نیشاپور کا عامل تھا۔ بکر بن محمد نے اسفار کو ایک فوج دے کر جرجان کے فتح کرنے کو روانہ کیا۔ ان دنوں ماکان طبرستان میں تھا اور اس کا بھائی ابوالحسن بن کانی اپنے بھائی کی طرف سے جرجان میں مامور تھا۔

یہاں ابو علی بن اطروش بھی مقیم تھا اور اس کے قبضہ میں کوئی حکومت باقی نہ رہی تھی۔ ابو علی نے موقعہ پا کر ایک دن ابوالحسن کانی کو قتل کر دیا اور دیلمیوں کی اس فوج نے جو جرجان میں مقیم تھی' ابو علی کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ ابو علی نے اپنی طرف سے علی بن خورشید دیلمی کو جرجان کی حکومت پر مامور کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ اسفار سامانیوں کی طرف سے فوج لیے ہوئے جرجان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ علی بن خورشید نے اسفار کو لکھا کہ تم بجائے اس کے کہ ہم پر حملہ کرو' ہمارے ساتھ مل کر ماکان پر جو طبرستان میں ہے' حملہ کیوں نہیں کرتے؟ اسفار نے بکر بن محمد سے اجازت حاصل کر کے اس بات کو منظور کر لیا۔ یہ خبر سن کر ماکان بن کانی طبرستان سے فوج لے کر جرجان کی طرف چلا۔ علی بن خورشید اور اسفار بن شیرویہ نے مل کر اس کا مقابلہ کیا اور مامون کو

Marfat.com

شکست دے کر بھگا دیا اور طبرستان پر قابض ہو گئے۔ چند روز کے بعد علی بن خورشید اور ابو علی بن اطروش دونوں فوت ہو گئے اور طبرستان پر اخار بن شیرویہ بلامزاحمت حکومت کرنے لگا۔ ماکان نے اس موقعہ کو مناسب سمجھ کر اسفار پر حملہ کیا اور طبرستان پر قابض ہو گیا۔ اسفار بکر بن محمد بن الیسع کے پاس جرجان چلا گیا۔

سنہ۔۳۱۵ھ میں بکر بن محمد بن الیسع فوت ہوا تو سامانی بادشاہ نے اس کی وفات کے بعد اپنی طرف سے اسفار بن شیرویہ کو جرجان کی حکومت پر متعین فرما دیا۔ اسفار بن شیرویہ کے سرداروں میں ایک شخص مرداویج نامی تھا۔ اس کو اسفار نے فوج دے کر جرجان سے طبرستان پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ ماکان بن کانی اپنا لشکر آراستہ کر کے مقابلہ پر آیا۔ ماکان کو شکست ہوئی اور مرداویج نے طبرستان پر قبضہ کر لیا۔ ماکان بھاگ کر حسن بن قاسم داماد اطروش کے پاس مقام رے میں پہنچا۔ وہاں سے حسن بن قاسم مارا گیا اور ماکان بھاگ کر رے چلا گیا۔

اسفار نے طبرستان و جرجان پر قابض و متصرف ہو کر نصر بن احمد بن سامان والی خراسان وماوراء النہر کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اس کے بعد رے کی طرف بڑھا اور رے کو بھی ماکان کے قبضہ سے نکال لیا۔ ماکان آوارہ ہو کر جبال طبرستان کی طرف چلا گیا۔ اب اسفار بن شیرویہ کا قبضہ صوبہ رے' قزوین' زنجان' ابہر قم اور کرخ پر ہو گیا اور بڑی کامیابی کے ساتھ ایک وسیع ملک پر حکومت کرنے لگا۔ اب اسفار کے دل میں خود مختاری کا خیال آیا۔ اس نے سامانی سلطان سے بغاوت اختیار کر کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ یہ سن کر خلیفہ مقتدر نے ہارون بن غریب کو فوج دے کر روانہ کیا کہ اسفار سے اس ملک کو چھین لے مگر ہارون کو اسفار کے مقابلہ میں شکست ہوئی۔ اس کے بعد نصر بن احمد بن سامان نے اسفار کی سرکوبی کے لیے بخارا سے خود معہ فوج حرکت کی۔ اسفار نے اپنے قصور کی معافی چاہی اور خراج گزاری کا وعدہ کیا۔ نصر نے اس کی درخواست منظور کر کے صوبہ رے کی حکومت اس کے پاس رکھی اور خود بخارا کو لوٹ لیا۔ اسفار کے سرداروں میں مرداویج نے سرداروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے علم بغاوت بلند کیا۔ اسفار کو پکڑ کر قتل کر دیا اور ہمدان و اصفہان وغیرہ کو بھی فتح کر کے ایک وسیع ملک پر حکومت کرنے لگا اور ماکان بن کانی کو بلا کر طبرستان و جرجان کی حکومت پر مامور کیا' پھر ماکان کو اس حکومت سے معزول کر دیا۔ ماکان دیلم چلا گیا اور وہاں سے جمعیت فراہم کر کے طبرستان پر حملہ کیا مگر مرداویج کے عامل سے شکست کھا کر نیشاپور کی طرف بھاگ گیا۔

سنہ۔۳۱۹ھ میں مرداویج نے مناسب سمجھا کہ اپنے تمام مفتوحہ و مقبوضہ ملک کی سند عباسی خلیفہ سے حاصل کر لینی چاہیے۔ چنانچہ اس نے دربار خلافت میں درخواست بھیجی کہ مجھ کو ان بلاد کی سند حکومت عطا فرمائی جائے۔ میں دو لاکھ دینار سالانہ خراج دربار خلافت میں بھیجتا رہوں گا۔ خلیفہ نے یہ درخواست منظور کر کے سند بھیج دی اور اپنی طرف سے جاگیر بھی عطا فرمائی۔ سنہ۔۳۲۰ھ میں مرداویج نے گیلان سے اپنے بھائی وشمگیر کو بھی بلوا بھیجا۔ مرداویج کی حکومت و سلطنت میں ابو شجاع بویہ نامی کے تین بیٹوں نے بسلسلہ ملازمت سرداریاں حاصل کیں اور انہیں کی وجہ سے یہ تمام داستان سنانی پڑی۔

Marfat.com

ابو شجاع بویہ دیلمی ایک نہایت مفلس ماہی گیر تھا۔ مچھلیاں پکڑ کر اپنی اور اپنے عیال کی روزی بڑی محنت اور مشکل سے حاصل کرتا تھا۔ ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ میں پیشاب کرنے بیٹھا ہوں اور میری پیشاب گاہ سے آگ کا ایک شعلہ نکلا' جس نے پھیل کر دنیا کو روشن کر دیا۔ اس خواب کی اس نے یہ تعبیر کی کہ میری اولاد بادشاہ ہو گی اور جہاں تک اس شعلہ کی روشنی گئی ہے' وہاں تک اس کی حکومت ہو گی۔ اس کے بعد بویہ ماہی گیر کے تین بیٹے ہوئے' جن کے نام علی' حسن اور احمد تھے۔ چونکہ بعد میں ان تینوں بھائیوں نے بڑی ترقی کی اور عماد الدولہ' رکن الدولہ' معزالدولہ کے نام سے صاحب حکومت و عزت ہوئے۔ لہذا کسی نے ان کا نسب یزدجرد شاہ ایران سے ملایا اور کسی نے ان کو بہرام گور کی اولاد میں بتایا۔ دولت و حکومت کے ساتھ ہی عالی نسبی کی بھی کوشش عام طور پر لوگ کیا کرتے تھے اور خوشامدی لوگ اس کام کی سرانجام دہی میں سب سے زیادہ مفید ثابت ہوا کرتے ہیں۔

ہمارا شہر نجیب آباد پٹھانوں کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ یہاں پٹھان ایک معزز قوم سمجھی جاتی ہے جن کو ہر قسم کی دولت و حکومت و عزت حاصل تھی۔ غدر سنہ ۵۷ھ کے بعد جب پٹھانوں پر تباہی آئی تو بہت سے رام پور' بریلی' شاہجہان پور کی طرف جا کر آباد ہو گئے۔ بہت سوں کی نسلیں منقطع ہو کر نام و نشان گم ہو گیا۔ بہت ہی توڑے باقی رہ گئے' جن پر افلاس نے طاری ہو کر ایسے ستم ڈھائے کہ وہ اب کسی قطار شمار میں نہیں آتے۔ ان کے غلاموں اور نوکروں کو چونکہ ﴿ **تلك الايام نداولها بين الناس** ﴾ کے قانون کے موافق اب خوب دولت و ثروت حاصل ہے' لہذا بہت سے غلام اپنے آپ کو پٹھان بتاتے ہیں۔ بہت سے جوگی بچوں نے اپنا سلسلہ نسب نواب نجیب الدولہ سے ملا دیا ہے۔ بہت سے تیلیوں' سقوں' حجاموں' جلاہوں' مراسیوں' دھوبیوں' باغبانوں اور ماہی گیروں نے علی الاعلان اپنے آپ کو پٹھان اور خان کہلانا شروع کر دیا ہے اور مال و دولت کی فراوانی نے ان کو اپنے اصلی نسب پر قانع نہیں رہنے دیا۔

چنانچہ کسی نجیب الطرفین پٹھان کی اب یہ مجال نہیں ہے کہ ان کو ان کا اصلی شجرہ نسب سنائے اور آج کل کی نئی پود کو سمجھائے کہ نجیب آباد میں کون اصلی پٹھان ہے اور کون نقلی۔ جبکہ ہم اپنی آنکھوں سے لوگوں کو اپنے نسب تبدیل کرتے اور دوسرے نسبوں میں شامل ہوتے ہوئے دیکھ رہے ہیں تو یہ بویہ ماہی گیر کے بیٹوں کا دولت و حکومت کے مقام رفیع تک پہنچ کر اپنا سلسلہ نسب شاہان ایران سے ملا دینا ہم کو حیرت میں نہیں ڈال سکتا۔

ماکان بن کاکی نے جب دیلم کو اپنی فوج میں بھرتی کیا تو بویہ کے تینوں بیٹے بھی اس کی فوج میں بھرتی ہو گئے۔ جب ماکان کی موت ہوئی اور اس کا کام بگڑ گیا تو اس کے بہت سے آدمی جدا ہو ہو کر مرداویج کے پاس چلے آئے۔ مرداویج نے ان لوگوں کی خوب قدردانی کی اور ہر ایک کو اس کے مرتبہ سے زیادہ مناصب عطا کئے۔ انہیں لوگوں میں بویہ کے تینوں بیٹے بھی شامل تھے۔ انہوں نے اپنی خدمت گزار' مستعدی اور ہوشیاری سے مرداویج کی خدمت میں رسوخ حاصل کر لیا اور مرداویج نے علی بن بویہ کو کرخ کی حکومت پر مامور کر کے

Marfat.com

روانہ کیا۔ علی بن بویہ کے ہمراہ اس کے دونوں چھوٹے بھائی حسن اور احمد بھی روانہ ہوئے۔ ان دنوں مرداویج کی جانب سے رے میں اس کا بھائی وشمگیر حکومت کر رہا تھا۔

وشمگیر نے حسین بن محمد عرف عمید کو اپنا وزیر بنا رکھا تھا۔ علی بن بویہ جب رے میں پہنچا تو اس نے عمید سے ملاقات کی اور ایک خچر بطور نذر پیش کیا۔ اس کے بعد کرخ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں جا کر حکومت کرنے لگا۔ مرداویج کو جب علی بن بویہ کے اس طرح عمید سے ملنے اور نذر پیش کرنے کا حال معلوم ہوا تو اس کو شبہ گزرا کہ کہیں ماکان کے پاس سے آئے ہوئے سردار جن کو اچھے اچھے عہدے اور شہروں کی حکومت سپرد کر دی گئی ہے' آپس میں کوئی سازش کر کے باعث تکلیف نہ ہوں۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی وشمگیر کو لکھا کہ ماکان کے پاس سے آئے ہوئے جن لوگوں کو اس طرف شہروں پر مامور کیا گیا ہے' سب کو گرفتار کر لو۔ چنانچہ بعض تو گرفتار کر لیے گئے مگر علی بن بویہ کو جو کرخ پر قابض ہو چکا تھا' فساد برپا ہونے کے اندیشہ سے گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

علی بن بویہ نے کرخ کے نواح پر کئی قلعوں کو مفتوح کیا۔ ان میں سے جو مال ہاتھ آیا' وہ لشکریوں کو تقسیم کر دیا۔ اس سے سپاہیوں کو اس سے محبت ہو گئی اور اس کا رعب و داب ترقی کرنے لگا۔ سنہ ۳۲۱ھ میں مرداویج نے ان سرداروں کو جو رے میں نظر بند تھے' رہا کر دیا۔ وہ سب کرخ میں علی بن بویہ کے پاس چلے گئے۔ اس نے ان کی بہت خاطر مدارات کی۔ انہیں ایام میں ایک دیلمی سردار شیر زاد نامی معہ ایک جمعیت کے علی بن بویہ کے پاس آیا اور اس کو اصفہان پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ مرداویج کو جب معلوم ہوا کہ تمام دیلمیوں کا جماؤ علی بن بویہ کے پاس ہو گیا ہے تو اس نے لکھا کہ ان تمام سرداروں کو' جو رہا ہو کر گئے ہیں' ہمارے پاس واپس بھیج دو۔

علی بن بویہ نے اس حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور شیر زاد کی ہمراہی میں اصفہان پر حملہ کرنے کی تیاری کرنے لگا۔ اصفہان میں ان دنوں مظفر بن یاقوت اور ابو علی بن رستم حکومت کر رہے تھے۔ یہ دونوں خلیفہ سے ناراض اور بغاوت کا اعلان کر چکے تھے۔ علی بن بویہ نے اصفہان پر چڑھائی کر کے مظفر بن یاقوت کو بھگا دیا۔ ابو علی بن رستم فوت ہو گیا اور اصفہان پر علی بن بویہ نے قبضہ کر لیا۔ یہ خبر سن کر مرداویج کو بڑی فکر پیدا ہوئی کیونکہ اب علی بن بویہ کی طاقت بہت ترقی کر چکی تھی۔ اس نے اپنے بھائی وشمگیر کو فوج دے کر اصفہان کی طرف علی بن بویہ کی سرکوبی کے لیے روانہ کیا۔ علی بن بویہ نے مطلع ہو کر اصفہان کو تو چھوڑ دیا اور جرجان پر قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ ماہ ذوالحجہ سنہ ۳۲۱ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ وشمگیر نے اصفہان پر قبضہ کر لیا مگر پھر مظفر بن یاقوت کو اصفہان کی حکومت سپرد کر دی۔ علی بن بویہ نے اپنے بھائی حسن کو گازرون کی طرف خراج وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ وہاں راستے میں مظفر بن یاقوت کی ایک فوج سے مقابلہ ہوا۔ حسن نے اس کو شکست دی اور روپیہ وصول کر کے بھائی کے پاس لایا۔

علی بن بویہ اصطخر کی طرف روانہ ہوا۔ ابن یاقوت نے ایک زبردست فوج سے تعاقب کر کے علی

Marfat.com

بن بویہ کو مقابلہ کے لیے للکارا۔ لڑائی ہوئی' علی بن بویہ کے بھائی احمد نے اس لڑائی میں بڑی بہادری دکھائی۔ مظفر بن یاقوت شکست کھاکر فرار ہوااور واسط جاکر دم لیا۔ علی بن بویہ نے شیراز آکر اس پر قبضہ کیااور اس طرح تمام صوبہ فارس اس کے قبضہ و تصرف میں آگیا۔ یہاں لشکریوں نے جن کی تعداد بھی زیادہ ہو گئی تھی' تنخواہوں کا مطالبہ کیا۔ علی بن بویہ کے پاس اتنارو پیہ نہ تھاکہ بے باق کرے۔ اسی فکر میں ایک مکان کے اندر چھت پر لیٹ گیا۔ چھت میں سے ایک سانپ گرا' ابن بویہ نے حکم دیاکہ اس مکان کی چھت گرادی جائے۔ چھت کو توڑنے لگے تواس میں سونے کے بھرے ہوئے صندوق بر آمد ہوئے۔ یہ تمام اس نے لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح اس فکر سے نجات ملی۔ اس کے بعد اس نے کوئی کپڑا سینے کے لیے ایک درزی بلوایا۔ سپاہی درزی کو بلا کر لائے تو درزی یہ سمجھاکہ اب مجھ کو گرفتار کیا جائے گا' اس نے ڈر کے مارے چھوٹتے ہی یہ کہاکہ میرے پاس صندوقوں کے سوااور کچھ نہیں ہے اور میں نے ابھی تک ان کو کھول کر بھی نہیں دیکھا ہے کہ ان میں کیا ہے۔ چنانچہ اس سے وہ صندوق منگوائے گئے' تو ان میں سے اشرفیاں بر آمد ہوئیں۔ علی بن بویہ نے اس پر بھی قبضہ کیا۔

یہ تمام مال مظفر بن یاقوت کا جمع کیا ہوا تھا' جو وہ اپنے ساتھ نہیں لے جاسکا تھا۔ اتفاق کی بات انہیں ایام میں اس کو دولت صفاریہ کا جمع کیا ہوا خزانہ بھی مل گیا۔ جس کی تعداد پانچ لاکھ دینار تھی۔ اسی اثناء میں علی بن بویہ ایک روز چلا جارہا تھاکہ اس کے گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ کھدوا کر دیکھا تو ایک بڑا خزانہ بر آمد ہوا۔ اس طرح علی بن بویہ کے پاس بڑا خزانہ جمع ہو گیااور اس نے صوبہ فارس پر کامیابی کے ساتھ حکومت شروع کر کے اپنی طاقت کو دم بدم ترقی دینی شروع کی اور مرواوتج کا مد مقابل بن کر اس کے لیے خوف و خطرات کا باعث ہو گیا۔

خلع قاہر : قاہر باللہ خون ریز' جلد باز' متلون مزاج اور دائم الخمر تھا مگر رعایا کو شراب نوشی و شراب فروشی کی سخت ممانعت کر دی تھی۔ قریباڈیڑھ سال حکومت کرنے کے بعد ۶/جمادی الثانی سنہ۔ ۳۲۲ھ میں فوج کے بلوائیوں نے اس کو گرفتار کر لیااور ابو العباس محمد بن مقتدر کو تخت خلافت پر بٹھا کر راضی باللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ راضی باللہ نے تخت نشین ہو کر قاہر باللہ کو اندھا کرادیا۔

علی بن محمد خراسانی کا قول ہے کہ ایک روز قاہر باللہ نیزہ ہاتھوں میں لیے ہوئے میرے پاس آیااور کہا کہ ہر ایک عباسی خلیفہ کے عادات و خصائل مجھ سے بیان کرو۔ میں نے کہاکہ سفاح خونریزی میں جلدی کیا کرتا تھا۔ اس کے عمال بھی اسی کے قدم بقدم چلتے تھے۔ منصور بہادر شخص تھااور مال جمع کرنے والا۔ منصور نے سب سے پہلے آل عباس اور آل ابی طالب کے درمیان تفرقہ ڈالااور اتفاق قائم نہ رہنے دیا۔ سب سے پہلے اسی نے منجمین کو مقرب بنایا۔ سریانی اور عجمی کتابیں مثلاً اقلیدس' کلیلہ دمنہ اور یونانی کتابیں اس کے لیے ترجمہ کی گئیں۔ مہدی نہایت سخی' عادل' منصف مزاج شخص تھا۔ اس کے باپ نے جو کچھ لوگوں سے زبردستی چھینا تھا' وہ اس نے واپس دے دیا۔ زندیقوں کو قتل کرایا۔ مسجد الحرام' مسجد مدینہ اور مسجد اقصیٰ کو تعمیر کرایا۔ ہادی جبارو

Marfat.com

متکبر تھااور اس کے عامل بھی اسی کی پیروی کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے جہاد اور حج کئے۔ مدینہ کے راستے میں مکانات اور حوض بنوائے۔ طرسوس' مصیصہ' مرعش وغیرہ آباد کئے۔ عام لوگوں کو ممنون احسانات کیا۔ خلفاء میں سب سے پہلے اسی نے چوگان کھیلا' نشانہ بازیاں کیں اور شطرنج کھیلی۔ امین سخی تھا مگر لذات میں مشغول ہو گیا۔ مامون نجوم و فلسفہ سے مغلوب ہو گیا تھا' نہایت حلیم و سخی شخص تھا۔ معتصم بھی اسی کے طریقہ پر چلا مگر اس کو شہسواری اور بادشاہان عجم کے تشبہ کا شوق تھا۔ غزوات و فتوحات اس نے خوب کئے۔ واثق اپنے باپ کے طریق پر چلا۔ متوکل' مامون' معتصم اور واثق کے بالکل خلاف چلا۔ ان کے اعتقادات سے بھی اس نے مخالفت کی۔ سماعت حدیث کا حکم دیا۔ لوگ اس سے عام طور پر خوش رہے۔ غرض اسی طرح وہ اور خلفاء کا حال پوچھتا جاتا تھا اور میں بیان کرتا جاتا تھا۔ سب کچھ سن کر خوش ہوا اور چلا گیا۔

راضی باللہ

راضی باللہ بن مقتدر باللہ کا نام محمد اور کنیت ابو العباس تھی۔ سنہ۔۲۹۷ھ میں ایک رومیہ ام ولد موسومہ ظلوم کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ قاہر کے معزول ہونے کے بعد جمادی الثانی سنہ۔ ۳۲۲ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ یہ جیل خانہ سے لاکر تخت پر بٹھایا گیا تھا۔ اس نے علی بن مقلہ کو وزیر اعظم بنایا۔ محمد بن یاقوت کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ یاقوت ان دنوں واسط میں تھا۔ وہ فوج آراستہ کر کے علی بن بویہ کے مقابلہ پر گیا مگر شکست کھائی۔ اسی سال عبید اللہ مہدی مجوسی والی افریقہ پچیس سال سلطنت کرنے کے بعد فوت ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو القاسم بامر اللہ کے لقب سے تخت نشین ہوا۔

قتل مرداویج : جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے کہ مرداویج نے تمام صوبہ رے' اصفہان اور اہواز وغیرہ پر قابض و متصرف ہو کر دربار خلافت سے سند بھی حاصل کرلی تھی مگر چند روز کے بعد اس نے بادشاہی کا دعویٰ کر کے سونے کا ایک تخت بنوایا۔ سپہ سالاروں اور سرداروں کے لیے چاندی کی کرسیاں تیار کرائیں۔ کسریٰ کی طرح تاج مرصع سر پر رکھا اور شاہنشاہ کے لقب سے اپنے آپ کو ملقب کیا' پھر عراق و بغداد پر فوج کشی کی تیاری کی اور کہا کہ میں کسریٰ فارس کے محلوں کو از سر نو تعمیر کراؤں گا اور عراقیوں کی حکومت نیست و نابود کر کے از سر نو مجوسیوں کی حکومت قائم کروں گا۔ اس کی اس قسم کی تعلّی کی باتیں اس کے بعض سرداروں کو ناگوار گزریں اور لوگوں نے سنہ۔ ۳۲۳ھ میں اس کو اصفہان کے باہر قتل کر ڈالا۔

صوبہ جات کی حالت : خلیفہ راضی باللہ کی حکومت بغداد اور اس کے مضافات کے سوا اور کہیں نہ تھی۔ نہ کسی صوبہ سے خراج آتا تھا۔ ہر جگہ خود مختار حکومتیں لوگوں نے قائم کرلی تھیں۔ جن لوگوں نے خراج مقررہ بھیجنے کے وعدے پر سندیں حاصل کی تھیں' انہوں نے بھی اپنے وعدوں کو پورا کرنا غیر ضروری سمجھ رکھا تھا۔ بصرہ پر محمد بن رائق کا قبضہ' خوزستان اور اہواز پر ابو عبد اللہ بریدی کا قبضہ تھا۔ فارس کی حکومت علی

Marfat.com

بن بویہ ملقب بہ عماد الدولہ کے قبضہ میں تھی۔ کرمان میں ابو علی محمد بن الیاس حکمران تھا۔ رے' اصفہان اور جبل کے صوبوں میں حسن بن بویہ ملقب بہ رکن الدولہ اور وشمگیر برادر مرداویج ایک دوسرے کے مقابل مصروف پیکار تھے۔ موصل' دیار بکر' دیار مضر' دیار ربیعہ بنی حمدان کے قبضہ میں تھے۔ مصر وشام پر محمد بن طغج قابض و متصرف تھا۔ ماوراءالنہر اور خراسان کے بعض حصے پر بنی سامان حکمران تھے۔ بحرین اور یمامہ کے صوبوں پر ابو طاہر قرمطی کی حکومت قائم تھی۔ طبرستان کے صوبہ پر دیلمی سردار قابض و حکمران تھے۔ اندلس مراکش اور افریقہ میں تو عرصہ سے خود مختار سلطنتیں قائم ہی تھیں۔

راضی باللہ کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں عماد الدولہ علی بن بویہ نے درخواست بھیجی کہ صوبہ فارس کی سند حکومت مجھ کو عطا فرمائی جائے' میں ایک کروڑ اسی لاکھ درم سالانہ خراج اس صوبہ سے دربار خلافت میں بھیجا کروں گا۔ خلیفہ نے سند اور خلعت پرچم روانہ کر کے عماد الدولہ کا خطاب دیا اور اس کے بھائی حسن کو رکن الدولہ اور احمد کو معز الدولہ کا خطاب مرحمت ہوا۔ مرداویج کے مقتول ہونے کے بعد اس کی فوج کے دو حصے ہو گئے۔ ایک تو عماد الدولہ کے پاس فارس میں چلا آیا اور ایک حصہ اس کے ایک سردار یحکم نامی کے زیر فرمان رہا۔ یحکم نے دربار خلافت میں پہنچ کر رسوخ حاصل کیا اور جوڑ توڑ ملا کر ان سب سرداروں پر' جو دربار خلافت پر قابو یافتہ تھے' غالب آیا۔ امیر الامرا کا خطاب حاصل کر کے خلیفہ اور دربار خلافت پر مستولی ہو گیا اور بغداد میں تحکمانہ انداز سے رہنے لگا۔ وشمگیر برادر مرداویج نے رکن الدولہ بن بویہ کے مقابلہ میں اصفہان کو چھوڑ کر جبل و آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ رکن الدولہ بن بویہ اصفہان پر قابض ہو گیا۔ معز الدولہ بن بویہ نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ محمد بن رائق نے محمد بن طغج سے شام کا ملک چھین لیا۔ اس کے قبضہ میں صرف مصر کا ملک رہ گیا۔ راضی کے عہد میں خلافت برائے نام تھی۔ آخر عہد میں یحکم خلیفہ اور دربار خلافت پر ہر طرح قابض و مستولی تھا اور کسی کو اس کی مخالفت کی جرات نہ تھی۔ یحکم خود واسط میں رہتا تھا اور اس کا میر منشی بغداد میں خلیفہ کے پاس وزارت عظمیٰ کی خدمت انجام دیتا تھا۔

وفات راضی باللہ : ماہ ربیع الاول سنہ ۳۲۹ھ میں چند مہینے کم سات سال تخت نشین رہ کر خلیفہ راضی باللہ نے بعارضہ استسقاء وفات پائی۔ یحکم نے یہ خبر سن کر اپنے میر منشی کو ہدایات لکھ بھیجیں۔ انہیں کے موافق ابراہیم بن معتضد باللہ کو متقی للہ کے لقب سے ملقب کر کے ۲۹/ ربیع الاول سنہ ۳۲۹ھ تخت خلافت پر بٹھا دیا گیا۔

خلیفہ راضی باللہ کے عہد خلافت میں محمد بن علی سمعانی معروف بہ ابن ابی الغراقر نے ظاہر ہو کر خدائی کا دعویٰ کیا۔ بہت سے لوگ اس کے بھی معتقد ہو گئے مگر خلافت راضی کے پہلے ہی سال اس کو پکڑ کر قتل کیا گیا۔ اس کے ہمراہی بھی جنہوں نے توبہ نہ کی' مقتول ہوئے۔ اسی سال قرامطہ نے بغداد اور مکہ کے درمیان ایسی لوٹ مار مچائی کہ بغداد والے حج نہ کر سکے اور سنہ ۳۲۷ھ تک حج کا ارادہ کوئی اہل بغداد نہ کر سکا۔ سنہ ۳۲۷ھ میں ابو طاہر قرمطی نے حاجیوں پر فی شتر پانچ دینار محصول قائم کیا اور لوگوں کو حج کی اجازت دی۔

Marfat.com

یہ پہلا موقعہ تھا کہ حاجیوں کو حج کرنے کا محصول ادا کرنا پڑا۔ اہل بغداد نے اطمینان سے یہ محصول ادا کر کے حج ادا کیا۔ راضی آخری خلیفہ تھا جس نے خطبہ جمعہ لوگوں کو سنایا۔ اس کے بعد عام طور پر خلفاء نے یہ کام بھی دوسروں کے سپرد کر دیا۔

متقی للہ

متقی للہ بن معتضد باللہ بن متوکل ایک ام ولد زہرہ نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ بعمر ۳۴ سال تخت نشین ہوا۔ ۲۶/رجب سنہ۔۳۲۹ھ کو یتحکم کردوں کے ہاتھ سے نواح واسط میں مارا گیا' دو برس آٹھ مہینے امیر الامرائی کی۔ اس کے مرنے کے بعد گیارہ لاکھ دینار کا مال ضبط ہو کر خزانہ خلافت میں داخل ہوا۔ شعبان سنہ۔۳۲۹ھ میں ابو عبداللہ بریدی نے بصرہ سے فوج لے کر بغداد کا رخ کیا۔ خلیفہ متقی نے اس کو واپس جانے کو لکھا۔ جب وہ نہ مانا تو فوج بھیجی۔ فوج اس کے مقابلہ سے بھاگ گئی۔ بریدی بغداد میں داخل ہوا اور خلیفہ سے پانچ لاکھ دینار طلب کئے اور کہلا بھجوایا کہ اگر آپ نے یہ فرمائش پوری نہ کی تو آپ کو معزول اور قتل کر دیا جائے گا۔ خلیفہ نے یہ رقم فوراً بھجوادی۔

۲۴ روز کے بعد رمضان سنہ۔۳۲۹ھ میں بریدی کی فوج نے تنخواہ نہ ملنے کے سبب بغاوت کی۔ بریدی بھاگ کر واسط چلا گیا۔ بریدی کے بھاگ جانے کے بعد کورتگین نامی سردار خلیفہ اور دربار خلافت پر مستولی ہو گیا۔ اس کو امیر الامر کا خطاب ملا۔ بغداد میں اب علاوہ ترکوں کے دیلمیوں کا بھی ایک بڑا گروہ موجود ہو گیا تھا۔ یتحکم کے زمانے سے دیلمیوں کا اثر بغداد میں ترقی کرنے لگا تھا۔ دیلمیوں نے کورتگین کے خلاف شورش برپا کی۔ ترکوں اور دیلمیوں میں جنگ ہوئی مگر کورتگین کا اثر بدستور قائم رہا۔ محمد بن واثق جو شام پر قابض ہو گیا تھا' یہ حالات سن کر خود امیر الامرائی حاصل کرنے کے لیے شام سے بغداد کی طرف چلا۔ کورتگین نے بغداد سے باہر نکل کر مقابلہ کیا۔ ابن رائق بزور بغداد میں داخل ہوا۔ کورتگین گرفتار ہو کر قید ہوا۔ خلیفہ نے ابن رائق کو امیر الامراء بنادیا۔ محمد بن رائق نے ابو عبداللہ بریدی سے واسط کا خراج زبردستی وصول کیا۔

ماہ ربیع الثانی سنہ۔۳۳۰ھ میں ابن بریدی نے بغداد پر فوج کشی کی' ابن رائق کو شکست ہوئی۔ بریدی کے لشکر میں ترک اور دیلمی شامل تھے۔ شہر میں داخل ہو کر لشکریوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا۔ خلیفہ معہ ابن رائق اور اپنے بیٹے ابو منصور کے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ قصر خلافت اور اہل بغداد کے مکانوں کو لوگوں نے خوب لوٹا۔ اس لوٹ مار میں بعض قرمطی بھی آکر شامل ہو گئے۔ شرفائے شہر کو سخت اذیت و ذلت کا سامنا کرنا پڑا۔ موصل میں ناصر الدولہ بن حمدان حکمران تھا۔ خلیفہ کے پہنچنے پر وہ شہر چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ خلیفہ اور ابن رائق نے اس کو تسلی دے کر بلایا۔ ناصر الدولہ نے محمد بن رائق کو قتل کر دیا۔ خلیفہ نے ناصر الدولہ کو امیر الامراء کا خطاب دیا اور ناصر الدولہ کے بھائی ابو الحسین کو سیف الدولہ کے خطاب سے مخاطب فرمایا۔ موصل سے فوج طلب کر کے ناصر الدولہ اور خلیفہ بغداد کی جانب چلے۔ ابن بریدی نے' جو بغداد پر قابض و متصرف

Marfat.com

تھا' مقابلہ کیا۔ شوال سنہ۔ ۳۳۳ھ میں بریدی کو شکست ہوئی اور ناصر الدولہ معہ خلیفہ بغداد میں داخل ہوا۔ ناصر الدولہ اور سیف الدولہ بغداد میں خلیفہ کے پاس گیارہ مہینے تک رہے' پھر ان کو اپنے صوبہ موصل کی فکر ہوئی۔ یہ دونوں بھائی موصل کی طرف روانہ ہوئے۔ ماہ رمضان سنہ۔ ۳۳۱ھ میں توزون نامی سردار نے بغداد میں غلبہ و تسلط حاصل کیا اور خلیفہ نے توزون کو امیر الامرائی کا خطاب دیا۔ چند روز کے بعد یعنی محرم سنہ۔ ۳۳۲ھ کو ابو جعفر بن شیر زاد داخل بغداد ہوا جبکہ توزون واسط کی طرف گیا ہوا تھا۔ خلیفہ متقی ابو جعفر کے داخل ہونے سے خوفزدہ ہو کر بغداد سے موصل کی طرف بھاگ گیا۔ توزون اور ابو جعفر نے مل کر موصل پر چڑھائی کی۔ وہاں ناصر الدولہ اور سیف الدولہ' دونوں بھائیوں کو شکست ہوئی۔ وہ معہ خلیفہ نصیبین کی طرف چلے گئے۔ نصیبین سے خلیفہ متقی رقہ میں آیا اور توزون کو خط لکھا۔ توزون نے بنو حمدان سے صلح کر لی اور بغداد کو لوٹ گیا۔ خلیفہ بنو حمدان رقہ میں مقیم رہا۔

انہیں ایام میں معز الدولہ احمد بن بویہ نے' جو اہواز پر قابض و متصرف تھا' واسط پر چڑھائی کی۔ توزون نے موصل سے واپس ہو کر مقابلہ کیا۔ ۱۷/ ذیقعدہ سنہ۔ ۳۳۲ھ میں توزون و معز الدولہ میں جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں معز الدولہ کو شکست ہوئی مگر اس نے دوبارہ حملہ کر کے واسط پر قبضہ کر لیا۔ سنہ۔ ۳۲۲ھ میں رومیوں نے سرحد آذربائیجان کے شہر بردنہ پر حملہ کیا۔ مرزبان دیلم نے یہ خبر سن کر اس طرف فوج بھیجی۔ روسیوں نے مسلمانوں کو خوب قتل و غارت کیا۔ مسلمانوں نے مجتمع ہو کر ان کا مقابلہ کیا۔ عرصہ دراز تک لڑائی جاری رہی۔ آخر سخت معرکوں کے بعد روسیوں کو مار مار کر ان کے ملک کی طرف بھگا دیا۔

خلیفہ متقی کی معزولی : خلیفہ متقی آخر سنہ۔ ۳۳۲ھ تک بنی حمدان کے پاس رہا۔ اس عرصہ میں خلیفہ اور بنی حمدان کے درمیان کچھ کدورت پیدا ہوئی۔ خلیفہ نے ایک طرف بغداد میں اور دوسری طرف مصر میں اخشید بن محمد طغج کے پاس خطوط بھیجے۔ ۱۵/ محرم سنہ۔ ۳۳۳ھ کو اخشید بمقام رقہ خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ مصر میں تشریف لے چلیں اور وہیں قیام کریں۔ وزیر نے بھی اس رائے کو پسند کیا اور مصر کے دار السلطنت بنانے کے منافع بیان کئے مگر خلیفہ نے اس بات کو پسند نہ کیا۔ اتنے میں بغداد سے توزون کا خط آگیا۔ جس میں خلیفہ اور اس کے وزیر ابن شیر زاد کو امان دی گئی تھی۔ خلیفہ نے اس خط کو پڑھ کر خوشی کا اظہار کیا اور اخشید کو چھوڑ کر آخر محرم سنہ۔ ۳۳۳ھ کو بغداد کی جانب روانہ ہو گیا۔ توزون نے مقام سندیہ میں استقبال کیا اور اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ اگلے دن خلیفہ کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروا کر اندھا کر دیا۔ اس کے بعد ابو القاسم عبد اللہ بن خلیفہ مکتفی باللہ کو بلا کر اس کے ہاتھ پر اراکین دولت نے بیعت کی اور مستکفی باللہ کے لقب سے ملقب کیا۔ سب سے آخر میں معزول خلیفہ متقی کو دربار میں پیش کیا گیا۔ اس نے بھی خلیفہ مستکفی کی بیعت کی۔ متقی کو جزیرہ میں قید کر دیا گیا۔ پچیس برس اسی مصیبت میں گرفتار رہ کر سنہ۔ ۳۵۷ھ میں فوت ہوا۔ جب قاہر باللہ کو متقی کے اندھا ہونے کی خبر پہنچی تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اب ہم دو تو اندھے ہو گئے' تیسرے کی کسر ہے۔ عجب اتفاق تھا کہ چند ہی روز کے بعد مستکفی کا بھی یہی حشر ہوا۔

Marfat.com

مستکفی باللہ

ابوالقاسم عبداللہ مستکفی باللہ بن مکتفی باللہ ایک ام ولد موسومہ املح الناس کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ صفر سنہ۔ ۳۳۳ھ کو بعمر اکتالیس سال تخت نشین ہوا۔ ابوالقاسم فضل بن مقتدر باللہ بھی دعوے دار خلافت تھا' وہ روپوش ہو گیا۔ مستکفی نے اس کو بہت تلاش کرایا مگر وہ ہاتھ نہیں آیا۔ مستکفی کے عہد میں روپوش ہی رہا۔ مستکفی جب اس کی جستجو میں کامیاب نہ ہوا تو اس کا مکان منہدم کرادیا۔

خلیفہ مستکفی کے تخت نشین ہوتے ہی توزون فوت ہو گیا۔ مستکفی نے ابو جعفر ابن شیر زاد کو امیر الامر کا خطاب دیا۔ ابن شیر زاد نے تمام انتظام واختیارات اپنے ہاتھ میں لے کر بے دریغ روپیہ خرچ کرنا شروع کر دیا۔ خزانہ خالی ہو گیا' تمام انتظام درہم برہم ہو گیا اور چند ہی روز کے بعد بغداد میں چوریاں اور ڈاکہ زنیوں کی کثرت نے یہاں تک نوبت پہنچادی کہ لوگ شہر چھوڑ چھوڑ کر جلاوطنی اختیار کرنے لگے۔

انتباہ : سلطنت اسلامیہ کا رقبہ اور وسعت مملکت عہد بنوامیہ تک برابر ترقی پذیر رہا۔ حکومت اسلامیہ کا ایک ہی مرکز تھا اور دمشق کے دربار خلافت سے جو حکم جاری رہتا تھا' اس کی تعمیل اندلس ومراکش کے مغربی ساحل سے چین وترکستان تک یکساں ہوتی تھی۔ خلافت اسلامیہ جب بنوعباس کے قبضہ میں آئی تو چند ہی روز کے بعد اندلس میں بنوامیہ کی ایک خود مختار سلطنت الگ قائم ہو گئی اور مسلمانوں کی سلطنت کے بجائے ایک کے دو مرکز ہو گئے' پھر چند روز کے بعد مراکش میں ایک تیسرا مرکز حکومت قائم ہوا۔ اس کے بعد افریقہ و مصر میں ایک اور حکومت قائم ہوئی۔ اسی طرح ماوراءالنہر' خراسان اور فارس وغیرہ میں حکومتیں خلیفہ بغداد کی ماتحتی سے آزاد ہوتی گئیں۔ اب جس زمانہ کے حالات بیان ہو رہے ہیں' یہ وہ زمانہ ہے کہ خلیفہ بغداد کی حکومت شہر بغداد میں بھی باقی نہیں رہی تھی۔ چند روز پہلے دجلہ وفرات کا دوآبہ خلیفہ کی حکومت میں شامل تھا لیکن جب سے امیر الامراء کا عہدہ ایجاد ہوا' اس وقت سے اس دوآبہ کی حکومت امیر الامراء کے ہاتھ میں ہوتی تھی اور برائے نام وہ اپنے آپ کو خلیفہ کا محکوم اور نائب کہتا تھا۔

خاص شہر بغداد میں خلیفہ کے احکام کی قدر ومنزلت تھی اور بغداد میں وہ سب سے بڑی طاقت سمجھی جاتی تھی۔ ہر ایک وہ شخص جو دوسروں کو مغلوب کر کے اپنی طاقت کا اظہار کر سکتا تھا' اپنے قوت بازو سے امیر الامرا بن سکتا تھا۔ خلیفہ کو مجبوراً اسے امیر الامرا کا خطاب دینا پڑتا تھا۔ خلیفہ کے ہاتھ میں طاقت اگرچہ کچھ نہ تھی' پھر بھی اس کو تھوڑی بہت آزادی ضرور حاصل تھی اور ایک قسم کا رعب وجلال بھی باقی تھا۔

لیکن اب معزالدولہ احمد بن بویہ ماہی گیر اہواز سے آکر بغداد اور خلیفہ پر مسلط ہوتا ہے۔ اسے ملک کا خطاب ملتا ہے اور اس کے بعد سے یکے بعد دیگرے ملوک ہوتے ہیں۔ معزالدولہ نے خلیفہ کو نظر بند کر کے ایک معزز قیدی کی حیثیت سے رکھا اور شہر بغداد میں جو اثر واقتدار خلیفہ کو حاصل تھا' وہ بھی چھین لیا۔ خلیفہ کا کام صرف یہ ہو گیا تھا کہ جب کوئی سفیر باہر سے آئے تو وہ خلیفہ کے دربار میں حاضر کیا جائے اور اس مصنوعی

Marfat.com

دربار میں خلیفہ کی پر شوکت نمائش کر کے حسب منشاء اس سے کام لیا جائے۔ کسی شخص کو خطاب دینا کسی کو کوئی سند عطا فرمانا یہ سب خلیفہ کے ہاتھ سے ہوتا تھا لیکن خلیفہ کے اختیار سے نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر ایک کام میں اختیار ملک ہی کا ہوتا تھا۔

خلیفہ کی حیثیت شاہ شطرنج سے زیادہ نہ تھی۔ ملک خلیفہ کی ایک تنخواہ مقرر کر دیتا تھا۔ یہ تنخواہ جب خلیفہ کو دیر سے ملتی تھی یا نہیں ملتی تھی تو اسے مجبوراً اپنا سامان فروخت کر کے اپنی گزر کرنی پڑتی تھی۔ پس جبکہ خلفاء عباسیہ کی یہ حالت ہو چکی تو اب ظاہر ہے کہ حکومت اور سلطنت کی تاریخ لکھنے کے لیے ان کا تذکرہ غیر ضروری ہو چکا ہے کیونکہ سوائے صرف لفظ خلیفہ کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہی مگر چونکہ ہم کو حکومت اسلامیہ کی تاریخ پوری کرنی ہے اور اس میں ان حکمرانوں کا حال بیان ہونا ضروری ہے' جنہوں نے بغداد میں ملک کے نام سے نہ صرف بغداد بلکہ دو آبہ فرات و دجلہ اور دوسرے صوبوں پر بھی حکومت کی ہے۔ لہذا ان ملوک کے حالات بیان کرنے میں ہم کو ابھی تھوڑی دور تک اور انہیں خلفائے عباسیہ کے سہارے سے چلنا چاہیے۔ جو اگرچہ شاہ شطرنج سے زیادہ مرتبہ نہیں رکھتے مگر خلیفہ ضرور کہلاتے ہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ اب ہم خلفائے عباسیہ کے حالات مطالعہ نہیں کر رہے بلکہ حکومت بغداد کے حالات مطالعہ کر رہے تھے۔ ساتھ ہی اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے کہ اگرچہ جا بجا صوبوں میں الگ الگ خود مختار حکومتیں اور سلطنتیں قائم ہو چکی تھی مگر خلیفہ کے نام کی تکریم سب بجالاتے اور خطبوں میں اس کا نام ضرور لیتے تھے۔ اندلس میں بجائے خود خلافت قائم کی تھی' عبیدیین جو شیعہ بلکہ قرامطہ تھے' خلافت و امارت کے مدعی تھے۔ اس لیے اندلس و افریقہ میں خلیفہ بغداد کا نام خطبوں میں نہیں لیا جاتا تھا مگر باقی تمام ممالک اسلامیہ میں بغداد کے عباسی خلیفہ کو سب خلیفہ مانتے اور اپنا مذہبی پیشوا جانتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا ضرور ہوا ہے کہ خاص بغداد میں کسی ملک نے خلیفہ کا نام خطبہ سے خارج کر دیا اور صرف اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا مگر دوسرے ملکوں میں خلیفہ کا نام خطبوں میں ضرور شامل رہا۔

خاندان بویہ کی بغداد میں حکومت : خاندان بویہ کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ بویہ کے تینوں بیٹے علی' حسن اور احمد حکومت و سرداری حاصل کر چکے تھے۔ علی (عماد الدولہ) فارس پر قابض و متصرف تھا۔ حسن (رکن الدولہ) اصفہان و طبرستان کی طرف حکومت و سرداری حاصل رکھتا تھا۔ احمد (معزالدولہ) اہواز پر قابض تھا۔ جب ابن شیرزاد کی امیر الامرائی میں بغداد کے اندر فتنہ و فساد برپا ہو گیا تو معزالدولہ نے جو بغداد سے نسبتاً قریب تھا' بغداد پر حملہ کیا۔ شیرزاد بھاگ کر بنو حمدان کے پاس موصل چلا گیا اور معزالدولہ بغداد پر بآسانی قابض و مستولی ہو گیا۔ خلیفہ مستکفی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے معزالدولہ کو ملک کا خطاب دیا۔

معزالدولہ نے اپنے نام کے سکے مسکوک کرائے اور بغداد پر پورے قہر و غلبہ کے ساتھ حکومت کرنے لگا۔ چند روز کے بعد معزالدولہ کو معلوم ہوا کہ خلیفہ مستکفی اس کے خلاف کوئی سازش کر رہا ہے۔ انہیں ایام میں والی خراسان کا سفیر آیا اور اس تقریب میں دربار عام منعقد کیا گیا۔ معزالدولہ نے سر دربار دو دیلمیون کو اشارہ کیا' وہ آگے بڑھے۔ خلیفہ نے سمجھا کہ دست بوسی کے لیے آگے بڑھے ہیں' اپنا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

Marfat.com

دیلمیون نے وہی ہاتھ پکڑ کر خلیفہ کو تخت سے نیچے کھینچ کر ڈال دیا اور گرفتار کر لیا۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ اف کر سکے۔ معزالدولہ اسی وقت سوار ہو کر اپنے مکان پر آیا اور دیلمی خلیفہ کو کھینچتے اور بے عزت کرتے ہوئے معزالدولہ کے سامنے لائے۔ اس کی آنکھیں نکال کر قید کر دیا۔ یہ واقعہ ماہ جمادی الاخر سنہ ۳۳۴ھ کا ہے۔ خلیفہ مستکفی نے ایک برس چار مہینے برائے نام خلافت کی اور سنہ ۳۳۸ھ میں بحالت قید فوت ہوا۔

مطیع للہ

معزالدولہ بن بویہ دیلمی بویہ کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ یہ لوگ چونکہ اطروش کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ اس لیے تمام دیلمی شیعہ تھے۔ خاندان بویہ شیعیت اور عصبیت میں سب سے بڑھا ہوا تھا۔ مستکفی کو ذلیل و معزول و مقید اور اندھا کر دینے کے بعد معزالدولہ نے چاہا کہ کسی علوی کو تخت خلافت پر بٹھائے مگر اس کے کسی مشیر نے اس کو اس ارادے سے باز رکھا اور سمجھایا کہ اگر آپ نے کسی علوی کو خلیفہ بنادیا تو چونکہ آپ کی تمام قوم اس کو مستحق خلافت سمجھے گی' اس لیے وہ بجائے آپ کے اس علوی خلیفہ کی خدمت و اطاعت کو مقدم سمجھے گی اور دیلمیوں پر جو آپ کا اثر ہے یہ ہر گز باقی نہیں رہے گا اور نہ آپ کی یہ حکومت و شوکت برقرار رہے گی۔ لہذا مناسب یہ ہے کہ اسی عباسی خاندان سے کسی شخص کو تخت خلافت پر بٹھاؤ تاکہ تمام شیعہ اس کو غیر مستحق خلیفہ سمجھ کر آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے مستعد رہیں اور اس طرح شیعیت بغداد میں قائم رہے۔ چنانچہ معزالدولہ نے ابوالقاسم فضل بن مقتدر کو طلب کیا اور مطیع اللہ کے لقب سے تخت پر بٹھا کر رسم بیعت ادا کی اور سو دینار روزانہ اس کی تنخواہ مقرر کر دی۔ مطیع للہ ایک ام ولد موسومہ مشغلہ کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا اور جمادی الثانی سنہ ۳۳۴ھ میں جبکہ اس کی عمر ۳۴ سال تھی' تخت نشین کیا گیا۔

معزالدولہ نے خلیفہ کی وزارت پر ابو محمد حسن بن محمد مہلبی کو مامور کیا۔ وزیر در حقیقت ملک ہی کا وزیر ہوتا تھا کیونکہ خلیفہ تو برائے نام خلیفہ تھا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ موصل پر ناصرالدولہ بن حمدان اور شام پر سیف الدولہ بن حمدان قابض تھا۔ مصر پر اخشید محمد بن طغج فرغانی فرماں روا تھا۔ ناصرالدولہ نے جب معزالدولہ کے اس طرح بغداد پر مستولی ہونے کا حال سنا تو موصل سے فوج لے کر چلا اور ماہ شعبان سنہ ۳۳۴ھ میں سامرا پہنچا۔ معزالدولہ یہ خبر سن کر مطیع اللہ کو ہمراہ لے کر بغداد سے نکلا۔ معزالدولہ کو شکست ہوئی' بغداد میں واپس آیا۔ معزالدولہ معہ مطیع اللہ بغداد غربی میں اترا اور بغداد شرقی میں ناصرالدولہ نے آکر قیام کر دیا۔ طرفین سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ آخر دونوں میں صلح ہو گئی۔ معزالدولہ نے اپنی پوتی کی شادی ناصرالدولہ کے بیٹے ابو تغلب سے کر دی۔ ناصرالدولہ موصل کو روانہ ہوا۔ سنہ ۳۳۵ھ میں ابوالقاسم بریدی نے بصرہ میں معزالدولہ کی مخالفت کا علم بلند کر کے تیاری شروع کی۔ سنہ ۳۳۶ھ میں معزالدولہ نے خلیفہ مطیع کو ہمراہ لے کر بصرہ پر چڑھائی کی۔ ابوالقاسم کی فوج کو شکست ہوئی۔ ابوالقاسم بھاگ کر بحرین میں قرامطہ کے پاس چلا گیا اور معزالدولہ نے بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو جعفر صہیری کو بصرہ میں چھوڑ کر معزالدولہ معہ

Marfat.com

خلیفہ مطیع اللہ بغداد چلا آیا۔ سنہ۔۳۳۷ھ میں معزالدولہ نے ناصر الدولہ بن حمدان والی موصل پر چڑھائی کی۔ ناصر الدولہ تاب مقابلہ نہ لاکر نصیبین چلا گیا۔ اسی اثناء میں معزالدولہ کے بھائی رکن الدولہ نے خبر بھیجی کہ لشکر خراسان نے جرجان ورے پر چڑھائی کی ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو فوجیں مدد کے لیے بھیجو۔ معزالدولہ نے ناصر الدولہ سے صلح کر کے موصل سے بغداد کی جانب کوچ کیا اور ناصر الدولہ موصل میں واپس آگیا۔

ناصر الدولہ سے یہ صلح اس شرط پر کی گئی تھی کہ ناصر الدولہ خراج برابر بھیجتا رہے اور خطبہ میں معزالدولہ' رکن الدولہ اور عماد الدولہ تینوں بھائیوں کا نام لیا کرے۔ سنہ۔۳۳۸ھ میں معزالدولہ نے خلیفہ مطیع سے اس مضمون کا ایک فرمان لکھوایا کہ علی بن بویہ المخاطب بہ عماد الدولہ اپنے بھائی معزالدولہ کے ساتھ بطور مددگار کام کرے اور عہدہ سلطانی میں شریک رہے مگر عماد الدولہ اسی سال فوت ہو گیا۔ اس کی جگہ رکن الدولہ کو معزالدولہ کا مددگار بنایا گیا۔ سنہ۔۳۳۹ھ میں حجر اسود پھر اپنی جگہ خانہ کعبہ میں لا کر نصب کیا گیا۔ اس کے گرد سونے کے ایک حلقہ جس کا وزن تین ہزار سات سو ستتر (۳۷۷۷) درہم تھا' لگایا گیا تھا۔

سنہ۔۳۴۱ھ میں ایک نئے گروہ کا ظہور ہوا جو تناسخ کا قائل تھا۔ ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ مجھ میں حضرت علیؓ کی روح حلول کر آئی ہے۔ اس کی بیوی کا دعویٰ تھا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی روح مجھ میں منتقل ہوئی ہے۔ ایک دوسرا شخص کہتا تھا کہ مجھ میں جبرئیل کی روح ہے۔ ان دعووں کو سن کر لوگوں نے ان کو مارا پیٹا لیکن معزالدولہ نے بوجہ شیعہ ہونے کے لوگوں کو ایذا رسانی سے باز رکھ کر ان کا ادب کرنے اور تعظیم سے پیش آنے کا حکم دیا کیونکہ وہ اپنے آپ کو اہل بیت سے نسبت کرتے تھے۔ سنہ۔۳۴۶ھ میں رے اور نواح رے میں زلزلہ عظیم آیا۔ طالقان خسف ہو گیا' کل تیس آدمی بچ سکے' باقی سب ہلاک ہو گئے۔ رے کے نواح میں ڈیڑھ سو گاؤں زمین میں دھنس گئے۔ شہر حلوان کا اکثر حصہ زمین میں غرق ہو گیا۔ سنہ ۳۴۷ھ میں دوبارہ اسی شدت کا زلزلہ آیا۔ اسی سال معزالدولہ نے موصل پر چڑھائی کی کیونکہ ناصر الدولہ سے خراج بھیجنے میں تاخیر ہوئی تھی۔ ماہ جمادی الاول سنہ۔۳۴۰ھ میں موصل پر قبضہ کر لیا۔

ناصر الدولہ نصیبین چلا گیا۔ معزالدولہ نے موصل میں سبکتگین اپنے حاجب کبیر کو چھوڑ کر خود نصیبین کا قصد کیا۔ ناصر الدولہ وہاں سے اپنے بھائی سیف الدولہ کے پاس حلب چلا گیا۔ سیف الدولہ نے معزالدولہ سے خط و کتابت کر کے صلح کی کوشش کی اور ماہ محرم سنہ۔۳۴۸ھ میں صلح نامہ لکھا گیا اور معزالدولہ عراق کی جانب واپس آیا۔ سنہ۔۳۵۰ھ میں معزالدولہ نے بغداد میں اپنے لیے ایک بہت بڑا قصر تعمیر کرایا' جس کی بنیادیں چھتیس گز رکھی گئی تھیں۔ اسی سال رومیوں نے جزیرہ افریطش و کریٹ کو مسلمانوں کے قبضے سے چھین لیا۔ یہ جزیرہ سنہ۔۲۳۰ھ سے مسلمانوں کے قبضے میں چلا آتا تھا۔

معزالدولہ کی ایک اور لعنتی کارروائی : سنہ۔۳۵۱ھ میں معزالدولہ نے جامع مسجد بغداد کے دروازے پر نعوذ باللہ نقل کفر کفر نباشد' یہ عبارت لکھوادی ﴿ **لعن الله معاوية بن سفيان ومن غصب فاطمة فدكا ومن منع عن وفن الحسن عند جده ومن نفى اباذرو من اخرج العباس عن انشورى** ﴾

Marfat.com

عید غدیر کی ایجاد : معزالدولہ نے ۱۸/ذوالحجہ سنہ۔۳۵۱ھ کو بغداد میں عید منانے کا حکم دیا اور اس عید کا نام عید خم غدیر رکھا۔ خوب ڈھول بجائے گئے اور خوشیاں منائی گئیں۔ اسی تاریخ کو یعنی ۱۸/ذوالحجہ سنہ۔۳۵۱ھ کو حضرت عثمان غنیؓ چونکہ شہید ہوئے تھے۔ لہذا اس روز شیعوں کے لیے خم غدیر کی عید منانے کا دن تجویز کیا گیا۔ احمد بن بویہ دیلمی یعنی معزالدولہ کی اس ایجاد کو جو سنہ۔۳۵۱ھ میں ہوئی' شیعوں نے یہاں تک رواج دیا کہ آج کل کے شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ عید غدیر کا مرتبہ عیدالاضحیٰ سے بھی زیادہ بلند ہے۔

تعزیہ داری کی ایجاد : سنہ۔۳۵۲ھ کے شروع ہونے پر ابن بویہ مذکور نے حکم دیا کہ ۱۰/محرم کو حضرت حسینؓ کی شہادت کے غم میں تمام دوکانیں بند کر دی جائیں۔ بیع و شرا بالکل موقوف رہے۔ شہر و دیہات کے تمام لوگ ماتمی لباس پہنیں اور علانیہ نوحہ کریں۔ عورتیں اپنے بال کھولے ہوئے' چہروں کو سیاہ کئے ہوئے' کپڑوں کو پھاڑے ہوئے سڑکوں اور بازاروں میں مرثیے پڑھتی' منہ نوچتی ہوئی اور چھاتیاں پیٹتی ہوئی نکلیں۔ شیعوں نے اس حکم کی بخوشی تعمیل کی مگر اہل سنت دم بخود اور خاموش رہے کیونکہ شیعوں کی حکومت تھی۔ آئندہ سال سنہ۔۳۵۳ھ میں پھر اسی حکم کا اعادہ کیا گیا اور سنیوں میں فساد برپا ہوا' بہت بڑی خونریزی ہوئی۔ اس کے بعد شیعوں نے ہر سال اس رسم کو زیر عمل لانا شروع کر دیا اور آج تک اسی کا رواج ہندوستان (پاک و ہند) میں ہم دیکھ رہے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہندوستان (پاک و ہند) میں اکثر سنی لوگ بھی تعزیئے بناتے ہیں۔

عمان پر قبضہ اور معزالدولہ کی وفات : عمان پر قرامطہ قابض و متصرف تھے۔ سنہ۔۳۵۵ھ میں معزالدولہ نے عمان پر براہ دریا فوج کشی کی اور ۹/ذی الحجہ سنہ۔۳۵۵ھ کو عمان پر قابض ہو گیا اور قرامطہ کو وہاں سے بھگا دیا۔ ہزارہا قرامطہ مارے گئے۔ نواسی کشتیاں ان کی جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ عمان سے فارغ ہو کر واسط آیا' یہاں آکر علیل ہوا پھر بغداد آیا۔ وزیر مہلبی نے اس سے پہلے عمان پر سنہ۔۳۵۳ھ میں چڑھائی کی تھی مگر وہ بھی بیمار ہو کر آیا۔ بغداد میں پہنچ کر ہر چند علاج کیا گیا مگر آرام نہ ہوا۔ بائیس سال حکومت کر کے ربیع الاخر سنہ۔۳۵۶ھ میں فوت ہوا۔

عزوالدولہ کی حکومت : معزالدولہ نے مرتے وقت اپنے بیٹے بختیار کو اپنا ولی عہد بنایا تھا۔ وہ معزالدولہ کے بعد عزالدولہ کا خطاب خلیفہ سے حاصل کر کے حکمرانی کرنے لگا۔ دیلمی لوگ اب اس قدر غالب و مسلط ہو گئے کہ اصل حکمران وہی سمجھے جاتے تھے۔ خلیفہ کی کوئی حقیقت و حیثیت باقی نہ تھی۔ چنانچہ وہ اپنے بعد اپنے ولی عہد بھی خود تجویز کرنے لگے۔ ایک طرف خلیفہ اپنا ولی عہد مقرر کرتے تھے' دوسری طرف یہ حکمران سلطان اپنے ولی عہد مقرر کرتے تھے۔ خلیفہ کے ہاتھ میں کوئی حکومت نہ تھی بلکہ وہ خود محکوم تھا اور ان سلطانوں کے ہاتھ میں حکومت و طاقت تھی۔ اسی لیے بغداد میں ان کی ولی عہدی و جانشینی زیادہ اہم سمجھی جاتی تھی کیونکہ اس کا تعلق حکومت و سلطنت سے تھا۔ یوں سمجھنا چاہیے کہ بغداد میں دیلمیوں کا پہلا بادشاہ معزالدولہ تھا۔ اب ان کا

Marfat.com

دوسرا بادشاہ عزالدولہ تخت نشین ہوا۔

عزالدولہ نے ابوالفضل عباس بن حسین شیراری کو اپنا وزیر بنایا۔ اسی سال جعتی بن معزالدولہ نے بصرہ میں اپنے بھائی عزالدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ابوالفضل عباس اس کی سرکوبی کو گیا اور مقید کر کے عزالدولہ کے پاس لایا' اس کو قید کر دیا۔ سنہ۔ ۳۶۲ھ میں عزالدولہ نے ابوالفضل عباس کو وزارت سے معزول کر کے محمد بن بقیہ کو عہدہ وزارت عطا کیا۔ محمد بن بقیہ ایک ادنیٰ درجہ کا آدمی تھا۔ عزالدولہ کے باورچی خانہ کا مہتمم تھا۔ اسی سال ابو تغلب بن ناصر الدولہ حمدان نے موصل میں اپنے باپ ناصر الدولہ کو قید کر لیا اور خود حکومت کرنے لگا۔ ابو تغلب کی شادی عزالدولہ کی لڑکی سے ہوئی تھی جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ ابو تغلب کے دو بھائی ابراہیم اور حمدان موصل سے بھاگ کر بغداد میں عزالدولہ کے پاس آئے اور ابو تغلب کی شکایت کر کے اس کے خلاف عزالدولہ سے امداد طلب کی۔ عزالدولہ نے اپنے وزیر محمد بن بقیہ اور سپہ سالار سبکتگین کو ہمراہ لے کر موصل پر چڑھائی کی۔ ابو تغلب موصل سے معہ دفاتر سنجار چلا گیا۔

عزالدولہ موصل میں داخل ہوا اور ابو تغلب نے سنجار سے بغداد کا قصد کیا۔ یہ سن کر عزالدولہ نے ابن بقیہ اور سبکتگین کو بغداد کے بچانے کے لیے بغداد کی طرف بھیجا اور خود موصل میں رہا۔ ابن بقیہ ابو تغلب کے پہنچنے سے پہلے بغداد میں پہنچ گیا اور سبکتگین نے بغداد کے باہر ابو تغلب کا مقابلہ کر کے اس کو روکنا چاہا۔ ادھر ابو تغلب اور سبکتگین کی لڑائیاں شروع ہوئیں' ادھر بغداد میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ اس فساد کی خبر سن کر سبکتگین اور ابو تغلب نے آپس میں صلح کر لی اور یہ ارادہ کیا کہ عزالدولہ اور تمام شیعوں کو بے دخل کر کے نئے خلیفہ کو تخت نشین کرنا چاہیے مگر بعد میں کچھ سوچ کر اس رادے سے باز رہے اور ابن بقیہ کو بغداد سے بلا کر ابو تغلب سے سبکتگین نے شرائط صلح طے کر لیں۔ ان شرائط کی موافق عزالدولہ نے لکھا کہ آپ موصل سے بغداد آجائیں اور ابو تغلب کو موصل کی حکومت سپرد کر دیں۔

ابو تغلب موصل پہنچا اور عزالدولہ اپنے خسر سے بغل گیر ہو کر ملا۔ عزالدولہ بغداد کی طرف آگیا۔ بغداد آکر عزالدولہ روپیہ وصول کرنے کے ارادے سے اہواز گیا' وہاں ترکوں اور دیلمیوں میں جو عزالدولہ کے ہمراہ تھے' فساد ہوا۔ عزالدولہ نے ترکوں کو سخت سزائیں دیں۔ اس کا حال سن کر سبکتگین نے جو بغداد میں تھا' علم بغاوت بلند کیا اور عزالدولہ کے مکان کو لوٹ کر اس کے خاندان والوں کو قید کر کے واسط بھیج دیا۔ یہ واقعہ ذیقعدہ سنہ۔ ۳۶۳ھ میں ہوا۔

اب بغداد میں سبکتگین کی حکومت قائم ہو گئی' جو سنی حکومت تھی۔ شیعوں کو بغداد سے نکال دیا۔ اس کے بعد خلیفہ مطیع کو اس امر پر مجبور کر دیا کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر لو کیونکہ فالج کے مرض سے بیکار اور ناقابل خلافت ہو گئے ہو۔ چنانچہ ماہ ذیقعدہ سنہ۔ ۳۶۳ھ میں خلیفہ مطیع نے اپنے آپ کو معزول کر لیا اور اس کے بیٹے عبدالکریم کو طائع اللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بٹھایا گیا۔ خلیفہ مطیع نے ساڑھے چھبیس برس برائے نام خلافت کی۔ جب سے ناصر الدولہ بن حمدان نے صوبہ موصل کو دبا لیا تھا۔ اس وقت سے

Marfat.com

رومیوں کے حملوں کی مدافعت اور رومیوں پر حملہ کرنا اسی سے متعلق ہو گیا تھا' پھر جب سنہ۔ ۳۶۳ھ میں جبکہ ناصر الدولہ کے بھائی سیف الدولہ بن حمدان نے حلب و حمص پر قبضہ کیا تو رومیوں کی لڑائیوں کا تعلق سیف الدولہ سے ہو گیا۔ سیف الدولہ نے بڑی قابلیت اور مستعدی سے رومیوں کے حملوں کو روکا اور ان کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

سنہ۔ ۳۶۳ھ میں عزالدولہ نے خلیفہ مطیع للہ کا نام خطبہ سے نکال دیا۔ اس پر خلیفہ نے بہت رنج و ملال کا اظہار کیا۔ عزالدولہ نے ناراض ہو کر خلیفہ کی تنخواہ بند کر دی۔ خلیفہ کو اپنا اثاث البیت فروخت کر کے اپنی گزر کرنی پڑی۔ خلع کے بعد مطیع اللہ کا خطاب شیخ الفاضل تھا۔ مطیع نے محرم سنہ۔ ۳۶۲ھ میں بمقام واسط وفات پائی۔ ابو بکر شبلی' ابو نصر فارابی متنبی شاعر نے اسی خلیفہ کے عہد میں وفات پائی تھی۔

طائع للہ

ابو بکر عبدالکریم طائع للہ بن مطیع للہ ایک ام ولد موسومہ ہزار کے بطن سے پیدا ہوا اور بعمر پینتالیس سال بعد از خلع مطیع بروز چہار شنبہ بتاریخ ۲۳/ذیقعدہ سنہ۔ ۳۶۳ھ تخت خلافت پر بیٹھا۔ سبکتگین کو نصر الدولہ کا خطاب اور پرچم عطا کیا اور بجائے عزالدولہ کے نائب السلطنت اور سلطان بنایا۔ اسی سال مکہ اور مدینہ میں معز عبیدی فرماں روائے مغرب کے نام کا خطبہ پڑھا جانا شروع ہوا۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جب خلیفہ مطیع نے خلع خلافت کیا ہے تو بغداد میں سبکتگین کی حکومت تھی اور عزالدولہ بن معزالدولہ اہواز میں تھا۔ سبکتگین نے عزالدولہ کی ماں اور بھائیوں کو واسط بھیج دیا تھا۔ یہ خبر سن کر عزالدولہ اپنی والدہ کی ملاقات کو واسط آیا اور اپنے چچا حسن بن بویہ المخاطب بہ رکن الدولہ کو جو فارس میں حکومت کر رہا تھا' سبکتگین اور ترکوں کے خلاف امداد بھیجنے کے لیے لکھا۔ رکن الدولہ نے اپنے وزیر ابوالفتح بن حمید کو ایک فوج دے کر اپنے بیٹے عضدالدولہ کے پاس اہواز میں بھیجا اور عضدالدولہ کو خط لکھا کہ تم بھی فوج لے کر اور ابوالفتح کے ساتھ مل کر اپنے چچازاد بھائی عز الدولہ کی مدد کو پہنچو۔ ادھر سبکتگین نے خلیفہ طائع للہ اور اس کے باپ مطیع دونوں کو ہمراہ لے کر ترکی فوج کے ساتھ واسط کی طرف کوچ کیا۔ ابو تغلب حاکم موصل نے یہ سن کر موصل سے روانہ ہو کر بغداد پر قبضہ کر لیا۔ واسط کے قریب پہنچ کر سبکتگین اور مطیع دونوں کا انتقال ہو گیا۔ ترکوں نے افتگین کو اپنا سردار بنا لیا اور واسط کا محاصرہ کر لیا۔ افتگین معزالدولہ بن بویہ کا آزاد ترکی غلام تھا۔ افتگین نے پچاس یوم تک نہایت سختی سے محاصرہ جاری رکھا۔

عضدالدولہ معہ اپنے باپ کے وزیر ابوالفتح بن حمید کے واسط پہنچا۔ عضدالدولہ کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر افتگین واسط سے محاصرہ اٹھا کر بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ افتگین کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر ابو تغلب بغداد چھوڑ کر موصل کو چل دیا۔ عزالدولہ اور عضدالدولہ دونوں نے چند روز واسط میں قیام کیا' پھر دونوں بھائیوں نے چاروں طرف سے بغداد کا محاصرہ کر لیا اور ہر طرف سے رسد کا آنا بند کر دیا۔ اہل شہر کو سخت

Marfat.com

تکلیف ہونے لگی۔ ترکوں نے افتکین کے مکان کو لوٹ لیا اور آپس میں فتنہ و فساد برپا کرنے لگے۔ آخر افتکین خلیفہ طائع للہ کو اپنے ہمراہ لے کر اور محاصرہ توڑ کر صاف نکل گیا اور تکریٹ میں جا کر دم لیا۔

جمادی الاول سنہ۔ ۳۶۴ھ میں عضد الدولہ اور عزالدولہ بغداد میں داخل ہوئے۔ عضد الدولہ نے ترکوں سے خط و کتابت کر کے ماہ رجب سنہ۔ ۳۶۴ھ میں خلیفہ طائع للہ کو بغداد واپس بلا لیا اور قصر خلافت میں فروکش کر کے بیعت کی اور عزالدولہ کو گرفتار کر کے خود حکومت کرنے لگا۔ محمد بن بقیہ کو عضد الدولہ نے واسط کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا۔ عزالدولہ کا بیٹا زبان نامی بصرہ میں حکومت کر رہا تھا۔ اس نے عضد الدولہ کی شکایت اور عزالدولہ کے گرفتار کر کے قید کر دینے کا حال لکھ کر رکن الدولہ کے پاس بھیج دیا۔ رکن الدولہ کو سخت ملال ہوا اور عضد الدولہ کو عتاب آموز فرمان لکھا۔ عضد الدولہ نے اس کے جواب میں اپنے نائب رکن الدولہ کو خط لکھا کہ:

"عزالدولہ میں ملک داری کی قابلیت اور طاقت نہ تھی۔ اگر میں دست اندازی نہ کرتا تو بنی بویہ کے قبضہ سے بغداد کی حکومت نکل جاتی۔ میں صوبہ عراق کا خراج تیس لاکھ درم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ اگر آپ صوبہ عراق کی نگرانی و حکومت اپنے ہاتھ میں لینا چاہتے ہیں تو شوق سے تشریف لائیں' میں فارس چلا جاؤں گا"۔

اس خط سے صاف ظاہر ہے کہ صوبہ عراق اور بغداد دیلمی حکومت کا ماتحت تھا اور دیلمیوں کا سب سے بڑا حاکم اس زمانہ میں رکن الدولہ تھا جو خراسان میں تھا اور خلیفہ بغداد صوبہ دار عراق کی نگرانی و ماتحتی کے اندر بغداد میں قیدیوں کی طرح تھا۔ آخر رکن الدولہ کے حکم کے موافق عضد الدولہ نے عزالدولہ کو قید سے نکال کر عراق کی حکومت سپرد کی اور یہ اقرار لیا کہ عراق میں خطبہ عضد الدولہ کے نام کا پڑھا جائے گا اور عز الدولہ اپنے آپ کو عضد الدولہ کا نائب سمجھے گا۔ ابوالفتح کو عزالدولہ کے پاس چھوڑا اور خود فارس کی طرف چلا گیا۔ افتکین ان واقعات کے بعد دمشق کی طرف گیا اور وہاں معز عبیدی کے عامل کو نکال کر خود دمشق پر قابض و متصرف ہو گیا۔ اہل دمشق افتکین کی حکومت سے خوش ہوئے کیونکہ وہاں روافض اپنے اعتقادات کو زبردستی لوگوں سے منواتے اور تنگ کرتے تھے۔ افتکین کے پہنچنے سے ان کو نجات ملی۔ افتکین نے بجائے عبیدی سلطان کے خلیفہ طائع کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ یہ واقعہ شعبان سنہ۔ ۳۶۴ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

عضد الدولہ کی حکومت : سنہ۔ ۳۶۲ھ میں رکن الدولہ کا انتقال ہو گیا۔ اس کے بعد عضد الدولہ باپ کا جانشین ہوا۔ عضد الدولہ کے خلاف عزالدولہ نے لشکر کی فراہمی کی تدبیریں کیں۔ عضد الدولہ کے ارادوں سے مطلع ہو کر بغداد پر چڑھ آیا۔ بغداد پر قبضہ کرنے کے بعد بصرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ یہ واقعہ آخر سنہ۔ ۳۶۶ھ کا ہے۔ سنہ۔ ۳۶۷ھ کے شروع ہونے پر عضد الدولہ نے اپنے باپ کے وزیر ابوالفتح بن عمید کو جو عزالدولہ کا ہمنوا ہو گیا تھا' پکڑ کر اندھا کر دیا اور قید میں ڈال دیا۔ عزالدولہ نے اپنے وزیر عمید کو جو عضد الدولہ کا ہمساز ہو گیا تھا' اندھا کر دیا اور موصل و شام کی طرف چلا گیا۔ وہاں سے ابو تغلب والی موصل کو اپنا ہمدرد بنا کر اور

Marfat.com

فوج لے کر بغداد پر حملہ آور ہوا۔ عزالدولہ کو عضدالدولہ نے لڑائی میں گرفتار کر کے قتل کر دیا اور ابو تغلب کے تعاقب میں جا کر موصل و جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ ابو تغلب آوارہ ہو کر قیصر روم کے پاس چلا گیا۔ وہاں قیصر نے اپنی لڑکی کی شادی ابو تغلب سے کر دی۔ بہر حال صوبہ موصل سے چند روز کے لیے بنو حمدان کی حکومت منقطع ہو گئی۔ سنہ۔ ۳۷۲ھ میں عضد الدولہ نے اپنی حکومت کے پانچ برس چھ مہینے کے بعد وفات پائی اور مرار دولت نے اس کے بیٹے کاکیجار کو عضدالدولہ کی جگہ مسند حکومت پر بٹھا کر صمصام الدولہ کے لقب سے ملقب کیا۔ خلیفہ طائع اللہ بھی رسم تعزیت ادا کرنے اور حکومت کی مبارک باد دینے صمصام الدولہ کے پاس آیا۔

صمصام الدولہ کی حکومت : صمصام الدولہ کے کئی بھائی تھے۔ منجملہ ان کے ایک شرف الدولہ تھا۔ اس نے صمصام الدولہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر کے فارس پر قبضہ کر لیا۔ سنہ۔ ۳۷۵ھ میں شرف الدولہ نے بغداد پر حملہ کیا۔ رمضان سنہ۔ ۳۷۶ھ میں شرف الدولہ نے صمصام الدولہ کو گرفتار کر کے بغداد پر قبضہ کیا۔ خلیفہ طائع للہ نے شرف الدولہ کو کامیابی پر مبارک باد دی۔ صمصام الدولہ کو فارس بھیج دیا گیا۔ وہاں پہنچ کر صمصام الدولہ آزاد کر دیا گیا۔

شرف الدولہ کی حکومت : شرف الدولہ جب بغداد' عراق پر قابض ہوا تو موصل میں فتنہ و فساد برپا تھا۔ بنو حمدان میں سیف الدولہ کے بعد اس کا بیٹا سعد الدولہ حلب وغیرہ پر حکمران تھا۔ شرف الدولہ بن عضد الدولہ دو برس آٹھ مہینے کی حکومت کے بعد سنہ۔ ۳۷۹ھ میں بعارضہ استسقا فوت ہوا۔ شرف الدولہ کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بہاؤالدولہ حکمران ہوا۔

بہاء الدولہ کی حکومت : بہاؤالدولہ کو خلیفہ طائع نے حسب دستور خلعت دیا اور مبارک باد دینے خود آیا۔ بہاؤالدولہ نے ابراہیم و حسین پسران ناصر الدولہ بن حمدان کو موصل کی حکومت پر مامور کر کے بطور عامل اپنی طرف سے بھیج دیا۔ مگر پھر اس انتظام پر پشیمان ہو کر موصل سے سابق عامل کو لکھا کہ ان کو حکومت سپرد نہ کی جائے لیکن ابراہیم و حسین نے زبردستی موصل پر قبضہ کر لیا۔ سنہ۔ ۳۸۰ھ میں بہاؤالدولہ نے اپنے بھتیجے ابو علی بن شرف الدولہ کو جو فارس میں حکومت کر رہا تھا' دھوکے سے بلا کر قتل کر ڈالا اور خود فارس کی طرف روانہ ہوا کہ وہاں کے خزائن پر قبضہ کرے۔ چنانچہ وہاں پہنچا اور فارس پر قبضہ کیا۔ اسی اثناء میں صمصام الدولہ نے جو فارس میں موجود تھا' اپنے گرد لوگوں کو جمع کر کے ملک پر قبضہ کرنا شروع کیا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ بہاؤالدولہ کو صمصام الدولہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کرنی پڑی کہ فارس پر صمصام الدولہ کا قبضہ رہے۔ اس صلح نامہ سے فارغ ہو کر بہاؤالدولہ بغداد کی طرف آیا۔ یہاں آ کر دیکھا تو شیعہ سنیوں میں لڑائی برپا تھی۔

بہاؤالدولہ نے دونوں کو مصالحت کرا کر خاموش کر دیا۔ ماہ رمضان سنہ۔ ۳۸۱ھ میں خلیفہ طائع للہ نے دربار عام کیا۔ بہاؤالدولہ تخت کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ امراء دولت آ رہے تھے اور خلیفہ کی دست بوسی کرنے کے بعد اپنی اپنی جگہ بیٹھتے جاتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک دیلمی سردار داخل ہوا۔ دست بوسی کے لیے

Marfat.com

بڑھا۔ خلیفہ نے اپنا ہاتھ بڑھایا' دیلمی نے ہاتھ پکڑ کر خلیفہ کو کھینچ لیا اور تخت سے نیچے گرا کر باندھ لیا۔ دربار خلافت اور قصر خلافت لٹنے لگے۔ بہاؤالدولہ اپنے مکان پر آیا اور دیلمی لوگ خلیفہ کو کھینچتے اور بے عزت کرتے ہوئے بہاؤالدولہ کے مکان پر آئے۔ بہاؤالدولہ نے مجبور کر کے خلیفہ طائع سے خلع خلافت کا اعلان کرایا اور ابو العباس احمد بن اسحاق بن مقتدر کو بلا کر قادر باللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بٹھایا۔ طائع کو قصر خلافت کے ایک حصہ میں قید و نظر بند کر دیا اور اس کی ضروریات کا بندوبست کر دیا۔ سنہ۔ ۳۹۲ھ تک طائع اسی حالت میں رہا اور پھر فوت ہو گیا۔

قادر باللہ

ابو العباس احمد قادر باللہ اسحاق بن مقتدر سنہ۔ ۳۳۶ھ میں ایک ام ولد موسومہ تمنی کے بطن سے پیدا ہوا اور ۱۲/ رمضان سنہ۔ ۳۸۱ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ صاحب دیانت سیاستدان تھا۔ نماز تہجد کبھی قضا نہیں کی۔ اعلیٰ درجہ کا فقیہہ تھا۔ تخت نشینی کے چند روز بعد ماہ شوال سنہ۔ ۳۸۱ھ میں قادر باللہ نے ایک دربار منعقد کیا۔ اس میں بہاؤالدولہ اور خلیفہ قادر باللہ نے ایک دوسرے کے وفادار رہنے کی قسمیں کھائیں۔ قادر باللہ نے اس تذلیل و تحقیر کو جو طائع للہ کے زمانے میں خلیفہ بغداد کی ہو چکی تھی' کم کرنے کی کوشش کی اور وقار خلافت کو قائم کرنے کا خواہش مند رہا مگر دیلمی اس طرح قابو یافتہ ہو چکے تھے اور خلافت کا مرتبہ اس قدر پست ہو چکا تھا کہ قادر باللہ کوئی بہت بڑا تغیر پیدا نہ کر سکا۔ تاہم اس نے طائع کے مقابلہ میں اپنے مرتبہ کو ضرور ترقی دی۔

سنہ۔ ۳۸۰ھ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ صمصام الدولہ اور بہاؤالدولہ کے درمیان اس بات پر صلح ہو گئی تھی کہ فارس پر صمصام الدولہ کی اور عراق پر بہاؤالدولہ کی حکومت رہے مگر بہاؤالدولہ نے سنہ۔ ۳۸۳ھ میں فارس پر فوجیں بھیجیں کہ صمصام الدولہ کے عاملوں کو بے دخل کر کے فارس پر قبضہ کر لیں۔ صمصام الدولہ نے ان فوجوں کو شکست دے کر بھگایا۔ سنہ۔ ۳۸۴ھ میں بہاؤالدولہ نے طغان ترکی کی ماتحتی میں ایک زبردست فوج فارس کی طرف روانہ کی۔ صمصام الدولہ سے متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ صمصام الدولہ اور بہاؤالدولہ کی لڑائیوں کا سلسلہ سنہ۔ ۳۸۸ھ تک جاری رہا۔ کبھی یہ کامیاب ہوتا' کبھی وہ۔ آخر ماہ ذوالحجہ سنہ۔ ۳۸۸ھ میں نو برس فارس میں حکومت کرنے کے بعد صمصام الدولہ گرفتار ہو کر مقتول ہوا اور فارس پر بہاؤالدولہ کا قبضہ ہو گیا۔ سنہ۔ ۳۸۹ھ میں بہاؤالدولہ خود فارس کے ملک میں گیا اور عراق کی حکومت ابو جعفر حجاج بن ہرمز کو سپرد کر کے بغداد میں چھوڑ گیا۔ خلیفہ قادر باللہ نے ابو جعفر کو عمید الدولہ کا خطاب دیا۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۳۸۹ھ میں خاندان سامانیہ کے قبضہ سے ماوراء النہر کا بھی تمام علاقہ نکل گیا اور اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ سنہ۔ ۳۸۴ھ میں خراسان ان کے قبضے سے نکل چکا تھا۔ بنو سامان کی سلطنت کے نصف حصہ پر تو بنی سبکتگین نے قبضہ کر لیا اور بقیہ نصف پر ترکوں کا قبضہ ہو گیا تھا۔ جس کا مفصل حال بعد میں ذکر کیا جائے گا۔

Marfat.com

چند روز کے بعد بغداد میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان فساد برپا ہوا۔ بہاؤالدولہ نے فارس میں یہ خبر سن کر عمید الدولہ کو عراق و بغداد کی حکومت سے معزول کر کے سنہ۔۳۹۰ھ میں ابو علی حسن بن ہرمز کو عنان حکومت دے کر عمید الجیوش کا خطاب دیا۔ عمید الجیوش نے شیعہ سنیوں کے فساد کو مٹایا اور اچھا انتظام ملک کا کیا۔ سنہ۔۳۹۱ھ میں عمید الجیوش کو معزول کر کے ابو نصر بن سابور کو عراق و بغداد کی حکومت سپرد کی۔ شیعہ سنیوں میں پھر فساد برپا ہوا مگر چند روز کے بعد مصالحت ہو گئی۔ سنہ۔۳۵۰ھ میں بہاؤالدولہ کا انتقال ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا سلطان الدولہ حکومت کرنے لگا۔ خلیفہ قادر باللہ نے اس کو سلطان الدولہ کا خطاب دیا۔

سلطان الدولہ کی حکومت : سلطان الدولہ نے جو اپنے باپ بہاؤالدولہ کی وفات کے بعد مسند حکومت پر متمکن ہوا' اپنے بھائی ابو الفوارس کو کرمان کی حکومت پر مامور کیا۔ کرمان میں ابو الفوارس کے پاس بہت سے دیلمی جمع ہوئے اور اس کو مشورہ دیا کہ تم اپنے بھائی سلطان الدولہ سے حکومت و ریاست چھین لو۔ چنانچہ ابو الفوارس نے کرمان سے فوج مرتب کر کے شیراز پر حملہ کر دیا۔ ادھر سے سلطان الدولہ نے مقابلہ کیا۔ جنگ عظیم کے بعد ابو الفوارس کو شکست ہوئی۔ سلطان نے اس کا تعاقب کیا' وہ کرمان واپس آکر کرمان میں نہ ٹھہر سکا کیونکہ سلطان الدولہ نے کرمان تک اس کا تعاقب کیا۔ کرمان سے ابو الفوارس سلطان محمود غزنوی بن سبتگین کے دربار میں پہنچا۔ سلطان محمود غزنوی نے اس کی تشفی و تسلی کی اور اپنے ایک سردار ابو سعید طائی کو فوج دے کر اس کے ساتھ کر دیا۔ ابو الفوارس یہ امداد لے کر دوبارہ فارس پر حملہ آور ہوا۔ اس مرتبہ بھی سلطان الدولہ نے شکست دے کر بھگایا۔ اس مرتبہ شکست کھا کر ابو الفوارس سلطان محمود غزنوی کے پاس اس لیے نہیں گیا کہ اس نے ابو سعید طائی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا تھا۔ چنانچہ بعد شکست وہ مہذب الدولہ حاکم بطیحہ کے پاس گیا' پھر خط و کتابت کر کے سلطان الدولہ سے اپنی خطا معاف کرا کر کرمان کی حکومت پر دوبارہ مامور ہوا۔

ترکوں کا خروج : چین اور علاقہ ماوراءالنہر کے درمیان ایک درۂ کوہ سے ترکوں کے قبائل جو ملک خطا کے رہنے والے تھے' خروج کیا اور طغاخان والی ترکستان کے علاقہ میں لوٹ مار اور قتل و غارت کا بازار گرم کر دیا۔ طغا خان نے بلاد اسلامیہ سے فوجیں جمع کر کے ایک لاکھ بیس ہزار کے لشکر سے ان کا مقابلہ اور تعاقب شروع کیا۔ اپنے علاقہ سے نکال کر پہاڑوں کے درے اور تنگ گزرگاہ میں تین مہینے کی مسافت پر پہنچ کر ان کو جالیا اور دو لاکھ آدمیوں کو قتل کر کے واپس ہوا۔ اس طرح ان ترکوں کو جنہیں مغل کہنا چاہیے' اچھی طرح نصیحت ہو گئی۔ یہ واقعہ سنہ۔۴۰۸ھ میں وقوع پذیر ہوا۔

سلطان الدولہ نے اپنے بھائی مشرف الدولہ کو عراق کا گورنر بنا دیا تھا۔ مشرف الدولہ نے عراق میں سلطان الدولہ کے خطبے کو موقوف کر کے اپنے نام کا خطبہ پڑھوانا شروع کر دیا اور سلطان الدولہ کو معزول کر دیا۔ یہ واقعہ سنہ۔۴۱۱ھ میں واقع ہوا۔

مشرف الدولہ کی حکومت: مشرف الدولہ کی حکومت و امارت کو جب سب دیلمی سرداروں نے جو

Marfat.com

عراق میں موجود تھے' منظور کر لیا تو سلطان الدولہ نے اپنے بیٹے ابو کالیجار کو فوج دے کر روانہ کیا۔ ابو کالیجار نے اہواز پر قبضہ کر لیا۔ چند معرکہ آرائیوں کے بعد سنہ۔ ۴۱۲ھ میں کوفہ کے اندر شیعوں اور سنیوں میں سخت فساد ہوا۔ اس فساد کے شعلے بغداد تک بھی پہنچے۔ یہاں بھی فساد برپا ہو گیا۔ دیلمی جو قابو یافتہ تھے' شیعہ تھے۔ خلیفہ جو کوئی طاقت نہ رکھتا تھا' سنی تھا۔ ترکوں کی آبادی بغداد و سامرا میں کافی تھی۔ ترک بھی سب سنی تھے اور اسی بنا پر وہ خلیفہ کے احکام کی تعمیل سب ضروری سمجھتے تھے۔ خلیفہ قادر نے ان تمام حالات پر خوب غور کر کے سنیوں کی امداد و حمایت میں کئی مرتبہ جرات سے کام لیا اور شیعوں کو ان کی ناشدنی حرکات سے روکا۔ اس طرح ترکوں اور بغداد کے سنیوں کی ایک معقول تعداد خلیفہ قادر باللہ کی حامی تھی اور یہی وجہ تھی کہ خلیفہ قادر باللہ نے کچھ نہ کچھ رعب و وقار حاصل کیا۔ ماہ ربیع الاول سنہ۔ ۴۱۶ھ میں مشرف الدولہ نے اپنی حکومت کے پانچویں سال وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بھائی ابو طاہر جلال الدولہ والی بصرہ مسند نشین ہوا۔

جلال الدولہ کی حکومت : مشرف الدولہ کی وفات کے بعد بغداد میں جلال الدولہ کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ جلال الدولہ بصرہ سے روانہ ہو کر بجائے بغداد آنے کے واسط چلا گیا۔ اس پر بغداد والوں نے اس کا نام خطبہ سے خارج کر کے اس کے بھتیجے ابو کالیجار بن سلطان الدولہ کا نام خطبہ میں داخل کر دیا۔ ابو کالیجار اس زمانہ میں اپنے چچا ابو الفوارس سے کرمان میں جنگ آزما تھا۔ اہل بغداد نے ابو کالیجار کو بغداد طلب کیا لیکن وہ بغداد نہ آ سکا۔ یہ سن کر جلال الدولہ واسط سے بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ بغداد کی فوجوں نے اس کو بغداد میں داخل نہیں ہونے دیا اور شکست دے کر واپس کر دیا۔ جلال الدولہ پھر بصرہ چلا گیا۔ جب اہل بغداد کو ابو کالیجار کے آنے سے مایوسی ہوئی تو خراسانیوں' ترکوں اور دیلمیوں نے مل کر یہ مشورہ کیا کہ جلال الدولہ کے واپس کر دینے کے بعد اب بہت زیادہ ممکن ہے کہ کوئی کر دیا عرب سردار بغداد پر مستولی ہو جائے۔ اگر کوئی عرب مستولی ہو گیا تو پھر ترکوں یا دیلمیوں کا بغداد پر قبضہ غیر ممکن ہو جائے گا اور عربوں کی حکومت بصرہ' شام' حجاز' یمامہ' بحرین اور موصل وغیرہ صوبوں سے بہت جلد امداد حاصل کر کے مضبوط ہو جائے گی۔

یہ سوچ کر جلال الدولہ کے پاس خطوط روانہ کئے گئے اور اس کو بلا تامل بغداد کی طرف آنے کی دعوت دی گئی۔ چنانچہ جلال الدولہ وارد بغداد ہوا اور حکومت کرنے لگا۔ اس کا نام خطبوں میں داخل ہوا۔ سنہ۔ ۴۱۸ھ میں جلال الدولہ نے حکم دیا کہ نماز پنج وقتہ میں نقارہ بجایا جائے۔ خلیفہ قادر باللہ نے اس کو بدعت ہونے کی وجہ سے سخت ناپسند کیا اور اس حکم کو واپس لینے کی تاکید جلال الدولہ کو کی۔ جلال الدولہ نے اپنا یہ حکم منسوخ تو کر دیا مگر خلیفہ سے بہت کبیدہ خاطر ہو گیا۔ چند روز کے بعد پھر خلیفہ نے اجازت دے دی اور جلال الدولہ نے نقارہ بجنے کا حکم جاری کر دیا۔

سنہ۔ ۴۱۹ھ میں ترکوں نے جلال الدولہ کے خلاف بغاوت کی مگر خلیفہ قادر باللہ نے درمیان میں پڑ کر مصالحت کرا دی۔ اس کے بعد ابو کالیجار نے عراق پر حملہ کیا۔ جلال الدولہ نے اس کے مقابلہ پر فوجیں روانہ کیں۔ اس طرح لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ دونوں ایک دوسرے سے لڑتے رہے' ابھی سلسلہ جنگ ختم نہ

Marfat.com

ہونے پایا تھا کہ خلیفہ قادر باللہ نے سنہ۔ ۴۲۲ھ میں انتقال کیا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ابو جعفر عبداللہ قائم بامر اللہ کے لقب سے تخت خلافت پر بیٹھا۔ شیخ تقی الدین صلاح نے قادر باللہ کو فقہائے شافعیہ میں شمار کیا ہے۔

قائم بامر اللہ

ابو جعفر عبداللہ قائم بامر اللہ بن قادر باللہ ۱۵/ذیقعدہ سنہ۔ ۳۹۱ھ میں ایک ارمنی ام ولد موسومہ بدر الدجی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ خوبصورت' عابد' زاہد' صابر' ادیب' خوش خط' سخی' صدقہ دینے والا' احسان کرنے والا شخص تھا۔ جلال الدولہ کے قوائے حکمرانی خود کمزور ہو گئے تھے۔ اس کی فوج میں آئے دن بغاوت برپا رہتی تھی۔ سنہ۔ ۴۲۵ھ میں جلال الدولہ نے خود بغداد کے محلہ کرخ میں اقامت اختیار کی اور ارسلان ترکی المعروف بہ بساسیری کو بغداد کے حصہ غربی پر مامور کیا۔ بساسیری نے غلبہ و تسلط حاصل کر کے اہل بغداد کو بہت ستایا اور خلیفہ کو بھی تنگ رکھا اور انواع واقسام کی گستاخیاں کر کے خلیفہ کو بالکل بے دست وپا اور مثل قیدی کے بنادیا۔

شیعہ سنیوں میں فسادات برپا ہوئے۔ بساسیری بھی چونکہ شیعوں کا حامی تھا' اس لیے سنیوں کو بڑے بڑے نقصانات برداشت کرنا پڑے۔ سنہ۔ ۴۲۷ھ میں فوج نے بغاوت کی اور جلال الدولہ کے مکان کا محاصرہ کر کے لوٹ لیا۔ جلال الدولہ تکریت چلا گیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے بیچ میں پڑ کر فوج کے ترکوں اور جلال الدولہ میں مصالحت کرادی۔ سنہ۔ ۴۲۸ھ میں جلال الدولہ اور اس کے بھتیجے ابو کالیجار میں مصالحت ہو گئی اور ایک دوسرے نے اتحاد واتفاق کے قائم رکھنے کی قسمیں کھائیں۔

سنہ۔ ۴۲۶ھ میں جلال الدولہ نے خلیفہ قائم بامر اللہ سے درخواست کی کہ مجھ کو ملک الملوک کا خطاب دیا جائے۔ خلیفہ نے علماء و فقہاء سے اس خطاب کے جواز کی نسبت استفتا کیا۔ بعض نے جواز کا فتویٰ دیا۔ بعض نے اس کو ناجائز بتایا۔ آخر خلیفہ نے جلال الدولہ سے مجبور ہو کر مجوزین کی رائے پر عمل کیا اور جلال الدولہ کو "ملک الملوک" کا خطاب دے دیا۔ سنہ۔ ۴۳۱ھ میں ابو کالیجار نے بصرہ پر فوج کشی کر کے وہاں کے عامل کو بے دخل کر کے قبضہ کر لیا اور اپنے بیٹے عزالملوک کو بصرہ کی حکومت سپرد کر کے خود اہواز کی جانب چلا گیا۔ اسی سال طغرل بیگ سلجوقی نے خراسان میں سلطان مسعود بن محمود سبکتگین کے سپہ سالار کو شکست دی اور نیشاپور پر قابض ہو گیا اور خراسان پر مستولی ہو کر سلطان اعظم کے لقب سے مشہور ہوا۔

اسی سال طغرل بیگ اور جلال الدولہ کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا اور خلیفہ نے اپنے خاص ایلچی قاضی ابوالحسن کو طغرل بیگ کے پاس روانہ کیا۔ ماہ شعبان سنہ۔ ۴۳۵ھ میں جلال الدولہ نے وفات پائی اور لوگوں نے اس کے بیٹے ابو منصور ملک العزیز کو جلال الدولہ کا قائم مقام بنایا مگر ملک العزیز لشکریوں کو ان کے حسب منشاء انعام و وظائف نہ دے سکا۔ لشکر میں بددلی پیدا ہوئی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ابو کالیجار نے بہت سامال سرداران فوج کے پاس بغداد میں بھیج دیا اور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ماہ صفر سنہ۔ ۴۳۶ھ میں وہ بغداد

Marfat.com

میں داخل ہوااور خلیفہ نے اس کو "محی الدین" کا خطاب عطا کیا۔ سنہ۔۴۳۹ھ میں ابو کالیجار المخاطب بہ محی الدین بن سلطان الدولہ بن بہاؤالدولہ بن عضد الدولہ بن رکن الدولہ بن بویہ دیلمی نے سلطان طغرل بیگ سے اپنی بیٹی کا عقد کر کے مصالحت کی۔

ابو کالیجار کی حکومت : ابو کالیجار نے نائب السلطنت بن کر اصفہان و کرمان کے علاقوں پر اپنی تدبیر و رائے اور چالاکی و فوج کشی وغیرہ کے ذریعہ قبضہ کیااور سواچار برس حکومت کر کے سنہ۔۴۴۰ھ میں فوت ہوا۔ اس کی جگہ بغداد میں اس کا بیٹاابو نصر فیروز مسند نشین ہوااور "ملک الرحیم" اپنالقب رکھا۔

ملک الرحیم کی حکومت : ملک الرحیم نے بغداد و عراق میں حکومت شروع کی اور اس کے دوسرے بھائی نے شیراز پر قبضہ کیا۔ اسی سال اہل بغداد میں سخت فساد برپا ہوا۔ بنائے فساد وہی شیعہ سنی کا جھگڑا تھا۔ اس کے بعد ملک الرحیم نے اپنے بھائی ابو منصور خسرو پر جس نے شیراز پر قبضہ کر لیا تھا' چڑھائی کی لڑائیاں ہوئیں۔ اس کے بعد ملک الرحیم کے دوسرے بھائیوں اور رشتہ داروں نے عراق میں علم بغاوت بلند کئے۔ سنہ۔۴۴۲ھ میں شیعوں سنیوں کے درمیان بغداد میں فساد ہوااور سینکڑوں آدمی طرفین سے مارے گئے۔

اسی سال سلطان طغرل بیگ نے اصفہان پر قبضہ کر لیااور اپنے بھائی ارسلان بن داؤد کو بلاد فارس کی طرف روانہ کیا۔ ارسلان بن داؤد نے سنہ۔۴۴۴ھ میں صوبہ فارس پر قبضہ کر لیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے سلطان طغرل بیگ کے پاس ان تمام صوبوں کی سند حکومت بھیج دی جو اس نے فتح کر لیے تھے۔ سنہ۔۴۴۳ھ میں عید کے موقعہ پر سلطان طغرل بیگ بغداد میں آیااور خلیفہ کی دست بوسی کا فخر حاصل کیااور خلعت واعزاز سے مشرف ہو کر واپس چلا گیا۔ سنہ۔۴۴۵ھ میں بغداد کے اندر شیعہ سنیوں میں ایک بڑا فساد برپا ہوا۔ بغداد کے کئی محلے اس فساد میں جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے اس فساد کو بہ مشکل فرو کیا۔ ملک الرحیم شیراز اور بصرہ وغیرہ میں اپنے بھائی بھتیجوں سے مصروف جنگ رہا۔ یہاں تک کہ سنہ۔۴۴۷ھ کا زمانہ آگیا۔

اس عرصہ میں سلطان طغرل بیگ نے آذربائیجان و جزیرہ پر قبضہ کر لیا۔ رومیوں پر جہاد کیا' وہاں سے بے قیاس مال و دولت حاصل کرنے کے بعد خراسان و فارس کے قبضہ کو مکمل کر کے موصل و شام پر قبضہ کیا۔ حج ادا کرنے کے لیے بیت اللہ شریف آگیا۔ وہاں سے واپس ہو کر رے و خراسان کے انتظام و اہتمام کی طرف متوجہ ہوا۔ بغداد اور اس کے نواح میں اوباشوں اور بدمعاشوں نے بڑی بدامنی پیدا کر رکھی تھی۔ سنہ۔۴۴۷ھ میں طغرل بیگ نے خلیفہ قائم بامر اللہ کی خدمت میں اطاعت و عقیدت کا ایک خط بھیجا۔ اسی زمانہ میں ملک عبدالرحیم بصرہ سے بغداد آیااور خلیفہ کو مشورہ دیا کہ طغرل بیگ سے مراسم اتحاد کا قائم رکھانا ضروری ہے۔ خلیفہ نے ماہ رمضان المبارک سنہ۔۴۴۷ھ میں حکم دیا کہ سلطان طغرل بیگ کا نام خطبوں میں لیا جائے۔ سلطان طغرل بیگ یہ سن کر خوش ہوااور خلیفہ سے حاضری کی اجازت طلب کی۔ خلیفہ نے اجازت دی اور سرداران لشکر بغداد نے سلطان طغرل بیگ کے پاس اپنی اطاعت و فرماں برداری کے اظہار میں عریضے روانہ

Marfat.com

کئے۔۲۵/رمضان سنہ۔۴۴۷ھ کو بغداد میں سلطان طغرل بیگ کے استقبال کا اہتمام کیا گیا۔

بساسیری چونکہ شیعہ تھا اور حاکم مصر عبیدی سے سازش رکھتا تھا' اس نے بغداد میں فساد برپا کرادیا۔ طغرل بیگ نے وارد بغداد ہو کر ہر طرح کا انتظام کیا۔ دیلمیوں کے زور قوت کو توڑا۔ سنہ۔۴۴۸ھ کے شروع ہونے پر سلطان طغرل بیگ نے اپنی بھتیجی خدیجہ المخاطب بہ ارسلان خاتون بنت داؤد کا نکاح خلیفہ قائم بامر اللہ سے کر کے خاندان خلافت سے رشتہ داری قائم کی۔ آخر شوال سنہ۔۴۸۴ھ کو سلطان طغرل بیگ کے چچازاد بھائی قطلمش نے بساسیری سے مقام سنجار کے قریب لڑائی کی' قطلمش کو شکست ہوئی۔

بساسیری نے صوبہ موصل پر قبضہ کر کے مستنصر عبیدی حاکم مصر کے نام کا خطبہ جاری کیا اور صوبہ جزیرہ کا والی بھی باغی ہو گیا۔ سلطان طغرل بیگ نے موصل پر چڑھائی کی اور اس کو فتح کر کے باغیوں کو قرار واقعی سزا دے کر سنہ۔۴۴۹ھ کے شروع ہونے پر بغداد کی طرف لوٹا۔ خلیفہ نے بڑی عزت و تکریم کی' ایک دربار منعقد کیا گیا۔ خلیفہ نے طغرل بیگ کو کمک "المشرق والمغرب" کا خطاب دے کر تمام ملکوں کی حکومت و انتظام کی سند عطا کی۔

اس عرصہ میں بساسیری اور والی مصر عبیدی نے سلطان طغرل بیگ کے بھائی ابراہیم کو بہکا کر ہمدان میں بغاوت کرادی۔ سلطان طغرل بیگ ہمدان کی بغاوت فرو کرنے کے لیے بغداد سے روانہ ہوا۔ بساسیری نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر بغداد پر قبضہ کر لیا اور جامع بغداد میں مستنصر عبیدی کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ یہ واقعہ ۔۔۔۔۔ذیقعدہ سنہ۔۴۵۰ھ کا ہے۔ بغداد کے شیعوں نے بساسیری کی ہر طرح مدد کی۔ بساسیری نے بغداد کے اندر اذانوں میں "حی علیٰ خیر العمل" کا اضافہ کرایا۔ بساسیری کے مظالم سے تنگ آکر بغداد کے سنیوں نے بغاوت کی مگر بساسیری کی فوج سے شکست کھا کر مقتول ہوئے۔ بساسیری نے خلیفہ کے وزیر اعظم معروف بہ رئیس الرؤسا کو پکڑ کر صلیب پر چڑھادیا۔ یہ واقعہ آخر ذی الحجہ سنہ۔۴۵۰ھ کو وقوع پذیر ہوا۔ بساسیری نے مستنصر عبیدی کے پاس مصر میں بشارت نامہ روانہ کیا اور امداد طلب کی مگر مصر سے کوئی امداد اس کو نہ پہنچی۔ ادھر بساسیری کے پاس خبر پہنچی کہ سلطان طغرل بیگ کو اپنے بھائی ابراہیم کے مقابلے میں فتح حاصل ہو چکی ہے۔ خلیفہ قائم بامر اللہ اور اس کی بیوی ارسلان خاتون کو گرفتار کر کے بغداد سے باہر کسی مقام پر نظر بند کر دیا اور قصر خلافت کو لٹوادیا گیا تھا۔ طغرل بیگ یہ تمام خبریں سن کر بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔

بساسیری یہ خبر سن کر ۶/ذیقعدہ سنہ۔۴۵۱ھ کو پورے ایک سال بعد بغداد سے چل دیا۔ طغرل بیگ بغداد میں داخل ہوا' خلیفہ کو بغداد میں بلوایا اور تخت خلافت پر بٹھا کر معذرت کی کہ میری غیر حاضری کی وجہ سے آپ کو اس قدر اذیت پہنچی۔ اس عرصہ میں داؤد برادر طغرل بیگ کا خراسان میں انتقال ہو گیا تھا۔ ۲۵/ ذیقعدہ سنہ۔۴۵۱ھ کو خلیفہ قائم بامر اللہ بغداد میں داخل ہوا۔

دولت بنی بویہ پر ایک نظر : بویہ ماہی گیر دیلمی کی اولاد کا حال اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ انہیں لوگوں نے خلافت پر مستولی ہو کر خلافت کی عزت کو خاک میں ملایا۔ سو برس سے زیادہ عرصہ تک یہ لوگ خلیفہ بغداد اور

Marfat.com

عراق و فارس پر قابض و متصرف رہے۔ یہ لوگ شیعہ تھے' اس لیے سنیوں کو اس سو سال کے عرصہ میں جو اذیتیں پہنچی ہیں ان کا تصور بہت ہی دردانگیز ہے مگر ان کے دور حکومت میں علویوں کو کوئی خاص نفع نہیں پہنچا۔ یہ لوگ اگرچہ محبّ اہل بیت ہونے کا دعویٰ کرتے تھے مگر انہوں نے کسی علوی کو طاقتور بنانے اور برسر حکومت لانے کی کوشش نہیں کی۔ ان میں بعض شخص علم دوست بھی مشہور ہیں اور ان کے زمانے میں بعض مدارس بھی جاری ہوئے مگر ان سب پر مجوسیت غالب تھی اور انہوں نے حکومت عباسیہ کو مٹا کر اپنی قوم و خاندان کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کی۔

ان کے زمانے میں عربی سیادت کے تمام نقوش مٹ گئے۔ ان کے کارناموں میں سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے سو برس سے زیادہ عرصہ تک شیعہ سنیوں کو برسر جنگ رکھا اور مذاہب اسلام میں بعض ایسی شرکیہ مراسم جاری کیں جو آج تک مسلمانوں کے گلے میں طوق لعنت بنی ہوئی پڑی ہیں۔ ان کی حکومت کا دائرہ فارس و عراق سے باہر تک نہیں پہنچا۔ خراسان و ماوراء النہر پر ان کو حکومت کرنی نصیب نہیں ہوئی۔ شام و حجاز بھی ان کے اثر سے پاک رہا۔ ان کی حکمرانی کے سو سوا سو برس بد نظمی' لوٹ مار اور فتنہ و فساد سے لبریز ہیں۔ لہذا خاندان بویہ مسلمانوں کے لیے کوئی مبارک خاندان نہ تھا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کے رعب و وقار اور اسلامی سلطنت کی عظمت کو برباد کرنے میں سب سے زیادہ کام کیا اور ایسی کوئی یادگار نہ چھوڑی جس پر آج مسلمان فخر کر سکیں۔ بہر حال سنہ ۴۴۷ھ میں اس خاندان کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ سلجوقیہ حکومت' قائم بامر اللہ کے عہد خلافت میں قائم ہو گئی۔

دولت سلجوقیہ کی ابتدا

دولت سلجوقیہ کا حال خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں اس طرح بیان نہ ہو گا جیسا کہ دولت بنو بویہ کا حال اوپر ہو چکا۔ دولت سلجوقیہ کی تاریخ علیحدہ کسی باب میں لکھی جائے گی۔ اس وقت یہ بتا دینا ضروری ہے کہ دولت سلجوقیہ کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ اس کے بعد خلفاء بنو عباس میں کسی اور خاندان کی حکومت کی تاریخ بیان کرنے کی بھی ضرورت غالباً پیش نہ آئے گی۔ خاندان سامان اور خاندان سبکتگین غزنوی کو بھی ابھی نہیں چھیڑا گیا ہے۔

ترکوں کی قوم سرحد چین سے خوارزم' شاش' فرغانہ' بخارا' سمرقند' ترمذ تک آباد تھی۔ مسلمانوں نے ان لوگوں کو شکستیں دے کر ان کے سرداروں کو اپنا باج گزار بنا لیا تھا لیکن انہیں کی قوم کے بعض قبائل سرحد چین کے قریب پہاڑوں کے دشوار گزار دروں میں ایسے بھی باقی تھے' جو ابھی تک مسلمانوں کی فرماں برداری سے آزاد اور چین و ترکستان وغیرہ سے بالکل بے تعلق زندگی بسر کرتے تھے۔ ان لوگوں نے سنہ ۴۰۰ھ کے قریب اپنے دروں سے نکل نکل کر ماوراء النہر کے ان علاقوں پر چھاپے مارنے شروع کیے جو سامانی خاندان کی بربادی کے بعد وہاں کے ترک سرداروں کے قبضے میں تھے۔

ان علاقوں میں اسلام پھیل چکا تھا۔ سب سے بڑا سردار ایلک خان اس طرف حکمران تھا' لوٹ مار کی

Marfat.com

چاٹ نے بار بار ان ترکوں کو جو ابھی تک اسلام سے نا آشنا زندگی بسر کر رہے تھے۔ ترکستان وماوراءالنہر پر حملہ آور کیا۔ سنہ۔۴۱۸ھ تک یہ ترک اپنے پہاڑی دروں سے نکل نکل کر آذربائیجان تک پہنچ گئے تھے اور ملک کی عام بد نظمی اور خلافت اسلامیہ کی کمزوری نے ان کو دور دور تک پہنچنے اور آباد علاقوں کو لوٹنے کا موقعہ دیا۔

سنہ۔۴۱۸ھ میں ان لٹیرے ترکوں کا ایک شریف و معزز قبیلہ جو ابھی تک اپنی جگہ سے نہ ہلا تھا' ترکستان کی طرف متوجہ ہوا اور بخارا سے بیس فرسنگ کے فاصلہ پر ایک سبزہ زار میں سر رہ گزر مقیم ہوا۔ اس قبیلے کے سردار کا نام سلجوق تھا۔ یہ لوگ اپنے پیش رو ترکوں کی نسبت مہذب اور شریف الطبع تھے۔ ان کے مویشی ان کے ہمراہ تھے۔ ان کی جمعیت کثیر تھی۔ ان کے جسم زیادہ مضبوط اور یہ لوگ شریف و معزز ہونے کی وجہ سے زیادہ بہادر بھی تھے۔ سلطان محمود غزنوی کے عامل طوس نے محمود غزنوی کو اس نئے قبیلے کے آنے سے اطلاع دی اور لکھا کہ ان لوگوں کا بخارا کے متصل خیمہ زن ہونا خطرہ سے خالی نہیں ہے۔ سلطان محمود غزنوی نے اس طرف خود توجہ کی اور وہاں پہنچ کر ان ترکوں کے پاس پیام بھیجا کہ اپنا ایک نمائندہ ہمارے دربار میں بھیجو۔ وہاں سے ارسلان بن سلجوق یا اسرائیل بن سلجوق دربار محمودی میں حاضر ہوا۔

محمود غزنوی نے اس کو بطور یرغمال اور بطور ضمانت امن وامان گرفتار کر کے ہندوستان کے قلعہ میں بھیج دیا۔ دو تین سال کے بعد محمود غزنوی فوت ہو گیا اور ترکوں کا یہ قبیلہ اپنے سامنے خراسان کے میدانوں کو سہل الحصول دیکھ کر خراسان میں پھیل گیا۔ جو قبائل ان سے پہلے آ آ کر خراسان میں مصروف و غارت گری تھے' وہ بھی سب آ آ کر ان میں شامل ہونے شروع ہو گئے۔ محمود غزنوی کے بیٹے مسعود غزنوی نے ان کو روکا ٹوکا اور متعدد لڑائیاں ہوئیں مگر بالآخر انھوں نے غزنویوں کو خراسان سے بے دخل کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ محمود غزنوی کی اولاد دم بدم کمزور ہوتی گئی اور انہوں نے اس قبیلے یعنی سلجوقی سے صلح کر کے خراسان سے دست بردار ہو جانے کو غنیمت سمجھا۔ بویہ کی اولاد آپس کی خانہ جنگی میں مبتلا تھی۔ نیز اس میں سلجوقیوں کے مقابلہ کی قابلیت و ہمت بھی نہ تھی۔ لہذا سلجوقیوں نے حیرت انگیز طور پر ترقی کے مدارج طے کئے۔ بغداد میں چونکہ عباسی خلیفہ موجود تھا' اس لیے سلجوقیوں کے دلوں میں اس کا ادب بہت زیادہ تھا۔

سلجوقی قبیلہ اپنی ملک گیری کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے ہی نواح بخارا کے میدانوں میں اسلام کو قبول کر چکا تھا اور شیعوں کے اثر سے متاثر نہ ہوا تھا کیونکہ ماوراءالنہر اور بخارا وغیرہ میں تمام مسلمان سنی مذہب رکھتے تھے اور یہی سلجوقیوں کا مذہب تھا جو لوگ بنو بویہ کے مظالم سے تنگ آ چکے تھے' انہوں نے بھی سلجوقیوں کو اپنے لیے فرشتہ رحمت سمجھا۔ سلجوقیوں کے سردار طغرل بیگ نے خراسان' آذربائیجان' جزیرہ وغیرہ کو اول فتح کر کے اپنی طاقت کو بڑھایا۔ اس کے بعد جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ بغداد کی طرف متوجہ ہوا۔ اس طرح دیلمیوں کو بے دخل کر کے بغداد میں خود نائب السلطنت کا مرتبہ پایا اور ایک عرصہ دراز تک اس کے خاندان میں حکومت رہی اور اس کے جانشین الپ ارسلان سلجوقی نے دریائے ڈینیوب سے دریائے سندھ تک ایک عظیم الشان سلطنت جو ہر طرح نہایت مضبوط و باہیبت تھی' قائم کی۔ بہر حال اب ہم کو خلیفہ قائم بامر اللہ کے بقیہ

Marfat.com

حالات کی طرف ملتفت ہونا چاہیے۔

سنہ۔۴۱۵ھ میں سلطان طغرل کے بھائی چغری بیگ داؤد والی خراسان نے غزنوی سلطان سے صلح کی اور اسی سال ابوالفضل بیہقی نے جو سلطان مسعود غزنوی کا میر منشی تھا' بعہد سلطان ابراہیم غزنوی تاریخ بیہقی تصنیف کی۔چغری بیگ داؤد کے انتقال پر سلطان طغرل بیگ نے اپنی بھاوج والدہ سلیمان سے نکاح کر لیا۔اسی سال یعنی ماہ ذوالحجہ سنہ۔۴۵۱ھ میں سلطان طغرل بیگ نے بساسیری کو جبکہ وہ کوفہ میں پہنچ کر قتل وغارت میں مصروف تھا' حملہ کر کے گرفتار و قتل کیا اور اس کا سر کاٹ کر بغداد بھیج دیا۔جہاں وہ قصر خلافت کے دروازے پر لٹکایا گیا۔

محرم سنہ۔۴۵۲ھ میں سلطان طغرل بیگ نے بغداد کے انتظام سے فارغ ہو کر اوسط کی طرف کوچ کیا۔وہاں کے انتظام سے فارغ ہو کر ربیع الاول سنہ۔۴۵۲ھ میں بلاد جبل و آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔۱۵/ ربیع الثانی سنہ۔۴۵۳ھ کو ابوالفتح بن احمد اہواز سے بغداد میں آیا اور خلیفہ نے اس کو قلمدان وزارت عطا کیا۔چند ہی روز بعد ابونصر بن جہیر بن مروان کو فخر الدولہ کا خطاب دے کر عہدہ وزارت دیا گیا اور ابوالفتح معزول ہو کر اہواز چلا گیا۔

سنہ۔۴۵۳ھ میں سلطان طغرل بیگ نے اپنی بیوی یعنی والدہ سلیمان کے فوت ہونے پر ابو سعد قاضی رے کی معرفت خلیفہ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اپنی بیٹی سیدہ کا نکاح مجھ سے کر دیجئے۔خلیفہ نے انکار کیا' اس کے بعد طغرل بیگ نے اپنے وزیر عمید الملک کندری کو بھیجا۔عمید الملک نے جمادی الآخر سنہ۔۴۵۴ھ تک بغداد میں مقیم رہ کر خلیفہ کو آمادہ کرنے کی ہر طرح کی کوشش کی مگر ناکام رہا اور طغرل بیگ کی خدمت میں واپس گیا۔طغرل بیگ نے بغداد کے قاضی القضاۃ اور شیخ ابو منصور بن یوسف کے نام عتاب آمیز خطوط روانہ کئے۔ان لوگوں نے بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر خلیفہ کو لڑکی کے نکاح کر دینے کی ترغیب دی۔ خلیفہ نے یہ دیکھ کر کہ اب یہ معاملہ طول کھینچے گا' اسی کو مناسب سمجھا کہ طغرل بیگ کے ساتھ لڑکی کی شادی کر دی جائے۔علاوہ ازیں خلیفہ کی بیوی ارسلان خاتون بھی جو طغرل بیگ کی بھتیجی تھی' خلیفہ کو آمادہ کر رہی تھی۔ بہر حال خلیفہ قائم بامر اللہ نے طغرل بیگ کی درخواست کو منظور کر لیا اور طغرل بیگ کے وزیر عمید الملک کو شہزادی سیدہ کے نکاح کا وکیل مقرر کیا اور اس کے پاس اطلاع بھیج دی۔چنانچہ ماہ شعبان سنہ۔۴۵۴ھ میں تبریز کے کیمپ میں خلیفہ کی بیٹی اور طغرل بیگ کا نکاح ہو گیا۔

اس نکاح کے بعد طغرل بیگ نے خلیفہ اور خلیفہ کی بیٹی کے لیے مال اور اسباب اور زر و جواہر ہدیۃً بھیجے اور اپنی فوت شدہ بیوی کی تمام جاگیریں سیدہ بنت خلیفہ قائم بامر اللہ کے نام منتقل کر دیں۔اس کے بعد ماہ محرم سنہ۔۴۵۵ھ میں سلطان طغرل بیگ آرمینیا سے بغداد کی جانب روانہ ہوا اور شہزادی کی رخصتی عمل میں آئی۔طغرل بیگ ماہ ربیع الاول تک بغداد میں رہا۔اس کے بعد بلاد جبل کی طرف معہ اپنی بیوی سیدہ خاتون کے روانہ ہوا۔جس وقت رے میں پہنچا' بیمار ہو گیا اور ۸/ رمضان سنہ۔۴۵۵ھ کو فوت ہو گیا۔

Marfat.com

طغرل بیگ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ سلیمان بن داؤد چغری بیگ طغرل کا بھتیجا تھا اور ربیب بھی تھا۔ اسی کو عمید الملک نے تخت نشین کیا مگر لوگوں نے اس کی مخالفت کی اور خطبہ میں سلیمان کے بھائی الپ ارسلان بن داؤد چغری بیگ کا نام پڑھا جو خراسان کا والی اور مرو میں مقیم تھا۔ الپ ارسلان نے یہ سن کر مرو سے رے پر چڑھائی کی۔ عمید الملک نے حاضر ہو کر اظہار اطاعت کے بعد بیعت کی مگر الپ ارسلان عمید الملک کی طرف سے اندیشہ مند ہی رہا۔ آخر اس نے سنہ۔۴۵۶ھ میں عمید الملک کو قید کر دیا اور اپنے وزیر نظام الملک طوسی کو وزیر اعظم بنایا۔ رے میں داخل ہو کر الپ ارسلان نے سیدہ بنت خلیفہ کو بڑی احتیاط اور تکریم کے ساتھ بغداد کی جانب روانہ کیا۔ بغداد میں سلطان الپ ارسلان کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

نظام الملک طوسی سلطان الپ ارسلان کی طرف سے ۱۷/ جمادی الاول سنہ۔۴۵۶ھ کو بغداد میں خلیفہ کی بیعت کے لیے حاضر ہوا۔ خلیفہ نے دربار عام کیا۔ نظام الملک کو کرسی پر بٹھایا اور ضیاء الدولہ کا خطاب دیا اور سلطان الپ ارسلان کو "الوالد المؤید" کا خطاب عطا ہوا۔ سنہ۔۴۶۰ھ میں خلیفہ نے فخر الدولہ بن جہیر کو وزارت سے معزول کیا مگر ماہ صفر سنہ۔۴۶۱ھ میں دوبارہ قلمدان وزارت عطا ہوا۔ سنہ۔۴۶۲ھ میں محمد بن ابی ہاشم والی مکہ نے عبیدی مصری کا نام خطبہ سے نکال کر خلیفہ قائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کا نام خطبہ میں داخل کیا اور اذان سے "حی علیٰ خیر العمل" کو خارج کیا اور اپنے بیٹے کو بطور وفد سلطان الپ ارسلان کی خدمت میں روانہ کیا۔ سلطان نے خوش ہو کر خلعت عطا کیا۔ تیس ہزار دینار بطور انعام دیئے اور دس ہزار سالانہ تنخواہ مقرر فرمائی۔

سنہ۔۴۶۳ھ میں حلب کے اندر بھی خلیفہ قائم بامر اللہ اور سلطان الپ ارسلان کا خطبہ پڑھا گیا۔ سنہ۔۴۶۲ھ میں قیصر روم ارمانوس نے دو لاکھ فوج سے صوبہ خلاط پر حملہ کیا۔ قیصر ارمانوس کے ہمراہ فرانس اور روس کے بادشاہ بھی تھے۔ سلطان الپ ارسلان نے صرف پندرہ ہزار فوج سے اس دو لاکھ کے لشکر عظیم کو شکست دی۔ روس کے بادشاہ کو گرفتار کر کے اس کے کان اور ناک کاٹ لیے۔ ارمانوس کو گرفتار کر کے اور اطاعت و فرماں برداری کا اقرار لے کر چھوڑ دیا۔ رومیوں کو ایسی عظیم الشان شکست دینے کے بعد سلطان الپ ارسلان نے سنہ۔۴۶۵ھ میں ماوراء النہر کا قصد کیا۔ دریائے جیحون کا پل باندھا گیا۔ بیس دن میں سلطانی لشکر نے اس پل کے ذریعہ دریا کو عبور کیا۔ ایک قلعہ دار یوسف خوارزمی مجرمانہ حیثیت سے سلطان کے دربار میں پیش کیا گیا۔ سلطان نے کہا کہ 'اسے چھوڑ دو' میں اس کو تیر کا نشانہ بناؤں گا۔ اتفاقاً تیر خطا ہو گیا۔ یوسف نے دوڑ کر سلطان کے خنجر مارا۔ سلطان زخمی ہوا' حاضرین دربار نے یوسف کو مار ڈالا مگر سلطان اس زخم کے صدمہ سے ۱۰/ ربیع الاول سنہ۔۴۶۵ھ کو فوت ہو گیا۔ اس کی لاش مرو میں لا کر دفن کی گئی۔ اس کا بیٹا ملک شاہ باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے ملک شاہ کے پاس عہد نامہ اور لوائے سلطنت بھیج دیا۔ ۱۵/ شعبان سنہ۔۴۶۷ھ کو خلیفہ قائم بامر اللہ نے فصد کھلوائی' اس کے بعد سو گیا۔ اتفاقاً رگ نشتر زدہ سے پھر خون جاری ہو گیا اور اس قدر خون جسم سے خارج ہو گیا کہ امید زیست منقطع ہو گئی۔ اسی وقت ارا کین سلطنت بلوائے گئے اور خلیفہ قائم

Marfat.com

بامر اللہ کے پوتے ابوالقاسم عبداللہ بن ذخیرۃالدین محمد بن قائم بامر اللہ کی ولی عہدی کی بیعت لی گئی۔ دوسرے دن خلیفہ کاانتقال ہوا۔ قائم بامر اللہ کاصرف ایک ہی بیٹا تھاجس کانام ذخیرۃالدین محمد تھا۔ وہ باپ کے سامنے ہی فوت ہو گیا تھا۔ اس کی وفات کے چھ ماہ بعد اس کا بیٹاابوالقاسم عبداللہ پیدا ہوا تھا۔ ابوالقاسم نے تخت خلافت پر جلوس کیااور "مقتدی بامر اللہ" کالقب اختیار کیا۔ خلیفہ قائم بامر اللہ نے ۴۵ سال خلافت کی۔

مقتدی بامر اللہ

ابوالقاسم عبداللہ مقتدی بامر اللہ بن محمد بن قائم بامر اللہ ایک ام ولدار غوان نامی کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ انیس سال تین ماہ کی عمر میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ تخت خلافت پر بیٹھتے ہی لہو ولعب اور گانے بجانے کی ممانعت کے احکام جاری کئے۔ اس کے زمانہ میں خلافت کے رعب واقتدار نے ترقی کی۔ یہ خلیفہ نہایت متقی دین دار اور عالی ہمت تھا۔ شعبان سنہ۔۴۶۷ھ میں دمشق کو فتح کر کے خلیفہ مقتدی اور سلطان ملک شاہ کے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ اذانوں سے "حی علی خیر العمل" کو خارج کیااور رفتہ رفتہ تمام ملک شام پر قبضہ کر لیا۔ سنہ۔۴۶۹ھ میں بغداد کے اندر اشاعرہ اور حنابلہ کے درمیان سخت فساد برپا ہوا۔ بہت سے آدمی طرفین سے مجروح و مقتول ہوئے' پر یہ فساد فرو ہو گیا۔ سنہ۔۴۷۰ھ میں ملک شاہ نے اپنے بھائی تاج الدولہ تتش کو شام کا ملک جاگیر میں دیااور یہ بھی اجازت دی کہ جس قدر ملک حاکم مصر کے قبضے سے نکال کر اپنے قبضہ میں لاؤ وہ بھی اپنی جاگیر میں شامل سمجھو۔

سنہ۔۴۷۰ھ میں تاج الدولہ نے حلب کا محاصرہ کیا۔ مصری فوج نے آکر دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ اتسز نے محصور ہو کر تتش سے امداد طلب کی۔ وہ حلب سے محاصرہ اٹھا کر دمشق آیا۔ مصری یہ خبر سن کر بھاگ گئے' تاج الدولہ تتش نے اتسز کو اس غفلت کے الزام میں قتل کرادیا۔ سنہ۔۴۷۶ھ میں خلیفہ مقتدی نے عمید الدولہ بن فخر الدولہ بن جبیر کو وزارت سے معزول کر کے ابو شجاع محمد بن حسن کو وزیر بنایا۔ ملک شاہ نے عمید الدولہ کو طلب کر کے دیار بکر کی حکومت پر مامور کیا۔

شعبان سنہ۔۴۷۷ھ میں سلیمان بن قتلمش سلجوقی والی قونیہ نے انطاکیہ کو رومیوں کے قبضہ سے چھین لیا۔ انطاکیہ سنہ۔۳۵۸ھ سے رومیوں کے قبضے میں چلا آتا تھا۔ سنہ۔۴۷۹ھ میں یوسف بن تاشقین والی مراکش نے خلیفہ مقتدی کی خدمت میں درخواست بھیجی کہ جس قدر ملک میرے قبضے میں ہے' اس کی سند مجھ کو دے کر سلطان کالقب عطا کیا جائے۔ خلیفہ مقتدی نے اس درخواست کو منظور کر کے اس کے پاس خلعت و علم روانہ کیااور "امیر المسلمین" کاخطاب عطا فرمایا۔ اسی یوسف بن تاشقین نے شہر مراکش کی بنیاد رکھی تھی۔ ماہ ذوالحجہ سنہ۔۴۷۹ھ میں سلطان ملک شاہ پہلی مرتبہ داخل بغداد ہوا۔ خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خلعت حاصل کیا۔ اگلے روز خلیفہ کے ساتھ چوگان کھیلا۔

وزیر نظام الملک نے اپنے مدرسہ نظامیہ کا معائنہ کیا۔ سلطان ملک شاہ ایک مہینہ بغداد میں رہ کر

Marfat.com

اصفہان کی طرف روانہ ہوا۔ سنہ۴۸۱ھ میں ابراہیم بن مسعود بن محمود بن سبکتگین غزنوی فوت ہوا۔ اس کی جگہ جلال الدین مسعود تخت نشین ہوا۔ سنہ۔ ۴۸۴ھ میں فرنگیوں نے تمام جزیرہ صقلیہ پر قبضہ کر لیا۔ یہ جزیرہ سب سے پہلے مسلمانوں نے سنہ۔ ۲۰۰ھ میں فتح کیا تھا۔ اس جزیرہ پر اول بنو اغلب حکمران رہے' پھر عبیدیوں کا قبضہ ہوا۔ عبیدیوں سے فرنگیوں نے چھین لیا۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۴۸۴ھ میں ماہ رمضان میں سلطان ملک شاہ دوبارہ وارد بغداد ہوا۔

مجلس مولود : سنہ۔۴۸۵ھ میں ملک شاہ سلجوقی نے بغداد میں مجلس مولود بڑی دھوم دھام سے منعقد کی۔ اسی سال مقام نہاوند میں بماہ رمضان سنہ۔ ۴۸۵ھ میں وزیر نظام الملک طوسی ایک قرمطی کے ہاتھ ستتر برس کی عمر میں مقتول ہوا۔

اسی سال یعنی ۱۵/ شوال سنہ۔ ۴۸۵ھ کو ملک شاہ سلجوقی نے وفات پائی اور اس کے بعد سلطان ملک شاہ کی بیوی "ترکان خاتون" اور اس کے بیٹے برکیارق میں لڑائیاں شروع ہو گئیں۔ سنہ۔ ۴۸۶ھ میں برکیارق لڑائیوں سے فارغ ہو کر بغداد آیا۔ خلیفہ مقتدی نے رکن الدولہ کا خطاب دے کر خلعت نیابت و سلطانی عطا فرمایا۔ کہتے ہیں کہ ملک شاہ کی موت خلیفہ مقتدی کی بددعا کا نتیجہ تھا یعنی ملک شاہ نے خلیفہ سے کہا تھا کہ آپ بغداد چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلے جائیں تاکہ بغداد کو میں بلاشرکت غیرے اپنا دارالسلطنت بناؤں۔ خلیفہ نے بمشکل آٹھ روز کی مہلت حاصل کی اور رات دن ملک شاہ کے لیے بددعا میں مصروف رہا۔ آٹھ دن پورے نہ ہونے پائے تھے کہ ملک شاہ فوت ہوا اور خلیفہ اس مصیبت سے بچ گیا۔

۱۵/ محرم سنہ۔ ۴۸۷ھ کو خلیفہ مقتدی بامر اللہ نے یکایک وفات پائی۔ کہتے ہیں ایک پرستار شمس النہار نامی نے اس کو زہر دیا تھا۔ خلیفہ مقتدی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابوالعباس احمد تخت نشین ہوا اور مستظہر باللہ کا لقب اختیار کیا۔

مستظہر باللہ

ابوالعباس احمد مستظہر باللہ بن مقتدی باللہ ماہ شوال سنہ۔ ۴۷۰ھ میں پیدا ہوا اور اپنے باپ کے بعد بعمر سولہ سال تخت نشین ہوا۔ مقتدی کی وفات کے وقت برکیارق بغداد میں موجود تھا۔ اس نے بطیب خاطر مستظہر باللہ کی بیعت کی۔

خلیفہ مقتدی کی وفات کے تیسرے روز مجلس عزا منعقد ہوئی اور سلطان برکیارق معہ اپنے وزیر عزالملک بن نظام الملک اور اس کے بھائی بہاؤالملک کے حاضر دربار خلافت ہوا اور دوسرے اراکین بھی ماتم پرسی کو آئے۔ سنہ۔ ۴۸۸ھ میں احمد خاں والی سمرقند اپنی بدمذہبی کی وجہ سے گرفتار ہو کر مقتول ہوا اور اس کی جگہ اس کا چچیرا بھائی تخت سلطنت پر بیٹھا۔

اسی سال تتش اور برکیارق میں رے کے قریب جنگ ہوئی۔ اس لڑائی میں برکیارق کے ہاتھ سے

Marfat.com

تتش مارا گیااور برکیارق کی حکومت کو خوب استحکام حاصل ہو گیا۔ برکیارق کے بھائی محمد نے قوت حاصل کر کے خراسان پر قبضہ کر لیا۔ برکیارق اس کے مقابلہ کو گیا۔ سنہ۔ ۴۹۲ھ کو بمقام رے جنگ ہوئی۔ برکیارق شکست کھا کر خورستان چلا گیا۔ محمد بن ملک شاہ نے بغداد میں داخل ہو کر ۱۵/ذوالحجہ سنہ۔ ۴۹۲ھ کو خلیفہ مستظہر باللہ سے غیاث الدنیاوالدین کا خطاب حاصل کیا' پھر خراسان کی طرف چلا گیا۔ برکیارق نے خوزستان سے واسط پہنچ کر لشکر جمع کیااور ۱۵/صفر سنہ۔ ۴۹۳ھ کو وارد بغداد ہوا۔ خلیفہ نے مبارک باد دی۔ خلعت عطا کیا اور پھر برکیارق کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔اس کے بعد برکیارق نے محمد بن ملک شاہ پر حملہ کیا۔ ہمدان کے قریب نہر ابیض کے کنارے لڑائی ہوئی اور برکیارق کو شکست ہوئی۔اس کے بعد ۱۵/رجب سنہ۔ ۴۹۳ھ کو پھر بغداد میں سلطان محمد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ برکیارق نے شکست پا کر رے میں قیام کیا۔ یہاں سے اصفہان' پھر وہاں سے خوزستان گیا۔ وہاں سے فوج فراہم کر کے یکم جمادی الثانی سنہ۔ ۴۹۴ھ کو محمد سے پھر جنگ آزمائی کی۔ اس کو شکست دے کر رے میں آیا۔ محمد اپنے حقیقی بھائی سنجر کے پاس جرجان چلا گیا۔ آخر ۱۵/ذیقعدہ سنہ۔ ۴۹۴ھ کو برکیارق بغداد میں پہنچااور اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

غرض سلطان برکیارق اور اس کے بھائی سلطان محمد کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی بغداد میں ایک کی حکومت ہوتی' کبھی دوسرے کی' کبھی صلح ہو جاتی اور پھر فوراً ہی لڑائی ہونے لگتی۔اس مسلسل و پیہم لڑائیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عراق و فارس و جزیرہ وغیرہ ممالک کا امن وامان جاتا رہااور لوگوں کو اپنی عزتوں اور جانوں کا بچانا دشوار ہو گیا۔ جمادی الاول سنہ۔ ۴۹۷ھ میں دونوں بھائیوں کے درمیان ایک صلح نامہ امراء لشکر کی کوششوں سے مرتب ہوااور دونوں کے درمیان ملک تقسیم ہو گئے۔ ساتھ ہی یہ شرط بھی دونوں نے منظور کر لی کہ دونوں کے مقبوضہ ممالک میں دونوں کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔اس صلح نامہ کی رو سے بغداد کی حکومت سلطان برکیارق کے پاس رہی۔اس صلح نامہ کے بعد چند روز برکیارق اصفہان میں مقیم رہا۔ وہاں سے بغداد کی طرف آرہا تھا کہ راستہ میں بمقام یزد خجرد علیل ہو کر ماہ ربیع الثانی سنہ۔ ۴۹۸ھ میں انتقال کیا۔ مرتے وقت اس نے اپنے بیٹے ملک شاہ بن برکیارق کو اپنا ولی عہد اور امیر ایاز کو اس کا اتالیق بنایا۔

ملک شاہ کی عمر اس وقت صرف پانچ سال کی تھی۔ برکیارق کے جنازہ کو اصفہان میں لے جا کر دفن کیا گیا۔ امیر ایاز ملک شاہ کو لے کر ۱۵/ربیع الثانی سنہ۔ ۴۹۸ھ میں داخل بغداد ہوا۔ خلیفہ نے ملک شاہ کو وہ تمام خطابات جو اس کے دادا ملک شاہ بن الپ ارسلان کو حاصل تھے' عطا کئے اور اس کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔اس کے بعد سلطان محمد نے موصل پر قبضہ کر کے بغداد کا رخ کیا۔ سنہ۔ ۵۰۱ھ میں داخل بغداد ہوا۔ امیر ایاز کو قتل کیااور اپنے نام کا خطبہ پڑھوایا۔ سنہ۔ ۵۰۲ھ میں سلطان محمد نے بغداد میں اپنے لیے ایک قصر تیار کرایا۔اب سلطان محمد بن ملک شاہ کی حکومت پورے طور پر اپنے آبائی ممالک پر قائم ہو گئی اور فتنہ و فساد دور ہوئے۔ ماہ شعبان سنہ۔ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد بیمار ہوا۔ مرض نے طول کھینچا۔ آخر ذوالحجہ سنہ۔ ۵۱۱ھ میں سلطان محمد بن ملک شاہ نے وفات پائی اور اس کا بیٹا سلطان محمود باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔

Marfat.com

خلیفہ نے اس کی تخت نشینی کو قبول و منظور فرما کر خلعت عطا کیا اور ۱۵/ محرم سنہ۔ ۵۱۳ھ کو مسجدوں میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کے بعد ۱۵/ ربیع الآخر سنہ۔ ۵۱۲ھ کو خلیفہ مستظہر باللہ نے چوبیس سال تین مہینے خلافت کرنے کے بعد وفات پائی اور اس کا بیٹا ابو منصور فضل تخت نشین ہوا اور اپنا لقب مسترشد باللہ رکھا۔

مسترشد باللہ

مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ ربیع الاول سنہ۔ ۴۸۵ھ میں پیدا ہوا اور بعمر ۲۷ سال اپنے باپ کے بعد سنہ۔ ۵۱۲ھ ۱۵/ ربیع الآخر کو تخت نشین ہوا۔ خلیفہ مسترشد کے بھائی امیر ابوالحسن بن مستظہر نے بیعت نہیں کی اور بغداد سے واسط چلا گیا۔ سال بھر کے بعد گرفتار ہو کر آیا اور خلیفہ نے اس کا قصور معاف کر کے قصر خلافت میں ٹھہرلیا۔ خلیفہ مسترشد کی تخت نشینی کے دوسرے مہینے مسعود بن سلطان محمد سلجوقی برادر سلطان محمود نے جو موصل میں مقیم تھا' خروج کیا اور اپنے ساتھ قسیم الدولہ زنگی بن آقسنقر والی بخارا اور ابوالہیجاوالی اربل کو بھی ملایا اور بغداد میں آکر اپنا عمل دخل بٹھایا۔ ادھر سلطان محمود کا تیسرا بھائی سلطان طغرل بن سلطان محمد اپنے باپ کے زمانے سے زنجان کا حاکم تھا' سلطان محمود نے ملک طغرل پر چڑھائی کی' ملک طغرل زنجان سے بھاگ گیا۔ سلطان محمود نے زنجان کو لوٹ لیا۔

جب سلطان محمد کا انتقال ہوا اور سلطان محمود تخت نشین ہوا تو اس نے سلطان محمد کا بھائی یعنی سلطان محمود کا چچا سنجر ماوراءالنہر کا حاکم تھا۔ سلطان سنجر کا لقب پہلے ناصر الدین تھا' سلطان محمد کے انتقال کے بعد سلطان سنجر نے ماوراءالنہر کے ہمراہ امیر ابوالفضل والی سجستان خوارزم شاہ محمد امیر نزد اور علاؤالدولہ یزدو غیرہ سردار بھی تھے۔ اس معرکہ میں سلطان محمود کو شکست اور سلطان سنجر کو فتح حاصل ہوئی اور اس نے بڑھ کر ہمدان پر قبضہ کیا۔ یہ خبر جب بغداد میں پہنچی تو یہاں سلطان سنجر کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔

سلطان محمود نے بعد شکست اصفہان میں جا کر دم لیا۔ آخر سلطان سنجر کی ماں نے کوشش کر کے دونوں میں صلح کرادی۔ شرط یہ قرار پائی کہ سلطان سنجر سلطان محمود کو اپنا ولی عہد تسلیم کرے اور خطبوں میں سنجر کے بعد محمود کا نام لیا جائے۔ چنانچہ اس شرط کے موافق سلطان سنجر نے ماوراءالنہر غزنہ' خراسان وغیرہ اپنے ممالک میں سلطان محمود کی ولی عہدی کے فرامین بھیج دیئے۔ صرف رے کا علاقہ سلطان سنجر نے سلطان محمود کے مقبوضہ ممالک سے اپنے قبضہ میں لے کر باقی تمام ممالک پر اس کی حکومت کو تسلیم کیا۔ ادھر سلطان محمود نے اپنے بھائی سلطان مسعود سے صلح کر کے اس کو موصل و آذربائیجان کے صوبے دے دیے اور اس نے موصل کو اپنا مستقر حکومت بنایا۔

سنہ۔ ۵۱۳ھ میں سلطان محمود نے اپنی خود مختاری اور سلطان محمود کی مخالفت کا علم بلند کیا۔ ۱۵/ ربیع الاول سنہ۔ ۵۱۴ھ کو دونوں بھائیوں میں لڑائی ہوئی۔ مسعود کو شکست ہوئی اور موصل کے قریب جا کر پہاڑوں

Marfat.com

میں پناہ لی۔ امرا نے درمیان میں پڑ کر دونوں بھائیوں میں صلح کرادی۔ سلطان محمود ماہ رجب سنہ۔ ۵۱۴ھ میں بغداد واپس آگیا اور سلطان مسعود پھر موصل میں حکومت کرنے لگا۔ سنہ۔ ۵۱۵ھ میں سلطان محمود نے موصل کی حکومت قسنقر برسقی کو دی اور مسعود کے پاس آذربائیجان کا صوبہ رہا۔ سلطان طغرل کا ذکر اوپر گزر چکا ہے کہ وہ سلطان محمود سے شکست کھا کر گنجہ میں چلا آیا تھا۔ سنہ۔ ۵۱۶ھ میں سلطان محمود اور سلطان طغرل کے درمیان صلح نامہ لکھا گیا۔ اس کے بعد سلطان محمود نے آقسنقر برسقی کو موصل کے علاوہ واسط کا علاقہ بھی جاگیری میں دے دیا۔ آقسنقر برسقی نے اپنی طرف سے قسیم الدولہ عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو واسط کی حکومت پر مامور کیا۔ سنہ۔ ۵۱۷ھ میں سلطان محمود نے اپنے وزیر شمس الملک کو قتل کر دیا اور شمس الملک کے بھائی نظام الدولہ کو خلیفہ مسترشد نے اپنی وزارت سے معزول کیا۔ ماہ ذوالحجہ سنہ۔ ۵۱۷ھ میں خلیفہ مسترشد نے خود فوج تیار کر کے دبیس بن صدقہ میں سرکوبی کے لیے بغداد سے کوچ کیا۔ موصل و واسط کی فوجیں بھی خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ مقام مبارکہ میں لڑائی ہوئی' اس لڑائی میں عماد الدین زندگی بن آقسنقر والی واسط نے بڑی بہادری اور جان فروشی دکھائی اور خلیفہ منصور نے فتح پائی۔ ۱۰/ محرم سنہ۔ ۵۱۸ھ کو خلیفہ مظفر و منصور بغداد میں داخل ہوا۔ یہ غالبا پہلی جنگ تھی جو عرصہ دراز کے بعد عباسی خلیفہ کی سپہ سالاری میں ہوئی۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ دبیس بن صدقہ بصرہ کو لوٹنا چاہتا تھا۔ چنانچہ عماد الدین زنگی بن آقسنقر بصرہ کی حفاظت کے لیے مامور ہو کر روانہ ہوا اور دبیس وہاں سے ناکام و نامراد ہو کر ملک طغرل بن سلطان محمد کے پاس چلا گیا۔ اسی سال یعنی سنہ۔ ۵۱۸ھ میں آقسنقر برسقی جو شحنہ عراق مقرر ہو چکا تھا اور موصل میں رومیوں کے حملوں کے روکنے کی تدابیر میں مصروف تھا' عماد الدین زنگی بن آقسنقر کو بصرہ کی حکومت سے اپنے پاس موصل طلب کیا۔ عماد الدین زنگی بصرہ سے روانہ ہو کر موصل تو نہیں گیا بلکہ سلطان محمود کے پاس اصفہان پہنچا۔ سلطان محمود نے وہاں سے اس کو بصرہ کی سند حکومت دے کر بصرہ کی طرف واپس کر دیا۔ دبیس بن صدقہ جب سلطان طغرل کے پاس پہنچا تو اس نے اس کو اپنے مصاحبین میں داخل کر لیا۔ دبیس نے طغرل کو ابھار کر عراق پر چڑھائی کرا دی۔ سنہ۔ ۵۱۹ھ میں طغرل نے معہ دبیس مقام وقوقا میں پہنچ کر قیام کیا۔ یہ خبر سن کر خلیفہ مسترشد باللہ نے ۱۵/ صفر سنہ۔ ۵۱۹ھ کو فوج لے کر بغداد سے بغرض مقابلہ کوچ کیا۔ نہروان میں مقابلہ ہوا مگر دبیس اور طغرل دونوں خراسان میں سلطان سنجر کے پاس پہنچے۔ رجب سنہ۔ ۵۳۰ھ میں یرتقش زکوی کوتوال بغداد سلطان محمود کے پاس اصفہان پہنچا اور کہا کہ خلیفہ مسترشد نے فوجیں مرتب کر لی ہیں۔ سامان جنگ بھی کافی فراہم ہے اور مالی حالت بھی خلیفہ کی کافی اچھی ہو گئی ہے۔ اندیشہ ہے کہ خلیفہ قابو سے نہ نکل جائے۔ یہ سن کر سلطان محمود نے فوجیں آراستہ کر کے خود بغداد کی جانب کوچ کیا۔ خلیفہ مسترشد نے جب یہ سنا کہ سلطان محمود بغداد کی جانب آرہا ہے تو اس کو لکھا کہ تمہارے اس طرف آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم دبیس وغیرہ کے سرکشوں کی سرکوبی کے لیے واپس جاؤ۔ اس سے سلطان محمود کا شبہ یقین کے درجہ کو پہنچ گیا اور اس نے سمجھا کہ خلیفہ ضرور میرے اثر و اقتدار سے آزاد ہونا چاہتا ہے۔ چنانچہ وہ اور بھی تیزی سے بغداد کی جانب سفر طے کرنے لگا۔ ۱۷/ ذی

Marfat.com

الحجہ سنہ۔۵۲۰ھ کو سلطان محمود بغداد میں داخل ہوااور خلیفہ غربی بغداد میں چلا گیا۔ یکم محرم سنہ۔۵۲۱ھ کو سلطان محمود کے ہمراہیوں نے قصر خلافت کو لوٹا۔ اہل بغداد تیس ہزار کی تعداد میں خلیفہ مسترشد کے پاس جمع ہوگئے۔ دریائے دجلہ کے ساحل پر لڑائیوں کا سلسلہ جاری ہوا۔ بہت سی لڑائیوں اور زور آزمائیوں کے بعد خلیفہ اور سلطان محمود میں صلح ہو گئی۔ ربیع الثانی سنہ۔۵۲۱ھ کو سلطان محمود بغداد سے ہمدان کی جانب روانہ ہوااور عماد الدین زنگی کو بصرہ کی حکومت سے بلا کر بغداد کی شحنگی پر مامور کیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ دبیس اور طغرل دونوں سنجر کے پاس خراسان پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے سنجر کو خلیفہ مسترشد اور سلطان محمود کی طرف سے برافروختہ و بدگمان کرنے کی کوشش کی۔ آخر سلطان سنجر خراسان سے فوجیں لے کر رے کی جانب روانہ ہوا۔ رے پہنچ کر سلطان محمود کو ہمدان سے اپنے پاس ملاقات کے لیے بلوایا۔ مدعا اس طلبی سے یہ تھا کہ اگر سلطان محمود مخالف نہیں ہوا ہے تو چلا آئے گا' ورنہ انکار کرے گا۔ چنانچہ سلطان محمود اپنے چچا سنجر کے پاس بلا توقف چلا گیا۔ سنجر نے بڑی عزت کا برتاؤ کیا اور دبیس کی سفارش کر کے محمود کے ساتھ کر دیا۔ محمود دبیس کو ہمراہ لے کر ہمدان واپس آیا اور ۱۹/ محرم سنہ۔ ۵۲۳ھ کو معہ دبیس بغداد میں داخل ہوا۔ دربار خلافت میں دبیس کو پیش کر کے عفو تقصیر کی سفارش کی۔ خلیفہ نے دبیس کی خطا معاف کر دی۔ سلطان محمود نے بغداد کی شحنگی پر بہروز کو مامور کیا اور عماد الدین رنگی کو موصل کی گورنری پر مامور کر کے بھیج دیا۔ جمادی الثانی سنہ۔ ۵۲۳ھ میں سلطان محمود بغداد سے ہمدان کی جانب روانہ ہوا۔ دبیس کو موقع مل گیا' اس نے بغداد سے روانہ ہو کر حلہ پر قبضہ کر لیا اور خلیفہ کی مخالفت و بغداد کا علم بلند کیا۔ خلیفہ نے اس کے مقابلہ کے لیے فوج روانہ کی۔ ابھی مقابلہ جاری تھا کہ ذیقعدہ سنہ۔ ۵۲۳ھ کو سلطان محمود بھی دبیس کی سرکشی کا حال سن کر بغداد پہنچ گیا۔ دبیس حلہ چھوڑ کر بصرہ کی طرف روانہ ہوا۔ بصرہ کو خوب لوٹ کر پہاڑوں میں جا چھپا اور سلطان محمود ہمدان واپس چلا گیا۔ سنہ۔۵۲۵ھ میں شوال کے مہینے سلطان محمود نے انتقال کیا۔ اس کی جگہ اس کا بیٹا داؤد تخت نشین ہوا۔ بلاد جبل و آذربائیجان میں اس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ماہ ذیقعدہ سنہ۔۵۲۵ھ میں داؤد نے ہمدان سے زنجان کی جانب کوچ کیا۔ اسی اثنا میں خبر سنی کی سلطان مسعود نے جرجان سے آکر تبریز پر قبضہ کر لیا ہے۔ داؤد نے فوراً تبریز کی جانب کوچ کیا اور محرم سنہ۔۵۲۶ھ میں تبریز کا محاصرہ کر لیا۔ چچا بھتیجے میں لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ آخر دونوں میں مصالحت ہو گئی۔ داؤد تبریز سے ہمدان چلا آیا۔ مسعود نے تبریز سے نکل کر لشکر فراہم کرنا شروع کیا اور جب ایک عظیم الشان لشکر فراہم ہو گیا تو خلیفہ مسترشد کے پاس بغداد میں پیغام بھیجا کہ میرے نام کا خطبہ پڑھوایا جائے۔ خلیفہ نے جواب دیا کہ فی الحال خطبہ میں سلطان سنجر کا نام لیا جاتا ہے۔ تمہارا اور داؤد دونوں کا نام فی الحال نہیں لیا جائے گا۔ اسی عرصہ میں سلجوق شاہ ابن سلطان محمد نے فوج فراہم کر کے بغداد میں آکر قیام کیا۔ خلیفہ نے اس کے ساتھ عزت کا برتاؤ کیا۔ ادھر عماد الدین رنگی سلطان مسعود کے پاس پہنچا۔ سلطان مسعود اور عماد الدین زنگی دونوں بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور مقام عباسیہ میں قیام کیا۔ سلجوق شاہ نے مقابلہ کی تیاری کی اور قراجا ساقی کو مقابلہ پر روانہ کیا۔ ادھر سے عماد الدین رنگی مقابلہ پر آیا۔ ایک خونریز جنگ کے بعد زنگی کے لشکر کو شکست ہوئی۔ عماد

Marfat.com

الدین زنگی شکست کھا کر تکریت کی طرف گیا۔ تکریت میں ان دنوں نجم الدین ایوب پدر سلطان صلاح الدین حاکم تھا۔اس نے عماد الدین زنگی کے اترنے کو کشتیاں بھی فراہم کیں اور پل بھی بندھوایا۔ زنگی نے دریا کو عبور کر کے موصل کا راستہ لیا۔ سلطان مسعود نے خط و کتابت شروع کر کے سلجوق شاہ اور خلیفہ کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ عراق کی حکومت سلطان مسعود کے قبضے میں رہے اور عراق کی حکومت و سلطنت کے علاوہ خطبہ میں سلطان مسعود کے بعد سلجوق شاہ کا نام لیا جائے۔ اس قرارداد کے موافق سلطان مسعود جمادی الاولیٰ سنہ۵۳۶ھ میں داخل بغداد ہوا اور صلح نامہ لکھا گیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سلطان طغرل اپنے چچا سلطان سنجر کے ہمراہ ہے۔ دبیس جو پہاڑوں میں جا چھپا تھا' وہ بھی سلطان سنجر کے پاس پہنچ گیا ہے۔ اب ان حالات سے مطلع ہو کر سلطان سنجر معہ طغرل و دبیس رے کی طرف بڑھا۔ وہاں سے ہمدان کی طرف چلا۔ ادھر سے مسعود شاہ اور سلجوق شاہ معہ قراجاساقی سنجر کی روک تھام کے لیے بغداد سے روانہ ہوئے۔ سنجر نے استر آباد سے آگے بڑھ کر مسعود و سلجوق شاہ کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دے کر بھگا دیا۔ سلطان سنجر نے مسعود و سلجوق کی خطا معاف کر دی اور ان کو اپنے پاس بلا کر عزت و احترام سے رکھا اور اپنے بھتیجے طغرل کو عراق کی حکومت سپرد کی اور اس کے نام کا خطبہ جاری کیا۔ اسی اثنا میں یعنی ذوالحجہ سنہ۔۵۲۷ھ میں خبر پہنچی کہ والی ماوراء النہر نے علم بغاوت بلند کر کے فوجی تیاریاں شروع کر دی ہیں۔ ملک سنجر کو فوراً خراسان کی طرف روانہ ہونا پڑا۔ اس زمانے میں سلطان داؤد بن محمود بلاد آذربائیجان کی طرف تھا' وہ فوجیں فراہم کر کے ہمدان کی طرف بڑھا۔ ادھر سے طغرل مقابلہ پر پہنچا۔ داؤد کو شکست ہوئی اور وہ شکست کھا کر بغداد کی طرف گیا۔ سلطان مسعود بھی سلطان سنجر سے رخصت ہو کر بغداد کو آیا۔ داؤد و مسعود دونوں نے مل کر خلیفہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم کو صوبہ آذربائیجان پر قبضہ کر لینے کی اجازت ہو' اجازت ہوئی اور دونوں نے ملک طغرل کے اہل کاروں کو نکال کر آذربائیجان پر قبضہ کر لیا۔ طغرل مقابلہ پر آیا مگر شکست کھا کر بھاگا۔ سلطان مسعود نے ہمدان پر قبضہ کر لیا اور سلطان داؤد آذربائیجان پر متصرف رہا۔ سلطان مسعود کو ہمدان میں معلوم ہوا کہ سلطان داؤد نے آذربائیجان میں خود مختاری و سرکشی کا اعلان کر دیا ہے۔ اس لیے وہ آذربائیجان کی طرف روانہ ہوا۔ ملک طغرل نے موقعہ پا کر فوجیں فراہم کیں اور بلاد جبل کو فتح کرنا شروع کیا۔ سلطان مسعود مقابلہ پر آیا۔ طغرل نے مسعود کو ماہ رمضان سنہ۔۵۲۸ھ میں شکست دے کر بھگا دیا۔ سلطان مسعود شکست کھا کر بغداد آیا اور طغرل ہمدان میں آکر مقیم ہوا۔ غرض سلجوقیوں کی آپس کی خانہ جنگی کا قصہ بہت طویل اور بے مزہ ہے۔ سلطان طغرل فوت ہوا اور سلطان مسعود عراق پر قابض و متصرف ہوا۔ خلیفہ مسترشد اور سلطان مسعود کی ان بن ہو گئی۔ خلیفہ مقابلہ کے لیے نکلا' دونوں فوجوں نے خوب جدال و قتال کیا۔ خلیفہ کے لشکر نے نمک حرامی کی اور خلیفہ کا ساتھ چھوڑ دیا۔ خلیفہ نے شکست کھائی اور ہمدان کے ایک قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ یہ خبر بغداد میں پہنچی تو اہل بغداد میں ماتم برپا ہو گیا۔ انہیں ایام میں متواتر عراق و خراسان میں زلزلے کئی روز تک آتے رہے۔ سلطان سنجر نے اپنے بھتیجے سلطان مسعود کو لکھا کہ تم خود خلیفہ کے پاس جاؤ اور معافی مانگو۔ یہ زلزلہ کا آنا اور لوگوں کا مسجدوں میں نمازوں

Marfat.com

کے لیے نہ آنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ امیر المومنین کو نہایت عزت و حرمت کے ساتھ دارالخلافہ بغداد میں پہنچاؤ۔ سلطان مسعود نے سلطان سنجر کے حکم کی تعمیل کی اور خلیفہ کی خدمت میں خود حاضر ہوا۔ جو لشکر سلطان مسعود کے ساتھ تھا' اس میں سترہ آدمی قرامطہ یا باطنی فرقہ کے بھی شامل تھے' جن کی سلطان مسعود کو خبر نہ تھی۔ ان باطنیوں نے خلیفہ کے خیمے میں پہنچ کر خلیفہ پر حملہ کیا اور قتل کر ڈالا۔ خلیفہ کے اس طرح قتل ہونے کا حال جب یکایک لوگوں کو معلوم ہوا تو باطنیوں کو گرفتار کیا اور وہ سب کے سب قتل کئے گئے۔ سلطان مسعود کو صدمہ ہوا۔ یہ واقعہ ۱۶/ذیقعدہ سنہ۔ ۵۲۹ھ بروز پنج شنبہ وقوع پذیر ہوا۔ یہ خبر جب بغداد میں پہنچی تو اور بھی حشر برپا ہو گیا اور شہر میں بڑا کہرام مچا اور خلیفہ مسترشد کا بیٹا ابو جعفر منصور تخت خلافت پر بیٹھا اور اس نے اپنا لقب راشد باللہ مقرر کیا۔

راشد باللہ

راشد باللہ بن مسترشد باللہ سنہ۔ ۵۰۰ھ میں ایک ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب وہ پیدا ہوا تو اس کے پاخانہ کی جگہ نہ تھی۔ طبیبوں نے ایک چاندی کے نشتر سے شگاف دے دیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ راشد باللہ بغداد میں تخت نشین ہوا تو سلطان مسعود موجود نہ تھا۔ راشد باللہ کے نام کا خطبہ شہروں میں پڑھا گیا۔ راشد باللہ نے تخت نشین ہونے کے بعد لوگوں سے مال و دولت کے لینے میں کسی قدر ظلم و زیادتی سے کام لیا۔ شاہ مسعود کو لوگوں نے شکایات لکھ کر بھیجیں۔ سلطان مسعود بغداد کی طرف روانہ ہوا۔ سلطان مسعود کے بغداد کی طرف آنے کی خبر سن کر راشد باللہ موصل کی طرف چلا گیا۔ سلطان مسعود نے بغداد میں داخل ہو کر ایک محضر تیار کرلیا۔ اس میں بہت سے لوگوں کی شہادتیں قلم بند کی گئیں' جنہوں نے بیان کیا تھا کہ راشد نے فلاں فلاں اشخاص پر ظلم کیا' زبردستی مال چھینا' خونریزی کی اور شراب بھی پی۔ یہ محضر فقہا اور قضاۃ کی خدمت میں پیش کر کے استفتا کیا گیا کہ خلیفہ اگر ایسے حرکات کا مرتکب ہو تو نائب السلطنت کو اس کی معزولی کا اختیار ہے یا نہیں؟ اس پر قاضی شہر نے فتویٰ لکھ دیا کہ نائب السلطنت ایسے خلیفہ کو معزول کر سکتا ہے۔ چنانچہ سلطان مسعود نے راشد باللہ کے چچا محمد بن مستظہر کو تخت خلافت پر بٹھا کر بیعت کرلی اور راشد کی معزولی کا اعلان کر دیا۔ یہ واقعہ ۱۶/ ذیقعدہ کا ہے۔ راشد کی خلافت ایک سال رہی۔ محمد بن مستظہر نے تخت خلافت پر بیٹھ کر اپنا لقب مقتفی لامر اللہ تجویز کیا۔ راشد کو جب اپنے معزول ہونے کا حال معلوم ہوا تو وہ موصل سے بلاد آذربائیجان کی طرف چلا گیا اور اپنے لشکریوں کو مال و دولت تقسیم کیا۔ آذربائیجان کے شہروں کو لوٹ مار سے برباد کیا۔ وہاں سے ہمدان آیا' یہاں بھی خوب فتنہ و فساد برپا کیا۔ لوگوں کو پکڑ کر سولی چڑھایا' قتل کیا' علماء کی داڑھیاں منڈوائیں پھر اصفہان پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا۔ اسی اثناء میں بیمار پڑا اور ۱۶/ رمضان سنہ۔ ۵۳۲ھ کو بعض عجمیوں نے آکر چھریوں سے اسے قتل کر ڈالا۔ بغداد میں راشد کے قتل ہونے کی خبر پہنچی تو اس کے ماتم میں ایک دن کے لیے دفاتر بند کئے گئے۔ چادر اور عصا مرتے وقت راشد کے پاس آئے تھے۔ اس کے قتل ہونے پر یہ دونوں چیزیں مقتفی کے پاس

Marfat.com

بغداد پہنچائی گئی تھیں۔

مقتفی لامر اللہ

ابو عبداللہ محمد مقتفی لامر اللہ ۱۲/ربیع الاول سنہ۔۴۷۹ھ کو ایک حبشیہ ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا اور ۱۲/ذوالحجہ سنہ۔۵۳۰ھ کو تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد سلطان مسعود نے سلطان داؤد کی سرکوبی و تعاقب کے لیے فوج روانہ کی۔ داؤد نے مقام مرانہ میں شکست کھائی اور خوزستان پہنچ کر فوجیں جمع کیں اور تشتر کا محاصرہ کر لیا۔ سلجوق شاہ' جوان دنوں واسط کا حکمران تھا' سلطان مسعود کے حکم سے تشتر کو بچانے کے لیے روانہ ہوا مگر داؤد سے شکست کھا کر واپس آیا۔ سلطان مسعود نے اس خیال سے بغداد کو نہ چھوڑا کہ کہیں راشد بغداد پر نہ چڑھ آئے۔ مسعود نے عماد الدین رنگی والی موصل کو لکھا کہ مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ عماد الدین نے جب مقتفی کے نام کا خطبہ پڑھا اور راشد کا نام خطبہ سے خارج کر دیا تو راشد ناراض ہو کر موصل سے رجب سنہ۔۵۲۱ھ میں چل دیا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ فارس میں بعض سرداروں نے راشد کی حمایت کا قصد کر کے راشد کے پاس جانے کا قصد کیا۔ سلطان مسعود نے یہ سن کر بغداد سے کوچ کیا اور ان لوگوں کو شعبان سنہ۔۵۳۲ھ میں شکست دے کر پریشان و آوارہ کر دیا اور وہاں سے آذربائیجان کا قصد کیا۔ ادھر داؤد خوارزم شاہ اور راشد نے مل کر عراق کا قصد کیا۔ سلطان مسعود نے یہ سن کر بغداد سے کوچ کیا۔ خوارزم شاہ اور داؤد دونوں راشد سے جدا ہو گئے۔ راشد نے اصفہان کا محاصرہ کیا۔ اسی اثناء میں راشد کو چند خراسانی غلاموں نے قتل کر دیا۔ راشد اصفہان کے باہر مقام شہرستان میں مدفون ہوا۔ ادھر سلجوق شاہ نے واسط سے آکر بغداد پر قبضہ کیا۔ بڑی بد امنی پیدا ہوئی۔ اہل بغداد نے سلجوق شاہ کو شکست دے کر بغداد سے نکال دیا۔ ملک میں ہر طرف طائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی اور بدامنی یہاں تک ترقی کر گئی تھی کہ سنہ۔۵۳۲ھ میں سلطان مسعود نے بغداد میں آکر بہت سے ٹیکس جو اہل شہر سے وصول کئے جاتے تھے' معاف کر دیئے۔ چند سال اسی حالت میں گزرے۔ خاندان سلجوقی سے متعدد افراد کے علاوہ دوسرے سرداروں نے بھی اپنی اپنی خود مختاری کی تدبیریں سوچنی شروع کیں۔ سلطان مسعود نے اپنے خاص سرداروں کو' جن سے وہ صاف نہ تھا اور جن پر قابو پا سکتا تھا' قتل کرنا شروع کیا۔ کئی سرداروں کو دھوکے سے قتل کرا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خود بہت کمزور ہو گیا۔ بلاد جبل میں جا کر اس نے اقامت اختیار کی اور بغداد و عراق کو بدامنی کے عالم میں چھوڑا۔ خلیفہ مقتفی نے اس حالت سے فائدہ اٹھانے میں کوتاہی نہیں کی یعنی خلیفہ نے اپنا اثر و اقتدار رفتہ رفتہ قائم کرنا اور اپنی طاقت کو بڑھانا شروع کیا۔ خلیفہ کی طاقت ادھر ترقی کر رہی تھی۔ ادھر سلطان مسعود اور سلطان سنجر کا اثر بتدریج کم ہو رہا تھا۔ سلطان سنجر نے مسعود کو ملامت آمیز خطوط لکھے اور امیروں کے قتل کرنے اور بغداد کے قیام کو ترک کر دینے کی خرابیاں سمجھائیں۔ آخر سنہ۔۵۴۴ھ میں سلطان سنجر خود مقام رے میں آیا۔ یہیں سلطان مسعود بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رجب سنہ۔۵۴۴ھ میں ملک شاہ بن سلطان محمود نے بعض سرداروں کو ہمراہ لے کر بغداد پر چڑھائی کی۔

Marfat.com

خلیفہ مقتفی نے شہر کی قلعہ بندی کر کے مدافعت کی اور سلطان مسعود کو طلب کیا مگر سلطان مسعود رے میں اپنے چچا سنجر کے پاس تھا' وہاں سے نہ آسکا۔ ملک شاہ بغداد میں تو داخل نہ ہوا مگر نہروان کو خوب لوٹا اور ویران کر دیا۔ اس کے بعد ۱۵/ شوال سنہ۔ ۵۴۴ھ کو مسعود وارد بغداد ہوا' پھر سنہ۔ ۵۴۵ھ میں ہمدان چلا گیا۔ یکم ماہ رجب سنہ۔ ۵۴۷ھ کو سلطان مسعود نے وفات پائی۔ اس کی جگہ سلطان مسعود کے وزیر خاص بیگ نے ملک شاہ بن سلطان محمود کو تخت نشین کیا مگر سلطان مسعود کے مرنے کے بعد خاندان سلجوقیہ کی حکومت بغداد سے جاتی رہی اور اس خاندان میں کوئی ایسا شخص نہ رہا جو امارت و سلطنت کے مرتبے کو قائم رکھ سکتا۔ اسی لیے سلطان محمود کو خاندان سلجوقیہ کا خاتم سمجھا جاتا ہے۔ ملک شاہ نے تخت نشین ہوتے ہی ایک سردار کو حلہ پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا۔ اس نے حلہ پر قبضہ کر لیا۔ شحنہ بغداد مسعود جلال نامی نے حلہ جا کر ملک شاہ کے سردار کو قتل کر کے خود حلہ پر خود مختارانہ حکومت شروع کر دی۔ خلیفہ مقتفی نے خود فوج لے کر حلہ پر حملہ کیا اور فتح کر کے اہل حلہ سے اپنی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار لیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے واسط پر حملہ کر کے اس کو اپنے قبضہ میں لیا اور ۱۰/ ذیقعدہ سنہ۔ ۵۴۷ھ کو بغداد میں واپس آیا۔ سنہ۔ ۵۴۸ھ میں خلیفہ نے اپنے وزیر زادہ اور امیر ترشک دونوں کو تکریت کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ ان دونوں میں ناچاقی ہوئی۔ امیر ترشک نے وزیر زادہ کو اہل تکریت کے ہاتھوں میں گرفتار کرا دیا اور خود خراسان کی طرف راستے کے شہروں کو لوٹتا ہوا چل دیا۔ سنہ۔ ۵۴۹ھ میں خلیفہ مقتفی نے خود تکریت پر چڑھائی کی۔ شہر کو فتح کر لیا مگر قلعہ تکریت فتح نہ ہوا۔ خلیفہ نے بغداد میں واپس آکر اپنے وزیر کو قلعہ شکن منجنیقیں دے کر قلعہ تکریت کے فتح کرنے کو روانہ کیا۔ وزیر نے جا کر محاصرہ کر ڈالا۔ ادھر ارسلان بن طغرل بن سلطان محمد نے ایک فوج لے کر وزیر پر حملہ کیا۔ یہ خبر سنتے ہی خلیفہ متقفی خود بغداد سے روانہ ہوا۔ مقام عقربابل پر دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ اٹھارہ دن کی لڑائی کے بعد خلیفہ کے لشکر کا اکثر حصہ فرار ہوا مگر خلیفہ بڑی بہادری کے ساتھ بقیہ لوگوں کو لیے ہوئے مقابلہ کرتا رہا' حتیٰ کہ فتح حاصل ہوئی۔ ارسلان بن طغرل اور اس کے ہمراہی سردار سب میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ یکم شعبان سنہ۔ ۵۴۹ھ کو خلیفہ بغداد واپس آیا۔ سنہ۔ ۵۵۰ھ میں خلیفہ مقتفی نے وقوقا پر فوج کشی کی مگر چند روز محاصرہ کے بعد بغداد واپس آیا۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ سنہ۔ ۴۹۰ھ میں سلطان برکیارق نے سلطان سنجر کو خوزستان کی حکومت سپرد کی تھی۔ جب سلطان محمد اور سلطان برکیارق میں مخالفت اور لڑائی ہوئی تو سلطان محمد نے اپنے حقیقی بھائی سنجر کو خراسان کی حکومت سپرد کی تھی۔ اسی وقت سے سلطان سنجر کے قبضے میں خراسان کا ملک برابر رہا اور اس کو سلطان محمد کے بیٹے سلطان العراق کے نام سے یاد کرتے رہے۔ سنہ۔ ۵۳۶ھ میں ترکوں کے ایک گروہ نے جو ترکان خطا کے نام سے موسوم تھا' ماوراءالنہر کے علاقہ کو خوانین ترکستان سے چھین لیا۔ سلطان سنجر نے اس گروہ خطا کو ماوراءالنہر سے نکالنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوا اور بہت سے کار آزمودہ سردار اس لڑائی میں مقتول ہوئے۔ سلطان سنجر کے کمزور ہو جانے کے سبب اس کے ماتحت حکمرانوں نے زور پکڑا اور اسی سلسلہ میں

Marfat.com

خوارزم شاہ بھی خود مختار ہو گیا۔ ماوراءالنہر میں جو ترک رہتے تھے اور ترکان غز کہلاتے تھے' انہوں نے خراسان میں آکر لوٹ مار اور بدامنی پھیلادی۔ سنہ۔۵۴۸ھ میں ان ترکوں اور سلطان سنجر کے درمیان لڑائی ہوئی' جس میں سلطان سنجر کو قید کر کے اپنے ساتھ رکھا اور خراسان کے شہروں کو لوٹتے ہوئے پھرنے لگے اور ماوراءالنہر میں ترکان خطا کو بھی شکستیں دینے لگے۔ ترکان غز نے سلطان سنجر کو قید کر کے ایک سائیس کے برابر اس کی تنخواہ مقرر کی تھی اور لطف یہ کہ تمام بلاد خراسان میں خطبہ سلطان سنجر ہی کے نام کا جاری رکھا تھا۔ سنہ۔۵۵۱ھ میں سلطان سنجر قید سے نکل بھاگا اور سنہ۔ ۵۵۲ھ میں بحالت ناکامی فوت ہوا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ اور اس کی اولاد نے تمام خراسان پر قبضہ کر لیا اور اصفہان و رے کے صوبوں اور آل سبکتگین کے زیر اثر صوبوں پر بھی متصرف ہو گئے اور چنگیز خان کے خروج تک قابض رہے۔ غرضیکہ خلیفہ مقتفی لامر اللہ کے عہد میں دولت خوارزم شاہیہ کی بنیاد قائم ہوئی۔ سنہ۔۵۴۹ھ میں خلیفہ مقتفی نے نورالدین بن محمود بن عماد الدین زنگی والی حلب کو مصر کی طرف جانے کا حکم دیا کہ وہاں عبیدی حاکم مصر کے پر اختلال کاموں میں دخیل ہو۔ اسی سال نور الدین محمود کو ملک العادل کا خطاب دیا۔

سلطان شاہ بن سلطان محمد اپنے چچا سنجر کے پاس رہتا تھا۔ اسی کو سلطان سنجر نے اپنا ولی عہد بھی بنایا تھا۔ جب سلطان سنجر کو ترکوں نے گرفتار کر لیا تو سلیمان شاہ اس کے بقیہ لشکر کی سرداری کرنے لگا اور خراسان میں اپنے لیے کوئی مامن نہ دیکھ کر بغداد چلا آیا۔ ماہ محرم سنہ۔۵۵۱ھ میں خلیفہ کے دربار میں حاضر ہوا۔ خلیفہ کی بیعت کی اور نائب السلطنت مقرر ہوا۔ اس کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھا گیا۔ ماہ ربیع الاول سنہ۔۵۵۱ھ میں سلیمان شاہ بغداد سے بلاد جبل کی طرف روانہ ہوا۔ ماہ ذی الحجہ سنہ۔۵۵۱ھ میں سلطان محمود نے والی موصل اور دوسرے سرداروں کو اپنے ساتھ شامل کر کے بغداد پر چڑھائی کی اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لشکر موصل قطب الدین کو اس کے بڑے بھائی نورالدین زنگی نے ملامتانہ خط لکھا کہ تم کو محاصرہ بغداد میں شریک نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اس لیے قطب الدین زنگی خلیفہ کے خلاف جنگ کرنے سے جی چرا رہا تھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ربیع الاول سنہ۔ ۵۵۲ھ میں سلطان محمد محاصرہ اٹھا کر ہمدان کی طرف چلا گیا اور قطب الدین نے موصل کی طرف کوچ کیا۔ سلطان محمد بن محمود بن ملک شاہ محاصرہ بغداد کے بعد بعارضہ سل بیمار ہو کر ہمدان میں مقیم رہا اور ماہ ذی الحجہ سنہ۔ ۵۵۴ھ میں بمقام ہمدان فوت ہوا۔ اس کے بعد سلجوقی شہزادوں میں تخت نشینی کے متعلق اختلاف رہا۔ آخر سلطان محمد کے چچا سلیمان شاہ کو جو موصل میں قطب الدین زنگی کی حراست میں تھا' طلب کر کے تخت نشین کیا گیا۔ اس کے بعد سلیمان شاہ کو سلجوقی شہزادوں کا مقابلہ کرنا پڑا۔ آخر اس کی حکومت قائم ہو گئی مگر سلیمان شاہ کے ایک سردار شرف الدین نے اس کو اور اس کے وزیر کو گرفتار کر کے قتل کر دیا۔

اس کے بعد شرف الدین نے ارسلان شاہ بن طغرل کے تخت نشین کرنے کی تجویز کی اور اس کے اتابک ایلدکز کو لکھا کہ اپنے ہمراہ ارسلان شاہ کو لے آؤ۔ چنانچہ ایلدکز معہ فوج ہمدان آ پہنچا اور ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ ہمدان میں پڑھوایا۔ ایلدکز سلطان مسعود کے غلاموں میں سے تھا' اس نے سلطان طغرل کی وفات

Marfat.com

کے بعد اس کی بیوی یعنی ارسلان شاہ کی ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ اب ارسلان شاہ کی تخت نشینی کی رسم ادا ہونے کے بعد وہی اتابک اعظم مقرر ہوا اور بغداد میں خلیفہ کے پاس درخواست بھیجی کہ ارسلان شاہ کے نام کا خطبہ بغداد میں پڑھوایا جائے۔ خلیفہ نے ایلچی کو بے عزت کر کے نکلوادیا۔ خلیفہ کے وزیر نے محمود بن ملک شاہ بن محمود کو جو نو عمر لڑکا تھا' اس کے باپ کے مصاحب اس کو فارس کی طرف لے کر گئے تھے۔ وہاں فارس کے حاکم زنگی بن وکلا سلغری نے ان لوگوں سے محمود کو چھین کر قلعہ اصطخر میں بند کر دیا تھا۔ خلیفہ کے وزیر عون الدین ابوالمظفر یحییٰ بن زہیر نے زنگی بن وکلا حاکم فارس کو لکھا کہ تم محمود کو آزاد کر کے اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس کے نام کا خطبہ اپنے بلاد مقبوضہ میں جاری کر دو۔ چنانچہ زنگی نے اس کی تعمیل کی۔ ادھر ایلدکز نے زنگی کو لکھا کہ تم ارسلان شاہ کی بیعت سلطنت کرو۔ زنگی نے انکاری جواب دیا اور فوجیں فراہم کیں۔ ایلدکز نے فارس پر فوجیں روانہ کیں۔ لڑائیاں ہوئیں مگر کوئی اہم نتیجہ بر آمد نہیں ہوا۔ ۲/ماہ ربیع الاول سنہ۔ ۵۵۵ھ میں مقتفی لامر اللہ نے ۲۴ برس ۴ مہینے خلافت کر کے وفات پائی اور اس کے بیٹے ابوالمظفر یوسف نے مستنجد باللہ کے لقب سے تخت خلافت پر جلوس کیا۔

مقتفی لامر اللہ نے اپنے آپکو سلجوقی سلطانوں کے اقتدار سے آزاد کر کے عراق و بغداد پر آزادانہ حکومت کی اور اسی لیے وہ خلفاء عباسیہ کے آخری کمزور خلیفہ میں ایک نامور اور طاقتور خلیفہ شمار ہوتا ہے۔

دیلمیہ و سلجوقیہ : دیلمی یعنی بنی بویہ نے طاقت حاصل کر کے خاندان عباسیہ کے خلفاء کی عزت کو برباد کیا اور اپنے عہد حکمرانی میں خلافت اسلامیہ کو سخت نقصان پہنچایا۔ ان لوگوں کے زمانے میں آئے دن شیعہ سنیوں کے ہنگامے بھی برپا رہے اور مسلمانوں کی طاقت دم بدم کمزور ہوتی رہی۔ ان کے بعد جب سلجوقیوں نے ان کی جگہ لی اور وہ برسر اقتدار آئے تو خلافت اور خلفاء کی عزت و تعظیم نے ترقی کی۔ سلجوقیوں نے خاندان عباسیہ کے ساتھ عقیدت مندی کا برتاؤ کیا۔ سلجوقیوں کی طاقت بنی بویہ سے بدرجہا زیادہ تھی۔ سلجوقی سلطانوں نے بہیئت مجموعی خلیفہ سے غداری و بے وفائی کا برتاؤ نہیں کیا۔ سلجوقیوں کے زمانے میں مسلمانوں کی ضائع شدہ طاقت و عظمت پھر واپس آئی۔ سلجوقیوں میں قابلیت ملک گیری و ملک داری بنو بویہ کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ اس نسبت سے ان میں دین داری اور مذہبیت بھی زیادہ تھی۔ آخر زمانے میں آپس کی نااتفاقی اور خانہ جنگی نے دولت سلجوقیہ کا خاتمہ کر دیا اور یہ وہ مرض ہے جس سے دنیا میں کوئی خاندان محفوظ نظر نہیں آتا۔ بہر حال خلیفہ مقتفی کے زمانے میں سلجوقیوں کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ اگرچہ سلجوقی سردار اس کے بعد عرصہ دراز تک چھوٹے چھوٹے قطعات ملک پر حکمران نظر آتے رہے مگر نائب السلطنت اور سرپرست ہونے کی حیثیت سے وہ اپنا دور ختم کر چکے تھے۔

مستنجد باللہ

مستنجد باللہ بن مقتفی لامر اللہ ماہ ربیع الثانی سنہ۔ ۵۱۱ھ میں ایک گرجستانی ام ولد موسومہ طاؤس کے

Marfat.com

پیٹ سے پیدا ہوا۔ سنہ۔ ۵۴۷ھ میں ولی عہد بنایا گیا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد ربیع الاول سنہ۔ ۵۵۵ھ میں تخت خلافت پر بیٹھا۔ سنہ۔ ۵۵۶ھ میں ترکمانوں' کردوں اور عربوں نے یکے بعد دیگرے بغاوت کی اور خلیفہ مستنجد نے ان بغاوتوں کو فرو کیا۔ مقام حلہ میں قبیلہ بنی اسد کی آبادی زیادہ تھی۔ ان لوگوں سے سرکشی کے آثار نمایاں ہوئے اور سنہ۔ ۵۵۸ھ میں خلیفہ نے تمام بنی اسد کے خلاف فوجیں روانہ کر کے ان کو عراق سے نکال دیا۔ سنہ۔ ۵۵۹ھ میں واسط کے اندر بغاوت ہوئی۔ یہ بغاوت بھی فوجی قوت کی نمائش سے فرو کر دی گئی۔ سنہ۔ ۵۶۰ھ میں خلیفہ کے وزیر عون الدین نے وفات پائی۔ سنہ۔ ۵۶۳ھ میں مصر کے آخری عبیدی حاکم عاضد لدین اللہ کے وزیر شادر پر ابن سوار نامی ایک شخص نے غالب ہو کر اس کو مصر سے نکال دیا۔ شادر مصر سے ملک العادل نور الدین زنگی کے پاس آیا۔ نور الدین زنگی سلاطین سلجوقیہ کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کے باپ عماد الدین زنگی کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ نور الدین محمود زنگی نے حلب و شام وغیرہ ممالک پر قبضہ کرر کھا تھا اور خلیفہ بغداد کا فرماں بردار تھا۔ نور الدین محمود کے سرداروں میں نجم الدین ایوب (جس کا ذکر اوپر بھی آچکا ہے) اور اس کا بیٹا صلاح الدین یوسف بن نجم الدین ایوب اور نجم الدین ایوب کا بھائی اسد الدین شیر کوہ معزز اور اعلیٰ عہدوں پر مامور تھے۔ ملک العادل نور الدین محمود نے امیر اسد الدین شیر کوہ کو دو ہزار سواروں کے ساتھ مصر کی طرف روانہ کیا۔ شیر کوہ نے ابن سوار کا کام تمام کیا مگر شادر نے ان وعدوں کو جو دربار نور الدین میں کر کے آیا تھا' پورا نہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فرانسیسی سواحل شام و مصر پر حملے کیا کرتے تھے اور ساحلی مقامات پر قابض ہو گئے تھے۔ شیر کوہ سے فرمائش کی گئی کہ ان عیسائیوں کو بھی ملک سے خارج کرو۔ شیر کوہ اور اس کے بھتیجے صلاح الدین نے فرنگیوں کو کئی مہینے کی لڑائیوں کے بعد مصر سے نکال دیا اور خود شام کی طرف چلا آیا۔ سنہ۔ ۵۶۴ھ میں فرانسیسیوں نے پھر مصر پر حملہ کیا۔ عاضد لدین اللہ نے پھر ملک العادل سلطان نور الدین محمود زنگی کی خدمت میں امداد اور اعانت کی درخواست کی۔ نور الدین نے پھر شیر کوہ کو معہ صلاح الدین مصر کی جانب روانہ کیا۔ فرانسیسی شیر کوہ کے آنے کی خبر سنتے ہی بھاگ گئے اور عاضد لدین اللہ نے شیر کوہ کو اپنا وزیر بنا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ شادر نے علم بغاوت بلند کیا۔ شیر کوہ نے فوراً اس کا کام تمام کر دیا اور اطمینان سے خدمات وزارت انجام دینے لگا۔ سال بھر کے بعد سنہ۔ ۵۶۵ھ میں شیر کوہ کا مصر میں انتقال ہو گیا تو حاکم مصر عاضد لدین اللہ عبیدی نے شیر کوہ کے بھتیجے سلطان صلاح الدین یوسف کو وزارت کا عہدہ دیا۔ شیر کوہ اور صلاح الدین دونوں اپنے پرانے آقا سلطان نور الدین محمود کے بھی وفادار تھے۔ اس طرح شام اور مصر دونوں ملکوں کی اسلامی طاقت متحد طور پر عیسائیوں کے حملوں کی مدافعت پر متوجہ رہی۔ ادھر خلیفہ مستنجد باللہ کو بھی عراق کی تمام بغاوتوں کے فرو کرنے میں کامیابی حاصل ہوئی اور خلیفہ کا اقتدار اور رعب پورے طور پر قائم ہو گیا۔ ملک العادل نور الدین زنگی خلیفہ مستنجد کا وفادار اور مستنجد کے ہر ایک حکم کی تعمیل کو تیار تھا۔ لہذا یہ زمانہ امن و امان اور عراق و مصر کے مسلمانوں کے لیے اطمینان کا زمانہ تھا۔ ۹/ ربیع الثانی سنہ۔ ۵۶۶ھ میں خلیفہ مستنجد باللہ نے بیمار ہو کر وفات پائی۔ اسی خلیفہ کے عہد خلافت میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ نے وفات پائی۔ مستنجد کے بعد لوگوں

Marfat.com

نے اس کے بیٹے ابو محمد حسن کو تخت خلافت پر بٹھا کر مستضی بامر اللہ کا لقب دیا۔

مستضی بامر اللہ

مستضی بامر اللہ بن مستنجد باللہ سنہ۔۵۳۶ھ میں ایک ارمنی ام ولد کے بطن سے پیدا ہوا۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی عدل وانصاف قائم کیا۔ رعایا کے تمام ٹیکس معاف کر دیئے۔ اس کی تخت نشینی کے پہلے ہی سال میں مصر کے اندر عبیدیوں کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ صلاح الدین یوسف عبیدیوں کے آخری حاکم عاضد لدین اللہ کا وزیر اعظم ہو گیا تھا۔ صلاح الدین نے مصر کی بدامنی کو رفع کر کے ہر قسم کا انتظام کیا اور پورے طور پر ہر ایک محکمہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت کرنے لگا۔ نور الدین محمود زنگی فرماں روائے شام نے سنہ۔۵۶۶ھ کے آخری ایام میں سلطان صلاح الدین کو لکھا کہ مصر میں خلیفہ مستضی باللہ عباسی کے نام کا خطبہ جاری کرو۔ صلاح الدین یوسف اپنے آپ کو سلطان نور الدین کا نائب سمجھتا تھا۔ اس نے اس حکم کی تعمیل ڈرتے ہی ڈرتے کی اور محرم سنہ۔۵۶۷ھ کی ابتدائی تاریخوں میں یوم عاشورہ سے پہلے جو جمعہ آیا' اس جمعہ میں خلیفہ مستضی بامر اللہ کے نام کو بہ نظر استحسان دیکھا گیا۔ ۱۰/ محرم سنہ۔۵۶۷ھ کو عاضد لدین فوت ہو گیا اور اگلے جمعہ کے تمام بلاد مصر میں خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ اس کی اطلاع سلطان صلاح الدین نے سلطان نور الدین کو دی اور سلطان نور الدین نے خلیفہ مستضی کے پاس بغداد میں یہ خوشخبری بھیجی۔ جب یہ خبر بغداد میں پہنچی تو خلیفہ نے خوشی کی نوبت بجوائی اور تمام بغداد میں چراغاں کیا گیا۔ خلیفہ نے اپنے خادم خاص صندل نامی کو جو خلیفہ کی سرائے کا داروغہ بھی تھا۔ نور الدین کے پاس بھیجا اور اس کے ہاتھ نور الدین اور صلاح الدین کے لیے خلعت روانہ کئے اور سیاہ پھریرے بھیجے۔ صندل کے پہنچنے پر نور الدین نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا اور صلاح الدین کے پاس خلیفہ کا خلعت روانہ کیا۔ مصر سے دولت عبیدیہ مستاصل ہو گئی اور دولت ایوبیہ مصر میں قائم ہوئی۔ نور الدین کے قبضہ میں شام' جزیرہ اور موصل کا تمام علاقہ تھا۔ اب خلیفہ نے اس کے پاس مصر' شام' جزیرہ' موصل' دیار بکر' خلاط' بلاد روم اور سواد عراق کی سند حکومت لکھ کر بھیج دی اور اس کو ان ممالک میں اپنا نائب السلطنت بنا کر سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا۔ نور الدین کی طرف سے صلاح الدین مصر کا حاکم اور بادشاہ رہا۔ جس طرح صلاح الدین' نور الدین کا فرمان بردار تھا' اسی طرح نور الدین خلیفہ بغداد کا فرمان پذیر رہا۔ اب خلیفہ مستضی سے تمام بادشاہ ڈرنے لگے تھے اور دور دور تک اس کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ کسی کو خلیفہ کی مخالفت کی جرات نہ رہی۔ خلیفہ نے قطب الدین قائماز کو سپہ سالار افواج بنایا تھا' سنہ۔۵۷۰ھ میں قائماز نے خلیفہ کے خلاف بغداد میں سرکشی کا اظہار کیا۔ خلیفہ نے قصر خلافت میں محصور ہو کر اور چھت پر چڑھ کر بلند آواز سے لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کہ قطب الدین قائماز کا مال واسباب تمہارے لیے معاف ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ اس کے گھر پر ٹوٹ پڑے اور ذرا سی دیر میں سب کچھ لوٹ لیا۔ قائماز بغداد سے فرار ہو کر حلہ پر پہنچا۔ وہاں سے موصل کی طرف جاتا تھا کہ راستہ میں مر گیا۔ سنہ۔۵۷۳ھ خلیفہ مستضی کا وزیر عضد الدین ابو الفرج

Marfat.com

محمد بن عبداللہ حج کے ارادے سے ایک بڑے قافلہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ راستے میں ایک قرمطی نے دھوکے سے اس کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد خلیفہ نے ابو منصور ظہیر الدین بن نصر معروف بہ ابن عطار کو قلمدان وزارت عطا کیا۔ ماہ ذیقعدہ سنہ۔ ۵۷۵ھ میں خلیفہ مستضی بامر اللہ ساڑھے نو برس خلافت کرنے کے بعد فوت ہوا۔ وزیر ظہیر الدین بن عطار نے اس کے بیٹے ابوالعباس احمد کو تخت خلافت پر بٹھایا۔ اس نے ناصر لدین اللہ کا لقب اختیار کیا۔

ناصر لدین اللہ

ناصر لدین اللہ بن مستضی بامر اللہ ۱۰/رجب سنہ۔ ۵۵۳ھ کو ایک ترکی ام ولد موسومہ زمرد کے بطن سے پیدا ہوا اور ذیقعدہ سنہ۔ ۵۷۵ھ میں اپنے باپ کی جگہ تخت نشین ہوا۔ بہت ذی ہوش' دور اندیش اور چوکس رہنے والا خلیفہ تھا۔ تخت نشین ہوتے ہی ممالک محروسہ اسلامیہ میں قاصد روانہ کئے گئے کہ خلیفہ کی بیعت امرا سے لیں۔ اس زمانہ میں ہمدان' اصفہان اور رے میں بہلوان بن ایلدکز حکومت کر رہا تھا۔ اس کے پاس بیعت لینے کے لیے شیخ الشیوخ صدر الدین روانہ کئے گئے تھے۔ بہلوان نے اول بیعت کرنے سے انکار کیا مگر جب خود اسی کے سرداروں نے دھمکی دی کہ اگر آپ خلیفہ کی بیعت نہ کریں گے تو ہم منحرف ہو جائیں گے تو بہلوان نے بیعت کرلی۔ ایلدکز اتابک سنہ۔ ۵۶۸ھ میں بمقام ہمدان فوت ہو گیا تھا۔ ایلدکز جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے' ارسلان شاہ بن سلطان طغرل کا اتالیق و نگراں تھا۔ ایلدکز نے ارسلان شاہ کی ماں سے چونکہ شادی کرلی تھی' اس لیے ارسلان شاہ ایلدکز کا ربیب یعنی سوتیلا بیٹا تھا۔ ایلدکز کی وفات کے بعد ارسلان شاہ کا اتالیق ایلدکز کا بیٹا بہلوان ہوا۔ سنہ۔ ۵۷۳ھ میں ارسلان شاہ بھی فوت ہوا تو بہلوان نے ارسلان کے بیٹے طغرل بن ارسلان بن طغرل کو اس کا جانشین کیا اور خود بلاد مذکورہ کی حکومت کرتا رہا۔ سنہ۔ ۵۸۲ھ میں جب بہلوان بن ایلدکز نے وفات پائی تو ہمدان' رے' اصفہان' آذربائیجان اور ارانیہ کے علاقے اس کے زیر حکومت تھے اور طغرل بن ارسلان اس کی کفالت میں تھا۔ بہلوان کے مرنے پر اس کا بھائی عثمان معروف بہ قزل ارسلان بن ایلدکز اس کا قائم مقام ہوا۔ طغرل بن ارسلان چند روز تو قزل ارسلان کی کفالت و نگرانی میں رہا' پھر اس سے علیحدہ ہو کر امرا کو اپنے ساتھ ملا کر بعض شہروں پر قابض ہو گیا۔ چنانچہ قزل ارسلان اور طغرل میں متعدد لڑائیاں ہوئیں۔ رفتہ رفتہ طغرل کی قوت بڑھتی گئی اور قزل ارسلان کمزور ہوتا گیا۔ قزل ارسلان نے دربار خلافت میں عرضی بھیجی اور اطاعت و فرماں برداری کا اقرار کر کے طغرل کی طاقت کے بڑھتے جانے سے دربار خلافت کے لیے بھی اندیشہ پیدا ہو جانے کے امکان کا اظہار کیا۔ خلیفہ ناصر الدین اللہ نے سلاطین سلجوقیہ کے محلوں کو جو بغداد میں بنے ہوئے تھے' مسمار و منہدم کرادیا اور ابوالمظفر عبیداللہ بن یونس کو قزل ارسلان کی مدد کے لیے معہ لشکر روانہ کیا۔ عبیداللہ ابھی قزل ارسلان تک نہیں پہنچنے پایا تھا کہ ۱۸/ربیع الاول سنہ۔ ۵۸۴ھ کو بمقام ہمدان طغرل سے مقابلہ ہو گیا' سخت لڑائی ہوئی۔ طغرل نے فتح پائی اور عبیداللہ گرفتار ہو گیا۔ بقیہ لشکر نے بغداد آکر

Marfat.com

دم لیا مگر اس کے بعد قزل ارسلان ہمدان' رے' اصفہان وغیرہ کل صوبوں پر استقلال کے ساتھ حکومت کرنے لگا اور اپنے نام کا سکہ و خطبہ جاری کیا۔ سنہ۔۵۸۷ھ میں طغرل بحالت قید قتل کر دیا گیا اور دولت سلجوقیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ اس حکومت و سلطنت کو طغرل بیگ نے قائم کیا تھا۔ اس کا خاتمہ بھی اسی نام کے سلطان یعنی طغرل بیگ پر ہوا۔

سنہ۔۵۸۵ھ میں امیر عیسیٰ والی تکریت فوت ہوا تو اس کے بھائیوں نے تکریت پر قبضہ کیا۔ خلیفہ ناصر نے ایک فوج بھیج کر تکریت پر اپنا قبضہ کیا اور امیر عیسیٰ کے بھائیوں کو جاگیریں دے دیں۔ سنہ۔۵۸۶ھ میں اسی طرح شرعانہ پر قبضہ کیا اور وہاں سے امیروں کو جاگیریں دیں۔ اس کے بعد سنہ۔۵۹۱ھ میں خلیفہ ناصر نے خوزستان کی طرف فوجیں بھیج کر اس ملک پر بھی قبضہ کیا اور اپنی طرف سے طاش تگین مجیر الدین کو خوزستان کی حکومت پر مامور کیا۔ ان ایام میں رے پر قتلغ بن بہلوان بن ایلدکز حکومت کر رہا تھا۔ خوارزم شاہ نے قتلغ کو شکست دے کر بھگا دیا اور اس علاقہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ موید الدین ابو عبداللہ محمد بن علی جس نے خوزستان کو خلیفہ کے حکم کے موافق فتح کر کے طاش تگین کے سپرد کر دیا تھا' اپنی فوج لئے ہوئے روانہ ہونے کو تھا کہ قتلغ بن بہلوان اس کے پاس پہنچا اور رے کی طرف فوج کشی کرنے کی ترغیب دی۔ موید الدین قتلغ کے ہمراہ ہمدان کی طرف گیا۔ جہاں خوارزم شاہ کا بیٹا لشکر لیے ہوئے پڑا تھا۔ وہ موید الدین کی خبر سن کر رے کی طرف چلا گیا اور موید الدین نے ہمدان پر بآسانی قبضہ کر لیا۔ ہمدان سے رے کی طرف روانہ ہوا۔ ابن خوارزم رے کو چھوڑ کر چل دیا۔ موید الدین نے رے پر بھی قبضہ کر لیا اور رفتہ رفتہ اس تمام علاقے پر قابض ہو گیا جو قتلغ کے قبضہ میں پہلے تھا۔ خوارزم شاہ نے اول ایک ایلچی موید الدین کے پاس بھیجا اور کہا کہ اس ملک سے اپنا قبضہ اٹھالو مگر موید الدین نے کہا کہ یہ ملک خلیفہ ناصر لدین اللہ کی فوج نے فتح کیا ہے' ہر گز واپس نہ ہو گا۔ خوارزم شاہ نے ایک زبردست فوج لے کر ہمدان پر حملہ کیا۔ اسی اثناء میں بہ ماہ شعبان سنہ۔ ۵۹۲ھ موید الدین کا انتقال ہو گیا مگر اس کی فوج نے خوارزم شاہ کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ آخر بغداد میں فوج کو افسر کے نہ ہونے کی وجہ سے شکست ہوئی اور خوازرم شاہ نے ہمدان پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد خوازم شاہ اصفہان پہنچا۔ اس کو بھی اپنے قبضہ میں لا کر اپنے بیٹے کی نگرانی میں دیا اور ایک زبردست فوج حفاظت کے لیے وہاں چھوڑی۔ اس کے بعد خلیفہ ناصر لدین اللہ نے سیف الدین طغرل نامی ایک سردار کو فوج دے کر اصفہان کی طرف روانہ کیا۔ سیف الدین نے ابن خوارزم شاہ کو بھگا کر اصفہان پر قبضہ کیا' پھر ہمدان' زنجان اور قزوین پر بھی قبضہ کر لیا اور یہ علاقے خلیفہ ناصر لدین اللہ کے قبضہ و تصرف میں آگئے۔

سنہ ۶۰۲ھ میں طاش تگین امیر خوزستان نے وفات پائی۔ خلیفہ ناصر نے اس کی جگہ اس کے داماد سنجر کو مامور فرمایا۔ سنہ۔۶۰۶ھ میں خلیفہ کے دل میں سنجر کی طرف سے ناراضی پیدا ہوئی۔ اس زمانہ میں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ فارس کی حکومت اتابک سعد زنگی بن وکلا کے ہاتھ میں تھی۔ خلیفہ نے سنجر کی سرکوبی کے لیے اپنے نائب وزیر کو فوج دے کر روانہ کیا کہ خوزستان پہنچ کر سنجر کو سزا دو۔ جس وقت نائب وزیر

Marfat.com

خوزستان کے قریب پہنچا' سنجر خوزستان چھوڑ کر سعد زنگی کے پاس فارس چلا گیا۔ سعد نے سنجر کی خوب خاطر مدارات کی ماہ ربیع الاول سنہ۔۶۰۶ھ میں خلیفہ کی فوج نے خوزستان پر قبضہ کر لیا اور سنجر کو طلب کیا' سنجر نے انکار کیا۔ لہذا لشکر بغداد فارس کے دارالسلطنت شیراز کی طرف بڑھا۔ اتابک سعد زنگی نے سنجر کی سفارش کے خطوط نائب وزیر کو لکھے۔ آخر سنجر نائب وزیر کے پاس چلا گیا اور وہ ماہ محرم سنہ۔۶۰۸ھ میں سنجر کو ہمراہ لیے ہوئے بغداد واپس آیا اور پابہ زنجیر دربار خلافت میں پیش کیا گیا۔ خلیفہ نے اپنے خادم یاقوت نامی کو خوزستان کی حکومت پر مامور کر کے بھیج دیا اور سنجر کو آزاد کر کے خلعت دیا۔

محرم سنہ۔ ۶۱۳ھ میں خلیفہ نے اپنے پوتے موید بن علی بن ناصر الدین اللہ کو تشتر (من مضافات خوزستان) کی امارت پر روانہ کیا۔ اس کا باپ علی ذیقعدہ سنہ۔ ۶۱۲ھ میں فوت ہو چکا تھا۔ اغلمش بہلوان بن ایلدگز کے سرداروں میں سے تھا۔ اس نے اپنی بہادری اور دانائی کے ذریعہ بلاد جبل پر قبضہ کر لیا تھا اور اس کی حکومت استقلال کے ساتھ قائم ہو چکی تھی۔ سنہ۔ ۶۱۴ھ میں اس کو فرقہ باطنیہ (قرامطہ) نے قتل کر ڈالا۔ اغلمش کے قتل ہونے پر اس کے مقبوضہ ملک پر ایک طرف اتابک سعد بن وکلا حاکم فارس نے قبضہ کرنا چاہا' دوسری طرف خوارزم شاہ حاکم خراسان وماوراء النہر نے قابض ہونا چاہا۔ اتابک بن زنگی نے فوج لے کر اصفہان کو فتح کیا۔ ادھر سے خوارزم شاہ معہ فوج آرہا تھا۔ مقام رے میں دونوں کا مقابلہ ہوا۔ سخت خونریز جنگ کے بعد اتابک سعد کو شکست ہوئی۔ خوارزم شاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اغلمش کے تمام مقبوضہ ملک پر قابض ہو کر دارالخلافہ بغداد میں اپنا خطبہ بطور نائب السلطنت پڑھے جانے کی درخواست خلیفہ کے پاس بھیجی۔ وہاں سے انکاری جواب آیا۔ خوارزم شاہ نے فوج بغداد کی طرف روانہ کی مگر راستے میں اس قدر برف باری ہوئی کہ اس فوج کا اکثر حصہ ہلاک ہو گیا' باقی کو ترکوں اور کردوں نے لوٹ لیا۔ بقیہ لوگ بحالت زار خوارزم شاہ کے پاس واپس آگئے۔ خوارزم شاہ نے اس کو بد فالی سمجھ کر خراسان کی جانب معاودت کی تو مفتوحہ ملک پر اپنے بیٹے رکن الدین کو مامور کر کے عماد الملک سادی کو اس کا مدار المہام بنایا اور اپنے ممالک مقبوضہ سے خلیفہ ناصر کے نام کا خطبہ موقوف کر دیا۔ یہ سنہ۔۶۱۵ھ کا واقعہ ہے۔

سنہ۔۶۱۶ھ میں قبیلہ تاتار نے جو طمغاج علاقہ چین کے پہاڑوں میں رہتا تھا' خروج کیا۔ ان لوگوں کا وطن ترکستان سے چھ مہینے کی مسافت پر تھا۔ اس قبیلہ کے سردار کا نام چنگیز خاں تھا' جو ترکوں کے قبیلہ تمرجی سے تعلق رکھتا تھا۔ چنگیز خاں نے ترکستان وماوراء النہر پر فوج کشی کی اور ترکان خطا سے ان ملکوں کو چھین کر خود قابض ہو گیا۔ اس کے بعد خوارزم شاہ پر حملہ آور ہوا اور خراسان وبلاد جبل کو اس کے قبضے سے نکال لیا۔ اس کے بعد ارانیہ اور شروان پر قابض ہوا۔ انہیں تاتاریوں کا ایک گروہ غزنی' سجستان' کرمان وغیرہ کی طرف گیا۔ خوارزم شاہ ان تاتاریوں سے شکست کھا کر طبرستان کے کسی مقام میں جا کر سنہ۔۶۱۷ھ میں اکیس سالہ حکومت کے بعد فوت ہو گیا۔ خوارزم شاہ کو شکست دینے کے بعد تاتاریوں نے اس کے بیٹے جلال الدین بن خوارزم شاہ کو غزنی میں شکست دی اور چنگیز خاں دریائے سندھ تک اس کا تعاقب کرتا ہوا چلا گیا۔ جلال الدین دریائے سندھ

Marfat.com

کو عبور کر کے ہندوستان میں داخل ہو گیا۔ چند روز ہندوستان میں رہ کر سنہ۔ ۶۲۲ھ میں خورستان و عراق کی جانب چلا گیا اور آذربائیجان وارمینیا پر قابض ہو گیا۔ یہاں تک کہ مظفر کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ چنگیز خاں اور اس کی ملک گیریوں کے حالات بعد میں مفصل بیان کئے جائیں گے۔ آخر ماہ رمضان سنہ۔ ۶۲۲ھ ۴۷ سال کی خلافت کے بعد خلیفہ ناصر لدین اللہ نے وفات پائی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ خوارزم شاہ نے چونکہ خلیفہ سے منازعت کی تھی اور خلیفہ کا خطبہ اپنے ممالک مقبوضہ میں موقوف کر دیا۔ اس لیے خلیفہ ناصر لدین اللہ ہی نے چنگیز خاں کو خراسان پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی تھی کیونکہ خوارزم شاہ کو خود سزا دینا اور اس سے انتقام لینا خلیفہ کے لیے آسان نہ تھا۔ ناصر لدین اللہ نے اپنے جاسوس تمام ملکوں اور شہروں میں پھیلا رکھے تھے۔ وہ لوگوں کے معمولی کاموں اور باتوں سے بھی واقف رہنے کی کوشش کیا کرتا تھا۔ اکثر لوگوں کو اس کی نسبت شبہ تھا کہ جن اس کے تابع ہیں اور وہی اس کو خبریں دیتے ہیں۔ سیاسی چالیس چلنا خوب جانتا تھا۔ ملکوں میں اس کا رعب خوب قائم ہو گیا تھا مگر رعایا اس سے خوش نہ تھی اور اس کی سخت گیریوں اور سخت سزاؤں سے نالاں تھی۔ اسی خلیفہ کے زمانہ میں سنہ۔ ۵۸۳ھ میں سلطان صلاح الدین نے رومیوں سے بہت سے شہر فتح کئے۔ بیت المقدس بھی ۹۱ سال کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔ سنہ۔ ۵۸۹ھ میں سلطان صلاح الدین یوسف فاتح بیت المقدس نے وفات پائی۔ اسی خلیفہ کے عہد میں ابوالفرح ابن جوزی' امام فخر الدین رازی' نجم الدین کبریٰ' قاضی خان صاحب الفتاویٰ صاحب الہدایہ وغیرہ نے وفات پائی۔ خلیفہ ناصر لدین اللہ کے بعد اس کا بیٹا ابو نصر محمد تخت نشین ہوا اور اس نے اپنا لقب ظاہر بامر اللہ اختیار کیا۔

ظاہر بامر اللہ

ظاہر بامر اللہ بن ناصر الدین سنہ۔ ۵۷۱ھ میں پیدا ہوا۔ باون (۵۲) سال کی عمر میں اپنے باپ کے بعد یکم شوال سنہ۔ ۶۲۲ھ کو تخت نشین ہوا۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی عدل وانصاف کی طرف خصوصی توجہ مبذول فرمائی۔ رعایا کو آرام پہنچایا' تمام ٹیکس معاف کر دیئے' لوگوں کی جائیدادیں جو پہلے خلفاء نے ضبط کی تھیں' سب واپس کر دیں۔ مقروض لوگوں کے قرضے خود ادا کر دیتا تھا۔ اس خلیفہ کا قول تھا کہ میں نے شام کے وقت دوکان کھولی ہے' مجھے نیکیاں کر لینے دو۔ ایک مرتبہ خلیفہ خزانہ کی طرف نکل آیا۔ ایک غلام نے کہا کہ یہ خزانہ آپ کے والد کے زمانے میں بھرا رہتا تھا۔ خلیفہ نے کہا کہ مجھے ایسی کوئی تدبیر قابل عمل نہیں معلوم ہوئی کہ یہ پھر بھر جائے۔ مجھ کو تو خزانہ خالی کرنا ہی آتا ہے۔ خزانہ کا جمع کرنا تو سوداگروں کا کام ہے۔ علماء کو خاص طور پر اس خلیفہ نے بہت مال و دولت دیا۔ اس خلیفہ کا زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ سے بہت مشابہ تھا۔ ملک میں بھی امن وامان رہا اور رعایا اس کے عدل وانصاف سے بے حد مسرور اور خوش تھی مگر اس کی عمر نے وفا نہ کی۔ صرف ساڑھے نو مہینے خلافت کر کے ۱۵/رجب سنہ۔ ۶۲۳ھ میں فوت ہوا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ابو جعفر منصور تخت نشین ہوا اور اپنا لقب مستنصر باللہ تجویز کیا۔

Marfat.com

ابو جعفر مستنصر باللہ

مستنصر باللہ بن ظاہر بامر اللہ سنہ۔۵۸۸ھ میں ایک ترکیہ ام ولد کے پیٹ سے پیدا ہوا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد رجب سنہ۔ ۶۲۳ھ میں تخت نشین ہوا۔ یہ خلیفہ اخلاق فاضلہ میں اپنے باپ سے بہت مشابہ تھا۔ اس نے عدل وانصاف کے قائم رکھنے میں اپنے باپ کی طرح کوشش کی۔ دین ومذہب کی پابندی کا اس کو خاص طور پر شوق تھا۔ بغداد میں اس نے مدرسہ مستنصریہ بنایا اور بڑے بڑے علماء مدرسہ پر مقرر ہوئے۔ اس مدرسہ کی تعمیر کا کام سنہ۔۶۲۵ھ میں شروع ہو کر سنہ۔۶۳۱ھ میں ختم ہوا۔ اس مدرسہ میں ایک کتب خانہ قائم کیا' جس میں ایک سو ساٹھ اونٹوں پر لاد کر نہایت نفیس ونایاب کتابیں داخل کی گئیں۔ حدیث' نحو' طب اور فرائض کے استاد الگ الگ مقرر کئے گئے۔ ان سب کے کھانے پینے' مٹھائی میوے اور دوسری چیزوں کا انتظام مدرسہ کی طرف سے ہوتا تھا۔ بہت سے گاؤں اس مدرسہ کے لیے وقف تھے۔ سنہ۔۶۲۸ھ میں ملک اشرف نے دارالحدیث اشرفیہ کی بنیاد رکھی۔ سنہ۔۶۳۰ھ میں اس کی تکمیل ہوئی۔ سنہ۔۶۲۹ھ میں محمد بن یوسف بن ہود نے اندلس میں دعوت عباسیہ کا اعادہ کیا۔ سنہ۔ ۶۳۴ھ میں علاؤالدین کیقباد بن قلج ارسلان بن سلیمان بن قتلمش بن اسرائیل بن سلجوق جو ایشیائے کوچک کے اکثر حصے پر قابض و متصرف تھا' فوت ہوا اور اس کا بیٹا غیاث الدین کیخسر و تخت نشین ہوا۔ سنہ۔۶۴۱ھ میں تاتاریوں نے غیاث الدین کیخسر و پر چڑھائی کر کے شکست دی اور غیاث الدین کیخسر و نے تاتاریوں کی اطاعت قبول کر کے باج گزاری منظور کی۔ اس طرح سلاجقہ روم کی دو صد سالہ حکومت کا خاتمہ ایشیائے کوچک میں ہو گیا۔ غیاث الدین کیخسر و تاتاریوں کی باج گزاری میں سنہ۔۶۵۶ھ تک حکومت کر کے فوت ہوا۔ اسی زمانہ میں خاندان عثمانیہ کے مورث اعلیٰ نے سلطنت عثمانیہ کے ایوان رفیع کی بنیادی اینٹ رکھی تھی' جس کا حال بعد میں مفصل بیان کیا جائے گا۔

خلیفہ مستنصر نے ملک کے انتظام اور عدل وانصاف کے قیام میں بہت کوشش کی مگر چونکہ ترکوں اور تاتاریوں نے یکے بعد دیگرے ولایتوں اور صوبوں پر قبضہ کرنا شروع کیا اور جلد جلد ایک کے بعد دوسرا ملک ان کے قبضہ میں آتا گیا۔ لہذا خلیفہ کی آمدنی کم ہو گئی۔ صلاح الدین یوسف کی سلطنت جو شام و مصر پر مشتمل تھی' صلاح الدین کی اولاد کی نااتفاقیوں سے برباد ہو رہی تھی۔ تاتاریوں کے سیلاب نے ماوراء النہر سے بحر روم اور بحر اسود تک کے تمام ملکوں کو تاخت و تاراج کر ڈالا تھا۔ تاہم ملک عراق پر خلیفہ کا قبضہ تھا اور تاتاریوں (مغلوں) کے دلوں پر خلیفہ بغداد کا اس قدر رعب قائم تھا کہ وہ خلیفہ کے مقبوضہ ملک کی طرف نگاہ نہیں کر سکتے تھے اور جس طرح خراسان' آذربائیجان' موصل' شام وغیرہ کے سلاطین خلیفہ کی ناراضی سے ڈرتے تھے' اسی طرح مغل بھی خلیفہ بغداد کی سیادت کو تسلیم کرتے اور کسی قسم کی گستاخی کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ یہ تاتاری (مغل) چونکہ آفتاب پرست تھے اور سلجوقیوں کی طرح مسلمان ہو کر نہیں آئے تھے۔ لہذا ان کو اس کی پرواہ ہی نہ تھی کہ کس کے نام کا خطبہ مسجدوں میں پڑھا جاتا ہے۔ لہذا ان کے مفتوحہ ممالک میں بدستور خلیفہ

Marfat.com

بغداد کا خطبہ جاری تھا اور اسی لیے خلیفہ کو اطمینان تھا۔ تاتاریوں کے اس سیلاب کو دیکھ دیکھ کر خلیفہ مستنصر کا بھائی خفاجی نامی جو مستنصر سے زیادہ بہادر اور اولوالعزم تھا' کہا کرتا تھا کہ اگر میں خلیفہ ہو جاؤں تو دریائے جیحون کے پار تک ان تاتاریوں کا نام و نشان مٹا کر چھوڑوں۔ سنہ ۶۴۱ھ میں خلیفہ مستنصر فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے بھائی خفاجی کو تخت پر نہ بٹھایا' جو ہر طرح قابل اور مستحق خلافت تھا بلکہ مستنصر کے بیٹے ابو احمد عبداللہ کو اس لیے ترجیح دی کہ ابو احمد عبداللہ نرم مزاج سادہ لوح تھا۔ ارا کین سلطنت ایسے ہی خلیفہ کو پسند کرتے تھے تاکہ ان کے اقتدار و حکومت میں ترقی ہو۔ چنانچہ ابو احمد عبداللہ نے مستعصم باللہ کے لقب سے تخت خلافت پر جلوس کیا۔

مستعصم باللہ

مستعصم باللہ بن مستنصر باللہ سنہ ۶۹۰ھ میں ایک ام ولد موسومہ ہاجر کے بطن سے پیدا ہوا اور اپنے باپ کی وفات کے بعد تخت خلافت پر بیٹھا۔ اس خلیفہ میں علوء ہمت اور بیدار مغزی کی کمی تھی۔ اگرچہ خود دین داری اور اتباع سنت کی طرف مائل تھا مگر اپنا وزیر مویدالدین علقمی کو بنایا جو غالی شیعہ تھا۔ علقمی نے عہدہ وزارت پر فائز ہوتے ہی خلیفہ کو کٹھ پتلی کی طرح اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کو عضو معطل بنا کر سیاہ و سفید کا مالک و مختار بن گیا۔ علقمی نے شیعوں کو آگے بڑھانا اور ہر قسم کی رعایتوں سے مستفید کرنا شروع کر دیا۔ دیلمیوں کے زمانے میں جو بدعات جاری تھیں' ان کو پھر زندہ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعہ سنیوں میں وہی فسادات پھر برپا ہونے لگے جو دیلمیوں کے عہد اقتدار میں برپا رہتے تھے۔ ساتھ ہی علقمی اس کوشش میں مصروف ہوا کہ کسی طرح عباسیوں کا نام و نشان گم کر کے بغداد میں علویوں کی خلافت قائم کروں۔ بغداد میں بعض سمجھدار اور علقمی کے ان فاسد خیالات سے خبردار لوگ بھی تھے۔ انہوں نے خلیفہ کو علقمی کی غدارانہ کوششوں اور منصوبوں سے آگاہ کیا۔ خلیفہ اس قدر احمق اور پست ہمت تھا کہ اس نے ان لوگوں کی تمام باتوں کو خود علقمی سے بیان کیا۔ علقمی نے فوراً اپنی وفاداری اور فرماں برداری کا یقین دلا کر ان لوگوں کو غدار و فتنہ پرداز بتایا اور خلافت مآب کو اس کا یقین آ گیا۔ علقمی کا اقتدار اور بھی زیادہ بڑھ گیا اور خیر خواہوں کی زبانیں نصیحت گری سے بالکل بند ہو گئیں۔

اس کے بعد علقمی نے خلیفہ کو لہو و لعب اور شراب نوشی کی طرف مائل کر دیا اور اندیشہ سے محفوظ ہو گیا۔ چند روز کے بعد خلیفہ کے بیٹے ابو بکر نے شیعوں کی دست درازیوں کے روکنے کو خود بغداد کے محلہ کرخ پر حملہ کیا' جو بالکل شیعوں کی آبادی تھی اور علقمی کی نسبت بھی سخت سست الفاظ کہے۔ اس سے علقمی کو سخت ملال ہوا اور خلیفہ سے شکایت کی مگر خلیفہ نے بیٹے کا لحاظ کیا اور علقمی کے حسب منشاء ابو بکر کو سزا نہ دی۔ اس سے علقمی کی غداری میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ اس نے چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں سے جو تاتاریوں کا سردار اعظم اور خراسان وغیرہ ممالک کا بادشاہ تھا' خط و کتابت شروع کی۔ ہلاکو خاں کے پاس جب علقمی کا پہلا خط پہنچا تو ہلاکو خاں نے اس پر زیادہ توجہ نہ کی۔ علقمی نے لکھا تھا کہ میں بڑی آسانی سے بلا جدال و قتال خلیفہ بغداد اور عراق ملک پر

Marfat.com

آپ کا قبضہ کرادوں گا۔ آپ اس طرف ضرور فوج کشی کریں۔ اس کے جواب میں ہلاکو خاں نے علقمی کے ایلچی سے صرف یہ کہا کہ "علقمی جو وعدہ کرتا ہے' اس کے لیے کوئی کافی ضمانت نہیں ہے۔ ہم اس کی بات پر کس طرح یقین کرلیں"۔ حقیقت یہ تھی کہ خلیفہ کی کثرت افواج' عربوں کی بہادری اور اہل بغداد کی شجاعت سے مغل بہت مرعوب تھے اور شام کے ملک میں ان کے لشکر کو عرب قبائل کے مقابلے میں شکستیں بھی حاصل ہو چکی تھیں۔ علقمی نے خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر محاصل ملکی کی کمی اور فوج کی تنخواہوں کے زیادہ ہونے کی شکایت کر کے تخفیف لشکر کی تجویز پیش کی اور خلیفہ نے منظور کرلی۔

لشکر بغداد کا بڑا حصہ دوسرے شہروں اور ولایتوں میں منتشر کر دیا گیا جو تھوڑے سے آدمی بچے ان کی تنخواہوں کی ادائیگی کے لیے یہ صورت اختیار کی کہ بازار کا محصول وصول کرنے کی لشکریوں کو اجازت دے دی۔ اس سے شہر والوں کو سخت اذیت پہنچی اور لوٹ مار کا بازار شہر میں گرم ہو گیا۔ فوج کے بہت سے دستوں کو وزیر علقمی نے موقوف کر کے نکال دیا اور خلیفہ سے کہہ دیا کہ ان کو تاتاریوں کی روک تھام کے لیے سرحد پر روانہ کیا گیا ہے۔ مقام حلہ میں شیعوں کی آبادی زیادہ نہ تھی۔ حلہ کے شیعوں کو آمادہ کر کے ان سے ہلاکو کے پاس خطوط بھجوائے جن میں لکھا تھا کہ ہمارے بزرگوں نے بطور پیش گوئی ہم کو خبر دی تھی کہ فلاں سنہ میں فلاں تاتاری سردار بغداد اور عراق پر قبضہ کرلے گا۔ ان کی پیشین گوئی کے موافق آپ ہی وہ فاتح سردار ہیں اور ہم کو یقین ہے کہ آپ کا قبضہ اس ملک پر ہونے والا ہے۔ لہذا ہم قبل از وقت اپنی فرمانبرداری کا اقرار کرتے اور آپ سے اپنے لیے امن طلب کرتے ہیں۔ ہلاکو خاں نے ان کے قاصد کو بخوشی امن نامہ لکھ کر دے دیا۔ ہلاکو خاں کے دربار میں نصیر الدین طوسی کو بڑا رسوخ حاصل تھا اور وہ وزارت کی خدمات انجام دیتا تھا۔ نصیر الدین طوسی بھی علقمی کی طرح غالی شیعہ تھا اور علقمی نے نصیر الدین کو خط لکھا کہ جس طرح ممکن ہو ہلاکو خاں کو بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دو۔ اس وقت عباسیوں کی تباہی کے لیے بہترین موقعہ حاصل ہے۔ ساتھ ہی ہلاکو خاں کے نام عریضہ روانہ کیا اور لکھا کہ میں نے بغداد کو فوجوں سے خالی کر دیا ہے اور سامان حرب سب باہر بھیج دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر آپ کیا ضمانت چاہتے ہیں۔ اس عریضہ کے ساتھ ہی والی اربل سے ایک درخواست بھجوائی۔ اس میں بھی بغداد پر حملہ کرنے کی ترغیب دی گئی تھی۔

ہلاکو خاں کے پاس یہ خطوط اس وقت پہنچے جبکہ وہ قرامطہ یعنی اسماعیلیوں سے قلعہ الموت فتح کر چکا تھا اور اسماعیلیوں کا آخری بادشاہ گرفتار ہو کر اس کے سامنے آچکا تھا۔ ہلاکو خاں نے نصیر الدین طوسی سے مشورہ طلب کیا۔ نصیر الدین نے کہا علم نجوم سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ بغداد پر آپ کا قبضہ ہو جائے گا۔ اس لیے بغداد پر حملہ آور ہونے میں آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ چنانچہ ہلاکو خاں نے ایک زبردست فوج بطور مقدمتہ الجیش بغداد کی جانب بھیجی۔ جب اس لشکر کے قریب پہنچنے کی خبر مستعصم باللہ نے سنی تو فتح الدین داؤد اور مجاہدین ایبک کو دس ہزار سواروں کے ساتھ روانہ کیا۔ اس لشکر کا سپہ سالار فتح الدین تھا جو تجربہ کار سپہ سالار اور بہادر شخص تھا۔ مغلوں کے لشکر کو شکست ہوئی اور وہ میدان جنگ سے فرار ہوئے۔ فتح الدین نے اسی جگہ قیام

Marfat.com

کرنا مناسب سمجھا مگر مجاہدین نے اپنی ناتجربہ کاری سے تعاقب کرنے پر اصرار کیا۔ فتح الدین نے مجبوراً مغلوں کا تعاقب کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مغلوں نے ٹوٹ کر مقابلہ کیا۔ پیچھے سے وہ مغل جو کمین گاہ میں چھپ گئے تھے' حملہ آور ہوئے۔ لشکر بغداد بیچ میں گھر کر حواس باختہ ہو گیا۔ فتح الدین میدان جنگ میں مارا گیا اور مجاہدین نے بھاگ کر بغداد میں دم لیا۔ مجاہدین ہی کی بد تدبیری سے لشکر بغداد کی فتح شکست سے تبدیل ہو گئی مگر خلیفہ مستعصم نے اپنی فطری حماقت سے اس بھگوڑے سردار کو دیکھ کر تین مرتبہ کہا ﴿ الحمد لله علیٰ سلامة مجاهد الدین ﴾ گو لشکر بغداد کو شکست ہوئی مگر ہلاکو خاں کا مقدمتہ الجیش بھی پریشان و مجروح ہو چکا تھا۔ اس لیے خلیفہ مستعصم مطمئن تھا کہ رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت۔ مگر علقمی جس نے خلیفہ کو اب تک بالکل بے خبر رکھا تھا' اپنے دل میں خلیفہ کی حماقت پر ہنس رہا تھا کہ اتنے میں یکایک خبر مشہور ہوئی کہ ہلاکو خاں نے افواج کثیر کے ساتھ بغداد کا محاصرہ کر لیا ہے۔ اہل شہر نے مدافعت کی کوشش کی اور پچاس روز تک تاتاریوں کو شہر میں نہیں گھسنے دیا۔ شہر کے شیعوں نے ہلاکو خاں کے لشکر میں جا جا کر امن حاصل کی اور شہر کے حالات سے مطلع کیا۔ وزیر علقمی شہر کے اندر ہی رہا اور برابر ہلاکو خاں کے پاس دم دم کی خبریں بھیجتا رہا۔

چونکہ وزیر کو اہل شہر سے ہمدردی نہ تھی' لہذا اہل شہر دم بدم کمزور و پریشان ہوتے گئے۔ آخر وزیر علقمی اول شہر سے نکل کر ہلاکو خاں سے ملا اور صرف اپنے لیے امن طلب کر کے واپس آیا اور خلیفہ سے کہا کہ میں نے آپ کے لیے بھی امن حاصل کر لی ہے۔ آپ ہلاکو خاں کے پاس چلیں۔ وہ آپ کو ملک عراق پر اسی طرح قابض و متصرف رکھے گا' جیسا کہ غیاث الدین کیخسرو کو تاتاریوں نے اس کے ملک پر حاکم و فرماں روا رکھا ہے۔ خلیفہ معہ اپنے بیٹے کے شہر سے نکل کر ہلاکو خاں کے لشکر میں پہنچا۔ ہلاکو خاں نے خلیفہ کو دیکھ کر کہا کہ اپنے اراکین سلطنت اور شہر کے علماء و فقہاء کو بھی آپ بلوائیں۔ خلیفہ کو ہلاکو خاں نے اپنے لشکر میں روک رکھا۔ خلیفہ کا حکم سن کر علماء و فقہاء اور اراکین سلطنت شہر سے نکل کر لشکر تاتار میں آئے۔ ان سب کو ایک ایک کر کے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ہلاکو نے خلیفہ سے کہا کہ تم شہر میں پیغام بھیج دو کہ اہل شہر ہتھیار رکھ کر سب خالی ہاتھ شہر سے باہر آ جائیں۔ مستعصم نے یہ پیغام بھی شہر میں بھیج دیا۔ اہل شہر باہر نکلے اور تاتاریوں نے ان کو قتل کرنا شروع کیا۔ شہر کے تمام سوار و پیادے اور شرفا کھیرے ککڑی کی طرح کئی لاکھ کی تعداد میں مقتول ہوئے۔ شہر کی خندق ان لاشوں سے ہموار ہو گئی' پھر دریائے دجلہ میں ان مقتولوں کے خون کی کثرت سے پانی سرخ ہو گیا۔ تاتاری لوگ شہر میں گھس پڑے۔ عورتیں اور بچے اپنے سروں پر قرآن مجید رکھ کر گھروں سے نکلے مگر تاتاریوں کی تلوار سے کوئی بھی نہ بچ سکا۔ ہلاکو خاں نے اپنے لشکر کو قتل عام کا حکم دے دیا تھا۔ بغداد اور اس کے مضافات میں تاتاریوں نے چن چن کر لوگوں کو قتل کیا۔ بغداد میں صرف چند شخص جو کنویں یا اسی قسم کی کسی پوشیدہ جگہ میں چھپے ہوئے رہ گئے' بچ گئے۔ باقی کوئی متنفس زندہ نہیں چھوڑا گیا۔ اگلے دن بروز جمعہ نہم صفر سنہ ۶۵۶ھ کو ہلاکو خاں خلیفہ مستعصم کو ہمراہ لیے ہوئے بغداد میں داخل ہوا۔ قصر خلافت میں داخل ہو کر اجلاس کیا' خلیفہ کو سامنے بلوایا اور کہا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ ہمارے لیے کچھ حاضر کرو۔ خلیفہ

Marfat.com

پر اس قدر دہشت طاری تھی کہ وہ کنجیوں کو پہچان نہ سکا۔ آخر خزانے کے تالے توڑے گئے۔ دو ہزار نہایت نفیس پوشاکیں' ہزار دینار اور سونے کے زیورات ہلاکو کے سامنے پیش کئے گئے۔ اس نے کہا کہ یہ چیزیں تو تم نہ دیتے جب بھی ہماری ہی تھیں۔ یہ کہہ کر اپنے درباریوں میں سب تقسیم کر دیا اور کہا کہ ان خزانوں کا پتہ بتاؤ جن کا حال کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں مدفون ہیں۔ خلیفہ نے فوراً ان خزانوں کا پتہ بتایا' زمین کو کھود کر دیکھا گیا تو جواہرات اور اشرفیوں کی تھیلیوں سے بھرے ہوئے حوض نکلے۔

ہلاکو خاں کی فوج کے ہاتھ سے بغداد اور مضافات بغداد میں ایک کروڑ چھ لاکھ مسلمان مقتول ہوئے اور یہ تمام زہرہ گداز نظارے خلیفہ مستعصم کو دیکھنے پڑے۔ ہلاکو خاں نے خلیفہ کو بے آب ودانہ نظر بند رکھا۔ خلیفہ کو بھوک لگی اور کھانا مانگا تو ہلاکو خاں نے حکم دیا کہ ایک طشت جواہرات کا بھر کر سامنے لے جاؤ اور کہو کہ اسے کھاؤ۔ خلیفہ نے کہا میں ان کو کیسے کھا سکتا ہوں؟ ہلاکو خاں نے کہلا بھیجا کہ جس چیز کو تم کھا نہیں سکتے' اس کو اپنی اور لاکھوں مسلمانوں کی جان بچانے کے لیے کیوں نہ خرچ کیا اور سپاہیوں کو کیوں نہ دیا کہ وہ تمہاری طرف سے لڑتے اور تمہارا موروثی ملک بچاتے اور ہماری دست برد سے محفوظ رکھتے۔ اس کے بعد ہلاکو خاں نے مستعصم کے قتل کرنے کا مشورہ اپنے اراکین سے کیا۔ سب نے قتل کرنے کی رائے دی مگر نصیر الدین طوسی علقمی نے یہ ستم ظریفی کی کہ ہلاکو خاں سے عرض کیا کہ مستعصم مسلمانوں کا خلیفہ ہے اس کے خون سے تلوار آلودہ نہیں ہونا چاہیے بلکہ نمدے میں لپیٹ کر لاتوں سے کچلوانا چاہیے۔ چنانچہ یہ کام علقمی کے سپرد ہوا اور اس نے اپنے آقا مستعصم باللہ کو نمدے میں لپیٹ کر اور ایک ستون سے باندھ کر اس قدر لاتیں لگوائیں کہ خلیفہ کا دم نکل گیا پھر اس کی لاش کو زمین میں ڈال کر مغل سپاہیوں کے پاؤں سے کچلوا کر پارہ پارہ اور ریزہ ریزہ کرا دیا اور خود دیکھ کر خوش ہوتا رہا کہ میں علویوں کے خون کا بدلہ لے رہا ہوں۔ غرض خلیفہ کی لاش کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا اور خاندان عباسیہ کا کوئی شخص بھی جو مغلوں کے قبضہ میں آیا زندہ نہ بچ سکا۔

اس کے بعد ہلاکو خاں نے شاہی کتب خانے کی طرف توجہ کی' جس میں بے شمار کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ یہ تمام کتابیں دریائے دجلہ میں پھینک دی گئیں' جس سے دجلہ میں ایک بند سا بندھ گیا اور بتدریج پانی سب کو بہا کر لے گیا۔ دجلہ کا پانی جو اس سے پہلے مقتولین کے خون سے سرخ ہو رہا تھا' اب ان کتابوں کی سیاہی سے سیاہ ہو گیا اور عرصہ تک سیاہ رہا۔ تمام شاہی محلات لوٹ لینے کے بعد مسمار کر دیئے گئے۔ غرض یہ ایسی عظیم الشان خونریزی اور بربادی تھی جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں مل سکتی۔ اسلام پر یہ ایسی مصیبت آئی تھی کہ لوگوں نے اس کو قیامت صغریٰ کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ علقمی نے جو اس تمام بربادی وخونریزی کا باعث ہوا تھا' اب کوشش کی کہ ہلاکو خاں بغداد میں کسی علوی کو حاکم مقرر کرے اور اسی کو خلیفہ کا خطاب دے۔ ابتداء جب ہلاکو خاں بغداد پر حملہ آور ہوا تو علقمی کو بہتری کی توقع دلادی گئی تھی اور اس کو یقین تھا کہ ہلاکو خاں کسی ہاشمی علوی کو خلیفہ بنا کر مجھ کو اس کا نائب السلطنت بنادے گا لیکن ہلاکو خاں نے عراق میں اپنے عامل مقرر کر دیئے۔ یہ دیکھ کر علقمی بہت پریشان ہوا۔ بڑی بڑی چالیں چلا اور اپنے مقصد کے حاصل کرنے کے لیے ہلاکو خاں کی خدمت میں

Marfat.com

گڑگڑایا اور خوشامدانہ التجائیں کیں مگر ہلاکو خاں نے اس کو اس طرح دھتکار دیا جیسے کتے کو دھتکار دیتے ہیں۔ چند روز تک علقمی ادنیٰ غلاموں کی طرح تاتاریوں کے ساتھ ساتھ ان کی جوتیاں سیدھی کرتا رہا۔ آخر اسی ناکامی کے صدمہ سے بہت جلد مر گیا۔ خلیفہ مستعصم باللہ خلفاء عباسیہ کا آخری خلیفہ تھا' جس نے بغداد میں خلافت کی۔ سنہ۔۶۵۶ھ کے بعد بغداد دارالخلافہ نہ رہا۔ خلیفہ مستعصم کے بعد دنیا میں ساڑھے تین سال تک کوئی خلیفہ نہ تھا۔ اس کے بعد رجب سنہ۔۶۵۹ھ میں مستعصم باللہ کے چچا ابوالقاسم احمد کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔

خلفائے عباسیہ مصر میں

سلطان صلاح الدین بن ایوب نے حکومت عبیدیہ کے بعد مصر میں دولت ایوبیہ کی بنیاد ڈالی تھی' جس کا اجمالی تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ سنہ۔۶۴۸ھ تک مصر' شام اور حجاز کی حکومت سلطان صلاح الدین کے خاندان میں رہی۔ سلطان صلاح الدین چونکہ کرد قوم سے تھے' اس لیے دولت ایوبیہ کو دولت کردیہ بھی کہتے ہیں۔ دولت ایوبیہ کا ساتواں بادشاہ ملک الصالح تھا جو سلطان صلاح الدین کے بھائی کا پرپوتا تھا۔ اس نے اپنے خاندانی رقیبوں کے خطرے سے محفوظ رہنے کے لیے علاقہ کوہ قاف یعنی صوبہ سرکیشیا کے بارہ ہزار غلام خرید کر اپنی حفاظت کے لیے ایک جدید آئینی پیدل فوج قائم کی۔ اس کے عہد سلطنت میں فرانس کے عیسائی بادشاہ نے مصر پر جہازوں کے ذریعہ فوج لا کر حملہ کیا۔ مملوک فوج نے نہایت بردباری کے ساتھ مقابلہ کر کے فرانس کے بادشاہ کو میدان جنگ میں گرفتار کر لیا۔ اس کارنامہ کے بعد مملوک فوج کا مرتبہ اور بھی بلند ہو گیا۔ ملک الصالح کی وفات کے بعد اس کا بیٹا ملک معظم توران شاہ تخت نشین ہوا مگر دو ہی مہینے کے بعد تخت سلطنت پر ملک الصالح کی محبوب کنیز شجرۃ الدر نامی قابض ہو گئی۔ اس ملکہ کے عہد حکومت میں بے چینی و سرکشی کے آثار نمایاں ہوئے۔ ملکہ شجرۃ الدر تین مہینے سلطنت کرنے کے بعد گوشہ نشین ہو گئی اور برائے نام خاندان ایوبیہ کا ایک شخص ملک الاشرف موسیٰ بن یوسف تخت نشین ہوا۔ اس کے عہد حکومت میں مملوکوں کا زور اور بھی ترقی کر گیا۔ آخر سنہ۔۶۵۰ھ میں مملوکوں نے اپنی جماعت میں سے ایک شخص عزیز الدین ایبک صالح کو ملک المعز کے لقب سے تخت نشین کیا اور مصر میں خاندان ایوبیہ کی حکومت کا سلسلہ ختم ہو کر مملوکیوں یعنی غلاموں کی حکومت شروع ہوئی جو عرصہ دراز تک رہی۔

سنہ۔۶۵۵ھ میں ملک المعز کے بعد اس کا نو عمر بیٹا علی تخت نشین ہوا اور اس کا لقب ملک المنصور رکھا گیا اور امیر سیف الدین مملوک اس کا اتابک مقرر ہوا۔ سنہ۔۶۵۷ھ میں علماء سے فتویٰ حاصل کر کے ملک المنصور اس لیے معزول کیا گیا کہ وہ ابھی بچہ تھا۔ اس کی جگہ امیر سیف الدین تخت نشین ہوا اور ملک المظفر اس کا خطاب تجویز ہوا۔ عام طور پر مملوک اپنے اندر سے پچیس آدمیوں کو منتخب کر کے ان کو حکومت کا اختیار دے دیا کرتے تھے۔ یہی بیس پچیس آدمی حکمراں کونسل کے ممبر سمجھے جاتے اور اپنے اندر سے کسی ایک شخص کو منتخب کر کے اپنا صدر یا امیر بنا لیتے تھے۔ یہ صدر منتخب ہو کر بادشاہوں کی طرح تخت نشین ہوتا اور سلطان یا ملک کے

Marfat.com

نام سے پکارا جاتا تھا۔ سلطان تخت نشین ہونے کے بعد باقی ممبران کونسل کو سلطنت کے بڑے بڑے فوجی و ملکی عہدے سپرد کرتا تھا۔ ان بیس یا پچیس عہدے داروں ہی میں سے کوئی وزیر اعظم ہوتا تھا' کوئی رئیس المعسکر' کوئی افسر پولیس ہوتا تھا' کوئی افسر مال۔ غرض ان کے سوا باقی لوگوں کو ان سے کم درجے کے عہدے اور اختیارات ملتے تھے۔ ان سب کا مرتبہ سب پر فائق ہوتا تھا۔ مملوک فوج کے کچھ آدمی فوت ہو جاتے یا لڑائی میں مارے جاتے تو فوراً سرکاری خزانہ سے اسی قدر سرکیشی غلام خرید کر تعداد کو پورا کر دیا جاتا۔ اس نظام پر چراکیسمہ یعنی مملوکوں کے طبقہ دوم نے زیادہ عمل درآمد کیا۔ ہندوستان میں بھی غلاموں کا خاندان حکمراں رہا ہے مگر اس میں دو تین بادشاہوں کے سوا باقی سب بادشاہ شمس الدین التمش کی اولاد سے تھے اور اس میں وہی وراثت حکومت کی لعنت موجود تھی لیکن مصر کے تخت پر متمکن ہونے والے مملوک اکثر زر خرید غلام ہوتے تھے اور اپنی ذاتی قابلیت کے سبب تخت حکومت تک پہنچتے تھے۔ مورخین نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی اور دولت مملوکیہ مصر کی اس خصوصیت کو نمایاں اور واضح تر الفاظ میں بیان نہیں کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ دولت مملوکیہ مصر میں گو بعض باتیں قابل اصلاح ضرور تھیں مگر یہ بات بے حد قابل تعریف تھی کہ بادشاہ کے انتخاب کا اکثر آزاد موقعہ لوگوں کو مل جاتا تھا۔

اس سلطنت کے حالات ایک جداگانہ باب میں انشاءاللہ بالتفصیل بیان ہوں گے۔ اس وقت صرف اس قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ ملک مظفر نے جب یہ سنا کہ مغل یعنی تاتاری افواج نے بغداد و عراق اور خراسان' فارس' آذربائیجان' جزیرہ و موصل وغیرہ کو برباد و پامال کرنے کے بعد اپنی پوری طاقت سے شام کے علاقے کو برباد اور خاک سیاہ بنانا شروع کر دیا ہے تو وہ اپنا مملوک لشکر اور مصری افواج لے کر مصر سے شام کی طرف متوجہ ہوا اور ۱۵/ رمضان المبارک سنہ ۶۵۵ھ بروز جمعہ نہر جالوت پر مملوک فوج نے جس کا سپہ سالار رکن الدین بیبرس تھا' مغلوں یعنی تاتاریوں کے لشکر عظیم کو ایسی شکست فاش دی کہ آج تک مغلوں کو ایسی ذلت آفریں شکست کھانے کا موقعہ نہ ملا تھا۔ ہزارہا مغل میدان جنگ میں کھیت رہے اور باقی مملوکیوں کے مقابلے سے اس طرح بھاگے جیسے شیروں کے سامنے سے گوسفند کا گلہ فرار ہوتا ہے۔ مملوکیوں کے ہاتھ مغلوں کا بہت کچھ ساز و سامان آیا اور ان کی دھاک مغلوں کے دلوں پر اس قدر بیٹھ گئی کہ مغلوں نے بیسیوں سلطنتوں کو تہ و بالا کر ڈالا مگر ملک مصر کی طرف مملوکیوں کے خوف سے ان کو نظر بھر دیکھنے کی جرات نہ رہی۔ مملوکیوں نے حلب تک مغلوں کا تعاقب کیا' پھر مصر کی جانب چلے گئے۔

۱۶/ ذیقعدہ سنہ ۶۵۸ھ کو ملک المظفر کے مقتول ہونے پر رکن الدین بیبرس تخت نشین ہوا اور اپنا لقب ملک الظاہر تجویز کیا۔ ملک الظاہر کو تخت نشین ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ خاندان عباسیہ کے سینتیسویں (۳۷) آخری خلیفہ مستعصم باللہ کا چچا ابوالقاسم احمد جو بغداد میں عرصہ سے قید تھا' بغداد کی بربادی اور مستعصم کے قتل ہونے کے باعث کسی طرح قید خانہ سے نکل کر اور چھپ کر بھاگ نکلا تھا اور وہ ملک شام کے کسی مقام میں روپوش اور موجود ہے۔ چنانچہ ملک الظاہر نے دس معزز عربوں کا ایک وفد مصر سے ابوالقاسم احمد بن ظاہر

Marfat.com

بامر اللہ عباسی کی تلاش میں روانہ کیا۔ یہ لوگ ابوالقاسم احمد کو ہمراہ لے کر مصر پہنچے۔ ملک الظاہر' ابوالقاسم کے قریب پہنچنے کی خبر سن کر مصر کے تمام علماء وارا کین کو لے کر استقبال کے لیے اپنے دارالسلطنت قاہرہ سے نکلا اور نہایت عزت واحترام سے شہر میں لا کر اس کے ہاتھ پر بتاریخ ۱۳/رجب سنہ۔۶۵۹ھ بیعت خلافت کی اور المستقر باللہ کالقب تجویز کیا۔ اس کے نام کا خطبہ پڑھوایا' سکول پر خلیفہ کانام مسکوک کرایا۔ جمعہ کے دن خلیفہ کے جلوس کے ساتھ جامع مسجد میں آیا' بنی عباس کا شرف خطبہ میں بیان کیا اور خلیفہ کے واسطے دعا کی۔ بعد نماز خلیفہ نے سلطان ظاہر کو خلعت عطا کیا۔ ۴/ شعبان سنہ۔۶۵۹ھ بروز دوشنبہ قاہرہ سے باہر خیمے نصب ہوئے۔ خلیفہ نے دربار کیا اور اپنی طرف سے ملک الظاہر کو نائب السلطنت قرار دے کر سلطنت مصر کے سیاہ و سفید کا اختیار دیا یعنی اس مضمون کا ایک فرمان لکھ کر لوگوں کو سنایا۔ ملک الظاہر نے خلیفہ کے واسطے خدمت گار' خزانچی' آب دار اور ضروری اہل کار مقرر کر دیئے اور خزانہ مصر کا ایک حصہ خلیفہ کے لیے مخصوص کر دیا' جس میں تصرف کا اختیار حاصل رہا۔ اس طرح ساڑھے تین سال مستعصم باللہ ابوالقاسم احمد ۲/ محرم سنہ۔۶۶۰ھ کو جبکہ ملک الظاہر سے فوج لے کر تاتاریوں سے لڑنے کو ملک شام میں آیا ہوا تھا' ایک لڑائی میں گم یا مقتول ہو گیا۔

خلیفہ کے مفقود الخبر ہونے کے بعد ایک سال تک پھر زمانہ فترت گزرا اور ملک الظاہر نے ایک اور عباسی شہزادے کا پتہ لگا کر بلوایا اور اس کو خلیفہ بنایا۔ اس شہزادے کا نام ابوالعباس احمد بن حسن بن علی بن ابی بکر بن خلیفہ مسترشد باللہ بن مستظہر باللہ تھا۔ اس کے پردادا تک کوئی خلیفہ نہ ہوا تھا۔ اس طرح خلیفہ مسترشد کی اولاد میں پھر خلافت عباسیہ شروع ہوئی۔ اس خلیفہ کا لقب حاکم بامر اللہ تجویز ہوا اور ۱۸/ محرم سنہ۔۶۶۱ھ کو وہ تخت نشین ہوا۔ سنہ۔ ۶۷۴ھ میں ملک الظاہر نے ملک سوڈان کو فتح کیا جو نہایت عظیم الشان فتح سمجھی جاتی ہے۔ محرم سنہ۔۶۷۶ھ میں ملک الظاہر فوت ہوا' ملک السعید تخت نشین ہوا۔ سنہ۔۶۷۸ھ میں ملک المنصور مصر کا سلطان مقرر ہوا۔ سنہ۔۶۸۰ھ میں ملک المنصور نے تاتاریوں کو شام میں پہنچ کر شکست فاش دے کر بھگا دیا۔ سنہ۔۶۸۹ھ میں ملک المنصور فوت ہوا اور ملک الاشرف تخت نشین ہوا۔ ۱۸/ جمادی الاول سنہ۔۷۰۱ھ کو خلیفہ الحاکم بامر اللہ چالیس سال ۵ مہینے دس دن کی خلافت کے بعد فوت ہو کر قاہرہ میں مدفون ہوا اور اس کی جگہ اس کا بیٹا ابوالربیع مستکفی باللہ خلیفہ بنایا گیا۔ خلاصہ یہ کہ مصر میں سنہ۔۹۲۲ھ تک مملوکوں کی خود مختار سلطنت قائم رہی۔ سنہ۔ ۷۸۴ھ تک سرکیشی مملوک جو مملوک بحریہ کہلاتے تھے' حکمران ہوتے رہے۔ اس کے بعد مملوکوں کی ایک دوسری قوم جو چرکسی مملوک کہلاتے تھے' بادشاہ ہونے لگے۔ بحریہ مملوکوں کا آخری سلطان ملک صالح رمضان سنہ۔ ۷۸۴ھ میں معزول ہوا اور برقوق چرکس ملک الظاہر کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد سنہ۔ ۹۲۲ھ تک یکے بعد دیگر چرکسی (گرجی) مملوک مصر کے بادشاہ ہوتے رہے۔ گرجی یا چرکسی مملوکوں کے آخری سلطان طومان بے کو سلطان سلیم عثمانی کے مقابلہ میں شکست ہوئی اور مصر کا ملک سلطنت عثمانیہ کے مقبوضات میں شامل ہوا۔

Marfat.com

مملوکوں کی حکومت کے ابتدائی زمانہ میں خلفائے عباسیہ کا دوسرا سلسلہ مصر میں شروع ہو گیا تھا' جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ یہ سلسلہ مملوکوں کی حکومت کے ساتھ ہی سنہ۔ ۹۲۲ھ میں ختم ہوا۔ مصر میں خلفائے عباسیہ کی حالت اسی قسم کی تھی' جیسے آج کل پیروں کی گدیاں نظر آتی ہیں۔ نام کے لیے تو یہ خلیفہ کہلاتے اور اپنے ولی عہد بھی مقرر کرتے تھے۔ بھارت اور دوسرے ملکوں کے مسلمان بادشاہ ان سے سند حکومت اور خطاب بھی حاصل کرتے تھے۔ مصر کے مملوک سلاطین بھی اپنے آپ کو ان خلفاء کا نائب السلطنت ہی کہتے تھے اور بظاہر تعظیم و تکریم کا برتاؤ کرتے اور خطبوں میں ان کا نام لیتے تھے۔ مگر حقیقتاً ان کو کوئی قوت و شوکت حاصل نہ تھی۔ ان کی تنخواہ مقرر تھی۔ سلاطین مصر ان کو نہ آزادانہ کہیں آنے جانے کی اجازت دیتے تھے' نہ کسی شخص کو ان سے ملنے کی اجازت تھی۔ یہ خلفاء اپنے اراکین خاندان کے ساتھ گویا اپنے محدود قصر میں نظر بند رہتے تھے۔ ان کی حیثیت ایک سیاسی شاہی قیدی کی تھی۔ ان کو خلیفہ کہا جاتا تھا لیکن خلافت اسلامیہ کا مفہوم ان سے اسی قدر بعد رکھتا تھا' جس قدر زمین سے آسمان تک کا فاصلہ ہے۔ سلطان سلیم عثمانی نے مصر پر قبضہ کرنے کے بعد مصر کے عباسی خلیفہ محمد نامی پر بھی قبضہ کیا جو خلفائے مصر کے سلسلہ میں اٹھارھواں اور آخری خلیفہ تھا۔ اس خلیفہ کے پاس جو علم اور جبہ بطور نشان خلافت موجود تھا' وہ سلطان سلیم نے اس کو رضامند کر کے لے لیا اور مصر سے چلتے وقت اس آخری عباسی خلیفہ کو بھی اپنے ساتھ ہی لے گیا۔ اس عباسی خلیفہ نے سلطان سلیم کو امر خلافت میں اپنا جانشین بنا دیا اور اس طرح سنہ۔ ۹۲۲ھ میں عباسیوں کی وہ خلافت جو سفاح سے شروع ہو کر اب آٹھ سو برس کے بعد برائے نام اور اسم بے مسمی ہو کر رہ گئی تھی' ختم ہوئی اور خاندان عثمانیہ میں جو اس زمانہ میں سب سے زیادہ حقدار خلافت تھا' شروع ہوئی۔ خاندان عباسیہ میں سینتیس (۳۷) خلیفہ بغداد و عراق میں ہوئے اور اٹھارہ مصر میں جن کی کل تعداد پچپن ہوتی ہے۔

خاندان عباسیہ کے سلسلہ پر نظر ڈالتے ہوئے اس وقت ہم بہت دور آگے نکل آئے ہیں۔ اب ہم کو پھر اس سلسلہ کے شروع میں واپس جانا ہے اور داہنی بائیں طرف جن ضروری اور اہم شاخوں کو چھوڑتے چلے آئے ہیں' ان کا مطالعہ کئے بغیر ہم ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتے۔ شاید اس جگہ قارئین کرام کو خلافت عباسیہ کے متعلق کسی تبصرہ اور ریویو کی توقع ہو لیکن میں کہنے کے قابل باتیں سب کہہ چکا ہوں اور اب اس اثر کو جو اس عظیم الشان خاندان خلافت کا انجام دیکھ لینے کے بعد فطری طور سے قلب پر طاری ہوا ہے' ضائع کرنا نہیں چاہتا۔ ہاں اگلے باب میں بعض ضروری باتیں گوش گزار کر کے اس جلد کو ختم کرتا ہوں' وباللہ التوفیق۔

☆+++++++++☆

Marfat.com

چھٹا باب

پہلی فصل

خلافت بنوامیہ اور خلافت عباسیہ کے حالات ختم ہو چکے ہیں مگر ان حالات کے پڑھنے سے خلفاء کی حکومت و طاقت' فتوحات اور لڑائیوں کا مختصر سا خاکہ ذہن میں قائم ہوتا ہے اور عام طور پر مورخین بادشاہوں اور حکمرانوں کے اسی قسم کے حالات اپنی تاریخوں میں لکھتے ہیں۔ انہیں کو بطور خلاصہ اوپر درج کیا گیا ہے لیکن آج کل فن تاریخ نے جو ترقی کی ہے اس کی وجہ سے کسی نئی مرتب کی ہوئی تاریخ میں یہ بھی تلاش کیا جاتا ہے کہ جس زمانہ یا جس سلطنت کی تاریخ ہے۔ اس زمانہ یا سلطنت میں اصول حکمرانی کیا تھے۔ لوگوں کی معاشرت کیسی تھی اور علمی ترقیات کی کیا کیفیت تھی' وغیرہ وغیرہ۔ کتاب مطالعہ کرنے والوں کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لیے کم از کم اس سے دگنی تعداد کے صفحات اور درکار ہیں اور کماحقہ یہ خواہش اس مختصر کتاب کے ذریعہ پوری نہیں ہو سکتی۔ اس نقص کا اقرار کر لینے کے بعد ذیل میں چند اشارات بعض قابل قدر کتابوں کی مدد سے درج کرتا ہوں۔

سلطنت کے قابل تذکرہ اہل کار اور عہدے دار : خلافت بنوامیہ ایک فاتح و ملک گیر سلطنت تھی۔ اس کے زمانہ میں عرب قوم فاتح اور تمام اقوام مفتوح سمجھی جاتی تھیں۔ عربوں میں مذہبی جوش موجود تھا اور قرآن کریم و سنت رسول ﷺ کے سوا کوئی قانون ان کے لیے واجب التعمیل اور نافذ الفرمان نہ ہو سکتا تھا۔ مسلمان آپس میں بھی لڑتے تھے مگر ان لڑائیوں اور چڑھائیوں کے باوجود عرب' شام' مصر اور عراق وغیرہ اسلامی ممالک میں باشندوں کی عام زندگی اور قیام امن کسی پیچیدہ نظام سلطنت کی خواہاں نہ تھی۔ خلیفہ اہم امور میں مشورے لیتا تھا مگر مشورے لینے کے لیے مجبور بھی نہ تھا۔ خلیفہ کو بلا طلب بھی مشورے دیئے جاتے تھے اور بسا اوقات اس کو وہ منظور بھی کرنے پڑتے تھے۔ حکومت میں عام طور پر عربی سادگی موجود تھی۔ معمولی بدوی خلیفہ تک پہنچ سکتے تھے اور ان بادیہ نشینوں کی طاقت لسانی کو خلیفہ کا رعب حکومت مطلق کم نہیں کر سکتا تھا۔ خلیفہ صوبوں اور ولایتوں کی حکومت پر اپنے نائب مقرر کر کے بھیجتا تھا اور ان کو اس صوبہ یا ولایت میں کامل شاہانہ اختیارات حاصل ہوتے تھے۔ خلیفہ جس طرح تمام عالم اسلام کا فرماں روا تھا' اسی طرح وہ تمام عالم اسلام کا سپہ سالار اعظم بھی ہوتا تھا۔ صوبوں اور ولایتوں کے عامل اپنے صوبہ کے بادشاہ بھی ہوتے تھے اور سپہ سالار بھی' وہی مذہبی پیشوا اور نمازوں کے امام ہوتے تھے اور وہی قاضی قضاۃ بھی۔ خلیفہ کو بھی جب کسی مذہبی مسئلہ کی نسبت شک ہوتا تھا تو علماء اور فقہاء سے دریافت کرنے میں مطلق عار نہ تھی۔ اسی طرح عاملوں اور والیوں کو بھی علماء و فقہاء سے استمزاج کرنا پڑتا تھا۔ بعض اوقات صوبوں میں ایک عامل یعنی گورنر مقرر ہوتا تھا اور اسی کے ساتھ ہی دوسرا قاضی یا چیف جج دربار خلافت سے مقرر ہوتا تھا۔ عامل کا کام ملک میں انتظام قائم

Marfat.com

رکھنا' فوج کشی کرنا' دشمن کی مدافعت کے لیے آمادہ رہنا' رعایا کی حفاظت کرنا اور محاصل ملکی وصول کر کے خزانہ میں جمع کرنا ہوتا تھا اور قاضی کا کام حدود شرعیہ کو جاری کرنا' انفصال خصومات کی خدمات انجام دینا اور احکام شرعی کی پابندی کرانا ہوتا تھا۔ اس حالت میں عامل صرف سپہ سالار افواج ہوتا تھا۔ غرض خلافت بنوامیہ میں سادگی زیادہ تھی۔ شرعی قوانین سے تمام دقتوں کو رفع کر دیا جاتا تھا اور رعایا عدل وانصاف کی وجہ سے بہت خوش حال اور فارغ البال تھی۔ نہ رعایا سے کوئی نامناسب ٹیکس یا محصول لیا جاتا تھا نہ سلطنت کو انتظام ملک کے لیے زیادہ روپیہ خرچ کرنا پڑتا تھا۔ خلیفہ تمام اسلامی دنیا کا روحانی پیشوا بھی سمجھا جاتا تھا اور دنیوی شہنشاہ بھی۔ اس لیے ملک میں امن وامان کے قائم رکھنے میں بڑی آسانی ہوتی تھی۔ کوئی باقاعدہ وزارت کا عہدہ نہ تھا اور ضرورت کے وقت ہر شخص وزارت کے کام انجام دے سکتا تھا۔

خلافت عباسیہ میں عربوں کے سوا ایرانیوں اور ترکوں کو بھی فاتح قوم کے حقوق ملنے لگے اور بتدریج مفتوح قوم کا اقتدار عرب فاتحین سے بھی بڑھ گیا۔ اس لیے انتظام ملکی میں پیچیدگی واقع ہوئی۔ اگر عرب ایرانی اور ترک سب کو احکام اسلام کے موافق مساوی درجہ میں رکھا جاتا اور حقیقی مساوات قائم ہوتی تو بنوامیہ کے زمانہ سے بھی زیادہ سادگی اور خوبی انتظام سلطنت میں نمایاں ہوتی۔ مگر بدقسمتی سے ایسی صورتیں پیش آتی رہیں کہ ان قوموں میں مخالفت اور رقابت ترقی کرتی رہی' جس کا بڑا سبب یہ تھا کہ ایرانیوں کو عربوں پر فضیلت دی گئی اور ایرانی و ساسانی معاشرت کو دربار خلافت نے اختیار کر کے عربی راحت رسان سادگی کو حقارت کے ساتھ رد کر دیا اور اسی کا یہ نتیجہ ہوا کہ خلافت اسلامیہ کو ایسی پیچیدگیوں میں مبتلا ہونا پڑا۔ جس سے اس کا اعتبار واقتدار بتدریج کم ہوتے ہوتے فنا ہو گیا۔ بہر حال خلافت عباسیہ کے قابل تذکرہ عہدوں کی فہرست پیش کرنا مقصود ہے۔

وزیر اعظم

وزیر اعظم : ابتداء خلیفہ کا ایک ہی وزیر ہوتا تھا اور وہ ہر ایک اعتبار سے خلیفہ کا نائب یا قائم مقام اور تمام صیغوں کا افسر ہوتا تھا۔ بعد میں جب یہ معلوم ہوا کہ ایک شخص تمام محکموں کی پوری ذمہ داری نہیں لے سکتا تو وزیر اعظم کے ماتحت الگ الگ صیغوں کے وزیر بھی مقرر ہونے لگے۔ وزیر اعظم کو ابتدائی خلفاء کے عہد میں صرف وہی اختیارات حاصل ہوتے تھے جو خلیفہ تفویض کر دیتا تھا۔ بہت سے معاملات ایسے ہوتے تھے جن کو کرنے کا اختیار خلیفہ کے سوا کسی دوسرے کو نہ ہوتا تھا' وہاں وزیر اعظم خلیفہ کو مشورہ دے سکتا تھا۔ اس قسم کے مشورے لینے میں صرف وزیر اعظم ہی نہیں بلکہ دوسرے ارکین سلطنت کو بھی خلیفہ تکلیف دیا کرتا تھا۔ بعض خلیفہ مثلاً ہارون الرشید نے اپنے وزیر اعظم کو سلطنت کے ہر ایک معاملہ میں کلی اختیارات عطا کر دیئے تھے۔ وزیر اعظم ہی ہر قسم کے احکام جاری کر دیتا اور خلیفہ کو اپنے جاری کردہ اہم احکام کی صرف اطلاع دیتا تھا۔ ایسے بااختیار وزیروں کا مرتبہ بہت ہی بلند ہوتا تھا اور وہ درحقیقت خلیفہ سے بھی زیادہ سیاہ وسفید کے مالک سمجھے جاتے

Marfat.com

تھے۔ بعد میں جب خلفاء بہت کمزور ہونے لگے اور دیلمی امیر الامراء یا سلجوقی سلاطین خلافت پر مسلط ہو گئے' خلیفہ کا وزیر اعظم الگ ہوتا اور ان سلاطین کا وزیر اعظم جدا ہوتا تھا۔ اس زمانہ میں خلیفہ کی وزارت کوئی بہت بڑی چیز نہیں سمجھی جاتی تھی۔ اس دو عملی کے زمانہ میں بعض اوقات خلیفہ کے وزیر کو رئیس الرؤسا اور سلطان کے وزیر کو وزیر کہتے تھے۔ بعض اوقات خلیفہ کے وزیر کو خلیفہ سے زیادہ اختیارات حاصل ہوتے تھے اور جبکہ خلیفہ کا وزیر سلطان نے مقرر کیا ہو تو خلیفہ اپنے وزیر کا قیدی ہوتا تھا۔

وزیر اعظم کا انتخاب عموماً خلیفہ اپنی ذاتی واقفیت کی بنا پر کرتا تھا اور بعض اوقات وہ نہایت معمولی طبقہ میں سے ایک شخص کو خلعت وزارت دے کر سب سے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیتا تھا اور کبھی ایک وزیر کے بعد اس کے بیٹے کو وزارت کا عہدہ دیا جاتا تھا۔ جعفر برمکی وزیر ہارون الرشید' فضل وزیر مامون الرشید' نظام الملک وزیر الپ ارسلان و ملک شاہ بہت مشہور وزیر ہیں۔

امیر الامراء : یہ عہدہ خلفاء عباسیہ کے دور انحطاط و تنزل میں قائم ہوا اور لوگوں نے خلیفہ پر مسلط ہو کر امیر الامراء کا خطاب خود اپنے لیے تجویز کر کے خلیفہ سے حاصل کیا۔ یہ امیر الامراء حقیقتاً عراق' فارس اور خراسان کے فرماں روا تھے اور تمام عہدے دار انہیں کے ماتحت اور انہیں کے مقرر کئے ہوئے ہوتے تھے۔ خلیفہ تو صرف برائے نام یا برائے بیعت ہی ہوتا تھا۔ دیلمیوں کا زمانہ قریباً سو برس تک رہا اور وہ امیر الامراء کہلاتے تھے۔

سلطان : جس طرح دیلمیوں نے امیر الامراء اپنا خطاب تجویز کیا۔ اسی طرح سلجوقیوں نے اپنے لیے سلطان کا خطاب پسند کیا۔ یہ سلجوقی سلاطین دیلمیوں سے زیادہ طاقتور' زیادہ دیندار اور دنیا کے زیادہ وسیع رقبہ پر حکمران تھے مگر دیلمیوں کی نسبت خلیفہ کے زیادہ فرماں بردار تھے۔ دیلمیوں نے دربار خلافت کے تمام اثر و اقتدار کو سلب کر لیا تھا۔ سلجوقیوں نے خلیفہ کی عظمت کو تسلیم کیا اور خلفاء کو حکومت و فرماں روائی کا بھی موقع دیا اور انہیں کے زمانے میں خلفاء نے اپنی شوکت و حکومت کے واپس لینے کی کوشش میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔ خلفاء عباسیہ کے ابتدائی عہد خلافت میں امیر الامراء اور سلطان کے عہدے نہ تھے۔

عامل یا والی : صوبوں اور ولایتوں کے حاکموں کو عموماً اختیارات حاصل ہوتے تھے اور ہر ایک عامل یا والی اپنے صوبہ کی آمدنی کا ایک مقررہ حصہ دربار خلافت میں بھیجتا رہتا تھا۔ کبھی کبھی کسی صوبہ کے لیے ایک متعین رقم خراج کی مقرر کر کے کسی عامل کو بھیج دیا جاتا تھا۔ اس کو اس صوبے کے اندرونی انتظام میں کامل آزادی حاصل ہوتی تھی اور وہ مقررہ رقم سال بسال خزانہ خلافت میں داخل کرتا رہتا تھا۔ یہ صورت ٹھیکہ یا اجارہ کی مانند ہوتی تھی۔ اکثر حالتوں میں عامل کو اپنے صوبہ کے آمد و خرچ کا حساب سمجھانا پڑتا تھا۔ اس حالت میں وہ کسی مقررہ رقم کے ادا کرنے کا ذمہ دار نہ ہوتا تھا بلکہ جس سال جس قدر روپیہ خرچ سے بچتا' اسی قدر بھیج دیا جاتا تھا۔ سرحدی صوبوں کا جو دارالخلافہ سے زیادہ فاصلہ پر ہوتے تھے' مثلاً افریقہ' یمن اور ماوراء النہر وغیرہ کا عموماً ٹھیکہ دے دیا جاتا تھا۔ ان صوبوں سے بہت ہی کم خراج لیا جاتا تھا اور بعض اوقات تو صرف خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا

Marfat.com

جاناہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ ان سرحدی صوبوں کے عاملوں کا تبدیل یا معزول کرنا اس وقت تک ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک کہ وہ بے وفائی' مخالفت اور بغاوت کا اعلان نہ کریں لیکن باقی صوبوں کے عاملوں کو خلفاء جلد جلد تبدیل کرتے رہتے تھے۔

صاحب الشرطہ : شہروں میں امن وامان قائم رکھنے' بغاوتوں کا انسداد کرنے' چوروں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کر کے سزا دینے کی ذمہ داری جس شخص سے متعلق ہوتی تھی' اس کو صاحب الشرطہ کہتے تھے۔ ہم اس کو محکمہ پولیس کا افسر اعلیٰ کہتے ہیں۔ یہ صاحب الشرطہ بغداد میں قیام پذیر رہ کر عراق کے دوسرے شہروں میں اپنے نائب مقرر کرتا اور بعض اوقات افواج عراق کا سپہ سالار اعظم اور حضور صوبہ کا عامل یا گورنر ہوتا تھا۔ طاہر بن حسین صاحب الشرطہ ہی تھا۔ اس کے بعد اس کو خراسان کی گورنری ملی تھی۔ غرض یہ کہ یہ بہت بڑا اور ذمہ داری کا عہدہ تھا اور اس پر کوئی معمولی شخص فائز نہیں ہو سکتا تھا۔

حاجب : حاجب خلیفہ کی ذات کا محافظ اور خلیفہ کی ذات کے محافظ دستہ کا افسر ہونے کے علاوہ خلیفہ کی خدمت میں سب سے بڑھ کر رسوخ رکھنے والا شخص ہوتا تھا۔ حاجب سفر وحضر میں ہمیشہ خلیفہ کے ساتھ رہتا اور ہر ایک تنہائی کے وقت خلیفہ کا مونس ہوتا تھا۔ قصر خلافت کے تمام خدام اور پہرہ چوکی کے سپاہی اس کے محکوم ہوتے تھے۔ دربار میں وہ ہر نئے داخل دربار ہونے والے شخص کا ادب آموز اور خلیفہ کے ہر ایک حکم کی تعمیل کے لیے ہمہ اوقات مستعد رہتا تھا۔ حاجب سے بسا اوقات وزیر اعظم کو بھی دبنا پڑتا تھا۔ حاجب خلیفہ کے رازوں سے واقف اور خلیفہ کا سب سے بڑا معتمد ہوتا تھا۔ ہارون الرشید نے اپنے حاجب مسرور ہی کے ذریعہ جعفر برمکی کو قتل کرایا تھا۔

قاضی القضاۃ : قاضی القضاۃ کا مستقل عہدہ ہارون الرشید نے قائم کیا تھا جو آخر عہد عباسیہ تک قائم رہا۔ اس عہدہ کو آج کل شیخ الاسلام کہتے ہیں۔ قاضی القضاۃ تمام صوبوں اور ملکوں میں اپنے اختیار سے اپنے نائب مقرر کرتا اور ہر صوبہ کا قاضی اپنے اختیار سے ہر ایک شہر میں ایک قاضی مقرر کرتا تھا۔ جس کا کام مذہبی احکام کی حفاظت وپابندی کرانا' خصومات کا انفصال کرنا ہوتا تھا۔ یہ بہت بڑا عہدہ تھا۔ دربار میں قاضی کا مقام سپہ سالار اعظم اور وزیر اعظم سے کم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ہر ایک تخت نشین ہونے والے خلیفہ کو باقاعدہ اسی وقت خلیفہ سمجھا جاتا تھا جبکہ قاضی القضاۃ بھی اس کو خلیفہ تسلیم کرے۔ کسی خلیفہ کی معزولی کے لیے قاضی القضاۃ ہی سے فتویٰ لیا جاتا تھا۔ قاضی کو خلیفہ معزول کر سکتا تھا لیکن نئے خلیفہ کی تخت نشینی کے وقت قاضی کی منظوری لازمی تھی۔ اہم معاملات میں مثلاً کسی ملک پر فوج کشی کرنے یا کسی صوبہ کا عامل مقرر کرنے میں قاضی سے بھی مشورہ لیا جاتا تھا۔ اگر خلیفہ خود سپہ سالار بن کر کسی ملک پر چڑھائی کرتا تھا تو قاضی القضاۃ اس کے ہمراہ ہوتا تھا ورنہ ہر فوج کے ساتھ قاضی اپنا ایک نائب مقرر کر کے بھیجتا تھا۔ عہد ناموں' صلح ناموں' ملکوں کی سند حکومت' خلیفہ کے اہم فرامین اور وصیت نامہ وغیرہ پر قاضی کی مہر ضرور ہوتی تھی۔

Marfat.com

رئیس العسکر : اگرچہ ہر ایک خلیفہ' ہر ایک عامل' ہر ایک وزیر اور ہر ایک بڑا آدمی سپہ سالار ہو سکتا تھا لیکن خلیفہ کی باقاعدہ افواج کا ایک رئیس العسکر یا سپہ سالار اعظم بھی ہوتا تھا۔ یہ کوئی مستقل اور مدامی عہدہ نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ ہر ایک دستہ فوج کا ایک سپہ سالار ہوتا تھا۔ جو شخص بڑی بڑی مہموں میں سپہ سالار بنایا جاتا تھا' وہ عام طور پر رئیس العسکر یا رئیس العساکر کہلاتا تھا۔

محتسب : محتسب کا کام یہ ہوتا تھا کہ وہ شہر میں گشت لگا کر لوگوں کو خلاف قانون اور خلاف شرع حرکات و افعال سے باز رکھ کر بداعمالیوں کی سزا دے۔ محتسب کبھی قاضی القضاۃ اور کبھی صاحب الشرطہ کا ماتحت ہوتا تھا۔ آج کل کی اصطلاح میں اس کو میونسپل انسپکٹر بھی کہہ سکتے ہیں۔ وہ سوداگروں اور دوکان داروں کے ناپ تول کے پیمانوں کا بھی معائنہ کرتا اور دھوکہ دینے والوں کو گرفتار کر کے سزا دے سکتا تھا۔ ہر ایک شہر اور ہر ایک قصبہ میں ایک محتسب معہ اپنے ماتحت عملہ کے مقرر ہوتا تھا۔

ناظر یا مشرف : خلیفہ سلطنت کے تمام محکموں کی نگرانی کے لیے ایک صدر ناظر مقرر کرتا تھا۔ جو ایک وزیر سمجھا جاتا تھا۔ اس کے ماتحت ہر ایک محکمہ کا الگ الگ ناظر یا انسپکٹر مقرر ہوتا۔ مشرف اعلیٰ محکموں کی رپورٹیں حاصل کرنے کے بعد اس کا ضروری خلاصہ خلیفہ کی خدمت میں پیش کیا کرتا تھا۔

صاحب البرید یا رئیس البرید : ہر ایک صوبہ میں محکمہ ڈاک کی حفاظت و نگرانی و اہتمام کے لیے خلیفہ کی طرف سے ایک صاحب البرید یعنی پوسٹ ماسٹر جنرل مقرر ہوتا تھا۔ جس کا کام شاہی ڈاک کی روانگی اور قاصدوں کے لیے راستہ کی چوکیوں میں سواریوں کا بندوبست کرنا ہوتا تھا۔ اسی کے زیر اہتمام ہر ایک منزل پر گھوڑوں' خچروں یا اونٹوں کی ایک مناسب تعداد ہمہ اوقات موجود و مستعد رہتی تھی۔ صاحب البرید کا یہ بھی فرض ہوتا تھا کہ وہ اپنے صوبہ کے تمام اہم حالات اور ضروری واقعات کی خبریں بہم پہنچائے اور دربار خلافت کو اس کی اطلاع دے۔ صاحب البرید کے ماتحت جاسوسوں کی ایک جمعیت رہتی تھی۔ جس کے ذریعہ وہ اس صوبہ کی رعایا وہاں کے حکام اور صیغوں کے حالات سے خلیفہ کو اطلاع دیتے رہتے تھے۔ صاحب البرید ہر ایک شہر میں اپنا ایک نائب مقرر کرتا تھا۔ اسی محکمہ کے ذریعہ رعایا کے خطوط بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیئے جاتے تھے۔ اسی صاحب البرید کے ماتحت نامہ بر کبوتروں کا بھی اہتمام رہتا تھا۔ صاحب البرید کے پاس ایک ایسا رجسٹر بھی رہتا تھا جس میں ہر ایک ڈاک خانہ اور چوکی کا فاصلہ' سمت اور وہاں کے عملہ کی فہرست درج رہتی تھی۔

کاتب : خلیفہ ایک شخص کو اپنا کاتب یا میر منشی مقرر کرتا تھا۔ یہ بھی وزراء میں شمار ہوتا تھا۔ اس کا کام خلیفہ کو باہر کی آئی ہوئی تحریریں سنانا' فرامین لکھنا اور خلیفہ کے حکم کے موافق احکام جاری کرنا اور ضروری دستاویزوں کو حفاظت سے رکھنا' اس کے ماتحت مختلف صیغوں کے دفاتر ہوتے تھے۔ مثلاً شاہی فرامین کی نقل محفوظ رکھنے کا دفتر' محکمہ رجسٹری' دیوان الجیوش' دیوان النفقات وغیرہ۔

امیر المنجنیق : یہ فوجی انجینئر کا کام دیتا تھا۔ سفر مینا کی پلٹن بھی اسی کے ماتحت ہوتی تھی۔ راستوں کا بنانا'

Marfat.com

میدان جنگ اور کیمپ کے لیے جگہ کا انتخاب کرنا' دشمن کے قلعوں کو مسمار کرنا' قلعے' دمدے اور مورچے بنانا اس کا کام تھا۔ قلعوں کے محاصرہ کرنے میں اس کے مشوروں اور تجویزوں کو ہمیشہ خصوصی اہمیت حاصل ہوتی تھی۔

امیر التعمیر یا رئیس البنا : یہ چیف انجینئر ہوتا تھا۔ محلات شاہی کی تعمیر و مرمت' شہروں کی آبادی کا تعمیری کام' نہروں کا نکالنا' پلوں کا بنانا' بند باندھنا وغیرہ سب اسی کا کام تھا۔

امیر البحر : جنگی جہازوں اور بحری فوجوں کے افسر کو امیر البحر کہتے تھے۔ امیر البحر کے ماتحت بہت سے قائد ہوتے تھے۔ ہر ایک قائد کے ماتحت ایک جنگی جہاز ہوتا تھا۔ قائد کو کپتان سمجھنا چاہیے۔

طبیب : ایک سے زیادہ تجربہ کار و ہوشیار طبیب دار الخلافہ میں موجود اور دربار میں حاضر رہتے تھے۔ علمی مجالس میں ان کی شرکت ضروری تھی۔ ان کے ماتحت دار الشفاء اور دواخانے سرکاری مصارف سے جاری تھے۔ ان میں ہر ملک اور ہر مذہب کے طبیب شامل تھے۔ ان میں سے اکثر دار التصانیف' دار الترجمہ اور بیت الحکمت کی رونق و عزت کا موجب تھے۔

سلطنت کے قابل تذکرہ صیغے اور دفتر : خلیفہ اگرچہ مطلق العنان فرماں روا سمجھا جاتا تھا مگر وہ اپنی حکمرانی و فرماں روائی میں بالکل خلیع الرسن اور آزاد نہ تھا۔ خلیفہ بناتے وقت جب اس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتی تھی تو اس میں اتباع قرآن و سنت کی شرط ضرور ہوتی تھی۔ علماء و فقہاء خلیفہ کے خلاف شرع کاموں پر اعتراض کرنے اور اس کو روکنے ٹوکنے کا حق رکھتے تھے۔ اس حق کے استعمال کرنے میں اگر خلیفہ کی طاقت سد راہ ہو تو عوام اس طاقت کا مقابلہ کر کے اور علماء شرع کی حمایت پر مستعد ہو کر خلیفہ کو نیچا دکھانے اور معزول کرنے پر فوراً آمادہ ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات علماء اپنے اس فرض اور حق کو ادا کرنے میں پہلو تہی کرتے تھے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ خرابیاں پیدا ہوئیں اور خلافت دم بدم کمزور ہوتی چلی گئی۔ خلیفہ کی ذات میں جو عظمت و شوکت موجود ہوتی تھی اس کے ذریعہ خلیفہ کبھی کبھی بلا مشورہ بھی احکام جاری کر دیتا اور اپنے احکام کی تعمیل کرا سکتا تھا لیکن عام طور پر رعایا کے سود و بہبود سے تعلق رکھنے والے کام سب مقررہ قوانین و آئین کے ماتحت انجام پذیر ہوتے تھے اور بحیثیت مجموعی سلطنت کی مشین نہایت باقاعدگی کے ساتھ چلتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ باوجود سلاطین کی آپس کی لڑائیوں اور امراء کی نااتفاقیوں کے عہد خلافت عباسیہ میں علوم و فنون میں ترقی کرنے اور مہذب و شائستہ ہونے کا لوگوں کو خوب موقعہ ملتا رہا۔ خلافت عباسیہ کے ابتدائی ایام میں مختلف علوم و فنون کی بنیاد قائم ہو چکی تھی۔ قیمتی تصانیف شروع ہو گئی تھی۔ اس کے بعد حکومت عباسیہ کے ابتدائی ایام میں مختلف علوم و فنون کی ترقیات اور علوم و فنون کو نشو و نما اور ایجادات کی رفتار میں کوئی کمی اور سستی واقع نہیں ہوئی۔ اس کا بڑا سبب یہی تھا کہ نظام حکومت جو اسلامی اصولوں پر قائم ہوا تھا' وہ سلطنت کے ضعیف اور جنگ و جدل کے قوی ہو جانے کی حالت میں بالکل روگردان اور سراسر درہم برہم نہیں ہوا بلکہ بدامنی کے زمانے میں بھی اس کی

Marfat.com

روح موجود رہتی تھی اور یہی وجہ تھی کہ علمی و معاشرتی و اخلاقی ترقیات کو کبھی زبردست دھکا نہیں لگا۔ سامانیوں' صفاریوں' سلجوقیوں کی حکومتیں زیادہ مستقل اور پائیدار نہیں تھیں مگران کے عہد حکومت اور حدود سلطنت میں بڑے بڑے زبردست عالم پیدا ہوئے اور علوم و فنون کے مشہور اماموں نے اپنے زندہ جاوید کارنامے چھوڑے۔

دیوان العزیز : دربار خلافت کا نام دیوان العزیز تھا' جو وزیر کاروبار سلطنت کے تمام صیغوں پر اختیار کلی رکھتے تھے اور انہیں کے ہاتھ میں زمام سلطنت سمجھی جاتی تھی۔ان کے دفتر اور ان کے محکمہ پر بھی دیوان العزیز کا لفظ بولا جاتا تھا۔ تمام دفاتر اور تمام محکمے اور صیغے اسی کے ماتحت ہوتے تھے۔ وزیر اعظم کو متعلقہ صیغوں کے افسروں سے مشورہ کرنے کے بعد احکام جاری کرنے پڑتے تھے۔

دیوان الخراج : اس کو محکمہ مال سمجھنا چاہیے۔یہ محکمہ کبھی براہ راست وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہوتا تھا اور کبھی اس کا مہتمم ایک جدا وزیر ہوتا تھا جو وزیر اعظم کا ماتحت سمجھا جاتا تھا۔ کبھی کبھی خلیفہ وزیر مال کا تعلق وزیر اعظم سے نہیں رکھتا تھا بلکہ براہ راست خود اپنے کاتب کے ذریعہ اس کی نگرانی کرتا تھا۔ کبھی وزیر مال اپنے نائب صوبوں میں خود مقرر کرتا تھا اور وہ اس صوبہ کے گورنر کی ماتحتی سے آزاد ہوتے تھے۔عام طور پر وزیر مال صوبوں کے گورنروں کو انتظام مالی میں مختار قرار دے کر انہیں کو جواب دہ اور ذمہ دار سمجھتا تھا۔

دیوان الجزیہ یا دیوان الذمام : اس محکمہ میں جزیہ اور ذمیوں کے متعلق کاغذات رہتے تھے۔ جزیہ کی وصولی' اس کا تقرر' جزیہ کی معافی وغیرہ سب اسی محکمہ سے متعلق تھی۔اسی محکمہ کا مہتمم وزیر مال کا ماتحت سمجھا جاتا تھا مگر قاضی القضاۃ کے احکام کی بھی اس کو تعمیل کرنی پڑتی تھی۔ قاض القضاۃ کے احکام عموماً جزیہ کے کم یا موقوف کر دینے کے متعلق ہوتے تھے کہ فلاں صوبہ کے فلاں فلاں اشخاص سے جزیہ وصول نہ کیا جائے وغیرہ۔

دیوان العسکر : اس محکمہ میں فوجی رجسٹر رہتے تھے۔اس محکمہ کا تعلق براہ راست وزیر اعظم یا خلیفہ سے ہوتا تھا۔ فوج کی تنخواہیں بھی اسی محکمہ کے ذریعہ تقسیم ہوتی تھیں۔ سپہ سالار اعظم بھی اسی محکمہ کا افسر سمجھا جاتا تھا مگر اس کا تعلق صرف اسی قدر ہوتا تھا کہ وہ اپنی موجودگی میں تنخواہیں تقسیم کرا دیتا تھا۔ بار بردار' جانوروں کی خریداری' اسلحہ کی فراہمی' وردیوں کی تیاری وغیرہ کے صیغے بھی اسی محکمے سے تعلق رکھتے تھے۔

دیوان الشرطہ : محکمہ پولیس کے دفاتر اور انتظام ایک الگ افسر کے ماتحت تھا۔اسی کے ماتحت محتسب وغیرہ بھی ہوتے تھے۔ محکمہ پولیس کے سپاہیوں کی تنخواہ عموماً فوجی سپاہیوں سے زیادہ ہوتی تھی اور پولیس کے سپاہیوں کو زیادہ احتیاط کے ساتھ بھرتی کیا جاتا تھا۔

دیوان الضیاع : اس محکمہ کے متعلق ان رقبوں اور ان علاقوں کی آمدنی کا انتظام جو عموماً صوبہ عراق میں خلیفہ کی جاگیریں سمجھی جاتی تھیں۔ان شاہی املاک کی پیداوار کو بڑھانا' آباد و سرسبز رکھنا سب اسی محکمہ سے متعلق تھا۔

Marfat.com

دیوان البرید : اس محکمہ کا صدر دفتر بغداد میں تھا۔اس دفتر میں ملکوں کے نقشے' ڈاک خانوں کی فہرستیں اور ہر منزل اور ہر راستے کے متعلق ضروری باتیں' ملازمین کے لیے ہدایات' ملازمین اور اہل کاروں کی خدمت کی رپورٹیں اور راستوں کے امن وامان کے لیے یادداشتیں اور غرض سب کچھ ہوتا تھا۔

دیوان النفقات : محل سرائے شاہی کے مصارف' انعامات' روزینے' عطیات وغیرہ کے رجسٹر اسی محکمہ سے تعلق رکھتے تھے۔

دیوان التوقیع : اس دفتر میں ہر ایک اس حکم کی نقل رکھی جاتی تھی جو خلیفہ کے دستخط یا مہر سے جاری ہوتا تھا۔یہ محکمہ بھی جس کو محکمہ رجسٹر کہہ سکتے ہیں' کاتب کے ماتحت ہوتا تھا۔

دیوان النظر فی المظالم : یہ محکمہ مشرف اعلیٰ کے ماتحت ہوتا تھا۔اس محکمہ کا کام شاہی اہل کاروں کے کام کا جانچنا' دفتروں اور رجسٹروں کی غلطیاں نکالنا' دفاتر کا معائنہ کرنا اور بے راہ روی سے اہل کاروں اور افسروں کو روکنا تھا۔

دیوان الانہار : اس محکمہ کا کام نہروں کی مرمت ونگرانی کرنا' آب پاشی کے وسائل بڑھانا تھا۔ نئی نہریں نکالنے میں کاشت کاروں کے سوا امراء اور اہل خیر کو آزادی حاصل تھی۔ کاشت کار یا کسی علاقہ کے باشندے اگر کوئی جدید نہر نکالنا چاہتے تھے تو اس نہر کے نکالنے کا نصف خرچ سرکاری خزانہ سے ملتا تھا۔ اگر پانی کی تقسیم میں ایک گاؤں والوں کا دوسرے گاؤں والوں سے کوئی جھگڑا یا فساد ہو جاتا تھا تو اس محکمہ کے اہل کار دخل دے کر اس کو فیصل کر دیتے تھے۔ ورنہ عام طور پر گورنمنٹ کوئی دخل نہ دیتی تھی۔ کاشت کار آپس ہی میں سب باتیں طے کر لیتے تھے۔ جدید نہروں کے نکالنے سے حکومت کو صرف یہ فائدہ ہوتا تھا کہ محاصل کی وصولی میں آسانی ہو جاتی تھی اور کاشت کار مال دار خوش حال ہو کر محاصل کی ادائیگی میں تامل نہ کرتے تھے۔

دیوان الرسائل : اس محکمہ کے اہل کاروں کا کام عہد ناموں کے مسودے تیار کرنا' شاہی فرامین کے مضامین لکھ کر مہر ثبت کرانا اور لفافوں میں بند کر کے مہر لگانا' اہم فیصلوں کی نقلیں رکھنا اور کسی منشور کی نقلیں کر کے صوبوں اور شہروں میں بھجوانا' عام لوگوں کی درخواستیں لے کر جس محکمہ سے اس کا تعلق ہو اس محکمہ میں بھجوا دینا اور دفاتر کے لیے مناسب فارم تجویز کرنا تھا۔

دارالعدل : اس میں ہر ایک عدالت کے فیصلے کی اپیل ہو سکتی تھی۔ دارالعدل میں قاضی بغداد یعنی قاضی القضاۃ وزراء' شہر کے فقہاء اور علماء سب جمع ہو کر اہم مقدمات کی سماعت کرتے تھے۔ دارالعدل میں خلیفہ بھی بطور صدر شریک ہوتا تھا اور اگر خود خلیفہ کی ذات کو اس معاملہ سے کوئی تعلق ہو تو وزیر اعظم یا قاضی القضاۃ کو صدارت کا منصب دیا جاتا تھا۔ صوبہ داروں پر بغاوت کا الزام لگایا جاتا یا سپہ سالاروں کو سازش سے متہم کیا جاتا تو ان کو اسی عدالت میں پیش ہو کر اپنی صفائی اور برات پیش کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ اس عدالت میں وہی شخص بطور گواہ پیش ہو سکتا تھا جو اپنے نیک چلن ہونے کی تحریری سند جس پر قاضی اور محتسب کے دستخط ہوں' پیش

Marfat.com

کر سکتا تھا۔ بڑے بڑے عالی رتبہ کے اشخاص اس عدالت میں گواہی دیتے ہوئے ڈرتے تھے کہ کہیں ہماری نیک چلنی پر کوئی اعتراض ہو کر ہماری شہادت مسترد نہ ہو جائے۔

دارالقضا : ہر ایک شخص کا قاضی اسی شہر کا جج' مجسٹریٹ اور منصف ہوتا تھا۔ اگر اس شہر کے عامل یا گورنر پر بھی کوئی شخص دعوے دائر کر دیتا تھا تو اس گورنر کو معمولی مدعا علیہ کی حیثیت سے قاضی کی عدالت میں حاضر ہونا اور ثبوت پیش کرنا پڑتا تھا۔ غیر مسلموں کے لیے انہیں کی قوم و مذہب کے منصف مقرر تھے جن کی کچہری میں ان کے مقدمات فیصل ہوتے تھے۔ ان غیر مسلم منصفوں کی عدالت میں غیر مسلموں کے تمام دیوانی اور آپس کے فوج داری مقدمات طے ہو جاتے تھے لیکن اگر ایک فریق غیر مسلم ہو تو اس حالت میں فریقین رضامندی سے جس عدالت میں چاہیں اپنا مقدمہ لے جائیں لیکن ایسے مقدمات کا مرافعہ قاضی کے یہاں ہو سکتا تھا۔ عام طور پر غیر مسلم اپنے مقدمات بھی قاضی ہی کی عدالت میں فیصلہ کرانا چاہتے تھے اور ان کو کسی قسم کی شکایت نہ ہوتی تھی۔

سلطنت کے عام حالات : حکومت کی طرف سے رعایا کی طرز زندگی اور آپس کے تعلقات میں قطعا کوئی دخل نہیں دیا جاتا تھا۔ شہروں اور قصبوں کے اندرونی انتظامات بھی سب باشندگان شہر کے اختیار میں تھے۔ وہ خود ہی آپس میں آزادانہ اپنی حفاظت کی تدبیریں کرتے اور اگر ایک عامل سے ناراض ہو جاتے تو اس کے وہاں سے تبدیل کرنے کی درخواست خلیفہ کی خدمت میں بھجواتے اور خلیفہ عموماً ان کی درخواست منظور کر لیتا اور کسی شہر کا عامل شہر والوں کی رضامندی کے بغیر مقرر نہ کیا جاتا۔ ہر ایک شہر کے باشندے بجائے خود ایک فوجی طاقت رکھتے تھے۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ کسی شہر کے عامل کا کسی فوج نے محاصرہ کر لیا ہے۔ وہ اپنی سرکاری فوج سے دشمن کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے لیکن شہر والوں نے محاصرہ دشمن سے مصالحت کر لی ہے تو اس عامل کو مجبورا شہر چھوڑ کر چلا جانا پڑا۔

شہریوں کے حقوق کو پامال کرنے کی حکام کو عموماً جرات نہ ہوتی تھی۔ معمولی سے معمولی آدمی بھی بڑے سے بڑے حاکم بلکہ خلیفہ تک پہنچ سکتا تھا اور جو کچھ اس کے جی میں آئے کہہ گزرتا تھا۔ خلفاء عموماً اپنے آپ کو ہر دل عزیز اور نافع الناس ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ علوم و فنون کی قدردانی عام طور پر خلفائے عباسیہ نے بہت کی ہے۔

سفر کے لیے سہولتیں : خلفاء عباسیہ نے عراق' حجاز' فارس' خراسان' موصل' شام وغیرہ میں راستوں کی حفاظت و نگرانی اور مسافروں کے امن و امان سے گزر جانے کے لیے معقول انتظام کئے تھے۔ فوجی دستے متعین تھے' جا بجا تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر چوکیاں قائم تھیں۔ ہر ایک منزل پر شاہی گھوڑے' اونٹ اور دوسری سواریاں موجود رہتی تھیں۔ ایک مکان ہر منزل پر مسافروں کے ٹھہرنے اور آرام کرنے کے لیے ہوتا تھا۔ شاہی سواریوں پر جو محکمہ ڈاک کے ماتحت ہوتی تھیں' کرایہ دے کر عام لوگ بھی سفر کر سکتے تھے۔ کبھی

Marfat.com

کبھی اگر کسی زبردست ڈاکو یا باغی کی وجہ سے راستے مخدوش ہو جاتے تو تجارتی قافلوں کے ساتھ شاہی فوج بھیجی جاتی تھی۔ حاجیوں کے قافلوں کے ساتھ جو شخص امیر حج ہو کر جاتا تھا' اس کے ساتھ ایک فوج بھی ہوتی تھی اور وہ حاجیوں کی حفاظت کرتا تھا۔

تجارت کے لیے سہولتیں : ہر ایک شہر میں سوداگروں کی ایک انجمن ہوتی تھی' جس میں کسی سرکاری آدمی کا شامل ہونا ضروری نہ تھا۔ سوداگر لوگ خود اشیاء کے نرخ قائم کرتے تھے۔ تجارتی مال پر چنگی بہت ہی کم لی جاتی تھی اور اس معاملہ میں تاجروں کو کبھی کوئی شکایت پیدا نہ ہوتی تھی۔ تاجروں کی عزت شاہی اہل کاروں سے زیادہ ہوتی تھی۔ تاجروں کو عموماً شاہی درباروں میں باریاب ہونے کا موقع دیا جاتا تھا۔ جو سوداگر باہر سے مال لا کر فروخت کرتے تھے' ان کو شہر کا حاکم خوش کر کے واپس کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ گویا ہر ایک تاجر جو باہر سے مال لے کر آیا اس نے اس شہر کے حاکم پر ایک احسان کیا ہے۔ اگر تاجر کا مال فروخت نہیں ہوا تو حاکم شہر یا سلطان یا خلیفہ بلا ضرورت بھی اس کے مال کو خرید لیتا اور سوداگر کو افسردہ خاطر واپس کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جس عامل یا جس حاکم کی حدود حکومت میں تاجروں کا کوئی قافلہ لٹ جائے تو وہ انتہا درجہ کا غافل اور نالائق سمجھا جاتا تھا۔ تاجروں کو امرائے شہر اپنے یہاں مدعو کرتے اور عالی جاہ مہمان کی حیثیت سے اس کی مدارات بجا لاتے تھے۔ اگر کوئی سوداگر کسی دوسرے ملک سے آیا ہے تو اس کے حالات سفر سننے کے لیے خلفاء خود اس کی ضیافت کرتے اور انعام واکرام سے مالا مال کر کے واپس کرتے تھے۔ چنانچہ اس طرز عمل نے تجارت کو خوب فروغ دے دیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ خلفاء عباسیہ کے زمانے میں ہر قسم کی صنعت و حرفت میں خوب ترقی ہوئی اور ہر ایک شہر کسی نہ کسی صنعت کے لیے مشہور ہو گیا۔ اسی طرح ایک جگہ کی پیداوار دوسری جگہ جانے لگی۔ اہل عرب تو قدیم ہی سے تجارت پیشہ تھے لیکن خلافت عباسیہ کے عہد حکومت میں ایرانیوں کو بھی تجارت کا شوق ہو گیا اور اس شوق نے یہاں تک ترقی کی کہ مسلمان سوداگر شمال میں بحر شمالی کے ساحل تک اور جنوب میں افریقہ کے جنوب تک پہنچنے لگے۔ جس کے ثبوت میں خلفاء عباسیہ کے عہد کی بغدادی مصنوعات سوئڈن اور ڈنی غاسکہ میں علمائے طبقات الارض نے تلاش کی ہیں۔ بعض خلفاء مثلاً واثق باللہ نے باہر سے آنے والے سوداگروں اور تمام اشیاء درآمد پر محصول معاف کر دیا تھا۔

سرکاری محاصل : زراعت اور غلہ کی پیداوار پر بجائے نقد روپیہ وصول کرنے کے عموماً بٹائی (مقاسمہ) کا قاعدہ جاری تھا۔ پیداوار کا ۲/۵ حصہ سرکاری خزانہ کے لیے لیا جاتا تھا اور ۳/۵ کاشت کار کو چھوڑ دیا جاتا تھا۔ جہاں کاشت کار کو آب پاشی کے لیے محنت کرنی پڑتی تھی' وہاں کاشت کار کو ۳/۴ چھوڑ دیا جاتا تھا اور لگان سرکاری صرف چوتھائی حصہ لیا جاتا تھا۔ بعض زمینوں کی پیداوار پر صرف ۱/۵ لیا جاتا تھا اور ۴/۵ کاشت کار کے قبضہ میں رہتا تھا۔ انگوروں اور کھجوروں وغیرہ کے باغات پر اسی مقاسمہ کے اصول کو مد نظر رکھ کر نقد لگان لگا دیا جاتا تھا اور نقدی کی شکل میں وصول ہوتا تھا۔ بعض صوبے مثلاً بحرین' عراق' جزیرہ وغیرہ میں بکثرت ایسے کاشتکار تھے کہ ان کی زمینوں پر خلافت راشدہ کے زمانہ میں بوقت فتح معاہدہ کے ذریعہ پیداوار پر محصول مقرر کر دیا گیا تھا۔ وہ

Marfat.com

گویا استمراری بندوبست تھا۔ ان کاشت کاروں پر کوئی اضافہ نہیں ہو سکتا تھا۔ محصول تشخیص کرنے کے وقت اکثر زمینیں بلا محصول چھوڑ دی جاتی تھیں اور کاشت کاروں کو ذرا ذرا سے بہانوں پر محصول معاف کر دیا جاتا تھا۔ حکومت کی نظر اس بات پر زیادہ رہتی تھی کہ کاشت کار خوش حال اور فارغ البال رہیں تاکہ علاقہ کی آبادی اور سرسبزی میں فرق نہ آنے پائے۔ ملک کا بہت بڑا رقبہ ایسا تھا کہ اس پر پیداوار کا صرف دسواں حصہ مقرر تھا۔ ذمی جن سے فوجی خدمت نہیں لی جاتی تھی اور ان کے جان و مال کی حفاظت سلطنت کے ذمہ تھی' فوجی مصارف کے لیے نہایت معمولی ٹیکس ادا کرتے تھے۔ جو اپنی خوشی سے فوجوں میں بھرتی ہو جاتے ان پر ٹیکس یعنی جزیہ نہیں لگایا جاتا تھا۔ مسلمانوں کے لیے فوجی خدمت لازمی تھی۔ ذمیوں میں سے بھی بوڑھوں' بچوں اور ناداروں کو معاف کر دیا جاتا تھا۔ مسلمانوں سے ایک اور ٹیکس صدقات کے نام سے وصول کیا جاتا تھا۔ مال دار مسلمانوں سے زکوٰۃ کے نام سے ایک ٹیکس وصول ہوتا تھا' اس کو انکم ٹیکس سمجھنا چاہیے۔

سرکاری مصارف : سرحد روم پر جو فوجیں مستقل طور پر سرحدی چھاؤنیوں میں رہتی تھیں' ان کو دوسری فوجوں کے مقابلہ میں زیادہ تنخواہ ملتی تھی۔ ان فوجوں میں عموماً ہر ایک سپاہی کو پندرہ روپیہ سے تیس روپیہ تک تنخواہ دی جاتی تھی۔ ایک فوج دارالخلافہ میں ہمیشہ موجود رہتی تھی۔ فوج کا ایک حصہ راستوں کی حفاظت پر مقرر اور ہزارہا مرحلوں کی چوکیوں پر منقسم تھا۔ بڑے بڑے شہروں اور مرکزی مقاموں میں بھی فوج کی ایک تعداد موجود رہتی تھی۔ شہروں کی حفاظت کے لیے جو پولیس محتسب کے ماتحت اور صاحب الشرطہ کی نگرانی میں رہتی تھی' اس کو سرکاری خزانہ سے تنخواہ ملتی تھی۔ خزانہ کی ایک بہت بڑی مقدار فوج کے لیے صرف ہو جاتی تھی۔ محکمہ ڈاک کے سپاہی' سواری کے جانور اور اہل کاران ڈاک کا خرچ بھی اسی میں شامل سمجھنا چاہیے۔ رضاکار جو عموماً سرحد روم کی لڑائیوں میں شامل ہونے کے لیے بھرتی ہو کر جاتے تھے' ان کو کھانا' سواری اور تمام ضروری چیزیں سلطنت کی طرف سے ملتی تھیں۔ ان کی غیر موجودگی میں ان کے اہل و عیال کو نقد وظیفہ یا کھانے پینے کی اجناس سرکاری طور پر مہیا کی جاتی تھیں۔ جنگ کی حالت میں فوج کے خورد و نوش کا تمام اہتمام اور بوجھ سرکاری خزانہ پر پڑتا تھا۔ رومیوں کے ساتھ لڑائیوں کا سلسلہ برابر جاری رہا۔ اس لیے خلفاء کو سرحد روم پر بہت سے شہر آباد کرنے اور قلعے بنانے پڑے۔ صوبوں کی فوجوں کے تمام مصارف صوبوں کے خزانے پر پڑتے تھے مگر سرحد روم' بغداد' عراق' محکمہ ڈاک' راستوں کی حفاظت کرنے والی اور خلیفہ کی ذاتی فوج اور رضاکاروں کی افواج کے تمام مصارف خلیفہ کے مرکزی خزانہ سے پورے کئے جاتے تھے۔ ہر ایک تخت نشین ہونے والا خلیفہ فوج کو انعام دیتا تھا۔

بڑے بڑے اہل کاروں کو جاگیریں بھی دی جاتی تھیں اور ان کی تنخواہیں بھی مقرر ہوتی تھیں۔ شہروں اور قلعوں کی تعمیر کے علاوہ مدرسے' سرائیں' پل' نہریں' کنویں' مسجدیں وغیرہ بھی ہمیشہ تعمیر ہوتے رہتے تھے۔ صناعوں' موجدوں اور کاریگروں کو بڑے بڑے انعامات اور وظیفے دیے جاتے تھے' جن سے ان کی خوب ہمت افزائی اور دوسروں کو ترغیب ہوتی تھی۔ حکیموں' طبیبوں' شاعروں' عالموں' فقیہوں کو بے

Marfat.com

دریخ انعام واکرام سے مالامال کیا جاتا تھا۔ بعض عیسائی اور یہودی طبیب بغداد میں اس قدر مال دار ہو گئے تھے کہ خلیفہ کے سوا کوئی دوسرا شخص مال ودولت میں ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ بغداد میں بہت سے مدرسے تھے جن کے شاہانہ مصارف بڑی سیر چشمی سے ادا کئے جاتے تھے۔ اسی طرح دوسرے شہروں میں اعلیٰ درجہ کے دارالعلوم قائم تھے۔ اسلحہ سازی' پارچہ بافی' قند سازی' دواسازی' عطر سازی کے کارخانے بڑے بڑے شہروں میں قائم تھے اور حکومت کی طرف سے ان کی خوب ہمت افزائی ہوتی تھی۔ ریشمین اور اونی کپڑوں کے کارخانے اور بلور کے برتن بنانے کی صنعت خلفاء کی توجہ سے بہت ترقی پذیر ہوئی۔

خلیفہ کو خزانہ میں کئی کئی ہزار خلعت' دوشالے' اونی کپڑے' خوبصورت چادریں اور بیش بہا تلواریں' برچھے' ڈھالیں' کمانیں وغیرہ محض اس لیے موجود رکھنے پڑتے تھے کہ یہ چیزیں بطور انعام اور بطور نشان عزت اعلیٰ درجہ کے بہادروں' عالموں' صناعوں اور موجدوں کو دیتا رہے۔ دوسرے ملکوں کی قیمتی اشیاء جو ان ملکوں کے سوداگر لے کر آتے تھے' بڑی بڑی قیمتوں پر خلیفہ سب کو خرید لیتا اور اپنے خزانے اور توشہ خانے میں داخل کرتا تھا اور یہ سب چیزیں بطور انعام لوگوں کو دیتا رہتا تھا۔

فوجی انتظام : فوج کی مجموعی تعداد ہر زمانے میں کم وزیادہ ہوتی رہی۔ بہت سے جیش تھے' ہر ایک جیش میں تقریباً دس ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ جیش کے افسر کو امیر الجیش کہتے تھے۔ امیر الجیش کے ماتحت دس قائد ہوتے تھے۔ ہر ایک قائد کے ماتحت ایک ایک ہزار سپاہی ہوتے تھے۔ ہر ایک قائد کے ماتحت دس نقیب ہوا کرتے تھے۔ ہر ایک نقیبؑ سو سو سپاہیوں کا افسر ہوتا تھا۔ ہر ایک نقیب کے ماتحت دس عارف ہوتے تھے۔ ہر ایک عارف دس دس آدمیوں پر افسر ہوا کرتا تھا۔ فوج کی وردی میں کبھی کبھی خلفاء اپنے ذوق کے موافق تغیر و تبدل بھی کر دیتے تھے۔ مثلاً معتصم نے ترکوں کی فوج کی وردی پر لیس ٹکوایا تھا۔ ہر ایک جیش کے ہمراہ ایک دستہ بان اندازوں کا ہوتا تھا۔ ایک کمپنی سفرینا کی بھی ہوتی تھی' جن کے پاس بیلے اور کلہاڑیاں بھی ہوتی تھیں۔ بعض اوقات فوج کی وردی نہایت قیمتی کمخواب کی ہوتی تھی۔ بار برداری کے لیے اونٹوں اور خچروں کی کافی تعداد ہوتی تھی۔ پیدل فوج کے پاس نیزہ تلوار اور ڈھال ہوتی تھی' یہ حربیہ کہلاتی تھی۔ جس پیدل فوج کے پاس تیغ و سپر کے علاوہ تیر کمان بھی ہوتی تھی' اس کو رامیہ کہتے تھے۔ ہر ایک سپاہی کے سر پر خود جسم میں چار آئینہ' ہاتھوں میں آہنی جوشن و دستانے اور پاؤں میں موزے ہوتے تھے۔ ہر ایک جیش کے ہمراہ انجینئروں کی بھی ایک معقول تعداد ہوتی تھی۔ چند طبیب اور جراح بھی ضرور ہمراہ ہوتے تھے۔ دواؤں کا ذخیرہ اور دواسازی کا تمام سامان یعنی سفری شفاخانہ اور زخمیوں کے اٹھانے اور لانے کے لیے بار برداری کا سامان اور پالکیاں بھی ہوتی تھیں۔ ہر ایک جیش کے ہمراہ ایک رسالہ سواروں کا بھی ہوتا تھا۔ یہ سوار اعلیٰ درجہ کے نیزہ باز اور تیر انداز ہوتے تھے۔

جب خلافت میں ضعف آگیا اور بنو بویہ مسلط ہوئے تو فوجی سرداروں کو جاگیریں دینے کا قاعدہ ایجاد ہوا کہ فوجی افسر خود اس قطعہ زمین کے محاصل سرکاری سے اپنی تنخواہیں وصول کر لیں۔ اس قاعدے کے جاری ہونے سے کاشت کاروں پر مظالم ہونے لگے۔ جب ترک یعنی سلجوق خلافت پر مسلط ہوئے تو انہوں نے

Marfat.com

تمام سلطنت اسلامیہ میں اپنے یہاں کے دستور کے موافق یہ قاعدہ جاری کیا کہ ہر ایک عامل اور ہر ایک والی کو ایک ایک سپہ سالار قرار دے کر اس حصہ ملک کی آمدنی کے اعتبار سے ایک معینہ تعداد کی فوج ہمہ اوقات تیار رکھنے کا ذمہ دار قرار دیا یعنی فوجی سرداروں کو قطعات ملک دے کر ان کی تمام و کمال حکومت ہر قسم کا انتظام سپرد کر دیا۔ جن کا فرض تھا کہ ضرورت کے وقت عند الطلب مقررہ تعداد کی فوج لے کر حاضر ہوں۔ اس طرح تمام ملک کی حکومت فوجی سرداروں کے قبضہ میں آگئی اور قدیم عمال اور جاگیر دار سب معطل ہو گئے۔ شاہی مرکزی خزانہ سے فوج کا تعلق نہ رہا بلکہ فوجی سرداروں کو اپنی اپنی جاگیروں سے خود اپنی تنخواہیں وصول کر لینے اور اپنی تنخواہ کو کم و زیادہ کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا۔ خلیفہ کو مجبوراً اپنی فوج نظام کم کرنی پڑی' جس سے خود بخود خلیفہ کی طاقت سلب ہو گئی۔ سلجوقیوں کے کمزور ہونے پر خلیفہ بغداد نے صوبہ عراق پر پھر براہ راست اپنا قبضہ جمایا اور اپنی آمدنی کو بڑھا کر وہی پرانا قاعدہ کہ فوج کو انتظامی افسروں کے کام سے کوئی تعلق نہ ہو' جاری کیا۔

علمی ترقیات : بغداد میں ہارون الرشید کے زمانے سے بیت الحکمۃ جاری تھا۔ عہد مامونی میں یونانی و سریانی و عبرانی' سنسکرت' فارسی وغیرہ زبانوں کی کتابیں ترجمہ کرنے کے لیے ایک بہت بڑا محکمہ جاری ہوا۔ خلیفہ علمی مباحثہ کی مجلس ترتیب دیتا اور بحث و مناظرہ میں خود حصہ لیتا۔ امیروں' وزیروں اور بڑے بڑے آدمیوں کے یہاں علماء کے جلسے ہوتے۔ علمی مسائل پر خوب زور و شور سے بحثیں ہوتیں اور سننے والے اپنے دماغ کو روشن کرتے۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف و ترجمے میں جس طرح علماء کی ایک بڑی تعداد مصروف رہتی' اسی مناسبت سے کتابوں کی نقلیں تیار کرتے' کتب فروشوں کی بڑی قدر و منزلت تھی اور وہ کتابوں کی نقلیں تیار کرانے میں مصروف رہ کر محرروں کی ایک بڑی تعداد کو مصروف کار رکھتے تھے۔ علمی تحقیقات اور حصول علم کے لیے لوگ دور دراز ملکوں کے سفر اختیار کرتے اور واپس آکر اپنے ہم وطنوں اور شاہی درباروں کے لیے ایک قیمتی وجود ثابت ہوتے تھے۔ عہد خلافت عباسیہ میں علم نحو ایجاد ہوا اور اس پر بڑی کتابیں لکھی گئیں۔ لوگوں نے سفر نامے لکھے' علم احادیث مدون ہوا' اصول حدیث پر کتابیں لکھی گئیں۔ علم کلام' علم فقہ' علم عروض وغیرہ پر ہزارہا کتابیں تصنیف ہوئیں اور نہ صرف بغداد بلکہ ہر شہر و ملک میں مصنفین مصروف تصنیف تھے۔ طب میں تشریح الابدان پر بڑی بڑی قیمتی کتابیں تیار ہو کر شائع ہوئیں۔ دواخانے بھی اسی زمانے کی ایجاد ہیں۔ علم تاریخ کی تدوین و ترتیب و تہذیب کا فخر بھی اسی زمانے کو حاصل ہے۔ علم ہیئت میں عباسیوں نے بڑی بڑی مفید ایجادات کیں۔ مامون الرشید نے دو مرتبہ ایک درجہ کا فاصلہ سطح زمین پر ناپ کر اس بات کو ثابت کیا کہ زمین کا محیط ۲۴ ہزار میل ہے۔ رصد گاہیں تعمیر کرائیں' فن تعمیر پر کتابیں لکھوائیں۔ دوربین اور گھڑی بھی عہد عباسیہ کی ایجاد ہے۔ تصوف و اخلاق' علم الٰہیات پر بڑی بڑی معرکۃ الآرا تصانیف اسی عہد میں ہوئیں۔ ریاضی' کیمیا' طبقات الارض' علم حیوانات' علم نباتات' علم منطق وغیرہ علوم پر نہ صرف کتابیں تصنیف ہوئیں بلکہ ان تمام علوم کو مسلمانوں نے ایجاد کیا' جس کی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں ہے۔ اس کے لیے ایک علیحدہ مستقل ضخیم کتاب کی ضرورت ہے۔ ان علمی ترقیات میں خلافت امویہ اندلسیہ بھی خلافت عباسیہ سے کسی طرح کم نہیں رہی۔

Marfat.com

دوسری فصل

ہم اب تک جو کچھ پڑھ چکے ہیں' اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حالات زندگی مطالعہ کرنے کے بعد ہم نے خلافت راشدہ کے تفصیلی حالات مطالعہ کئے۔ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ان کے خاندان کا شخص جو قریبی رشتہ دار ہونے کے سبب ان کی جائیداد کا وارث قرار دیا جاتا' آنحضرت ﷺ کی قائم کی ہوئی سلطنت کا حکمران یا خلیفہ نہیں ہوا اور یہ فیصلہ تعلیم الاسلام کے عین موافق ہوا تھا۔ خلفائے راشدین میں ہر ایک خلیفہ کی اولاد موجود تھی اور خلفاء کے ان بیٹوں میں ہر قسم کی قابلیت واہلیت بھی موجود تھی مگر کسی خلیفہ نے اپنی اولاد کو اپنا جانشین بنانا نہیں چاہا اور نہ اس کے خاندان میں حکومت وسلطنت متوارث ہوئی۔ صرف حضرت علیؓ کے بعد ان کے بیٹے حسنؓ کو کوفہ والوں نے خلیفہ بنایا مگر حضرت حسنؓ نے چھ ہی مہینے کے بعد اس خلافت وحکومت کو حضرت امیر معاویہؓ کے سپرد کر دیا۔ حضرت امیر معاویہؓ سے یہ غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے خود اپنے بیٹے کو اپنا ولی عہد وجانشین بنایا اور حکومت اسلامیہ کو جو تمام مسلمانوں کی کثرت رائے سے کسی شخص کو سپرد ہو سکتی تھی' اپنی ذاتی چیز کی مانند اپنے اختیار سے بطور ورثہ اپنی اولاد کے سپرد کیا۔ تاہم انہوں نے اس بات سے اعلانیہ انکار نہیں کیا کہ حکومت اسلامیہ کسی ایک خاندان کی ملکیت نہیں ہے۔ اسی لیے انہوں نے یزید کی بیعت کے لیے تمام مسلمانوں کو رضامند کرنے کی کوشش فرمائی۔ حضرت امیر معاویہؓ کی یہ غلطی بھی کچھ زیادہ اہم اور نقصان دہ نہیں تھی کیونکہ اس زمانہ کے مسلمانوں نے اس کی اصلاح کے لیے زبردست کوشش شروع کی۔ اسی کوشش کے سلسلہ میں حادثہ کربلا پیش آیا اور اسی کوشش کی کامیابی حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت تھی اور حضرت امیر معاویہؓ کا خاندان حکومت اسلامیہ سے محروم کر دیا گیا تھا مگر حضرت امیر معاویہؓ کی مذکورہ غلطی کے ساتھ دوسری غلطی عبداللہ بن سبا یہودی کی سازش بھی ایک مخالف اسلام کوشش تھی یعنی حکومت اسلامیہ کے نظام اساسی کو درہم برہم کرنے کے لیے دو طاقتیں اثر انداز ہوئیں۔ ایک اندرونی لغزش جس کو حضرت امیر معاویہؓ کی غلطی کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور دوسری بیرونی مخالفت جس کو سبائی سازش کہا گیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں مل کر اور اسلامی جامہ پہن کر ایک فتنہ عظیم بن گئیں اور نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف حکومت اسلامیہ کا ستون مرکز ثقل سے کسی قدر ہٹ گیا۔ دوسری طرف اس کو آماج گاہ حوادث بھی بننا پڑا۔ ولی عہدی اور وراثت کی رسم بد کو مردانی خلفاء نے پائیدار بنا دیا اور نا قابل و نااہل لوگوں کو تخت خلافت پر متمکن ہونے کا موقعہ ملنے لگا۔ جس سے سلطنت اسلامیہ کے رعب وعظمت کو صدمہ پہنچا اور سبائی تحریک سے فائدہ اٹھانے کے لیے سلطنت اسلامیہ کے خلاف کوششوں کا سلسلہ حکومت کے متوازی جاری کیا۔ آخر اموی یا مردانی خلفاء کے بعد عباسی تخت خلافت پر قابض ہو گئے اور ان کے قابض ہوتے ہی حکومت اسلامیہ کی تقسیم شروع ہو گئی۔ عباسیوں کی حکومت سے پیشتر بنو امیہ تمام عالم اسلامی پر حکومت کرتے تھے اور مرکز خلافت ایک ہی تھا لیکن عہد عباسیہ کے ابتدا ہی میں اندلس کا ملک جدا ہو گیا اور وہاں ایک الگ حکومت قائم ہوئی جس کو

Marfat.com

خلفاء عباسیہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اس کے بعد مراکو' اس کے بعد افریقہ اور اسی طرح یکے بعد دیگرے بجائے ایک سلطنت اسلامیہ کے بہت سی اسلامی سلطنتیں قائم ہو گئیں۔ خلافت بنوامیہ کے بعد خلافت عباسیہ کا حال بھی ہم ختم کر چکے ہیں لیکن دوسری سلطنتوں کو جو اس خلافت کے ابتدائی زمانے سے کٹ کٹ کر الگ الگ قائم ہوتی رہی ہیں' چھوڑتے چلے آتے ہیں۔ لہذا خلافت عباسیہ سے فارغ ہونے کے بعد اب تیسری جلد میں ہم کو ان کے حالات مطالعہ کرنے ہیں۔ اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مضامین اور واقعات کے تسلسل کو ذہن نشین کرانے کے لیے حکمران خاندانوں کا ایک مجمل خاکہ پیش کر دیا جائے۔

ہسپانیہ : ہسپانیہ کو مسلمانوں نے فتح کر کے سنہ۔ ۹۳ھ میں وہاں اپنی حکومت قائم کر لی تھی اور یہ ملک خلفاء بنوامیہ کا ایک صوبہ بن گیا تھا۔ سنہ۔ ۱۳۸ھ تک وہاں خلفائے بنوامیہ کی طرف سے مثل اور صوبوں کے امیر و عامل مقرر ہو کر آتے اور حکومت کرتے رہے۔ جب عباسیوں نے اموی حکومت کو برباد کر دیا اور خود قابض و متصرف ہو گئے تو امویوں کے دسویں خلیفہ ہشام کا پوتا عبدالرحمٰن کسی نہ کسی طرح عباسیوں کی تیغ خون آشام سے بچ کر اندلس پہنچ گیا اور سنہ۔ ۱۳۸ھ میں وہاں پہنچ کر اپنی حکومت قائم کر لی۔ لشکر عباسیہ نے حملہ کیا تو اس کو بھی شکست دی اور اندلس کے شہر قرطبہ (کارڈوا) کو دارالسلطنت بنا کر اپنی شاندار حکومت کی ابتدا کی۔ یہ حکومت اس کے خاندان میں سنہ۔ ۴۲۲ھ تک رہی۔ ان اندلسی خلفاء کی شان و شکوہ اور قوت و عظمت نے تمام براعظم یورپ کو مبہوت کر دیا اور ان کی تہذیب و علمی دوستی نے تمام دنیا سے خراج تحسین حاصل کیا۔ ان کے کارنامے بنو عباس کے کارناموں سے زیادہ دلچسپ اور زیادہ سبق آموز ہیں۔ سنہ۔ ۴۲۲ھ اندلس میں طائف الملوکی شروع ہوئی اور اموی خاندان کی پر شوکت خلافت کا خاتمہ ہو گیا۔ اندلس کی اموی خلافت کے بعد اندلس کا ملک چھوٹی چھوٹی مسلمان ریاستوں میں تقسیم ہو گیا۔ جنہوں نے قرطبہ' اشبیلیہ' غرناطہ' بلنشیہ' طلیطلہ اور مالقا وغیرہ شہروں کو اپنا اپنا دارالحکومت بنایا۔ چند روز کے بعد شمالی افریقہ کی مسلمان حکومتوں نے اندلس کے اکثر حصہ کو اپنے ماتحت بنایا۔ ادھر عیسائی سلاطین نے مسلمانوں کی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر جب خوب کمزور کر لیا تو پھر ان کو اس طرح تختہ مشق ستم بنایا کہ شاید آج تک کسی قوم نے کسی قوم کے ہاتھ سے ایسے مظالم نہ سہے ہوں گے اور عالم انسانیت کے چہرے پر کبھی ایسے سیاہ داغ نہ لگائے ہوں گے۔ جیسے کہ اسپین کو فتح کرنے والے عیسائیوں نے لگائے۔ اسپین یا ہسپانیہ کی تاریخ آج تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلا رہی ہے اور ہسپانوی مسلمانوں کے برباد ہونے کی داستان دلوں کو فگار اور سینوں کو زخم دار بنانے کی خاصیت رکھتی ہے۔

سلطنت اندیسیہ مراکش : سنہ۔ ۷۲۱ھ میں مراکش بھی خلافت عباسیہ کی حکومت سے جدا ہو گیا اور وہاں ایک الگ خود مختار حکومت قائم ہوئی۔ یہ سلطنت اگرچہ سلطنت ہسپانیہ کے پڑوس میں تھی مگر جس طرح خلفاء عباسیہ کی مخالفت تھی' اسی طرح خلفاء اندلسیہ یعنی سلطنت ہسپانیہ کی بھی مخالفت تھی۔ یہ قریبا دو سو سال تک قائم رہی۔ سوا سو برس تک تو ادریسی سلاطین خود مختار رہے پھر عبیدیوں کی ابتدا افریقہ میں ہوئی تو انہوں

Marfat.com

نے ان کو اپنا باج گزار بنالیا۔ اس کے بعد اس سلطنت کے ٹکڑے ہو گئے اور چند روز تک معمولی رئیسوں کی طرح حکمران رہ کر معدوم ہو گئے۔

حکومت اغلبیہ افریقیہ : سنہ۔ ۱۸۴ھ سے صوبہ افریقہ (تیونس) بھی خلافت عباسیہ سے آزاد ہو گیا اور ابراہیم بن اغلب کی اولاد نے سو سال سے زیادہ عرصہ تک بڑی شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ سنہ۔ ۲۱۹ھ میں سلطنت اغلبیہ نے جزیرہ صقلیہ کو عیسائیوں سے فتح کر کے اپنی حکومت میں شامل کیا اور آخر تک اس پر قابض و متصرف رہی۔ اس خاندان میں بعض بڑے ذی ہوش اور لائق فرماں روا گزرے ہیں۔ جب اس ملک میں عبیدیوں نے خروج کیا تو حکومت اغلبیہ ہی کی بنیادوں پر اپنی سلطنت قائم کی اور سلطنت ادریسیہ کی خود مختاری کو سلب کر کے حکومت اغلبیہ کے دارالسلطنت قیروان کو اپنا دارالسلطنت بنایا۔ یہاں تک کہ وہ مصر پر بھی قابض ہوئے اور پھر مصر میں اپنا دارالحکومت تبدیل کر لیا۔ سلطنت اغلبیہ کی تاریخ سلطنت ادریسیہ سے زیادہ دلچسپ ہے۔ سنہ۔ ۲۹۶ھ میں اس سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس خاندان سے نہ صرف جزیرہ صقلیہ (سسلی) ہی کو فتح کیا بلکہ مالٹا اور سارڈینیہ کو بھی فتح کر لیا تھا۔ ان کی بحری طاقت بہت زبردست تھی اور تمام بحر روم پر سلاطین اغلبیہ کا قبضہ تھا۔ بعض اوقات ان کے جہاز یونان اور فرانس کے ساحلوں پر بھی تاخت و تاراج کر آتے تھے۔

حکومت زیادیہ یمن : سنہ۔ ۲۰۳ھ میں محمد بن زیاد جو زیاد بن ابی سفیان کی اولاد سے تھی، یمن کا حاکم مقرر ہوا۔ اس کے خاندان میں سنہ۔ ۴۰۲ھ تک یمن کی حکومت رہی۔ محمد بن زیاد نے زبید نامی شہر آباد کر کے اس کو اپنا دارالحکومت بنایا۔ یمن کے متصلہ صوبہ تہامہ کو بھی اس نے بزور شمشیر فتح کیا۔ حضر موت تک کا علاقہ بھی فتح کر لیا تھا۔ اس خاندان میں بعض بہت بااقبال و صاحب جبروت بادشاہ ہوئے۔ سنہ۔ ۲۸۸ھ میں ان کی سلطنت کا ایک ٹکڑا کاٹ کر علویوں نے زیدیہ حکومت قائم کی۔ اس کے بعد بتدریج اس سلطنت کے حدود مختصر ہوتے گئے۔ زیادیہ سلطنت اگرچہ خود مختار تھی مگر خلفاء عباسیہ کے نام کا خطبہ اس میں پڑھا جاتا تھا۔ زیاد کے علاوہ جب یمن کے ایک حصہ میں زید کی حکومت قائم ہوئی تو اس نے اپنی حدود حکومت میں اس خطبہ کو بھی اڑا دیا۔ سلطنت زیادیہ جب کمزور ہو گئی تو اس کے غلاموں اور غلاموں کے غلاموں نے حکمرانی شروع کر دی۔ اس کے بعد یمن میں یکے بعد دیگرے بہت سے خاندانوں نے حکومت کی۔ خاندان زیادیہ کی تاریخ دلچسپی سے خالی نہیں ہے۔ زیادیہ کے بعد یمن میں یعفوریہ، نجاحیہ، صلیحیہ، ہمدانیہ، مہدیہ، زوریہ، ایوبیہ، رسولیہ، طاہریہ وغیرہ خاندان یکے بعد دیگرے سنہ۔ ۱۰۰۰ھ تک خود مختارانہ حکمران رہے۔ ان میں بعض خاندان شیعہ اور بعض سنی تھے۔ ان کی تاریخیں اپنے اندر کوئی نمایاں دلچسپی نہیں رکھتیں۔

حکومت طاہریہ خراسان : سنہ۔ ۲۰۵ھ میں مامون الرشید عباسی نے طاہر بن حسین کو خراسان کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اس کے بعد خراسان کی حکومت پچاس سال سے زیادہ عرصہ تک اسی کے خاندان میں رہی۔

Marfat.com

خاندان طاہریہ عملا خراسان میں خود مختارانہ حکومت کرتے رہے اور اسی لیے خراسان کو اسی وقت سے خلافت بغداد سے الگ سمجھنا چاہیے۔ خاندان طاہریہ کے فرماں روا اپنے آپ کو خلیفہ بغداد کا محکوم سمجھتے اور خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھتے تھے لیکن دربار خلافت کو خراسان کے اندرونی انتظام میں کوئی دخل نہ تھا۔

دولت صفاریہ خراسان و فارس : سنہ۔ ۱۵۴ھ میں یعقوب بن لیث صفار نے فارس پر قبضہ کر کے اس صوبہ کو خلافت عباسیہ سے جدا کر لیا اور سنہ۔ ۲۵۹ھ میں خراسان پر بھی قابض ہو کر دولت طاہریہ کا خاتمہ کر دیا۔ خاندان صفاریہ نے قریبا چالیس سال حکومت کی' پھر خاندان سامانیہ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ طاہریہ و صفاریہ کے حالات جس قدر گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکے ہیں' وہی کافی ہیں۔ ان کی تاریخ علیحدہ بیان کرنے کی اب ضرورت نہیں ہے۔ لہذا قارئین کرام ان دونوں خاندانوں کی تاریخ آئندہ جلدوں میں تلاش نہ فرمائیں۔

دولت سامانیہ ماوراء النہر و خراسان : سامانیوں کا حال بھی کسی قدر اوپر بیان ہو چکا ہے۔ سنہ۔ ۲۹۰ھ میں جب سامانیہ حکومت ماوراء النہر نے صفاریوں سے خراسان' علویوں سے طبرستان چھین لیا تو ماوراء النہر یعنی سمرقند و بخارا سے لے کر خلیج فارس اور بحیرہ قزوین تک اس حکومت کی حدود وسیع ہو گئیں۔ اسی زمانہ سے صوبہ ماوراء النہر بھی خلافت عباسیہ کی ماتحتی سے آزاد ہو گیا۔ سامانی خاندانوں نے سو سوا سو سال تک حکومت کی۔ اس سلطنت نے علوم و فنون اور تہذیب و شائستگی کے فروغ دینے میں قابل قدر حصہ لیا۔ بخارا و سمرقند علوم و فنون کے مرکز بن گئے اور وہاں ایسے ایسے زبردست علماء پیدا ہوئے کہ آج تک دنیا میں ان کی شہرت موجود ہے۔ قریبا نصف صدی کے بعد خراسان و فارس و طبرستان حکومت سامانیہ کے قبضہ سے نکل گئے اور دولت بنی بویہ نے ان علاقوں پر اپنی حکومت قائم کر کے سامانیوں کو بے دخل کر دیا' پھر اس خاندان میں ترک غلاموں کے قابو یافتہ ہونے سے جلد جلد زوال آنا شروع ہوا۔ سنہ۔ ۳۸۴ھ میں اس خاندان کے ایک ترکی غلام الپتگین نے سلطنت سامانیہ کے اس حصہ پر جو دریائے جیحون کے جنوب میں تھا' خود مختارانہ قبضہ کر لیا اور سنہ۔ ۳۸۰ھ سے سنہ۔ ۳۸۹ھ تک ایلک خاں ترک نے سامانی سلطنت کے باقی اس حصہ پر جو دریائے جیحون کے شمال میں ہے' قبضہ کر کے اس خاندان کو نیست و نابود کر دیا۔ خاندان سامانیہ کی تاریخ اس لیے اور بھی زیادہ دلچسپ ہے کہ اسی سلطنت سے الپتگین کی سلطنت قائم ہوئی اور الپتگین کی سلطنت کا وارث سبکتگین ہوا' جس کا بیٹا محمود غزنوی ملک ہندوستان کے بچے بچے کے لیے موجب دلچسپی اور جاذب توجہ ہے۔

قرامطہ بحرین : سنہ۔ ۲۸۶ھ میں صوبہ بحرین خلافت عباسیہ سے جدا ہو گیا اور اس میں قرامطہ نے اپنی خود مختار سلطنت قائم کی اور اپنے ظالمانہ طرز عمل سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بے حد پریشان رکھا۔ قرامطہ کے مظالم اور بدعنوانیاں ایک جداگانہ مستقل باب میں بیان ہو سکیں گی۔ قرامطہ کی حکومت بحرین میں سنہ۔ ۳۶۴ھ تک رہی۔ اس کے بعد دوسرے خاندانوں نے بحرین پر قبضہ کر لیا اور بہت سی خود مختار ریاستیں بحرین اور اس کے

Marfat.com

نواحی صوبوں میں حکومت کرنے لگیں۔

علویہ طبرستان : سنہ۔۲۵۰ھ سے سنہ۔۳۱۶ھ تک علویہ زیدیہ نے طبرستان کی ولایت میں اپنی حکومت کا سکہ چلایا۔ دولت سامانیہ نے اس کو غارت کیا۔ اس کے بعد پھر بھی کئی رقیب اس نواح میں ایک دوسرے سے دست وگریبان رہے اور انہیں سے بنی بویہ پیدا ہو گئے۔ ان کا حال اجمالا اوپر بیان ہو چکا ہے۔

صوبہ سندھ : سنہ۔۲۶۵ھ میں صوبہ سندھ بھی خلافت عباسیہ سے بے تعلق اور آزاد ہو گیا۔ یہاں دو خود مختار ریاستیں مسلمانوں کی قائم ہو گئیں۔ جن میں ایک کا دارالحکومت ملتان اور دوسری کا دارالحکومت منصورہ تھا۔ سلطنت منصورہ میں ملک سندھ کا جنوبی حصہ شامل تھا اور ملتان کی حکومت شمالی حصہ پر قائم تھی۔ اس کے علاوہ توران' قصدار' کیکانان' مکران' مشکی وغیرہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں بھی عرب سرداروں نے قائم کر لی تھیں' جوان بڑی ریاستوں کی ماتحتی اور خراج گزاری تسلیم کر چکی تھیں۔ اس طرح تمام صوبہ سندھ خود مختار اور خلیفہ بغداد کی حکومت سے آزاد ہو چکا تھا مگر یہاں خطبہ ہر جگہ خلیفہ بغداد کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ یہ ریاستیں بتدریج کمزور ہوتے ہوتے سویا سوا سو سال کے عرصہ میں معدوم ہو گئیں مگر ملتان کی ریاست اس وقت تک قائم تھی جبکہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر حملہ آوری شروع کی اور ہندوؤں نے اس کو ہندوستان آنے کی تکلیف دی تھی۔

دولت بنی بویہ دیلمیہ : دیلمیوں نے سنہ۔۳۲۲ھ سے سنہ۔۴۴۷ھ تک یعنی قریبا سوا سو سال فارس و عراق پر حکومت کی۔ ان دیلمیوں نے بجائے اس کے کہ کسی بعید ترین صوبہ کو خلیفہ کی حکومت سے جدا کرتے خود خلیفہ اور صوبہ عراق پر اپنا تسلط قائم کر کے حقیقتاً اور معناً خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر دیا مگر خلیفہ کا نام اور نام کی خلافت باقی رکھی۔ ان کی وجہ سے خلافت عباسیہ کے وقار و اعتبار کو صدمہ پہنچا۔ اس کا حال گزشتہ اوراق میں مجملا بیان ہو چکا ہے۔ چونکہ یہ لوگ خلافت عباسیہ پر مسلط و مستولی ہو گئے تھے اور خلیفہ انہیں کے ہاتھ میں متل کٹھ پتلی کے تھا۔ لہذا خلفاء عباسیہ کے سلسلہ میں بنو بویہ کا حال اور ان کی حکومت کی کیفیت مسلسل نام بنام بیان کر دی گئی ہے۔ آئندہ اب ان کے تذکرہ کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

دولت طولونیہ مصر : ابن طولون کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ بنی طولون نے سنہ۔۲۵۴ھ سے ۲۹۲ھ تک مصر پر حکومت کی یہ اگرچہ خود مختار تھے اور مصر کا صوبہ گویا سنہ۔۲۵۴ھ میں خلافت عباسیہ سے جدا ہو چکا تھا مگر مصر میں خطبہ خلیفہ بغداد کے نام کا پڑھا جاتا تھا۔ بنی طولون نے ملک شام کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا تھا۔ اس طرح شام و مصر میں ایک ایسی سلطنت قائم ہو گئی تھی جو اگرچہ اپنے آپ کو خلیفہ بغداد کی فرماں بردار بتاتی تھی مگر دربار بغداد کو شام و مصر کی حکومت سے بے تعلق کر دیا تھا۔

دولت اخشیدیہ مصر و شام : مصر و شام سے جب بنی طولون کی حکومت جاتی رہی تو چند روز کے لیے ان دونوں صوبوں کے حاکم دربار خلافت سے مقرر ہو کر آنے لگے اور بظاہر یہ دونوں صوبے پھر خلافت عباسیہ

Marfat.com

میں شامل ہوگئے۔ سنہ۔۳۱۶ھ میں مقتدر باللہ خلیفہ بغداد نے محمد بن طغج کو رملہ کا حاکم مقرر کیا۔ سنہ۔۳۱۸ھ میں اس کو دمشق کی حکومت سپرد کی گئی اور سنہ۔ ۳۲۳ھ میں اس کو مصر کی حکومت دی گئی۔ محمد بن طغج ماوراء النہر کے علاقہ فرخانہ کے قدیمی حکمران خاندان سے تعلق رکھتا تھا یعنی اس کے بزرگ فرغانہ کے امیر تھے۔اس زمانہ میں فرغانہ کے امرا کو انشید کے لقب سے پکارتے تھے۔ محمد بن طغج نے مصر کی حکومت پر فائز ہو کر سنہ۔۳۲۷ھ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا اور اپنا لقب انشید رکھا۔ سنہ۔۳۳۰ھ میں اس نے شام پر بھی قبضہ کر لیا اور سنہ۔۳۳۱ھ میں ملک حجاز کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر کے ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر لی اور ایسا کرنے میں اس کو اس لیے زیادہ دقت پیش نہیں آئی کہ دربار خلافت کو دیلمیوں نے بے کار و بے اثر بنا دیا تھا۔ خلیفہ کا رعب اور خوف دلوں سے مٹ چکا تھا۔ خاندان انشیدیہ نے سنہ۔۳۵۶ھ تک ان ملکوں پر حکومت کی۔ اس کے بعد عبیدیوں نے اول مصر کو پھر چند روز کے بعد شام کو بھی فتح کر لیا۔

دولت عبیدیہ مصر' افریقہ وشام : سنہ۔۲۹۶ھ میں افریقہ (تیونس) کے اندر دولت اغلبیہ کا خاتمہ ہوا اور اس کی جگہ دولت عبیدیہ قائم ہوئی۔ دولت عبیدیہ نے سنہ۔۳۵۶ھ میں خاندان انشیدیہ کے ایک طفل خورد سال سے مصر کا ملک چھین لیا اور قاہرہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دے کر اس کی شہر پناہ تعمیر کرائی۔ سنہ۔۳۸۱ھ میں عبیدیوں نے حلب پر قبضہ کیا اور بہت جلد ان کی سلطنت سرحد مراکش سے شام کے ملک تک وسیع ہو گئی۔ چونکہ عبیدیوں نے قیروان کو چھوڑ کر اپنا دارالحکومت قاہرہ بنا لیا' اس لیے بحر روم کے جزیرے و مغربی اضلاع ان کے قبضے میں باقی نہ رہ سکے لیکن بحر روم کے مشرقی حصے میں ان کی سیادت مسلم ہو گئی اور مشرقی مقبوضات سے مغربی نقصانات کی تلافی ہو گئی مگر مغربی اضلاع جو ان کے قبضے سے نکلے' ان میں سے اکثر عیسائیوں کے قبضے میں پہنچے اور مشرقی علاقے انہوں نے مسلمانوں ہی سے چھینے۔ لہذا عبیدیوں کے مصر میں آنے سے عیسائیوں کو فائدہ اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا۔ عبیدیوں نے خلافت کا دعویٰ بھی کیا اور لوگوں سے جو ان کے تحت حکومت تھے' اپنی خلافت کی بیعت لی اور اپنے آپ کو خلیفہ کہلوایا۔ اس طرح دنیا میں خلافت کے تین سلسلے قائم ہوئے۔ پہلا اور سب سے بڑا سلسلہ تو وہی ہے جو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے قائم ہو کر خاندان عثمانیہ کے آخری خلیفہ سلطان عبدالمجید خاں تک قائم رہا۔ یہ سلسلہ سب سے بڑا ہے۔ اس کے پہلے حصے کا نام خلافت راشدہ' دوسرے حصے کا نام خلافت بنوامیہ' تیسرے حصے کا نام خلافت عباسیہ بغداد' چوتھے حصے کا نام خلافت عباسیہ مصر' پانچویں حصے کا نام خلافت عثمانیہ ہے۔ ہم اس طویل سلسلہ کے چار حصے ختم کر چکے ہیں۔ اب پانچواں حصہ باقی ہے جو آئندہ جلدوں میں مذکور ہو گا۔ اس طویل سلسلہ خلافت کے بعد دوسرا سلسلہ خلافت وہ ہے جو اندلس میں عبدالرحمٰن ثالث کے زمانے سے شروع ہو کر اسی خاندان پر ختم ہو گیا۔ اس سلسلہ خلافت کو بھی علمائے اسلام نے خلافت کا حصہ تسلیم کیا ہے اور خلفائے اندلس کو خلفائے اسلام تصور کرتے ہیں یعنی ان کی فرماں برداری ان مسلمانوں کے لیے جو ان کی حدود سلطنت میں رہتے تھے' ضروری اور ان کی بغاوت معصیت تھی۔ تیسرا سلسلہ جو عبیدیوں نے جاری کیا تھا' اس کو علماء اسلام نے سلسلہ خلافت تسلیم نہیں کیا۔ نہ

Marfat.com

ان کو خلیفہ مانتے اور نہ اسلامی نقطہ نظر سے ان کو مستحق تکریم سمجھتے ہیں۔ان لوگوں نے شرک وبدعت کو رواج دیا۔ شعائر اسلام کی بے حرمتی کی اور انواع واقسام کی بداعمالیوں کے مرتکب ہوئے۔ بہر حال عبیدیوں کی حکومت مصر میں سنہ۔۵۶۷ھ تک قائم رہی۔اس کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی نے اس سلطنت کا خاتمہ کر کے مصر میں ایوبی سلطنت قائم کی اور خلافت عباسیہ کا خطبہ مصر میں پھر جاری ہوا۔

دولت بنو حمدان در موصل' جزیرہ وشام :ابوالہیجا عبداللہ بن حمدان بن حمدون بن حارث بن لقمان بن اسد بن حزم نے سنہ۔۲۸۹ھ میں صوبہ موصل کے اندر خود مختارانہ حکومت کی بنیاد ڈالی اور قریباسو برس تک بنو حمدان نے موصل وجزیرہ وشام میں حکومت کی۔ان لوگوں نے خلفائے عباسیہ کا خطبہ اپنے حدود مملکت میں جاری رکھا۔ان میں سیف الدولہ اور ناصر الدولہ بہت نامور تھا۔ بنو اخشیدیہ سے شام کا اکثر حصہ انہوں نے چھین لیا تھا۔جزیرہ پر بھی ان کا تسلط ہو گیا تھا۔بنو بویہ یعنی دیلمیوں سے بھی ان کی معرکہ آرائیاں ہوئیں اور ان معرکوں میں انہوں نے ہمسر انہ مقابلہ بنی بویہ کا کیا۔ کبھی کبھی خلیفہ بغداد پر بھی ان کا تسلط قائم ہو جاتا تھا۔ان کے عہد حکومت میں رومیوں پر فوج کشی اور رومیوں کی فوج کشی کی مدافعت کرنے کا تعلق دربار خلافت سے بالکل منقطع ہو گیا تھا۔بنو حمدان ہی رومیوں پر فوج کشی کرتے اور ان کے حملوں کا جواب دیتے تھے۔ ان میں سیف الدولہ نے رومیوں پر بڑے بڑے کامیاب جہاد کئے اور اس معاملہ میں خوب ناموری اور شہرت حاصل کی۔ آخر میں صوبہ شام ان کے قبضے میں رہ گیا تھا۔بعد میں بنو حمدان کی حکومت ان کے غلاموں کے قبضہ میں چلی گئی۔ جنہوں نے ملک شام میں عبیدیوں کا خطبہ جاری کیا۔ آخر سنہ۔۲۸۰ھ میں اس حکومت کا خاتمہ ہو گیا اور موصل میں بنو عقیل بن کعب بن ربیعہ بن عامر نے اپنی حکومت قائم کی اور صوبہ جزیرہ پر قابض ومتصرف ہو گئے۔اس کے بعد ملک شام کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں پر متعدد عربی سرداروں نے اپنی حکومتیں قائم کرلیں جو برائے نام کسی بڑی طاقت کے ماتحت ہوتے اور کبھی اپنی مطلق العنانی کا اعلان کرتے۔ یہاں تک کہ سلجوقی بغداد پر قابض ومتصرف ہونے کے بعد شام کے علاقوں پر چھا گئے اور وہاں انہوں نے اپنی طرف سے عامل مقرر کئے یا خود اپنی حکومت قائم کی۔

ریاست بنو سلیمان در مکہ : مکہ مکرمہ کی حکومت پر دربار خلافت بغداد سے عاملوں کا تقرر ہوا کرتا تھا مگر سنہ۔۳۰۱ھ میں ایک شخص محمد بن سلیمان نے جو سلیمان بن داؤد بن حسن مثنیٰ بن حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں سے تھا' اپنی خود مختار حکومت قائم کی۔(محمد بن سلیمان کو سلیمان بن داؤد کا بیٹا نہیں سمجھنا چاہیے۔ان دونوں سلیمانوں کے درمیان غالباً دو تین شخص اور ہیں) محمد بن سلیمان کی قائم کی ہوئی یہ ریاست سنہ۔۴۳۰ھ تک قائم رہی۔اس سوا سو سال سے زیادہ عرصہ میں مکہ مکرمہ کے اندر بڑے بڑے فساد اور ہنگامے برپا رہے۔چار پانچ شخصوں نے اس خاندان میں مکہ کی حکومت کی۔ مگر ان کی حکومت عجیب قسم کی تھی۔ایام حج میں مصر اور بغداد کے قافلے آتے اور امارت حج اور خطبہ پڑھنے میں جھگڑا ہوتا۔ آپس میں لڑتے اور حاکم مکہ کوئی چیز نہ سمجھا جاتا۔اگر بغداد کا امیر حج غالب ہوا تو اس نے بنو بویہ اور خلیفہ بغداد کے نام کا خطبہ پڑھا۔اگر مصری

Marfat.com

امیر حج غالب ہو گیا تو اس نے بنو اخشید کے نام کا خطبہ پڑھا۔ پھر جب عبیدی مصر پر غالب و متصرف ہو گئے تو عبیدیوں اور عباسیوں کے خطبہ میں جھگڑا ہوتا۔ ادھر قرامطہ آجاتے تو انہیں کا عمل دخل قائم ہو جاتا۔ وہ تمام حاجیوں کو قتل کرتے اور لوٹ مار مچا دیتے۔ کبھی مصری لوگ سنگ اسود کی بے حرمتی کرتے' پتھر مارتے اور سنگ اسود کو گالیاں دیتے تو عراقی لوگ مشتعل ہو کر ان کو قتل کرنا شروع کرتے۔ اسی زمانے میں قرامطہ سنگ اسود کو اکھیڑ کر بحرین لے گئے اور بیس یا زیادہ برسوں کے بعد مکہ میں واپس بھیجا۔ غرض ایام حج میں بنو سلیمان کی حکومت کا کوئی نشان مکہ میں نہیں پایا جاتا تھا۔ یہ لوگ زیدیہ شیعہ تھے۔ اس لیے بالطبع عبیدیوں کی جانب مائل تھے مگر ان کی حالت یہ تھی کہ جس کو طاقتور دیکھتے اسی کا کلمہ پڑھنے لگتے۔

ریاست ہواشم در مکہ : سلیمانیوں کے بعد مکہ میں ابوہاشم محمد بن حسن بن محمد بن موسیٰ بن عبداللہ بن ابی الکرام بن موسیٰ جون کی اولاد نے اپنی حکومت قائم کی۔ یہ لوگ بھی مثل بنو سلیمان کے مکہ کے حاکم رہے۔ دولت سلجوقیہ کے ابتدائی عہد حکومت میں ان لوگوں نے خلفاء بغداد کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کر دیا۔ آخر میں جب سلاطین سلجوقیہ کمزور ہو گئے تو ہواشم نے پھر عبیدیوں کے نام کا خطبہ پڑھنا شروع کیا۔ سنہ ۵۶۷ھ میں جب سلطان صلاح الدین ایوبی نے دولت عبیدیہ کا خاتمہ کر دیا تو ہواشم مکہ کا بھی خاتمہ ہو گیا یعنی حجاز و یمن پر بھی صلاح الدین کا قبضہ ہو گیا اور مکہ میں سلطان کی طرف سے عامل مقرر ہو کر آنے لگے۔ چند روز کے بعد مکہ پر بنو قتادہ نے اپنی حکومت قائم کی۔ ان کے بعد بنو نمی نے حکومت کی۔ ان کے بعد اور لوگ قابض و متصرف رہے۔ یہاں تک کہ سلیم عثمانی نے حجاز پر قبضہ کیا۔ اس وقت سے مکہ کے حاکم شریف مکہ کے نام سے سلاطین عثمانیہ مقرر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ہمارے زمانہ میں شریف حسین نے سلطنت عثمانیہ سے بغاوت کر کے حکومت اسلامیہ کو سخت نقصان پہنچایا اور عالم اسلام میں نہایت ذلت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ بظاہر اس نے عیسائیوں کی سیادت تسلیم کر کے خاندان سادات کو بدنام کیا اور ہاشمیوں کے نام پر دھبہ لگا دیا۔

دولت مردانیہ دیار بکر : کردوں کے قبیلہ کا ایک شخص ابو علی بن مروان تھا۔ اس نے ولایت دیار بکر میں ایک خود مختار حکومت قائم کی جو اس کے خاندان میں سنہ ۳۸۰ھ سے سنہ ۴۸۹ھ تک یعنی سو برس سے زیادہ مدت تک قائم رہی۔ آمد' ارزن' میفارقین اور کیفہ وغیرہ شہر اسی ریاست میں شامل تھے۔ یہ لوگ عبیدیین مصر کی اطاعت کا اقرار کرتے تھے۔ اسی لیے عبیدیوں نے ان کو حلب کی حکومت دی تھی۔ اس طرح وہ گویا حمدانیوں کے قائم مقام ہو گئے تھے۔ یہ لوگ دولت بویہ کی اطاعت کا بھی اقرار کرتے تھے۔ سلجوقیوں کے حملے سے ان کا خاتمہ ہو گیا۔

دولت غزنویہ افغانستان : اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ الپتگین نے سلطنت سامانیہ کے جنوبی حصہ پر قبضہ کر کے اپنی ایک الگ حکومت قائم کر لی تھی۔ الپتگین کے بعد اس کا داماد سبکتگین اس سلطنت کا مالک ہوا۔ سبکتگین کا بیٹا محمود غزنوی تھا۔ اس خاندان نے سنہ ۳۵۱ھ سے سنہ ۵۵۲ھ تک حکومت کی۔ محمود غزنوی کے زمانے

Marfat.com

میں اس سلطنت کی وسعت و طاقت شباب پر تھی۔ پنجاب اور ملتان سے لے کر خراسان کے مغربی سرے تک اور خلیج فارس سے لے کر دریائے جیحون تک یہ سلطنت پھیلی ہوئی تھی۔ محمود غزنوی نے ایک طرف بخارا اور سمرقند تک حملے کئے تو دوسری طرف کالنجر (بنگالہ) اور سومناتھ تک حملہ آور ہوا۔ اس سلطنت کو جب زوال آیا تو خراسان پر خوارزم شاہیوں نے قبضہ کر لیا اور افغانستان و پنجاب پر خاندان غوری قابض و متصرف ہو گیا۔ غزنویوں کو ہمیشہ خلیفہ بغداد کی اطاعت و فرماں برداری کا اقرار رہا۔ سلطان محمود غزنوی کے عہد حکومت میں سلجوقیوں نے اپنے قدیمی مسکن یعنی مغربی چین کے پہاڑوں سے نکل کر بخارا کے میدانوں میں سکونت اختیار کی اور پھر بتدریج ایشائے کوچک تک پھیل گئے۔ سلطان محمود غزنوی نے ماوراء النہر کا علاقہ بھی فتح کر لیا تھا۔ اس خاندان کی تاریخ مفصل طور پر تاریخ ہند میں درج کی جائے گی۔

دولت سلجوقیہ : سلجوقیوں کی حکومت سنہ ۴۳۰ھ سے سنہ ۷۰۰ھ تک کم و بیش ڈھائی سو سال قائم رہی۔ ابتدائی زمانہ ان کا بڑا شاندار تھا۔ آخر میں ان کے بہت سے ٹکڑے ہو گئے اور شروع ہی سے ان کے کئی طبقات قائم ہو چکے تھے۔ ان کا سب سے بڑا سلسلہ وہ تھا جس میں الپ ارسلان اور ملک شاہ سلجوقی جیسے مشہور آفاق سلاطین ہوئے۔ ان کو سلاجقہ ایران کہتے ہیں۔ ان کا کسی قدر حال اوپر بیان بھی ہو چکا ہے۔ اور آئندہ مفصل بیان کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے علاوہ سلاجقہ عراق' سلاجقہ شام' سلاجقہ روم وغیرہ بھی مشہور ہیں۔ ان سب خاندانوں کی تاریخ دلچسپی سے خالی نہیں پھر ان سلجوقیوں کے غلاموں اور اتابکوں کی سلطنتیں قائم ہوئیں۔ وہ بھی بہت مشہور اور اسلامی تاریخ کی زینت کہی جا سکتی ہیں۔ سلجوقیوں کا ظہور ایسے وقت میں ہوا جب کہ دیلمیوں کی چیرہ دستی نے خلافت بغداد کو سخت بے عزت اور کمزور کر دیا تھا۔ سلطنت اسلامیہ کے لوگوں نے تکے بوٹی کر لئے تھے اور جدا جدا خود مختار ریاستیں اور بڑی بڑی بادشاہتیں قائم ہو چکی تھیں۔ جیسا کہ اسی فصل میں اوپر بیان ہوتا چلا آتا ہے۔ سلجوقیوں نے خلافت عباسیہ کے مٹے ہوئے اقتدار کو پھر چمکایا اور بہت سے چھوٹے چھوٹے خاندانوں کو حکومت و فرماں روائی کی کرسی سے جدا کر کے ایک عظیم الشان اور طاقتور سلطنت میں خلیفہ کی بزرگی اور وقار کو قائم کیا مگر چونکہ سلجوقیوں کی طاقت تمام تر فوجی اور جنگی اجزا سے مرکب تھی اور سپہ سالاران فوج ہی کو انہوں نے ملکی انتظام اور ملک داری کا کام سپرد کر دیا تھا۔ لہذا چند روز کے بعد اس طاقت کا شیرازہ بکھر گیا اور تمام سلجوقی سردار الگ الگ صوبوں اور ولایتوں پر خود مختارانہ قابض ہو کر اسی گزشتہ طائف الملوکی کو پھر واپس لانے کا موجب ہوئے۔ سلجوقی لوگ نو مسلم تھے مگر ان میں خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ وہ علوی سازشوں' سبائی ریشہ دوانیوں سے بالکل پاک تھے۔ انہوں نے دین اسلام کی خدمت کے موقعے خوب پائے۔ جہاں تک ان کے امکان میں تھا' انہوں نے مذہبی علوم اور نیک لوگوں کی خوب خدمتیں کیں۔ وہ خلفائے عباسیہ کی تکریم محض اس لیے کرتے تھے کہ ان کو پرانی اسلامی روایات کے مطابق مستحق تکریم جانتے تھے لیکن وہ عباسیوں' امویوں' علویوں کی رقابتوں سے مطلق متاثر نہیں ہوئے' نہ ان کو کسی ایک فریق سے عداوت تھی نہ دوسرے سے بے جا محبت وہ سیدھے سادھے اور سچے پکے مسلمان تھے۔ انہوں نے خوب

Marfat.com

عیسائیوں کے مقابلے کئے اور ان کے دلوں پر مسلمانوں کی شمشیر خاراشگاف کی دہشت وہیبت پھر قائم کردی اور عیسائیوں کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو ایسا دھکا دیا کہ وہ دور تک پیچھے ہٹ گیا۔ سلجوقیوں ہی کی حکومت کا نتیجہ تھا کہ خلفاء عباسیہ کی حکومت صوبہ عراق پر آخر تک قائم رہی۔ ان کے زوال کا سبب وہی چیز تھی جو ہر ایک قوم کے زوال کا سبب ہوا کرتی ہے یعنی آپس کی نااتفاقی اور ایک دوسرے سے دست وگریبان ہونا۔ سلجوقیوں کی طاقت جیسا کہ بیان ہوا ایک جنگی طاقت تھی۔ فوج جس پر اس طاقت کا دارومدار تھا' اس کے افسر ترکی غلام ہوتے تھے' جو دشت قپچاق سے منگوا کر خریدے جاتے تھے۔ ان زرخرید غلاموں پر سلاطین سلجوقیہ کا سب سے زیادہ اعتماد تھا۔ ان کی وفاداری میں ان کو مطلق شبہ نہ تھا۔ اسی لیے فوجوں کی افسری ان غلاموں کو دی جاتی اور انہیں کو صوبوں اور ولایتوں کی حکومت سپرد ہوتی۔ یہ غلام شائستہ ہو کر جب سرداری کے مرتبے پر پہنچتے تو بڑے وفادار اور بہادر ثابت ہوتے تھے۔ سلاطین سلجوقیہ اپنے نوعمر اور کم سن شہزادوں کی اتالیقی پر انہیں مملوک سرداروں کو مامور کرتے اور انہیں غلاموں کی نگرانی واتالیقی میں سلجوقی شہزادوں کی ادب آموزی ہوتی۔ اس لیے ان مملوکوں یعنی ترک غلاموں کو اتابک (اتالیق) کے نام سے پکارنے لگے۔ اتابک کے معنی ترکی زبان میں ایسے امیر کے ہیں جو باپ کا قائم مقام سمجھا جائے یعنی اتا بمعنی پدر اور بک مخفف بیگ کا ہے جس کے معنی سردار کے ہیں۔ جب سلاطین سلجوقیہ آپس میں لڑ لڑ کر کمزور ہو گئے تو ان مملوکوں یعنی اتابکوں نے موقعہ پا کر اپنی مستقل حکومتیں جابجا قائم کر لیں۔ طغتگین جو سلجوق تتش کا مملوک تھا' وہ تتش کے نوعمر بیٹے وفاق سلجوقی کا اتابک مقرر ہوا اور وفاق کے بعد تتش سلجوقی کی سلطنت کا مالک ہو گیا اور دمشق میں حکومت کرنے لگا۔ عماد الدین زنگی سلطان ملک شاہ سلجوقی کے مملوک کا بیٹا تھا۔ اس نے موصل اور حلب میں اتابکی سلطنت قائم کی۔ عراق کے سلجوقی سلطان مسعود کا ایک قپچاقی غلام تھا۔ اس نے آذربائیجان میں اتابکی سلطنت قائم کی۔ سلطان ملک شاہ سلجوقی کا شاقی انوستگین نامی ایک مملوک تھا' اس کی اولاد میں شاہان خوارزم شاہیہ تھے۔ اسی طرح سلغر ایک اتابک سردار تھا جس نے فارس میں اتابکی سلطنت قائم کی۔ غرض چھٹی صدی ہجری میں تمام سلجوقی سلطنت پر سلجوقیوں کے افسران فوج قابض ومتصرف ہو کر اپنی اپنی مستقل بادشاہتیں قائم کر چکے تھے۔

اتابکان شام وعراق : ملک شاہ سلجوقی کا ترکی غلام آقسنقر تھا جو ملک شاہ کا حاجب بھی تھا۔ وہ حلب اور شام وعراق کی حکومت پر مامور تھا۔ سنہ ۵۲۱ھ میں آقسنقر کے بعد اس کا بیٹا عماد الدین عراق کا حاکم مقرر ہوا۔ اسی لیے اس نے موصل سنجار' جزیرہ اور ایران کو بھی اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ سنہ ۵۲۲ھ میں شام کے اکثر حصے اور حلب وغیرہ پر بھی قابض ہو گیا۔ عماد الدین نے عیسائیوں اور رومیوں کے مقابلے میں خوب جہاد کئے اور بڑی نیک نامی عالم اسلام میں حاصل کی۔ عماد الدین کے بعد شام کی حکومت اس کے بیٹے نور الدین محمود کو ملی اور موصل وعراق دوسرے بیٹے سیف الدین کے قبضے میں آیا۔ نور الدین محمود نے عیسائیوں کے مقابلے میں اپنے باپ سے بھی زیادہ جہاد کئے اور اس کام میں بڑی شہرت ونامور ی پائی۔ نور الدین محمود کے بعد اس خاندان کے اور بھی چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو گئے۔ اسی خاندان کی ایک شاخ کی قائم مقام دولت ایوبیہ ہوئی۔

Marfat.com

عمادالدین زنگی کے خاندان میں سواسو برس تک حکومت وسرداری باقی رہی۔

اتابکان اربیلا : عمادالدین زنگی کے ترکی افسروں میں ایک افسر زین علی کوچک بن بلکتگین تھا۔اس نے اس کو موصل میں اپنانائب مقرر کیا تھا۔ سنہ۔۵۳۹ھ میں زین الدین علی کوچک نے سنجار' حران' تکریت' اربل یعنی اربیلا کو اپنی حکومت میں شامل کیااور اربل کو اپنادارالحکومت بناکر اپنی الگ حکومت قائم کی۔ یہ حکومت زین الدین علی کوچک کے خاندان میں سنہ۔۶۳۰ھ تک قائم رہی۔اس کے بعد خلیفہ بغداد کااس پر براہ راست قبضہ ہو گیا تھا۔

اتابکان دیار بکر : ارتوق بن اکسب سلجوقی کاایک افسر تھا۔اس کے بیٹے ایل غازی نے سنہ۔۴۹۵ھ میں اپنی حکومت کی بنیادڈالی۔اس خاندان میں تیمور کے زمانے تک برائے نام حکومت باقی تھی۔ سلطان صلاح الدین کے زمانے میں یہ لوگ سلطان موصوف کے فرماں بردار وماتحت ہوگئے تھے۔

اتابکان ارمینیا : قطب الدین سلجوقی کے غلام سلیمان قبطی نے سنہ۔۴۹۳ھ میں شہر خلاط کو دولت مردانیہ سے چھین کر اپنی حکومت قائم کی۔اس کی اولاد میں سنہ۔۶۰۴ھ تک جبکہ دولت ایوبیہ نے اسے فتح کیا' حکومت باقی رہی۔

اتابکان آذربائیجان : سلطان مسعود سلجوقی کے قیچاقی غلام ایلدکز نے آذربائیجان میں اپنی حکومت قائم کی جو سنہ۔۵۳۱ھ سے سنہ۔ ۶۳۳ھ تک ایک سوایک برس قائم رہی۔

اتابکان فارس : ترکوں کے ایک گروہ کاسردار سلغری نامی ایک ترک تھا۔وہ طغرل بیگ سلجوقیوں کے ہمراہیوں میں شامل ہو گیا۔اس کی اولاد میں سنقر بن مودود نے سنہ۔ ۵۴۳ھ میں فارس پر قبضہ کیا۔اس کے خاندان میں سنہ۔۶۸۶ھ تک فارس کی حکومت رہی۔اسی خاندان کاایک بادشاہ اتابک سعد خوارزم شاہ کا خراج گزار بن گیا تھا۔اسی کے نام پر شیخ مصلح الدین شیرازی نے اپنا تخلص سعدی رکھا تھا۔اتابک سعد کے بعد اتابک ابو بکر تخت نشین ہوا۔اس نے اکتائی خان مغل کی اطاعت اختیار کرلی تھی۔اسی اتابک ابو بکر کاذکر شیخ سعدی نے گلستان میں کیاہے۔

اتابق الرستان : اس خاندان کابانی اتابک طاہر تھاجو اتابکان فارس کاایک فوجی سردار تھا۔ جس سال سنقر بن مودود نے فارس پر قبضہ کیا' اسی سال ابو طاہر کو ترکستان پر قبضہ کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ چنانچہ سنہ۔ ۵۴۳ھ میں ابو طاہر نے ترکستان پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی جو سنہ۔۷۴۰ھ تک قائم رہی۔ اسی خاندان کاایک شعبہ ترکستان کوچک پر دسویں صدی ہجری تک حکومت کرتا رہا۔

اتابکان خوارزم شاہیہ : بلگاتکین غزنوی کاایک ترکی غلام انوشتکین تھاجو سلطان ملک شاہ سلجوقی کا آب دار ہو گیا تھا۔اس کو ملک شاہ نے خوارزم یعنی خیواکا حاکم مقرر کیا تھا۔اس کے بعد اس کا جانشین اس کا بیٹا ہوا۔ جس کا نام خوارزم شاہ تھا۔اس نے اپنی حکومت کو ترقی دی۔ دریائے جیحون کے کنارے تک اپنی حکومت کو

Marfat.com

وسعت دے کر خراسان واصفہان کو بھی فتح کر لیا۔اس کے بعد اس نے بہت تیزی کے ساتھ سنہ۔۶۱۱ھ میں افغانستان کے ایک بڑے حصے کو غزنین تک فتح کر لیا' پھر اس نے شیعہ مذہب اختیار کر کے یہ ارادہ کیا کہ خلافت عباسیہ کو بیخ وبن سے اکھیڑ کر نیست ونابود کر دے۔ابھی اس ارادے میں کامیاب نہ ہونے پایا تھا کہ چنگیز خاں نے حملہ کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ آخر مغلوں نے اس کو خوب پریشان کیا اور وہ ان کے سامنے سے بھاگتا اور فرار ہوتا پھر آخر بحیرہ قزوین کے ایک جزیرہ میں سنہ۔۶۱۷ھ میں مر گیا اس کے تین بیٹے تھے۔وہ بھی باپ کے بعد مغلوں کے آگے آگے بھاگتے پھرے۔ایک بیٹا جلال الدین خوارزمی بھاگ کر ہندوستان میں آیا اور دو برس ہندوستان میں رہ کر پھر واپس چلا گیا۔ آخر سنہ۔۶۲۸ھ میں مغلوں نے اس خاندان کا خاتمہ کر دیا۔ خوارزم شاہیوں کی حکومت سنہ۔۴۷۰ھ سے ۶۲۸ھ تک رہی مگر بارہ سال اس سلطنت پر ایسے عروج کے گزرے کہ وہ سلطنت سلجوقی کی ہم پلہ سمجھی جاتی تھی۔

دولت ایوبیہ : اتابکان شام وعراق کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ان میں عماد الدین زنگی نے کردستان کے رہنے والے ایک کرد سردار مسمی ایوب بن شادی کو شہر بعلبک کا محافظ وحاکم اپنی طرف سے مقرر کیا تھا۔رفتہ رفتہ وہ بڑا سردار ہو گیا۔ایوب کا ایک چھوٹا بھائی شیر کوہ تھا۔ عماد الدین کے فوت ہونے پر جب اس کا بیٹا نور الدین محمود زنگی تخت نشین ہوا تو اس نے شیر کوہ کو حمص اور رحبہ کی حکومت عطا کی۔ شیر کوہ کی قابلیت وبہادری کا اندازہ کر کے نور الدین نے شیر کوہ کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا۔جب نور الدین نے شیر کوہ کو مصر کی طرف بھیجا تو اس کے بھتیجے صلاح الدین بن ایوب کو بھی مصر کی جانب روانہ کیا۔ یہ تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ صلاح الدین نے سنہ۔ ۵۶۴ھ میں اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی پھر بہت جلد اس کی حکومت میں مصر وشام وحجاز وغیرہ شامل ہو گئے۔ صلاح الدین کی قائم کی ہوئی سلطنت کا نام دولت ایوبیہ ہے۔اس خاندان میں سنہ۔۶۴۸ھ تک حکومت قائم رہی۔ صلاح الدین کے بعد اس خاندان کے بھی کئی ٹکڑے ہو گئے۔ حماۃ میں اس خاندان کی ایک شاخ سنہ۔ ۷۴۲ھ تک قائم رہی۔ جو شاخ اس خاندان کی مصر میں حکمران تھی' اس کو ایوبیہ عادلیہ کہتے ہیں۔انہیں کے جانشین مصر میں مملوک ہوئے۔

دولت مملوکیہ مصر : دولت ایوبیہ مصر کے بعد مصر میں مملوک سلاطین کی حکومت سنہ۔۵۶۰ھ سے شروع ہوئی۔ ان کا ذکر بھی اوپر آچکا ہے۔ان مملوکوں کے بھی دو سلسلے ہیں۔ پہلا سلسلہ مملوک بحریہ اور دوسرے مملوک گرجیہ کہلاتا ہے۔

سنہ۔ ۹۲۲ھ میں ان کا بھی خاتمہ ہو گیا اور بجائے ان کے مصر میں حکومت عثمانیہ قائم ہوئی۔

سلاطین سلجوقیہ کے جانشینوں کا ذکر کرتے ہوئے ہم بہت دور آگے نکل گئے ہیں۔ ترتیب زمانی کے اعتبار سے ابھی کئی مشہور زبردست سلطنتوں کی طرف اشارہ کرنا باقی ہے جو اس سے بہت پہلے زمانہ میں قائم ہوئی تھیں۔ لہٰذا اب خراسان وعراق وشام وغیرہ مشرقی ممالک کو چھوڑ کر ہمیں پھر مغرب کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔

Marfat.com

دولت زیریہ تیونس : جب دولت عبیدیہ نے قیروان سے قاہرہ میں اپنادارالحکومت تبدیل کیا تواس زمانہ میں مصر سے مراکش تک تمام شمالی افریقہ ان کے زیر حکومت تھااور بحر روم میں دولت عبیدیہ کی بحری طاقت سب پر فائق سمجھی جاتی تھی مگر قاہرہ (مصر) میں دارالحکومت کے تبدیل ہو جانے کے بعد مغربی ممالک پراس سلطنت کارعب قائم نہ رہ سکا۔ چنانچہ تیونس میں خاندان زیریہ کی مستقل حکومت ہو گئی جو سنہ۔ ۳۶۲ھ سے سنہ۔ ۵۴۳ھ تک قائم رہی۔

دولت صمادیہ الجیریا : الجیریا میں خاندان صمادیہ کی مستقل حکومت قائم ہو گئی اور یہ حکومت سنہ۔ ۳۹۸ھ سے سنہ۔ ۵۴۷ھ تک قائم رہی۔ اسی طرح عبیدیوں کی دارالسلطنت کے تبدیل ہونے پر مراکش میں بھی قبائل بربر خود مختار ہو گئے تھے جن کو خاندان مرابطین نے اپنا محکوم بنایا۔

دولت مرابطین : عہد خلافت بنوامیہ میں یمن کے بعض قبائل علاقہ بربر یعنی تیونس والجیریا ومراکو میں آکر آباد ہو گئے تھے۔ ان لوگوں نے بتدریج اپنے وعظ اور اپنی اسلامی زندگی کے نمونہ سے بربریوں کو اسلام میں داخل کیااور انہیں کی سعی و کوشش کا نتیجہ یہ ہوا کہ بربری لوگوں نے اسلام کو قبول کیا۔ انہیں میں سے ایک قبیلہ جو مراکش میں قیام پذیر تھا' اس نے سنہ۔ ۴۴۸ھ میں قبیلہ لمتونہ کے فقیہ عبداللہ بن یاسین کے وعظ و پند سے وہ بربری لوگ جواب تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' مسلمان ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ بن یاسین کو اپنا سردار بنانا چاہا مگر عبداللہ نے انکار کر کے ابو بکر بن عمر ایک شخص کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ نو مسلم بربریوں نے ابو بکر بن عمر کو اپنا سردار بنا کر امیر المسلمین کے نام سے پکارنا شروع کیا۔ اس جمعیت کو دیکھ کر اردگرد کے بہت سے قبائل آآکر جمع ہونے شروع ہوئے۔ مراکش میں ان دنوں کوئی مستقل حکومت قائم نہ تھی بلکہ الگ الگ قبائل کی حکومتیں قائم تھیں اور کوئی کسی کا محکوم نہ تھا۔ اس طائف الملوکی کے زمانے میں ابو بکر بن عمر کی طاقت دم بدم ترقی کرنے لگی۔ ابو بکر بن عمر نے اپنے ہمراہیوں کو مرابطین کا خطاب دیا یعنی سرحد اسلام کی حفاظت کرنے والی فوج' انہیں کو ملمین بھی کہتے ہیں۔ ابو بکر نے بربری قبائل میں خدمت اسلام کا جوش پیدا کر کے ان کو خوب بہادر والوالعزم بنادیااور مراکش سے مشرق کی جانب پیش قدمی کر کے بحلماسہ کو فتح کر لیااور اپنے چچازاد بھائی یوسف بن تاشقین المتوفی کو بحلماسہ کا حاکم مقرر کیا۔ یہ یوسف بن تاشقین اس ملک کا بادشاہ ہوا۔ سنہ۔ ۴۶۰ھ میں یوسف نے شہر مراکش آباد کیااور اسی کو اپنادارالسلطنت بنایا۔ سنہ۔ ۴۷۲ھ میں جبکہ عیسائیوں نے ہسپانیہ کے مسلمان رئیسوں کو اپنی حملہ آوریوں سے بہت تنگ کیا تھا تو انہوں نے یوسف بن تاشقین سے مدد کی درخواست کی۔ یوسف بن تاشقین نے اندلس یعنی ہسپانیہ میں جاکر عیسائیوں کو ایک بڑے معرکہ میں شکست فاش دے کر ان کی کمر توڑ دی۔ اس کے بعد وہ تین ہزار بربری یعنی لشکر مرابطین کو اندلس میں حفاظت کے لیے چھوڑ کر خود افریقہ یعنی مراکش کو واپس چلا آیا۔ چار برس کے بعد عیسائیوں نے پھر اندلس کے مسلمانوں کو تنگ کیااور انہوں نے یوسف سے امداد کی استدعا کی۔ اس مرتبہ اس نے عیسائیوں کو شکست فاش دے کر اندلس کے اسلامی علاقہ کو اپنی سلطنت کا ایک صوبہ بنالیا۔ غرض مرابطین کی حکومت میں

Marfat.com

بہت جلد اندلس' مراقش' تیونس' الجیریا' طرابلس شامل ہوگئے۔ بحری قوت کی جانب اس خاندان نے زیادہ توجہ نہیں کی۔ سنہ۔ ۵۵۱ھ تک مرابطین کی حکومت قائم رہی۔ اپنے بہادرانہ کارناموں سے ایک سو سال تک انہوں نے عیسائی طاقتوں کا ناطقہ بند رکھا۔

دولت الموحدین : بربر کے قبیلہ مسمود کا ایک شخص ابو عبداللہ محمد بن تومرت جو جبل سوس کا باشندہ تھا' علم حدیث واصول وفقہ کا جید عالم اور عربی علم وادب کا خوب ماہر تھا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بھی وہ خوب مستعد تھا۔ نصیحت گری وحق گوئی میں اس کے سامنے امیر وغریب کا مرتبہ یکساں تھا۔ اس کے زہد نے اس کو سادہ لباس اور سادہ غذا پر قانع کر دیا تھا۔ ایک جماعت اس کی تابع تھی اور اس کو مہدی کے نام سے پکارتی تھی۔ اپنے متبعین میں اس کو شاہانہ اختیارات حاصل تھے۔ سنہ۔ ۵۲۲ھ میں جب اس کا انتقال ہوا تو وہ اپنے فرقہ کی جس کا نام موحدین رکھا تھا' امارت اپنے دوست عبدالمومن کو سپرد کر گیا۔ عبدالمومن نے سلطنت مرابطین کے خلاف خروج کر کے فتوحات شروع کر دیں۔ آخر دو سال کے عرصہ میں اس نے مرابطین سے بہت سا علاقہ چھین کر سنہ۔ ۵۲۴ھ میں اپنی حکومت قائم کر لی۔ سنہ۔ ۵۴۱ھ میں اس نے مرابطین کا دارالسلطنت فتح کر لیا اور چند روز کے بعد ان کا خاتمہ کر کے اندلس میں فوج بھیجی۔ اندلس ومراکش پر قبضہ کر لینے کے بعد اپنا لقب امیر المومنین رکھا۔ اس کے بعد سنہ۔ ۵۴۷ھ میں الجیریا کو فتح کر کے صمادیہ خاندان کا خاتمہ کیا۔ طرابلس کو فتح کر لینے کے بعد اس کی سلطنت سرحد مصر سے بحر اطلانطک تک قائم ہوگئی۔ جس میں اندلس کا ملک بھی شامل ہے۔ سنہ۔ ۶۳۲ھ میں موحدین کی فوج کو عیسائیوں کے مقابلہ میں ایسی سخت شکست ہوئی کہ وہ اندلس میں اپنی حکومت قائم نہ رکھ سکے مگر اندلس کے سلاطین غرناطہ برابر عیسائیوں کا مقابلہ کرتے رہے۔ اندلس کی حکومت کے نکل جانے سے خاندان موحدین میں ضعف وتنزل کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس کے بعد سلطان صلاح الدین نے طرابلس ان سے چھین لیا پھر خاندان حفصیہ نے جو تیونس میں موحدین کی طرف سے بطور نائب حکمران تھا' خود مختاری کا اعلان کر دیا' پھر الجیریا میں خاندان زیانیہ بھی خود مختار ہو گیا' پھر ملک مراکش میں کئی مدعیان سلطنت اٹھ کھڑے ہوئے۔ آخر سنہ۔ ۶۲۷ھ میں اس خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور اس کی جگہ مراکش میں خاندان مرینیہ حکمران ہوا۔

دولت حفصیہ تیونس : موحدین نے اپنی جانب سے تیونس میں حفص نامی ایک شخص کو نیابت وحکومت پر مامور کیا تھا۔ اس کے خاندان میں یہ عہدہ نسلاً متوارث ہوا۔ آخر سنہ۔ ۶۲۵ھ میں اس خاندان نے خود مختاری اختیار کی۔ اس خاندان نے قریبا تین سو سال تک تیونس میں نیک نامی کے ساتھ حکومت کی۔ آخر سنہ۔ ۹۴۱ھ میں عثمانی امیر البحر مار بروسا خیر الدین نے تیونس کو فتح کر کے مقبوضات عثمانیہ میں شامل کیا اور اس خاندان کا خاتمہ ہوا۔

دولت زیانیہ الجیریا : موحدین کی جانب سے صوبہ الجیریا میں خاندان زیانیہ کا جو شخص حاکم مقرر تھا' اس

Marfat.com

نے خاندان حفصیہ کی تقلید میں سنہ۔ ۶۳۳ھ میں اپنی خود مختاری کا اعلان کیا۔ ان لوگوں کا دارالسلطنت تلمسان تھا۔ سنہ۔ ۷۹۶ھ تک ان کی حکومت رہی پھر مراکش کے خاندان مرینیہ نے ان کے ملک پر قبضہ کر کے ان کو نیست ونابود کر دیا۔

دولت مرینیہ مراکش : خاندان مرینیہ سنہ۔ ۵۹۱ھ سے مراکش کے پہاڑی علاقہ پر خود مختارانہ قابض و متصرف تھا۔ سنہ۔ ۶۲۷ھ میں انہوں نے موحدین کے دارالسلطنت پر قبضہ کر کے تمام مراکش پر اپنی حکومت قائم کر لی اور سنہ۔ ۷۹۶ھ میں اس خاندان کو اسی خاندان کے ایک شعبہ نے برباد کر دیا اور خود اس کا قائم مقام ہو گیا۔ اس کے بعد اس ملک میں مسلمانوں کی دو چھوٹی چھوٹی رقیب حکومتیں قائم ہوئیں جن کا شغل آپس میں ہنگامہ کا بازار گرم رکھنا ہوا۔

یہاں تک ممالک مغربیہ کی صرف ان سلطنتوں کی فہرست بیان ہوئی ہے جو خلافت عباسیہ کی ہم عصر یعنی سنہ۔ ۹۰۰ھ سے پہلے تھیں۔ خلافت عباسیہ کے ختم و خلافت عثمانیہ کے شروع ہونے کے بعد ممالک اسلامیہ کی جو حالت ہوئی یا جو کثیر التعداد نئی سلطنتیں دنیا کے ہر حصہ میں قائم ہوئیں' ان کا ذکر اس فصل میں نہیں کیا جائے گا کیونکہ خلافت عباسیہ کی معاصر تھیں۔ اس کے بعد خلافت عثمانیہ اور اس کی معاصر تمام اسلامی سلطنتوں کا حال بیان کیا جائے گا اور چونکہ خلافت عثمانیہ اس سال یعنی سنہ۔ ۱۳۴۲ھ تک قائم رہی ہے لہذا خلافت عثمانیہ اور اس کی معاصر سلطنتوں کا حال لکھ لینے کے بعد تاریخ اسلام مکمل ہو جائے گی۔ اس فصل میں جن حکومتوں کی فہرست بیان ہو رہی ہے' ان میں سے بعض ایسی بھی ہیں کہ ان کا تذکرہ صرف اسی قدر کافی ہے جو اس فہرست میں بیان ہوا لیکن اکثر ایسی ہیں کہ ان کی تفصیلی تاریخ بیان ہونی چاہیے۔ اگرچہ وہ تفصیل بھی خلاصہ اور نہایت مختصر مگر مکمل خلاصہ ہو گا۔ انہیں حکومتوں کے حالات کا مجموعہ تاریخ اسلام کی تیسری جلد ہو گی۔ اس فصل میں ممالک مشرقیہ کی بعض سلطنتوں کی طرف ابھی اور اشارہ کرنا باقی ہے۔ مثلاً

دولت اسماعیلیہ حشاشین : حضرت امام جعفر صادق کے بیٹے موسیٰ کاظم کو اثنا عشری شیعہ امام موصوف کا جانشین اور امام مانتے ہیں لیکن امام موسیٰ کاظم کے ایک بھائی امام اسماعیل تھے۔ جو لوگ بجائے موسیٰ کاظم کے ان کے بھائی کو امام مانتے ہیں وہ شیعہ اسماعیلیہ کہلاتے ہیں۔ دولت عبیدیین اسماعیلی شیعوں کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔ اسماعیلیوں نے اپنے حصول مقصد کے لیے ہمیشہ پوشیدہ اور خفیہ کارروائیوں اور نہاں در نہاں سازشوں سے کام لیا۔ سلطنت عبیدیہ نے اپنے عقائد اور خیالات کی اشاعت کے لیے شروع ہی سے ایک خفیہ محکمہ قائم کر دیا تھا۔ جس کے ذریعہ داعیوں کو اپنی مقبوضہ مملکت میں ہی نہیں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی بھیجا جاتا تھا۔ یہ داعی واعظوں' درویشوں اور تاجروں وغیرہ کی شکل میں تمام اسلامی ممالک کے اندر پھیلے ہوئے تھے اور لوگوں کو اسماعیلی عقائد کی تعلیم و ترغیب دیتے تھے۔ ان کے کفریہ عقائد نہایت خطرناک تھے۔ قرآن مجید کو یہ لوگ قابل عمل نہیں جانتے تھے۔ اسماعیل بن جعفر صادق کو پیغمبر مانتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم رتبہ خیال کرتے اور محمد مکتوم بن اسماعیل بن جعفر صادق کو بھی نبی یقین کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اماموں کی تعداد

Marfat.com

سات تھی۔ بانی دولت عبیدیہ کو ساتواں امام قرار دیتے اور عبیدیہ سلاطین کی فرمانبرداری واطاعت کو ذریعہ نجات ثابت کرتے وغیرہ۔ ان داعیوں کی کوششوں نے سلطنت عبیدیہ کو بہت فائدہ پہنچایا اور اس کی قبولیت کو بڑھایا تھا۔

حسن بن صباح ایک شخص رے کا باشندہ تھا۔ اس کے نسب میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ عربی النسل تھا اس کے آباواجداد یمن سے آئے تھے۔ بعض کا قول ہے کہ وہ مجوسی النسل تھا۔ بہر حال حسن بن صباح کے باپ اور اہل خاندان کا عقیدہ شیعی تھا۔ حسن بن صباح نے نیشاپور میں تعلیم پائی تھی۔ وہ عمر خیام اور نظام الملک طوسی وزیر اعظم الپ ارسلان و ملک شاہ کا ہم سبق رہ چکا تھا۔ نہایت ذہین اور خوددار شخص تھا۔ مستنصر عبیدی کے زمانے میں حسن بن صباح مصر پہنچا۔ وہاں اس کی بڑی عزت و تکریم ہوئی۔ سال بھر سے زیادہ عرصہ تک وہ مصر میں شاہی مہمان اور مستنصر کے مصاحب کی حیثیت سے رہا۔ وہاں اس نے عقائد اسماعیلیہ سے پوری واقفیت حاصل کر کے مستنصر کے ہاتھ پر بیعت کی اور دولت عبیدیہ کے اعلیٰ درجہ کے داعیوں میں شمار ہوا۔ جب حسن بن صباح اسماعیلیہ داعی بن کر روانہ ہوا تو اس نے مستنصر سے پوچھا کہ آپ کے بعد کس کے احکام کی تعمیل کروں اور آپ کے بعد میرا امام کون ہوگا؟ مستنصر نے کہا کہ میرے بعد تمہارا امام میرا بیٹا نزار ہوگا۔ چنانچہ اسی وجہ سے حسن بن صباح کی قائم کی ہوئی جماعت کو نزاریہ بھی کہتے ہیں۔ مصر سے عراق وایران میں واپس آکر حسن بن صباح نے مختلف شہروں میں تھوڑے تھوڑے دنوں اقامت اختیار کی اور لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانا شروع کیا۔ یہاں پہلے ہی سے اسماعیلی داعیوں کی کوشش سے بہت سے شیعہ اور غیر شیعہ اسماعیلیہ خیالات کے پیرو ہو چکے تھے۔ اس لیے حسن بن صباح کو بہت جلد بہت سے معاون و مددگار مل گئے۔ ملک شاہ کی طرف سے صوبہ اصفہان و قہستان کا حاکم مہدی علوی تھا۔ حسن بن صباح نے مہدی علوی سے اپنی عبادت گاہ بنانے کے لیے قلعہ الموت کو خرید لیا۔ اس قلعہ میں بیٹھ کر اس نے ہر قسم کی مضبوطی کر لی اور اپنے معتقدین کو جمع کر کے اور اردگرد کے جاہل و جنگجو قبائل میں اپنا اثر قائم کرنے کے بعد اپنی حکومت کی بنیاد قائم کی اور شیخ الجبل کے نام سے مشہور ہوا۔ اس نے بعض عجیب و غریب عقائد و اعمال ایجاد کر کے ان کی تلقین لوگوں کو کی۔ اس نے فدائیوں کا ایک گروہ تیار کیا۔ ان فدائیوں نے بڑے بڑے کام کئے۔ دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں' وزیروں' عالموں کو حسن بن صباح قلعہ الموت میں بیٹھا ہوا اپنے فدائیوں کے ہاتھ سے قتل کرا دیتا تھا۔ حسن بن صباح نے اپنے مشہور داعی کیا بزرگ امید کو اپنا ولی عہد و جانشین بنایا۔ اس کے بعد کیا بزرگ امید کی اولاد میں کئی پشت تک حکومت قائم رہی۔ آخر سنہ ۶۲۵ھ میں ہلاکو خاں کے ہاتھ سے اس کی حکومت کا خاتمہ ہوا۔ یہ سلطنت جو حسن بن صباح نے قائم کی تھی' قہستان میں سنہ ۴۸۳ھ سے سنہ ۶۵۵ھ تک پونے دو سو سال تک قائم رہی۔ اس اسماعیلی حکومت کی دھاک ساری دنیا میں بیٹھی ہوئی تھی اور بڑے بڑے شہنشاہ فدائیوں سے ڈرتے تھے کیونکہ وہ ہمیشہ دھوکے سے اور دشمن کو تنہا پا کر اچانک حملہ کرتے تھے۔

ملک شام پر عیسائیوں کے صلیبی حملے : یورپ کے عیسائیوں نے متفق و متحد ہو کر مسلمانوں پر

Marfat.com

سنہ۔۴۹۰ھ سے حملے شروع کیے۔ عیسائیوں کے مذہبی پیشواؤں یعنی پادریوں نے تمام یورپ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر دیوانہ بنادیا تھااور ملک شام کے مسلمانوں کے قبضے سے نکال لینے کو اعلیٰ درجہ کی مذہبی خدمت اور ذریعہ نجات قرار دیا گیا تھا۔ عیسائیوں کے ان حملوں کا سلسلہ تین سو سال تک جاری رہا۔ یورپ کے تمام عیسائی بادشاہ اپنی ہر قسم کی متحدہ طاقت صرف کرنے اور بذات خود عیسائی حملہ آوروں کے ساتھ ملک شام کی طرف آنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ان تمام لڑائیوں اور چڑھائیوں کا سلسلہ تاریخ اسلام کا ایک دلچسپ باب ہے اور اس داستان کو ایک ہی جگہ مسلسل بیان کیا جائے گا۔ ان صلیبی لڑائیوں کا وہ حصہ جہاں سلطان صلاح الدین ایوبی نے عیسائیوں کا مقابلہ کیا ہے' نہایت اہم اور بہت دلچسپ ہے۔

دولت مغلیہ ایشیا : ملک چین کے شمالی پہاڑوں سے چنگیز خاں کی زیر قیادت مغلوں یا تاتاریوں کے گروہ نے مغرب کی جانب خروج کر کے ترکستان' ماوراء النہر' خراسان' آذربائیجان' افغانستان' فارس' عراق' شام' ایشیائے کوچک' روس' آسٹریا تک کے تمام ملکوں کو اپنی لوٹ مار اور قتل و غارت کا آماج گاہ' ساتویں صدی ہجری کے شروع میں بنالیا تھا۔ سینکڑوں حکومتوں کو برباد اور سینکڑوں حکمران خاندانوں کو مستاصل کر دیا۔ ساتویں صدی ہجری کے وسط یعنی سنہ۔۶۵۶ھ میں ہلاکو خاں نے بغداد کو لوٹا اور بغداد کے آخری خلیفہ عباسی مستعصم باللہ کو قتل کیا۔ اس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ سنہ۔ ۶۲۴ھ میں چنگیز خاں کے فوت ہونے پر مغلوں کی سلطنت کے کئی ٹکڑے ہو گئے۔ چنگیز خاں کی اولاد کا ایک حصہ چین پر حکمران ہوا۔ ایک حصے نے ترکستان و ماوراء النہر میں اپنی حکومت قائم کی۔ ایک حصہ نے خراسان وایران پر اپنی حکومت قائم کی۔ ایک حصہ بحر قزوین کے شمالی و مغربی حصہ پر فرماں روا ہوا۔ ان میں مغلوں کی وہ حکومت جو ایران و خراسان میں ہلاکو خاں نے قائم کی تھی' زیادہ قابل توجہ ہے۔ چند ہی روز کے بعد ان مغلوں کی اکثر حکومتیں اسلامی حکومتوں میں تبدیل ہو گئیں یعنی مغلوں نے اسلام قبول کر لیا اور اسلام کے خادم بن گئے۔ دو سو یا پونے دو سو برس کے بعد براعظم ایشیا میں مغلوں کی حکومتیں کمزور ہوتے ہوتے نابود ہونے لگیں اور ان کی جگہ کثیر التعداد چھوٹی چھوٹی ریاستیں جابجا ایران و خراسان و عراق و ماوراء النہر میں قائم ہو گئیں۔

سنہ۔۸۰۰ھ کے قریب ان مغلوں کے تنزل و بربادی کے عالم میں ایک شخص تیمور سردار ہوا۔ اس نے اپنی ملک گیریوں اور فتح مندیوں سے تمام براعظم ایشیا میں ایک تہلکہ برپا کر دیا اور دنیا کو چنگیز خاں کی ملک گیریوں کا تماشہ ایک مرتبہ پھر دکھادیا۔ تیمور چونکہ مسلمان تھا اس لیے اگرچہ قتل و غارت گری کے ہنگامے اس کے ذریعہ بھی بہت رونما ہوئے تاہم اس کی ملک گیریاں چنگیزی حملوں کے مقابلوں میں زیادہ باقاعدہ اور مہذبانہ تھیں۔ تیمور کی اولاد ان تمام ملکوں کی وارث ہوئی جن پر چنگیز خاں کی اولاد نے حکومت کی تھی۔ جس طرح چنگیز خاں کی اولاد کا تنزل ہوا' بالکل اسی طریقہ اور اسی رفتار سے تیمور کی اولاد کا زوال ہوا۔ جتنے دنوں چنگیزی مغلوں نے ایشیاء کے ملکوں پر حکومت کی تھی' قریباً اتنے ہی دنوں تیموری مغلوں کا دور دورہ رہا۔ جب ایران و ترکستان وغیرہ سے تیموری خاندان کی حکومت مٹ گئی تو تیمور کی اولاد میں ایک شخص بابر پیدا ہوا اس نے

Marfat.com

ہندوستان وافغانستان میں ایک زبردست حکومت کی بنیادڈالی جو عرصہ تک اس کے خاندان میں باقی رہی۔

دولت عثمانیہ ترکی : ترکان غز کا تذکرہ اوپر کہیں آچکا ہے۔ان ترکان غز کے اکثر قبائل کو سلجوقیوں نے دھکیل کر صوبہ ارمینیا اور بحیرہ قزوین کے ساحلوں کی طرف پہنچادیا تھا۔انہیں میں ایک وہ قبیلہ تھا جس کو سلطنت عثمانیہ کا قائم کرنے کا فخر حاصل ہوا۔جب سلاطین سلجوقیہ کا دوردورہ ختم ہوااور تاتاریوں نے ایشیا کے ملکوں میں ہنگامے برپا کرنے شروع کردیئے تواس زمانے میں ایشیائے کوچک کے اس حصے میں جو مسلمانوں کے قبضہ میں تھا۔دس بارہ چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں۔ان ریاستوں میں اکثر سلجوقی شہزادے یا سلجوقیوں کے موالی حکومت کرتے تھے۔انہیں میں ایک ریاست سرحدارمینیا پر ترکان غز کے مذکورہ قبیلہ کے سردار سلیمان خاں کے قبضے میں تھی۔سنہ۔۶۲۱ھ میں جب مغلوں نے علاؤالدین کیقباد سلجوقی کی ریاست پر حملہ کیا تو سلیمان خاں اور اس کے بیٹے ارطغرل نے اپنے ہم قوم ترکوں کو لے کر مغلوں کے خلاف علاؤالدین کیقباد کی مدد کی۔یہ مدد عین وقت پر پہنچی اور اس سے مغلوں کو شکست کھاکر فرار ہونا پڑا۔لہذا علاؤالدین کیقباد سلجوقی نے سلیمان کو خلعت دے کر اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا اور اس کے بیٹے ارطغرل کو شہر انگورہ کے قریب ایک وسیع جاگیر عطا کی۔ علاؤالدین سلجوقی کا دارالسلطنت اس زمانے میں شہر قونیہ تھا۔ارطغرل کی جاگیر اور ریاست قیصر روم کے علاقے کی سرحد پر واقع تھی۔

ارطغرل نے اپنے باپ کے فوت ہونے پر اپنی ریاست کو وسیع کیا۔کچھ علاقہ سلطان قونیہ سے انعام واکرام کے طور پر حاصل کیا اور کچھ عیسائی علاقے کو دبایا۔اس طرح ارطغرل کی ایک قابل تذکرہ ریاست قائم ہو گئی۔ مغلوں نے ایشیائے کوچک کے ان چھوٹے رؤسا سے کچھ زیادہ تعرض نہیں کیا اور ان کو ان کے حال پر قائم رہنے دیا۔

سنہ۔۶۴۱ھ میں علاؤالدین کیقباد سلجوقی کے بیٹے غیاث الدین کیخسرو کو مغلوں کا خراج گزار ہونا پڑا۔ سنہ۔۶۵۷ھ میں ارطغرل کا بیٹا عثمان خاں پیدا ہوا۔سنہ۔۶۸۷ھ میں ارطغرل فوت ہوا اور اس کا بیٹا عثمان خاں بعمر تیس سال باپ کی جگہ ریاست کا مالک وفرماں روا ہوا۔شاہ قونیہ یعنی غیاث الدین کیخسرو سلجوقی نے اپنی بیٹی کی شادی عثمان خاں سے کردی اور اس کو اپنی فوج کی سپہ سالاری کا عہدہ بھی عطا کیا۔سنہ۔۶۹۹ھ میں غیاث الدین کیخسرو سلجوقی جب مقتول ہوا تو تمام سلجوقی ترکوں نے سلطنت قونیہ کے تخت پر عثمان خاں کو بٹھایا اور اس طرح اپنی قدیمی ریاست کے علاوہ قونیہ کا علاقہ بھی عثمان خاں کے زیر تصرف آگیا۔ عثمان خاں نے اپنے آپ کو سلطان کے لقب سے منسوب کیا۔یہی پہلا سلطان ہے جس کے نام سے اس کے خاندان میں سلطنت عثمانیہ قائم ہوئی۔ عثمانی سلاطین نے بہت جلد تمائے ایشیائے کوچک پر قبضہ کر کے قیصر روم کی حکومت کو ایشیا سے نابود کر دیا۔سنہ۔۶۲۳ھ میں سلاطین عثمانیہ نے ایڈریانوبل کو فتح کر کے اپنا دارالسلطنت بنایا اور صوبہ طرابلس پر قبضہ کر کے براعظم یورپ کے جنوبی ومشرقی حصہ میں اسلامی حکومت قائم کی۔ قیصر روم نے دب کر صلح کی اور عثمانیہ طاقت سے اپنے بقیہ ملک کو بچایا۔اس کے بعد عثمانیوں نے عیسائیوں کو شکستیں دے کر یورپ میں اپنے

Marfat.com

مقبوضات کو وسیع کرنا شروع کیا۔ آخر سنہ۔ ۷۹۲ھ میں آسٹریا' بلگیریا' بوسنیا' ہنگری وغیرہ کے عیسائی سلاطین نے متحد و متفق ہو کر ایک عظیم الشان فوج کے ساتھ سلطنت عثمانیہ پر حملہ کیا۔ سلطان مراد خاں عثمانی نے اپنی قلیل التعداد فوج سے مقام کسوداپر عیسائیوں کے اس لشکر عظیم کا مقابلہ کیااور سب کو شکست فاش دے کر تمام براعظم یورپ کو ہلادیا۔

سنہ۔۷۹۹ھ میں تمام براعظم یورپ نے مل کر جس میں فرانس وجرمنی وغیرہ کی افواج بھی شامل تھیں' سلطنت عثمانیہ کو بیخ وبن سے اکھیڑ دینے کا تہیہ کیااور مقام نکوپولس میں سلطان بایزید ابن سلطان بامراد خاں سے معرکہ آرائی ہوئی۔ اس لڑائی میں بیس سے زیادہ عیسائی سردار قیدیوں میں بایزید کے سامنے پیش ہوئے جو بادشاہ یا شہزادے تھے۔ اس شکست فاش نے تمام عیسائی دنیا میں خوف وہراس پیدا کر دیااور عیسائی سلاطین نے شکست خوردہ اپنے ممالک میں جاکر صلیبی جنگ کے اشتہار شائع کیے اور تمام عیسائی مذہبی جوش میں پھر پہلے سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ جمع ہو کر بایزید یلدرم سے نبرد آزمائی پر مستعد ہو گئے۔ بایزید یلدرم نے اس مرتبہ بھی سب کو شکست فاش دے کر تمام یورپ سے فرمانبرداری کا اقرار لیا۔ اس زمانے میں قیصر روم قسطنطنیہ میں ڈرااور سہما ہوا بیٹھا تھا۔ اس نے عثمانیوں کے خلاف خفیہ طور پر عیسائی جہادیوں کو امداد پہنچانے میں کمی نہیں کی تھی۔ لہذا بایزید یلدرم نے ارادہ کیا کہ سب سے پہلے قیصر کو سزادے کر جزیرہ نما بلقان سے عیسائی حکومت کا نام ونشان مٹادے اور اس کے بعد تمام براعظم یورپ کو فتح کر کے دنیا سے عیسائیوں کا استیصال کر دے۔ وہ ابھی قیصر پر حملہ کرنے نہ پایا تھا کہ براعظم ایشیا کی طرف سے خبر پہنچی کہ تیمور ایک زبردست فوج لے کر بایزید یلدرم کے ایشیائی مقبوضات پر حملہ آور ہوا ہے۔ چنانچہ بایزید کو فوراً ایشیائے کوچک میں آنااور تیمور کا مقابلہ کرنا پڑا۔ اور سنہ۔ ۸۰۴ھ میں جنگ انگورہ ہوئی۔ اس لڑائی میں تیمور فتح مند اور بایزید یلدرم گرفتار ہوااور براعظم یورپ پامالی سے بچ گیا۔ اس کے بعد یہ معلوم ہوتا تھا کہ سلطنت عثمانیہ کا اب خاتمہ ہو گیا ہے لیکن چند برس کے بعد عثمانیہ سلطنت پھر اسی عروج اور شوکت کی حالت میں دیکھی گئی۔ جیسی کہ وہ بایزید یلدرم کے زمانے میں تھی اور قریبا پچاس ہی سال کے بعد محمد خاں ثانی نے قسطنطنیہ کو فتح کر کے جزیرہ نما بلقان سے عیسائی حکومت کو مستاصل کر دیا۔ اس کے بعد سلطان سلیم خاں نے ایرانیوں کو شکست فاش دی۔ مصر کو فتح کیا' عراق اور عرب کو اپنے قبضہ میں لایااور ایک عظیم الشان اسلامی سلطنت قائم کر کے سنہ۔ ۹۲۲ھ میں خلافت عباسیہ کا خاتمہ کر کے عثمانیوں میں خلافت اسلامیہ کے سلسلہ کو جاری کیا' جیسا کہ اوپر اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس خاندان کی تاریخ نہایت دلچسپ اور مسلمانوں کے لیے بے حد عبرت آموز ہے۔

ترکان کاشغر : فرغانہ کے مشرقی قطعات میں جو ترک قبیلے مسلمان ہو گئے تھے' انہوں نے دولت سامانیہ کے زوال پذیر ہونے پر اپنی خود مختارانہ حکومت قائم کی جو سنہ۔ ۳۲۰ھ سے سنہ۔ ۵۶۰ھ تک قائم رہی۔ ان میں ایلک خاں مشہور حاکم ترکستان ہوا ہے۔ ان کا دارالحکومت کاشغر تھا۔ یہ ترکان غز میں سے تھے اور ترکان عثمانی انہیں کے ہم وطن تھے۔ ترکان سلجوقی کے ظہور وخروج پر اکثر ترکان غز ارمینیاو آذربائیجان کی طرف چلے گئے۔

Marfat.com

ترکان سلجوق بھی انہیں کے ہم وطن و ہم قوم تھے۔ جو قبائل مغرب کی جانب آوارہ ہو کر چلے گئے' انوں نے بحرہ قزوین کے ارد گرد اپنی حکومتیں قائم کرلی تھیں۔ جو مشرق ہی کی جانب دھکیل دیئے گئے تھے' انہوں نے مشرقی ترکستان یعنی کاشغر میں حکومت کی بنیاد ڈالی تھی۔

شاہان ہندوستان : ہندوستان کا ایک صوبہ یعنی ملک سندھ پہلی صدی ہجری میں خلافت اسلامیہ کی حدود میں شامل ہو گیا تھا۔ عرصہ دراز تک سندھ کے عامل دربار خلافت سے مقرر ہو کر آتے رہے۔ اس کے بعد جب خلافت عباسیہ میں ضعف وانحطاط پیدا ہوا تو سندھ میں کئی اسلامی خود مختار ریاستیں قائم ہو گئیں۔ رفتہ رفتہ اسلامی ریاستوں کے رقبے محدود ہوتے گئے۔ محمود غزنوی کے حملوں تک ایک ریاست سندھ میں موجود تھی۔ محمود غزنوی نے پنجاب و ملتان پر قبضہ کر کے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔ جب غزنویوں کے قائم مقام غوری ہوئے تو انہوں نے تمام شمالی ہند کو فتح کر کے ہندوستان میں اسلامی حکومت اور مستقل بادشاہت قائم کی۔ پہلا مسلمان بادشاہ جو ہندوستان میں سریر آرائے حکومت ہوا' قطب الدین ایبک تھا جو شہاب الدین غوری کا غلام تھا۔ غلام خاندان کے بعد خلجی خاندان نے حکومت کی۔ خلجیوں کے بعد تغلق حکمران ہوئے۔ خاندان تغلق کے بعد خضر خاں کا خاندان فرماں روا ہوا۔ اس کے بعد لودھی فرماں روا ہوئے۔ لودھیوں کے بعد مغل ہندوستان میں آئے مگر شیر شاہ نے ان کو نکال کر اپنی سلطنت قائم کی۔ مغلوں نے دوبارہ ہندوستان کو شیر شاہ کے خاندان سے فتح کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ اس کے بعد انگریز ہندوستان میں آئے۔ یہ مسلمان خاندان جن کا نام اوپر لیا گیا' دہلی و آگرہ میں رہتے تھے۔ انہیں کے معاصر اور بھی مسلمان سلاطین ہندوستان کے مختلف صوبوں میں فرماں روا ہوئے مثلاً بہمنی خاندان' شاہان گجرات' شاہان جون پور' شاہان بنگالہ' شاہان مالوہ وغیرہ۔ ان سب کا حال اور ہندوستان کی پوری تاریخ ایک الگ کتاب میں بیان ہو گی۔ اسی میں خاندان غزنین اور خاندان غوری کا تذکرہ کیا جائے گا۔

سلطنت جلائرہ عراق : مغلوں یعنی تاتاریوں کی حکومت کو زوال آیا تو مغلوں کے فوجی سرداروں نے جابجا اپنی حکومتیں قائم کرلیں۔ منجملہ ان کے خاندان جلائر نے سنہ۔۷۳۶ھ سے سنہ۔ ۸۱۴ھ تک عراق میں حکومت کی۔ ان کا دارالسلطنت بغداد تھا۔ اس خاندان کی حکومت کا بانی شیخ حسن بزرگ جلائر تھا' اس کا بیٹا ادریس خاں سنہ۔۷۵۷ھ میں اپنے باپ کی وفات پر تخت نشین ہوا۔ اس نے آذربائیجان اور تبریز کو ترکمانوں سے سنہ۔۷۵۹ھ میں چھین لیا اور سنہ۔۷۶۶ھ میں موصل اور دیار بکر کو بھی اپنی حکومت میں شامل کیا۔ سنہ۔ ۷۸۴ھ میں اس کا انتقال ہوا تو کردستان اس کے بیٹے بایزید کو ملا اور عراق و آذربائیجان وغیرہ پر اس کے دوسرے بیٹے سلطان احمد جلائر کی حکومت قائم ہوئی۔ سنہ۔۷۹۶ھ میں تیمور نے سلطان احمد جلائر کا تمام ملک فتح کر لیا اور احمد جلائر بھاگ کر مصر چلا گیا۔ وہاں مملوک سلطنت میں کئی سال پناہ گزیں رہنے کے بعد جبکہ تیمور سمرقند کی طرف واپس گیا' احمد جلائر پھر آکر اپنی مملکت قدیمہ پر قابض ہو گیا۔ سنہ۔ ۸۱۳ھ میں احمد جلائر ایوسف ترکمان کی لڑائی میں مارا گیا اور اس کا بھتیجا شاہ ولد بغداد میں تخت نشین ہوا۔ آخر سنہ۔ ۸۱۴ھ میں اس

Marfat.com

خاندان کا قراقونلی ترکمانوں نے خاتمہ کر دیا۔

دولت مظفریہ : مغلیہ سلاطین کے دربار میں امیر مظفر خراسانی ایک مشہور زبردست سردار تھا۔ اس کے بیٹے مبازر الدین کو سنہ۔ ۷۱۳ھ میں مغل بادشاہ ابو سعید نے فارس کی گورنری عطا کی۔ سنہ۔ ۷۱۵ھ میں فارس پر کرمان کا بھی اضافہ ہو گیا۔ اس نے فارس و کرمان پر قابض و متصرف ہو کر خود مختاری کا اعلان کیا۔ اس میں سنہ۔ ۷۵۹ھ تک حکومت رہی۔ حافظ شیرازی مشہور شاعر اسی خاندان کے بادشاہ شجاع نامی کے دربار میں عزت کا مرتبہ رکھتے تھے۔

ترکمانان قراقونلی آذربائیجان : یہ بھی مثل جلائر خاندان کے مغلیہ افواج کی سرداری رکھتے تھے۔ اس خاندان نے آذربائیجان میں نہروان کے جنوبی ملکوں میں اپنی حکومت قائم کی اور سنہ۔ ۷۸۰ھ سے سنہ۔ ۸۷۴ھ تک حکمران رہے۔ ان میں قرایوسف ترکان بہت مشہور ہے۔ ان لوگوں سے آق قونلی ترکمانوں نے حکومت چھین لی۔ قراقونلی کے معنی سیاہ بھیڑ کے ہیں۔ یہ لوگ اپنے جھنڈے پر سیاہ بھیڑ کی تصویر بناتے تھے۔ اس لیے ان کو قراقونلی کہا جاتا ہے۔ اسی طرح آق قونلی کے معنی سفید بھیڑ کے ہیں جو لوگ سفید بھیڑ کی تصویر اپنے جھنڈے پر رکھتے تھے' وہ آق قونلی کہلائے۔

آق قونلی خاندان : آق قونلی ترکمانوں نے بھی دیار بکر کے نواح میں اپنی ریاست سنہ۔ ۷۸۰ھ میں قائم کر لی تھی۔ انہوں نے سنہ۔ ۷۸۴ھ میں قراقونلی ترکمانوں کو آذربائیجان سے بالکل بے دخل کر کے اپنی حکومت تمام آذربائیجان و دیار بکر پر قائم کر لی تھی مگر سنہ۔ ۹۰۷ھ میں شاہ اسماعیل صفوی نے ان کی سلطنت کو مٹا کر تمام ممالک پر قبضہ کر لیا۔

دولت صوفیہ : سنہ۔ ۸۰۴ھ میں جب بمقام انگورہ تیمور کو فتح حاصل ہوئی تو بہت سے ترک تیموری لشکر نے گرفتار کر لیے۔ بعد فتح ان قیدیوں کو لیے ہوئے تیمور شیخ صفی الدین اردبیلی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شیخ صفی الدین اپنے آپ کو امام موسیٰ کاظم کی اولاد میں سے بتاتے تھے مگر سنی مذہب رکھتے تھے۔ تیمور نے اسی وقت ترک قیدیوں کو آزاد کر دیا۔ قیدیوں نے آزاد ہو کر شیخ کے ہاتھ پر بیعت کی اور شیخ کی خدمت میں رہنے لگے۔ تیمور اردبیل سے چلا گیا لیکن شیخ کے گرد سرفروش خدام کا ایک مجمع کثیر فراہم ہو گیا اور نسلاً بعد نسل شیخ کی اولاد کے ساتھ ان ترک مریدوں کی اولاد نے وفاداری کا اظہار کیا حتیٰ کہ شیخ کی اولاد میں اسماعیل صفوی کو بادشاہ بنا کر چھوڑا۔ اسماعیل صفوی شیعہ عقیدہ رکھتا تھا۔ سنہ۔ ۹۰۳ھ میں وہ ایران کے بعض شہروں پر قابض و متصرف ہوا اور پھر رفتہ رفتہ تمام ملک ایران پر قابض ہو گیا۔ سنہ۔ ۹۲۰ھ میں سلطان سلیم عثمانی نے اس کو مقام خالدران پر' جو تبریز سے بیس فرسنگ کے فاصلہ پر ہے' شکست فاش دی اور صفوی سلطنت کے بعض مغربی صوبوں کو اپنی حکومت میں شامل کر کے شام و مصر کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اسماعیل صفوی اس شکست کے بعد دس سال تک زندہ رہا۔ اس کے بعد اس کی اولاد میں ایران کی حکومت و سلطنت جاری رہی۔ یہاں تک کہ سنہ۔ ۱۱۴۸ھ میں

Marfat.com

نادر شاہ ایرانی نے اس خاندان کا خاتمہ کر کے اپنی حکومت قائم کی۔ اس کے بعد ایران و افغانستان پر پٹھانوں کی حکومت قائم ہوئی پھر ایران میں سلطنت قاچار شروع ہوئی۔ افغانستان اب تک پٹھانوں کے قبضہ میں ہے۔

اجمالی نظر : حکمران خاندانوں اور اسلامی حکومتوں کی مندرجہ بالا فہرست کے مطالعہ کرنے کے بعد یہ جلد دوم ختم ہو رہی ہے۔ جلد سوم کے مطالعہ کرنے والے کے دماغ میں سلطنت اسلامیہ کی نئی طرز کا ایک خاکہ قائم ہو سکے گا اور وہ یہ اندازہ کر سکے گا کہ کس کس زمانے میں کون کون سا خاندان کہاں کہاں حکمران تھا۔ اس اجمالی علم و واقفیت کے بعد خلافت عباسیہ کے خاتمہ تک اس کی پوری حالت اور ترقی و تنزل کا صحیح اندازہ ہو سکے گا۔ ادھر آئندہ جلد سوم میں انہیں خاندانوں کے جو حالات بیان ہونے والے ہیں' ان کے سمجھنے میں یہ فصل مطالعہ کرنے والے کی بے حد امداد کرے گی۔

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ﴾ تاریخ اسلام جلد دوم ختم ہوئی

(جواد احمد)

Marfat.com

Marfat.com

تاریخِ اِسلام

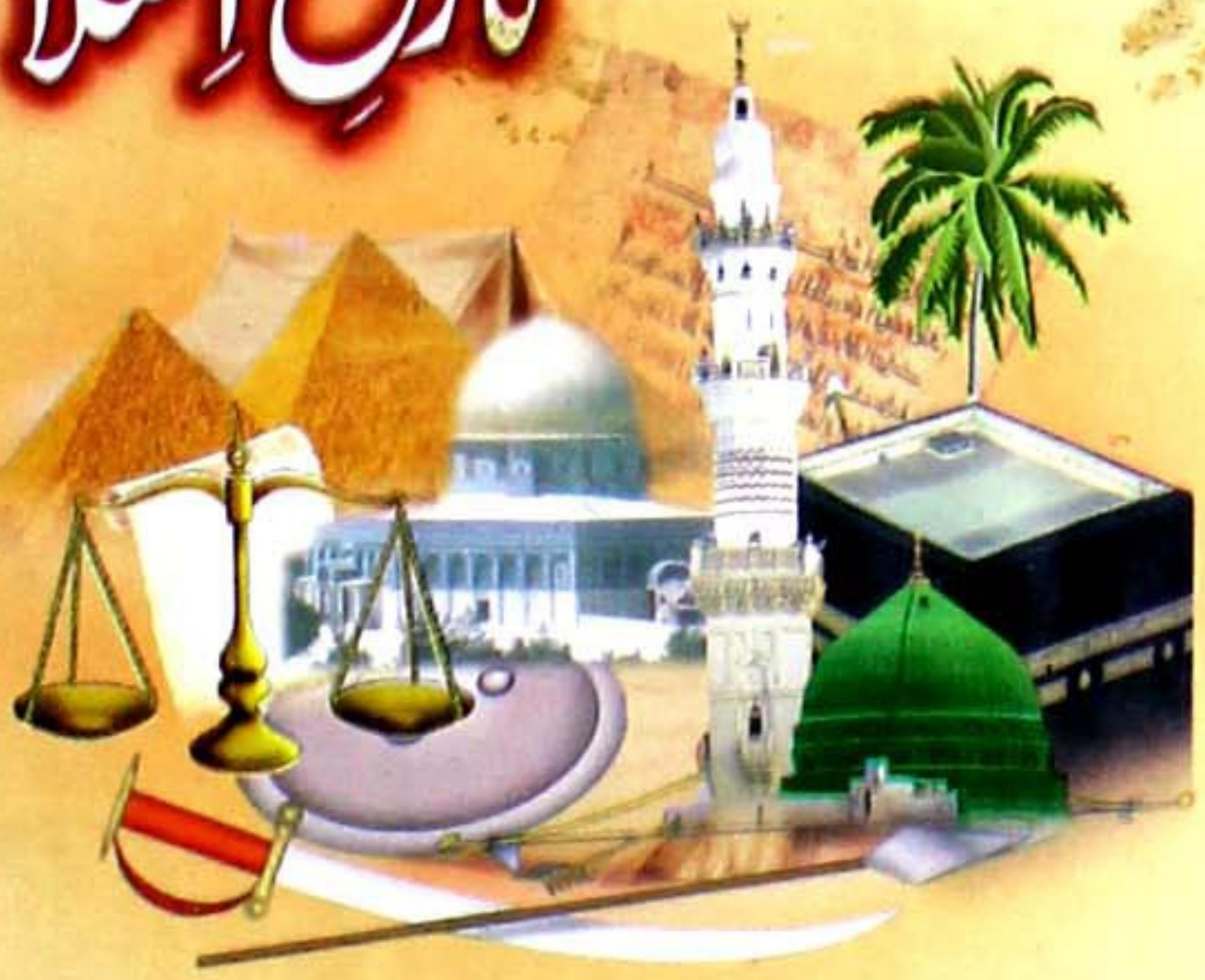

اسلامی کُتب خانہ

الحمد مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار لاہور

Ph:7116246-7116257

Marfat.com